

تحقیقات ناوردہ پر مشتمل عظیم الشان فقہی انسائیکلو پیڈیا



الْعَمَّيَا الشُّبُورِيَّةُ فِي
الْمُتَاوَى الرُّضْوِيَّةِ

فتاویٰ رضویہ



جلد 18

مع تخریج و ترجمہ عربی عبارات

تقریب الطیب علی حضرت مجدد امام احمد رضا

ALAHAZRAT NETWORK

اعلیٰ حضرت نیٹ ورک

www.alahazratnetwork.org

مَنْ يُرِدِ اللَّهُ بِهِ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّينِ (الحديث)

العطاء للنبي في

الفتاوى الصغرى

مع تخریج و ترجمہ ابن عباد

جلد شانزدهم ۱۸

تحقیقات اور پر مشتمل خود پریمی مضمیں کا عظیم الشان مفتی انسائیکلو پیڈیا

ایم. اچ. عرف برہوی، فدرسی سرہانہ عزیز

1997	1998
1999	2000

44871	44872
-------	-------

رضا فاؤنڈیشن

جامعہ نظامیہ رضویہ

ڈیڑھ سو نوپاری دروازہ لاہور کے پاکستان (۵۴۰۰۰)

فنون تغییر: ۶۵۴۳۱۴

نام کتاب	فتاویٰ رضویہ جلد ۱۸
تصنیف	شیخ الاسلام امام احمد رضا قادری بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
فیضان کرامت	مفتی اعظم پاکستان حضرت علامہ مفتی محمد عبد القیوم ہزاروی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
سرپرستی	مولانا صاحبزادہ محمد عبد المصطفیٰ ہزاروی ناظم اعلیٰ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور و شیخوپورہ
اہتمام	مولانا صاحبزادہ قاری نصیر احمد ہزاروی ناظم شعبہ نشر و اشاعت
ترجمہ عربی عبارت	حافظ محمد عبدالستار سعیدی ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور
پیش لفظ	" " " " " " " " " " " "
ترتیب فہرست	" " " " " " " " " " " "
تخریج و تصحیح	مولانا نذیر احمد سعیدی ، مولانا محمد اکرام اللہ بٹ ، مولانا محمد عبد اللہ
کتابت	محمد شریف گل ، کریم الہلال (گوجرانوالہ)
پیشنگ	مولانا محمد منشا تابش قصوری معلم شعبہ قاری جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور
صفحات	۷۳۸
اشاعت	ربیع الثانی ۱۴۲۱ھ / جولائی ۲۰۰۰ء
مطبع	" " " " " " " " " " " "
ناشر	رضا فاؤنڈیشن ، جامعہ نظامیہ رضویہ ، اندرون لوہاری دروازہ ، لاہور
قیمت	" " " " " " " " " " " "



ملنے کے پتے:

○ رضا فاؤنڈیشن ، جامعہ نظامیہ رضویہ ، اندرون لوہاری دروازہ ، لاہور

۰۳۰۰/۹۴۱۵۳۰۰ ۷۶۶۵۷۷۲

○ مکتبہ اہلسنت ، جامعہ نظامیہ رضویہ ، اندرون لوہاری دروازہ ، لاہور

○ خیابان القرآن سپیکیشنز ، گنج بخش روڈ ، لاہور

○ شبیر پور ، سی بی ، اردو بازار ، لاہور

اجمالی فہرست

۵	پیش لفظ
۹	فہرست مضامین مفصل
۶۵	فہرست ضمنی مسائل
۹۲	کتاب الشہادت
۱۳۹	کتاب القضاء والدعاوی

فہرست رسائل

۲۵۵	النصح بالحکومة
۵۱۱	الہبة الاحمدیة





پیش لفظ

www.alukah.net/forum

الحمد لله! اعلیٰ حضرت امام المسلمین مولانا الشاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے خزانہ علمیہ اور ذخائر فقہیہ کو جدید انداز میں جدید حاضر کے تقاضوں کے عین مطابق منظر عام پر لانے کے لئے دارالعلوم جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں رضا فاؤنڈیشن کے نام سے جو ادارہ ماہ مارچ ۱۹۸۸ء میں قائم ہوا تھا وہ انتہائی کامیابی اور برق رفتاری سے مجوزہ منصوبہ کے ارتقائی مراحل کو طے کرتے ہوئے اپنے ہدف کی طرف بڑھ رہا ہے۔ اب تک یہ ادارہ امام احمد رضا کی متعدد تصانیف شائع کر چکا ہے مگر اس ادارے کا عظیم ترین کارنامہ العطاء النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ المعروف بہ فتاویٰ ضیاء کی تخریج و ترجمہ کے ساتھ عمدہ و خوبصورت انداز میں اشاعت ہے۔ فتاویٰ مذکورہ کی اشاعت کا آغاز شعبان المعظم ۱۴۱۰ھ / مارچ ۱۹۹۰ء میں ہوا تھا اور بفضلہ تعالیٰ جلد بڑھ و بعینیت رسول اکرم تقریباً گیارہ سال کے مختصر عرصہ میں اٹھارہ جلد آپ کے ہاتھوں میں ہے، اسی سے قبل کتاب الطہارۃ، کتاب الصلوٰۃ، کتاب الجنائز، کتاب الزکوٰۃ، کتاب الصوم، کتاب الحج، کتاب النکاح، کتاب الطلاق، کتاب الایمان، کتاب الحدود والتعزیر، کتاب السیر، کتاب الشریکۃ، کتاب الوقف، کتاب البیوع، کتاب الخوارج اور کتاب الفتنہ پر مشتمل سترہ جلدیں شائع ہو چکی ہیں جن کی تفصیل سنیں، مشمولات، مجموعی صفحات اور ان میں شامل رسائل کی تعداد کے اعتبار سے حسب ذیل ہے:

جلد	عنوانات	جلدات	صفحہ	ستین اشاعت	صفحہ
۱	کتاب الطہارت	۲۲	۱۱	شعبان المعظم ۱۴۱۰ — مارچ ۱۹۹۰	۸۴۸
۲	"	۳۳	۷	ربیع الثانی ۱۴۱۲ — نومبر ۱۹۹۱	۷۱۰
۳	"	۵۹	۶	شعبان المعظم ۱۴۱۲ — جنوری ۱۹۹۲	۷۵۶
۴	"	۱۳۲	۵	رجب الحبيب ۱۴۱۳ — جنوری ۱۹۹۳	۷۶۰
۵	کتاب الصلوٰۃ	۱۴۰	۶	ربیع الاول ۱۴۱۴ — ستمبر ۱۹۹۳	۶۹۲
۶	"	۲۵۷	۴	ربیع الاول ۱۴۱۵ — اگست ۱۹۹۳	۷۳۶
۷	"	۲۶۹	۷	رجب الحبيب ۱۴۱۵ — دسمبر ۱۹۹۴	۷۲۰
۸	"	۳۳۷	۶	محرم الحرام ۱۴۱۶ — جون ۱۹۹۵	۶۶۳
۹	کتاب الجنائز	۲۷۳	۱۳	ذیقعدہ ۱۴۱۶ — اپریل ۱۹۹۶	۹۲۶
۱۰	کتاب الزکوٰۃ ، صوم ، حج	۳۱۶	۱۶	ربیع الاول ۱۴۱۷ — اگست ۱۹۹۶	۸۳۲
۱۱	کتاب النکاح	۴۵۹	۶	محرم الحرام ۱۴۱۸ — مئی ۱۹۹۷	۷۳۹
۱۲	کتاب النکاح ، طلاق	۴۲۸	۳	رجب الحبيب ۱۴۱۸ — نومبر ۱۹۹۷	۶۸۸
۱۳	کتاب طلاق ، ایمان ، حد و تعزیر	۲۹۳	۲	ذیقعدہ ۱۴۱۹ — مارچ ۱۹۹۸	۶۸۸
۱۴	کتاب السیر (۱)	۳۳۹	۷	جمادی الآخر ۱۴۱۹ — ستمبر ۱۹۹۸	۷۱۲
۱۵	" (۲)	۸۱	۱۵	محرم الحرام ۱۴۲۰ — اپریل ۱۹۹۹	۷۴۳
۱۶	کتاب الشریکۃ ، کتاب الوقف	۴۳۲	۳	جمادی الاول ۱۴۲۰ — ستمبر ۱۹۹۹	۶۳۲
۱۷	کتاب البیوع ، کتاب الحلال ، کتاب الکفال	۱۵۳	۲	ذیقعدہ ۱۴۲۰ — جنوری ۲۰۰۰	۷۱۶

امٹھارھویں جلد

یہ جلد فتاویٰ رضویہ قدیم جلد ہفتم مطبوعہ مستفی دارالاشاعت مبارکپور اعظم گڑھ بھارت کے صفحہ ۲۹۱ سے آخر تک ۱۵۲ سوالوں کے جواباً اور ۳۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس جلد کی عربی و فارسی عبارات کا ترجمہ راقم الحروف نے کیا ہے۔ اس سے قبل گیارھویں ، بارھویں ، تیرھویں ، سو گھریں اور سترھویں جلد بھی راقم کے ترجمہ کے ساتھ شائع ہو چکی ہیں۔ پیش نظر جلد بنیادی طور پر کتاب الشہادۃ اور کتاب القضاء والدعاوی

کے مباحث جلیلہ پر مشتمل ہے، تاہم متعدد ابواب فقہیہ و کلامیہ وغیرہ کے مسائل ضمنیاً زیر بحث آئے ہیں، مسائل و رسائل کی مفصل فہرست کے علاوہ مسائل ضمنیہ کی ایک فہرست بھی قارئین کرام کی سہولت کیلئے تیار کر دی گئی ہے، انتہائی دقیق اور گرانتقد تحقیقات و تدقیقات پر مشتمل مندرجہ ذیل دو رسائل بھی اس جلد کی زینت ہیں،

(۱) انصحر الحكومة في فناء الخصومة (۱۳۲۱ھ)

شرکت و میراث کے اُلجے ہوئے ایک مسئلہ کا انتہائی شاندار فیصلہ

(۲) الہبة الحمديّة في الولاية الشرعيّة والعرفيّة (۱۳۳۳ھ)

دینی اور دنیاوی ولایت و حکومت کی مجتہدانہ تحقیق اور اس بارے میں ایک غلط فہمے کا رد و بلیغ۔



حافظ محمد عبدالستار سعیدی

ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

ربیع الثانی ۱۴۲۱ھ

جولائی ۲۰۰۰ء

فہرست مضامین مفصل

۹۵	ذکر واجب ہے۔	۹۳	فکر واجب ہے۔
۹۵	جاء اور منقول کی تعین اشارہ سے بھی ہو سکتی ہے۔	۹۳	جاء اور منقول کی تعین اشارہ سے بھی ہو سکتی ہے۔
۹۵	صاحبین کے نزدیک مکمل مشہور و متعین ہو تو صرف نام سے بھی شہادت ہو سکتی ہے۔	۹۳	صاحبین کے نزدیک مکمل مشہور و متعین ہو تو صرف نام سے بھی شہادت ہو سکتی ہے۔
۹۵	قاضی مطلق اور قاضی مقید کا بیان۔	۹۳	قاضی مطلق اور قاضی مقید کا بیان۔
۹۵	جہت فقہ میں قاضی مطلق جس پہلو کا فیصلہ کرے نافذ ہوگا۔	۹۳	جہت فقہ میں قاضی مطلق جس پہلو کا فیصلہ کرے نافذ ہوگا۔
۹۵	آخر گواہ کہیں کہ ہیں حدود کا نام نہیں معلوم تو قاضی اپنے دوا میں ان کے ساتھ لگانے کا کوئی پراشارہ سے حدود متعین کر دیں پھر اس کی بنیاد پر فیصلہ کرے گا۔	۹۳	آخر گواہ کہیں کہ ہیں حدود کا نام نہیں معلوم تو قاضی اپنے دوا میں ان کے ساتھ لگانے کا کوئی پراشارہ سے حدود متعین کر دیں پھر اس کی بنیاد پر فیصلہ کرے گا۔
۹۵	اشیائے مشہورہ کے بارے میں امام صاحب اور صاحبین کا اختلاف۔	۹۳	اشیائے مشہورہ کے بارے میں امام صاحب اور صاحبین کا اختلاف۔
۹۶		۹۳	

کتاب الشہادۃ

۹۳	شہادہ کسے کہتے ہیں۔
۹۳	فاسق کی گواہی مردہ و اور قبول کرنے والا گنہگار ہے۔
۹۳	شہادت کی تعریف اور اس کے قبول کی شرائط کا بیان۔
۹۳	شرائط شہادت کے اقسام کا سوال۔
۹۳	حقن العباد میں تقدم دعویٰ خود شرط شہادت ہے بصحت دعویٰ شہادت ہرگز مسموع نہیں۔
۹۳	جو اپنے اہل زمانہ کو شہانے وہ جاہل ہے۔
۹۳	آج کل جہالت شائع ہے اس لئے تمام شرائط شہادت کا اجتماع مشکل ہے۔
۹۳	مشہورہ بر زمین یا حار ہو تو کم از کم تین عدول کا

- جامع فصلین کی بحث ۹۶
- قول منقول فی المذہب کے خلاف امام ابن ہمام کی بحث مقبول نہیں۔
- امام ابن ہمام دوجہ اجتہاد کو پہنچے ہوئے تھے صاحب جامع الفصلین کی بحث کا فتنہ اور ان کے قیاس مع الفارق کا اظہار اور مصنف علیہ الرحمۃ کی تحقیق۔
- ذکر حد کی ضرورت علم مقدار مشہورہ کے لئے ہے۔
- اصل وار ہا تعلیین مقدار کوئی چیز نہیں جس کا قاضی حکم کرے۔
- جامعہ ادکی نزاع میں جامدہ ادکی تعلیین کے لئے کن کن چیزوں کا ذکر ضروری ہے۔
- مشہودہ اور علیہ کی بھی تعلیین ضروری ہے۔
- رفع اشتباہ کی صورت میں نام و لقب کافی ہے ورنہ باپ کا نام اور امام صاحب کے نزدیک دادا کا نام ضروری ہے۔
- عورت کے لئے شوہر کا نام کافی ہے۔
- مسئلہ کے جزیات کا ذکر
- لفظ اشہد بلفظ المضارع رکن شہادت ہے شروع شہادت سے پہلے لفظ اشہد باللہ (قسم خدا کی میں سچ کہوں گا) کہلانا ہرگز کافی نہیں، یہ حلف ہے لفظ شہادت کا کلام شہادت پر داخل ہونا ضروری ہے۔
- گواہوں سے حلف لینا شرعاً جائز نہیں۔
- ۹۷ گواہ جھوٹ ہوئے تو اس کی ہلاکت ہوگی۔ ۱۰۱
- فیصلہ کے چھ اطراف کا ذکر۔ ۱۰۲
- ۹۸ گواہ کے لئے پابند نماز پابند جماعت ہونا ضروری ہے ورنہ گواہی تسلیم نہ کی جائے گی۔ ۱۰۳
- ۹۹ جاہل کی گواہی بھی نامقبول، جاہل فاسق ہونا شرع میں عالم کی تعریف اور علم کی حد۔ ۱۰۴
- ۱۰۰ نوکر کی گواہی آقا کے حق میں مقبول نہیں۔ ۱۰۵
- بیان مدعلیم سے اقرار دعوی ثابت ہونے کے بعد گواہوں کے تزکیہ کی درخواست نامقبول۔ ۱۰۵
- ۱۰۱ گواہ پیش ہوئے اور مدعلیم نے اقرار کیا تو فیصلہ بر بنائے اقرار ہوگا۔ ۱۰۵
- قاضی نے گواہوں کا تزکیہ کر لیا ہو تب بھی تزکیہ کی درخواست ناقابل قبول ہوگی۔ ۱۰۵
- ۱۰۲ مرد و بدت مانع سوالی تزکیہ نہیں۔ ۱۰۶
- شوہر نے مہر کے عوض جامدہ ادوی و عورت نے قبضہ کیا، گواہوں کے بیان سے یہ ثابت ہوا، اس کے بعد مہر کے مقدار کا جاننا ضروری نہیں۔ ۱۰۶
- ۱۰۳ اسی امر کا بیان کہ گواہوں کا بیع کی قیمت بیان کرنا کہاں ضروری ہے اور کہاں ضروری نہیں ۱۰۷
- حقوق کے ثبوت کے لئے دو عادل گواہ ضروری ہیں۔ ۱۰۸
- نکاح کی گواہی سماع کی بنیاد پر بھی دی جا سکتی ہے۔ ۱۰۹
- ۱۰۰ مرد و زن کا عرصہ و راز نکاح میاں بیوی کی طرح

- ۱۰۹ رہنا نکاح کی علامت مستقبل سے ہے۔
- ۱۱۰ شوہر کا اقرار بھی مثبت نکاح ہے۔
- ۱۱۸ ہبہ بالموض مشاع اور مشترک اشیا بھی ہو سکتا ہے، یہ بیع کی طرح ہے۔
- ۱۱۸ غلام اور آزاد کو ملا کر بیچا تو بیع باطل ہے۔
- ۱۱۸ اپنے غلام اور دوسرے غلام کو ملا کر بیچا تو اس کے غلام میں بیع نافذ ہوگی۔
- ۱۱۸ طلاق کے متعدد دگواہوں کا بیان۔
- ۱۱۸ طلاق میں سنی سنائی گواہی مقبول نہیں۔
- ۱۲۱ ان دس چیزوں کا بیان جن میں شہادت کیلئے حضور اور مشاہدہ ضروری نہیں۔
- ۱۲۱ کس کی گواہی کس کے حق میں مقبول نہیں۔
- ۱۲۱ طلاق کی گواہی صرف سن کر دی تو مقبول نہیں۔
- ۱۲۱ ایک مرد ایک عورت کی گواہی سے بھی طلاق ثابت نہیں ہوتی۔
- ۱۲۱ اس عورت کا حکم جو گواہی سے طلاق ثابت نہ کر سکی مگر شوہر نے حقیقتہً طلاق دی ہے۔
- ۱۲۱ اصل وقت میں شہادت سمائی مقبول ہے اور ضمناً ملکیت وقت کا ثبوت بھی ہو سکے گا۔
- ۱۲۱ بہت سی باتیں ضمناً ثابت ہوتی ہیں قصداً نہیں۔
- ۱۲۱ قسماً ثابت ہونے والی چند چیزوں کی مثالیں۔
- ۱۲۱ کون کون چیز اصل وقت میں داخل ہے اور کون کون سی شرائط میں۔
- ۱۰۹ وقت کی شہادت لوجہ اللہ ہے جس کے لئے دعویٰ ضروری نہیں، اور ادائے شہادت میں تاخیر سے گواہ مردود الشہادۃ ہو جاتا ہے۔
- ۱۱۸ شہادت حسبہ کا بیان۔
- ۱۱۸ قاضی مطلق فاسق کی شہادت پر فیصلہ کرے تو فیصلہ نافذ ہے۔
- ۱۱۸ راستی، فاسق، پاگل، نابالغ، قاتر العقل کی گواہی مقبول نہیں۔
- ۱۱۸ آندھے، مرتد، غلام، بچے، مجنون کی گواہی کا حکم۔
- ۱۲۱ ڈاکٹر کی تجویز ظن و تخمین ہے، یہ شہادت نہیں، اس کی بنیاد پر کوئی حکم نہیں لگایا جاسکتا اگر شاہد گواہی میں فیما اعلیٰ فیما احسب کا لفظ ملا دے تو گواہی رد کر دی جائیگی۔
- ۱۲۱ گواہ سے اس کا مشاہدہ پوچھا جاتا ہے اس کا علم و یقین نہیں پوچھا جاتا۔
- ۱۲۱ شہادت کے لئے اسلام شرط ہے غیر مسلم کی شہادت نامقبول ہے۔
- ۱۲۱ زائد باتوں میں اختلاف سے شہادت پراثر نہیں پڑتا۔
- ۱۲۱ ان باتوں کا بیان جو زائد میں آتی ہیں۔
- ۱۲۱ قاضی زائد باتوں کی بنیاد پر گواہوں کو متمم گردان سکتا ہے۔
- ۱۲۱ شہادت طلاق میں کہاں تاخیر جائز ہے اور کہاں نہیں۔

- شہادت طلاق کی ادائیگی تاخیر کی مختلف صورتیں۔
- ۱۲۵ ڈاڑھی تختہ نشی کرانے والا مرد و الشہادت
- ۱۲۶ مائ کی گواہی بیٹی کے حق میں نامعتبر ہے۔
- ۱۲۷ نابالغ کی گواہی نامقبول ہے۔
- ۱۲۸ واقعہ طلاق جو گئی عورت گواہوں سے ثابت نہ کر سکی تو کیا حکم ہے۔
- ۱۲۹ ایک غلط فیصلہ کا ابطال۔
- ۱۳۰ شوہر نے عورت پر دھڑکی کیا اس نے کہا یہ مجھے طلاق دے چکا ہے تو شرعاً عورت مدعی ہے
- ۱۳۱ عورت کے بیان سے طلاق ثابت نہ ہوگی
- ۱۳۲ دو برہمن طلاق تک میاں بیوی کو ایک ساتھ رہنے کا حکم ہے۔
- ۱۳۳ طلاق کے وقت میں گواہوں کا اختلاف ہو تو یہ یہ وجہ رد نہیں۔
- ۱۳۴ آج کل عمرنا فحشیں اہل ہوشوں میں ملازمین کو شراب اور دوسرے گوشت کا اہتمام کرنا ہوتا ہے یہ فحش ہے۔
- ۱۳۵ فاحش شرعاً گواہ نہیں ہو سکتا۔
- ۱۳۶ باپ کی گواہی اولاد کے حق میں معتبر نہیں۔
- ۱۳۷ ایک گواہ سے طلاق ثابت نہیں ہوتی۔
- ۱۳۸ حکم اللہ و رسول کا ہے اس کے خلاف دنیا کسی کو مجاہد ذوق نہیں۔
- ۱۳۹ عالم عادل حاکم کا حکم اس وقت قابل اپیلی ہوتا ہے کہ اس کے حکم میں غلطی ہو۔
- ۱۴۰ عالم عادل کے حکم کے صواب ہونے میں تردد ہو تب بھی اپیلی مسموع نہیں۔
- ۱۴۱ گواہوں پر حلف رکھنا باطل ہے۔
- ۱۴۲ بادشاہ کا خلاف شرع حکم نافذ نہ ہوگا۔
- ۱۴۳ گواہ کو حلف دلانا بعض علماء کے نزدیک قاضی مجتہد کی رائے پر موقوف ہے۔
- ۱۴۴ قسم کھانے کی علت صدق کے غلبہ ظن کا حصول ہے۔
- ۱۴۵ آج کل جمہور حلف عام ہو گئی۔
- ۱۴۶ گواہوں کے حلف دلانے کا قول مرجوح مخالف اجماع مذہب ہے۔
- ۱۴۷ قول مرجوح فیصلہ و فتویٰ جبل و خلافت اجماع ہے۔
- ۱۴۸ مدعی کا حلف مستلزم نہیں۔
- ۱۴۹ قاضی نکاح پر صافانے کی گواہی دے تو نامقبول ہے۔
- ۱۵۰ شوہر کے اقرا و نکاح کے گواہ ہوں تو نکاح ثابت ہے۔
- ۱۵۱ آج لوگوں کے پیٹھے علانیہ فسق کے ہوں جیسے
- ۱۵۲ دلال، دھلا، ان کی گواہی نامقبول اور
- ۱۵۳ ان کو کوئی اعزاز کا منصب دینا جائز نہیں۔
- ۱۵۴ کتاب القضاء والدعاوی
- ۱۵۵ گواہی اور دعویٰ میں مطابقت نہ ہونے کی ایک صورت اور اس کا حکم۔
- ۱۵۶ نکاح مستلزم وقوع تزویج نہیں۔

- دعویٰ سے مطابقت نہ رکھنے والی شہادت محض
جہلی ہوتی ہے۔
- ۱۵۵ اسکی صحت کے بعد عدالت کا دعویٰ بھی مقبول نہیں
۱۵۶ حقیقت کے ایک سوال میں پانچ نتیجے ہیں۔
- ۱۴۰ تین حصہ داروں میں دو نے ایک کی رضا کے
۱۵۷ بغیر تقسیم کی، یہ تقسیم باطل ہے۔
- ۱۴۰ دو حصہ داروں نے جائیداد تقسیم کی تیسرے کا
۱۵۷ جائیداد میں جز شائع تھا تقسیم توڑ دی جائیگی۔
- ۱۴۱ ایک ترکہ کی تقسیم۔
- ۱۵۷ ایسے راستہ میں تصرف کے لئے اس کے ہر
ساکن کی اجازت ضروری ہے۔
- ۱۴۲ ایسے کو چاہیے اپنی حد سے اوپر نیا دروازہ قائم
کرنا ظلم ہے۔
- ۱۵۷ کو چاہیے خیرناغذہ کے تمام شرکائے دروازہ کے لئے
راضی ہو گئے کہ ایک نے اپنا مکان بیچ دیا، نیا
پڑوسی آیا وہ راضی نہیں تو دروازہ نہیں توڑا
جاسکتا۔
- ۱۴۲ جو کسی کی ایک بالشت زمین ظلمت لے قیامت
کے دن ساتویں طبق تک دھنسا دیا جائیگا۔
- ۱۴۳ قریہ کی بہن عمر کے نکاح میں، حر کی بہن زید کے
نکاح میں، دونوں عورتوں کے مرنے کے بعد
ای کے مہروں میں مقابلہ ہوگا۔
- ۱۴۳ کسی جائیداد میں کوئی شخص ساکن سال تصرف
کرنا ہے اور ایک شخص سب دیکھتا اور سناتا
ہے، اگر یہ دوسرا شخص اس جائیداد پر دعویٰ
کرے دعویٰ مسکوت نہ ہوگا۔
- ۱۴۶ مقدمہ کتب فقہ سے مسئلہ کی توضیح۔
- ۱۴۶ مصنف کی تحقیق اور جزئیات مختلفہ کی جمع و تطبیق۔
- ۱۴۷ جس مسئلہ میں مرث کا دعویٰ ہی مسکوت نہیں
- ۱۵۸ بیع موقوف بیع موقوف ہوتی ہے، مالک نے
خود بیع توڑ دی تو بیع موقوف باطل ہوگئی۔
- ۱۵۹ جائیداد کو اپنے حصہ
سجھ کر بیچ دیا اور وہ واقعہ اس کا حصہ نہ تھا
تو وہ بیع میں داخل ہوگا۔
- ۱۵۹ قریہ کی کسی چیز کو خریدنے پر، زید کو اس عقد کے
جائیداد کرنے کا حق حاصل ہے، اس چیز پر زید
کوئی دعویٰ کرے تو اس سے بیع کی اجازت کا
حق ساقط نہ ہوگا۔
- ۱۶۰ چوتھی نتیجہ۔
- ۱۶۰ پانچویں نتیجہ۔

- ۱۶۰ خیریت ملک میں شریک وہ جس کے حصہ میں اجنبی ہوتا ہے
- ۱۶۰ شرکت ملک کی تعریف
- ۱۶۱ شریعہ کی مشورہ میں ہونے کے لئے شریک کا حق ہوتا ہے
- ۱۶۱ تنقیح کی روشنی میں جائیداد کی حقیقت کا فیصلہ
- ۱۶۲ ہندوستان کا یہ عادت کہ شوہر عورت کو زیور کا مالک نہیں کرتا
- ۱۶۲ زیور کے عورت کی ملک ہونے کے لئے شوہر کی جانب سے تصریح ضروری ہے
- ۱۶۳ شوہر نے زیور کو مہر میں دینے کی تصریح کی تو مہر میں محسوب ہوگا اور احسان اور ہبہ کے طور پر دیا تو محسوب نہ ہوگا
- ۱۶۳ شوہر نے زیور کا صرف مالک بنایا، حجت کی تصریح نہ کی، عورت مہر سے مالک کہتی ہے، اور دیگر ورثہ مہر میں دینے کا دعویٰ کر سکتی ہے، تو ورثہ کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہوگا
- ۱۶۴ عورت کے پاس شوہر نے کچھ بیجا عورت اس کو تحفہ کہتی ہے اور شوہر مہر قرار دیتا ہے اور چیز ٹھٹھنے لگنے والی ہو تو شوہر ہر قول قسم کے ساتھ معتبر ہوگا
- ۱۶۴ مذہب کا بیان مسطور نہیں
- ۱۶۵ تنہا عورتوں کی گواہی مقبول نہیں
- ۱۶۵ وارث کے لئے وصیت درست نہیں
- ۱۶۵ لڑکا باپ کے خیال میں ہوا اور باپ کی اعانت کے طور پر جو کمائے وہ باپ کا ہے
- ۱۶۶ لڑکے نے باپ کے خیال سے الگ ہو کر کما یا یا ذاتی مال سے کوئی تجارت کی یا باپ کے کسب سے الگ کوئی کسب کیا یا سب بیٹے کا ہوگا
- ۱۶۶ باپ نے بیٹے کو کچھ دینے کے لئے کہا، اور نہیں دیا تو باپ پر جبر نہیں ہو سکتا
- ۱۶۶ بیٹے نے باپ کی مزدوری کی یہ جائز نہیں
- ۱۶۶ میراث کا حق اللہ تعالیٰ کا مقرر کردہ ہے اس کو نہ باپ باطل کر سکتا ہے نہ بیٹا رد کر سکتا ہے
- ۱۶۶ باپ مالیت صحت میں اپنی ملک ذائل کو دے تو حق وراثت ختم ہو جائے گا
- ۱۶۶ وارث کو حق میراث سے محروم کر خیر الے کے لئے حدیث میں وعید شدید
- ۱۶۶ دو بیویوں میں عدم مساوات پر وہاں
- ۱۶۶ چار وفیات پر مثل ایک استغفار
- ۱۶۶ جو شخص کسی قسم کا قہر و تسلط رکھتا ہو اس کو کسی قسم کا تحفہ اور دعوت خاصہ قبول کرنے کا اختیار نہیں
- ۱۶۷ ان اشخاص کی تفصیل جو اصحاب قہر و تسلط میں آتے ہیں
- ۱۶۷ امانت اپنے افسر کی دعوت قبول کر سکتا ہے
- ۱۶۷ جس پر اس کا دباؤ نہ ہو
- ۱۶۷ ایسے شخص سے ہدیہ دعوت بھی قبول کر سکتا ہے
- ۱۶۷ جو اس منصب سے پہلے بھی اس قسم کا معاملہ رکھتا تھا
- ۱۶۷ اپنے قریبی محارم کا ہدیہ قبول کرنے میں انہ کا اختلاف ہے
- ۱۶۷ کام پڑھنے کے وقت نہ کر رہا اصحاب سے بھی ہدیہ و دعوت نہیں قبول کر سکتا

- دعوت نہ قبول کرنے کی علت سخت رعایت ہے
اس لئے دعوت کے بعد بھی رعایت ذکر کرنے کی
عادت سے دعوت جائز نہیں ہو سکتی۔ ۱۷۱
- ۱۷۰ قاضی ہے۔
اعلم علماء البلد عالم دین کی اتباع من حیث العلم
اور من حیث العلم ہر طرح واجب ہے۔ ۱۷۰
- ۱۷۱ متعصب کی وجہ سے حدیث کی مانعت کا حکم
حدیث شریف سے۔
مذکورہ بالا مسائل کے انصاف فقہیہ۔ ۱۷۱
- ۱۷۱ اسلامی ریاستیں جو کفار کے غلبہ میں ہوں ان
کے مسلمان دالیوں کی طرف سے جو حکام مقدّم
فیصل کرنے پر مقرر ہیں وہ شرعاً قاضی ہیں اور
انہیں جو جائز اختیار تفویض ہوں وہ اختیارات
شرعی ہیں۔ ۱۷۱
- ۱۷۲ جاہل قاضی شرع ہو سکتا ہے۔
فاسق قاضی بنا دیا جائے تو قاضی ہو جائیگا
لیکن اس کا قاضی بنانا گناہ ہے۔ ۱۷۲
- ۱۷۳ قاضی کو بعض احکام شرع کے ابراہام کا مجاز نہیں
اور جن کا مجاز کیا ان میں اتباع شرع سے روکا
تو ایسی تحقیق جائز ہے اور قضا متحقق ہے۔ ۱۷۳
- ۱۷۴ بعض احکام میں اتباع شرع سے روکا تب
بھی قضا متحقق ہے، البتہ ایسی قضا کا
قبول کرنا حرام ہے۔ ۱۷۴
- ۱۷۵ مسلمانوں کے معاملہ میں قاضی کا مسلمان ہونا
شرط ہے۔ ۱۷۵
- ۱۷۶ جہاں اسلامی ریاست نہ ہو وہاں تراخی
اہل اسلام سے قاضی بنایا جاسکتا ہے۔ ۱۷۶
- ۱۷۷ ایسا بھی نہ ہو تو اعلم علماء بلد جو مسلم دین ہو
دعوت نہ قبول کرنے کی علت سخت رعایت ہے
اس لئے دعوت کے بعد بھی رعایت ذکر کرنے کی
عادت سے دعوت جائز نہیں ہو سکتی۔ ۱۷۷
- ۱۷۸ قاضی ہے۔
اعلم علماء البلد عالم دین کی اتباع من حیث العلم
اور من حیث العلم ہر طرح واجب ہے۔ ۱۷۸
- ۱۷۹ متعصب کی وجہ سے حدیث کی مانعت کا حکم
حدیث شریف سے۔
مذکورہ بالا مسائل کے انصاف فقہیہ۔ ۱۷۹
- ۱۸۰ اسلامی ریاستیں جو کفار کے غلبہ میں ہوں ان
کے مسلمان دالیوں کی طرف سے جو حکام مقدّم
فیصل کرنے پر مقرر ہیں وہ شرعاً قاضی ہیں اور
انہیں جو جائز اختیار تفویض ہوں وہ اختیارات
شرعی ہیں۔ ۱۸۰
- ۱۸۱ جاہل قاضی شرع ہو سکتا ہے۔
فاسق قاضی بنا دیا جائے تو قاضی ہو جائیگا
لیکن اس کا قاضی بنانا گناہ ہے۔ ۱۸۱
- ۱۸۲ قاضی کو بعض احکام شرع کے ابراہام کا مجاز نہیں
اور جن کا مجاز کیا ان میں اتباع شرع سے روکا
تو ایسی تحقیق جائز ہے اور قضا متحقق ہے۔ ۱۸۲
- ۱۸۳ بعض احکام میں اتباع شرع سے روکا تب
بھی قضا متحقق ہے، البتہ ایسی قضا کا
قبول کرنا حرام ہے۔ ۱۸۳
- ۱۸۴ مسلمانوں کے معاملہ میں قاضی کا مسلمان ہونا
شرط ہے۔ ۱۸۴
- ۱۸۵ جہاں اسلامی ریاست نہ ہو وہاں تراخی
اہل اسلام سے قاضی بنایا جاسکتا ہے۔ ۱۸۵
- ۱۸۶ ایسا بھی نہ ہو تو اعلم علماء بلد جو مسلم دین ہو

- خرید کر قبائل لڑکے کے نام کرا دیتا ہے تو یہ
 لڑکے کے نام خریداری نہ ہوتی ہے ہر ہوا۔ ۱۸۱
- اگر ہیرہ پر سوہوب لڑکا قبضہ ہو ملک ثابت ہوگی
 قبضہ نہ ہو ملک ثابت نہ ہوگی۔ ۱۸۱
- گورٹ کا نیلام بیع شرعی نہیں۔ ۱۸۱
- اصل ملک کا اسس بیع پر راضی ہو نا ضروری ہے
 عورت کی زمین پر اسس کی اجازت سے اسی کہنے
 مکان بنایا تو مکان عورت کا ہو گا تو پر عورت پر
 قرض ہوگا۔ ۱۸۲
- عورت کی اجازت کے بغیر اپنے لئے بنایا تو مکان
 بنانے والے کا ہوگا۔ ۱۸۲
- اور عورت کی اجازت کے بغیر عورت کے لئے بنایا
 تو مکان عورت کا اور شوہر متبرع قرار پایا جائیگا۔ ۱۸۲
- و آہب اور سوہوب لڑکی سے کوئی بھی قبضہ سے
 پہلے مر گیا تو ہیرہ باطل ہوگی۔ ۱۸۲
- عورت ہر مثل کے برابر یا کم کا دعویٰ کرے تو ہر مثل
 دیا جائے۔ ۱۸۳
- ہر مثل سے زائد کا دعویٰ شوہر کی رضایا گواہی
 شرعی کے بغیر ثابت نہ ہوگا۔ ۱۸۳
- غیر معتبر گواہوں کا کچھ اعتبار نہیں۔ ۱۸۳
- دو سوالوں پر مثل ایک استفتاء۔ ۱۸۳
- سوال اول
 ایک شخص نے چند افراد کی موجودگی میں اپنی ساس
 سے زنا کا اقرار کیا بعد ازاں اسس کا انکار کیا
 اسس کا شرعی حکم۔ ۱۸۳
- سوال دوم۔
 جواب سوال اول۔
 عالم دین اعظم علانے جلد خود قاضی ہو جاتا ہے
 مسلمانوں کا راضی ہو کر کسی کی طرف فیصلہ خسومات
 میں رجوع لانا اسس کو قاضی بنا دیتا ہے۔ ۱۸۶
- چودہ امور میں دعویٰ کے بغیر گواہی مسوع ہے
 احکم علانہ ابلہ اور قاضی بر راضی المسلمین کا فیصلہ
 قضاے شرعی ہے۔ ۱۸۸
- حکم اسس کو کہتے ہیں جس کو طرفین فیصلہ مقرر
 کریں۔ ۱۸۸
- حد، قرد، دیت علی العاقلہ کے علاوہ حکم کا
 فیصلہ بھی قضاے قاضی کی طرح نافذ ہے۔ ۱۸۸
- متارکہ صرف قول سے ہوتا ہے اس لئے شوہر
 کا کوئی فعل متارکہ نہیں قرار دیا جاسکتا۔ ۱۸۸
- تقریبی کا وکیل ہو سکتا ہے اور وکالت کو معلق
 کیا جاسکتا ہے تو ایسی وکالت کے نتیجہ میں عالم
 نے تقریبی کر دی تو متارکہ ہو گیا۔ ۱۸۹
- خصولی نے حکم دیا فریقین نے راضی ہو کر نافذ
 کر دیا، نافذ ہو گیا۔ ۱۸۹
- مادر بزرگ کے ساتھ زنا کا ایک بار بھی اقرار
 کر لینے سے حرمت مصاہرت ثابت ہو جاتی ہے
 شوہر کا بار بار اقرار کرنا ضروری نہیں۔ ۱۹۰
- مقرر اپنے اقرار سے رجوع کرے تو نا مقبول ہے
 جواب سوال دوم
 اسلامی ریاستوں کے مسلمان امراء اگر چہ
 ریاست پر کافروں کا غلبہ ہو ۱۹۱

کسی عالم مستحق شرائط صلح قضاء کو قاضی بنا دیں تو وہ شرعاً بھی قاضی ہو جاتا ہے کسی مقدمہ کے فریق اس کو معزول نہیں کر سکتے۔

مسلمان امیر نے جن جہن امور میں قضا کا اختیار یا سب کا یہ مجاز ہوگا۔

کافر کے قاضی بنانے سے قاضی نہ ہوگا۔

جہاں کفار کا قضا ہو وہاں مسلمانوں پر کسی قاضی بنانا واجب ہے۔

کافر کے بنانے سے مسلمان نیک بھی نہیں ہو سکتا۔ ابتداً ادلی بدل کے ذریعہ بیع ہو جاتی ہے لیکن جس چیز کا عقد بیع فاسد کے ذریعہ کیا اس کو تعاطی کے ذریعہ بیع نہیں کر سکتے۔

ایک عورت کو پوری جائیداد دھرم کے عوض بیع کر دی دوسری کو اس میں کوئی حق نہ پہنچے گا

ہاں دوسری کو محروم کرنے کی نیت ایسا کیا تو مجرم ہوگا

عمر کے لئے فوراً یا تاخیر سے ادائیگی کی کوئی تصریح نہ ہو تو دار و پاں کے عرق پر ہوگا۔

اتحاد کا عرف یہی ہے کہ موت یا تفریق کے بعد

طلب کئے ہیں تو اس سے قبل عورت کا دعویٰ سکون نہ ہوگا

درث میں سے کسی نے تبرعا مورث کی طرف سے

مہر ادا کر دیا تو اس کو دوسرے درث سے مطالبہ

کا حق نہیں اور تبرعا نہ ہو تو وصول کر سکتا ہے

اور اس کی ادائیگی کے لئے مورث کی جائیداد

کی بیع روک سکتا ہے۔

دین اگر ترکہ کو مستغرق نہ ہو تو وارث اپنا حصہ

بیع کر سکتا ہے۔

دین ادا کرنے سے قبل ترکہ میں اور میت کے

دین میں مرہوی جائیداد میں درث کا تصرف نافذ

نہ ہوگا۔

کسی وارث کا مورث کے دین سے معذور رہے

اور ادا کرنا اس کے تصرفات کو جائز نہ کرے گا

تا وقتیکہ کل دین ادا نہ ہو جائے۔

ایک جائیداد میں کوئی مالکانہ تصرف کرتا ہے

دوسرے کو اس کی قلیل کرتا ہے پھر ایک

مدعی جو شہر میں موجود ہواں حالات سے مطلع

ہو دعویٰ کرے کہ یہ میری ملک ہے دعویٰ سکون

نہ ہوگا۔

کسی جائیداد میں غیر کو تصرفات کرتے ہوئے

کسی کا چپ رہنا اپنی اجنبیت اور تصرف

کی ملکیت کا صریح اقرار ہوگا۔

مذکورہ مسئلہ کے بارے میں کتب ائمہ سے

جزئیات متفقہ ہوں۔

شفعہ کے بارے میں ایک استفسار۔

جو دیوار کسی کے استعمال میں ہو محکم ظاہر

اسی کی ہے کسی نے کسی چیز کا دعویٰ کیا تو یہ

دعویٰ اس امر کو تسلیم کرتا ہے کہ مدعا علیہ کا

اس چیز پر قبضہ ہے۔

دعویٰ دلیل شرعی (گواہ) سے ثابت

ہوتا ہے۔

بیع نامہ کی اطلاع پانے کا یہ مطلب نہیں

کہ اس کے ہر ہر لفظ سے آگاہ ہوا، نہ اس

- بنیاد پر اطلاع پانے والے پر کوئی الزام قائم کیا جاسکتا ہے۔
- ۲۰۲ اور اس باب میں شاہد اور مدعی دونوں کا ایک حکم ہے۔
- ۲۰۳ حکامات کی بے پردگی کے مسائل۔
- ۲۰۴ افسان اپنی ملک میں تصرف کا مطلق اختیار رکھتا ہے۔
- ۲۰۵ اپنے نقصان کی وجہ سے پردہ کی کراہی ملک میں تصرف کرنے سے روک نہیں سکتے۔
- ۲۰۶ اپنی بے پردگی سے پردہ کی کوہ وازہ اور جنگلہ رکھنے سے روک نہیں سکتے، خود اپنے پردے کا انتظام کریں۔
- ۲۰۷ اخاف کے اندر خمسہ امام اعظم، ابو یوسف، محمد بن حسن، زفر اور حسن ابن زیاد رحمہ اللہ قتل ہوئے ہیں۔
- ۲۰۸ فتویٰ مختلف ہو تو ظاہر الروایۃ کی طرف رجوع واجب ہوگا۔
- ۲۰۹ جو کچھ ظاہر الروایۃ سے خارج ہے وہ مرجوح ہے اور ہمارے ائمہ کا مذہب نہیں ہے۔
- ۲۱۰ متاخرین نے لاضررہ و لاضرار پر فتویٰ دیا لیکن یہ بھی وہاں ضرر شدید ہو۔
- ۲۱۱ ضرر شدید میں مکان کا گر جانا، اشتقاق کے لائق زرد ہونا، بالکل روشنی ختم ہو جائے وغیرہ۔
- ۲۱۲ جو خود اپنی دیوار گر کر یا بچی رکھ کر اپنا ضرر کرے
- بنیاد پر اطلاع پانے والے پر کوئی الزام قائم کیا جاسکتا ہے۔
- ۲۰۲ غلطی کا فائدہ مدعا علیہ کو پہنچتا ہے مدعی کو نہیں۔
- ۲۰۳ کسی عقد بیع کا تسلیم کرنا الفاظ زائدہ کا تسلیم کرنا نہیں ہے۔
- ۲۰۴ پوچھ دی بیع میں داخل نہیں۔
- ۲۰۵ بیع نامبر پر گواہی کرنا بھی شکی جعید پر ملک کے غلطی سے مانع نہیں۔
- ۲۰۶ کسی چیز کا بھاؤ کرنا اس کے جعید کی درخواست کرنا اپنی ملک نہ ہونے کا اقرار ہے، کسی دوسرے کی ملک ہونے کا اقرار نہیں ہے۔
- ۲۰۷ یہ مسئلہ زیادات کا ہے جو ظاہر الروایۃ سے ہے۔
- ۲۰۸ اکثر سے اس کی تصحیح ہو رہی ہے۔
- ۲۰۹ جو اکثر کا قول ہے اسی پر عمل ہے۔
- ۲۱۰ قاضی خاں کی تصحیح دوسرے پر مقدم ہے۔
- ۲۱۱ قاضی کے فیصلہ کی بنیاد مدعی کی دلیل اور مدعا علیہ کا اقرار یا انکار ہے۔
- ۲۱۲ گناہوں کے لئے کو جب کر دیا تو اب اس کی آمدنی میں والدین کو غلطی کا حق نہیں، ہاں والدین پر بر و احسان موجب سعادت و آئین ہے۔
- ۲۱۳ تنگہ بست والدین کا نفقہ کشادہ دست لڑکے پر ہے۔
- ۲۱۴ مدعی اپنے دعویٰ میں جائداد متنازعہ کی حدود میں ترمیم کرے اور اس کی صحیح توجیہ کرے

- وہ دوسرے کو اپنے پرہ کر سنے پر مجبور نہیں کر سکتا۔
- ۲۱۱ (۴) دعویٰ اور گواہی میں مطابقت نہیں۔ ۲۱۷
- ۲۱۲ (۵) ایجاب و قبول مجلس واحدہ میں نہیں۔ ۲۱۷
- ۲۱۳ (۶) ایک گواہ کی گواہی اپنے فعل پر ہے جو نامقبول ہے۔ ۲۱۷
- ۲۱۲ حنا بطر کی مخالفت۔ ۲۱۷
- ۲۱۳ قیام سادہ و غیر جبراً جس کو گرفتہ قبول نہیں کرتی، عقلاً۔ ۲۱۷
- ۲۱۴ (۱) بالغ کی نہ تحریر نہ دستخط جبکہ وہ پڑھا لکھا۔ ۲۱۸
- ۲۱۴ (۲) گواہ عزیز و اقارب میں نہیں۔ ۲۱۸
- ۲۱۴ (۳) حدود جنوبی و شمالی مشکوک۔ ۲۱۸
- ۲۱۴ (۴) مہر ضروری ہے مگر وہ محفوظ نہیں رہتی۔ ۲۱۸
- ۲۱۸ انحضرت کی تنقید۔ ۲۱۸
- ۲۱۵ مقدمہ اول و بعد شرعی کے چار نمبروں کا جواب۔ ۲۱۸
- ۲۱۵ ثبوت بیع کے دو معنی ہیں، فی الواقع اور عند العاقل۔ ۲۱۸
- ۲۱۵ ایجاب و قبول پر موقوف صرف اول ہے۔ ۲۱۸
- ۲۱۵ تحقیق ایجاب و قبول کی مختلف صورتیں۔ ۲۱۹
- ۲۱۵ حقوق و معاملات میں صرف معنی کا اعتبار ہے۔ ۲۱۹
- ۲۱۵ دستاویز بیع نامرابطہ و رسم لکھ کر گواہیاں کر اگر مشتری کو دینا اور اس کا لینا ایجاب و قبول کے لئے کافی ہے۔ ۲۱۹
- ۲۱۵ والدین اپنے رہنے سے جائیداد خرید کر بیع کر اپنے بچوں کے نام لکھاتے ہیں یہ تمذیک و ہبہ ہے۔ ۲۱۹
- ۲۱۵ مقدمہ دوم۔ ۲۲۰
- ۲۱۲ لا ضرر ولا ضرار کا لحاظ دونوں طرف ہونا چاہئے۔ ۲۱۲
- ۲۱۲ جائیداد میں کسی کے تصرفات کو دیکھ کر سکتا دہنا صریح دلیل ہے کہ جائیداد میں سکتا رہنے والے کا حق نہیں ہے۔ ۲۱۲
- ۲۱۳ حوادث کے ترک کو متصرف کا دین مستغرق ہو تب بھی دعویٰ وراثت غیر مسموع ہو گا۔ ۲۱۳
- ۲۱۴ وراثت دین ادا کر کے ترک چھڑا سکتا ہے۔ ۲۱۴
- ۲۱۴ ترک کی تقسیم۔ ۲۱۴
- ۲۱۴ استحقاق شیوع متعارف ہے ہبہ کو باطل کر دے گا۔ ۲۱۴
- ۲۱۵ ادائیگی قرض کے دعویٰ کے ثبوت کے لئے قرضاء کا اقرار یا اقرار کے گواہ کافی ہیں۔ ۲۱۵
- ۲۱۵ بھڑپائی کے رسیدہ دلیل شرعی نہیں۔ ۲۱۵
- ۲۱۵ عمل دعویٰ پر شہادت فضول ہے۔ ۲۱۵
- ۲۱۵ نفی پر گواہی نامقبول ہے۔ ۲۱۵
- ۲۱۵ شرعاً تحریر کا اعتبار نہیں۔ ۲۱۵
- ۲۱۵ دلائل شہدائے تین ہیں، یعنی، اقرار، انکول، ایک غلط تجویز کا سوال۔ ۲۱۵
- ۲۱۶ پچھری کی تجویز کا خلاصہ۔ ۲۱۶
- ۲۱۶ مدعی محمدی بنیم اپنا دعویٰ مندرجہ ذیل وجوہ سے ثابت نہ کر سکی شرعاً،
- ۲۱۶ (۱) گواہ کئی وجہ سے مجروح ہیں۔ ۲۱۶
- ۲۱۶ (۲) شرعاً ایجاب و قبول نہیں پایا گیا۔ ۲۱۶

- ثبوت عند العاضی عقد کے گواہ اور اقرار عاقد
۲۲۰ کے گواہ دونوں طرح ہو جاتا ہے۔
۲۲۰ بشرطی و برعاسس کا جواب۔
۲۲۳ ایک گواہ اقرار کا ہر اور ایک عقد کا
۲۲۰ گواہی ثابت ہوگی۔
۲۲۳ شہادت اقرار کے بعد تفتیش عقد کی حاجت
نہیں رہتی۔
۲۲۱ مقدم رسوم
۲۲۳ عقلا کی وجہ اولیٰ کا جواب
۲۲۱ تہمت کی تین قسم ہے۔
(۱) نامعلوم جیسے ہوا پانی پر لکھنا، یہ باطل ہے ۲۲۱
(۲) مرسوم طریقہ معصومہ پر لکھنا، یہ معتبر ہے ۲۲۱
(۳) معلوم غیر مرسوم معصومہ طریقہ پر لکھنا ۲۲۱
یہ نیت یا دلیل نیت کے ساتھ معتبر
ہے ورنہ نہیں۔
۲۲۱ دلیل نیت کی صورتیں
۲۲۴ آٹا یعنی عبارت بتا کر لکھنا اپنے لکھنے سے
قوی تر ہے۔
۲۲۱ غیر مرسوم طور پر خود لکھے تو بے گواہ معتبر نہیں
اور دوسرے سے لکھوائے تو بے گواہ معتبر ہے
۲۲۲ مقدم چارم
۲۲۴ بیع کی گفت و گو معنی میں مستقل ہے۔
مشورہ بیع اور عقد بیع۔
۲۲۲ مقدم پنجم
۲۲۲ کوئی شہادت حاکم نے مقدمہ کے ایک امر
۲۲۶ میں قبول کی تو دوسرے امر میں رد نہیں کر سکتا۔
۲۲۳ قائمہ جلیلہ محمد۔
۲۲۳ مقدمہ ششم
۲۲۳ غیر ثلثہ اہل شہادت ہے۔
۲۲۰ شہادت فاسق مقبول نہ ہونے
سے مراد۔
۲۲۳ فاسق کی شہادت کا قبول کرنا واجب نہیں
۲۲۳ البتہ قبول کرے تو صحیح ہوگی۔
۲۲۳ فاسق کی شہادت قبول کرنے والا گنہگار ہے۔
۲۲۱ فاسق کی قضا اور شہادت دونوں صحیح ہے
۲۲۱ البتہ قاضی بنانے والا شہادت قبول کرنے والا
گنہگار ہوں گے۔
۲۲۴ مقدمہ ہفتم
۲۲۲ زید نے مکان پر دھوی کیا میں نے بکر سے خریدا
۲۲۱ ہے اور عمر قاضی لکھا ہے میں نے بکر سے خریدا
۲۲۴ ہے تو وہ توں مدعی ہیں۔
۲۲۴ قاضی کے حق میں ڈگری کی صورتیں
۲۲۱ آٹھواں مقدمہ
۲۲۶ کسی گواہ کی گواہی کے بعد مدعی کا یہ کہنا کہ یہ
جھوٹا ہے اور بیان سے پہلے جھوٹا کہنے میں
فرق ہے۔
۲۲۶ دوسری قسم کے گواہ قبول ہوں گے۔
۲۲۶ مدعی نے کہا میرے گواہ نہیں اور مدعی علی نے
۲۲۲ حلف اٹھائی اس کے بعد مدعی نے گواہ پیش
۲۲۶ کئے، قبول کئے جائیں گے۔

۲۲۸	تثقیقہ وجہ شرعی	۲۲۸	بکرم مقدمہ پنجم شہادت بیع میں بھی اعتبار
۲۲۸	بحث اول	۲۲۸	برونا چاہئے۔
۲۲۸	اقرار کے گواہوں کو ایجاب و قبول کا گواہ	۲۲۸	وجہ ضابطہ کی تنقید۔
۲۲۸	قرار دیا گیا۔	۲۲۸	جب حسب قاعدہ سرکاری اس بیعانہ کی اسباب
۲۲۸	بحث دوم تثقیقہ وجہ خامس	۲۲۸	کچھری نے قبول کر لیا، تو اب اس کو کچھری کے
۲۲۸	صرف اپنے ہی فعل کی گواہی نہیں بلکہ باقی کے	۲۲۸	ضابطہ کے اصول سے ناقابل قبول بنانا
۲۲۸	افعال کی بھی گواہی دی اس لئے یہ گواہی مقبول	۲۲۸	غلط ہے۔
۲۲۸	ہوگی۔	۲۲۸	بحث ہشتم وجہ عقل کی تنقید
۲۲۹	بحث سوم تثقیقہ وجہ سادس	۲۲۹	اسامہ قبول کرنے کے لئے ان شہادتوں
۲۲۹	اقرار بیع کے پانچ گواہ ہیں	۲۲۹	کو کس عقل و دلیل سے تسلیم کیا۔
۲۲۹	بحث چہارم تثقیقہ وجہ اول	۲۲۹	رجسٹری فیس وصول کرنے کے بعد اس کے
۲۲۹	حاکم کے پاس شہادت اقرار کے بعد ایجاب و	۲۲۹	عدم قبول کا عذر غلط ہے۔
۲۲۹	قبول کے گواہی کی ضرورت نہیں۔	۲۲۹	لکھنے سے زیادہ لکھانے کا اعتبار ہے۔
۲۲۹	بحث پنجم وجہ چہارم کی تنقید۔	۲۲۹	قبول شہادت میں زائد باتوں میں اختلاف کا
۲۲۹	جب مدعا علیہ کا بیان شہادت مقدمہ ہی نہیں	۲۲۹	کوئی اعتبار نہیں۔
۲۲۹	اور گواہ اقرار مقدمہ کے ہیں، تو وہ یہ اور گواہ کے	۲۲۹	فیصلہ تجویز غلط ہے، فیصلہ مدعی محمدی بیگم کے
۲۲۹	بیانی میں مخالفت نہیں۔	۲۲۹	حق میں ہوا۔
۲۲۹	بحث ششم وجہ چہارم کی مزید تنقید	۲۲۹	استغراق جائداد بے قبضہ شرعاً ناجائز ہے
۲۲۹	مدعیہ اور گواہ کے بیان میں مخالفت سے گواہ	۲۲۹	رجن مدعہ قبضہ صحیح ہے لیکن اس سے مرمتیں
۲۲۹	کے بیان پر کوئی اثر نہیں پڑتا، اگر مدعی کا بیان	۲۲۹	کا مانع احسان جس کو رجن دخلی کہتے ہیں
۲۲۹	پہلے ہو۔	۲۲۹	نا جائز ہے۔
۲۳۰	بحث ہفتم تثقیقہ وجہ ہفتم	۲۳۰	مقدمہ جائداد کے لئے وعدہ بے معنی ہے
۲۳۰	گواہوں کے تزکیہ کے بغیر ان کو فاسق کہنا صحیح	۲۳۰	مردمحل کے دعویٰ کا عورت کو ہر دم حق
۲۳۰	نہیں، اور یہاں فیس اسامہ جمع کرنے کے	۲۳۰	حاصل ہے۔
۲۳۰	سلسلہ میں ان گواہوں پر اعتبار ہو چکا ہے تو	۲۳۰	ہر ہر مدعی معتقد علیہ ہے۔

مہر مہر ہے تو جائیداد مرد مردہ عورت کو دے دے
یا اس کے پاس جو عرض مہر رہیں رکھ دے اور
جو باقی بچے اس کو آئندہ شوہر دے تو اس کی
رضا سے لیتی جائے، نہ دے تو تلاش کے ذریعہ
نیلام کرائے، اور جو مقدار مہر سے زائد ہو اس
کو واپس کر دے۔

۲۳۲ آج کل خلاف جنس پر قابو پاتے تو اپنا حق
وہول کر سکتا ہے۔

جب کل مہر کے عوض جائیداد ہبہ ہر کل مہر سا قسط
ہو گیا چاہے کتنا بھی ہو۔

۲۳۳ ہبہ بالعرض ابتداء و انتہاء بیع ہے۔
مشکری کے لئے ثمن میں کچھ ملک باقی نہیں
رہتی۔

۲۳۴ جہاں مقاصد ہوں وہاں مقدار کا بیان بلکہ معلوم
ہونا بھی ضروری نہیں ہے۔

۲۳۵ مسلمانوں پر کسی بھی معاملہ میں ہنود کی گواہی معتبر
نہیں۔

۲۳۶ تنہا عورتوں کی گواہی سے طلاق ثابت نہیں ہوتی
گو اس نے ہونے کی صورت میں شوہر کو قسم کھلائی

جائے، قسم کھا کر طلاق کا انکار کر دے گا تو
عورت کا دعویٰ رد ہو جائے گا اور قسم کھانے

۲۳۷ سے انکار کرے تو طلاق ثابت ہوگی۔

۲۳۸ نصاب شہادت برائے طلاق۔

زمانہ طلاق کے بارے میں گواہوں کا اختلاف
کچھ مضر شہادت نہیں۔

۲۳۹ بادشاہ اسلام یا قاضی قضاۃ نے جسے قاضیوں
کے مقرر کرنے کا حق ہے، جس شخص کو جن قواعد
شرائط کے ساتھ حکم کیا یا پوری ریاست کیلئے
جو قواعد و ضوابط بنائے ان کی پابندی متعلقہ
افراد کے لئے ضروری ہے، عدم پابندی کی

۲۴۰ صورت میں فیصلہ کا عدم ہوگا۔

۲۴۱ قضا کو زبان و مکان و خصوصیت اور دیگر شرائط
کے ساتھ متعین کرنا جائز ہے۔

۲۴۲ باہر جانے کے لفظ سے فرار ثابت نہیں ہوتا۔

۲۴۳ جھاگ جانے میں باہر جانے سے ایک امر
نامد ہے۔

۲۴۴ زیادت بے ثبوت زائد ہرگز ثابت نہیں
ہو سکتی۔

۲۴۵ اقل حقیقین ہوتا ہے۔

۲۴۶ مدیون کے مدیون پر دعویٰ صحیح نہیں۔

۲۴۷ موت کے بعد ملک منتقل ہو جاتی ہے۔

۲۴۸ دائن میت اور مدیون میت اگر میت کے
وارث ہوں تو مدیون کے مدیون پر دعویٰ

۲۴۹ صحیح ہے۔

۲۵۰ تحقیق مقام۔

۲۵۱ میت کے مدیون پر میت کا وارث یا وصی
دعویٰ کر سکتا ہے میت کا قرضدار نہیں۔

۲۵۲ میت پر دعویٰ ثابت کرنے کے لئے بھی وصی
یا وارث کا حضور شرط ہے۔

۲۵۳ میت کے مدیون پر دین اور خود میت پر دین

۲۵۴

۲۵۵

۲۵۶

۲۵۷

۲۵۸

- اگر کسی اور طریقہ سے ثابت ہو جائے تو مدیون کے مدیون پر دعویٰ ہو سکے گا۔ ۲۳۸
- میت کے ذوالرحمہ ہوں، ایک نے باپ پر اپنا ایک ہزار قرض بتایا اور اتنا ہی ترکہ ہے مگر کسی اجنبی پر قرض ہے موجود رکھنے کی گواہی اجنبی پر قبول ہوگی، قرضہ دوسرے رکھنے کے آنے کے بعد دلایا جائے گا۔ ۲۳۹
- میت پر ایک وارث کی موجودگی میں قرض ثابت ہو جائیگا۔ ۲۴۰
- ایک وارث نے میت کا قرضہ کسی پر ثابت کیا سب وارثوں کو حصہ ملے گا۔ ۲۴۰
- میت کی ماں کے گھر میں سے میت کی بیوی کا کس جہت سے گناہ حصہ ہوگا۔ ۲۴۰
- فیصلہ دستاویز یا دستخط پر نہیں گواہی پڑے گی۔ ۲۴۱
- کسی کا حق ہو تو چاہے اقرار نہ کرے پھر بھی دینا شرعاً ضروری ہے۔ ۲۴۱
- تجملے اقرار کی پابندی لازم نہیں۔ ۲۴۲
- سوال اول تزکیہ شہود سے متعلق سوال ۲۴۲
- سوال دوم تزکیہ شہود سے متعلق سوال ۲۴۲
- مترک کا خود عادل ہونا ضروری ہے مجہول الحال کسی کا تزکیہ نہیں کر سکتا۔ ۲۴۳
- مترک کے عادل ہونے کی شرط پر ائمہ ثلاثہ کا اتفاق ہے۔ ۲۴۴
- کاذب فاسق کا تزکیہ صحیح نہیں۔ ۲۴۴
- المجہول لا یقرا لیمول۔ ۲۴۴
- فاسق یا مستور کی تصدیق صحیح نہیں۔ ۲۴۴
- مترک کی عادل نہ ہونے پر جو لوگ تذکیہ کرتے ہوں سب اس کی عدالت یا فاسق میں شفق ہوں اور قاضی کو اطمینان قلب ہو کہ چاکتے ہیں تو قبول کر سکتا ہے۔ ۲۴۴
- مشفقہ خبر اور قاضی کی تحری صدق، خبر متواتر کے منزلہ میں ہے۔ ۲۴۴
- طامع اور مفلس نہ ہونا، اور لوگوں سے اختلاف ہونا شرائط اولیت تزکیہ میں سے ہے۔ ۲۴۵
- عارف اسباب جرح، عالم دین کو ترجیح دی جائیگی ۲۴۵
- وہ علم سب پر رائج ہے۔ ۲۴۵
- جامل کو اسباب جرح و تصدیق میں امتیاز دشوار ہے۔ ۲۴۵
- قاضی اپنے صوابدید کے برائے اجتماعی یا انفرادی گواہی لے سکتا ہے، ہاں دو عورتوں کی گواہی ساتھ ساتھ ہوں گی۔ ۲۴۵
- آج کل کے نکلا جس طرح جرح کرتے ہیں کہ گھیر کر پچ کو جھوٹا بناتے ہیں، یہ سخت ممنوع ہے۔ ۲۴۶
- شہادۃ علی الزیادۃ مردود ہے، مقبول ہونے کی یہ صورت ہے کہ مدعی دعویٰ اور شہادت میں تطبیق کرے۔ ۲۴۶
- مسئلہ کے نصوص اور توفیق کی مثالیں۔ ۲۴۶
- مدعی جب کسی کے لئے ایک سے زیادہ اقرار کر چکا تو

۲۶۲	تجویر متفق ۲	۲۵۰	اس کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔
۲۶۲	رہن ملک مرتن نہیں ہوتا۔	۲۵۰	شہادت جبب بعض میں مردود ہو کل میں مردود ہوگی، آٹھ مسائل کا استفتاء ہے۔
۲۶۲	مرتن رہن کو ہبہ نہیں کر سکتا۔	۲۵۱	بیمانہ کا حکم
۲۶۳	تجویر متعلقہ متفق ۲	۲۵۱	ایجاب و قبول نقد کو اہوں سے ثابت ہو یا
۲۶۳	غیر مدین کو دین کا مالک بنانا صحیح نہیں۔	۲۵۲	بائع کا اقرار ثابت ہو تو بیع ثابت ہے، جبری ہو یا نہ ہو، ثمن دیا گیا ہو یا نہ دیا گیا ہو۔
۲۶۳	تجویر متعلقہ متفق ۲	۲۵۲	اپنے حق مردوسے باہر کو غیر نافذہ میں دروازہ
۲۶۵	رہن مشاع فاسد ہے۔	۲۵۲	کھولنے میں اختلاف فتویٰ ہے معتاد اور ظاہر الروایہ
۲۶۵	رہن دخلی شرعاً حرام ہے۔	۲۵۲	یہ ہے کہ جائز نہیں۔
۲۶۵	رہن صحیح و فاسد کا حکم ایک ہے۔	۲۵۳	فتون نقل مذہب کے لئے ہیں۔
۲۶۵	انتقال مرتن کے بعد اس کے ورثہ اس	۲۵۳	قاضیان کی قیچ سے عدول نہیں کرنا چاہئے۔
۲۶۵	کی جگہ مرتن ہو جاتے ہیں۔	۲۵۴	○ انصاف المحکومة فی فصل الخصومة
۲۶۵	رہن یا مرتن کے مرنے سے رہن باطل	۲۵۵	دشکت و میراث کے اُلجھے ہوئے ایک مسئلہ
۲۶۵	نہیں ہوتا۔	۲۵۵	کا انتہائی مشہور فیصلہ
۲۶۶	خریداری میں روپیہ والد کا ہونا ملک والد کو	۲۵۶	آن چیزوں کی فرست جس کا فیصلہ مطلوب ہے
۲۶۶	مستلزم نہیں۔	۲۵۶	پانچ قطعہ مکانات کی تفصیل مع چوہدی۔
۲۶۶	لا دعویٰ کسی شرط واقف پر معلق کرنا بلا شرط	۲۵۷	عرضی دعویٰ اور کارروائی مقدمہ کی تفصیل۔
۲۶۶	لا دعویٰ ہے۔	۲۵۷	تجاربہ دعویٰ
۲۶۷	کسی شخص کا بیان اس قدر کہ اس کی ذات	۲۵۷	بدعا علیہ نمبر ۲
۲۶۷	کے لئے نافع ہو بلا دلیل مقبول نہیں ہو سکتا اور	۲۵۸	تفصیل آمد و خرچ مجموعی
۲۶۷	جس قدر فریق دیگر کے لئے نافع ہے اس کے	۲۵۸	۲ قطعہ دستاویز متعلقہ جائداد
۲۶۷	حق میں حجت ہو جاتا ہے۔	۲۵۸	کارروائی متعلق دستاویز
۲۶۸	کوئی مقرر اپنے اقرار سے بدعویٰ سہرو لغزش	۲۵۸	گیا رہ تنقیحات
۲۶۸	پھر نہیں سکتا۔	۲۶۰	تجویر متفق ۲
۲۶۸	تجویر متفق ۲	۲۶۰	تجویر متعلقہ متفق ۲
۲۶۹	تجویر متعلقہ متفق ۲	۲۶۰	تجویر متعلقہ متفق ۲

۲۸۰	ہر کو بہتاد ہو تو اس پر دوسری کو اس پانی کے روکنے کا حق نہیں۔	۲۷۰	شرکت کا علم ہونا شریک ہونے کو مستلزم نہیں۔
۲۸۰	استحقاق کا ثبوت پر دوسری کے اقرار سے یا گواہان عاقل سے ہوگا، یہ دونوں باتیں نہ ہوں تو	۲۷۰	تجزیر متعلقہ تنفیج سے
۲۸۰	پر دوسری قسم کھا کے انکار کر دے انکار ہو جائیگا۔	۲۷۰	تجزیر متعلقہ تنفیج سے
۲۸۱	پانی کا مدتوں سے بنایا گھر کے احوال کا ادھر	۲۷۱	تجزیر متعلقہ تنفیج سے
۲۸۰	ہونا ثبوت حق کے لئے کافی نہیں ہے۔	۲۷۱	کسی کے ساتھ نیکی پر ثواب کی امید ہے مگر
۲۸۱	پر دوسری کو نالی بند کرنے کا حق نہیں۔	۲۷۲	استحقاق معاوضہ نہیں۔
۲۸۲	شوہر نے اپنا کوئی مکان بیوی کے مہر کے عوض	۲۷۲	کوئی شخص نیک سلوک اور احسان کے جزا عرض نہیں مانگ سکتا۔
۲۸۲	بیع کر دیا، دوسری بیوی کی اولاد کو یہ حق نہیں	۲۷۳	دوسرے کے امر کے بغیر اس کا قرضہ ادا کرنا والا
۲۸۲	کر اپنی ماں کے مہر کے عوض اس کو نیلام	۲۷۳	اس سے واپس نہ پاسے گا۔
۲۸۲	کر سکیں۔	۲۷۴	تجزیر متعلقہ تنفیج سے
۲۸۳	مذکورہ بالا مسئلہ پر پانچ وجوہ سے استدلال	۲۷۴	شرعاً وہ دین دیوی کو تقسیم نہیں کر سکتے نہ خریدیں
۲۸۳	وجہ اول	۲۷۵	یہ دین کا مبادلہ ممکن ہے۔
۲۸۳	بیع صحیح میں قبضہ شرط ملک نہیں۔	۲۷۵	حکم
۲۸۳	بیع بالعوض اور ہبہ بشرط العوض کا فرق۔	۲۷۵	دین مہر کے عوض جو جائیداد دی گئی وہ بیع ہوئی۔
۲۸۳	ہبہ بشرط العوض المعین ابتداء ہبہ اور انتہاء	۲۷۵	عورت اپنی زندگی میں اس میں ہر قسم کے تصرفات کی مختار ہے۔
۲۸۳	بیع ہے۔	۲۷۸	معاوضہ مہر میں شوہر کے درہ کا کوئی دھونی نہیں
۲۸۳	وجہ ثانی	۲۷۸	تحکیم کا حکم، بیع مقرر کرنے کے بعد حکم کے فیصلہ سے منکر نے پر حکم پر کوئی اثر نہ پڑے گا۔
۲۸۳	جو چیز عورت کے قبضہ میں ہے وہ شوہر کے قبضہ میں مانی جائے گی۔ اس کا مطلب عورت کے قبضہ کی نفی نہیں۔	۲۷۹	پہلے بچوں کا فیصلہ ہی ہو تو بعد والے اسی کو نافذ کریں اور نہ ہی فیصلہ کریں۔
۲۸۳	مقبوض المقبوض مقبوض۔	۲۷۹	فیصلہ سے پہلے فریقین کو تحکیم باطل کرنے کا اختیار ہے فیصلہ کے بعد فیصلہ لازم ہو جاتا ہے
۲۸۳	وجہ ثالث	۲۷۹	کسی کے مکان کا پانی پر دوسری کے مکان سے
۲۸۳	قابض القابض قابض۔		

۲۸۹	یا انکار پر فیصلہ ہوگا۔	۲۸۴	وہ برابر ہے
۲۸۹	گواہ کی موجودگی میں مدعا علیہ نہ تو خود قسم	۲۸۴	حدیث انت و مالک لا یمیک کا مطلب۔
۲۸۹	کھا سکتا ہے نہ ہی قسم طلب کر سکتا ہے۔	۲۸۴	ترکہ ثبوت ملک ہے۔
۲۸۹	تینوں اور دینہ دونوں قاضی کے سامنے ہونا	۲۸۵	وہ چار خاص
۲۸۹	غروی ہے۔	۲۸۵	ہبہ بے قبضہ تمام نہیں۔
۲۸۹	گواہ شہر میں موجود ہوں تو مدعی مدعا علیہ سے	۲۸۵	زوجیت مانع رجوع ہبہ ہے۔
۲۹۰	قسم کا مطالبہ نہیں کر سکتا۔	۲۸۵	امراء ما فی یدھا فی ید النزوج کا تعلق
۲۹۱	غیبت کی مسافت کے سلسلہ میں محبت کی جہاز	۲۸۵	اس صورت سے ہے کہ عورت کوئی چیز اپنے
۲۹۱	کی توضیح۔	۲۸۵	پاس رکھتے ہوئے شوہر کو ہبہ کر دے، تو ہبہ
۲۹۱	چار سوالات پر مثل ایک مفصل استفسار۔	۲۸۵	صحیح ہے۔
۲۹۱	تخلیف کی ایک صورت کی توضیح۔	۲۸۵	زوجیت کے ثبوت کی چار صورتیں۔
۲۹۱	تخلیف میں احتیاط یہی ہے کہ دعویٰ کے جوڑ	۲۸۵	حرف دستاویزوں سے زوجیت کا ثبوت
۲۹۲	مثل دونوں کو شریک کیا جائے۔	۲۸۶	نہ ہوگا۔
۲۹۲	حلف دعویٰ پر لیا جاتا ہے جو چرین دعویٰ سے	۲۸۶	نکاح کا اقرار اس بات کا اقرار ہے کہ اس
۲۹۲	خارج ہیں ان پر نہیں۔	۲۸۶	وقت نکاح میں ہے۔
۲۹۲	تین نہ تو دعویٰ فاسدہ پر مرتبہ ہوتی ہے	۲۸۶	وہ چار چرین جس میں سن کر گواہی دی جاسکتی
۲۹۲	نہ معدوم پر۔	۲۸۶	ہے۔
۲۹۲	گواہ بعض دعویٰ پر گواہی دے مقبول ہے۔	۲۸۶	والدین حمیز کے کسی سامان کو عاریت بتائیں
۲۹۵	دراں قیمت میں کم ہونا بعضیت نہیں۔	۲۸۶	تو بغیر شہادت یہ دعویٰ مسوع نہ ہوگا۔
۲۹۵	اشیاء غائبہ میں قیمت کا ذکر مدعی کی تعین	۲۸۶	مقرر کسی زیور کے بارے میں یہ دعویٰ کرے
۲۹۵	کے لئے ہوتا ہے۔	۲۸۶	تو مسوع ہوگا۔
۲۹۵	قائدہ دعویٰ الزام ہے برا سطر اقامت	۲۸۸	تمامی کا حذر شرعاً کوئی چیز نہیں۔
۲۹۵	محبت۔	۲۸۸	جمع کے مصیب پر عیب فاحش ہونے میں یا
۲۹۵	مقبول میں الزام محقق نہیں ہوتا۔	۲۸۸	ہلاک ہونے کی صورت میں ثمن میں اختلاف
۲۹۵	تین کی معرفت وصفت سے نہیں ہوتی۔	۲۸۸	ہو تو بالغ کے گواہ وہ نہ ہوں تو مشتری کی قسم

- ۳۰۱ کہیں تو بھی بری نہ ہوگا۔ ۲۹۵ قیمت کی معرفت وصفت سے ہوتی ہے۔ مدعی غائب ہو تو جو اہل اور ریشمی کپڑے میں وزن کا ذکر ہوتی میں اس کی گولائی روشنی اور وزن کا ذکر ضروری ہے۔ ۲۹۵
- ۳۰۲ حلف برد و جیمح تام نہ ہوتی، تو گواہی کے طلب پر قاضی نے دلائی ہو، دوبارہ صحیح طور پر قسم دینا ضروری ہے۔ ۲۹۵
- ۳۰۳ حثولی وقت، دوسری اگر متعلقہ اشیاء میں کوئی عہدہ خود کریں تو انہیں قسم دلائی جائے گی ورنہ نہیں۔ ۲۹۶
- ۳۰۴ حثولی جو اہی کا کوئی کفارہ نہیں، آئندہ کے لئے کسی بات کی جھوٹی قسم کھانے کا کفارہ ہے۔ ۲۹۷
- ۳۰۵ جھوٹے گواہ کے بارے میں حدیث میں وعید شدید۔ ۲۹۸
- ۳۰۶ جہاں شہادت ناقابل اعتبار ہو مدعا علیہ کو قسم دلائی جائے گی۔ ۲۹۹
- ۳۰۷ حاکم تنہا قسم کا مطالبہ نہیں کر سکتا ہے، مدعی قسم طلب کرے تو قاضی مدعا علیہ پر قسم رکھے۔ ۳۰۰
- ۳۰۸ خرمی قضا کا طریقہ مسئلہ کی فقہی نصوص ۳۰۵
- ۳۰۹ حقوق العباد میں دعویٰ شرط شہادت ہے۔ ۳۰۱
- ۳۱۰ انتفاء شرط سے مشروط حثولی ہو جاتا ہے۔ ۳۰۲
- ۳۱۱ ایک غلط فتویٰ کی تنقید ۳۰۳
- ۳۱۲ قریبے عہدہ کے خلاف شکایت کی کہ اس نے مجھے دعوت نہیں دی، عہدہ کھانے نے دعوت دی تھی، لوگوں نے عہدہ سے قسم کھلائی، اسی صورت میں نہ دعویٰ ہے نہ مدعی مدعا علیہ ۳۰۴
- ۳۱۳ قریبے عہدہ سے ہوتی ہے۔ ۳۰۵
- ۳۱۴ مدعی غائب ہو تو جو اہل اور ریشمی کپڑے میں وزن کا ذکر ہوتی میں اس کی گولائی روشنی اور وزن کا ذکر ضروری ہے۔ ۳۰۶
- ۳۱۵ حثولی اور شہادت میں اس کا اعتبار ہے۔ ۳۰۷
- ۳۱۶ کسی کلام مستقل میں کوئی قید ہو تو دوسرے کلام مستقل میں اس کا اعتبار نہ ہوگا۔ ۳۰۸
- ۳۱۷ شہادت میں الفاظ قاطع احتمال ہونا چاہئے۔ ۳۰۹
- ۳۱۸ حلف میں آج کل جو کچھ کہلایا جاتا ہے مشط وائے اس باب میں جو کہوں گا حق کہوں گا میں منقذہ ہے اور مدعا علیہ پر یکین غرض لازم ہے۔ ۳۱۰
- ۳۱۹ حثولی کا اقرار مقیدہ کا اقرار نہیں۔ ۳۱۱
- ۳۲۰ ایسی چیز پر تخلیف صحیح نہیں جس کے انکار سے مدعا علیہ پر دعویٰ کی ڈگری نہ دی جاسکے۔ ۳۱۲
- ۳۲۱ قسم اس بات پر دلائی جاتی کہ کوئی چیز اس خیرست میں کہ بابت متروکہ ضیاء النساء بیگم نے مدعا علیہ کے پاس نہیں، نہ ضیاء النساء بیگم کے مرنے کے بعد قبضہ مدعا علیہ میں آئی، قسم دلاتے وقت خدا کشیدہ ذکر اراہ گیا، تو تخلیف صحیح نہ ہوگی۔ ۳۱۳
- ۳۲۲ مدعی کی طلب پر حلف لینا حاکم کا کام ہے خود مدعی حلف دلانے صحیح نہ ہوگی۔ ۳۱۴
- ۳۲۳ مدعی مال سے بری کر سکتا ہے حلف سے نہیں، یہ تو حاکم کا حق ہے۔ ۳۱۵
- ۳۲۴ مدعی اور حاکم دونوں مدعا علیہ کو حلف سے بری ۳۱۶

- ۳-۸ نہ قسم کھانے کی ضرورت۔
 ۳۱۷ مذکورہ بالا حلف کے بارے میں اگر کوئی یہ کہے
 ۳۱۶ کہ ہم حلف کو نہیں جانتے تو کوئی جرم نہیں،
 ۳-۸ حاکم پر کفر و فسق کا فتویٰ جہالت۔
 ۳۱۷ حاکم پر کفر و فسق کا فتویٰ دینا حرام ہے۔
 ۳-۹ جو بے علم فتویٰ دے اسماخوں اور زمین کے
 ۳۱۷ فرشتے اس پر لعنت کرتے ہیں۔
 ۳-۹ متن لم یعرف اهل زمانہ فہو جاہل۔
 ۳۱۷ مدعی اور منکر کی شناخت علماء پر بھی مشکل ہے۔
 ۳-۹ مسلمان پر معصیت کا حکم لگانے سے قبل تیغ
 ۳۱۷ ضرور کر لینا چاہئے۔
 ۳-۱۰ اولاد کا والدین کے حقوق کا لحاظ نہ کرنا گناہ کبیرہ ہے۔
 ۳۱۷ اطاعت والدین کے ترغیب کی حدیثیں
 ۳-۱۰ ایک دنگ از حدیث شریف
 ۳۱۷ ایک بار کے اشعار سن کر حضور علیہ الصلوٰۃ و
 ۳-۱۳ السلام کا گریہ اور اسس کے بیٹے کو زبرد قویغ
 ۳۱۷ اتنت و مالک لابیگ حکم و یا نت ہے قصار
 ۳-۱۴ باپ اور بیٹے کی ملک جدا ہے۔
 ۳۱۷ لڑکے کے مال میں جبر باپ کے حقوق۔
 ۳-۱۴ فقیر باپ اپنے مالدار لڑکے کے مال سے
 ۳۱۷ ضرورت بھر سکتا ہے۔
 ۳-۱۵ خائب کے مال سے نہ وہ جہاد راہین اپنے حق
 ۳۱۷ کی جنس سے بغیر قصائے متاضی بھی
 ۳-۱۵ لے سکتے ہیں۔
 ۳-۱۶ اپنے اقرار پر آدمی کا مواخذہ ہوگا۔
 ۳-۸ مرقع الموت کا بہرہ رضا سے ورثہ پر موقوف
 ۳۱۷ ہوتا ہے۔
 ۳-۸ شرکت طاریہ مفر بہ نہیں۔
 ۳۱۷ خریداری مشتری کی طرف سے قرار دینا ممکن ہو
 ۳-۹ تو اسی پر نافذ ہوگا۔
 ۳۱۷ عام طور سے باپ بیٹے کے نام کوئی چسپنا
 ۳-۹ خریدتا ہے تو مقصد ہیر کرنا ہوتا ہے۔
 ۳۱۷ باپ نے بیٹے کے لئے اقرار کیا، اب کہتا ہے
 ۳-۹ مصلحت ایسا کیا تھا، گواہی کے بعد باپ کا دعویٰ
 ۳۱۷ تسلیم ہوگا، قسم کے بعد بیٹے کا قول معتبر ہوگا،
 ۳-۹ نکول کی صورت میں ڈگری باپ کی ہوگی۔
 ۳۱۷ ثبوت زوجیت کے ایک فیصلہ کی تنقید۔
 ۳-۱۰ نہمت نکاح صحت تکمیل پر موقوف نہیں۔
 ۳۱۷ نکاح فضولی بھی جائز ہے، فناء البتہ طرفین
 ۳-۲۰ کی اجازت پر موقوف ہوگا۔
 ۳۱۷ نکاح فضولی پر فیصلہ کرنے کے لئے یہ فردوی
 ۳-۲۰ تنقیح ہے کہ اجازت پائی گئی یا نہیں۔
 ۳-۲۱ بعد کی اجازت پہلے کی نکالت کے مثل ہے۔
 ۳۱۷ تحت شہادت کے لئے مشہود علیہ کو وقوع
 ۳-۲۱ کے وقت پہچاننا ضروری ہے پہلے سے
 ۳۱۷ جان پہچان ضروری نہیں۔
 ۳-۲۱ دو مرد اور ایک عورت کی شہادت کہ یہ نکلاں
 ۳-۲۱ عورت ہے اس وقت ضروری ہے کہ مقررہ
 ۳-۲۲ نقاب میں ہو۔
 ۳۱۷ گواہ مقررہ کو دیکھ کر گواہی دینا بیان کرے تو

- مقررہ کو دکھا کر اطمینان کر لینا چاہئے کہ یہ وہی
 ۳۲۱ عورت ہے۔
 ۳۲۲ اختلافات
 ۳۲۳ جو امور اصل و طریقی سے زائد ہوں ان کا اختلاف
 ۳۲۴ محل شہادت نہیں۔
 ۳۲۵ بغیر مضر اختلافات کی چو شائیں
 ۳۲۶ حکام شہداء کو تنبیہ کہ آج کل جس طرح زبردستی
 ۳۲۷ گواہوں کا تضاد خواہ مخواہ نکالا جاتا ہے یہ
 ۳۲۸ زیادتی ہے، اور اس سے مسلمانوں کے حقوق
 ۳۲۹ پر غلط اثر پڑتا ہے۔
 ۳۳۰ مسئلہ وارثہ پر فقہی فصوص پکھروں کی مذموم
 ۳۳۱ جرح پر سخت تنقید۔
 ۳۳۲ جرح مدفع ہے۔
 ۳۳۳ قاضی ابویوسف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت
 ۳۳۴ نادرہ کو ان کا مذہب بتانا غلط ہے۔
 ۳۳۵ روایت نادرہ پر عمل صحیح نہیں۔
 ۳۳۶ جو کچھ ظاہر الروایۃ کے خلاف ہے ہمارا
 ۳۳۷ مذہب نہیں۔
 ۳۳۸ قول مرجوح پر فتویٰ جمل اور خرقہ اجماع ہے
 ۳۳۹ عقل اسی پر ہے جو اکثر کا قول ہے۔
 ۳۴۰ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب پر فتویٰ
 ۳۴۱ دینا واجب ہے۔
 ۳۴۲ قاضی جب اپنے مذہب کے قول معتمد کے
 ۳۴۳ خلاف فیصلہ کرے نافذ نہ ہوگا۔
 ۳۴۴ گواہوں کے مختلف بیان میں تطبیق۔
 ۳۴۵ عدم ذکر ذکر عدم نہیں۔
 ۳۴۶ ایک گواہ نے زید کے عمر سے دو چھٹے کا ذکر کیا
 ۳۴۷ دوسرا خاموش ہے، ان بیانیوں میں کوئی
 ۳۴۸ اختلاف نہیں۔
 ۳۴۹ ایک گواہ نے کہا فلاں کو وکیل کیا، دوسرے
 ۳۵۰ نے اضافہ کیا کہ اس کے بعد معزول کیا یا
 ۳۵۱ وکالت کے حق میں گواہی مقبول ہزل میں نہیں۔
 ۳۵۲ عدم ذکر اور ذکر کا اختلاف قرآن عظیم میں بھی
 ۳۵۳ ہے دراصل یہ اختلاف ہے ہی نہیں۔
 ۳۵۴ ایک اختلاف میں تطبیق
 ۳۵۵ محاورہ زبان کی تحقیق
 ۳۵۶ قعدہ اولیٰ میں امام کے بخول کر کھڑے ہو چنا
 ۳۵۷ کا سند۔
 ۳۵۸ ایک اور اختلاف کی نتیجہ۔
 ۳۵۹ کسی شخص کو جاننا اس کے ساتھ شناسائی و
 ۳۶۰ تعارف کہتے ہیں فقط نام سنانے کو۔
 ۳۶۱ کسی کا نام معلوم کر لینے کے لئے پہلے سے اس
 ۳۶۲ کو جاننا ضروری نہیں۔
 ۳۶۳ ایک اور اختلاف۔
 ۳۶۴ احتمال سے استدلال باطل ہو جاتا ہے۔
 ۳۶۵ چھوڑ دے، بتائے اور شیرینی کا اختلاف۔
 ۳۶۶ قہر نکاح میں مقصود نہیں وہ تابع اور
 ۳۶۷ زائد ہے۔
 ۳۶۸ نکاح کے وقت مہرنہ ہونے کی شرط
 ۳۶۹ نکاتی، نکاح صحیح اور مرشل ثابت ہوگا۔

- گواہ اور مدعی میں صبر کی مقدار میں اختلاف ہو
 ۳۳۸ نکاح نامہ کا حکم
 ۳۳۸ نکاح دونوں میں سے جو کم ہو اس پر ہوگا۔ م ۳۳۸
 ۳۳۸ نکاح کے علاوہ دیگر عقود میں بدل میں اختلاف
 ۳۳۵ ہو تو دعویٰ رد کر دیا جائیگا۔
 ۳۳۸ قہر کے اختلاف خواہ باہم گواہوں میں ہوں یا
 گواہ اور مدعی میں ہوں دعویٰ نکاح اور
 شہادتوں سے ثبوت نکاح کو مطلقاً کچھ ضرر
 نہیں دیتے۔ ۳۳۵
 ۳۳۶ نکاح کی رحمت دینے اور نہ دینے کا اختلاف
 ۳۳۶ دعویٰ بے اصل ہے یا فیصلہ
 ۳۳۶ ۲۵، ۲۴ تاریخ کا فرق
 ۳۳۸ عوام آنے والی رات کو دن کے تابع ملتے ہیں
 اور پہلی اسلام گزشتہ رات کو۔ لیالیٰ آج کا
 اس سے استثناء ہے۔ ۳۳۶
 ۳۳۶ انگریزی تقویم میں بارہ بجے رات سے تاریخ
 بدلتی ہے۔
 ۳۳۶ گواہی کا ایک اور نخل۔
 ۳۳۶ نکاح کے ثبوت کے لئے نکاح پڑھانے
 والے کی گواہی معتبر نہیں۔
 ۳۳۶ مکان محلہ سے خاص ہے۔
 ۳۳۶ مکان سے سوال کی نفی محلہ سے سوال کی نفی
 نہیں کر سکتی۔
 ۳۳۶ "اور کچھ نہ پوچھا" کچھ نہ پوچھا کا فرق۔
 ۳۳۶ نفی سوال نفی علم کو مستلزم نہیں۔
 ۳۳۶ قتل مامور کی نسبت آمر کی طرف ہوتی ہے۔ ۳۳۶
 ۳۳۸ نکاح نامہ کا حکم
 ۳۳۸ نکاح "ساتھ" اور "بعد آنے" میں اختلاف
 ۳۳۸ "اور" عربی کے واؤ کا ترجمہ ہے۔ یہ لفظ
 معیت، ترتیب، تراخی، تعقیب سب سے
 خالی ہے۔ ۳۳۸
 ۳۳۸ فرعون اور قوم لوط میں تقریباً دو ہزار برس کا
 فاصلہ ہے۔ ۳۳۸
 ۳۳۸ قبلت و معیت جمع نہیں ہو سکتیں۔ ۳۳۸
 ۳۳۸ ایسے اختلافات سے شہادت باطل
 نہیں ہوتی۔ ۳۳۸
 ۳۳۸ ایک اور بے اثر اختلاف
 ۳۳۸ دلیل کذب نہ پائے جانے کو دلیل کذب قرار
 دینا درست نہیں۔ ۳۳۹
 ۳۳۹ حکم ذکر ذکر عدم نہیں۔ ۳۳۹
 ۳۳۹ دیگر اعتراضات
 ۳۳۹ حکما علیہ کا نام شروع میں نہ بتانے اور بعد
 میں بتانے سے متعلق بحث۔ ۳۳۹
 ۳۳۹ پکھڑوں میں گواہ کا بیان قلم بند کرنے کا
 ضابطہ۔ ۳۳۹
 ۳۳۹ بیان میں قلم بند نہ ہونے والی باتوں کا ذکر
 بعد میں ہی ہوگا۔ ۳۳۹
 ۳۳۹ گواہ کوئی ضروری بات مجلس بدلنے کے بعد
 بھی بڑھا سکتا ہے۔ ۳۳۹
 ۳۳۹ جو اضافے محل تحت ہوں ان کو بھی مجلس شہادت
 ختم ہونے سے پہلے بڑھا سکتا ہے۔ ۳۴۰

- ۳۴۰۔ مرنے دیکھنے میں نام لینے سے زیادہ قعیں ہے۔
۳۴۱۔ آدمی شہادت کے لئے نام جانتا یا چہرہ دیکھنا ضروری ہے۔
۳۴۲۔ وقت نکاح کی جہالت سے گواہی پر اثر نہیں پڑتا۔
۳۴۳۔ شادی یا مدعی و شہادہ کے بیان میں زمان مکان کا اختلاف ہر تہب بھی گواہی مقبول ہے تو تہود کی صورت میں بدرجہ اولیٰ مقبول ہوگی۔
۳۴۴۔ تا مقبول شہادت کو کسی کو وقت ضائع کرنا مکروہ تحریمی ہے۔
۳۴۵۔ آدمی کی شہادت اپنے فعل پر نام مقبول ہے
۳۴۶۔ آج کل کی اصطلاح کا وکیل نکاح سفیر محض ہوتا ہے۔
۳۴۷۔ تبلیغ اپنے پیغام پہنچانے کا ذکر اپنی شہادت میں کر سکتا ہے۔
۳۴۸۔ تبلیغ اور فعل بعض کے فرق کی مثال۔
۳۴۹۔ نکاح خوان قاضی اداۓ شہادت سے قبل اپنے عہدے سے استعفا دے چکا ہو تو اس کی شہادت غیر مسموعہ ہے۔
۳۵۰۔ عدم قعیں تاریخ و ماہ و سال، یا اسم منکرہ اساساً گواہان، شہادت کی نامقبولیت کا سبب نہیں۔
۳۵۱۔ گواہوں نے کہا بڑی لڑکی گھر ہم اسکو جائے نہیں تو
- ۳۴۰۔ گواہی مقبول ہے شوہر سے کہا جائے گا کہ اس امر کا ثبوت فراہم کر دو کہ بڑی لڑکی یہی مدعا علیہا ہے۔
۳۴۱۔ قاضی کو چاہئے کہ شہادت مکمل ہو تو فیصلہ کرے، مطلق ہو تو عقیدہ کراۓ، ناقص ہو تو کامل کراۓ، مجمل ہو تو مفسر کراۓ۔
۳۴۲۔ مدعی کو شرعی طریقہ پر دعویٰ کرنے کا احتساب نہ ہو تو قاضی تعلیم کراۓ گا۔
۳۴۳۔ تاج اور منکوحہ کے نام نہ لینے کا اعتراض۔
۳۴۴۔ ایک اور گواہی چند امور کی گواہی میں کسی ایک امر میں گواہی مردود ہونے سے بقیہ امور میں مردود ہو نا ضروری نہیں۔
۳۴۵۔ درخت کی ایک جہالت کی توضیح۔
۳۴۶۔ جہالت مدعی علیہا کی ایک اور شہادت۔
۳۴۷۔ ایک اور لغو اعتراض۔
۳۴۸۔ دو عہدہ دس دن کو عین عہدہ کئے پر اعتراض کا جواب۔
۳۴۹۔ کسی وقت کے جوہر قلیل و کثیر کو پورا کر دینا عرب کا دستور ہے۔
۳۵۰۔ قسم اٹھانے کی تہذیب۔
۳۵۱۔ عدم دعویٰ کے قرائن کی تہذیب۔
۳۵۲۔ صریح شہادتوں کے خلاف قرائن پر حکم ناممکن ہے۔
۳۵۳۔ مشاہدہ اور ثابت بالشہادہ کا ایک حکم ہے۔

- ۳۵۸ فیصلہ ناقض و قبل از وقت ہے۔
- ۳۵۹ اختیار قاضی سے متعلق دو سوالوں پر مشتمل ایک استفسار۔
- ۳۵۹ خود مختار حاکم اسلام، رئیس ملکیت یا باتفاق ہوایا بنایا ہوا قاضی مطلق یا ان کا بنایا ہوا قاضی ماذون یا شخوف جس مقدمہ میں کسی اہل قضا کو فیصلہ کا حکم دے وہ فیصلہ قاضی شرع کا فیصلہ ہے ان کے نقص کا کسی کو اختیار نہیں۔ ۳۵۹ قاضی اپنے مذہب متہ کے خلاف فیصلہ دے تو نافذ نہ ہوگا۔ ۳۵۹ ایک لفظ فیصلہ کی تنقید ۳۶۰ شفیع کو جائداد کے میں کے قابل بھروسہ خبر طے ہی یہ اعلان کرنا چاہئے کہ میں شفعہ کا طالب ہوں ذرا سی تاخیر بھی شفعہ باطل کر دے گی، اسی کو طلب مراثیت کہتے ہیں۔ ۳۶۰ بائن یا مشتری یا جائداد کے پاس جا کر لوگوں کو گواہ بنانا بھی ضروری ہے کہ میں شفعہ طلب کرتا ہوں، اس کو طلب اشہاد کہتے ہیں مراثیت کے بعد یہ بھی ضروری۔ ۳۶۰ اگر کوئی شفیع طلب مراثیت اور طلب اشہاد سے قبل ضرورت کرے شفعہ باطل ہوگا۔ ۳۶۰ طلب خصوصیت سے پیشتر کی طرف اسناد علم اور اسناد علم الی المناضی میں فرق ہے۔ ۳۶۰ شفیع کو طلب اشہاد سے قبل علم نہ ہو سکا تو ہمیں کے ساتھ اس کا قول معتبر ہوگا اور بیہ مشتری
- ۳۵۱ تجر و تمت سے شہادت رد نہیں ہوتی۔
- ۳۵۱ راتپور میں عورتوں کے رات میں پیرل گھر بننے کا رواج ہے۔
- ۳۵۱ عفتی و حاکم دونوں پر لازم ہے کہ جہاں کی نسبت حکم یا فتویٰ دیں خاص وہاں کے رسم و رواج پر عملنا کریں۔
- ۳۵۱ کسی جگہ کے اپنے رواج کے ساتھ دوسری جگہ کا رواج معارض نہیں ہو سکتا اگر پر وہ کیسا ہی عام کیوں نہ ہو۔
- ۳۵۱ شخوف بھوٹ کے افعال و حرکات کے خلاف عام رسم و رواج پر حکم نہیں ہو سکتا۔
- ۳۵۱ عفتت جہاں کی عادت و حرکات کا شہد بیان و آفتد کی قرین قتل تفصیل۔
- ۳۵۱ بد قید کے بیان کے کچھ گوشے۔
- ۳۵۲ تنقیحات پر تنقید
- ۳۵۲ دوسری تیسری تنقیح فضول ان سے وغیرہ کے ثبوت و عدم ثبوت پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔
- ۳۵۲ اگر آہ کے ساتھ نکاح صحیح ہے۔
- ۳۵۲ عدم کفایت کے ثبوت کا بار بذمہ ما علیہا تھا اصل یہ ہے کہ مرد و عورت ایک دوسرے کے کفو ہیں۔
- ۳۵۲ ستینہ کا ابھار، ٹوٹے زیر ناف کا اگنا، ڈاڑھی، آواز کا بوجھل ہونا شرعاً مثبت بھوٹ نہیں۔
- ۳۵۸ عارضہ مبہم لفظ ہے، شہادت میں گولی بات مقبول نہیں۔
- ۳۵۸

- ۳۶۲ مزید ادنیٰ ہوگا۔
- ۳۶۱ طلب مواثبت کا مدعی توجیز شفیخ پر۔
- ۳۶۳ طلب مواثبت نہیں ہوئی شفعہ باطل ہوگا۔
- ۳۶۵ تناقض دعویٰ جس کا ضرر بجانب مدعی ہے مانع صحت دعویٰ نہیں۔
- ۳۶۶ تناقض اور جز و متروک میں فرق ہے۔
- ۳۶۸ مدعی نے پہلے مطلق دعویٰ کیا پھر اس کی تنقید کی سماعت مقیدہ پر ہوگی۔
- ۳۶۹ تناقض وہ مبطل ہے جس سے کسی دوسرے کی حق تلفی ہو۔
- ۳۶۷ فتاویٰ خلاصہ کے ایک جونیئہ کی تشریح۔
- ۳۶۸ مصنوع زیور کی ذکوۃ خلاف جنس دی جائے تو قیمت صفائی کا اعتبار ہوگا، وزن کا نہیں۔
- ۳۶۹ اختلاف گواہوں کی تنقید
- ۳۷۰ ذکر اور عدم ذکر میں اختلاف نہیں۔
- ۳۷۱ ایک گواہ کے زید نے یہ کام کیا، دوسرا کے یاد نہیں کس نے کیا، ان دونوں میں کوئی اختلاف نہیں۔
- ۳۷۲ رقعہ کا قذف میں بعض مواقع میں عام و خاص کی نسبت ہوتی ہے خاص کی نفی عام کی نفی کو مستلزم نہیں۔
- ۳۷۳ کوئی آدمی کسی سے کچھ لکھو اسے عرف عام میں فعل آمر کی طرف منسوب ہوگا۔
- ۳۷۴ شہادت میں اس اختلاف کا اعتبار ہے جس کا اثر اصل پر ہو۔ فاضل اختلاف کا
- ۳۷۵ پرا اور طلب اشہاد سے پہلے علم کا مقرب ہو، اور طلب مواثبت کا مدعی توجیز شفیخ پر۔
- ۳۷۶ طلب خصوصیت کے وقت شفیخ نے مواثبت اور اشہاد کا دعویٰ کیا اور مدعا علیہ گویائی کے باوجود خاموش رہا تو یہ بھی انکار قرار دیا جائیگا، مدعی سے گواہ طلب ہوں گے، مگر انہوں نے طلب مواثبت و اشہاد کے بارے میں دعویٰ مدعی کے خلاف بیان دیا دعویٰ رد ہوگا۔
- ۳۷۷ گواہ طلب مدعی کے وقت بائع اور مشتری دونوں کا رہنا بیان کرے، مگر ان کے پہچانتے سے انکار کرے، تو اگر اسی مرد و دہوگی۔
- ۳۷۸ شہادت کی تکمیل مدعی کا کام ہے، مدعا علیہ پر اس کی ذمہ داری نہیں۔
- ۳۷۹ جھوٹ جنسی کے نزدیک مستثنیٰ حکم میں سکوت منہ کے ہوتا ہے۔
- ۳۸۰ ایک جملہ استثنائیت کی توضیح۔
- ۳۸۱ گواہ کا اختلاف
- ۳۸۲ مشکوہ ہوا اگر موجود ہو تو اشارہ و رہنہ نام وہ بھی اس طرح کی تمیز و تعیین ہو جائے ضروری ہے۔
- ۳۸۳ آج کل کی گواہی کا ناقص طریقہ مروج ہے۔
- ۳۸۴ مشتری نے طلب مواثبت کا انکار کیا اس کا قول قسم کے بعد مقبول ہوگا اس کا جینہ مقبول نہ ہوگا جینہ شفیخ پر ہوگا۔
- ۳۸۵ طلب اشہاد کا انکار ہر تہیہ بھی مشتری کی قسم ہے ہاں یہ توجیز شفیخ دونوں جینہ پیش کریں تو شفیخ کا

اعتبار نہیں۔

ایک گواہ نے کہا مدعی کے ساتھ فلاں تھا

دوسرے نے کہا نہیں، یہ اختلاف کچھ ضرر نہیں۔

فحقیق شہادت کے لئے جہالت وہ معتبر ہے

جو طریق حکم کو مسدود کرے۔

مرتبہ نے زیور کی مقدار دوسو تولہ تسلیم کی چاندی

کا ہونے سے انکار کیا، شہادت صرف چاندی

ہونے کی طلب کی جائے گی زیور کی تصدیق

تحقیق غیر ضروری ہے۔

شاہنے مدعا علیہ پر مدعی کے کچھ پیسے ہونے کی

شہادت دی، تعداد نہ بنائی، گواہی ثابت ہے

تین پیسے دلائے جائیں گے۔

حکام اسس کو مدعی کہتے ہیں جو کچری میں پہلے نالیش

کودے، شرح میں بسا اوقات اسس کا اثا

ہوتا ہے، مدعی اور مدعا علیہ میں تمیز و شمار

کام ہے۔

نذیر نے مرد پر ہزار روپے کا دعویٰ کیا، مرد نے

کہا میں ادا کر چکا ہوں، مرد مدعی ہوا اور نذیر

مدعا علیہ۔

حکام طور سے زیور گورکنے والے سر کا مال

پچاس میں رکھتے ہیں مرتبہ اسس کو ۲۵ کا بتا

قرظا ہر کے خلاف ہے، اسس سے گواہ

مانگے جائیں گے۔

وآہیں زیور چاندی کا بتائے، مرتبہ سسٹور کا

مرتبہ کے گواہ نامقبول ہوئے۔ راہیں نے

۳۷۱ قسم کھائی نہ انکار کیا تو فیصلہ کی راہ مسدود

ہو گئی۔

۳۷۵ مدعی کے محض دعویٰ پر فیصلہ نہیں ہو گا مدعا علیہ

سے قسم طلب کرنا ضروری ہے۔

۳۷۶ مرتبہ نے ظاہر کے خلاف دعویٰ کرے تو گواہوں سے

ثابت کرنا ہو گا اور ہدایہ کے قول القول قول

المنقول کا صحت مسئلہ سے تعلق نہیں۔

۳۷۷ فقہ جب یہ فرماتے ہیں کہ فلاں کا قول معتبر ہے

تو اس کا یہ مطلب ہوتا ہے کہ قسم کے بعد۔

۳۷۸ مدعی ملوث نہ طلب کرے تو قاضی فیصلہ

نہ کرے گا۔

۳۷۹ جو فیصلہ اصول شرح کے خلاف ہو وہ فیصلہ

بی نہیں، نہ اسے منسوخ کرنے کی ضرورت۔

۳۸۰ طریق حکم۔

مرتبہ نے مرتبہ تک کردی تو قرض ساقط

اور مرتبہ سے فاضل کا تادان دلایا جائیگا۔

۳۸۱ دو سوالوں پر مشتمل استفتاء۔

۳۸۲ سوال اول

۳۸۳ سوال دوم

۳۸۴ ہندہ اسس امر کی دعویٰ ہے کہ میری ماں کا

انکلات بتعدا مہر پچاس ہزار روپیہ بکر کے ساتھ

ہوا ہے بکر سے بقدر حصہ فرائض دلایا جائے

۳۸۵ بکر عجیب ہے کہ قدر مہر مجھے یا د نہیں مگر والدہ

ہندہ نے مہر مجھے معاف کر دیا اور مہر کی شہادت

عند العدالت کافی وثبت نہ ہوئی اب عند الشرع

۳۷۹	عدالت کو کیا کرنا چاہئے۔	۳۷۹	گواہ نے اداۓ شہادت کے لفظ اشہد یا
۳۷۹	بیانات شہود اور بعد متعلق سوال اول۔	۳۷۹	اس کے ہم معنی لفظ نہ کہا تو شہادت نہ ہوگی
۳۸۳	بیان مرد اول کا۔	۳۷۹	خبر رہ جائے گی۔
۳۷۹	ساتھ دوسرے مرد کا۔	۳۷۹	مردوں اور مردوں کے بیان میں تخالف
۳۷۹	بیان پہلے عورت کا۔	۳۷۹	مقبول تو گواہی نامعتبر ہوگی۔
۳۸۳	لڑکی نے اپنے باپ پر ماں کی مہر سے حدود راشت	۳۸۳	مخفی موت کا بہرہ وصیت کے حکم میں ہے۔
۳۸۵	کا دعویٰ کیا، باپ نے ابرار مہر کا جواب دیا	۳۸۵	سوال دوم کا جواب
۳۸۰	طریق حکم کیا ہے۔	۳۸۵	مدعی اثبات ابرار مذکور کے مدعا علیہ پر قسم ہے
۳۸۰	بیان دوسری عورت کا۔	۳۸۰	مدعا علیہ قسم سے انکار کرے تو ابرار ثابت
۳۸۰	سوالی اول کا جواب۔	۳۸۰	اور قسم کھائے تو دعویٰ ثابت۔
۳۸۰	بغیر مشاہدہ کے گواہی نامقبول ہے۔	۳۸۰	تہر کے دعویٰ میں مہر مثل سے کم یا برابر کا دعویٰ
۳۸۰	دس معاملات میں سن کر گواہی دے سکے ہیں	۳۸۰	کیا اور زوج نے ابرار کا، تو عدم ثبوت ابرار
۳۸۱	شہادت بالقتسامع کی علت۔	۳۸۱	کی صورت میں مدعی کا دعویٰ بلا قسم ثابت
۳۸۵	تہر نکاح کے تابع ہو کر ان امور سے ضرور ہے	۳۸۵	ہو جائے گا۔
۳۸۱	کہ اس کی گواہی سن کر دی جاسکتی ہے مگر مہر	۳۸۵	مہر مثل کے دعویٰ سے کم اور زائد ہونے کی
۳۸۱	کی معافی ان میں سے نہیں۔	۳۸۵	مختلف صورتوں میں طریقہ فیصلہ کا بیان
۳۹۰	جن امور میں سن کر گواہی جاتز ہے اگر گواہ	۳۹۰	ہتہ کے تصدیق کا ایک سوال پہلی گواہی۔
۳۹۰	اداۓ شہادت کے وقت سماع کی تصریح	۳۹۰	دوسری گواہی، تیسری گواہی۔
۳۸۱	کرے، شہادت نامہ قبول ہے قبضہ کی بنا	۳۸۱	اعتراضات مفتی (۱)، قبضہ ناقصہ
۳۸۱	پر شہادت جائز لیکن اداۓ شہادت کے	۳۸۱	اور اختلاف شہادت
۳۸۱	وقت تصریح کی کہ قبضہ کی بنا پر شہادت دیتا	۳۸۱	ہوں، تو مرد دو ہے۔
۳۸۱	مشاہد علی الشہادۃ بنانے کے لئے یہ ضروری	۳۸۱	ہے کہ اصل گواہ یہ کہے میں اس بات کی
۳۹۱	گواہی دیتا ہوں، تو اس گواہی پر گواہ ہو جائے	۳۹۱	قبول ضروری قبضہ قبول کے قائم مقام نہ ہوگا۔
۳۸۳	اعتراضات مفتی (۶)، مدعا علیہا کے شاہدوں کے	۳۸۳	اور اعتراضات مفتی (۶)، مدعا علیہا کے شاہدوں کے

- بیان سے قبضہ واجب ثابت ہے۔ ۳۹۲ رہنے والوں کا تخلیف ضروری نہیں۔ ۳۹۶
- سوال دوم ۳۹۲ عاقل کا کلام صحت پر محمول کیا جائے گا۔ ۳۹۷
- جواب سوال اول ۳۹۳ گواہ نے قبضہ دلانے کی گواہی دی مطلب
- مسئلہ اولیٰ کافی، گناہ، تنویر، چاہ اور در میں ۳۹۸ قبضہ نامرد ہوگا۔
- یہ ہے کہ قبول بہر میں ایجاب کی طرح رکن ہے۔ ۳۹۳ قبضہ دہرایا گئے کے بعد یہ کہنے کی ضرورت نہیں
- تحریر مختلف نہایہ، درایہ، معنی اور عام شروح میں ۳۹۳ اپنا قبضہ ہٹا کر ہر چیز سے فارغ کر کے قبضہ
- ہے کہ قبول رکن ایجاب نہیں یہی قول امام ہے۔ ۳۹۳ دیا دیا۔ ۳۹۸
- رایج معتقد مفتی یہی ہے کہ قبول بہر رکن نہیں۔ ۳۹۳ آشتی اذا ثبت ثبت بلواثر مہ ۳۹۸
- تحقیق یہی ہے کہ بہر میں قبضہ سے حکم اور ۳۹۸ جو نیات فقہیہ
- قبول دونوں ثابت ہوتے ہیں۔ ۳۹۳ گواہ نے کہا یہ دونوں میان بیوی ہیں نکاح کا
- قبضہ بلا اذن یا بہ اذن اسی مجلس بہر میں ضروری ۳۹۹ ذکر نہیں کیا گواہی مقبول ہے۔
- نہیں، بعد کو بھی ہو سکتا ہے بشرطیکہ قبضہ سے ۴۰۰ مسئلہ مسئلہ میں گواہیاں مکمل ہیں۔
- پہلے رد نہ ہو۔ ۳۹۳ محبوب لکناغیر واجب کے اطلاق واسباب ہے
- محل ہمیشہ استعنان پر ہوتا ہے۔ ۳۹۳ خالی ہونا ضروری نہیں۔ ۴۰۰
- لفظ ناخذ اعانم لفظ افتاء سے ہے۔ ۳۹۴ مرکز، اجیر یا عاریۃ تحقیق کے علاوہ کوئی مکان
- قبول بہر کے رکن نہ ہونے کی دلیل، اور اس ۳۹۴ میں ہر وہ مکان کا تابع نہیں، نہ اس کے
- کی نظیر۔ ۳۹۴ رہنے سے محرم بہر لہ کے قبضہ میں فرق آئے۔ ۴۰۱
- ترجیح مزید۔ ۳۹۴ مفتی صاحب کے تفسیر سے اعتراض کا جواب
- محیط کی توثیق اور بحر کی تضعیف ۳۹۵ اور گواہی کی توثیق۔ ۴۰۱
- واجب نے محرم بہر کو فارغ نہ کیا اور کہا کہ ۳۹۵ حدت کا اختلاف اور اختلاف شہادت
- قبضہ دلا دیا، تو کذب ہوگا۔ ۳۹۶ مضر نہیں۔ ۴۰۲
- عاریت کا قبضہ بھی مالک ہی کا قبضہ ہے۔ ۳۹۶ محرم بہر لہ کا بہر کے وقت حکم واجب ہے
- اجیر اور مرتب کا قبضہ مستقل ہے۔ ۳۹۶ خالی ہونا ضروری نہیں قبضہ کے وقت مسئلہ
- بتے اجرت لوگوں کو مکان دے رکھا ہے اس ۴۰۲ ضروری ہے۔
- مکان کو اپنے چھوٹے لاکوں کو بہر کیا بہر صحیح ہے ۴۰۲ واجب زندہ گی بحر مکان محرم بہر لہ میں رہا۔

- اس کا حاصل یہ ہے کہ قبضہ نہ ہوا، یہ نفی کی شہادت ہے جو نامقبول ہے۔ ۴۰۶
- ۴۰۷ اس کے بیان کے بغیر چارہ نہیں۔ ۴۰۷
- ۴۰۸ غصب اور دہن میں قدر سے جہالت کا تحمل ہوتا ہے عاریتہ میں نہیں۔ ۴۰۸
- ۴۰۹ غصب اور دہن میں قیمت نہ بتائی گواہی مقبول ہے۔ ۴۰۹
- ۴۱۰ عالمگیری کی ایک روایت کا مصداق۔ ۴۱۰
- ۴۱۱ غیر مزدوں پر مزدوں کا قیاس صحیح نہیں۔ ۴۱۱
- ۴۱۲ امانت استہلاک کے بعد غصب ہو جاتی ہے۔ ۴۱۲
- ۴۱۳ ثبوت دعویٰ اور قضا سے قاضی بینہ یا اقرار مدعا علیہ یا قسم یا نکل عن الخلف پر موقوف ہوتے ہیں۔ ۴۱۳
- ۴۱۴ حکم کے چار ارکان کا بیان ۴۱۴
- ۴۱۵ تحریر کا بھروسہ سائنس، قرائن کی بنیاد پر یا شش بیکاس ہے۔ ۴۱۵
- ۴۱۶ مدعی علیہ سے گواہی لینا بیکار ہے۔ ۴۱۶
- ۴۱۷ تقسیم اور شرکت میں منافاة ہے۔ ۴۱۷
- ۴۱۸ شہادت مل النفی کی ایک مثال۔ ۴۱۸
- ۴۱۹ شرع میں ہر معنی پر ہے اس کے مقابلہ میں صورت کا لانا نہیں۔ ۴۱۹
- ۴۲۰ یمن نے ولایت ادا کر دی صورتاً دعویٰ ہے لیکن حقیقت میں انکار ولایت ہے۔ ۴۲۰
- ۴۲۱ قدیم سلبی مفہوم ہے۔ ۴۲۱
- ۴۲۲ عورت مسئلہ میں تجویز کی تحریر کے باوجود فیصلہ نہیں ہوا۔ ۴۲۲
- ۴۲۳ بغیر رک کے وجود شکی محال ہے۔ ۴۲۳
- ۴۲۴ اس کا حاصل یہ ہے کہ قبضہ نہ ہوا، یہ نفی کی شہادت ہے جو نامقبول ہے۔ ۴۲۴
- ۴۲۵ یہ گواہی مقبول ہوگی کہ قبضہ کے وقت واجب کا سامان مکان موجود نہیں تھا۔ ۴۲۵
- ۴۲۶ قبضہ تادم کے بعد واجب زندگی بھر مکان موجود نہیں رہتا یا اجارہ نہ ہے جہیزیں کچھ غلط نہیں۔ ۴۲۶
- ۴۲۷ مدعی نے کہا میں نے یہ مکان تیرے باپ سے خریدا مدعا علیہ ج قابض تھا اس نے اس امر کے گواہ پیش کئے کہ میرا باپ زندگی بھر اس میں رہا، گواہی مقبول نہ ہوگی۔ ۴۲۷
- ۴۲۸ جواب سوال دوم ۴۲۸
- ۴۲۹ مدعا علیہ نے ہجر کا انکار کیا اور گواہ پیش کیا کہ اس جائیداد پر ہمیشہ وابستہ قبضہ رہا، گواہی رد ہوگی۔ ۴۲۹
- ۴۳۰ مدعی گواہ نہ پیش کر سکا تو مدعا علیہ کو قسم دلانی جائے گی۔ ۴۳۰
- ۴۳۱ مدعی نے اپنے دعویٰ میں زیور کی قیمت وزن اور صفت بتائی۔ گواہ نے وزن کا ذکر نہیں کیا، گواہی مقبول ہے یا نہیں۔ ۴۳۱
- ۴۳۲ مدعی کے تفصیل بتانے کا مقصد دعویٰ کی تعیین ہے، جھوٹی پر قضا نہیں ہوتی۔ ۴۳۲
- ۴۳۳ تجویز حاضر ہو اس کی تعیین کے لئے اشارہ کافی ہے، اگرچہ ادھات غلط بیان کے ہو۔ ۴۳۳
- ۴۳۴ غیر موجود میں ایسی تفصیل ضروری ہے کہ پوری تعیین بقدر امکان و احتیاج حاصل ہو۔ ۴۳۴
- ۴۳۵ چاندی اور سونے میں وزن ہی مقدار ہے اس لئے

۴۲۲	درنگ جبری۔	جن مواقع میں حکام کے تصرفات حکم کا درجہ نہیں رکھتے دوسرے حکام اس کی سماعت کر سکتے ہیں۔
۴۲۳	سند دوم بابت نکاح	ایسے معاملات کی سببیں انوائس کی طرف اشارہ۔
۴۲۴	نکاح کے گواہان کا بیان	ایک جائداد کی تقسیم اور حقیقت سے متعلق مختلف مقدمات اور فتاویٰ کا جائزہ۔
۴۲۴	در بارہ درخواست ابتدائی حکم۔	مورث کی دو بیویاں ایک خاندانی اور ایک طوائف اور چار لڑکے دو خاندانی سے اور دو طوائف سے۔
۴۲۴	در بارہ دورانی بندوبست درخواست داخل خارج	مورث کی جائداد کی تفصیل۔
۴۲۴	بیان اللہ بخش بعد درخواست مذکور	رونداد کارروائی حق وراثت اور اس کی تقسیم کی۔
۴۲۵	درخواست فقر نشان	برقی علیہ کا بیان
۴۲۵	غسوخ نشان کی عرضی	حیثی قوم کا رواج
۴۲۸	فریقین اور حکام مقدمہ کو ہدایات (جواب)	فریقین کے صلح نامہ کا خلاصہ
۴۲۸	حکم اللہ در رسول کے لئے ہے۔	بیان بدر الدین
۴۲۹	تقیات مصنف	درخواست داخل و خارج تحصیل منجھ آباد۔
۴۱۹	ثالث کا فیصلہ باطل ہے۔	بیان اللہ بخش
۴۲۰	یہ شرط ثالث بھی نہ تھے۔	پردانہ بنام پیش کار
۴۲۰	(۲) ثالث ہوں تو بھی اس خاص فیصلہ کا ان کو حق نہ تھا۔	بیان بدر الدین وغیرہ
۴۲۰	(۳) ان کا فیصلہ باہمی اختلاف رائے کی وجہ سے نامعتبر ہے۔	فتویٰ مولوی عبد الرحیم صاحب بابت ثبوت نسب۔
۴۲۹	تین ثالثوں کا فیصلہ مخالف شرع ہے۔	فتویٰ مولوی عطاء محمد صاحب، نسب کا انکار۔
۴۲۹	ثالثوں کے فیصلہ کے بطلان کی وجہ۔	صلح نامہ کے موافق جائداد کی حقیقت کی تقسیم۔
۴۳۰	وجہ اول	سند مولوی نور الدین بابت نکاح بدر الدین
۴۳۰	ثالثی کے لئے فریقین کی فیصلہ کے وقت تک رضا مندی ضروری ہے۔	
۴۳۱	وجہ دوم	
۴۳۱	ثالث ایسا فیصلہ نہیں کر سکتے جس کا اثر تا بالغوں کے حق تک پہنچے۔	

۴۳۸	لفظ بیره کی تحقیق	۴۳۱	وہ جو سوم
۴۳۸	چٹا اعتراض	۴۳۱	چند شخص ثالث ہوئے قرآن کا متفق علیہ حکم
۴۳۹	رواج عام واجب العوض کا مطلب۔	۴۳۲	ہی نافذ ہوگا۔
۴۳۹	ساقواں اعتراض	۴۳۲	دکیل، دھی، ناظر، قاضی، سب کا یہی
۴۳۲	رواج عام کی تحریر سے نسب ثابت	۴۳۲	حکم ہے۔
۴۳۹	نہیں ہوتا۔	۴۳۲	مذکورہ بالا حکم سے تین امور مستثنیٰ ہیں۔
۴۴۰	آنکھوں کا اعتراض	۴۳۲	دو چہارم
۴۴۰	تھانہ و جہلات کے سند ہونے کی بحث۔	۴۳۲	کاغذ اول رپورٹ پڑھاری
۴۴۲	نواں اعتراض	۴۳۲	سہو اعتراض
۴۴۳	دسواں اعتراض	۴۳۵	کاغذات سے نسب ثابت نہیں۔
۴۴۲	شیخ ابراہیم الساس کے لفظ اسناہ کی توضیح۔	۴۳۵	بیان صرف ایک بھائی کا ہے دوسرے
۴۴۲	گیارہواں اعتراض	۴۳۵	کا نہیں۔
۴۴۳	کتاب القاضی الی القاضی کی تحقیق	۴۳۵	دوسرا اعتراض
۴۴۵	بارہواں اعتراض	۴۳۵	اسی نے بھی بھائی ہونا تسلیم نہیں کیا ہے
۴۴۵	رواج عام سے استناد کی مزید تنقید۔	۴۳۵	بلکہ قبل نکاح کی اولاد مانا ہے۔
۴۴۶	تیرہواں اعتراض	۴۳۵	الولد للفراش وللعاهر الحجر۔
۴۴۶	تیسریوں کے فتویٰ کے موافق طلاق کا اقرار کیا	۴۳۵	تیسرا اعتراض
۴۴۶	ابو کویتہ چلا فتویٰ غلط تھا طلاق نہیں پڑی۔	۴۳۵	پڑھاری کا بیان شہادت نہیں ہو سکتا۔
۴۴۶	کاغذ سوم صلنامہ پیر بہر الدین۔	۴۳۵	کاغذ دوم رواج عام۔
۴۴۶	چودھواں اعتراض	۴۳۵	چوتھا اعتراض۔
۴۴۷	دستاویز پر فیصلہ نہیں ہو سکتا۔	۴۳۵	کاغذ رواج عام میں اقرار مجہول ہے، اور
۴۴۸	پندرہواں اعتراض	۴۳۶	یہ باطل ہے۔
۴۴۸	دواویں قضا کے کون سے کاغذ است۔	۴۳۶	مجہول مقررہ قرآن سے تعیین نہیں کی جا سکتی۔
۴۴۸	قابل سند ہیں۔	۴۳۸	ظاہر اور قرینہ مدعی کو مفید نہیں۔
۴۴۸	سولہواں اعتراض	۴۳۸	پانچواں اعتراض

۴۴۸	کئی مقدمات میں دفتر قضا کے احکام پر فیصلہ ہو گا۔	۴۵۱	ایسے رشتے کا افراد جو اپنے غیر پر نسب لازم کرتا ہو شرعاً بحیدہ ضعیف ہے۔
۴۴۸	مسترحواں اعتراض	۴۵۱	الکسواں اعتراض
۴۴۸	دفتر قضا کے احکام کا حکم کتاب العتاضی الی القاضی کا ہے جبکہ اس کے شرائط پائے جائیں۔	۴۵۲	قضاے قاضی کو جس قید سے مقید کیا جائے اس کے ساتھ مقید ہوگی۔
۴۴۸	امٹار حواں اعتراض	۴۴۸	فریقین نے اس شرط کے ساتھ حکم بتایا کہ
۴۴۸	اصل صلیحہ کی دیگر کمزوریاں	۴۴۸	دراشت ثابت ہو تو حصہ تقسیم ہو، تو دراشت
۴۴۸	اعتبار اس کا ہے جو تمسک لکھانے والے نے اپنی زبان سے کہا اس کا کچر اعتبار نہیں جو کاتب نے لکھا۔	۴۴۸	ثابت ہوئے بغیر حکم کے اختیار سے خارج ہوگی۔
۴۴۹	اعتبار واقع کے لفظوں کا ہے نہ کہ کاتب کی تحریر کا۔	۴۵۲	چوتھے کاغذ شجرہ نسب کی تنقیہ
۴۴۹	اعتبار اس کا ہے جو نفس الامر میں واقع ہوا ہے۔	۴۵۲	بائیسواں اعتراض
۴۴۹	الخط یثبہ الخط۔	۴۵۵	کاغذ نجسم اظہار منہج آباد
۴۵۰	انیسواں اعتراض	۴۵۵	تیسواں اعتراض
۴۵۰	جب وارث متعدد ہوں تو ایک کے اقرار سے حورث پر نسب نہیں ثابت ہوگا۔	۴۵۵	شرع مطہر کے کاغذی جمع خرچ پر اصلہ
۴۵۰	قاضی ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ کی روایت جو مذہب امام کے خلاف ہو مسلم نہیں۔	۴۵۵	لحاظ نہیں فرماتی۔
۴۵۰	بہ اخذ الکفرخی کا لفظ مفتی بہ ہونے کی علامت نہیں۔	۴۵۵	دفتر کا میدان اہلہ کی سبز چراگاہ ہے۔
۴۵۱	ساکت کی طرف کوئی قول نہیں منسوب ہوتا۔	۴۵۶	چوبیسواں اعتراض
۴۵۱	بیسواں اعتراض	۴۵۶	فریقین کی رضامندی کے بعد حاکم کا یہ آرڈر کہ بند و بست جاری ہے اس میں درخواست دو تلبہ معنی ہے۔
		۴۵۶	پچیسواں اعتراض
		۴۵۶	تیسواں اعتراض
		۴۵۶	کاغذ ششم، تحریر مولوی فوز الدین۔
		۴۵۶	ستائیسواں اعتراض
		۴۵۶	تحریری اداۓ شہادت کا درواج تو قانونی

۴۶۲	کفارہ نہیں ہو سکتے۔	۴۵۷	گھروں میں بھی نہیں۔
۴۶۲	اگر قیسواں اعتراض	۴۵۷	انتہائی قیسواں اعتراض
۴۶۲	شہادت و خبر کا فرق۔	۴۵۸	قیسواں اعتراض
۴۶۳	اشالیسواں اعتراض۔	۴۵۸	قیسواں اعتراض
	شہادت میں لفظ اشہد امر تعبیر ہے اس		حرف ایک شاہد کے بیان و اقرار سے
۴۶۲	پر دوسرے الفاظ کا قیاس جائز نہیں۔	۴۵۸	نکاح ثابت نہیں ہوتا۔
	کافر کی گواہی مسلمانوں کے خلاف مقبول	۴۵۸	اقتیسواں اعتراض
۴۶۳	نہیں۔	۴۵۹	بقیسواں اعتراض
۴۶۳	قیسواں اعتراض	۴۵۹	سندہ ہفتم شہادت
۴۶۳	لفظ "چند کس" نو تک بولا جاتا ہے۔	۴۵۹	تین قیسواں اعتراض
۴۶۳	قرآن کی تحقیق		شہادت میں لفظ اشہد یا اس کا ہم معنی
۴۶۵	اگتالیسواں اعتراض	۴۵۹	ضروری ہے۔
۴۶۵	اگر پر بھی خبر متواتر مقبول ہے۔	۴۶۰	شہادت میں لفظ شہادت رکھ ہے۔
۴۶۶	بیالیسواں اعتراض	۴۶۰	چوتیسواں اعتراض
۴۶۶	سات سو الوں پر مشتمل استفتاء۔	۴۶۱	پینتیسواں اعتراض
	حکم کے موافق شرع فیصلہ کو فریقین پر ماننا	۴۶۱	چھتیسواں اعتراض
	فارم ہے۔ اور خلاف شرع فیصلہ کی		لفظ اشہد کے تعین کی کمی و جہیں ہیں قسم ان
۴۶۷	پابندی کسی پر نہیں۔	۴۶۱	میں سے ایک وجہ ہے۔
	فیصلہ میں یہ شرط لگانا کہ جو حکم نہ مانے چار ہزار	۴۶۲	تین قیسواں اعتراض
۴۶۸	روپے فریق مخالف کو دے حرام و باطل ہے۔		گھروں میں جو طلعہ دلویا جاتا ہے اس سے
	شہادت مدعی سے لی جاتی ہے، اس کے	۴۶۲	اشہد کا تقاضا پورا نہیں ہوتا۔
	ساتھ کسی خفیہ طریقہ پر بھی اطمینان کیلئے	۴۶۲	"خدا کی قسم سچ کہوں گا" یہی منعقد ہے۔
۴۶۸	میں حرج نہیں۔		یہی منعقدہ میں کفارہ کی ادائیگی سے
۴۶۹	دشوت دے کر فیصلہ لینا حرام ہے۔	۴۶۲	کام نکل سکتا ہے۔
۴۶۹	خاستی حکم کا فیصلہ موافق شرع ہو تو مانا جائیگا۔		ہفت اقلیم اور لاکھ روپے بھی عین غریب کا

- قاضی اور حکم کا ذاتی فیصلہ حکم کے لئے کافی نہیں۔ ۴۶۹
- ۴۷۰ اور مدعا علیہ پر قسم نہیں۔ ۴۷۰
- ۴۷۱ ایضاً وعدہ کا مستند۔ ۴۷۱
- ۴۷۲ وعدہ کی وفا پر جبر نہیں ہو سکتا۔ ۴۷۲
- ۴۷۳ قباغیوں کی ولایت سے متعلق ایک سوال۔ ۴۷۳
- ۴۷۴ باپ کے ہوتے ہوئے نہ داد کو حق ولایت کا۔ ۴۷۴
- ۴۷۵ نہ نانی کو۔ ۴۷۵
- ۴۷۶ شوہر نے عورت کے مہر سے انکار کیا اور لڑکے۔ ۴۷۶
- ۴۷۷ نابالغ ہیں تو قاضی نابالغوں پر جس کو وصی مقرر۔ ۴۷۷
- ۴۷۸ کرے وہ دعویٰ کر سکے گا اور اقرار ہو تو کسی کو۔ ۴۷۸
- ۴۷۹ اس پر دعویٰ کا حق نہیں۔ ۴۷۹
- ۴۸۰ باپ کو اپنی بیوی کے مہر سے انکار ہو اور بچے۔ ۴۸۰
- ۴۸۱ نابالغ ہوں باپ کو اس مقدمہ میں ہرگز نابالغوں۔ ۴۸۱
- ۴۸۲ مدعی نہیں بنایا جاسکتا، قاضی کسی ایسی شخص۔ ۴۸۲
- ۴۸۳ و مصلح کو وصی مقرر کرے۔ ۴۸۳
- ۴۸۴ وصی کے تقرر میں قاضی کی رائے کا اعتبار ہے۔ ۴۸۴
- ۴۸۵ عورت مہر مثل سے زادہ کا دعویٰ کرے اس۔ ۴۸۵
- ۴۸۶ کے گواہی قبول کئے جائیں گے۔ ۴۸۶
- ۴۸۷ عورت مہر مثل سے کم کا دعویٰ کرے تو گواہ کی۔ ۴۸۷
- ۴۸۸ ضرورت نہیں، ہاں شوہر یا برائے مہر کا مدعی ہو۔ ۴۸۸
- ۴۸۹ تو بچے عین کے عورت کے گواہ مقبول ہیں۔ ۴۸۹
- ۴۹۰ قاضی کو عورت کا مہر مثل نہ معلوم ہو تو یا تو۔ ۴۹۰
- ۴۹۱ امین اشخاص کے ذریعہ اس کو معلوم کرے۔ ۴۹۱
- ۴۹۲ یا عورت سے اس پر گواہ طلب کرے۔ ۴۹۲
- ۴۹۳ درر الحکام اور عنایہ کی عبارتوں کی توضیح۔ ۴۹۳
- ۴۹۴ محقر پر شہادت نہیں، چار مسئلوں کا استفسار ہے۔ ۴۹۴
- ۴۹۵ قاضی اور حکم کا ذاتی فیصلہ حکم کے لئے کافی نہیں۔ ۴۹۵
- ۴۹۶ رشوت دینا اور لینا کب حرام ہے اور کب نہیں۔ ۴۹۶
- ۴۹۷ رشوت دینے والے، لینے والے اور اس کے۔ ۴۹۷
- ۴۹۸ دلال پر اللہ تعالیٰ کی لعنت۔ ۴۹۸
- ۴۹۹ حاکم کو قرض خواہ کی رضا کے بغیر از خود ادائیگی۔ ۴۹۹
- ۵۰۰ قرض کی قسط بندی جائز نہیں۔ ۵۰۰
- ۵۰۱ ثبوت دعویٰ کے بعد فوراً حکم موافق دعویٰ ضروری۔ ۵۰۱
- ۵۰۲ یہ ہے تاخیر سے فسق اور عزل لازم ہوتا ہے۔ ۵۰۲
- ۵۰۳ حکم مذکور سے دو امر مستثنیٰ ہیں۔ ۵۰۳
- ۵۰۴ ابطال تاویل کی مختلف وجہیں۔ ۵۰۴
- ۵۰۵ قسط بندی ایک قسم اہل ہے۔ ۵۰۵
- ۵۰۶ اہل حق مدیون ہے۔ ۵۰۶
- ۵۰۷ قاضی صرف جینہ، اقرار یا نکولی کی بنیاد پر قضا۔ ۵۰۷
- ۵۰۸ کر سکتا ہے۔ ۵۰۸
- ۵۰۹ بلا ثبوت اثبات معض باطل و نامقبول ہے۔ ۵۰۹
- ۵۱۰ دعویٰ شرط قضا ہے۔ ۵۱۰
- ۵۱۱ بلا دعویٰ قضا کرنے کا حاکم کو اختیار نہیں۔ ۵۱۱
- ۵۱۲ قاضی و حاکم کا مشورہ ماننا کسی پر واجب۔ ۵۱۲
- ۵۱۳ نہیں۔ ۵۱۳
- ۵۱۴ سزا مکلف پر جبر بلا وجہ شرعی باطل ہے۔ ۵۱۴
- ۵۱۵ غیر دان پر اسے دان کو مقبول نہیں کر سکتا۔ ۵۱۵
- ۵۱۶ اگر دان نے مدیون کو گناہ کیا اور ہر مہینے مجھے۔ ۵۱۶
- ۵۱۷ اتنے پیسے دے دیا کہ تو یہ تاویل نہ ہوئی۔ ۵۱۷
- ۵۱۸ ایک ایسی صورت جس میں بظاہر مدعی پر جینہ نہیں۔ ۵۱۸

- ۴۸۰۔ اقرار کے لئے مجلس قضا شرط نہیں۔
 ۴۸۶۔ ملکیت کا دعویٰ کسے نامعلوم ہے۔
- ۴۸۱۔ بدعتی نے گواہ پیش کئے، مدعا علیہ نے اقرار کر لیا
 ۴۸۸۔ توفیقہ گواہی کی بنیاد پر نہیں استدلال کی بنیاد
 پر ہوگا۔
- ۴۸۲۔ شوہر برابر کا بدعتی ہو تو اس سے گواہ طلب کیے جائیں
 ۴۸۵۔ اور بصورت عدم گواہ عورت کو حلیت دلایا جائیگا۔
- ۴۸۳۔ اقرار براست اور اقرار مانی میں گواہوں کے قبول اور
 ۴۸۱۔ عدم قبول کے اصول۔
- ۴۸۴۔ حقوق العباد کے معاملہ میں احتیاط لازم ہے۔
 ۴۸۹۔ قرضدار نے قرض ادا کرنے کا دعویٰ کیا تو اس کو گواہ
 دینا ہوگا، نہ کہ قسم کھائے، گواہ نہ دے تو قرض خواہ
 پر قسم ہے۔
- ۴۸۵۔ قریب کے عمرو پر دو اشرفی، عمرو نے کہا اچھا میں
 ان اشرفیوں کے تیس روپے وقت حساب مجرا
 دوں گا، یہ اقرار ہے اور عمرو ماخوذ ہوگا۔
- ۴۸۶۔ اگر یہ کہا اچھا میں تیس روپے وقت حساب مجرا
 دوں گا، یہ وعدہ ہے۔
- ۴۸۷۔ اقرار اور وعدہ کا قاعدہ کلیہ
 دستاویز با شہادت نامقبول ہے۔
- ۴۸۸۔ منصب میں میراث نہیں چلتی، اس میں چھوٹے بچے
 کا بھی لانا نہیں جواہل ہے اس کو دیا جائے،
 اہلیت میں سب مساوی ہوں تو دینے والے کی
 صوابدید پر ہے۔
- ۴۸۹۔ کسی مکان پر ایک شخص مالکانہ تصرف کرتا رہا،
 دوسرا تین دیکھتا رہا اور خاموش رہا، اس
- ۴۹۰۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر مشورہ کرنا
 واجب تھا یہ آپ کی خصوصیات میں سے ہے۔
- ۴۹۱۔ ہر حاکم مشورہ ملے کر اپنی رائے پر عمل کر سکتا ہے
 اگرچہ تمام راہوں کے خلاف ہو جبکہ مشورہ سے اپنی
 رائے کی غلطی ظاہر نہ ہو۔
- ۴۹۲۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مشورہ کے محتاج
 نہ تھے ان کا مشورہ تعلیم امت و فیسد و فساد
 کے لئے تھا۔
- ۴۹۳۔ صاحب رائے صاحب اپنی رائے پر چلے اور
 دوسرے جو اس درجہ کے نہیں، وہ بھی اسی
 کی رائے پر چلیں۔
- ۴۹۴۔ خود فقہ اور صاحب رائے نہیں توافقت اور
 اور مع کی رائے پر چلے۔

- ۴۹۵ اتباع السواد الاعظم کا حکم اعتقاد کے بارے میں سپر مسائل فریڈ فقیہ کو اس سے علاقہ نہیں۔ ۴۹۲
- ۴۹۵ حکم شرعی مصرح بحکمین بلا ترجیح آرا یا تبصیح جانیں ہو، اس میں اختیار ہے کہ جس پر چاہے عمل کرے۔ ۴۹۲
- ۴۹۵ جس حکم شرعی کی تصریح کتب میں نہیں اس کی چار صورتیں ہیں۔ ۴۹۳
- ۴۹۵ صدر دارالکین میں سے کوئی فقیہ نہیں تو سب کی رائے معطل، اہل فقہ کی طرف رجوع کریں۔ ۴۹۳
- ۴۹۵ صورت صد فقیہ ہے ایسی صورت میں سب پر لازم ہے کہ کتب میں غور و خوض کرنے کے بعد وہ جو رائے دے سب مانیں۔ ۴۹۲
- ۴۹۳ ارکان متفق ہوں تو صدر کی رائے کچھ نہیں، ارکان کی متفقہ رائے پر عمل ہو، اور اختلاف کی صورت میں اقل کے قول پر عمل ہو۔ ۴۹۲
- ۴۹۳ حکم شرعی وغیر شرعی کی تصریحات اور مثالیں۔ ۴۹۲
- ۴۹۳ مسامحہ کے خلاف جہت نہیں ہوتا۔ ۴۹۲
- ۴۹۳ جہت کا اپنی رائے چھوڑ کر دوسروں کی رائے پر عمل کرنا صحیح نہیں۔ ۴۹۲
- ۴۹۳ مصنف علیہ الرحمۃ کی تحقیق کو حکم کی دو قسمیں ہیں، شرعی اور غیر شرعی۔ ۴۹۲
- ۴۹۳ حکم شرعی وغیر شرعی کی تصریحات اور مثالیں۔ ۴۹۲
- ۴۹۳ چاندی کو چاندی کے عوض بیچنے میں مساوات شرعاً لازم ہے۔ ۴۹۲
- ۴۹۳ سونے کو چاندی کے عوض بیچنے میں مساوات ضروری نہیں عاقدین کو کئی بیشی کا اختیار ہے۔ ۴۹۲
- ۴۹۳ چونکہ قیمت پندرہ روپے ہو نا حکم شرعی نہیں لیکن روپے کے بدلے سوا گیارہ ہی ہائے چاندی ہونا حکم شرعی ہے۔ ۴۹۲
- ۴۹۳ قسم اول یعنی حکم شرعی کی دو صورتیں ہیں۔ ۴۹۲
- ۴۹۳ حکم شرعی مصرح بحکم واحد میں اسی کی اتباع ضروری ہے، چاہے صدر کی رائے ہو یا دارالکین
- ۴۹۵ کی کل کی ہو یا بعض کی یا کسی کی نہ ہو۔ ۴۹۵
- ۴۹۵ حکم شرعی مصرح بحکمین بلا ترجیح آرا یا تبصیح جانیں ہو، اس میں اختیار ہے کہ جس پر چاہے عمل کرے۔ ۴۹۵
- ۴۹۵ جس حکم شرعی کی تصریح کتب میں نہیں اس کی چار صورتیں ہیں۔ ۴۹۵
- ۴۹۵ صدر دارالکین میں سے کوئی فقیہ نہیں تو سب کی رائے معطل، اہل فقہ کی طرف رجوع کریں۔ ۴۹۵
- ۴۹۵ صورت صد فقیہ ہے ایسی صورت میں سب پر لازم ہے کہ کتب میں غور و خوض کرنے کے بعد وہ جو رائے دے سب مانیں۔ ۴۹۵
- ۴۹۵ ارکان متفق ہوں تو صدر کی رائے کچھ نہیں، ارکان کی متفقہ رائے پر عمل ہو، اور اختلاف کی صورت میں اقل کے قول پر عمل ہو۔ ۴۹۵
- ۴۹۵ سب غیر افقہ ہوں تو کثرت رائے پر عمل کرے۔ ۴۹۵
- ۴۹۵ مسامحہ کے خلاف جہت نہیں ہوتا۔ ۴۹۵
- ۴۹۵ جہت کا اپنی رائے چھوڑ کر دوسروں کی رائے پر عمل کرنا صحیح نہیں۔ ۴۹۵
- ۴۹۵ مصنف علیہ الرحمۃ کی تحقیق کو حکم کی دو قسمیں ہیں، شرعی اور غیر شرعی۔ ۴۹۵
- ۴۹۵ حکم شرعی وغیر شرعی کی تصریحات اور مثالیں۔ ۴۹۵
- ۴۹۵ چاندی کو چاندی کے عوض بیچنے میں مساوات شرعاً لازم ہے۔ ۴۹۵
- ۴۹۵ سونے کو چاندی کے عوض بیچنے میں مساوات ضروری نہیں عاقدین کو کئی بیشی کا اختیار ہے۔ ۴۹۵
- ۴۹۵ چونکہ قیمت پندرہ روپے ہو نا حکم شرعی نہیں لیکن روپے کے بدلے سوا گیارہ ہی ہائے چاندی ہونا حکم شرعی ہے۔ ۴۹۵
- ۴۹۵ قسم اول یعنی حکم شرعی کی دو صورتیں ہیں۔ ۴۹۵
- ۴۹۵ حکم شرعی مصرح بحکم واحد میں اسی کی اتباع ضروری ہے، چاہے صدر کی رائے ہو یا دارالکین

- توان میں چندہ دہندوں کی رائے کا اتباع ضروری ہے ۴۹۹
 آخر مطلق اختیار ہی ہے صدر صاحب کی رائے
 نہیں اور ارکان اہل فن ہوں تو ان کی رائے مقدم ہے ۴۹۹
 خود صدر صاحب کی رائے ہو تب بھی النسب
 یہی ہے کہ کثرت رائے پر عمل کرے۔ ۴۹۹
 متن ابتدائی جلیبتین اختار اھونہما۔ ۵۰۰
 تنبیہ۔
 مسلمانوں کے کم کام ایسے نکلیں گے جی میں شروع
 کی طرف سے ابتداء خواہ جو جو عارضی کوئی تہید نہ ہو۔ ۵۰۱
 حکم کے لئے علم و فہم کامل سے چارہ نہیں۔ ۵۰۱
 حق یہ ہے کہ مسلمان بے علم دین ایک قدم
 نہیں چل سکتا۔ ۵۰۱
 جب ایک مکان شارع عام کے ایک جانب
 ہو اور دوسرا دوسری جانب، تو ان میں کسی
 کو دوسرے کے مکان بے پردگی کا دعویٰ ملے گا
 اصل مذہب یہ ہے کہ ہر شخص اپنی عمارت
 ملک میں ہر قسم کے تصرف کا اختیار ہے، یہی
 ظاہر الروایۃ متعدد علماء کا منقول ہے اور ائمہ
 حنفیہ کا قول ہے۔ ۵۰۲
 جب فرتی میں اختلاف ہو تو ظاہر الروایۃ پر عمل کرے گا ۵۰۲
 متاخرین نے بطور استحقاق دفع ضرریت پر نگاہ رکھی۔ ۵۰۳
 ضررین سے متعلق مصنف علیہ الرحمۃ کی تحقیق۔ ۵۰۳
 غیر فقیہ کا ضرر یہی کے بارے میں گمان۔ ۵۰۳
 ترجیح بلا مرجع اور ترجیح مرجع ناجائز ہے۔ ۵۰۳
 ایک شخص کے مکان میں نہایت وسیع سایہ دار
 گنجان درخت اس کے برابر ایک محتاج کا گھر ہے ۴۹۹
 جس پر سایہ اس درخت ہی کا ہے بلاشبہ اس کے
 قطع میں پڑوسی کا امر اس سے مگر ہرگز ناکامی سے
 ممنوع نہیں ہو سکتا۔ ۵۰۳
 ضررین کی چار شرطیں۔ ۵۰۳
 شرط اول گھر گرائے یا یا نیکر قابل ارتفاع نہ رکھے۔ ۵۰۳
 حدیث لا ضرر ولا ضرار عام مخصوص منہ البعض ہے۔ ۵۰۳
 شرط دوم ضرر میں صاحب ملک کا فعل مستقل
 ہو، چار کے فعل کو اس میں دخل نہ ہو۔ ۵۰۵
 شرط سوم وہ ضرر ثابت اور مستحق ہو مطلق اور
 متوقع نہ ہو۔ ۵۰۶
 شرط چارم وہ ضرر ناممکن الا حترار ہو۔ ۵۰۶
 اپنی دیوار میں چھت کے قریب دو مشنڈان
 رکھنے سے پڑوسی کو روکنے کا حق نہیں۔ ۵۰۶
 جب دروازے اور پیشے سے نگاہ عورتوں
 کی قیام نگاہ پر پڑے تو بند کرنے کا حکم
 دیا جائے گا۔ ۵۰۶
 جب ضرر ممکن التقرز ہو اور صاحب ملک بجاؤ
 کوئے تو اس کو اپنی ملک میں تصرف سے روکا
 نہیں جاسکتا۔ ۵۰۹
 متعنت کا دعویٰ مسموع نہیں۔ ۵۰۹
 ○ الھبة الاحمدیۃ فی الموالیۃ
 الشرعیۃ والعرفیۃ (دینی اور
 دنیاوی ولایت و حکومت کی مجتہدانہ تحقیق اور
 اس بارے میں ایک غلط فتوے کا رد و تبلیغ) ۵۱۱

- دیرانی کا غیر مسلم حج قاضی شریعہ ہے یا نہیں؟
اور وہ کسی کو اپنے ملک میں تصرف سے روکے
تو وہ مجبور ہو گیا یا نہیں۔
- ۵۱۲ غلط جواب
- ۵۱۲ جابل قاضی ہو سکتا ہے۔
- ۵۱۲ قاضی قاضی ہو سکتا ہے۔
- ۵۱۳ قضا کا اصل منشا۔
- ۵۱۳ قاضی کے لئے اجتہاد، عدالت و فیصلہ کی شرط
- ۵۱۳ شرط اولیت ہے۔
- ۵۱۳ غلام کو قاضی بنایا وہ آزاد ہو گیا تو اس کی
- ۵۱۵ قضا صحیح ہے۔
- ۵۱۵ کافر کو قاضی بنایا پھر وہ مسلمان ہو گیا
- ۵۱۶ تو اس کی قضا بحال ہے۔
- ۵۱۶ رشوت لے کر فیصلہ کرے تو متاخرین کا فتویٰ
- ۵۱۶ ہے کہ قضا نافذ ہے۔
- ۵۱۶ قاضی کو بادشاہ نے حق فیصلہ کرنے سے
- ۵۱۶ روکا تو قضا حرام ہے۔
- ۵۱۶ کافر بادشاہ قاضی مقرر کر سکتا ہے؟
- ۵۱۹ صحیح جواب از مصنف علیہ الرحمۃ۔
- ۵۱۹ نص قرآنی کے خلاف اجتہاد بے اصل ہے
- ۵۱۹ ولایت مجبرہ کی تعلیم
- ۵۱۹ تحقیق حق کے لئے چند تمہیدی مقدمات۔
- ۵۱۹ مقدمہ اولیٰ
- ۵۲۰ ولایت کے اقسام
- ۵۲۰ ولایت عرفیہ بادشاہوں کو حاصل ہے۔
- ۵۲۰ ولایت شرعیہ حقیقہ اللہ تعالیٰ کو، اور عطا
- ۵۱۲ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو، پھر ان کی
- ۵۱۲ نیابت میں جس کو عام یا خاص یعنی آپ
- ۵۲۰ نے دی۔
- ۵۱۲ آیت کریمہ اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول
- ۵۱۳ واولی الامر منکم میں تکرار "اطیعوا"
- ۵۱۳ کی حکمت۔
- ۵۲۰ مقدمہ دوم
- ۵۲۰ ولایت عرفیہ اور شرعیہ کے گیارہ فرق۔
- ۵۲۱ عرفیہ اور شرعیہ میں عام خاص میں وجہ کی
- ۵۲۱ نسبت ہے۔
- ۵۲۱ باپ کے سامنے سلطان کو دربارہ نکاح
- ۵۲۱ ولایت شرعیہ حاصل نہیں ہوتی۔
- ۵۲۱ ولایت خاصہ ولایت عامہ سے اقویٰ ہے۔
- ۵۱۶ حضور صلی اللہ علیہ وسلم زوجین یا ان کے
- ۵۱۶ والدین کی مرضی کے خلاف نکاح کر دیں نکاح
- ۵۲۲ نافذ ہے۔
- ۵۱۶ دنیا میں ولایت عامہ ولایت خاصہ سے
- ۵۱۹ قوی تر ہے۔
- ۵۱۹ ولایت عرفیہ میں تنفیذ سے مراد تحصیل ثمرات
- ۵۱۹ حسیہ دنیویہ ہے اگرچہ احکام شرعیہ حاصل
- ۵۲۲ نہ ہوں۔
- ۵۱۹ ولایت شرعیہ میں تنفیذ سے مراد اثبات
- ۵۲۰ معانی شرعیہ دینیہ ہے اگرچہ موانع صوریہ
- ۵۲۲ زائل نہ ہوں۔

- مقدمہ سوم
۵۲۳ ذمی، غلام یا بچہ نے فیصلہ کیا پھر ذمی
بادشاہوں کا مقصد صرف ولایت عرفیہ ہے۔ ۵۲۴
غیر مسلم بھی اس ولایت عرفیہ کا طالب
بلکہ بہت دنوں سے مسلم بادشاہوں کا
مطلوبہ نظر بھی رہی ہے۔
انگریز گورنمنٹ نے بھی کسی کے دین میں خلل
کا کبھی دعویٰ نہیں کیا۔
گورنمنٹ سود کی ڈگری دیتی ہے اس کا
مطلب یہ ہے کہ اتنا روپیہ ادا کر دو، یہ مطلب
نہیں کہ سود حلال ہے۔
مقدمہ چہارم
۵۲۳ ولایت عرفیہ غرضاً بھی عام ہے، ہندو مسلم
کسی کی تخصیص نہیں۔
اسلام نے ولایت دینیہ کو اہل اسلام
کے ساتھ خاص فرمایا۔
۵۲۳ ولایت عرفیہ زیر اثر احکام تکوینیہ ہے۔
شرعیات کی بحث صرف احکام تشددیہ
سے ہے۔
۵۲۳ دو آیتوں کی تفسیر۔
قرآن مجید غلط تعبیر اور تقریر علی الغلط سے
ظاہر و منکر ہے۔
۵۲۳ ولکن یجعل اللہ للکفرین علی المؤمنین
سبیل میں سبیل سے مراد سبیل دینی
شرعی ہے۔
مسلمانوں پر کافر کی تقلید و تحکیم صحیح نہیں۔ ۵۲۵
۵۲۳ ذمی، غلام یا بچہ نے فیصلہ کیا پھر ذمی
مسلمان ہوا، غلام آزاد ہوا، بچہ بالغ ہوا
۵۲۵ فیصلہ نافذ نہ ہوگا۔
۵۲۶ ذمی کی گواہی مسلمان پر نہیں۔
۵۲۳ جو شہادت کا اہل ہے وہی قضا کا
اہل ہے۔
۵۲۳ اہلیت شہادت کے لئے جو شرائط ہیں
وہی اہلیت قضا کے لئے شرائط ہیں۔ ۵۲۶
۵۲۴ صلاحیت قضا کی شرائط۔
۵۲۳ قضا اعظم الولایات اور شہادت
۵۲۴ ادنی الولایات ہے۔
۵۲۳ جو ادنی الولایات کے اہل نہیں وہ بدرجہ
۵۲۴ ادنی اعظم الولایات کے اہل نہیں۔
۵۲۸ گیارہ کتابوں کی عبارت کا حوالہ۔
۵۲۳ جو لوگ دار الحرب میں مسلمان تھے سلطان
اسلام کو بھی ان پر ولایت نہیں۔ ۵۲۸
۵۲۸ اختلاف داریں قاطع ولایت ہے۔
۵۲۳ بہت سے امور میں خود سلطان اسلام کو
۵۲۳ مسلمانوں پر بھی ولایت نہیں۔
۵۲۹ استیفاء پر طفل
۵۲۳ وقف میں ناظر کے ہوتے قاضی کا تصرف
نافذ نہیں ۵۳۰
۵۳۰ عقیقہ کے اولیاء کی موجودگی میں قاضی اور سلطان
۵۲۳ کا تصرف نافذ نہیں۔
۵۳۰ طفل علی الدر

- مقدمہ پنجم
بہت سے معاملات میں مقصود صرف وجود
شے ہونا ہے اس کے لئے ولایت عرفی
کافی ہے۔
۵۲۱ ایسے امور جن میں معنی شرعی غیر موجود کا
پیدا کرتا ہو اس کے لئے ولایت شرعیہ
ہی درکار ہے۔
۵۲۲ مسئلہ منی جب تک اہلیت لعان پر باقی
ہیں یا شوہر خود اپنی تکذیب سے کہے وہ باہم
نکاح نہیں کر سکتے۔
۵۲۲ قاصد نے بالغ ہوتے ہی اپنے نفس کو اختیار
کیا ہے تو فریق قاضی اپنے نکاح سے الگ
نہ ہوگی۔
۵۲۳ اجنبیہ کے طلاق کو نکاح پر معلق کر نیوالے کے
بارے میں حنفی ائمہ شافعی قاضی کے احکامات
کا فرق۔
۵۲۴ وقف صحیح کی تفسیح کے احکام و شرائط۔
۵۲۵ قاضی کن کن لوگوں کو جبر کر سکتا ہے۔
۵۲۴ تحریر کی دو قسمیں
۵۲۴ پہلے وقت پر جبر کے بارے اختلافات
۵۲۴ بعض صورت سلطان اسلام کا جبر بھی صرف
جبر حس ہوتا ہے جو معنی لوگوں کو جیل باطلہ بتانا
اس کو غوثی سے روکا جائے گا۔
۵۲۸ طیب جابل کا بھی وہی حکم ہے۔
۵۲۸ کنٹرول کا حکم شرعی
۵۲۹ سرکاری نظام میں اندک کا اختلاف ہے۔
۵۲۱ معاملات قسم دہم میں ولایت شرعیہ درکار ہے۔
۵۲۱ آقا اور میں کسی خاص فرد کے لئے ولایت شرعی
ثابت کرنے کے لئے خاص حکم شرعی کی ضرورت
ہے۔
۵۲۱ ولایت شرعیہ کسی فقیر مفلس کو بھی حاصل اور
کہیں سلطان اسلام کو بھی حاصل نہیں۔
۵۲۱ مقدمہ ششم
۵۲۱ تعلیق قضا ر فک جبر ہے اس میں بھی معاملات
۵۲۱ اور ولایت کی مذکورہ بالا صورتیں جاری ہونگی۔
۵۲۱ قضاے دنیوی میں والی اور قاضی کسی کا مسلم
ہونا ضروری نہیں دینی میں دونوں کا مسلم ہونا
ضروری ہے۔
۵۲۱ جہاں مسلمان والی نہ ہو مسلمانوں پر لازم ہے
کہ اپنے میں سے ایک کو والی وقت اضی
مقرر کریں۔
۵۲۱ عدم صحت تعلیق القضا عن الکافر معتد علیہ۔
۵۲۲ مسئلہ ہے۔
۵۲۲ قضاے دینی کے لئے پورے ملک کے بادشاہ
کا مسلمان ہونا ضروری نہیں۔
۵۲۳ اسلامی ریاست کے مسلم والی قاضی مقرر
کر سکتے ہیں۔
۵۲۳ نصب خلافت کے طریقے۔
۵۲۲ متغلب بھی حاکم ہو سکتا ہے۔
۵۲۲ عبادت ہندو مسکین کی توجیہ۔
۵۲۲

- ۵۵۲ آئیے شہر جن پر کفار کی حکومت ہے دارالحرب نہیں ہیں بلکہ دارالاسلام ہیں۔ ۵۴۶
- ۵۵۲ جتنی شہروں میں احکام کفر کا غلبہ نہ ہو بلا واسطہ ہیں۔ ۵۴۶
- ۵۵۲ حکومت کفار والے شہروں کی تین قسم اور تعلیق قضا کے بارے میں اہل کا حکم۔ ۵۴۶
- ۵۵۲ جو ضرورتیں خاص قضا کے دینی میں آتی ہیں اگر مسلمان قاضی نہ ہوں تو مسلمان ایسے امور کے لئے قاضی شرع مقرر کریں۔ ۵۴۶
- ۵۵۲ بغیر استطاعت دنیاوی حکومت قائم کرنے کا مسلمانوں کو حکم نہیں، بلکہ اپنے معاہدات مالی اور دیوانی بھی اسس طرح طے کر لیں تو بہت خوب ہے۔ ۵۴۶
- ۵۵۲ شرعی امور کو شرعی طریقہ پر فیصلہ کرانے کے بعد اس کا اجراء کچھ لوگوں سے کرایا جاسکتا ہے۔ ۵۴۶
- ۵۵۲ مستحق حادی عالم اپنے علاقہ کا قاضی شہر و ولایت کے فتویٰ پر تیس تیس تنقیدی ۵۵۰
- ۵۵۲ عدالتوں کا تعلق مسئلہ مسئلہ سے نہیں۔ ۵۵۰
- ۵۵۲ عدالتوں پر تو نصوص تام نہیں۔ ۵۵۰
- ۵۵۲ عدالتوں پر نصوص غیر مسلم کے ذکر سے خالی نہیں۔ ۵۵۰
- ۵۵۲ عدالتوں میں جاہل سے مراد غیر مجتہد ہے۔ ۵۵۱
- ۵۵۲ عدالت جہارت شامی مزہوم فتویٰ کے خلاف ہے۔ ۵۵۱
- ۵۵۲ قوم درازی کا کوئی دین نہیں وہ خود اپنے کو مسلمان کہتے ہیں۔ ۵۵۲
- ۵۵۲ کافر اور غلام کی ولایت اہل اسلام پر ۵۵۲
- ۵۵۲ آئندہ نہیں۔ ۵۵۲
- ۵۵۲ عدالت مفتی نے اپنے ہی کلام سے اپنے دعویٰ کی تردید کی۔ ۵۵۲
- ۵۵۲ عدالت کافر کے لئے مطلق ولایت ثابت ہے مگر اس سے ولایت شرعیہ کا ثبوت نہ ہوگا اور مطلق ولایت ثابت نہیں۔ ۵۵۲
- ۵۵۲ عدالت قاضی کے فرض منصبی کی تحقیق۔ ۵۵۲
- ۵۵۲ عدالت علم و اعتدال صحت قضا کے شرط نہیں اور ولایت کی شرط ہے، اسلام البتہ شرط صحت ہے۔ ۵۵۲
- ۵۵۲ عدالت شرع اسلام اڑا دینے پر عیسائی کی امانت مسئلہ سے معارضہ۔ ۵۵۵
- ۵۵۲ عدالت میں قاضی کی اقتدار ہمارے جیکے جیسے ایک جگہ ہوتا ہو۔ ۵۵۵
- ۵۵۲ عدالت ایک اور معارضہ جس کو دشمن کے لئے پانی اور مٹی دونوں نہ ملے وہ کیا کرے۔ ۵۵۶
- ۵۵۲ عدالت دشمن کے لئے کو دے دے ہوئے فیصلہ کا بطلان امر باجماعی نہیں۔ ۵۵۶
- ۵۵۲ عدالت مختلف غیر مصرح مسئلہ میں ضرورتاً کسی ایک جانب کے اختیار کرنے سے یہ لازم نہیں کہ بڑھ کر خود ضرورت قرار دے کر نصوص قطعیہ کے خلاف کوئی حکم دیا جائے۔ ۵۵۶
- ۵۵۲ عدالت دشمن کے لئے کوئی فیصلہ کے عدم نفاذ کا حکم امر خارج کی وجہ سے ہے۔ ۵۵۶
- ۵۵۲ عدالت دشمن کے فیصلہ کے عدم نفاذ کی وجہ سے ہمارے کی محض یہ لائق اعتماد نہیں۔ ۵۵۶

- ۵۶۸۔ وجہ سوم، مدعی علیہا کے گواہوں نے مدعا پر کی
تعیین کی اس شہادت کو مجبوری کہنا غلط ہے۔
- ۵۶۹۔ وجہ چہارم، مدعی علیہا کی گواہی میں مکان مدعی بہ
نہیں اور مدعی کی گواہی میں ہے تو وہاں جہاں
مضر نہ ہوگی اور یہاں مضر ہوگی۔
- ۵۷۰۔ شفیق نے بیع کو صراحتہ تسلیم کیا ہو یا دلائل
تسلیم کے لئے حدود طبع کی تعیین ضروری نہیں۔
- ۵۷۱۔ وجہ پنجم، شہادت میں گواہوں کو مدعی اور مدعی علیہ
دونوں کی تعیین ضروری ہے۔
- ۵۷۲۔ مستند مسئلہ میں مدعی اور مدعی علیہا دونوں
کے گواہوں نے بغیر ان دونوں کی طرف اشارہ
کئے گواہی دی ہے تو مردود ہوں گے تو دونوں
کے گواہ۔
- ۵۷۳۔ وجہ ششم، مدعی اور مدعی علیہا دونوں کے گواہوں
لئے دلالت ناقص بیانی کی۔
- ۵۷۴۔ نقل عبارت میں کوتاہی۔
- ۵۷۵۔ مشکوٰۃ لہایا علیہا عورت ہوا اور ناسب ہر تو
صرف شہر کا نام لیا کافی نہ ہو گا والد کا نام بھی
لینا پڑے گا۔
- ۵۷۶۔ ایوب شاہ اور ایوب علی میں اختلاف کی
تاویل ممکن ہے۔
- ۵۷۷۔ مدعی میاں اور دلی میاں کا اختلاف شدید
ناقابل تاویل ہے۔
- ۵۷۸۔ وجہ ہفتم، مدعی نے جو فتویٰ پیش کیا اس میں
عدم قبول شہادت کی جو تین وجہیں پیش کی گئی ہیں
- ۵۷۹۔ سب کی سب خود مدعی کے گواہوں میں موجود
ہیں۔
- ۵۸۰۔ تبدیلی نام اختلاف شہادت کے بموجب مدعی
مدعی کے گواہوں میں ہیں اور انکی نشانہ دہی۔
- ۵۸۱۔ اختلاف شہادت کا مزاج دو گواہوں میں سے
ایک کا کذب ہے۔
- ۵۸۲۔ مشہود بہ کے علاوہ کا اختلاف قاصر شہادت
نہیں۔
- ۵۸۳۔ کذب و الکذاب میں فرق ہے۔
- ۵۸۴۔ مدعی نے ایک ہزار کا دعویٰ کیا اور گواہوں نے
کہا پانچ سو سے دئے ہیں، قویہ مشہود بہ
میں اختلاف ہے۔
- ۵۸۵۔ فتویٰ ثانیہ مدعی میں مدعی علیہا پر یہ الزام قائم
ہوئے۔
- ۵۸۶۔ (۱) عدم مطابقت دعویٰ و الشہادۃ
(۲) مدعی و گواہان میں اختلاف
(۳) مدعی علیہا کا دعویٰ بابت تسلیم ۵ نومبر
پایہ ثبوت کو نہ پہنچا۔
- ۵۸۷۔ تنقید
- ۵۸۸۔ مدعی علیہا کا دعویٰ بابت تعیین وقت نہیں تسلیم
لیجئے علم کا ہے تعیین دعویٰ سے خارج ہے۔
- ۵۸۹۔ مشہود بہ قول محض ہو تو زمان و مکان کا اختلاف
مضر نہیں۔
- ۵۹۰۔ شہادت کسی بھی موجب نہیں ہوتی بیشہ مخبر ہی
ہوتی ہے۔

- دعویٰ صرف مدعی کا قول ہوتا ہے اور شہادت
اس کی تائید۔ ۵۷۵
- ایک گواہ نے کہا فلاں نے کوہ میں اپنی عورت
کو طلاق دی فلاں دن ۱۰ اور دوسرے نے بصرہ
میں کسی دوسرے دن طلاق دینے کی گواہی دی
اگر دونوں دنوں میں اتنا فاصلہ ہے کہ آدمی کوہ
سے بصرہ جانے کے شہادت مقبول ہے۔ ۵۷۵
- فقہی ثانی میں جو دو مدعی علیہا کے گواہ کے رد
کی بتائی اسی سے مدعی کے گواہ بھی رد ہو گئے۔ ۵۷۶
- دعویٰ اور شہادت وہ دونوں میں تمیزنا ذکر ہو تو
مردود ہے۔ ۵۷۶
- و جب ہر قسم ثبوت شفعہ کے لئے دار ملاحظہ کا
وقت بیع سے وقت حکم تک ملک شفیع ثابت
ہونا ضروری ہے۔ ۵۷۷
- صرف اتنی گواہی سے کام نہ چلے گا کہ یہ ملک
شفیع ہے۔ ۵۷۷
- و اگر مشہود بہا کے پاس گواہی گزرے تو اس
کی طرف اشارہ اور غائب ہو تو چودہ کی بیان
ضروری ہے۔ ۵۷۹
- ظاہر حال مدعی کو مفید نہیں۔ ۵۸۰
- تو کہ کے ایک مسئلہ میں شہاد قوں کی نوعیت
سے سوال اور طریق حکم سے استغفار۔ ۵۸۰
- گواہ کسی جائداد کو کسی کی ملک بتائیں تو
شہادت عند الشرح معتبر ہے، حکم کو
یہ پوچھنے کا حق نہیں کہ یہ جائداد اس کو کس
- ذریعہ سے ملی۔ ۵۸۱
- بقصد اتوی اسباب ملک سے ہے، اس کی
بنیاد پر ملکیت کی شہادت نہ مانی جائے تو
باب شہادت مسدود ہو گا۔ ۵۸۲
- ایک گواہ بیع کی شہادت دیتا ہے اور دوسرا
اقرار بیع کی، گواہی مقبول ہے۔ ۵۸۳
- گواہوں نے یہ کہنا زید نے اپنے لڑکے کو یہ
دکان دی اور لڑکا عرصہ دراز سے اس
میں تصرف کرتا رہا، تو دینا بمعنی ہبہ مانا جائیگا۔ ۵۸۳
- بیعتنا میں کی چودہ میں کسی چیز کو کسی کی ملک
کنا شہادت شرعی نہیں ہے۔ ۵۸۴
- بیعت، محوں کے مجر اگر یہ گواہی دیں کہ یہ بیعتا ہے
ہم نے عکے عہدہ میں فلاں مکان کو فلاں کی
ملکیت لکھا، یہ بھی شہادت نہیں۔ ۵۸۴
- شاہد مستورا الحال ہو اور حاکم کو مشہد گزیرے
تو وہ ہر ملک سے تفتیش کر سکتا ہے۔ ۵۸۴
- ایک گواہ نے کہا زید نے یہ مکان مولابخش
کے ہاتھ بیچا۔ دوسرا کہ مولابخش نے اقرار کیا
کہ یہ مکان میں نے زید سے خریدا، یہ ایک ٹمر
پر گواہی نہیں ہے، اس لئے مردود ہے۔ ۵۸۴
- اقرار اور دعویٰ کا فرق۔ ۵۸۴
- و اسب کے "دیا" کہنے اور شاہد کے "دیا" کہنے
میں فرق ہے، قرآن قول معنی کے ساتھ
ہوتے ہیں۔ ۵۸۵
- تہم گواہی کے بارے میں قاضی استفسار

- کر سکتا ہے۔ ۵۸۵ مدعی کے گواہ فسق یا عدم موافقت دعویٰ و
- حکم ولایت شرعیہ میں فیصلہ نہ کرے "اس ۵۸۶ الشہادۃ کی وجہ سے مردود ہوتے ہیں۔
- جملہ کے دو مطلب ہو سکتے ہیں۔ ۵۸۵ عدم شہادت کی صورت میں طلب مدعی پر
- ولایت شرعیہ کے خلاف حکم نافذ ہی نہیں اس ۵۸۹ مدعی علیہ پر حلف ہوگا۔
- کو قرضہ کے لئے اپیل کی ضرورت نہیں۔ ۵۸۵ معنی کے لئے جو چیزی ضروری ہیں ان کا بیان۔
- نابالغ کو دینے کی نیت سے جو کچھ بنوایا نابالغ ۵۸۶ کسی چیزی پر تصرف کرتے دیکھ کر خاموش رہا اور
- کی ملک ہو گیا۔ ۵۸۹ بعد میں دعوت وراثت کیا نامسموع ہوگا۔
- باقضہ کے لئے بنوایا تو جب تک اس کا قبضہ ۵۸۶ مستتر کہ راستہ کو اپنے گھر میں شامل کرنا ظلم
- نہ کرادے یہ صحیح نہیں ہوتا۔ ۵۸۹ ہے ایسے راستہ میں دروازہ اور کھڑکی لگانے
- "میرے لئے نابالغی میں کچھ بنوایا تھا" جملہ ۵۹۱ کا دواں کے باشندہ دی کو حق ہے۔
- ہونے کی وجہ سے یہ دعویٰ مردود ہوگا۔ ۵۸۹ گوچر سر بستہ میں اپنے دروازہ سے اوپر
- مورث کے موت کے بعد متعین سامان پر ۵۹۲ دروازہ قائم نہیں کر سکتے۔
- دعویٰ کہ نابالغی میں میرے لئے مورث نے ۵۹۲ ایک جاندہ اوپر قبضہ غاصبانہ کا مقدمہ
- بنوایا۔ مدعی معین سامانوں کا ہبہ گواہوں ۵۹۲ حجت شرعیہ بینہ، اقرار یا انکار ہے۔
- سے ثابت کرے یا ورثہ اقرار کریں تو دعویٰ ۵۹۳ ظاہر دفعہ کی حجت ہو سکتا ہے استحقاق کی نہیں
- مدعی کے حق میں ہوگا، ثابت نہ کر سکے یا ورثہ ۵۹۳ گواہی زد ہونے کے باوجود مدعی بہ کا جز
- انکار کریں اور گواہ نہ ہوں تو منسکریں کہ ۵۹۲ حصہ مدعی کو دلانا فیصلہ شرعی نہیں۔
- حلف دلایا جائے گا، حلف لے لیں تو دعویٰ ۵۹۵ مجہول شخص اور مجہول شے پر گواہی نامقبول۔
- رد، انکار کریں تو دعویٰ ثابت۔ ۵۸۴ شخص غائب کی تعیین کے لئے باپ اور دادا
- و رشوت لینے دینے والے دونوں جہتی ہیں، ۵۹۵ دونوں کا نام ضروری ہے۔
- کسی کا حق چھپانے یا اپنا نکالنے کے لئے جو ۵۸۴ گواہ کسی امر کو متردد طور پر کہے تو اقل متعین
- دیا جائے وہ رشوت ہے، اپنے سے اوپر ۵۹۵ کو نہیں مانا جائے گا گواہی ہی رد ہوگی۔
- ظلم دفع کرنے کو جو دیا جائے وہ رشوت نہیں۔ ۵۸۴ بینہ نہ ہونے کی صورت میں طلب مدعی پر
- غیر مسلموں کو بیخ بنانا حرام ہے۔ ۵۸۸ مدعا علیہ پر حلف مترجہ ہوتا ہے۔
- مرد یا تو عورت کو اچھی طرح رکے یا طلاق دے ۵۸۸ منکر پر گواہ پیش کرنا نہیں ہے۔
- ایک شخص اپنی ملک میں کتنی ہی اپنی دیوار ۵۹۴

- ۱۰۵۸ اٹھائے پڑوسی کو ہوا اور دھوپ بند ہونے کی شکایت کا حق نہیں۔
- ۱۰۵۹ کسی کا اپنے ملک میں ایسا تصرف جس سے دوسرے کا مکان گر جائے یا روشنی بالکل بند ہو جائے ممنوع ہے۔
- ۱۰۶۰ مسجد کی دیوار کے جز منقطع پر بھی کسی نے مکان بنایا ڈھاکر دیوار خالی کی جائے گی۔
- ۱۰۶۱ عدلی کا بدعا علیہ سے خرپر و حمل کرنا شرعاً جائز نہیں۔
- ۱۰۶۲ باپ کا اپنے نابالغ بچہ کے عقد میں کسی کو حاکم بنانا جائز ہے۔
- ۱۰۶۳ حکم کا فیصلہ خلاف شرع ہو تو ناقابل قبول ہے۔
- ۱۰۶۴ ایک فیصلہ کی تصدیق اور ایک فتویٰ کی تغلیط میں نے فلاں عورت کا نکاح فلاں سے کر دیا۔
- ۱۰۶۵ یہ اپنے فعل کی گواہی ہے اور نامقبول ہے۔
- ۱۰۶۶ تردید نہ کیا اگر میں تم دونوں کو ماروں تو میری بیوی کو طلاق، اور مارا، تو یہ گواہی دے سکتے ہیں کہ اس نے اپنی عورت کو طلاق دی تفصیل بتا دی تو گواہی مقبول نہ ہوگی۔
- ۱۰۶۷ شہادت نکاح بیان نام مزدج و کیسل و شہود کی محتاج نہیں۔
- ۱۰۶۸ اگر آہ جب یہ بیان دے کہ عورت نے اندر سے نکاح کی اجازت دی، اندر اور عورتیں بھی تھیں، اس سے تو کیل ثابت نہ ہوگی۔
- ۱۰۶۹ نکاح فضولی کے ذریعہ بھی ہو سکتا ہے۔
- ۱۰۷۰ جب شہادت میں شوہر کا ذکر محمل ہو تو شہادت قبول نہ ہوگی۔
- ۱۰۷۱ نکاح فعل کے ساتھ ملحق ہے، اس میں اختلاف زمانہ مستقط شہادت ہے۔
- ۱۰۷۲ وکیل بالنکاح والخلع جب ایسے نکاح کے اثبات کی گواہی دیں تو مقبول نہیں۔
- ۱۰۷۳ جملہ مستقلہ اور مربوطہ سے گواہی میں فرق پڑتا ہے۔
- ۱۰۷۴ نکاح کی گواہی میں پڑھنے اور پڑھوانے میں کوئی فرق نہیں۔
- ۱۰۷۵ وکیل کی گواہی مطلقاً ناجائز نہیں بلکہ جب اپنا فعل بنا کر شہادت دے گا گواہی رد ہوگی۔
- ۱۰۷۶ جو گواہ گھڑی میں کچرہ، گڑھی میں کچھ اپنے کئے ہونے کی خود ہی تردید کرے، قابل شہادت نہیں۔
- ۱۰۷۷ معاملہ مستور میں نکاح فضولی بھی نہ ہوا۔
- ۱۰۷۸ نکاح خوں کا رجسٹر کوئی شہادت نہیں ہے۔
- ۱۰۷۹ نکاح فضولی بالکل باطل نہیں ہوتا بلکہ موقوف منعقد ہوتا ہے۔
- ۱۰۸۰ فتویٰ راجح پر دس تنہا نہیں۔
- ۱۰۸۱ کسی وکیل کا ادعا سنے وکالت بحال اہتمام وکیل مسموع نہیں۔
- ۱۰۸۲ جس نے بے علم فتویٰ دیا اس پر آسمان زمین کے فرشتے لعنت کرتے ہیں۔
- ۱۰۸۳ کسی عورت کو بے پردہ بالقصد و یکھنا موجب فسق ہے۔

- ۶۱۸ وادی نے اپنے لڑکوں کو روپیہ دیا کہ اس سے اپنے نام مکان خرید لو، اب چوٹی کا یہ کہنا ہے کہ دادی کی نیت یہ تھی کہ اس مکان میں میں اور میری والدہ رہیں اس لئے مکان ہمارا ہے۔ یہ دعویٰ غلط ہے اعتبار لفظ کا ہے نیت کا نہیں۔ ۶۱۵
- ۶۱۹ میاں بیوی ایک ساتھ رہتے ہیں شوہر کل آمدنی لاکھ بیوی کو دے دیتا ہے، عورت گھر کے تمام مصارف اسی سے پورے کرتی ہے، اس کو شرع میں توہین کہتے ہیں، اسی صورت میں روپیہ کل شوہر کا ہی رہتا ہے۔ ۶۱۵
- ۶۲۰ رہائش مشترکہ نہ ہو اور شوہر اپنے عورت کے حقہ کا نفقہ اس کو مانگ دے تو اس کی مانگ عورت ہوگی اور چکائے گی اس کا بروگہ ۹۔ ۶۱۵
- ۶۲۱ اولاد کے لئے جو نفقہ ہے وہ دفعہ حاجت کے لئے ہے تو اس میں جو بچا ملک شوہر پر ہے گا۔ ۶۱۶
- ۶۲۲ عورت اور دیگر محارم کے نفقہ کا فرق۔ ۶۱۶
- ۶۲۳ تہذیبی کے سبقت ظہری کی تصحیح ۶۱۷
- ۶۲۴ عورت اور بچوں کا نفقہ ایک ساتھ عورت کو دیا تو عورت اس کی مانگ نہ ہوگی۔ ۶۱۷
- ۶۲۵ مشاع اور جھولی کا ہیہ صحیح نہیں۔ ۶۱۸
- ۶۲۶ عورت نے شوہر کو روپیہ دیا اور تقاضا نہیں کیا یہ دلیل تمذیک نہیں۔ ۶۱۸
- ۶۲۷ سائمت کی طرف قوی منسوب نہیں کیا جاتا۔ ۶۱۸
- ۶۲۸ لڑکی نے باپ سے کہا آپ نے میرے روپے سے مکان خریدا لہذا مکان میرا ہے گواہوں سے روپیہ
- ۶۱۸ کی معینہ مقدمہ ثابت کر دے گی تو باپ اسے روپیہ کا مقدمہ ہوگا، مکان پھر بھی باپ کی ہی ملک رہے گا۔ ۶۱۸
- ۶۲۱ ایک بطیت قاضی کی تبلیغ پر غصہ تنبیہ۔ ۶۲۱
- ۶۲۲ تعاب کے بعد گواہ اس وقت نہیں لئے جاتے جب ان کی گواہی سے دعویٰ ثابت ہو جائے ثبوت نہ ہو تو مزید گواہوں کا مستغنا قاضی پر فرض ہے۔ ۶۲۱
- ۶۲۳ عدم ثبوت قضا نہیں۔ ۶۲۱
- ۶۲۴ ایسے قاضی کا حکم ماننا حرام ہے۔ ۶۲۲
- ۶۲۵ ایسا قاضی سزا کے قتل کا مستحق ہے لیکن یہاں سزا دینے والا بادشاہ اسلام نہیں۔ ۶۲۲
- ۶۲۶ جب باپ نے طلاق کے بغیر لڑکی کا دوسرا نکاح پڑھایا، وہ دیوث ہے۔ ۶۲۲
- ۶۲۷ لڑکی بدستور اپنے شوہر کی بیوی ہے۔ ۶۲۲
- ۶۲۸ مہر کے دعویٰ کے بغیر گواہی نہیں۔ ۶۲۲
- ۶۲۹ نکاح خواں نے اپنے نکاح پڑھانے کی گواہی دی تو وہ مقبول نہیں۔ ۶۲۳
- ۶۳۰ زنانہ کی تہمت لگائی اور گواہ نہ پیش کئے تو حد قذف کے لائق ہیں۔ ۶۲۳
- ۶۳۱ ہندوستان میں بادشاہ اسلام نہیں اس لئے حد قذف نافذ نہیں ہو سکتی۔ ۶۲۳
- ۶۳۲ جو جھوٹے مشہور چوں ان کی گواہی کبھی مقبول نہ ہوگی۔ ۶۲۳
- ۶۳۳ قاضی معلن کی امامت مکروہ ہے۔ ۶۲۴

- توبہ صادقہ سے ان کا حال بدل جائے تو ان کے
چیکے غماز جواز ہوگی۔ ۶۱۴
- بہرہ صرف زبان سے نکلی نہیں ہوتا۔ ۶۱۴
- مرادہ کو گواہ قرار دینے سے بہرہ ثابت نہ ہوگا۔ ۶۱۴
- قابل تقسیم چیز کا بہرہ بلا تقسیم صحیح نہیں۔ ۶۱۵
- اعد المتعاقبین میں سے کوئی قبضہ سے پہلے مر جائے
بہرہ باطل ہے۔ ۶۱۵
- دعویٰ بہرہ اس بات کا اقرار ہے کہ مدعی بہرہ
کی ملک ہے۔ ۶۱۵
- اسلام میں تسلیم ملک کے بعد تہادی کوئی
چیز نہیں۔ ۶۱۶
- جب تسعین تاریخ نوم ماہ موجود ہو تو ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹
ہوئے کھنے سے ہمالت نہ ہوگی۔ ۶۱۶
- دعویٰ ملک میں تاریخ میں اختلاف ناقض شہادت
ہے طلاق میں نہیں۔ ۶۱۶
- گھانا، احوال، قذف، وصیت، رہن، دیں،
قرض، بیع و شراء، عتاق، وکالت، طلاق،
اقرار، ابراء میں زمان و مکان میں اختلاف
قبول شہادت میں مضر نہیں۔ ۶۱۷
- تک سہ سلام و کلام ہاجرت ہے، ہاجرت
اور عداوت میں عام و خاص میں وجہ کی
نسبت ہے۔ ۶۱۷
- عداوت و نیرویہ کی مثالیں
ہاجرت کو عداوت و نیرویہ سمجھنا غلط ہے، یہ
عداوت دینیہ بھی ہو سکتی ہے۔ ۶۱۷
- عداوت و نیرویہ جب تک فسق و فجور کی طرف منجر
نہ ہو شہادت قبول ہوگی۔ ۶۱۷
- عداوت و نیرویہ کے سبب شہادت نہ قبول کرنا
متاخرین کا مذہب ہے۔ ۶۱۸
- صحیح اہل عقد پر یہ ہے کہ قبول ہے۔ ۶۱۸
- محقق کی تحقیق کو متاخرین بھی مطلقاً عداوت
و نیرویہ کو عدم قبول کا سبب نہیں قرار دیتے۔ ۶۱۹
- طرخداري مطلقاً مانع قبول شہادت نہیں۔ ۶۲۰
- عناجم کی شہادت قبول نہیں اس کا مطلب
فریق مقدمہ ہے۔ ۶۲۰
- جب دوستی اس حد کی ہو کہ ایک دوسرے
کے مال میں بے تکلف تصرف کریں تو گواہی
قبول نہیں۔ ۶۲۱
- مقدمہ جب طویل ہو جائے تو پیر و کار، بھائی،
ابن عم کی شہادت مقبول نہ ہوگی۔ ۶۲۱
- گواہوں میں اختلاف کی تطبیق۔ ۶۲۲
- خصل کبھی مباشر کبھی آمر کی طرف منسوب ہوتا ہے
قدم ذکر و کرم نہیں ایسے اختلاف خود قرآن
میں ہیں۔ ۶۲۲
- بعض وقت ظروف کی نسبت میں دو جہتیں
ہوتی ہیں جن کو قرآن سے متعین کیا جاتا ہے۔ ۶۲۳
- گواہوں کا بیان ایسا مختلف نہیں کہ تاویل
نہ ہو سکے سبب میں تطابق ممکن ہے۔ ۶۲۵
- دعویٰ سے ذائد باتوں کے اختلاف سے
گواہی پڑ نہیں پڑتا۔ ۶۲۶

- ۶۵۵ دعویٰ کے وقت قاضی کو دوسرا رنگ بتایا اور
۱۱ اُسے شہادت کے وقت دوسرا یہ اختلاف
بھی مقرر نہیں۔ ۶۴۶
۶۴۷ مدعی اور مدعا علیہ کے کپڑوں یا سواری کے
رنگ میں گراہوں نے اختلاف کیا، اگر اسی مقبول
ایقانہ طلاق کے الفاظ کے بارے میں گراہوں
نے اختلاف کیا، اگر اسی مقبول ہے۔ ۶۴۸
۶۴۹ معمول اختلاف سے شہادت غیر مقبول ہوں تو
مستحق ضائع ہوں، ظالم اموال اور غریب پر
دسترس پالیں۔ ۶۴۹
۶۵۰ آج کل کچھ یوں ہیں وکیلوں کے جرح کی مذمت
قاضی ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ کی روایت مدورہ کو
ان کا مذہب قرار دینا ضابطہ کے خلاف ہے۔ ۶۵۰
۶۵۱ جہر و تمس و ریب کی بنا پر شہادت رد نہ کیا جائے گی
جو کچھ ظاہر الرعاۃ سے خارج ہے ہمارے اندک
مذہب نہیں ہے۔ ۶۵۱
۶۵۲ قتل و جرح پر قضا و افتار جل اور خرق
اجماع ہے۔ ۶۵۱
۶۵۳ امام اعظم کے قول پر فتویٰ اور قضا واجب ہے
نصوص فقہیہ۔ ۶۵۱
۶۵۴ قاضی کو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے
مذہب کے موافق فیصلہ کا حکم ہوا اس نے
کسی دوسرے مذہب کے موافق حکم کیا معذول
ہوگا۔ ۶۵۱
۶۵۵ قول ضعیف قاضی مجتہد کے فیصلہ سے قوی
جو جاتا ہے۔ ۶۵۵
۶۵۶ جو فیصلہ ظاہر الرعاۃ کے خلاف ہو باطل ہے۔ ۶۵۶
۶۵۷ روایت مدورہ کا حکم مطلقاً مشہد کی بنیاد پر نہیں
بلکہ جب قاضی کو گراہوں کے جھوٹ ہونے کا
ظن ہو۔ ۶۵۷
۶۵۸ امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں غیر القرون
ختم ہو چکا تھا، کذب شائع اور عدم اعتقاد عام
ہو چکا تھا جھوٹ کا ابتلا سب عام شہاد توں کو
مطلقاً بے اعتبار نہیں کر سہ۔ ۶۵۶
۶۵۹ چھ ہی مہینہ کے بعد واقعہ طلاق کو گراہوں میں
مشہد کا سبب بنانا بھی غلط ہے۔ ۶۵۶
۶۶۰ مردوں کی سخت گیری کے لحاظ سے عورتوں
کی سرکشی نادر ہے۔ ۶۵۷
۶۶۱ مردوں کے نسبت عورتوں کو طلاق سخت
ناگوار ہے۔ ۶۵۷
۶۶۲ مردوں میں سختی کے وقت طلاق کی دہا
عام ہے۔ ۶۵۷
۶۶۳ طلاق و حرام کا مسئلہ ضرور محل احتیاط ہے
لیکن طلاق میں دونوں طرف یکساں خطر ہے۔ ۶۵۸
۶۶۴ شہادت جہاں تک ممکن ہو صحت پر عمل
کی جائے گی۔ ۶۵۸
۶۶۵ کثرت شہادت میں بھی کوئی حرج نہیں ہے۔ ۶۵۸
۶۶۶ وثیقہ نویس ہزاروں دستاویز لکھتا ہے اور
سب کا گواہ ہوتا ہے۔ ۶۵۸
۶۶۷ گورنمنٹ کی مخبری فسق ہے مگر مہتم کو انکار ہر تو

۶۵۹	قسم کھا کر کہنا "تو میری عورت نہیں" طلاق	۶۵۹	تسبیح ضروری ہے۔
۶۶۳	واقع نہ ہوگی۔	۶۵۹	تسبیح بالرفا۔ کا ایک مقدمہ
۶۵۹	عقدا لفظ اشہد یا شہادت میدہم یا گواہی دیتا	۶۵۹	تسبیحات
۶۵۹	ہوں اکو شہادت سے متصل ہونا چاہئے ورنہ	۶۵۹	تجوید عدالت
۶۶۶	شہادت مقبول نہ ہوگی۔	۶۵۹	حکم
۶۶۹	قسم اور قسم میں جو زیادتی تاکید کے لئے ہو وہ	۶۶۹	بطلان دعویٰ کے دلائل
۶۶۶	مقرر نہیں۔	۶۶۹	عقدا وارث اور مورث شخص واحد کے مثل ہیں
۶۶۶	قسم اور قسم میں سکوت سے فاصلہ ہو	۶۶۹	مورث کے اقرار کے خلاف وارث کا دعویٰ
۶۶۶	تو قسم صحیح نہیں۔	۶۶۹	تینا نقص ہے اور یہ مبطل دعویٰ ہے۔
۶۶۸	شہود یہ اور لفظ اشہد میں فصل کی مثالیں۔	۶۶۹	عقدا واپسی دستاویز کا مدعا علیہ کی ملک ہو
۶۶۸	مترقیہ میں شہادت کسی دوسرے پر آئیوںے	۶۶۹	صرف رسید پانے کا دعویٰ کر سکتا ہے۔
۶۶۸	حق کی خبر ہے۔	۶۶۹	دستاویز مدعی کی ملک ہو تو دعویٰ میں کاغذ کی
۶۶۸	تسلل شہادت بہت ناذک ہے۔	۶۶۹	مقدار اور صفت بیان کرنا ضروری ہے۔
۶۶۸	یہ غلام کی ملک ہے اور اس کا حق اس طرح	۶۶۹	عقدا بیویوں کو سود کے حساب میں کمال شہادت
۶۶۸	گواہی نہیں دے سکتا "یہ کہنا ہوگا کہ اس کا	۶۶۹	ہوتی ہے، دعویٰ میں حساب بہت گندہ ہے
۶۶۸	حق ہے۔	۶۶۹	اس لئے یہ قرینہ واضح ہے کہ دعویٰ غلط ہے
۶۶۹	مقیم الکلام کہ ایک جہارت کی توضیح، اور	۶۶۹	حساب کی غلطی کا بیان
۶۶۹	عالمہ طرابلسی کی توضیح پر نظر۔	۶۶۹	مدعی کا ظاہر حال جس دعویٰ کی تکذیب کرے
۶۶۹	اس امر کی نصوص کہ حاکم نے کہا کس امر کی گواہی	۶۶۹	مقبول نہیں۔
۶۶۹	میتے ہو، تو شاہد نے اپنے بیان میں لفظ اشہد	۶۶۹	اقرار کے بعد غلط کا دعویٰ مردود ہے۔
۶۶۹	نہ کہا تب بھی گواہی مقبول نہ ہوگی۔	۶۶۹	شہادتوں کا نقص۔
۶۸۰	سوال جواب میں دہرایا ہوا مانا جاتا ہے۔	۶۶۹	عقدا حقوق عباد میں شہادت کی شرط صحت
۶۸۰	مدعی نے دعویٰ میں ماضی کا لفظ استعمال کیا	۶۸۰	دعویٰ ہے۔
۶۸۱	دعویٰ مقبول نہیں، اور گواہی میں ایسا کیا تو	۶۸۰	عقدا شہادت کے لئے گواہی دیتا ہوں "کہنا
۶۸۱	گواہی مقبول نہیں۔	۶۸۰	ضروری ہے اخبار کے الفاظ سے گواہی صحیح نہیں۔

- ۶۸۲ عکس موجود پر شہادت دی، تو مدعی، مدعا علیہ اور مدعو ہم کی طرف اشارہ ضروری ہے۔
- ۶۸۳ غائب میں باپ کے ساتھ دادا کا نام بھی ضروری ہے۔
- ۶۸۴ شہادہ کا حاضر کو پہچاننا ضروری۔
- ۶۸۵ گواہ مدعی، مدعی علیہ اور مدعو کا نام و نسب بیان کریں اور اس کو نہ پہچانیں، تو گواہی نامقبول ہے۔
- ۶۸۶ عہد شہادت میں حاضر پر اشارہ کا مطلب ایسا لفظ ہے کہ حاضر کی طرف اس سے اشارہ ہو۔
- ۶۸۷ اعتصار کا اشارہ جب کلام سے متعلق ہو تو یہ بھی کلام کے معنی ہو جاتا ہے۔
- ۶۸۸ عکس متبہ کی ولایت کو دہیٹے والے کی طرف کرنا ازہر سے قرآن غلط ہے۔
- ۶۸۹ شہادت میں تصریح کا مطلب معهود ذہنی نہیں ہوتا بلکہ الفاظ سے تعین ضروری ہے۔
- ۶۹۰ عکس دعویٰ یہ ہو کہ بیعت نامہ اور کرایہ نامہ میں فرق کا نام فرضی ہے، حقیقت یہ معاملہ شوہر سے ہے، اور گواہی میں نہ اپنے علم کا ذکر نہ مدعی کے اقرار کا۔ گواہوں کا صرف یہ بیان کہ مدعی نے ہم سے کہا باطل اور مردود ہے۔
- ۶۹۱ قہر کی ملک کو اپنی طرف منسوب کرنا شائع و ذائع ہے۔
- ۶۹۲ میناں بیوی میں یہ انبساط ہی ہے کہ ایک دوسرے کو اپنی زکوٰۃ نہیں دے سکتا۔
- ۶۹۳ ذکیل موکل کی ملک کو اپنی طرف منسوب کرنا ہے یہی حالی نوک کا آقا کی ملک میں ہے، وصی کا عتیم کی ملک میں متولی کا مال وقت میں ہے۔
- ۶۹۴ کسی چیز کے بارے میں دعویٰ کیا میری ہے۔
- ۶۹۵ پھر کہا وقت ہے، دعویٰ مسموع ہو گا۔
- ۶۹۶ قرآن عظیم میں عتیم کے مال کو اولیاء کا مال کہنا علت اصح ہے۔
- ۶۹۷ قرآن عظیم نے حضرت خدیجہ (مکبریٰ رضی اللہ عنہا) کی بالذاری کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بالذاری کہا۔
- ۶۹۸ پردہ نشینوں کا رویہ ان کے شوہروں کو ہی دیا جائیگا اور وہی رسید دیں گے۔
- ۶۹۹ خاص خاص گواہان مدعی پر الگ الگ تعین۔
- ۷۰۰ شہادوں کے اشارہ اختلاف۔
- ۷۰۱ زبان و مکان میں اختلاف شہادت کو مضر نہیں مگر یہ کہ دونوں گواہ یہ کہیں کہ ہم دونوں مدعی کے ساتھ ایک دن اور ایک ہی جگہ تھے۔
- ۷۰۲ شہادت میں مجاز مقبول نہیں۔
- ۷۰۳ جب گواہ قابل اطمینان نہ ہوں تو زائد باتوں میں اختلاف بھی مضر شہادت ہے۔
- ۷۰۴ شہادہ کے جہاں میں تعارض۔
- ۷۰۵ شہادہ کو جب شہادت یا نہ ہو تو کلی یا دشت پر گواہی باطل ہے۔
- ۷۰۶ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تحریر سے گواہی اس وقت مقبول ہے کہ گواہ اس کا اقرار نہ کرے۔
- ۷۰۷ جو علم مقدار فرض کفایہ نہ سکے فاسق مرد و انشہاء ہے۔

جب گواہوں کی حالت مشتبہ ہو تو تحریری مسدق

ضروری ہے۔

دعویٰ اشتباہ

تجزیہ اور فیصلہ پر تنقید۔

دعویٰ صحیح نہیں تو آگے کی کارروائی بیکار ہے۔

گواہی باطل ہو اور مدعا علیہ اقرار یا انکار

کچھ نہ کرے تو طریقہ حکم مسدود ہے۔

تقصیر ما گواہوں سے ثابت نہیں۔

رسمید بھی ثابت نہیں۔

تجزیہ کا تناقض

رسمید پر دستخط کرنا معاملہ کے شود ہونے کی دلیل

نہیں بلکہ شود نہ ہونے کی دلیل ہے، اور اس سے

تقصیر ۳۰۲ باطل ہو جاتی ہے۔

تجزیہ کا شہادتوں کو رد اور تحریر یعنی رسمید سے

اسس کی تائید ماننا باطل ہے۔

تجزیہ نے رسمید بھی کی ایک اور بری غلطی ظاہر کی

غلط خط کے مشابہ ہوتا ہے اس کا اعتبار نہیں۔

مظنون وہ مظنونی پر فیصلہ کی بنیاد غلط ہے۔

فیصلہ میں شہادت مردودہ پر اعتبار کیا۔

اصل واقعہ کو صحیح ماننا، اور صرف رجسٹری نہ ہونے

سے اعتبار نہ کرنا غلط ہے۔

یہ کہنا کہ مرتب نے مشتی مردودہ کو کرایہ پر دیا لہذا

کرایہ اور مرچوں کے جملہ محاصل حق راہیں نہیں

غلط ہے۔

صحیح حکم یہ ہے کہ مرتب مرچوں کو بے لجانہت ہی

کرایہ پر دے تو کرایہ مرتب کی ملک غبیٹ ہے

صدقہ کرے یا راہیں کو دے۔

ایسی رقم کو اصل قرض میں جوائی کے ذاتی قرار

دینا صحیح نہیں ہے۔

ساتویں نتیجہ بھی مدعا علیہا ثابت ہے۔

قبضہ مرتب کا اقرار خود کشی حادثہ مدعی نے

کیا ہے۔

قوی نتیجہ بے فائدہ اور قابل قیام تھی ہی نہیں۔

دوسرے کے پیسہ سے کوئی چیز خریدی بیع مشتری

کے حق میں ثابت ہے۔

بقیہ تحقیق غیر متعلق اور غیر مضید ہیں۔

حکم شرعیہ ہے کہ جی کا فیصلہ باطل ہے اور

مدعا علیہ دعویٰ باطلہ مدعیان سے بری۔

مشتری کہتا ہے آٹھ آنہ قیمت ملے ہوتی تھی بائع

نے ساتھ سے چار روپیہ بتایا۔ ایسی صورت میں

جو اپنا دعویٰ گواہوں سے ثابت کرے اس کے

حق میں فیصلہ ہو گا۔

دونوں طرف گواہان عادل ہیں تو بائع کے گواہ

مقبول ہوں گے۔

دونوں گواہ پیش ذکر سکیں تو مشتری سے قسم

طلب ہوگی، انکار پر بائع کے حق میں فیصلہ

ہو گا اور قسم کھالے تو بائع سے بھی قسم لی جائیگی

وہ انکار کرے تو فیصلہ بھی مشتری اور وہ

بھی انکار کرے تو بیع کے فسخ کرنے کا حکم

دیا جائے گا۔

- ۴۱۱ شفعہ کا ایک معاملہ
۴۱۲ دعویٰ نام و عام ہے۔
۴۱۳ طلب شفعہ کی حکایت کو دعویٰ سمجھنے کی غلطی۔
۴۱۴ قعین کی دو قسمیں
۴۱۵ مشاع اشیا میں قعین سے مراد قعین مقدار ہے۔
۴۱۶ مشاع کی بیع بالاجماع بیع جائز ہے۔
۴۱۷ عرضی دعویٰ اور بیان شاہدین میں تطبیق کا بیان۔
۴۱۸ یہ اعتراض بے معنی ہے کہ مدعی نے عرضی دعویٰ میں طلب ہذا المشتري کیا، اور گواہ کے بیان میں طلب خفاء بیع بھی ہے۔
۴۱۹ دس حصوں میں سے ایک کا مطلب یہ بھی ہے کہ ہر حصہ میں سے ایک ایک حصہ۔
۴۲۰ قرآن شریف کی آیت بین احد من رسلہ کا مطلب بین احد واحد من رسلہ ہے۔
۴۲۱ جب مدعی کا حق شفعہ صرف بعض بیع میں ہو تو شفعہ کے صنفہ میں تفریق جائز ہے۔
۴۲۲ مشتری بیع کی واقعیت کا مدعی ہے اور بائع کے وارثان فرضی ہوں گے، وارثوں سے گواہ مانگے جائیں گے، اور وہ گواہ پیش نہ کریں تو قسم سے مشتری کا قول معتبر ہوگا، قسم سے انکار کئے تو بیع کے فرضی ہونے کا حکم ہوگا۔
۴۲۳ وارثان بائع اگر اس مضمون کی گواہی پیش کریں مقبول ہوگی ورنہ نہیں کہ بعد بیع بائع اور مشتری دونوں نے اقرار کیا تھا کہ ہم نے بیع فرضی کیا۔
۴۱۱ مشتری بیع قطعی کا مدعی ہو اور دعا علیہ بیع تجربہ کا گواہ بائع پیش کرنا ہوں گے، مشتری کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہوگا۔
۴۱۲ مشتری سے گواہ مانگنا اور ان سے بحث خلاف ضابطہ ہے۔
۴۱۳ تجلہ کے مدعیوں کو صرف یہ گواہی پیش کرنا ہوگی کہ مشتری نے بعد بیع اس کے فرضی ہونے کا اقرار کیا۔
۴۱۴ بائع اس مکان میں مرتے دم تک رہا۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مشتری کا قبضہ نہ ہوا، یہ صحت بیع کے منافی نہیں۔
۴۱۵ بائع رہ جائے تو گواہوں کا یہ کہنا کہ مکان بائع کا ہے غلط ہے، مردہ کسی چیز کا مالک نہیں۔
۴۱۶ "مکان بائع کا تھا" یہ کہنے سے نہیں ثابت ہوتا کہ انھوں نے بیع نہیں کیا۔
۴۱۷ دستہ صاحب حال کی گواہی حادثہ گواہی کے خلاف معتبر نہیں۔
۴۱۸ بائع اور اس کی بیوی میں اختلاف ہونے سے بھی بیع کا فرضی ہونا ثابت نہیں ہوتا۔
۴۱۹ بائع بیع کے فرضی ہونے کا اقرار کرے تو بھی فرضی نہیں قرار پائے گی۔
۴۲۰ بائع کا بیع کے فرضی ہونے کا قول متناقض ہے اور متناقض دعویٰ مردود ہے۔
۴۲۱ محفل گواہی معتبر نہیں۔
۴۲۲ خاسق معان کی گواہی معتبر نہیں۔

- مستور کی گواہی جب تک وکیل صادق سے غلبہ ظن نہ ہو جائے مردود ہے۔ ۴۲۳
- تقاضی کو گواہ کے کذب کا گمان غالب ہو یا کذب صدق دونوں کا مساوی گمان ہو بیع باطل ہے۔ ۴۲۳
- مدعا علیہ کو گواہوں کی ضرورت نہیں۔ ۴۲۴
- مدعا علیہ کے گواہوں پر فیصلہ کی تنقید دی کا جواز ۴۲۴
- مستور الحال ہونا مطلقاً مردود نہیں، اور فی مانحی قید میں طرفین کے گواہ مستور الحال ہیں۔ ۴۲۴
- قیمت زاد لکھوانا بیع کے فرضی ہونے کی دلیل نہیں۔ ۴۲۴
- رجسٹرار کے سامنے بیع ثمن ادا کرنا بھی بیع کے فرضی ہونے کی دلیل نہیں۔ ۴۲۴
- رجسٹرار کے سامنے زر ثمن کی پیشگی ادائیگی بھی بیع کے فرضی ہونے کا ثبوت نہیں۔ ۴۲۵
- باتع کار جبری آفس سے دستاویز چھانا بھی فرضیت بیع کی دلیل نہیں۔ ۴۲۵
- فیصلہ نے کس گواہوں میں سے صرف دو کا ذکر کیا اس لئے کہ وہ سب ناقابل ذکر تھے اس سے فیصلہ پر اثر نہیں پڑتا۔ ۴۲۶
- حکم شرعی، فیصلہ قابل منسوخی ہے۔ ۴۲۷
- ترورث کے ترکہ سے کس دین کی ادا مقدم ہے۔ ۴۲۷
- راہن نے مکان مرہونہ پر قبضہ کا دعویٰ گواہوں سے ثابت کر دیا تو رہن ثابت ہوگی، اگر راہی کا اس مکان پر قبضہ ہو تو مرہمن کی طرف سے عاریۃ مانی جائے گی۔ ۴۲۷
- ایسی صورت میں راہی کا قبضہ سب قرضوں پر مقدم ہوگا۔ ۴۲۸
- مشاع کا رہن فاسد ہے مگر رہن میں صحیح و فاسد سب کا حکم ایک ہے۔ ۴۲۸
- راہن نے صرف رہن کا دعویٰ کیا تو دعویٰ مسرور نہیں اگرچہ گواہوں نے قبضہ کی بھی گواہی دی۔ ۴۲۹
- راہن نے قبضہ کا بھی دعویٰ کیا لیکن قبضہ کے گواہ نہ پیش کرے گا تب بھی رہن ثابت نہ ہوگا۔ ۴۳۰
- مرہمی پر مرہمن کے قبضہ سے پہلے راہی کو رجوع کرنے کا حق حاصل ہے۔ ۴۳۰
- صرف دستاویزی قبضہ کا ذکر ہوا اور گواہوں سے اس کی تصدیق نہ ہو سکی تو بھی رہن ثابت نہیں۔ ۴۳۰
- مہر عام قرضوں کی طرف ہے۔ ۴۳۱
- مکان کا پرستہ قبضہ ہے اور قبضہ دلیل ملک۔ ۴۳۲
- تاجران قدیم سے جدید اسی طرف ہمانے کا حق حاصل ہے، اس کے خلاف تصرف بجا ہے۔ ۴۳۲
- وقف کے کرایہ دار کی بذمتی ظاہر ہو تو متقاضی جائیداد اس کے ہاتھ سے نکال لے۔ ۴۳۵
- کرایہ بڑھ گیا اور وقف کی جائیداد کا مستاجر کرایہ دینا نہ چاہے تو اجارہ فسخ کر دیا جائے۔ ۴۳۵
- مدعا علیہ کا صرف زبانی بیان قابل سماعت نہیں، نہ اس کے سبب خصوصیت کسی دوسرے کی طرف منتقل ہو سکتی ہے۔ ۴۳۵
- تقاضی پر واجب ہے کہ مدعی جب دعویٰ ثابت کر دے فیصلہ اس کے حق میں کرے مقدمہ مرد کار دعائی کے لئے آگے بڑھانا جائز نہیں۔ ۴۳۵

دعویٰ اس کے خلاف ہوگا جس کا قبضہ ہو۔ ۳۶ | دستاویز حجت نہیں۔ ۳۷

فہرست ضمنی مسائل

فوائد تفسیریہ

عمتائد و کلام

- آیہ کریمہ اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و
اولی الامر منکم میں کراہۃ اطیعوا کی حکمت۔ ۵۲۰
دو آیتوں کی تفسیر
وکن یجعل اللہ للکفرین علی المؤمنین
سببِ لا میں سبیل سے مراد سبیل دینی ہے۔ ۵۲۲
قرآن شریف کی آیت بین احدی من رسلہ
کا مطلب بین احد واحد من رسلہ ہے ۵۱۴
۱۳۱ حکم اللہ و رسول کا ہے اس کے خلاف دنیا میں
کسی کو مجال دم زدن نہیں۔
۲۲۲ ہر عطائی کمال حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
کے لئے خاص ہے اور دوسروں کو انھیں کے
۴۸۹ واسطہ سے حاصل ہے۔
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مشورہ کے
محتاج نہ تھے ان کا مشورہ تعلیم امت و فیسد
فوائد کے لئے تھا۔ ۴۹۰
۴۸۴ اتبعوا السواد الاعظم کا حکم اعتقاد کے بارے
میں ہے مسائل فرعیہ فقہیہ کو اس سے علاقہ
نہیں۔ ۴۱۰
۴۹۲ قوم درزی کا کوئی دین نہیں وہ خود اپنے کو مسلمان

فوائد حدیثیہ

- حدیث انت و ما لک لایمک کا مطلب۔ ۲۸۴
ایک دگداز حدیث شریف ۴۱۰

کہتے ہیں۔

۵۵۲ قیمت مناعی کا اعتبار ہو گا دوزی کا نہیں۔ ۳۷۰

طہارت

ایک معارضہ جس کو وضو کے لئے پانی اور مٹی دونوں نہ ملے وہ کیا کرے۔ ۵۵۱

۶۸۷ میاں پوری میں یہ انضباط ہی ہے کہ ایک دوسرے کو اپنی زکوٰۃ نہیں دے سکتا۔

نکاح

نماز

قدہ ادلی میں تمام کے بھول کر کھڑے ہو جانے کا مسئلہ۔ ۳۳۲
مزوری کی نیت سے نماز پڑھی فرض ساقط ہو جائے گا۔ ۵۵۷

۱۰۹ نکاح کی گواہی مناع کی بنیاد پر بھی جاسکتی ہے مرقوزی کا عرصہ دراز تک میاں پوری کی طرح رہنا نکاح کی علامت مشتبہ سے ہے۔ ۱۰۹
شہر کا اقرار بھی مثبت نکاح ہے ۱۱۰
خاصی نکاح پڑھانے کی گواہی دے تو مقبول ہے۔ ۱۳۹

احکام مسجد

مسجد کی دیوار کے جڑ حصہ پر بھی کسی نے مکان بنایا ڈھاکہ دیوار خالی کی جائے گی۔ ۹۰۰

۱۳۹ نکاح ثابت ہے۔
۱۳۹ نکاح مستلزم وقوع تزویج نہیں۔
۱۳۰ تنہا عورتوں کی گواہی مثبت نکاح نہیں ہو سکتی مسلمانوں کو کافروں کے طریقے پر نکاح کرنا جائز نہیں۔ ۱۷۹

امامت

جمعہ میں غاسی کی اقدار جائز ہے جبکہ جمعہ ایک جگہ ہوتا ہو۔ ۵۵۵

۵۵۵ مایہ ذیل کے ساتھ زمانہ کا ایک بار اقرار کر لینے سے حرمت مصاہرت ثابت ہو جاتی ہے،
۶۲۳ شہر کا بار بار اقرار کرنا ضروری نہیں۔ ۱۹۰

غاسی معلن کی امامت مکروہ ہے۔
۶۲۳ تو یہ صادق سے ان کا حال بدل جائے تو ان کے پیچھے نماز جائز ہوگی۔ ۶۲۳

۶۸۶ حروف دستاویزوں سے زوجیت کا ثبوت ہوگا
۲۸۶ نکاح کا اقرار اس بات کا اقرار کہ اس وقت نکاح میں ہے

زکوٰۃ

مصنوع ذیور کی زکوٰۃ خلاف جنس دی جائے تو

۳۲۰ قصہ نکاح صحت تکمیل پر موقوف نہیں۔
نکاح فضولی بھی جائز ہے، نفاذ البستہ
۳۲۰ طرفین کی اجازت پر موقوف ہوگا۔

۲۳۸	نکاح نامہ کا حکم	۲۳۸	عورت مہر مثل کے برابر یا کم کا دعویٰ کرے تو مہر مثل دیا جائے۔
۳۵۷	اکراہ کے ساتھ نکاح صحیح ہے۔	۳۵۷	مہر مثل سے نامہ کا دعویٰ شوہر کی رضایا
۱۸۳	صورت ایک شامہ کے بیان و اقرار سے نکاح ثابت نہیں ہوتا۔	۱۸۳	گواہان شرعی کے بغیر ثابت نہ ہوگا۔
۴۵۸	مختور علیہ اللہ علیہ وسلم زوجین یا اس کے والدین کی مرضی کے خلاف نکاح کر دیں نکاح نافذ ہے	۴۵۸	ایک عورت کو پوری جائداد مہر کے عوض بیع کر دی دوسری کو اس میں کوئی حق نہ پہنچے گا ہاں دوسری کو محرم کر کے کی نیت سے ایسا کیا تو مجرم ہوا۔
۱۹۴	نکاح فضولی کے ذریعہ بھی ہو سکتا ہے۔	۱۹۴	مہر کے لئے فوراً یا تاخیر سے ۱۱ اینگی کی کوئی تصدیق نہ ہو تو دار و ہاں کے طرف پر ہوگا۔
۶۰۹	نکاح فضولی بالکل باطل نہیں ہوتا بلکہ موقوف منقذ ہوتا ہے۔	۶۰۹	مہر بھل کے دعویٰ کو عورت کو ہر دم حق حاصل ہے
۲۳۲	جب باپ نے طلاق کے بغیر لڑکی کا دوسرا نکاح پڑھایا وہ دوقوت ہے۔ لڑکی بدستور اپنے شوہر کی بیوی ہے۔	۲۳۲	جب کل مہر کے عوض جائداد مہب ہو کل مہر ساقط ہو گیا چاہے کتنا بھی ہو۔
۲۳۳		۲۳۳	دوقی مہر کے عوض جو جائداد دی گئی وہ بیع ہوئی عورت اپنی زندگی میں اس میں ہر قسم کے تصرف کی مختار ہے
۱۰۰	شوہر نے مہر کے عوض جائداد دی، عورت نے قبضہ کیا، اگر اس کے بیان سے یہ ثابت ہو اس کے بعد مہر کے مقدار کا جائنا ضروری نہیں	۱۰۰	شوہر نے اپنا کوئی مکان بیوی کے مہر کے عوض بیع کر دیا، دوسری بیوی کی اولاد کو یہ حق نہیں کہ اپنی ماں کے مہر کے عوض اسکو نیلام کر سکیں۔
۳۳۲	نکاح میں ہر کے نکاح میں، عمر کی بہن ذیہ کے نکاح میں، دونوں عورتوں کے مرنے کے بعد ان کے مہروں میں مقاصد ہوگا۔	۳۳۲	نکاح کے وقت مہر نہ ہونے کی شرط نکاحی نکاح صحیح اور مہر مثل ثابت ہوگا۔
۱۴۳	شوہر نے زیور کا صرف مالک بنایا، جہت کی تصریح نہ کی، عورت مہر سے الگ کہتی ہے، اور دیگر ورثہ مہر میں دینے کا دعویٰ کرتے ہیں، تو وہ مذکور قسم کے ساتھ معتبر ہوگا۔	۱۴۳	گواہ اور مدعی میں مہر کی مقدار میں اختلاف ہو تو نکاح دونوں میں سے جو کم ہو اس پر ہوگا۔
۱۶۴		۱۶۴	مہر نکاح کے تابع ہو کر ان امور سے ضرور ہے کہ اس کی گواہی سن کر دی جاسکتی ہے مگر مہر کی صفائی ان میں سے نہیں۔

عورت مہر مثل سے تم کا دعویٰ کرے تو گواہ کی ضرورت نہیں، ہاں شوہر پر اسے مہر کا دعویٰ ہو تو بجائے یہیں کے عورت کے گواہ مقبول ہیں۔ ۴۷۸
مہر عام قرضوں کی طرح ہے۔ ۴۷۹

طلاق

طلاق کے متعدد گواہوں کا بیان ۱۱۱
طلاق میں سستی سنائی گواہی مقبول نہیں۔ ۱۱۴
طلاق کی گواہی صرف سن کر دی تو مقبول نہیں۔ ۱۱۵
ایک مرد ایک عورت کی گواہی سے بھی طلاق ثابت نہیں ہوتی۔ ۱۱۵
اتس صورت کا حکم جو گواہی سے طلاق ثابت نہ کر سکی مگر شوہر نے حقیقتہً طلاق دی ہے ۱۱۵
شہادت طلاق میں کہاں تاخیر جائز ہے اور کہاں نہیں۔ ۱۲۵
شہادت طلاق کی ادا میں تاخیر کی مختلف صورتیں۔ ۱۲۵
واقفہ طلاق ہو گئی عورت گواہوں سے ثابت نہ کر سکی تو کیا حکم ہے۔ ۱۲۷

صرف عورت کے بیان سے طلاق ثابت نہ ہوگی ۱۲۸
دوسری طلاق تک میاں بیوی کو ایک ساتھ رہنے کا حکم ہے۔ ۱۲۸
طلاق کے وقت میں گواہوں کا اختلاف ہو تو یہ موجب رد نہیں۔ ۱۲۹
ایک گواہ سے طلاق ثابت نہیں ہوتی۔ ۱۲۹

تارک صرف قول سے ہوتا ہے اس لئے شوہر کا کوئی فعل تارک نہیں قرار دیا جاسکتا۔ ۱۸۸
تہا عورتوں کی گواہی سے طلاق ثابت نہیں ہوتی۔ ۲۳۴

نصاب شہادت پر اسے طلاق۔ ۲۳۵
زمانہ طلاق کے بارے میں گواہوں کا اختلاف کچھ مختصر شہادت نہیں۔ ۲۳۵
مفتیوں کے فتویٰ کے موافق طلاق کا اقرار کیا بعد کو پتہ چلا فتویٰ غلط تھا اطلاع نہیں پڑی۔ ۲۳۶
قاصرہ نے باغ ہوتے ہی اپنے نفس کو اختیار کیا بے تعزیری قاضی اپنے نکاح سے الگ نہ ہوگی۔ ۵۲۲

اجنبیہ کے طلاق کو نکاح پر معلق کرنے واسطے کے بارے میں جنفی اور شافعی قاضی کے احکامات کا فرق۔ ۵۲۲
قسم کھا کر کہا تو میری عورت نہیں طلاق واجب نہ ہوگی۔ ۶۷۳

نسب

اولاد للفراش وللعاہر الحجوم۔ ۴۲۵
رواج عام کی تحریر سے نسب ثابت نہیں ہوگا ۴۲۹
جب وارث متعدد ہوں تو ایک کے اقرار سے عورت پر نسب نہیں ثابت ہوگا۔ ۴۵۰
ایسے رشتے کا اقرار جو اپنے غیر پر نسب لازم کرتا ہو شرعاً بیکہ ضعیف ہے۔ ۴۵۱

مستثنیٰ کی ولایت خود لینے والے کی طرف کرنا
از روئے قرآن غلط ہے۔

۶۸۵

حدود و تعزیر

جو مسلمان ایسے ناجائز کاموں کے طرہ دار ہوں
شرعاً تعزیر کے مستحق ہیں اور ان پر قہراً لازم ہے۔ ۱۷۹
زنا کی تہمت لگائی اور گواہ نہ پیش کئے تو

حدود قذف کے لائق نہیں۔ ۶۲۳

ہندوستان میں بادشاہ اسلام نہیں اسی لئے
حدود قذف نافذ نہیں ہو سکتی۔ ۶۲۳

۶۰۶

نفقت

تنگ دست والدین کا نفقہ کشادہ دست
فرط کے پر ہے۔

غائب کے مال سے زوجه اور اولادین، اپنے
حق کی جنس سے بغیر قضاے قضا ہی
لے سکتے ہیں۔ ۳۱۵

میاں بیوی ایک ساتھ رہتے ہیں، شوہر کل
آمدنی لاکھ بیوی کو دے دیتا ہے، عورت
گھر کے تمام مصارف اسی سے پورے کرتی
ہے، اس کو شروع میں تمویں کہتے ہیں، اس

۶۱۵

مہورت میں روپیہ کل شوہر کا ہی رہتا ہے۔
رہائش مشترکہ نہ ہو اور شوہر اپنے عورت کے
حصہ کا نفقہ اس کو الگ دے تو اس کی
مالک عورت ہوگی، جو بچائے گی اس کا ہوگا۔ ۶۱۵

اولاد کے لئے جو نفقہ ہے وہ دفع حاجت کیلئے
ہے تو اس میں جو بچا بلکہ شوہر پر رہے گا۔
عورت اور دیگر محارم کے نفقہ کا فرق۔ ۶۱۶

عورت اور بچوں کا نفقہ ایک ساتھ عورت
کو دیا تو عورت اس کی مالک نہ ہوگی۔ ۶۱۷

۶۱۶

۶۱۷

حج

قاضی کن کن دھڑی کو گھر کر سکتا ہے۔ ۵۳۷

۱۶۹

معاشرت

دو بیویوں میں عدم مساوات پر وبال۔ ۱۶۹

تجر کی دو قسمیں

جسے دو وقت پر حجر کے بارے اختلاف ائمہ
موجودہ پچھریوں کے حجر کے بعد بھی نہ وقت کیا
وہ نافذ اور جائز ہے۔

شرکت

شرکت ملک میں شریک دوسرے کے حصہ میں
اجنبی ہوتا ہے۔

شرکت ملک کی تعریف
شروع کی صورت میں ملک کے ہر ذرے پر
شریک کا حق ہوتا ہے۔

لا کا باپ کے خیال میں ہوا اور باپ کی اعانت
کے طور پر جو کما سے وہ باپ کا ہے۔

لڑکے نے باپ کے خیال سے ایک ہو کر کما یا یا
ذاتی مال سے کوئی تجارت کی یا باپ کے کسب
سے ایک کوئی کسب کیا یہ سب بیچے کا ہو گا۔
شرکت کا علم ہونا شریک ہونے کا مستلزم نہیں۔

بیع

غلام اور آزاد کو ملا کر بیچا تو بیع باطل ہے۔
اپنے غلام اور دوسرے غلام کو ملا کر بیچا تو اس
کے غلام میں بیع نافذ ہو گی۔

شریک کے حصہ کی بیع فضولی کی بیع ہے اس
کی اجازت پر موقوف ہو گی۔

بیع کی خبر پاکر خاموش رہنا اجازت نہیں ہے

۵۳۷ بیع موقوف کی اجازت عورت کی عورت کے بعد

۵۳۸ وارث نہیں دے سکتے۔

۱۵۸ بیع فضولی بیع موقوف ہوتی ہے، مالک نے
خود بیع توڑی تو بیع موقوف باطل ہو گئی۔

۱۵۹ بائع نے غلط قسمی سے ایک جائیداد کو اپنا حصہ
سمجھ کر بیچ دیا اور وہ واقعہ اس کا حصہ نہ تھا
تو وہ بیع میں داخل نہ ہو گا۔

۱۶۰ زید کی کسی چیز کو عمر نے بیچا، زید کو اس عقد کے
جائز کرنے کا حق حاصل ہے، اس چیز پر

۱۶۱ زید کوئی دعویٰ کرے تو اس سے بیع کی اجازت
کا حق ساقط نہ ہو گا۔

۱۶۲ کورٹ کا بیع بیع شرعی نہیں۔
۱۸۱ اصل مالک کا اس بیع پر رضی ہونا ضروری
ہے۔

۱۸۱ ابتداً اول بدل کے ذریعہ بیع ہو جاتی ہے
لیکن جس چیز کا عقد بیع فاسد کے ذریعہ کیا

۱۶۳ اب اس کو قائل کے ذریعہ بیع نہیں کر سکتے۔
بیع نامہ کی اطلاع پانے کا یہ مطلب نہیں کہ اس

۲۰۲ کے ہر مفصل سے آگاہ ہوا، نہ اس بنیاد پر
اطلاع پانے والے پر کوئی الزام قائم کیا جاسکتا ہے

۲۰۲ کسی عقد بیع کا تسلیم کرنا الفاظ زائدہ کا تسلیم
کرنا نہیں ہے۔

۲۰۲ چودہویں بیع میں داخل نہیں۔
۲۰۲ بیع نامہ پر گواہی کرنا بھی شکی جہد پر ملک کے

۱۵۸ بیع نامہ پر گواہی کرنا بھی شکی جہد پر ملک کے
۱۵۸ دعویٰ سے مانع نہیں۔

۲۳۲ مشتری کے لئے میں کچھ ملک باقی نہیں رہتی
جہاں معاہدہ ہو وہاں مقدار کا بیان بلکہ معلوم ہونا
بھی ضروری نہیں۔
۲۳۳ بیعنا کا حکم

۲۵۲ ایجاب و قبول ثلث گواہوں سے ثابت ہو یا بائع
کا اقرار ثابت ہو تو بیع ثابت ہے، درجسٹری
ہو یا نہ ہو، ثمن دیا گیا ہو یا نہ دیا گیا ہو۔
۲۵۲ خریداری میں روپیہ والد کا ہونا ملک والد کو
مستلزم نہیں۔
۲۹۶ بیع کے معیب پر عیب فاحش ہونے میں یا
ہلاک ہونے کی صورت میں ثمن میں اختلاف ہو تو
بائع کے گواہ وہ نہ ہوں تو مشتری کی قسم یا انکار
پر فیصلہ ہوگا۔
۲۸۹ خریداری مشتری کی طرف سے قرار دینا ممکن ہو
تو اسی پر نافذ ہوگی۔
۳۱۷ چاندی کو چاندی کے عوض بیچنے میں مساوات
شرط لازم ہے۔
۴۹۴ سونے کو چاندی کے عوض بیچنے میں مساوات ضروری
نہیں عاقدین کو کی بیشی کا اختیار ہے۔
۴۹۴ چاندی کی قیمت پندرہ روپے ہونا حکم شرعی نہیں
لیکن روپے کے بدلے سوا گیارہ ہی مانتے
چاندی ہونا حکم شرعی ہے۔
۶۵۹ بیع بالوفار کا ایک مقدمہ
۷۱۳ مشلتح کی بیع باطل بجاغ جائز ہے۔
بائع اس مکان میں مرتے دم تک رہا، اس سے

یہ ثابت ہوتا ہے کہ مشتری کا قبضہ نہ ہوا، یہ
صحیح بیع کے منافی نہیں۔
۷۲۰

وقف

۱۱۶ اصل وقف میں شہادت سماعی مقبول ہے اور
ضمنی ملکیت وقف کا ثبوت بھی ہو سکے گا۔
۱۱۸ کوئی کون سی چیز اصل وقف میں داخل ہے
اور کون کون سی شرائط میں۔
۲۹۶ وقف کی شہادت لو جہانڈ ہے جس کے لئے
دعویٰ ضروری نہیں، ادا دار اسے شہادت میں
تاخیر سے گواہ مردود الشہادۃ ہو جاتا ہے۔
۱۱۸ اعتبار واقف کے لفظوں کا ہے نہ کہ کاتب
کی تحریر کا۔
۲۴۹ شرط واقف نص مشرق کی طسرح
واجب الاتباع ہے۔
۲۹۹ وقف میں ناظر کے ہوتے قاضی کا تعریف
نافذ نہیں۔
۵۳۰ وقف میں کی تفسیر کے احکام و شرائط
۵۳۵

وکالت

۱۸۹ تفریق کا وکیل ہو سکتا ہے اور وکالت کو مصلحت
کیا جاسکتا ہے تو ایسی وکالت کے نتیجہ میں
حاکم نے تفریق کر دی تو متاثر نہ ہو گیا۔
۱۸۹ گواہ جب یہ بیان دے کہ عورت نے انہ سے
نکاح کی اجازت دی، انہ راو عورتیں بھی تھیں

بائع اس مکان میں مرتے دم تک رہا، اس سے

۶۰۵ اس سے توکیل ثابت نہ ہوگی۔
۶۰۶ اقراء کے بعد خطا کا دعویٰ مردود ہے۔

امانت

۶۰۵ قوی راہ پر دست بستہ کسی وکیل کا ادعاے وکالت بحال انکار ہوگی۔
۶۱۰ مسموع نہیں۔

عاریت

۱۰۵ گواہ پیش ہونے اور مدعا علیہم نے اقراء کیا تو فیصلہ برائے اقراء ہوگا۔
۱۶۸ جو چیز عاریتہ دی یا اس کے عاریتہ دینے کا راجع ہو وہ باقی ہو تو لے سکتا ہے اور باقی نہ ہو تو کسی سے مطالبہ نہیں۔

۱۶۸ عاریت کی چیز کسی نے خرچ کی یا تلف کر دی اس سے تاوان لیا جاسکتا ہے۔
۱۸۳ عاریت جہیز کے کسی سامان کی عاریت بتائیں تو بغیر شہادت یہ مسموع نہ ہوگا۔

۱۹۰ عاریت کی چیز کسی نے خرچ کرے تو مسموع ہوگا۔
۲۸۵ عاریت کا قبضہ بھی مالک ہی کا قبضہ ہے۔
۲۹۶ غصب اور رہن میں قدر سے جہالت کا نقل ہوتا ہے عاریت میں نہیں۔

۲۰۳ کسی چیز کا بھاء کرنا اس کے ہبہ کی درجہ است کن اپنی ملک نہ ہونے کا اقراء ہے، کسی دوسرے کی ملک ہونے کا اقراء نہیں ہے۔

۲۲۲ جو بٹے اقراء کی پابندی لازم نہیں۔
۱۱۰ کوئی مقر اپنے اقراء سے بدعویٰ سہو و لغزش پھر نہیں سکتا۔

۲۹۸ اپنے اقراء پر آدمی کا موافقہ ہوگا۔
۲۹۶ قید کے عہد پر وراثت شرعی، عہد نے کہا اچھ میں ان اشرفیوں کے تیس روپے وقت حیات مجرا دیں گا، یہ اقراء ہے اہل و عیال ہوگا۔

۲۸۳ عہد و عیال کے عہد پر وراثت شرعی، عہد نے کہا اچھ میں ان اشرفیوں کے تیس روپے وقت حیات مجرا دیں گا، یہ اقراء ہے اہل و عیال ہوگا۔

- قبضہ نامہ کے بعد واجب زندگی بھر مکان ہو رہے
میں خصماً یا اجارہ دہ ہے جس میں کچھ خلل نہیں۔ ۴۰۳
گواہوں نے یہ کہا "نید نے اپنے لڑکے کو یہ
دکان دی" اور لڑکا عرصہ دراز سے اس میں
تصرف کرتا رہا تو دینا یعنی ہبہ مانا جائے گا۔ ۵۸۲
نابالغ کو دینے کی نیت سے جو کچھ بنوایا تا بالغ
کی ملک ہو گیا۔ ۵۸۶
باقیہ کے لئے بنوایا تو جب تک اس کا قبضہ
نہ کرادے ہبہ صحیح نہیں ہوتا۔ ۵۸۶
مشاع اور مجبول کا ہبہ صحیح نہیں۔ ۶۱۸
حرارت نے شوہر کو روپیہ دیا اور تعاف نہیں کیا
یہ دلیل تخلیک نہیں۔ ۶۱۸
ہبہ صرف زبان سے محکم نہیں ہوتا۔ ۶۲۳
مردہ کو گواہ قرار دینے سے ہبہ ثابت نہ ہو گا۔ ۶۲۴
قابل تقسیم چیز کا ہبہ با تقسیم صحیح نہیں۔ ۶۲۵
اعد المتعاقدين میں سے کوئی قبضہ سے پہلے
مرجاتے ہبہ باطل ہے۔ ۶۲۵
دعویٰ ہبہ اس بات کا اقرار ہے کہ مہر
واہب کی ملک ہے۔ ۶۲۵
- احبارہ**
- چیتے نے باپ کی مزدوری کی، یہ جائز نہیں۔ ۱۶۸
اجیر اور مرئوس کا قبضہ مستقل ہے۔ ۴۹۶
اب فتویٰ اس پر ہے کہ امامت کی اجرت
جائز ہے۔ ۵۵۸
- وقف کے کرایہ دار کی بذلتی ظاہر ہو تو قضا
جائداد اس کے ہاتھ سے نکال لے۔ ۴۳۵
کرایہ بڑھ گیا اور وقف کی جائداد کا مستاجر
کرایہ دینا نہ چاہے تو اجارہ فسخ کر دیا جائے۔ ۴۳۵
- شفیعہ**
- شفیعہ کے بارے میں ایک استدعا۔ ۶۰۰
شفیعہ کو جائداد کے بیع کے قابل مجرود سہنہ
لئے ہدیہ اعلان کرنا چاہئے کہ میں شفیعہ کا طالب
ہوں، ذرا سی تاخیر بھی شفیعہ باطل کر دے گی
اسی کو طلبہ مرابحت کہتے ہیں۔ ۳۶۰
بالغ یا مشتری یا جائداد کے پاس جا کر لوگوں کو
گواہ بنانا بھی ضروری ہے کہ میں شفیعہ طلب کرتا
ہوں، اس کو طلب اشہاد کہتے ہیں مرابحت
کے بعد یہ بھی ضروری۔ ۳۶۰
اگر کوئی شفیعہ طلب مرابحت اور طلب اشہاد
سے قبل ضرورت کرے شفیعہ باطل ہو گا۔ ۳۶۰
شفیعہ کو طلب اشہاد سے قبل علم نہ ہو سکا تو
یہیں کے ساتھ اس کا قول معتبر ہو گا اور بیعہ
مشتری پر، اور طلب اشہاد سے پہلے علم کا
مقرر ہو، اور طلب مرابحت کا مدعی تو بیعہ
شفیعہ پر۔ ۳۶۱
طلب اشہاد کا انکار ہو تب بھی مشتری کی
قسم ہے، ہاں یہ اور شفیعہ دونوں بیعہ پیش
کریں تو شفیعہ کا بیعہ اولیٰ ہو گا۔ ۳۶۲

- جب شفیق کے گواہ خود ہی کہیں علم کے بعد فوراً طلبہ ہوا ثبت نہیں ہوتی شفعہ باطل ہوگا۔ ۲۶۴
- شفیع کے ایک معاملہ سے سوال۔ ۵۶۷
- شفیع نے بیع کو صراحتہ تسلیم کیا ہو یا دلالتہ تسلیم کے لئے حدود بیع کی تعیین ضروری نہیں۔ ۵۶۸
- شفیع کا ایک معاملہ ۷۱۱
- جب مدعی کا حق شفعہ صرف بعض بیع میں ہو تو شفعہ کے صفت میں تفریق جائز ہے۔ ۷۱۴
- ### قسمت
- تین حصہ داروں میں دو نے ایک کی رضا کے بغیر تقسیم کی، یہ تقسیم باطل ہے۔ ۱۵۷
- دو حصہ داروں نے جائیداد تقسیم کی تیسرے کا جائیداد میں جُز شائع تھا تقسیم تو ردی جائیگی۔ ۱۵۷
- ### راہن
- راہن مع قبضہ صحیح ہے لیکن اس سے مرہن کا منافع اٹھانا جس کو رہن دخلی کہتے ہیں ناجائز ہے ۲۳۲
- راہن بلکہ مرہن نہیں ہوتا۔ ۲۶۲
- مرہن رہن کو بہرہ نہیں کر سکتا۔ ۲۶۲
- راہن مشاع فاسد ہے۔ ۲۶۵
- راہن دخلی شرعاً حرام ہے۔ ۲۶۵
- راہن صحیح و فاسد کا حکم ایک ہے۔ ۲۶۵
- انتقال مرہن کے بعد اس کے ورثہ اس کی جگہ مرہن ہو جاتے ہیں۔ ۲۶۵
- راہن یا مرہن کے مرنے سے رہن باطل نہیں ہوتا۔ ۲۶۵
- راہن زید چاندی کا بتائے، مرہن سلور کا، مرہن کے گواہ نامقبول ہوتے، راہن نے نہ قسم کھائی نہ انکار کیا تو فیصلہ کی راہ مسدود ہوگئی۔ ۲۶۵
- یہ گناہ مرہن نے شئی مرہن نہ کر لیا یہ پر دیا لہذا گواہ امد مرہن کے جملہ محاصل حق راہن نہیں ملتا ہے۔ ۷۰۶
- صحیح حکم یہ ہے کہ مرہن مرہن کو بے اجازت راہن کر لیا پر نہ تو گواہ مرہن کی ملک غبیث ہے حد ذکر سے یا راہن کو دے۔ ۷۰۶
- راہن نے مکان مرہن پر قبضہ کا دعویٰ گواہوں سے ثابت کر دیا تو رہن ثابت ہوگی، اگر راہن کا اس مکان پر قبضہ ہو تو مرہن کی طرف سے عاریتہ مافی جائے گی۔ ۷۲۷
- مشاع کا رہن فاسد ہے مگر رہن میں صحیح و فاسد سب کا حکم ایک ہے۔ ۷۲۸
- راہن نے صرف رہن کا دعویٰ کیا تو دعویٰ مسکوع نہیں اگرچہ گواہوں نے قبضہ کی بھی گواہی دی۔ ۷۲۹
- راہن نے قبضہ کا بھی دعویٰ کیا لیکن قبضہ کے گواہ نہ پیش کرے گا تب بھی رہن ثابت نہ ہوگا۔ ۷۳۰
- مرہن پر مرہن کے قبضہ سے پہلے راہن کو

- رجوع کرنے کا حق حاصل ہے۔ ۷۳۔
 صرف دستاویز میں قبضہ کا ذکر ہو اور گواہوں
 سے اس کی تصدیق نہ ہو سکی تو بھی دہن
 ثابت نہیں۔ ۷۴۔

یکمیں

- گواہوں سے حلف لینا شرعاً جائز نہیں۔ ۱۰۱
 گواہوں پر حلف رکھنا باطل ہے۔ ۱۳۳
 گواہ کو حلف دلانا بعض علما کے نزدیک
 قاضی مجتہد کی رائے پر موقوف ہے۔ ۱۳۴
 قسم کھانے کی صدق کے غلبہ ظنی کا حصول ہے ۱۳۵
 آج کل جہودی حلف عام ہو گئی۔ ۱۳۵
 مدعی کا حلف مستعمل نہیں۔ ۱۳۵
 گواہی نہ ہونے کی صورت میں شوہر کو قسم
 کھلائی جائے، قسم کھا کر طلاق کا انکار کرے
 تو عورت کا دعویٰ رد ہو جائے گا اور قسم
 کھانے سے انکار کرے تو طلاق ثابت
 ہوگی۔ ۲۳۴
 گواہ کی موجودگی میں مدعا علیہ نہ تو خود قسم
 کیا سکتا ہے نہ مدعی قسم طلب کر سکتا ہے۔ ۲۸۹
 تعلیف کی ایک صورت کی تو فیج۔ ۱۹۲
 تعلیف میں احتیاط یہی ہے کہ دعویٰ کے
 جز و کل دونوں کو شریک کیا جائے۔ ۲۹۲
 حلف دعویٰ پر لیا جاتا ہے جو چیزیں دعویٰ
 سے خارج ہیں ان پر نہیں۔ ۲۹۳
- یکمیں نہ تو دعویٰ فاسدہ پر مرتب ہوتی
 ہے نہ معدوم پر۔ ۲۹۴
 حلف میں آج کل جو کچھ کہلایا جاتا ہے مثلاً واٹھ
 اس باب میں جو کہوں گا حق کہوں گا میں منقذہ
 ہے اور مدعا علیہ پر میں غوس لازم ہے۔ ۲۹۸
 ایسی چیز پر تعلیف صحیح نہیں جس کے انکار سے
 مدعا علیہ پر دعویٰ کی ڈگری نہ دی جاسکے۔ ۲۹۹
 مدعی کی طلب پر حلف لینا حاکم کا کام ہے خود
 مدعی حلف دلانے سے بچ نہ ہوگی۔ ۳۰۰
 مدعی مال سے بری کر سکتا ہے حلف سے نہیں،
 یہ تو حاکم کا حق ہے۔ ۳۰۰
 مدعی اور حاکم دونوں مدعا علیہ کو حلف سے بری
 کریں تو بھی بری نہ ہوگا۔ ۳۰۱
 حلف پر وجہ صحیح نام نہ ہوتی، تو گواہی کے طلب
 پر قاضی نے دلائی ہو، دوبارہ صحیح طور پر قسم دلانا
 ضروری ہے۔ ۳۰۲
 متولی وقف، وصی اگر متعلقہ اشیاء میں کوئی
 عقد خود کریں تو انھیں قسم دلائی جاسکے گی ورنہ
 نہیں۔ ۳۰۳
 جہودی گواہی کا کوئی کنارہ نہیں، آئندہ کے لئے
 کسی بات کی جہودی قسم کھانے کا کفارہ ہے۔ ۳۰۴
 جہاں شہادت ناقابل اعتبار ہو مدعا علیہ کو
 قسم دلائی جائے گی۔ ۳۰۴
 حاکم تنہا قسم کا مطالبہ نہیں کر سکتا ہے، مدعی
 قسم طلب کرے تو قاضی مدعا علیہ پر قسم رکھے۔ ۳۰۴

- ۱۳۷۔ حقہ کی قسم سچ کہوں گا۔ یمن منعقدہ ہے۔
 ۱۳۸۔ یمن منعقدہ میں کفار کی ادائیگی سے کام نکل سکتا ہے۔
 ۱۳۹۔ ہفت اقلیم اور دھڑکے روزے بھی یمن غمخس کا کفارہ نہیں ہو سکتے۔
 ۱۴۰۔ قسم اور محکم میں جو زیادتی تاکید کے لئے ہو وہ مضر نہیں۔
 ۱۴۱۔ قسم اور محکم میں سکوت سے حاصل ہو تو قسم صحیح نہیں۔
 ۱۴۲۔ گواہ کے لئے پابند نماز پابند جماعت ہونا ضروری ہے ورنہ گواہی تسلیم نہ کی جائے گی۔
 ۱۴۳۔ جائل کی گواہی بھی نامقبول، جائل فاسق ہونا ہے یا کھلی فاسق، پائل، ناپائے، فاجر العقل کی گواہی مقبول نہیں۔
 ۱۴۴۔ شہادت کے لئے اسلام شرط ہے غیر مسلم کی شہادت نامقبول ہے۔
 ۱۴۵۔ دائرہ محشی کرانے والا مردود الشہادت ہے آجکل عواما فحش اہل ہونٹوں میں ملازمین کو شراب اور سرور کے گوشت کا اہتمام کرنا ہوتا ہے یہ فحش ہے۔
 ۱۴۶۔ فاسق شرعاً گواہ نہیں ہو سکتا۔
 ۱۴۷۔ باپ کی گواہی اولاد کے حق میں معتبر نہیں۔
 ۱۴۸۔ جن لوگوں کے پیشے ملازمہ فحش کے ہوں جیسے
- دلال، دکار، ان کی گواہی نامقبول، اور ان کو کوئی اعزاز کا منصب دینا جائز نہیں۔
 ۱۴۹۔ کوچہ غیر نافذہ میں انھیں لوگوں کا حق ہے جن کے دروازے قدیم سے اس کو چھ میں ہوں۔
 ۱۵۰۔ ایسے راستے میں تصرف کے لئے اس کے پر ہر مکان کی اجازت ضروری ہے۔
 ۱۵۱۔ ایسے کوچہ میں اپنی حد سے اوپر نیا دروازہ قائم کرنا ظلم ہے۔
 ۱۵۲۔ کوچہ غیر نافذہ کے تمام شرکائے دروازہ کیلئے راضی ہو گئے کہ ایک نے اپنا مکان بیچ دیا، نیا پڑوسی آیا وہ راضی نہیں تو دروازہ نہیں توڑا جاسکتا۔
 ۱۵۳۔ باپ نے بیٹے کو کچر دینے کے لئے کہا اور بیٹے نے دیا تو باپ پر جبر نہیں ہو سکتا۔
 ۱۵۴۔ جو شخص کسی قسم کا تہرہ تسلط رکھتا ہو اس پر کسی قسم کا تکذ اور دعت غاصہ قبول کرنے کا اختیار نہیں۔
 ۱۵۵۔ ماتحت اپنے افسر کی دعوت قبول کر سکتا ہے جس پر اس کا دباؤ نہ ہو۔
 ۱۵۶۔ ایسے شخص سے چرہ و دعوت بھی قبول کر سکتا ہے جو اس منصب سے پہلے بھی اس قسم کا معاملہ رکھتا تھا۔
 ۱۵۷۔ اپنے قریبی محارم کا چہرہ قبول کرنے میں انحراف کا اختلاف ہے۔
 ۱۵۸۔ کام پڑھنے کے وقت مذکورہ بالا اصحاب سے بھی

- ۱۷۱۔ دیر و دعوت نہیں قبول کر سکتا۔
 ۱۷۲۔ دعوت نہ قبول کرنے کی علت تحت رعایت ہے اس لئے دعوت کے بعد بھی رعایت نہ کرنے کی عادت سے دعوت جائز نہیں ہو سکتی۔
 ۱۷۳۔ کافروں سے دینی کام میں مدد یعنی جائز نہیں۔
 ۱۷۴۔ مکانات کی بلے پردگی کے مسائل۔
 ۱۷۵۔ انسان اپنی ملک میں تصرف کا مطلق اختیار رکھتا ہے۔
 ۱۷۶۔ اپنے نقصان کی وجہ سے پردی کو اپنی ملک میں تصرف کرنے سے روک نہیں سکتے۔
 ۱۷۷۔ اپنی بے پردگی سے پردی کو دروازہ اور جنگلہ رکھنے سے روک نہیں سکتے، خود اپنے پردے کا انتظام کریں۔
 ۱۷۸۔ فاسق کی شہادت قبول کرنے والا گنہگار ہے۔
 ۱۷۹۔ فاسق کی قضا اور شہادت دونوں صحیح ہے۔
 ۱۸۰۔ اہل فاسق بنانے والا شہادت قبول کرنے والا گنہگار ہوں گے۔
 ۱۸۱۔ استغراق جہاد بے قبضہ شرعاً ناجائز ہے۔
 ۱۸۲۔ آج کل کے دیکھ بھن طرح طرح کرتے ہیں کہ گھیر کر چکر بھرتا بناتے ہیں، یہ سخت ممنوع ہے۔
 ۱۸۳۔ اپنے حق مرد سے باہر کو چہ غیر نافذہ میں مردوازہ کھولنے میں اختلاف فتویٰ ہے، معتد اور ظاہر الروایہ یہ ہے کہ جائز نہیں۔
 ۱۸۴۔ کسی کے مکان کا پانی پردی کے مکان سے ہو کر بہتا رہا ہو تو اس پردی کو اسی پانی کے روکنے کا حق نہیں۔
 ۱۸۵۔ پردی کو نالی بند کرنے کا حق نہیں۔
 ۱۸۶۔ حقیر باب اپنے مالدار لڑکے کے مال سے ضرورت بھر چکا سکتا ہے۔
 ۱۸۷۔ تا مقبول شہادت کو کسی کو وقت منسلک کرنا حکومہ و تحریمی ہے۔
 ۱۸۸۔ رشوت دے کر فیصلہ لینا حرام ہے۔
 ۱۸۹۔ رشوت دینا اور لینا کب حرام ہے اور کب نہیں۔
 ۱۹۰۔ رشوت پر جبر و دہر شرعی باطل ہے۔
 ۱۹۱۔ ایمانے وعدہ کا مسئلہ۔
 ۱۹۲۔ وعدہ کی دہر نہیں ہو سکتا۔
 ۱۹۳۔ تحقق العباد کے معاملہ میں احتیاط لازم ہے۔
 ۱۹۴۔ اپنی دیوار میں چھت کے قریب روشندان رکھنے سے پردی کو روکنے کا حق نہیں۔
 ۱۹۵۔ جب دروازے اور پٹیلے سے نگاہ عورتوں کی قیامگاہ پر پڑے تو بند کرنے کا حکم دیا جائیگا۔
 ۱۹۶۔ جب ضرر ممکن اتھوڑ ہو اور صاحب ملک بچاؤ کرے تو اس کو اپنی ملک میں تصرف سے روکا نہیں جاسکتا۔
 ۱۹۷۔ حرام کھانے سے فائدہ بہتر ہے۔
 ۱۹۸۔ رشوت لینے دینے والے دونوں جہنی ہیں، کسی کا حق چھپانے یا اپنا نکالتے کے لئے جو دیا جائے

وہیت

۱۶۵ وراثت کیلئے وہیت درست نہیں۔

میراث

۱۵۷ ایک ترکہ کی تقسیم

۱۶۸ میراث کا حق اللہ تعالیٰ کا مقرر کردہ ہے اس کو

۱۶۸ نہ باپ باطل کو سنسکتا ہے نہ بیٹا وارث سنسکتا ہے

۱۶۹ باپ حالت صحت میں اپنی ملک زائل کر دے

۱۶۹ تو حق وراثت ختم ہو جائیگا۔

۱۶۹ دین اگر ترکہ کو مستغرق نہ ہو تو وراثت اپنا حصہ

۱۶۹ بیع کر سکتا ہے۔

۱۶۹ دین ادا کرنے سے قبل ترکہ میں اور میت کے

۱۶۹ دین میں مرہون جائداد میں ورثہ کا تصرف نافذ

۱۶۹ نہ ہو گا۔

۱۶۹ کسی وارث کا مورث کے دین سے حصہ

۱۶۹ رسد ادا کرنا اس کے تصرفات کو جائز نہ کریگا

۱۶۹ تا وقتیکہ کل دین ادا نہ ہو جائے۔

۲۱۴ وراثت دین ادا کر کے ترکہ چھڑا سکتا ہے

۲۱۴ ترکہ کی تقسیم

۲۳۸ موت کے بعد جب قتل ہو جاتی ہے۔

۲۳۸ ایک وارث نے میت کا قرضہ کسی پر ثابت کیا

۲۴۰ سب وارثوں کو حصہ ملے گا۔

میت کی ماں کے حرم میں سے میت کی بیوی کا

وہ رشوت ہے، اپنے اوپر سے ظلم دفع کرنے کو

۵۸۷ جو دیا جائے وہ رشوت نہیں۔

۵۸۸ غیر مسلموں کو بیع بنانا حرام ہے۔

مستحق کہ راستہ کو اپنے گھر میں شامل کرنا ظلم ہے

۵۹۱ ایسے راستہ میں دروازہ اور کھڑکی لگانے کا وہاں

کے باشندوں کو حق ہے۔

کو تو ترسبستہ میں اپنے دروازہ سے اوپر دروازہ

۵۹۱ قائم نہیں کر سکتے۔

ایک شخص اپنی ملک میں کتنی ہی اونچی دیوار اٹھائے

۵۹۸ پڑوسی کو بھلا اور دھوپ بند ہونے کی شکایت

کا حق نہیں۔

کسی کا اپنے ملک میں ایسا تصرف جس سے دوسرے

کا مکان گر جائے یا بدشغلی یا کل بند ہو جائے

منوع ہے۔

۶۰۱ مذبحی کا بدعا علیہ سے خرچ وصول کرنا مستحب نہ

جائز نہیں۔

کسی عورت کو بے پردہ بالقصد دیکھنا

۶۱۳ موجب فسق ہے۔

آج کل پھروں میں وکیلوں کے حشر

۶۲۹ کی مذمت۔

ناہان قدیم سے بدھ ہے اسی طرف بہانے

۷۲۳ کا حق حاصل ہے، اس کے خلاف تصرف

یہاں ہے۔

- کس جہت سے کتنا ہوگا۔ ۲۲۰
- ایک جائیداد کی تقسیم اور حقیقت سے متعلق مختلف مقدمات اور فتاویٰ کا جائزہ۔ ۲۱۵
- تورث کے ترکہ سے کس دین کی ادائیگی ہے ۲۱۰
- لا دعوٰی کسی شرط واقعی پر معائنہ کرنا بلا شرط لا دعوٰی ہے۔ ۲۰۹
- مقبوض المقبوض مقبوض۔ ۲۰۸
- وجہ ثالث ۲۰۷
- قائض القابض قابض ۲۰۶
- ترکہ ثبوت جاک ہے۔ ۲۰۵
- فائدہ دعوٰی الزام ہے بواسطہ اقامت حجت۔ ۲۰۵
- مقبول میں الزام محقق نہیں ہوتا۔ ۲۰۵
- یقین کی معرفت دست سے نہیں ہوتی۔ ۲۰۵
- کسی کلام مستقل میں کوئی قید ہو تو دوسرے کلام مستقل میں اس کا اعتبار نہ ہوگا۔ ۲۰۶
- مطلق کا اقرار مقید کا اقرار نہیں۔ ۲۰۹
- حقوق العباد میں دعوٰی شرط شہادت ہے۔ ۲۰۰
- انتفاء شرط سے مشروط حقیقی ہو جاتا ہے۔ ۲۰۰
- عدم ذکر ذکر عدم نہیں۔ ۲۰۹
- احتمال سے استدلال باطل ہو جاتا ہے۔ ۲۰۲
- مکان محلہ سے خاص ہے۔ ۲۰۶
- مکان سے سوال کی نفی محلہ سے سوال کی نفی نہیں کر سکتی۔ ۲۰۶
- نفی سوال نفی علم کو مستلزم نہیں۔ ۲۰۶
- فعل مامور کی نسبت آمر کی طرف ہوتی ہے۔ ۲۰۶
- کس جہت سے کتنا ہوگا۔ ۲۲۰
- ایک جائیداد کی تقسیم اور حقیقت سے متعلق مختلف مقدمات اور فتاویٰ کا جائزہ۔ ۲۱۵
- تورث کے ترکہ سے کس دین کی ادائیگی ہے ۲۱۰
- لا دعوٰی کسی شرط واقعی پر معائنہ کرنا بلا شرط لا دعوٰی ہے۔ ۲۰۹
- مقبوض المقبوض مقبوض۔ ۲۰۸
- وجہ ثالث ۲۰۷
- قائض القابض قابض ۲۰۶
- ترکہ ثبوت جاک ہے۔ ۲۰۵
- فائدہ دعوٰی الزام ہے بواسطہ اقامت حجت۔ ۲۰۵
- مقبول میں الزام محقق نہیں ہوتا۔ ۲۰۵
- یقین کی معرفت دست سے نہیں ہوتی۔ ۲۰۵
- کسی کلام مستقل میں کوئی قید ہو تو دوسرے کلام مستقل میں اس کا اعتبار نہ ہوگا۔ ۲۰۶
- مطلق کا اقرار مقید کا اقرار نہیں۔ ۲۰۹
- حقوق العباد میں دعوٰی شرط شہادت ہے۔ ۲۰۰
- انتفاء شرط سے مشروط حقیقی ہو جاتا ہے۔ ۲۰۰
- عدم ذکر ذکر عدم نہیں۔ ۲۰۹
- احتمال سے استدلال باطل ہو جاتا ہے۔ ۲۰۲
- مکان محلہ سے خاص ہے۔ ۲۰۶
- مکان سے سوال کی نفی محلہ سے سوال کی نفی نہیں کر سکتی۔ ۲۰۶
- نفی سوال نفی علم کو مستلزم نہیں۔ ۲۰۶
- فعل مامور کی نسبت آمر کی طرف ہوتی ہے۔ ۲۰۶
- حقوق العباد میں تقدم دعوٰی خود شرط شہادت ہے۔ ۲۰۷
- جائیداد دعوٰی شہادت ہرگز مسرور نہیں۔ ۲۰۷
- مجتہد فیہ میں قاضی مطلق جس پر ملو کا فیصلہ کے نافذ نہ ہوگا۔ ۲۰۷
- مرد و بدلت مانع سوالی تزکیہ نہیں۔ ۲۰۶
- عالم عادل حاکم کا حکم اس وقت قابل اپیل ہوتا ہے کہ اس کے حکم میں غلطی سے بین ہو۔ ۲۰۲
- حاکم عادل کے حکم کے صواب ہونے میں تردد ہو تب بھی اپیل مسرور نہیں۔ ۲۰۲
- دعوٰی دلیل مشدعی (گواہ) سے ثابت ہوتا ہے۔ ۲۰۱
- ظاہر کا فائدہ مدعا علیہ کو پہنچتا ہے مدعی کو نہیں۔ ۲۰۲
- شہوت عند القاضی عقد کے گواہ اور اقرار عاقد کے گواہ دونوں طرح ہو جاتا ہے۔ ۲۰۰
- زیادت سے ثبوت زائد ہرگز ثابت نہیں ہو سکتی۔ ۲۰۶
- اقل یقین ہوتا ہے۔ ۲۰۶

- ۴۴۹ الخطبہ شیعہ الخط۔
- ۴۵۱ سکت کی طرف کوئی قول غسوب نہیں ہوتا۔
- ۴۵۳ قصائے قاضی کو جس قید سے مقید کیا جائے اس کے ساتھ مقید ہوگی۔
- ۴۵۵ فقہی پر بھی خبر متواتر مقبول ہے۔
- ۴۶۱ بقا ثبوت اثبات محض باطل و نامقبول ہے۔
- ۴۶۱ دعویٰ شرط قضا ہے۔
- ۴۶۳ کسی چیز کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خصوصیت قرار دینے کے لئے دلیل کی ضرورت ہے۔
- ۴۶۵ مشورہ کے بعد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنی رائے پر عمل کرنے کا حکم یہ حضور کی خصوصیت نہیں ہے۔
- ۴۶۸ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر مشورہ کرنا واجب تھا، یہ آپ کی خصوصیت میں ہے۔
- ۴۷۱ ہر حاکم مشورہ سے کر اپنی رائے پر عمل کر سکتا ہے۔
- ۴۷۴ اگرچہ تمام راویوں کے خلاف ہر جگہ مشورہ سے اپنی رائے کی غلطی ظاہر نہ ہو۔
- ۴۷۸ صاحب رائے صاحب اپنی رائے پر چلے اور دوسرے جو اس درجہ کے نہیں، وہ بھی اسی کی رائے پر چلیں۔
- ۴۸۱ خود فقہ اور صاحب رائے نہیں تراختہ اور اورع کی رائے پر چلے۔
- ۴۸۱ تہجد کا بعض مسئلہ تہجد کے خلاف ہے۔
- ۴۸۸ اجلاس کے لئے ایک وقت کے تمام مجتہدین کا اعتبار اس کا ہے جو نفس الامر میں واقع ہوئے۔
- ۴۸۸ قبلت و معیت جمع نہیں ہو سکتیں۔
- ۴۸۸ دلیل کذب نہ پائے جانے کو دلیل کذب قرار دینا درست نہیں۔
- ۴۸۹ عدم ذکر ذکر عدم نہیں۔
- ۴۸۹ طلب ضرورت سے پیشتر کی طرف اسناد علم اور اسناد علم الی الخاضعی میں فرق ہے۔
- ۴۹۰ جہر حنفیہ کے نزدیک مستثنیٰ حکم میں مسکوت عنہ کے ہوتا ہے۔
- ۴۹۳ تناقض دعویٰ جس کا ضرر بجانب مدعی ہے مانع صحت دعویٰ نہیں۔
- ۴۹۴ تناقض اور جہر و متروک میں فرق ہے۔
- ۴۹۴ تناقض وہ مبطل ہے جس سے کسی دوسرے کی حق تلفی ہو۔
- ۴۹۸ کوئی آدمی کسی سے کچھ لکھوائے صرف عام میں فعل آمر کی طرف غسوب ہوگا۔
- ۴۹۸ عاقل کا کلام صحت پر محمول کیا جائے گا۔
- ۴۹۸ التثنی اذا ثبت ثبت بلوائن وہ۔
- ۴۹۸ غیر موزوں پر موزوں کا قیاس صحیح نہیں۔
- ۴۹۸ تقسیم اور شرکت میں منافاة ہے۔
- ۴۹۸ شریع میں مدار معنی پر ہے اس کے معنی بل میں صورت کا لحاظ نہیں۔
- ۴۹۸ بقیہ رکی کے وجود شکی مہالی ہے۔
- ۴۹۸ مجتہد مقلد قرآن سے تعین نہیں کی جاسکتی۔
- ۴۹۸ ظاہر اور قرینہ مدعی کو مقید نہیں۔
- ۴۹۸ اعتبار اس کا ہے جو نفس الامر میں واقع ہوئے۔

- کسی مجلس کے فیصلہ کو اجماعِ شہرانِ سخت سے سخت نادانی ہے۔
- ۴۹۳ شہر بھر کے فقہار کا اتفاق و اجماع درگستار فقہ کے مقابل اصل نہیں ہوتا۔
- ۴۹۳ مجتہد کا اپنی رائے چھوڑ کر دوسروں کی رائے پر عمل کرنا صحیح نہیں۔
- ۴۹۳ حکمِ شرع مصرعِ حکم واحد میں اسی کی اتباع ضروری ہے، چاہے صدر کی رائے ہو یا ارکان کی، کل کی ہو یا بعض کی، یا کسی کی نہ ہو۔
- ۴۹۵ حکمِ شرع مصرعِ حکم بلکہ بلا ترجیح آرا یا تصحیح جانہیں ہو، اس میں اختیار ہے کہ جس پر چاہے عمل کرے۔
- ۵۰۰ من اہل ببلیتین اختیار ہونہما۔
- حدیث لا ضرر ولا ضرار عام مخصوص منہ البعث ہے۔
- ۵۰۳ نصِ قرآنی کے خلاف اجتہاد بے اصل ہے۔
- ۵۱۹ شریعت کی بحث صرف احکامِ تشریعیہ سے ہے و لایت شریعیہ کبھی فقیر مفلس کو بھی حاصل ہو
- ۵۲۲ کہیں سلطانِ اسلام کو بھی حاصل نہیں۔
- ۵۲۱ عدم صحت تقلد القضاہ عن الیکافر معتد علیہ مسئلہ ہے۔
- ۵۲۳ نصوص میں جاہل سے مراد غیر مجتہد ہے۔
- ۵۵۱ عدم اخلاص سے نفی ثواب ہر گناہی صحت۔
- ۵۵۰ مسئلہ قضا بالرشوة پر نااہل قاضی کا قیاس نہیں کیا جاسکتا۔
- ۵۵۸ اجتہاد کے لئے قیادت درکار ہے۔
- ۵۶۱ نصِ قرآنی کے خلاف اجتہاد حرام ہے۔
- ۵۶۱ مشہور دیر قول محض ہو تو زبان و مکان کا اختلاف مضر نہیں۔
- ۵۷۳ شہادت کبھی بھی موجب نہیں ہوتی ہمیشہ تجربی ہوتی ہے۔
- ۵۷۵ نظامِ حال مدعی کو مفید نہیں۔
- ۵۸۰ جملہ مستعلا اور مربوط سے گواہی میں فسوق پڑتا ہے۔
- ۶۰۴ فعل کبھی مباشر کبھی آمر کی طرف منسوب ہوتا ہے۔
- ۶۲۳ عدم ذکر ذکر عدم نہیں، لیکن اختلاف خود قرآن میں ہیں۔
- ۶۲۶ قول ضعیف قاضی مجتہد کے فیصلہ سے قوی ہو جاتا ہے۔
- ۶۵۵ جو فیصلہ ظاہر الروایۃ کے خلاف ہو باطل ہے۔
- ۶۵۵ مدعی کا ظاہر حال جس دعویٰ کی تکذیب کرے مقبول نہیں۔
- ۶۶۲ سوالِ جابد میں دُہرایا ہرانا جاتا ہے۔
- ۶۸۰ شہادت میں مجاز مقبول نہیں۔
- ۶۹۵ استصحاب حال کی گواہی حادثہ گواہی کے خلاف معتبر نہیں۔
- ۷۲۱ مستور کی گواہی جب تک دلائلِ صادقہ سے غلبہ نہیں ہر جائز موقوف ہے۔
- ۷۲۳ مکان کا پشتہ قبضہ ہے اور قبضہ مکان کا پشتہ قبضہ ہے اور قبضہ دلیل ملک۔
- ۷۳۳

ولایت

نابالغوں کی ولایت سے متعلق ایک سوال۔
 باپ کے ہوتے ہوئے نداد کو حق ولایت
 ہے نہ نانی کو۔

باپ کو اپنی بیوی کے مہر سے انکار ہوا دیکھتے
 نابالغ ہوں باپ کو اس مقدمہ میں ہرگز
 نابالغوں کا ول نہیں بنایا جاسکتا، قاضی کسی
 ایسے مشفق و مصلح کو دھکی مقرر کرے۔

ولایت کے اقسام

ولایت عرفیہ بادشاہوں کو حاصل ہے۔
 ولایت عرفیہ اور شرعیہ کے گیارہ فرق۔

باپ کے سامنے سلطان کو دربارہ نکاح ولایت
 شرعیہ حاصل نہیں ہوتی۔

ولایت خاصہ ولایت عام سے اقویٰ ہے۔
 بادشاہوں کا مقصد صرف ولایت عرفیہ ہے۔

ولایت عرفیہ شرعیہ عام ہے، ہندو مسلم
 کسی کی تخصیص نہیں۔

اسلام نے ولایت دینیہ کو اہل اسلام کے
 ساتھ خاص فرمایا۔

ولایت عرفیہ زیر اثر احکام مکرئیہ ہے۔
 جو لوگ دارالحرب میں مسلمان ہوئے سلطان

اسلام کو بھی ان پر ولایت نہیں۔
 اختلاف دارین قاطع ولایت ہے۔

بہت سے لوگوں میں خود سلطان اسلام کو مسلمانوں پر
 ولایت نہیں۔

یتیم کے ادیار کی موجودگی میں قاضی اور سلطان

کافہرت نافذ نہیں۔ افتاء و رسم لمفتی

قول منقول فی المذہب کے خلاف امام
 بن ہمام کی بحث مقبول نہیں۔

امام ابن ہمام دیرجہ اجتہاد کو پہنچے ہوئے تھے۔
 اگر اکثر کی تجویز ظن و تخمین ہے، یہ شہادت

نہیں، اس کی بنیاد پر کوئی حکم نہیں
 لگایا جاسکتا۔

اگر آپوں کے حلف دلائے کا قول مرجوح خلاف
 مخالفت اجماع مذہب ہے۔

قول مرجوح پرفیسر و فتویٰ جمل خلاف اجماع ہے
 مذہب کا بیان مسموع نہیں۔

اگر اکثر کا قول ہے اسی پر عمل ہے۔
 قاضیوں کی یہ دوسرے پر مقدم ہے۔

فتویٰ مختلف ہو تو ظاہر الروایۃ کی طرف رجوع
 واجب ہوگا۔

جو کچھ ظاہر الروایۃ سے خارج ہے وہ مرجوح
 ہے اور ہمارے ائمہ کا مذہب نہیں ہے۔

حقون فعل مذہب کے لئے ہیں۔
 قاضیوں کی قیام سے عدول نہیں کرنا چاہئے۔

ایک غلط فتویٰ کی تنقید۔
 مذکورہ بالا حلف کے بارے میں اگر کوئی یہ

کہے کہ ہم حلف کو نہیں جانتے تو کوئی برہم نہیں
 قائل پر کفر و فسق کا فتویٰ جہالت۔

جہاں کو فتویٰ دینا حرام ہے۔
 جو بے علم فتویٰ دے اسکا فائدہ اور زمین کے

- فرشتے اس پر اہانت کرتے ہیں۔ ۳۰۹ روایت جو مذہب امام کے خلاف ہو مسلم نہیں۔ ۴۵۰
- من بعد معرفت اہل زمانہ قہو جاہل۔ ۳۰۹ بے اخذ انکوئی کا لفظ مفتی بہ جو سنی کی
- مذہبی اور شکر کی شناخت علماء پر بھی مشکل ہے۔ ۳۰۹ علامت نہیں۔ ۴۵۰
- مسلمان چمکتے کا حکم لگانے سے قبل تنقیح ضرور کر لینا چاہیے۔ ۳۰۹ اصل مذہب یہ ہے کہ ہر شخص اپنی خاص ملک میں ہر قسم کے تصرف کا اختیار ہے، یہی
- قاضی ابوسعف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ظاہر الروایۃ مستند علماء کا مفتی بہ اور ائمہ
- نادرہ کو ان کا مذہب بتانا غلط ہے۔ ۳۲۷ حقیقہ کا قول ہے۔ ۵۰۲
- روایت نادرہ پر عمل صحیح نہیں۔ ۳۲۷ جب فتویٰ میں اختلاف ہو تو ظاہر الروایۃ پر
- جو کچھ ظاہر الروایۃ کے خلاف ہے ہمارا مذہب عمل ہو گا۔ ۵۰۲
- نہیں۔ ۳۲۷ متاخرین نے بطور استحسان دفع ضرر بین پر
- قول مرجوح پر فتویٰ جعل اور خرقہ اجماع ہے۔ ۳۲۷ نگاہ رکھی۔ ۵۰۳
- عمل اسی پر ہے جو اکثر کا قول ہے۔ ۳۲۷ راشی کے فیصلہ کے عدم نفاذ کی وجہ ہو جو
- امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب پر فتویٰ ابن تیمیہ کی مخرج ہے لاقی اعتماد نہیں۔ ۵۵۶
- دینا واجب ہے۔ ۳۲۷ قلعہ فتوے کا ازالہ مفتی اور مصدقین سب پر
- مفتی و حاکم دونوں پر واجب ہے کہ جہاں فرض ہے۔ ۵۶۳
- کی نسبت حکم یا فتویٰ دیں خاص دہان کے تاقی مسئلہ بتانے کا وبال مفتی کے سر ہے۔ ۵۶۴
- دسم و رواج پر لحاظ کریں۔ ۳۵۱ مفتی کے لئے جو چیزیں ضروری ہیں ان
- کسی جگہ کے اپنے رواج کے ساتھ دوسری کا بیان۔ ۵۹۰
- جگہ کا رواج معارض نہیں ہو سکتا اگرچہ جس نے بے علم فتویٰ دیا اس پر آسمان زمین
- وہ کیسا ہی عام کہیں نہ ہو۔ ۳۵۱ کے فرشتے لعنت کرتے ہیں۔ ۶۱۲
- شخص مباحث کے افعال و حرکات کے خلاف قاضی ابوسعف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی زیارت
- عام رسم و رواج پر حکم نہیں ہو سکتا۔ ۳۵۱ نادرہ کو ان کا مذہب قرار دینا فقہانیت کے
- عمل ہمیشہ استحسان پر ہوتا ہے۔ ۳۹۳ خلاف ہے۔ ۶۵۰
- لفظ ناخذ اعناظم لفظ افتائے ہے۔ ۳۹۴
- قاضی ابوسعف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی

- جو کچھ ظاہر الروایۃ سے خارج ہے ہمارے
ائمہ کا مذہب نہیں ہے۔ ۲۵۱
قولی مرجوح پر قضاہ و افتاء جمل اور خرق
اجازت ہے۔ ۲۵۱
امام اعظم رحمہ اللہ کے قول پر فتویٰ اور قضاہ
واجب ہے۔ ۲۵۱
شہادت کی تعریف اور اس کے قبول کی
شرائط کا بیان۔ ۹۳
جامد اور غیر منقولہ کی تعین اشارہ سے بھی
ہو سکتی ہے۔ ۹۵
قاضی مطلق اور قاضی مقبض کا بیان
اشیائے مشہورہ کے بارے میں امام صاحب
اور صاحبین کا اختلاف۔ ۹۶
رفع اشتباہ کی صورت میں نام و لقب
کافی ہے در نہ باپ کا نام اور امام صاحب
کے نزدیک دادا کا نام ضروری ہے۔ ۹۹
لفظ اشہد بلفظ المضارع کن شہادت
ہے۔ ۱۰۱
فیصد کے تین اطراف کا ذکر۔ ۱۰۲
شرح میں عالم کی تعریف اور علم کی حد۔ ۱۰۳
آن دس چیزوں کا بیان جن میں شہادت
کے لئے حضور اور مشاہدہ ضروری نہیں۔ ۱۱۳
کس کی گواہی کس کے حق میں مقبول نہیں۔ ۱۱۶
بہت سی باتیں ضمن ثابہت ہوتی ہیں قصداً
نہیں۔ ۱۱۶
ضمن ثابہت ہونے والی چند چیزوں کی
مثالیں۔ ۱۱۶
شہادت حسبہ کا بیان
گواہی اور دعویٰ میں مطابقت نہ ہونے کی
ایک صورت اور اس کا حکم فقہ فقہیں۔ ۱۳۹
حقیقت کے ایک سوال میں پانچ فقہیں۔ ۱۵۶

منطق

- رقعہ و کاغذ میں بعض مراتب میں عام و خاص
کی نسبت ہوتی ہے خاص کی نفی عام کی نفی
کو مستلزم نہیں۔ ۲۰۱
قدیم سلبی مفہوم ہے۔ ۲۱۳
عرفیہ اور شرعیہ میں عام خاص من وجبہ کی
نسبت ہے۔ ۲۲۱
ترک سلام و کلام مہاجرت ہے مہاجرت
اور عداوت میں عام و خاص من وجبہ کی
نسبت ہے۔ ۲۳۶
لفظ بیوہ کی تحقیق
شیخ ابو العباس کے لفظ امناہ کی توضیح۔ ۲۳۳
لفظ چند کس "فرنگ" بولا جاتا ہے۔ ۲۶۳

لغت

- لفظ بیوہ کی تحقیق
شیخ ابو العباس کے لفظ امناہ کی توضیح۔ ۲۳۳
لفظ چند کس "فرنگ" بولا جاتا ہے۔ ۲۶۳

فوائد فقہیہ

- شہاد کے کئے ہیں۔ ۹۳

- جائز یا قاضی شرع ہو سکتا ہے۔
- ۱۷۵ صرف قبائِل سے شرعاً کوئی حکم نہیں ثابت ہوتا۔
- ۱۸۰ چودہ امور میں دہوی کے تفسیر گواہی مسموٹا ہے۔
- ۱۸۴ حکم اس کو کہتے ہیں جس کو طرفین فیصلہ مقرر کریں۔
- ۱۸۵ متاخرین نے لاکھوسر و لاکھوسر پر فتویٰ دیا لیکن یہ بھی وہاں جہاں ضرر شدید ہو۔
- ۱۸۸ لاکھوسر و لاکھوسر کا لحاظ دونوں طرف ہونا چاہئے۔
- ۲۱۲ دلائل شرعیہ تین ہیں: بقینہ، اقرار، انکول۔
- ۲۱۵ عقود و معاملات میں صرف معنی کا اعتبار ہے۔
- ۲۱۹ شہادت اقرار کے بعد تفتیش عقید کی حاجت نہیں رہتی۔
- ۲۲۱ کتابت کی تین قسم ہے۔
- ۲۲۱ ذیل نیت کی صورتیں
- ۲۲۱ بیع کی گفتگو دو معنوں میں مستقل ہے۔
- ۲۲۲ خیر ثلثہ اہل شہادت ہے۔
- ۲۲۳ حاکم کے پاس شہادت اقرار کے بعد ایجاب و قبول کے گواہی کی ضرورت نہیں۔
- ۲۲۹ ہر مرد علی معقود علیہ ہے۔
- ۲۳۲ فیصلہ دستاویز یا دستخط پر نہیں گواہی دے سکتا ہے۔
- ۲۳۲ بیع صحیح میں قبضہ شرط ملک نہیں۔
- ۲۸۳ تیس یا عوض اور ہبہ بشرط عوض کا فرق۔
- ۲۸۳ ہبہ بشرط عوض المعین ابستلار ہبہ اور انہماز بیع ہے۔
- ۲۸۵ زوجیت کے ثبوت کی چار صورتیں۔
- ۲۸۸ تمام دی کا عند شرعاً کوئی چیز نہیں۔
- ۲۹۵ وزن قیمت میں کم ہونا بعضیت نہیں۔
- ۲۹۵ اشیاء غائبہ میں قیمت کا ذکر مدعی کی تعیین کئے ہوئے ہوتا ہے۔
- ۲۹۵ قیمت کی معرفت وصفت سے ہوتی ہے۔
- ۲۹۵ تعیین اور بیع میں ذراع وصفت سے اور لغو سے دہوی اور شہادت میں اس کا اعتبار ہے۔
- ۳۰۵ شرعی تضار کا طریقہ
- ۳۲۱ بعد کی اجازت پہلے کی وکالت کے مثل ہے۔
- ۳۳۱ ایک اخذات میں تطبیق۔
- ۳۳۱ آدمی کی شہادت اپنے فعل پر نامقبول ہے۔
- ۳۳۲ آجکل کی اصطلاح کا وکیل نکاح سفیر محض ہوتا ہے۔
- ۳۳۳ درختار کی ایک عبارت کی توضیح۔
- ۳۳۴ مشاہدہ اور ثابت بالمشاہدہ کا ایک حکم ہے۔
- ۳۵۰ اصل یہ ہے کہ مرد و عورت ایک دوسرے کے کفو ہیں۔
- ۳۵۲ تسینہ کا اجماراً مؤسسہ زیر ناف کا اگنا ،

۴۷۰	آبغال تا جیل کی مختلف دہلیں۔	ڈاڑھی، آواز کا بوجھل ہونا شرعاً مثبت بوجھ نہیں۔
۴۷۱	قسط بندی ایک قسم اجل ہے۔	۴۵۸
۴۷۱	اجل حق مدین ہے۔	عوام اس کی مدعی کہتے ہیں جو کچھری میں پہلے
	ایک ایسی صورت جس میں بظاہر مدعی پر جینہ	نالش کرے، شرع میں بسا اوقات اس کا
۴۷۳	نہیں اور مدعا علیہ پر قسم نہیں۔	الٹا ہوتا ہے، مدعی اور مدعا علیہ میں تمسین
۴۸۳	اقرار اور وعدہ کا قاعدہ کلیہ۔	۴۷۴
	مقصود علیہ الرعۃ کی تحقیق کہ حاکم کی دو	فقہاء جب یہ فرماتے ہیں کہ فلاں کا قول معتبر
۴۹۴	قسمیں ہیں: شرعی اور غیر شرعی۔	ہے تو اس کا یہ مطلب ہوتا ہے کہ قسم کے
۴۹۴	حکم شرعی وغیرہ شرعی کی تشریفیں اور مثالیں۔	۴۷۷
۵۰۳	ضرر بین کی چار شرطیں۔	۴۸۰
۵۱۹	ولایت مجبرہ کی تعریف۔	۴۸۰
	قضاء غلطی الایات اور شہادت	۴۸۲
۵۲۷	ادنی الایات ہے۔	شمالی کے لئے فریقین کی فیصلہ کے وقت تک
	تصنیق کے دو طریقے ہیں: اسرار اور	۴۳۰
۵۹۷	بیان حدود۔	
۵۷۲	تکذیب و اکاذیب میں فرق ہے۔	۴۳۲
	دعویٰ صرف مدعی کا قول ہوتا ہے اور شہادت	
۵۷۵	اسی کی خبر۔	۴۳۲
۵۸۳	اقرار اور دعویٰ کا فرق۔	۴۳۹
	واسبب کے دیا، کہنے اور شاہد کے دیا	۴۴۷
	کہنے میں فرق ہے، قرائن قول مدعی کے ساتھ	
۵۸۵	ہوتے ہیں۔	
۵۹۵	مجبور شخص اور مجبور شخص پر گواہی نامقبول۔	۴۴۹
	شخص غائب کی تصدیق کے لئے باپ اور دادا	
۵۹۵	دفنوں کا نام ضروری ہے۔	۴۵۵

- ۴۷۰ اسلیم میں تسلیم ملک کے بعد قادی کوئی چیز نہیں۔ ۶۱۶
 ۵۶۴ کفالت، حوالہ، قذف، وصیت، رہن، دین،
 جو علم مقدار قرض کفایہ نہ کیجئے فاسق مردود
 ۶۹۸ اقرار، ابراء میں ذبح و مکان میں اختلاف
 قبول شہادت میں مضر نہیں۔ ۶۳۵
 موجود پر شہادت دی تو مدعی، مدعا علیہ اور مدعو یہ
 کی طرف اشارہ ضروری ہے۔ ۶۸۲
 شہادہ کا حاضر کو پہنچانا ضروری۔ ۶۸۳

فضائل و مناقب

- ۲۴۵ عادت اسباب جرم، عالم دین کو ترجیح دی جائیگی۔ ۶۸۲
 ۲۴۵ وصفت علم سب پر راجح ہے۔ ۶۸۳
 قرآن مجید غلط تعبیر اور تقریر علی الغلط سے ظاہر
 منزہ ہے۔ ۵۲۴

- ۵۲۴ شفیق متین عالم اپنے حلاقہ کا قاضی شہر ہے۔ ۵۲۹
 اور مرتب سے فاضل کا تاوان دلایا جائے گا۔ ۴۷۸

تاریخ و تذکرہ

- فرقہ اور قوم لوط میں تقریباً دو ہزار برس کا
 فاصلہ ہے۔ ۳۳۸
 اقام سرخسی دامام بزدوی کے سن ہائے وفات ۵۵۸
 علامہ شامی کا سن وفات۔ ۵۵۸
 زمانہ فخر الاسلام (۱۲۰۲ھ) میں عام طور سے
 قاضی عدلی ہوتے تھے۔ ۵۵۹
 مفتی ابو مسعود کا سن وفات۔ ۵۵۹

قرض

- ۲۱۰ اتحمت والدین کے ترغیب کی حدیشیں۔ ۲۱۰
 ۲۱۰ رشوت دینے والے، لینے والے اور ان کے

ترغیب و ترہیب

- ۱۰۱ گواہ جھوٹ بولے تو اس کی ہلاکت ہوگی۔
 جو کسی کی ایک بالشت زمین غلطی سے قیامت
 کے دن ساتویں طبقہ تک دھنسا دیا جائیگا۔ ۱۴۳
 وارث کو حقیقات سے محروم کرنے والے کے لئے
 حدیث میں وعید شدید۔ ۱۶۹
 جھوٹے گواہ کے بارے میں حدیث میں
 وعید شدید۔ ۲۰۳
 اولاد کا والدین کے حترق کا لحاظ نہ کرنا
 گناہ کبیرہ ہے۔ ۲۱۰
 اتحمت والدین کے ترغیب کی حدیشیں۔ ۲۱۰
 رشوت دینے والے، لینے والے اور ان کے

- ۱۷۸ وہ مجرا کر سکتا ہے۔
 عورت کی زمینی پر اس کی اجازت سے اسی
 کے لئے مکان بنایا تو مکان عورت کا ہوگا خرچ
 عورت پر قرض ہوگا۔
 ۱۸۲ آج کل غلامت جنس پر قابو پانے تو اپنا حق
 وصول کر سکتا ہے۔
 ۲۲۲ میت کے مدیون پر میت کا وارث یا وصی
 دعویٰ کر سکتا ہے میت کا قرضدار نہیں۔
 ۲۳۸ میت کے مدیون پر دین اور غلامیت پر دین اگر
 کسی اور طریقہ سے ثابت ہو جائے تو مدیون
 کے مدیون پر دعویٰ ہو سکے گا۔
 ۲۳۸ میت کے ورثہ کے ہوں، ایک نے باپ پر اپنا
 ایک ہزار قرض بتایا اور اتنا ہی ترکہ سے منکر
 کسی اجنبی پر قرض ہے موجود لڑکے کی گواہی اجنبی
 پر قبول ہوگی، قرض دوسرے لڑکے کے آنے
 کے بعد دلایا جائے گا۔
 ۲۳۹ میت پر ایک وارث کی موجودگی میں قرض
 ثابت ہو البقیہ ورثہ کے حق میں بھی ثابت
 ہو جائے گا۔
 ۲۴۰ غیر مدیون کو دین کا مالک بنانا صحیح نہیں۔
 ۲۴۳ شرفادو دائن مدیون کو تقسیم نہیں کر سکتے
 نہ غیر مدیون سے دین کا مبادلہ ممکن ہے۔
 ۲۴۵ حاکم کو قرض خواہ کی رضا کے بغیر از خود ادائیگی
 قرض کی قسط بندی جائز نہیں۔
 ۲۴۷ غیر دائن پر اس کے دین کو موعیل نہیں کر سکتا۔

- اگر دائن نے مدیون کو کہا کہ جا اور ہر مہینے مجھے
 اتنے پیسے دے دیا کہ قریہ تا جیل نہ ہوئی۔
 قرضدار نے قرض ادا کر لے کا دعویٰ کیا تو اس کو
 گواہ دینا ہوگا نہ کہ قسم کھائے، گواہ نہ دے تو
 قرض خواہ پر قسم ہے۔
 ۲۸۲

اسماء الرجال

- ۲۳۸ اختلاف کے ائمہ خمسہ امام اعظم، ابو یوسف،
 محمد بن حسن، زفراد حسن ابن زیاد رحمہم اللہ
 قتلائے ہیں۔
 ۲۰۹

جرح و تعدیل

- ۲۴۲ سوال اول
 ۲۴۲ تزکیہ شہود سے متعلق سوال۔
 ۲۴۳ سوال دوم
 ۲۳۹ مرکز کا خود عادل ہونا ضروری ہے مہمبول الحال
 کسی کا تزکیہ نہیں کر سکتا۔
 ۲۴۳ مرکز کے عادل ہونے کی شرط پر امر شکاک کا
 اتفاق ہے۔
 ۲۴۴ کاذب خاسق کا تزکیہ صحیح نہیں۔
 ۲۴۴ متفقہ خیر اور قاضی کی تحریر صدق، خبر تواتر
 کے منزہ میں ہے۔
 ۲۴۲ طامع اور مفلس نہ ہونا، اور لوگوں سے اختلاف
 ہونا شرط العدل اور اولیت تزکیہ میں ہے۔
 ۲۴۵
 ۲۴۷
 ۲۴۷

جہاں کو اسباب جرح و قہر میں امتیاز و شوارہ ہے ۲۲۵ بتائے تو ظاہر کے خلاف ہے ، اس سے گراہ

توقیت و تقویم

۲۲۵ تاریخ کافرق۔

خوام آنے والی رات کو دن کے تابع ہوتے ہیں

اور اہل اسلام گزشتہ رات کو ، لیالی حج کا

اس سے استثناء ہے۔

انگریزی تقویم میں بارہ بجے رات سے تاریخ

بدلتی ہے۔

زبان و بیان

۲۲۲ تمآورہ زبان کی تحقیق

”اور کچھ ”دوپچھا“ کچھ ”دوپچھا“ کافرق۔

”ساتھ“ اور ”بعد آنے“ میں اختلاف۔

”اور“ عربی کے ”واو“ کا ترجمہ ہے ، یہ لفظ

معیت ، ترتیب ، تراخی ، تعقیب سب

سے خالی ہے۔

کسی وقت کے جوہر قلیل و کثیر کو پورا کر دینا

عرب کا دستور ہے۔

تہذیب و تمدن

۲۵۱ راجپوتوں میں عورتوں کے مات میں پیدل گھومنے

کا رواج ہے۔

عام طور سے ذیل پر گرو رکھنے والے شوکا مال

پچاس میں رکھتے ہیں ، مگر اس کو ۲۵ کا

۲۴۵

مانگے جائیں گے۔

۲۲۰

تہشتی قوم کا رواج

۲۲۶ مردوں کی سخت گیری کے لحاظ سے عورتوں کی

۲۵۰

سرکشی نادر ہے۔

مردوں کے نسبت عورتوں کو طلاق سخت

۲۵۰

آگوار ہے۔

۲۵۰

مردوں میں غصہ کے وقت طلاق کی دبا عام ہے

۲۲۶ زوج کی ملک کو اپنی طرف منسوب کرنا شائع و

۲۵۰

ذائع ہے۔

لعان

۲۲۲ متلا عنین سبب تک اہلیت لعان پر باقی ہیں

۲۲۰ یا شوہر خود اپنی تکذیب کرے وہ باہم نکاح

۲۲۶ نہیں کر سکتے۔

سیاست

۲۲۲ قضاے دینی کے لئے پورے ملک کے

۵۲۳

بادشاہ کا مسلمان ہونا ضروری نہیں۔

۲۲۶ اسلامی ریاست کے مسلم والی قاضی مقرر

۵۲۲

کر سکتے ہیں۔

۵۲۳ تعصب خلافت کے طریقے۔

۵۲۳

متطلب بھی حاکم ہو سکتا ہے۔

۵۲۳ بغیر استقامت و نیادہی حکومت قائم کرنے کا

مسلمانوں کو حکم نہیں بلکہ اپنے معاملات مالی اور

متفرقات

دیوانی بھی اس طرح کر لیں تو بہت
خوب ہے۔

۵۴۹

ہمارے واصلہ

جو شخص کسی دوسرے کے لئے اس کی اجازت
کے بغیر اور کسی مجبوری کے بغیر خرچ کرے اس
کا معاوضہ کسی سے نہیں لے سکتا۔

۱۷۸

ورثہ میں سے کسی نے تبرعا مورث کی طرف سے
ہمداد کر دیا تو اس کو دوسرے ورثہ سے
مطالبہ کا حق نہیں۔ اور تبرعا نہ ہو تو
وصول کر سکتا ہے۔

۱۹۲

گناہی لڑکے کو پیہر کر دیا تو اب اس کی آمدنی
میں والدین کو دھڑی کا حق نہیں۔ ہاں والدین

۲۰۶

پر پردا احسان موجب سعادت داریں ہے۔
کسی کے ساتھ نیکی پر ثواب کی امید ہے مگر
استحقاق معاوضہ نہیں۔

۲۷۲

کوئی شخص نیک سلوک اور احسان کر کے
جبراً عوض نہیں مانگ سکتا۔

۲۷۴

دوسرے کے امر کے بغیر اس کا قرضہ ادا
کرنے والا اس سے واپس نہ پائے گا۔

۲۷۴

انت مالک لایبک حکم دیانت ہے قضاء
باپ اور بیٹے کی جگہ جدا ہے۔

۳۱۲

لڑکے کے مال میں مجبور باپ کے حقوق۔

۳۱۴

جامع الفصولین کی بحث
صاحب جامع الفصولین کی بحث کا منشاء اور
ان کے قیاس مع الفارق کا اظہار اور مصنف
علیہ الرحمۃ کی تحقیق۔

۹۸

ایک غلط فیصلہ کا ابطال
آپ اشخاص کی تفصیل جو اصحابِ قہر و تسلط
میں آتے ہیں۔

۱۶۰

قیامت کی مسافت کے سلسلہ میں مجتبیٰ کی
جہارت کی توضیح۔

۲۹۱

طہرت زوجیت کے ایک فیصلہ کی تنقید۔
کسی شخص کو جانا اس کے ساتھ شناسائی و

۳۱۹

تعارف کو کہتے ہیں نہ کہ فقط نام سن لینے کو۔
چھوڑ دے، بتائے اور شیرینی کا اختلاف۔

۳۴۳

جہنہ دیکھنے میں نام لینے سے زیادہ تعین ہے۔
تبلیغ اور فعلِ نفس کے فرق کی مثال۔

۳۴۴

دو عینہ دس دی تو تین عینہ کھنے پر اعتراض
کا جواب۔

۳۴۹

ایک جملہ استثنائید کی توضیح۔
فتاویٰ خلاصہ کے ایک جزئیے کی تشریح۔

۳۶۳

محیط کی توثیق اور بحر کی تضعیف۔
عالمگیری کی ایک روایت کا مصداق۔

۳۶۹

دور الحکام اور عنایہ کی عبارتوں کی توضیح۔
تغفل علی الفح

۳۷۹

۶۱۷	تجرا راتی کے سبقت قفل۔	۵۲۹	اشبہاد پر تطفل
	قتیبی الحکام کی ایک عبارت کی توضیح اور	۵۳۰	تطفل علی الدر
۶۱۹	علامہ طرابلسی کی توضیح پر نظر۔	۵۴۴	عبارت ہندو مسکین کی ترجمہ۔
	÷ ÷ ÷	۵۵۹	علامہ شامی پر تطفل



کتاب الشّهادة

(گواہی کا بیان)

مسئلہ از دولت پور ضلع جند شہر مسئلہ رئیس بشیر محمد خاں صاحب ۵ شعبان ۱۳۲۹ھ
از دسے شرح شریف کے شاہد کی کیا تعریف ہے اور کوئی سی شہادت شرح شریف میں مافی ہائی ہے؟
بتفصیل ارقام فرمائیں۔

الجواب

شاہد وہ مجلس قضا میں بلفظ اشہد یا گواہی میدہم (میں گواہی دیتا ہوں۔ ت) یا گواہی دیتا ہوں
کسی حق کے ثابت کرنے کی خبر دے اور قبول شہادت کے لئے شاہد کا عقل بالغ، بیچ یاد والا، انکسار اور
مدعا علیہ پر اپنی گواہی سے الزام قائم کرنے کی لیاقت والا ہونا لازم ہے، اور یہ کہ اسی شہادت میں جو جسہ
قزابت و لاوت یا زوجیت یا عداوت وغیرہ اس پر تحت نہ ہو، اور قاضی کی گواہی بھی مردود ہے اور قبول
کرنے والا گنہگار، اور تفصیل تمام کتب فقہ میں ہے، درختار میں ہے،

اخبار صدق لاثبات حق بلفظ	کسی حق کو ثابت کرنے کے لئے مجلس قاضی میں
الشّهادة فی مجلس القاضی	لفظ شہادت کے ساتھ یہی خبر دینا (شہادت شرعی
شرطها العقل الحاصل	ہے) شہادت کی شرطیں یہ ہیں شاہد کا عقل بالغ
والضبط والولاية فيشترط	بیچ یادداشت والا اور مدعا علیہ پر ولایت رکھنے والا

الاسلام لو الحمد علیہ مسلماً و عدم
قربانہ ولاد او زوجیۃ او عداوۃ دنیویۃ
او دفع مغرم او جبر مغرم : واللہ تعالیٰ
اعلم۔

ہو چنانچہ اگر عداوت مسلمان ہو تو شاہد کا مسلمان ہونا
شرط ہوگا (نیز یہ بھی شرط ہے کہ) شاہد کو مشہور و لائق
ساتھ ولادت یا زوجیت کے اعتبار سے قربت
حاصل نہ ہو اور نہ ہی کوئی دنیوی عداوت ہو، اور

شاہد کو اس کو ایسی سے دفع تاوان یا حصول منفعت جیسی سہولت بھی حاصل نہ ہوتی ہو۔ (ت)

مسئلہ ازراپور مرسلہ مولانا ظہور الحسن صاحب مولوی ارشد علی صاحب ۲۸ ذوالقعدہ ۱۳۱۹ھ

سوالی از حضرت مولانا مولوی احمد رضا خاں صاحب، فتویٰ مخدوم مولوی منور علی صاحب دربارہ مقدمہ
فردوس بیگم مدعیہ میں جو جناب والا نے یہ لفظ تحریر فرمایا کہ گھر کی ہے؛ اگر شہادت مشہور و مندرجہ سوال جامع شرائط
شہادت ہے تو فیصلہ بحق مدعیہ ہونا چاہئے، آیا شرائط شہادت میں سے تعین مشہور بہ ساتھ حدود بیان کرنے کے
اگر مشہور بہ اراضی یا مکان ہو ہے یا نہیں؛ اور صرف مکان متنازعہ بول دینا بلا بیان حدود وصحت شہادت کے
واسطے کافی ہے یا نہیں؛ اور تعین مشہور و مدعیہ مشہورہ ساتھ ذکر اسم آب و جد کے اگر مشہورین میں سے
نہ ہوں شرط شہادت ہے یا نہیں؛ اور لفظ اشہد شہادت کے لئے ضروری ہے یا نہیں؛ اگر یوں شہادت
لی جاتی ہو کہ گواہ سے اولیٰ یوں ملت یا اشہد باللہ ہے کون کا بعد اس سے دریافت کیا فلاں مقدمہ میں
کیا جانتے ہو اس نے بیان شروع کر دیا اور اس بیان میں اشہد یا شہادت دیتا ہوں یا گواہی دیتا ہوں
کہ ایسا ہے نہ کہ توبہ شہادت قابل قبول ہے یا نہیں؛ اور ایسی شہادت کی بنا پر اگر قاضی فیصلہ کر دے
تو وہ فیصلہ قابل لغاؤ ہے یا نہیں؛ یَتَنَبَّؤْا قَوْلُ جَوْدَا (بیان کیجئے اہر و سہ جاؤ گے۔ ت)

الجواب

فقیر غفرلہ المولیٰ القدر نے اس فتویٰ پر اپنی تحریر جدا گانہ لکھی ہے اور اس میں مجکم احتیاط جس کا
لحاظ فتویٰ میں خصوصاً اس زمانہ شیوع جہل میں اہم ضروریات سے ہے مراۃ یہ قید ذکر کی کہ دونوں گواہان مدعیہ
اگر جامع شرائط شہادت ہیں اور ان کا بیان حاکم مجز کے سامنے حسب شرائط ہو لیا ہے تو بیع بنام فردوس بیگم
ضرور ثابت ہے اس میں تمام شرائط محل شہادت و جملہ شرائط ادائے شہادت و جمیع شرائط صحت دعویٰ
سب کی طرف اشارہ تھا کہ متحقق البیاد میں تقدم دعویٰ خود شرط شہادت ہے تو بے صحت دعویٰ شہادت ہرگز مستحکم
نہیں، فقیر کو معلوم تھا کہ جہل شائع ہے اور اجتماع شرائط کم توقع ومن لم یعرف اہل زمانہ فہو جاہل
لہ درمختار

۹۰/۲ مطبع مجتبائی دہلی کتاب الشہادت ۱۱۱
۹۹/۱ " " " باب التزوالت

(اور اپنے قمار والوں کو نہیں جانتا وہ جاہل ہے۔ ت) لہذا قصریٰ یا القصدیہ قیود ذکر کریں اور اس فتویٰ کی تصدیق و تصحیح پسند کی۔ مشہود پر جب عقار مشغول ارض یا دار ہو تو شہادت میں کم از کم تین حدود کا ذکر واجب ہے اس کے بغیر شہادت ہرگز قبول نہیں ہوگی کہ مشہود دار کے پاس حاضر ہو کر براہ مدعی و مدعا علیہ خود قاضی یا اس کے دو امینوں کے سامنے اشارہ سے تعین حدود و کردی تو ذکر حدود کی حاجت نہیں فان تعین الخاضع بلا اشارۃ (کیونکہ حاضر شے کی تعین اشارہ سے ہوتی ہے۔ ت) یا اگر دار ایسی معروف و مشہور ہے کہ اس کا نام لینا ہی علم کو بس ہے تو صاحبین کے نزدیک تحدید ضرور نہیں مام اب بھی مانتے ہیں اور یہی صحیح ہے مگر اگر قاضی کہ خاص مذہب امام یا مذہب صحیح پر قضا کے ساتھ مقید نہ کیا گیا ہو جبکہ اسے قاضی کرنے والے نے اختیار دیا ہو وہ اگر ایسی مشہور دار میں ہے تحدید قبول شہادت کر کے قضا کر دے گا نافذ ہو جائے گی وقوعہ فی مجتہد فیہ (بسبب واقع ہونے اس کے مجتہد فیہ میں۔ ت) ورنہ باطل ہوگی لکنہ معزول و لا فیہ کما فی البحر والاشباه والدرر وغیرہا (کیونکہ اس میں وہ معزول ہے جیسا کہ بحر و اشباه اور در و غیرہ میں ہے۔ ت) در مختار میں ہے:

یشترط التحدید فی دعوی العقار کما یشترط فی الشہادۃ علیہ ولو کان العقار مشہورا خلافا لہما الا اذا عرف الشہود الدار بعینہما فلا یحتاج الی ذکر حدودہا۔
عقار (غیر منقول جائیداد) کے دعویٰ میں حدود کو بیان کرنا شرط ہے جیسا کہ اس پر گواہی میں بیان شرط ہے اگرچہ وہ عقار مشہور ہو بخلاف صاحبین کے، مگر گواہان جب دار کو خصوصی طور پر پہچانتے ہوں تو بیاں حدود کی حاجت نہیں۔ (ت)

جامع الفصولین و فتاویٰ ہندیہ و عقود الدریہ وغیرہ میں ہے:

شہدا ابدار و قالوا نعرف حدودہ ۱۵۱
مثینا الیہ نکت لانعرف اسماء
الحدد و قامت القاضی یقبل
ذلک منہما اذا عدلا و یبعثہما
مع المدعی والمدعی علیہ
وامینین لہ لیقفن الشہود علی
دو گواہوں نے کسی کے لئے دار کی گواہی دی اور کہا کہ ہم اگر گھر کی طرف جائیں تو اس کی حدود کو پہچانتے ہیں مگر اس کی حدود کے نام نہیں جانتے تو قاضی ان کی گواہی کو قبول کرے گا بشرطیکہ ان دونوں گواہوں کی تعین ہو گئی۔ قاضی دونوں گواہوں کو مدعی مدعا علیہ اور اپنے دو امینوں کے ساتھ بھیجے گا تاکہ وہ گواہ

المحدود بحضوره اصدق القاضی فاذا
وقف علیها فقال هذه حدود دار شہدنا
به لهذا المدعی یرجعون الی القاضی و
یشہد الامینان انہما وقفوا وشہدا ابا سمار
المحدود فحینئذ یقضی بالدار وکذا
القصریة والمخائوت وجميع الضیاعات
کی حدود پر ہم کو واقع کیا ہے تو قاضی اس گھر کا فیصلہ مدعی کے حق میں کر دے گا اور یہی حکم ہے گاؤں،
دکانوں اور تمام غیر منقول جائیدادوں کا۔ (ت)
جامع الرموز میں ہے،

فیه دمرانی انه یحد ولو مشہورا وهذا
عندہ خلافا لہما فلولم یحد وقضی
بصحۃ ذلک نفذ یہ
صاحبین کے، چنانچہ اگر بیان حدود کے بغیر قاضی نے صحت دعویٰ کا فیصلہ دے دیا تو (صاحبین کے
نزدیک) نافذ ہو جائے گا۔ (ت)

مگر صرف جامع الفصولین میں اپنی رائے یہ تحریر فرمائی کہ اگر شہدین تک متنازع فیہ کی شہادت
دین اور مدعی و مدعا علیہ کا اتفاق ہو کہ جس دار کی انھوں نے شہادت دی ہے وہی متنازع فیہ ہے تو اصل
دار میں شہادت قبول ہونا مناسب معلوم ہوتا ہے اور اگر برزقش فتاویٰ امام رشید الدین سے نقل کیا
شہادتہم بالملک بلا ذکر الحد ولا تقبل (حدود کو بیان کے بغیر ملکیت پر ان کی گواہی قبول نہیں
کی جائے گی۔ ت) پھر اپنی بحث ذکر کی کہ،

اقول الفرغ هو التمیذ عند
القاضی، فینبغ ان
یصح حکمہ بحسب ما تمیز
میں کہتا ہوں غرض تو یہ ہے کہ = (دار) قاضی
کے نزدیک متنازع ہو جائے لہذا اس کا فیصلہ
متنازعے کی حد تک صحیح ہونا چاہیے، چنانچہ

۱۰۲/۱ ۱۰۲/۱ ۱۰۱/۱
۳۶۶/۴
۱۰۱/۱
لے جامع الفصولین الفصل السابع فی تحدید العقار الخ اسلامی کتب خانہ کراچی
لے جامع الرموز کتاب الدعویٰ مکتبہ اسلامیہ گنبدقا موسس ایران
لے جامع الفصولین الفصل السابع فی تحدید العقار الخ اسلامی کتب خانہ کراچی

فلو شهدا بذلك المتنازع فيه والخصمان
تصادقا على انت المشهود به هو
المتنازع فيه ، ينبغي انت تقبل الشهادة
في اصل الدار وانت لم يذكرا
الحدود لعدم الجهالة المفضية الى
النزاع في اصل الدار فلو وقع النزاع
في حدوده بعد الحكم باصله فذلك الامر
آخر قسم فيه الخصومة براسه كما انت
المجاسين لوتنازعا في حدود
داريهما لا في اصليهما يسلم لكل منهما
اصل داره وتسم الخصومة في
الحد ، والله تعالى اعلم

اگر دو گواہوں نے متنازع فیہ گھر کے بارے میں کسی
کی کھیت کی گواہی دی اور دہی و مدعا علیہ دونوں
نے تصدیق کر دی کہ متنازع فیہ گھر وہی ہے جس
کے بارے میں شہادت دی گئی تو اصل گھر کے بارے
میں ان کی گواہی مقبول ہونی چاہئے اگرچہ حدود کو
انہوں نے بیان نہ کیا ہو کیونکہ یہاں ایسی جہالت
معدوم ہے جو اصل گھر میں جھگڑے کا باعث بنے
اگر اصل گھر کے فیصلہ کے بعد اس کی حدود میں
نزاع واقع ہو تو یہ الگ معاملہ ہے جس میں تھے
سب سے خصوصیت سموع ہوگی جیسا کہ دوپڑا ویں
میں ان کے گھروں کی حدود کے بارے میں نزاع
واقع ہوا ذکر اصل گھروں کے بارے میں تو ہر ایک
کا اصل گھر اس کے حوالے کیا جائے گا اور اس کی حدود کے بارے میں خصوصیت سموع ہوگی ، واللہ
تعالیٰ اعلم (ت)۔

ظاہر ہے کہ اعتبار منقول فی المذہب کا ہے نہ کہ بحث کا ، حتیٰ کہ علمائے کرام نے تصریح فرمائی
کہ منقول کے مقابل امام ابن ہمام کی ابکاٹ بھی مقبول نہیں حالانکہ وہ بالغ درجہ اجتہاد مانے جاتے ہیں ۔
رد المحتار کتاب الحج میں ہے ،

قد قال تلميذه العلامة قاسم انت
ابحاثه المخالفة للمذہب لا تعتبر
فافهم بے

ابن ہمام کے شاگرد علامہ قاسم نے کہا کہ ان کی جو
ابکاٹ خلاف مذہب ہیں ان پر اعتبار نہیں
کیا جائے گا ، پس غور کرو۔ (ت)

لمطاعی کتاب الطلاق فصل ثبوت النسب میں ہے ،
النص هو المتبہ فلا يعقل علف
اتباع تو نص کی ہی کی جائے گی اس کے

البیٹ معہ

7/7

ہوتے ہوئے بحث پر اعتماد نہیں کیا جائیگا۔ (ت)
 اقول وبالله التوفیق (میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ سے ہے۔) ظاہر ان کی نظر اس
 طرف گئی کہ ذکر حدود کی حاجت تیز ذات مشہودہ کے لئے ہے ولہذا فرمایا کہ بعد تصدیق تین اصل دار
 میں شہادت مقبول ہو جانی چاہئے حدود میں تنازع پڑے تو اس کا مقدمہ جدا ہونے کا حالانکہ ذکر
 حدود کی ضرورت علم مقدار مشہودہ کے لئے ہے، دور و غرر وغیرہ کتب معتدہ میں ہے،
 ان قدر ہا لا یصیر معلوماً الا بالتحقیق۔ گھر کی مقدار کا تعین اس کی حدود کو بیاں
 کئے بغیر معلوم نہیں ہو سکتا۔ (ت)

تو اصل دار بلا تعین مقدار کیا چیز ہے جس کا قاضی حکم کرے یہ تو ایسا ہے کہ زید عمرو پر ہزار روپے کا
 دعویٰ کرے شہود شہادت دیں کہ اس کا اس پر کچھ آتا ہے کیا یہ گواہی اصل دین کے اثبات میں مقبول
 ہو جائے گی ہرگز نہیں،

ولم یقل بہ احدہ بہ ظہر الجواب
 من قیاسہ علی مسئلۃ الجاریت فان
 شہد لم یختلفا فی اصل داریہما فالتسلیم
 لعدم النزاع علی جہۃ القضاء و
 انما یحتاج النقاضی الی علم المقدار فیسما
 یدعی بہ عندہ فیعید القضاء بہ علی
 المنکر۔
 اس کا قائل کوئی بھی نہیں اور اسی سے مسئلہ
 جاریں پر اس کے قیاس کا جواب ظاہر ہو گیا
 کیونکہ وہاں دونوں پڑوسیوں میں ان کے اصل
 گھروں کے بارے میں اختلاف واقع نہیں ہوا
 چنانچہ وہاں قضاء کی جہت سے نزاع معدوم
 ہونے کی وجہ سے تسلیم متحقق ہوئی، بیشک قاضی
 اس بات کا محتاج ہے کہ کسی گھر کی مقدار اُسے

معلوم ہو جس کا دعویٰ اس کے پاس کیا گیا ہے اور منکر کے خلاف اس کا فیصلہ کرنا چاہتا ہے۔ (ت)
 اگر ایسی شہادت مقبول ہو تو لازم کہ دعویٰ بھی بلا تعین حدود مقبول ہو جائے وہی وجہ وہاں
 بھی جاری ہے کہ اصل دین اس وقت حکم چاہتا ہے حدود میں نزاع پڑے تو یہ مقدمہ جدا ہونے کا
 حالانکہ یہ جملہ کتب مذہب کے خلاف ہے، خود جامع الفصولین میں ہے،

لو ادعی عقالاً فلا بد من ذکر بطلانہ اگر عقال (غیر منقول) کا کہتا تو اس شہر کا ذکر ضروری

فیما المدعی ثم من ذکر المحلة ثم السكة
ثم حدودہ فلو ذکر حدین لایکفی ولو ذکر
المثلثة کفی وکل جواب عرفته فی الدعوی
فهو الجواب فی الشهادة أحد مختصراً۔
ہے جس میں مدعی ہے پھر محلہ، محل اور مقدار کی حدود کا
ذکر کرنا بھی ضروری ہے، اگر اسی نے دو حدود کا
ذکر کیا تو کافی نہیں اور اگر تین کا ذکر کیا تو کافی ہے
اور جو حکم دے دعویٰ میں پہچان دہی حکم شہادت میں
ہے أحد مختصراً۔ (ت)

بالجملہ نظر حاضر میں یہ بحث قابل اہتمام نہیں مشہورہ وعلیہ کی قسین ضرور ہے مگر تحقیق یہ ہے کہ وہاں
مقصود صرف رفع التباس ہے جس طرح ہو یہاں تک کہ اگر صرف نام یا تنہا لقب یا مجرد صفت ہی سے
رفع اشتباه ہو جاسے پس ہے ورنہ ذکر نام و نام پدر بالاتفاق اور نام جد امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ
کے نزدیک ضرور ہے اور یہی صحیح ہے ہاں اگر قاضی ماذون صرف نام و نام پدر پر قبول کر کے قضا کر دے تو نافذ
ہو جائے گی عورت کے لئے نام و زوجیت کافی ہے، درمختار میں ہے،

فلوقضی بلا ذکر الجہد نفذاً فالمعتبر التعریف
لا تکثیر الحدود حق لوعرف باسما
فقط أو بلقب واحد کفی۔
اگر داد اکا ذکر کے بغیر قاضی نے قضا کر دی تو نافذ
ہوگی اس میں معتبر تو صرف پہچان کرنا ہے نہ کہ
تکثیر میں زیادہ الفاظ استعمال کرنا یہاں تک

کہ اگر محض نام سے اس کی پہچان ہو جائے یا تنہا لقب سے شناخت ہو جائے تو کافی ہے۔ (ت)
جامع الفصولین، ملقط و فصول عمادیہ و ہندیہ و مع الفخار و متبعی العمادیہ میں ہے،

والحاصل ان الاعتبار ما هو حصول المعرفة
وإدفع الاشتراك
خلاصہ یہ کہ اعتبار تو صرف شناخت کے حصول اور
اشتراک و اشتباه کے خاتمے کا ہے (ت)

جامع الفصولین میں ہے،

المعتبر هو حصول المعرفة وإدفع
الالتباس باى شئ كان
اعتبار اس بات کا ہے شناخت حاصل ہو جائے
اور اشتباه دور ہو جائے چاہے کسی بھی شے

سے ہو۔ (ت)

۱/۴۳	اسلامی کتب خانہ کراچی	الفصل السادس	جامع الفصولین
۱/۹۱	مطبع مجتہدی دہلی	کتاب الشهادات	مجموعہ درمختار
۲/۲۵۹	ادب اثبات نورانی کتب خانہ پشاور	کتاب الشهادات	فتاویٰ ہندیہ بخارا الفصل العمادیہ
۱/۱۲۰	اسلامی کتب خانہ کراچی	الفصل التاسع	جامع الفصولین

روا المختار میں ہے،

قوله او بئقبه وكذا بصفته كما ائقب به في
الحامدية فيمن يشهد انت المرأة التي
قتلت في سوق كذا يوم كذا في وقت كذا
قتلها فلان تقبل بلا بيان اسمها واسم
ابها حيث كانت معروفة لم يشاد كسافي
ذلك غير هائله

نے قتل کیا ہے تو اس عورت اور اس کے باپ کا نام بیان کے بغیر شہادت قبول کر لی جائے گی جبکہ وہ متقولہ عورت
مشہور ہو اور اس وصف میں اس کے ساتھ کوئی اور شریک نہ ہو۔ (ت)
عقود المدیریہ میں ہے،

قالوا في ثبوت هلال رمضان شهدوا انه
شهد عند قاضي مصر كذا شاهد انت
برؤية الهلال وقضى القاضي بهاد وجب
استجباا شرائط المدعى قضى القاضي
بشهادتهما فانظروا حفظكم الله تعالى
الى قولهم قاضي بلدة كذا ولم يذكر
اشترط اسم ابیه وجده لانه لا يلتبس
بغيره اذ القاضي في ذلك الوقت واحد
لا اثنان كما هو المعلوم

کیونکہ اس وقت شہر کا قاضی ایک ہی ہے ذکر دہ جیسا کہ معلوم ہے۔ (ت)
اشباہ میں ہے،

تكفي النسبة الى الزوج لامت المقصود عورت کی نسبت زوج کی طرف کرنا کافی ہے کیونکہ

کما نص عليه العلماء انكر امر في حكمة عدم
تحليل الشاهد ووضع هذا اللفظ عوضه
ان شاهد الزور لما اراد اهلاك مال المشهود
عليه عوض باهلاك ذاته بخلاف ما لو
حلف اذ كان يسيرا عليه كفارته :

جیسا کہ گواہوں سے حلف نہ لینے اور اس کے بجائے
لفظاً اَشْهَدُ رکھنے کی حکمت کے بارے میں علماء کرام
نے نص فرمائی ہے کہ مجبوراً گواہ جب مشہود علیہ کے مال
کی ہلاکت کا ارادہ کرے تو اس کا بدلہ اسے
ہلاکت ذات کی صورت میں ملتا ہے بخلاف قسم کے
گواہ پر اس کا کفارہ ادا کر دینا آسان ہوتا ہے (ت)

فرض ایسی شہادت ہرگز شہادت نہیں اور اس پر جو قضا ہر امر سے نافذ نہیں
لا تنفذ احد اطراف القضاء وهو الطريق
فان القاضي انما يقضي بالبينّة او النكول
او الاقرار فاذا اتعد مت اتعد من القضاء

ا طراف قضا میں سے ایک یعنی طریق کے مفقود ہونے
کی وجہ سے کیونکہ قاضی گواہوں یا انکار مدعا علیہ
یا اقرار مدعی علیہ کے ذریعے ہی فیصلہ کرتا ہے جب یہ
معدوم ہوں تو قضا ربی معدوم ہوگی (ت)

فتاویٰ خیر میں ہے : ومما نظمه ابن المغيرة في الفواكه البدريّة (ابن القيس نے
فواکہ بدریہ میں نظم کیا - ت) یہ

اطراف كل قضية حكمية
حكم ومحكوم به وله
ست يلوح بعدها التحقيق
ولمحكوم عليه وحاكم وطريق

(ہر قضا کے چھ اطراف ہوتے ہیں جن کے بعد تحقیق ظاہر ہوتی ہے ، حکم ، محکوم پر ، محکوم کو ،
محکوم علیہ ، حاکم اور طریق - ت)

وبفقد واحد من اطراف القضية يفقد
الحكم وبنّ لك يعرف بطلان المحضر
المذكور - والله تعالى اعلم.

ا طراف قضا میں سے ایک کے مفقود ہونے کی
وجہ سے حکم مفقود ہو جاتا ہے اور اسی سے مذکورہ
دستاویز کا بطلان بھی معلوم ہو جاتا ہے ۔ واللہ
تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۹ شوال ۱۳۰۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی زوجہ کو ہندہ کو دوسرے صلح سے اپنے مکان کو روانہ کیا، اثنائے راہ میں بکربیت خاسد بھگا کر اپنے یہاں لے گیا، زید نے نالیش فرار کی، ہندہ نے بیان کیا زید مجھے جائداد دیکھ دینے کو کہتا تھا میں نے نہ لکھی اس نے تین بار کہا میں نے تجھے طلاق دی اور شہادت میں اپنا حقیقی بھائی اور رشتہ کا چچا اور ایک عورت کو روٹی پکانے پر ہندہ کے یہاں نوکر سے پیش کرتی ہے اور یہ تینوں شخص جاہل و غیر پابند نماز ہیں اس صورت میں طلاق ثابت ہوگی یا نہیں؟
بیّنوا تو جروا۔

الجواب

طلاق و نکاح ہم مسلمانوں کے شرعی و دینی معاملے ہیں ان کا ثبوت اسی طور پر ہونا لازم جس طرح شریعت مطہرہ میں مقرر کیا گیا ہے، شریعت مطہرہ میں پابند نماز نہ ہونا تو معاذ اللہ حد درجہ کافق ہے تاکہ جماعت کی گواہی سے ہی طلاق ثابت نہیں ہوتی۔ مالگیری میں ہے،
کل فرض له وقت معين كالصلوة والصوم
اذا اخر من غير عذر سقطت عدا اللہ
جس فرض کا وقت معین ہے جیسے نماز اور روزہ اگر کوئی بلا عذر اس میں تاخیر کرے تو اس کا عادل ہونا ساقط ہو جاتا ہے۔ (ت)

اسی میں ہے،

اذا ترك الرجل الصلوة استخفا فبالجماعة
هان لا يستعظم لغوية الجماعة كما يفعله
العوام اذ مجانة او فسقا لا تجوز شهادته لجهل
اگر کوئی شخص بطور تحقیر یا جماعت نماز نہ پڑھے یا ایسا کر جماعت کے وقت ہو جانے کو کوئی بڑی بات نہ سمجھے جیسا کہ عوام ان اس کرتے ہیں یا بوجہ یا بطور فسق و فجور جماعت کو ترک کرے تو اس کی گواہی جائز نہیں۔

اور ان کا جاہل ہونا دوسری وجہ ان کی رد شہادت کی ہے، درمختار میں ہے،

لا تقبل شهادة الجاهل على الصالح
لفسقه بترك ما يجب تعلمه شرعا
جاہل کی گواہی عالم کے خلاف قبول نہیں کی جائیگی کیونکہ جن احکام شریعہ کا سیکھنا اس پر واجب ہے

فحينئذ لا تقبل شهادته على مثله ولا على غيره وللمحاكم تعزيره على تركه ذلك ثم قال وانما له من يستخرج المعنى من التوكيد كما يحق وينبغي له بطور قهر يزاد سكتا ہے پھر کہا کہ عالم وہ ہے جو تراکیب الفاظ سے معنی کا استخراج کر سکے جیسا کہ ثابت اور مناسب ہے۔ (ت)

پھر عورت میں قیسری وجہ اور ہے کہ وہ ہندو کی نوکر ہے اور نوکر کی جوابی آقا کے حق میں مقبول نہیں، درختار میں ہے،

لا تقبل شهادة الاجير الخاص لمستاجره
مستأجرة او مشاهرة او الخادم (۱۰)

اجیر خاص (مزدور یا نوکر) کی گواہی اپنے مستاجر
کے حق میں قبول نہیں کی جائے گی چاہے اجرت
سالانہ ہو یا ماہانہ، یا اجیر خاص سے مراد خادم (تابع یا شاگرد خاص ہے)۔ (ت)

پس صورت مستفہر میں طلاق ثابت نہیں تہذیب ہندہ پرستور زوج و زوجہ ماننے جائیں گے۔
واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ از ریاست ٹرنک محلہ موخیل وزیر گنج مرسلہ حسن رضا خاں ۲۸ ربیع الاول ۱۳۱۰ھ
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس صورت میں کہ مسماۃ ہندہ مدعیہ کے شوہر کا
 انتقال ہو گیا اس نے خسر ضامن مہر و نیز مدعا علیہ ثانی ضامن چرخا واد جہیز پر تین دعوے عدالت شریعت
 میں پیش کئے۔ ثبوت ہر مدعی میں ہشت مع قاضی شہادتین شرعیہ براجمہ مدعا علیہم پیش ہوئیں کہ
 عدالت شرع میں پذیرا و تسلیم ہو چکیں و حصر بھی فریقین سے کر چکی تھی و نیز مدعا علیہم کے بیانات سے بھی
 اقرا و ثبات ہے، اذ حال ثبوت سے بعد پانچ ماہ کے ایک مدعا علیہ نے درخواست خلاف شرع پیش کی
 کہ اب گواہان مدعیہ پر جرح ہے تزکیہ کر دیا جائے، وکیل مدعیہ نے بھی عرض بدین خلاف شرع پیش کی کہ اب
 جرح کرنا مدعا علیہ کا اور درخواست تزکیہ کی مسترد کرنا جائز ہے، پس تزکیہ ایسے وقت میں ایسے معاملہ
 داد و ستد میں جس کا ذکر ہ بالا ہو چکا ہے بعد پانچ ماہ کے درست ہے یا نہیں؟ جیترا تو جروا۔

الجواب

اگر بیان مدعا علیہم سے دعویٰ مدعیہ کا اقرار ثابت ہو لیا جیسا کہ سوال سے ظاہر ہے جب تو خود واضح کر یہ درخواست جرح گواہان اصلہ قابل سماعت نہیں خود ان کا اقرار ان پر ڈگری ہونے کو کافی فائده حجة شرعية يكفي للقضاء على صاحبہ فكما ان المدعى لا يكلف باقامة بينة بعد اقرار المدعى عليه وكذلك لا يكلف باثبات عد التهم اذ كل ذلك صار مستغنى عنه بعد ۵۔

اس لئے کہ اقرار حجت شرعیہ ہے جو اقرار کرنیوالے پر قضا کے لئے کافی ہے۔ تو جس طرح مدعا علیہ کے اقرار کے بعد مدعی گواہ پیش کرنے کا مسکت نہیں بنایا جاتا اسی طرح وہ گواہوں کی عدالت ثابت کرنے کا مسکت بھی نہیں بنایا جائے گا کیونکہ اقرار کے بعد ان تمام چیزوں کی حاجت نہیں رہتی۔

علامہ تصریح فرماتے ہیں کہ اگر بعد اقامت بینۃ مدعا علیہ نے اقرار کر دیا تو اس پر ڈگری بوجہ اقرار ہوگی نہ کہ بوجہ بینۃ۔

فی رد المحتار عن البحر الرائق لواقصر بعد البينة يقضى به لا بها۔
البحر الرائق کے حوالے سے رد المحتار میں مذکور ہے کہ اگر مدعا علیہ نے مدعی کی طرف سے گواہ پیش کرنے کے بعد اقرار کر لیا تو فیصلہ اقرار کی بنیاد پر ہوگا نہ کہ گواہوں کی بنیاد پر۔ (ت)

تو اب گواہوں کی عدالت و عدم عدالت سے کیا بحث رہی بلکہ خود بوجہ اقرار مدعا علیہم پر ڈگری ثابت اور اگر بوجہ کہ کافی ان کے بیان سے ثابت نہ ہو تو دیکھا جائے کہ قاضی نے گواہوں کا تذکرہ کر لیا یعنی اگر خود ان کی عدالت سے آگاہ تھا تو مزکی معتد سے ان کے عدل جائز الشہادۃ ہونے کی تحقیق کر لی تھی یا نہیں اگر چکا تھا تو اس حالت میں بھی یہ جرح مجدد کی درخواست ناقابل شنوائی ہے کہ بعد تذکرہ جرح مجدد پر گواہی گزری تو وہ بھی نامقبول ہے نہ کہ مدعا علیہ کا بڑا بیان۔ در مختار میں ہے ۱

لا تقبل الشهادة على جرح محسود بعد تزكية بعد جرح مجدد پر شہادت قبول نہیں المتعدیل (مخلصنا) کی جائے گی (مخلصنا)۔ (ت)

اور اگر منہوز تذکرہ نہ ہوا تھا کہ مدعا علیہم نے یہ درخواست دی تو بلاشبہ قاضی پر واجب کہ یہ

درخواست سنے اور عدالت شہود کی تحقیقات کرے اگرچہ ادا سے شہادت کو میسر نہ ہو کہ ہوں کہ مرد عدالت مانع سوال تزکیہ نہیں اور مذہب مفتی پر یہ تحقیق اس زمانہ میں مطلقاً لازم اور بموجب طلب و طعن مدعا علیہ تو بالاتفاق کی جائے گی، درمختار میں ہے۔

لایسأل عن شاهد بلا طعن من الخصم الا
فی الحد وقود وعندہا یسأل فی الكل
ان جہل بحالہم، بحر، بہ یفتی
کرے جبکہ قاضی کو ان کا حال معلوم نہ ہو، بحر، اسی پر فتویٰ ہے۔ (د ت)
ردالمحتار میں ہے۔

قوله یسأل ای وجوباً قال فی البحر والمناهل
انہ ان طعن الخصم سأل عنہم فی الكل و
الاسئل فی الحد وود والقصاص و فی غیرہا
محل الاختلاف۔ واللہ تعالیٰ اعلم
در نہ حدود و قصاص میں دریافت کرے جبکہ باقی مقدمات میں محل اختلاف ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (د ت)
مسئلہ ۲۰ ذی الحجہ ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی زوجہ ہندہ کو اپنی زندگی وصحت میں
بعض دین مہر کے اپنی جائیداد منقولہ وغیر منقولہ قیمتی تحفہ چار سو روپیہ کے دی اور قبضہ کر دیا اب زید مر گیا
ورثہ نے اپنے حقہ کا دعویٰ کیا اور کہا کہ یہ جائیداد موقوفہ ہے ہندہ نے بیان کیا میرا مہر پانچ سو روپیہ کا تھا
اور میرا خاوند زید بعض دین مہر کے گواہوں کے رو برو مجھے قبضہ دے گیا ہے اور شہادت معتبر سے یحسینی
دلو گواہوں سے ثابت ہو گیا ہے کہ زید نے ہمارے سامنے بعض دین مہر کے ہندہ کو جائیداد دی اور قبضہ
کر دیا لیکن قصہ داد دین مہر کی یاد نہیں کہ کس قدر تھا تو اس صورت میں مہر ہندہ کا وہی سمجھا جائے گا جو زید
اپنی زندگی میں دے ملا یا ہر مثل لازم آئے گا یا کم از کم ہر دس درہم سمجھا جائے گا اور ورثہ بھی اس جائیداد
میں حصہ پائیں گے یا نہیں؟ تینوا تو جروا۔

الجواب

چونکہ دو گواہان عادل شرعی شہادت شرعیہ کا طرہ ادا کریں کہ ان کے سامنے یہ مال اور غلاں جب بڑا داس عورت کو اس کے غلاں شوہر نے جو عرض دین مہر دی تو یہ گواہی کامل ہے عورت کی ملک بندیہ خریداری بعض مہر اس مال و جائداد میں ثابت ہوگئی و اگر ان کا دعویٰ ساقط ہو گا وہی میں بیان مقدار مہر کی کچھ حاجت نہ تھی کہ اس وجہ سے شہادت میں قصور کچھ جائے نہ اب اس بحث کی کوئی ضرورت کہ مہر کتنا تھا یا کس قدر سمجھا جائے آخر وہ کتنا ہی تھا و مزید سے ساقط ہو گیا اور اس کے بدلے یہ مال و جائداد ملک ہندہ میں آ گیا۔ رد المحتار میں ہے :

اشار الی انھما لو شہدا بالشراء ولعربینا
الثلث لم تقبل وتماہ فی البحر وقال
الخبیر الی ملی فی حاشیئہ علیہ المفہوم
من کلام مہم فی هذا الموضع وغیرہ انہ
فیما یمتاج فیہ الی القضاء بالثمن لا یبد
من ذکرہ و ذکر قدرہ و وصفہ وما لا یمتاج
فیہ الی القضاء بہ لاجابة الی ذکرہ
ثمن، اس کی مقدار اور اس کی صفت کا ذکر ضروری ہے اور جہاں ثمن کے ذریعے قضا کی حاجت نہیں
وہاں ثمن کو ذکر کرنا ضروری نہیں۔ (ت)

اسی میں جسوسہ سے ہے :

وان قالوا اقربندنا انہ باعہا منہ واستوفی
الثلث ولم یسبیا الثمن فهو جائز لان
الحاجة الی القضاء بالملک للمدعی دون
القضاء بالعقد فقد انتہی حکم العقد
باستيفاء الثمن
اور اگر گواہوں نے کہا اس نے ہمارے پاس قرار کیا
کہ اس نے غلاں شخص کے ہاتھ مگر فروخت کیا اور
ثمن وصول کر لے، گواہوں نے ثمن کو بیان نہیں کیا
تو یہ جائز ہے کیونکہ یہاں حاجت ملک مدعی کی
قضا کی ہے نہ کہ عقد کے بارے میں قضا کی تو بلاشبہ
ثمن کی وصولی سے حکم عقد انتہا کو پہنچ گیا۔ (ت)

منحة الخانی علی الجوار النقی میں کلام مذکور کے بعد فرمایا :

ولای الجہالة انما توثر لایضا تقضی الحب
منازعة مانعة من التسليم والتسليم
الاتری ان ما لا یحتاج الی قبضه فجہالتہ
لا تقصر وهو المصالح عنہ بخلاف ما
ما یحتاج الی قبضه وهو المصالح علیہ فاذا اقر
باصتیفاء الثمن فلا حاجة هنا الی تسلیم الثمن
فجہالتہ لاتمنہ القاضی من القضاء بحکم
الاقرار اور ومن تأمل هذه الکلمات فظهر
له الحکم فی مسائل هذه ظهورا بینا۔ والله
تعالی اعلم۔

اس لئے کہ بیشک جہالت یہاں مؤثر ہے کیونکہ وہ ایسے
نزاع کا باعث ہے جو تسلیم و تسلیم سے مانع ہے کیا
تو نہیں دیکھتا کہ جہاں قبضہ کی حاجت نہ ہو اس کی
جہالت مضر نہیں اور وہ مصالح عنہ ہے (جس شے پر
نزاع واقع ہوا) بخلاف اس چیز کے جس پر قبضہ کی
حاجت ہے اور وہ مصالح علیہ ہے (جس شے پر صلح
ہوتی)۔ اور جب مانع نے ثمن وصول کر لینے کا اقرار
کر لیا تو یہاں تسلیم ثمن کی حاجت نہ رہی لہذا ثمن کی
جہالت قاضی کو بوجہ اقرار قضا سے مانع نہیں ہوگی ؟
جو شخص ان کلمات میں غور کرے اس پر ہمارے
زیر بحث مسئلہ کا حکم خوب واضح ہو جائیگا واللہ تعالیٰ اعلم (دست)

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اور مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ عورت قوم طائفہ بوجہ آشنائی
کسی مرد کے پاس عرصہ دراز تک بغیر ہونے نکاح کے بچہ اور ہم صحبت رہی اور پھر اس مرد نے بوجہ مذکور
جو بہ نامہ جائداد مشترک کا بنام بذا عرض دین مہر کے اس عورت کے نام لکھ دیا اور اس میں لکھا ہو کہ نکاح
میرا ساتھ اس کے ہو گیا ہے تو یہ اقرار مرد کا بمقتضا حد شرعی شخص ثالث کے شرعا ثابت ہونے نکاح کا کافی
ہے یا نہیں ؟ اور شہادت سماعی یا کسی شخص واحد کی کافی ہو سکتی ہے یا نہیں ؟ اور شرعا شہادت کیسی اور کن
آدمیوں کے واسطے ثابت ہونے نکاح کے جائز اور معتبر ہوگی ؟ اور ایسا بہ نامہ بھی جائداد مشترک کا شرعا
جائز ہے یا نہیں ؟ بتیروا تو جروا۔

الجواب

شہادت شخص واحد کی ثبوت نکاح کے لئے کافی نہیں ، دو مرد یا ایک مرد و دو عورت عادل ہونا چاہئے
فی الدر المنثور و نصابہا الخیر ہا منہ
الحقوق سواء کانت الحق صا لا او
در مختار میں ہے ، امر مذکورہ کے سوا دیگر حقوق
میں نصابہ شہادت دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں

غير كاشكاح وطلاق ووكالة ووصية و
استهلال صبي ولولارت وجمالت او رجيل
وامراتان ولزير في الكل فقط اشهد لقبولها
والعدالة لوجوبه اذ ملخصا.

چاہے وہ حتیٰ مال ہو یا غیر مال جیسے نکاح، طلاق، وکالت، وصیت اور بچے کا آواز نکالنا اگرچہ گواہی وراثت کے لئے سہ اور تمام مراتب میں قبول شہادت کے لئے لفظ اَشْهَدُ (میں گواہی دیتا ہوں)

فیه ایضاً بل فی العزیمۃ عن الخانیۃ صحت
التفسیر اذ یقولوا شہدنا لانا سمعنا من
الناس اما لوقالہم نعان ذلک و لکنہ
اشہر عندنا جائزت فی الکل و صحیحہ
شامرح الوہابیۃ وغیرہ ، واللہ تعالیٰ اعلم
وہ ہمارے نزدیک مشہور ہے تو سب میں شہادت
قرار دیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

اور مرد و زن کا عرصہ دراز تک مثل زن و شوہر بننا و جم صحبت رہنا عمدہ علامات مثبتہ نکاح سے ہے
فی فتاویٰ قاضیخان و نورای رجلا و امرأة
یسکتان فی منزل و ینبسط کل واحد منهما
علی صاحبه کما یکون بیت الا ذاب حل
له ان یشهد علی نكاحهما، و فی
الهدایة و کذا الوراع الممانا
جلس مجلس القضاء یدخل علیه
الخصم و مر حل له ان یشهد

علیٰ کو تہ قاضیا و کذا اذار ای وجلا و امراة
یسکنان بیتا و ینبسط کل واحد الی الآخر
انبساط الا زواج الیہ

قرطبی ہے کہ وہ اس کے قاضی ہونے کی گواہی دے
یوں اگر مرد اور عورت کو ایک گھر میں رہائش پذیر اور
ایک دوسرے سے میان بیوی کی طرح بے تکلفی کرتے
دیکھا تو ان کے نکاح کی گواہی دے سکتا ہے (ت)

اور صحت اقرار مرد بھی ثبوت نکاح کے لئے کافی ہے بلکہ بعد اقرار کے منکر ہو اور عورت اس کی حیات میں یا بعد
موت کے تصدیق نکاح کرے تاہم نکاح ثابت اور زنی مستحق لڑت و مهر ہے،

فی العالمگیریۃ رجل اقرانہ تزویج فلانۃ بالف
درہم فی صحۃ او مرض ثمر حجدہ و صدقۃ
فی حیاتہ او بعد موتہ فہو جائز و لہما
المیراث والمہر الخ۔

عالمگیریہ میں ہے، اگر کسی مرد نے حالت مرض یا صحت
میں اقرار کیا کہ اس نے فلان عورت سے ہزار درہم
کے عوض نکاح کیا ہے پھر اس اقرار سے انکار کیا
حالانکہ عورت نے اس مرد کی زندگی میں یا اس کی

موت کے بعد اس کی تصدیق کی تو نکاح جائز ہوگا اور عورت میراث اور مہر کی مستحق ہوگی الخ دستا
اور ہر بالعرض حکم بیع میں ہے مشاع و مشترک ہونا موجب کا اس کی صحت کو مضرت نہیں بلکہ حصہ
و اسب میں ہر صحیح و نافذ ہے گا۔

فی الدر المختار اما لو قال و ہبتک بکذا
فہو بیع ابتداء و انتہاء و فیہ ایضا
و بطل بیع قن ضم الی غیر بخلاف قن ضم
الی قن غیرہ فیصح بخصت فی مبتداء
ملقطا، واللہ تعالیٰ اعلم۔

در مختار میں ہے کہ اگر کسی نے کہا میں نے یہ چیز اتنے
کے بدلے تجھے بیس کی تویہ ابتداء اور انتہاء بیع
ہے اور یہ بھی اسی میں ہے کہ اس غلام کی بیع باطل
ہے جس کو آزاد کے ساتھ ملا کر فروخت کیا جائے
بخلاف اس غلام کے جس کو دوسرے کے غلام کے
ساتھ ملا کر بیچا جائے کیونکہ یہاں بائع کے حصہ کی بیع اسی کے غلام میں صحیح ہوگی الخ التلخیص، واللہ
تعالیٰ اعلم (ت)

۱۵۸/۴	مطبع یوسفی مکہ	کتاب الشہادت	لے الہدایۃ
۲۰۶/۴	نورانی کتب خانہ پشاور	کتاب الاقرار الباب السادس عشر	لے فتاویٰ ہندیہ
۱۶۲/۴	مطبع مجتبیٰ دہلی	کتاب المہر	لے در مختار
۲۳/۴	۔ ۔ ۔	کتاب البیوع باب البیع الخامس	لے ۔

مسئلہ از سیکرٹری مسئلہ قاضی و اسست علی صاحب ۱۳۱۳ ہجری الاولیٰ ۱۳۱۳

مسماۃ کا بیان ہے کہ میرے نکاح کو تھینا اشارہ برس مجھے مسی عبد الرحیم کے ساتھ ہوا عرصہ دوڑ جانی ماہ کا ہوا کہ میرے غلذہ نے یہ دو مرتبہ کہا کہ تجھ کو طلاق ہے کہ جو تو اس بات کو صحیح نہ کر ادے بعد اس کے چند شخصوں نے طرفیں کو بھاڑا جھگڑا دیا پھر دوبارہ کہ عرصہ بارہ روز کا ہوا صندوق مجھ سے میرے خاوند نے مانگا میں نے ان کو منع کیا وہ صندوق مجھ سے لیتے تھے اور میں نہیں دیتی تھی میرے شوہر نے یہ لفظ کہا کہ تجھ کو طلاق جو تو کچھ نہ گزارے، پھر مجھ سے کہا کہ تجھ کو طلاق ہے تجھ کو طلاق ہے تجھ کو طلاق ہے اس وقت میان محمد امین اور میری والدہ موجود تھیں اور زوجہ حسین بخش کہ میرے اور ان کے درمیان میں ایک دیوار ہے اس پر کھڑی ہوئی تھیں سو اے اس کے اور کوئی موجود نہ تھا محمد امین میرے ماموں کا لاکا ہے اور یہ جھگڑا میری والدہ کے مکان میں ہوا غلط۔

بیان مستفی عبد الرحیم شوہر مسماۃ کا یہ ہے کہ میرے نکاح کو عرصہ تھینا سترہ اشارہ برس کا ہوا، دس گیارہ ماہ سے میں اپنی خسرال میں ہوں میری خوشدامنی نے کئی مرتبہ یہ کہا کہ تم علیحدہ چلے جاؤ پھر عرصہ بارہ روز کا ہوا میں نے کہا کہ میری چیز بست نکال کر باہر رکھ دو میں نے صندوق کو ہاتھ لگایا تو اس ہمارے بولی کہ تجھ کو صندوق سے کیا تعلق ہے وہ تو اس کے باپ نے اس کو دیا ہے میرے کوئی نہیں ہے جو تمہارا مقابلہ کرے اتنے میں محمد امین دوڑ آیا اس نے کہا ہٹ جاؤ صندوق کو مت چھوؤ اچھا نہیں ہے تمہارے لئے میں نے کہا کہ کیا تم مجھے مارو گے تو کہا پٹ کر ذلیل ہو کر یہاں سے جاؤ گے پھر میں نے گھر میں اپنے کہا کہ تو ہٹ جاناں ان کی بولی تو ہٹ جاتی ہے پٹ نہ ٹک جلتے، ہٹ گئی اور چار پائی پر علیحدہ جا بیٹھی پھر میں نے امین سے کہا کہ کھایا پیام کو حرام ہے اور طلاق ہے کہ جو تم اب مجھ کو نہ مارو، امین نے کہا کہ یہی بات ہے، پھر میں نے کہا کہ یہی بات ہے کہ تجھ کو کھایا پیام حرام ہے اور طلاق کہ تم مجھ کو نہ مارو، چچی سے میں نے کہا کہ اب جو کچھ تم کو کرنا ہے کرو، پھر انہوں نے کہا کہ ان کے بہنوئی قادر بخش کو اور بھائی محمد بخش کو اور بھائی محمد ظہور کو بلاؤ انہوں نے طلاق دی ہے میں کھڑا رہا اتنے میں کلں اپنے گھر میں سے آئے انہوں نے کہا کہ میں نے بھی سنا ہے یہاں تک آواز آرہا تھا کہ تم نے طلاق دی پھر میں نے کہا کہ اور کوئی الزام پکڑو کہ میں کھڑا ہوا ہوں لوگوں کو آنے دو پھر میں نے کہا کہ کس کے سامنے طلاق دی مقابلہ میرا اور تمہارا اور چچی کا ہو رہا تھا یہ طوفان باندھنا اچھا نہیں ہے، اتنے میں قادر بخش پہلے آئے انہوں نے مجھ سے کہا کہ کیا وہ بیات چاتی ہے، میں نے کہا کچھ وہ بیات نہیں میں اپنی چیز علیحدہ کر رہا تھا، امین میرے مقابلہ کو آیا تھا تو میں اس سے یہ لفظ کہہ رہا تھا انہوں نے اس کا طومار باندھا ہے اور لڑائی کے وقت جو ہشتی

دروازہ پر کھڑے تھے اور حسین بخش مجھ کو بلانے کو گئے تھے اور جو بھی بلاتے رہے میں نے اس کے جواب میں یہ کہا کہ میری کوئی لڑائی اور جھگڑا نہیں ہے آتا ہوں کلن مجھ سے عداوت رکھتے ہیں اس کے کو چار آدمیوں سے دریافت کر لو فقط۔

بیان والدہ مسماۃ کا یہ ہے کہ میں اپنا کام کرتی تھی دونوں میاں بی بی میں صندوق پر جھگڑا ہو رہا تھا اس کے شوہر نے کہا کہ تجھ کو طلاق جو تو تجھ کو غرار سے بعد اس کے اسی وقت تین مرتبہ یہ کہا کہ تجھے طلاق ہے تجھے طلاق سے تجھے طلاق ہے، اس وقت یہاں محمد امین موجود تھا اور حسین بخش کی زوجہ کو میں نے دیوار پر کھڑے ہوئے نہیں دیکھا وہ کبھی تھی کہ میں دیوار پر کھڑی تھی اور میرے بھائی کلن کی زوجہ ایک لفظ سن کر انہیں فقط طلاق کا۔

بیان زوجہ حسین بخش کا یہ ہے کہ ان کے گھر میں دونوں میں بہت دیر سے رنج ہو رہا تھا مجھ کو یہ نہیں معلوم کہ کس بات پر ہو رہا تھا میں اس وقت دیوار پر کھڑی تھی صندوق دونوں کے ہاتھ میں تھا زوجہ یہ کہتی کہ صندوق نہ لے جاؤ یہیں کیونکر کھول کر دیکھ لو اور غارند اس کا یہ کہتا تھا کہ میں صندوق لے جاؤں گا، اسی پر اس کے غارند نے کہا کہ میں نے طلاق دی میں نے طلاق دی میں نے طلاق دی، اور اس وقت محمد امین اور والدہ مسماۃ کی موجودگی فقط جملہ محمد یعقوب علی۔

العبد قاضی فرست علی بنم غودیہ بیان کیا اور دوبارہ پوچھا گیا تو لفظ میں کی جگہ تجھ کو بیان کیا، میں نے زوجہ حسین بخش کو اول ہی مرتبہ جب سوال کیا کہ بیان کرو تو جواب اس کے کہا کہ میں نے سنا اور یہ کہا کہ میں کم سنٹی ہوں، بقلم غودیہ قاضی محمد فرست علی بنم یعقوب علی، تحریر تاریخ، ۱۰ ماہ جادی الاولیٰ ۱۳۱۴ھ۔

بیان محمد امین کا یہ ہے کہ عرصہ آٹھ روز کا ہوا کہ دونوں میں لڑائی ہونے لگی میں نے جا کر ان سے کہا آہستگی سے بات کرو جو تم کہہ میں دواؤں بد اسکے صندوق پر پھینا چھٹی ہونے لگی انہوں نے مارا اس کی ناک میں گھون علاؤ صندوق انکو دیا گیا پھر لوٹ پھر بننے لگی اسی صندوق پر انہوں نے یہ کہا کہ جو کچھ کرنا اسے تجھ کو طلاق ہے ایک زبان میں تین دفعہ کہا تجھ کو طلاق ہے ایک زبان میں تین دفعہ کہا تجھ کو طلاق ہے اس کے بعد میرے والد آگئے ان سے کہا کہ باہر جاؤ وہاں پر میں تھا اور جو اس وقت کوئی موجود نہ تھا میری چھوچی تھی اور چھوچی کی لڑائی تھی فقط۔

بیان کلن پڑوسی کا یہ ہے کہ عرصہ آٹھ روز کا ہوا کہ میں باہر سے اپنے گھر میں سنا کہ شور و غوغا بہت سے مچا ہوا تھا میرے گھر میں ذکر کیا کہ آج عبد الرحیم نے اپنے گھر میں بہت مارا میں نے کہا اس سے مجھے کیا ہے میں روٹی لانے کو بیٹھ گیا صندوق کے لئے، دونوں میں پھینا آتی ہو رہی تھی میں نے اپنے گھر میں سنا کہ تجھے طلاق ہے کرنا غرار سے بعد کو تین مرتبہ کہا تجھے طلاق تجھے طلاق، بعد کو میں گیا میں نے کہا کہ اب

نکلو باہر ہو، انہوں نے کہا کہ مجھے مارو گے، میں نے کہا کہ مجھے کیا مطلب ہے۔

بیان محمد بخش میرے مکان پر امین آئے اور کہا کہ پھر بھی نے تجھ کو بلوایا ہے کہ عبد الرحیم نے اپنے گھر میں طلاق دی دریافت کیا آن کر کے تو زبانی محمد امین کے اور ان کی والدہ یعنی مسماۃ کے اور مسماۃ سے معلوم ہوا کہ طلاق دی اور کسی کی زبانی نہیں معلوم ہوا۔

بیان ظہور الدین میرے پاس پہلے پہلے واسطے بلانے کے امین آئے دوبارہ حسین بخش بلانے کو آئے بعد کو پھر امین آئے اور بیان کیا کہ وہاں سب لوگ جمع ہیں میں گیا تو یہ سب لوگ وہاں موجود تھے وہ دونوں ٹل جئے مجھے کچھ کہنے سے ٹھیک میں نے ان کو جھڑک دیا ان کا حال کچھ سُنا نہیں یہ کہہ دیا کہ جو کچھ ہوا وہ چار روز میں اور مکان لے کر جا رہیں گے لیکن یہ لوگ جہاں میں مجھ کو بلانے آئے تھے انہوں نے مجھ سے کہا کہ طلاق دی ہے۔ بیان قادر بخش میں مسماۃ کے مکان پر گیا تو وہاں پر محمد امین نے اور عبد الرحیم کی خوشہ امن نے کہا کہ عبد الرحیم نے طلاق دے دی میں وہاں حاضرش جیسا رہا جس وقت کہ بھائی محمد بخش و ظہور الدین آئے تو انہوں نے کہا طلاق کا قصہ اچھا نہیں ہے تم اپنا کنارہ کر لو اور عرصہ چار روز میں مکان لے لو یہاں سے سب چھینے خوشی خوشی اٹھا لو۔

بیان شیخ نفعی یہ سب صاحب بیٹھے تھے محمد بخش و قادر بخش و ظہور الدین ان کے بھائی صاحب محمد بخش کہہ رہے تھے کہ اپنا مکان لے لو اور اپنی چیز بست نکال کر لے جاؤ۔

بیان حسین بخش گواہ عبد الرحیم میں یہاں شیخ ظہور الدین کے مکان میں کام کر رہا تھا جو ہشتی نے مجھ سے آن کر کہا کہ عبد الرحیم نے اپنے گھر میں مارا ہے تم جا کر پکا دو میں گیا کہا بھائی! یہاں آؤ بات سن جاؤ، یہ نہیں آئے میں لوٹ آیا، اس کے تھوڑی دیر میں یہ سنا کہ عبد الرحیم نے طلاق دی میں نے طلاق کا لفظ اپنے بڑے لڑکے سے سُنا اور راستہ میں امین مجھ کو لے کر کہا کہ بھائی شیخ ظہور الدین کو بلا لے جاتا ہوں عبد الرحیم نے اپنے گھر میں طلاق دی ہے۔

بیان حبیبہ ہشتی عبد الرحیم میں اور گھر میں لڑائی ہوتی تھی میں عبد الرحیم کو بلاتا رہا کہ عورتوں سے کیا لڑائی لڑتے ہو عبد الرحیم میرے بلانے سے نہیں آئے اور نہ میں نے کوئی لفظ طلاق کا سُنا فقط۔

یہ بیانات میرے نو برادر تحریر جو سنے العبد قاضی فراست علی بعلم خود

بعد سلام مسنون التماس ہے کاغذ ہذا واسطے طلب فتویٰ کے ارسال خدمت ہوتا ہے تصدیق خدمت ہے کہ کل مراتب مندرجہ بالا ملاحظہ فرما کر فتویٰ طلاق خواہ عدم طلاق کا تحریر فرما کر ابلاغ فرمائیے، عذا اللہ ماجرہ عند اناس مشکور ہوں گے فقط۔ راقم قاضی محمد فراست علی از بسپور

الجواب

صورت مستفسر میں گواہیاں محض تا کافی ہیں ان سے طلاق پر گز ثابت نہیں ہو سکتی تھے و جو کے بیان میں تو طلاق ٹھننے کا ذکر ہی نہیں اور محمد بخش و ظہور الدین و قادری بخش و حسین بخش و درویش کی زبانی سُننا بیان کرتے ہیں اور طلاق ان چیزوں سے نہیں جن میں شکی سنائی پر گواہی مقبول ہو سکے۔ درمختار میں ہے:

لا يشهد احد بماله يعاينه بالاجماع الا
في عشرة منها العتق والولد عند انشائي
والمهر على الاصح والنسب والموت و
النكاح والدخول وولاية الفاضل اصل
الوقف وقيل وشرائطه على المختار
كما مر فله الشهادة اذا اخبر به بهذه
الاشياء من يثق الشاهد به من خبر جماعة
لا يتصور قواطوهم على الكذب بلا شروط
عدالة او شهادة عدلين الا في الموت
فيكفي العدل ولو انش وهو المختار ومن
في يد شئ سوى رقيق يعبر عن نفسه فله
ان تشهد انه له ان وقع في قبلك انه ملكه
والا لا (ملقطاً)۔

ہے، اور جس شخص کے قبضہ میں کوئی شے ہو سوائے اپنا حال بیان کر سکنے والے غلام کے تو تجھے اختیار ہے کہ تو قابض کے لئے اس مقبوض شے کی ملکیت کی گواہی دے بشرطیکہ تیرے دل میں یہ بات واقع ہو کہ یہ قابض کی ملک ہے ورنہ نہیں (ملقطاً)۔ (ت)

اور والدہ مسماۃ کی گواہی یوں مرد و سہ کر وہ مدعیہ کی ماں ہے اور ماں باپ، دادا و دادی،
نانا نانی کی گواہی بیٹے بیٹی، پوتے پوتی، نواسے نواسی کے لئے اور ان کی ان کے لئے مقبول نہیں۔
درمختار میں ہے،

لا تقبل من الفرع لاصله وامت علا و تمت کہ وجہ سے فرع کی گواہی اصل کے حق میں
بالعکس للتہمة (ملخصاً) مقبول نہیں اگرچہ اصول اور تک پہلے جائیں اور

یونہی اس کے برعکس (یعنی اصل کی گواہی فرع کے حق میں قبول نہ ہوگی) (ملخصاً)۔ (د)۔
نکلیں کی گواہی یوں مرد و سہ کر وہ صاف کہہ رہا ہے کہ میں نے اپنے گھر میں سے عبد الرحیم کو طلاق
دیتے سنا اور آڑ میں سے سُتے پر گواہی بعض ضرورتوں کے سوا ہرگز مقبول نہیں کہ آواز آواز سے مشابہ ہوتی
ہے نہ صرف صاحب گواہ بیان کر دے کہ میں نے آڑ میں سے سُنا تو مطلقاً مرد و سہ، درختا میں ہے،

لا یشہد علی محجب بساعة منہ الا اذا تبین القائل بان لم یکن فی البیت غیوہ لکن یوفیہ لا تقبل درر الزہ۔
د گواہی دے اس شخص پر جو آڑ کے پیچھے پوشیدہ ہے اس کی آواز کو سن کر سوائے اس کے کہ ظاہر
واضح ہو جائے کہ اس مکان میں قائل کے علاوہ

کوئی دوسرا موجود نہیں، لیکن اگر شاہد آڑ کی سماعت کو بیان کر دے تو اس کی گواہی نہ ہوگی (درر الزہ)۔
اب نہ ہے مگر محمد امین و زوجہ حسین بخش قطع نظر اس سے کہ ان کی شہادتوں میں کتنے خلل شرعی ہیں
نہ صرف سزا و جزا میں خلل ہے بلکہ کوئی خلل نہ بھی ہوتا تو صرف ایک مرد اور ایک عورت کی
گواہی سے طلاق ثابت نہیں ہو سکتی۔ دو مرد عادل یا ایک خود و دو عورتیں لغتہ درکار ہیں۔ درختا ر
میں ہے۔

لصاحب الطیر من الحقوق کنکاح و طلاق اور مذکورہ کے سوا دیگر حقوق میں لصاب شہادت
رجلان اور رجل وامرأتان تک (ملقطاً) دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں ہے جیسے نکاح
و طلاق وغیرہ میں (ملقطاً)۔ (د)۔

مگر یہ ثبوت و عدم ثبوت قاضی و دیگر خلاف کے نزدیک ہے واقع میں اگر عورت سچی ہے اس کے سامنے
اسے تین طلاق دی ہیں تو عورت پر فرض ہے کہ جس طرح جانے اس سے جدا ہو جائے پھر اگر جدا نہ ہو سکے
تو وہ بال مرد پر ہے یہ الزام سے بری رہے گی جب تک اس کے پاس رہے ہاتھ لگانے پر پے دل سے
تاراض ہو اور اپنی حد قدرت تک اس سے بچنے میں ہمیشہ کوشش کرتی رہے والمسئلة منصوص

۹۴/۲	کتاب الشہادات باب القبول و عدم	مطبع مجتہبی دہلی	۱۱۴/۲
۹۱-۹۲/۲	" " "	" " "	۹۱-۹۲/۲
۹۱/۲	" " "	" " "	۹۱/۲

عليها في الدار المختارة وورد المختار وغيرهما من الاسفار (اس مسئلہ پر در مختار اور رد المحتار وغیرہ ضخیم کتابوں میں نص کی گئی ہے۔ ت) اور اگر واقع میں بھی عتہ جبرئی ہے اور یہ جیلہ کر کے اس سے حبس ہو جائے گی تو عمر بھر گرفتار گناہ حکیم رہے گی اور معاذ اللہ لعنت اللہی ولعنت ملوک کی مستحق ہوگی کسا تعقید صحاح الاحادیث (جیسا کہ احادیث صحیحہ اس کا غائدہ دیتی ہیں۔ ت) واللہ سبغہ و تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ از ریاست دامپور متصل زیارت شاہ ولی اللہ صاحب مظلوم لوی چاریتہ اللہ خاں صاحب
۶ ذی الحجہ ۱۳۹۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہندہ اور زید و عمرو میں ایک زمین کے بابت مخالفت ہے، ہندہ کا قول ہے کہ یہ زمینی ملک و مقبوض ہندہ ہے۔ زید و عمرو کہتے ہیں کہ یہ زمین بکر کی تھی اس نے عرصہ تھینتا ۵۵ سال کا گزرا کہ واسطے قبرستان کے وقف کر دی تھی مگر کسی کو اس کا متولی نہ کیا تھا اور یہ زمینی سرودٹی بکر کی ہے وقف و سرودٹی ہونے کی سماعی شہادت زید و عمرو کی ہے، قابل تحقیق و دریافت یہ امر ہے کہ زید و عمرو کی صرف اس قدر سماعی شہادت سے کہ یہ زمینی سرودٹی بکر کی ہے یہ زمین بلکہ بکر شرعاً قرار دی جائے گی یا نہیں؛ بعد زید و عمرو کی سماعی اس شہادت سے کہ وہ زمین بکر کے وقف کر دی ہے شرعاً موقوفہ قرار دی جائے گی یا نہیں؛ جواب: اس کا بجز ال کتاب و مسائل مفتی بہ درج ہو، بیعتوا التوحید و۔

الجواب

صورت مستفسرہ میں اگر زید و عمرو شرائط شہادت کے جامع اور ان کا بیان جلد شرائط عامہ و خاصہ کو مستفہج واقع ہوا تو زمین متنازعہ فیہا کا قبرستان کے لئے وقف ہونا ثابت ہو جائے گا کہ اصل وقف میں شہادت سماعی ضرور مقبول ہے اور صحت وقف باکیست و اقف پر موقوفہ تو قبل وقف زمینی کا ملک بکر ہونا ضمنی ثبوت میں رنگ ثابت ہوتے پائے گا اگرچہ ابتداء اثبات حکم کے لئے شہادت سماعی کافی نہیں۔

و کرم من ثمنی یشبت ضمناً ولا یشبت قصدا	بہت سی چیزیں ضمناً ثابت ہوتی ہیں قصداً ثابت نہیں
لاخبار مجوسی اقف بلحم انت	نہیں ہوتیں جیسے کسی شخص کے پاس کھانا لاسنے والے
قلنا المسلم اسرسلہ الیک بهذا	مجوسی کا خبر دینا کہ اس کو فلاں مسلمان نے یہ کھانا
ہدیۃ لک فانه یقبل قوله فی	تیرے لئے بطور ہدیہ دے کر تیرے پاس بھیجا ہے
العاملات والہدایا	بیشک مجوسی کا قول معاملات میں مقبول ہوتا ہے
منہا ثم یشبت الحبل ضمناً	اور تحالف بھیجنا معاملات میں سے ہے پھر اس

وان كان قول الكافر لا يقبل في الديانات
ومنها العمل والحرمة أصلاً ثم
رأيت بحمد الله التعليل بعين هذا
في تبیین الحقائق للامام الزليعي حيث
قال رحمه الله تعالى عاين ملحقاً
بحدوده ينسب اليه فلا تبت
فلان الفلاني وهو لم يعرفه بوجهه و
وليه ثم جاء الذي نسب اليه الملك
وادعى ان السعد وملكه على شخص
حل له ان يشهد استحساناً لان النسب
يثبت بالتسامع فصار المالك معلوماً
بالتسامع والملك بالمعاينة ولو لم يسم
مثل هذا الضاع حقوق الناس لامت
فيهم المحجوب وموت لا يبرئ أصلاً
ولا يتصور ان يراء متصرف فيه وليس
هذا اثبات الملك بالتسامع وانما هو
اثبات النسب بالتسامع وفي ضعفه اثبات
الملك به وهو لا يمتنع وانما يمتنع
اثباته قهراً

کھانے کا حلال ہونا ضمنی ثابت ہو جائے گا اگرچہ
امور دنیہ میں کافر کا قول بالکل مقبول نہیں ہوتا اور
حلال و حرام ہونا امور دنیہ میں سے ہے پھر میں نے
یکھ دیکھا کہ بعض علما نے زلیعی کی تبیین الحقائق
میں دیکھی جہاں آپ نے فرمایا کہ ایک شخص نے ملک کو
اس کی حدود کے ساتھ دیکھا کہ فلاں ابن فلاں کی
طرف منسوب ہوتی ہے جبکہ اس نے مالک کو نہ تو
چہرہ سے پہچانا اور نہ ہی اس کے نسب کو جانا پھر
وہ شخص آیا جس کی طرف ملک محدود کی نسبت کی جاتی
ہے اور خاص اسی ملک محدود کے مالک ہونے
کا دعویٰ کیا تو شاہد کہ اس کی ملک پر گواہی دینا بطور
استحسان حلال ہے کیونکہ نسب سماع سے ثابت
ہو جاتا ہے لہذا مالک لوگوں سے شن کر اور ملک
دیکھ کر معلوم ہو گیا اور اگر اس طرح کی گواہی مسووع نہ ہو
تو لوگوں کے حقوق ضائع ہو جائیں گے کیونکہ لوگوں میں
کچھ تعاب پوش ہوتے ہیں اور کچھ ایسے ہوتے ہیں
بالکل سادے نہیں آتے تو ایسے شخص کو مالک میں
تصرف کرتے ہوئے دیکھنا شاہد کے لئے مقصور نہیں
اور یہ تسامع سے ملک کو ثابت کرنا نہیں ہے بلکہ
یہ تو تسامع سے نسب کا اثبات ہے اور اس کے ساتھ ضمن میں ملک کا اثبات ہے اور یہ محقق نہیں

محقق تو قضا تسامع سے ملک کا اثبات ہے (دست)

مسئلہ کتب میں دوا اور موت و شریح و فتاویٰ میں مستفیض و آشکار ہے، تو یہ میں ہے
تقبل فیہ الشہادۃ بعد موت الدعوی و وقف میں بلاد دعوی شہادت قبول کی جاتی ہے اور

مانی کر قضا کر دے تو ناقد ہو جائے گی جبکہ اسے ایسی قضا کا اختیار ہو اور اگر عقیدہ پابند کیا گیا ہے کہ مذہب حنفی صحیح و معتق ہے برکے موافق فیصلہ کرے تو ایسی شہادت کی بنا پر قضا سے قاضی بھی مردود اور فیصلہ واجب الرد ہے کہ خلاف تفسیر میں وہ قاضی نہیں بلکہ احد من الرایا ہے۔ رد المحتار میں ہے :

شاهد الحبیۃ اذا اخرها بغير عذر لا تقبل
لفسقه اشياء من القنیۃ وقال ابن نجیم
فی رسالۃ المؤلفۃ فیما تبہم فیہ الشہادۃ
حسبۃ ومقتضاه ان الشاہد فی
الوقف کذلک لیس

شہادت میں تاخیر کرے تو فسق کی وجہ سے اس کی شہادت مقبول نہ ہوگی (اشیاء بحوالہ قنیۃ) ابن نجیم نے ان امور کے بارے میں جن میں شہادت حسبہ سمجھا جاتی ہے تا لیس کر دہ اپنے رسالے میں فرمایا کہ اس کا مقتضایہ ہے کہ وقف میں گواہی دینے والے کا حکم بھی ایسا ہی ہو۔ (ت) عقود العریۃ میں ہے :

سئل فیما اذا باع خرید مقارن المعلوم من
عمرو وتصرف بہ عمرو صدقہ مدینۃ ورجلان
معاینان مشاہدان لذلک کلہ و مطلقان
علیہ ویریدان الا ان یشہدا حبیۃ بان
المقارن وقف کذا وقد اخر الشہادۃ یتہما بلا عذر
شرعی ولا تاویل فهل حیث کا من الامر
کما ذکر لا تقبل شہادۃ یتہما الجواب شہادۃ
الحبیۃ اذا اخر شہادۃ بلا عذر شرعی مسلم
تمکنہ من ادائہا لا تقبل شہادۃ کما فی
الاشیاء وغیرہا۔

تو اس کی شہادت قبول نہیں کی جائے گی جیسا کہ استنباط وغیرہ میں ہے (ت) رد المحتار میں ہے :

ولو قضی بشہادۃ فاسق
لہ رد المحتار کتاب الوقف فصل راعی شرط الواقف فی اجارۃ دار احیاء التراث العربیہ ۳/۴۰۳
کتاب الشہادۃ ارگ باز از قضا را فغانستان ۱/۳۲۶

لفظ) واشم قسم (الا ان یمنع منه) ای
من القضاء بشهادة الفاسق (الامام فلا)
ینفذ لیسرانه یتأقت ویتقید بزمانت و
مکان وحادثة و قول معتقد حق لا ینفذ
قضاؤه باقوال ضعیفة۔

نافذ ہوگا اور قاضی گنہگار ہوگا (فتح) میسکی اگر
حاکم نے قاضی کو فاسق کی شہادت پر فیصلہ کرنے سے
منع کیا تو نافذ نہ ہوگا کیونکہ قاضی کو مخصوص زمانے،
مخصوص جگہ، مخصوص مادے اور معتقد قول پر فیصلہ کرنے
کے ساتھ مقید کیا جاسکتا ہے یہاں تک اقوال ضعیفہ
کی بنیاد پر کیا ہو اس کا فیصلہ نافذ نہ ہوگا۔ (دستا)

اس سب امور کا لحاظ ضرور ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ از دولت پور ضلع بلند شہر مدرسہ رئیس بشیر محمد خاں صاحب ۵ شعبان ۱۳۲۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسئلوں میں،

- (۱) اگر کچھ طبع ناجائز سے کوئی شخص شہادت دے تو اس کی شہادت کا اعتبار ہوگا یا نہیں؟
- (۲) جو شخص پابند صوم و صلوٰۃ نہ ہو اور مسکرات کا پابند ہو ایسے شخص کی شہادت شرعاً مانی جاسکتی ہے یا نہیں؟

(۳) اس مسلم کے کیا علامات ہیں از روئے شہاد شریف کے؟

(۴) شہادت شاہد کے واسطے عمر کی قید ہے یا نہیں؟ اور اگر ہے تو کس عمر سے کسی عمر تک تا قابل شہادت مانا جاتا ہے؟

الجواب

(۱) انہار مسائل سے معلوم ہوا کہ طبع ناجائز سے مراد رشوت ہے، ایسی شہادت باطل محض مردود ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں،

الراشی والمقش فی النار رواہ الطبرانی فی الصغیر عن عبد اللہ بن عمر ورضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

رشوت دینے والا اور رشوت لینے والا جہنمی ہیں۔
اس کو طبرانی نے معجم صغیر میں سیدنا عبد اللہ
بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ورنہ
تعالیٰ اعلم (ت)

۹۱/۲	مطبع مجتہبی دہلی	کتاب الشہادات	لے در مختار
۲۸/۱	دار الکتب العلمیہ بیروت	حدیث ۲۰۴	مطبع الصغیر
۲۹/۲	مکتبۃ المعارف انگریز احض		لے المعجم الادب وسط للطبرانی

(۲) ہرگز نہیں کہ وہ فاسق ہے اور فاسق کی شہادت مردود ہے،

قال الله تعالى يا ايها الذين آمنوا ان جاءكم فاسق بنبأ فتبينوا - والله تعالى اعلم -
اِنَّهٗ تَعَالٰى سَءِىُّ اَرْشَادٍ قَرِيبًا اِنَّ اِيْمَانًا وَاِلٰهًا
اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لائے تو

چھان بین کرلو۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

(۳) باتیں مطابق عقل کے ہوں کام عاقلانہ ہوں کبھی عاقلوں کبھی پاگلوں کے سے قول فعل نہ کرے،
یہ تصریحات کے لئے ہے، اور اگر اجمال شہادت و روایت و قصدا و افتا کے لئے سلامت جو اس مقصود جو
تو یہ بھی ضرور ہے کہ شاید ورلوی کی یاد میں جو سخت بھولنے والا نہ ہو اور قاضی و مفتی کی فہم و فکر ٹھیک ہو۔
در مختار میں ہے،

الشهادة شرطها العقل الكامل والقبض - شہادت کے لئے کامل عقل اور یادداشت
شرط ہے۔ (ت)

اسی کی کتاب القضا میں ہے،

ينبغي ان يكون موثوقا به في عفافه وعقله
وصلاحه وفهمه و علمه ومثله فيسما
ذكر المفتي - والله تعالى اعلم -
قاضی معتد علیہ ہونا چاہئے پاکدامنی، عقل، صلاح،
فہم اور علم میں۔ اور مذکورہ امور میں مفتی بھی قاضی
کی مثل ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

(۴) اداۓ شہادت کے لئے بالغ ہونا شرط ہے نابالغ کی گواہی معتبر نہیں، نہ اتنا بڑا صاحب عمر
جو پرانہ سالی و مانع صحیح نہ رہا بات یاد نہ رہے کچھ لکچھ کے۔ در مختار میں ہے،

لا تقبل من اعمى مطلقا وموتد ومملوك
وصبي ومغفل ومجنون الا ان يتحصلا
في الهرق والقبيل واذا بعد الحسرية
والبسوخ -
انہ جس کی گواہی مطلقاً قبول نہیں کی جائے گی اور
نہ ہی مرتد، غلام، بچے، غافل اور پاگل کی مگر
جب غلام اور بچہ غلامی اور قیز کی حالت میں
تحمل شہادت کریں اور آزادی و بلوغ کے بعد
شہادت ادا کریں تو قبول ہوگی۔ (ت)

سہ القرآن الکریم ۶/۴۹

۹۰/۲	مطبوعہ مجتہدی دہلی	کتاب الشہادات	سہ در مختار
۶۲-۶۳/۲	" " "	کتاب القضا	سہ "
۹۴/۲	" " "	کتاب الشہادات	سہ "

اسی میں ہے، شواہظ الاداء الضبط الخ (ادائے شہادت کی شرطوں میں سے یادداشت کا ہونا ہے الخ۔) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ اگر آپس پر محلہ مسجد فقیر اخون صاحب مرسلہ شہادۃ خاں ۲۱ شعبان ۱۳۳۱ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زیر مسلم ڈاکٹر نے ایک سرٹیفکیٹ جو غلام محمد کو اہل کراچی کے ایک کٹر دلی اس وقت ۱۸ اور ۱۹ سال کے درمیان میں عمر معلوم ہوتی ہے میری رائے میں اور غلام کے چہرہ وغیرہ سے اس کی عمر ایسی نہیں معلوم ہوتی اب مرنچھوں کا آغاز ہوا ہے پس سرٹیفکیٹ ڈاکٹر جو بیزلہ شہادت کے ہے ایسے زمانہ کی بابت جس میں ڈاکٹر نے مشاہدہ نہیں کیا ہے محض اپنے قیاس اور رائے سے اظہارِ عمر کرتا ہے اور نسبت اپنی رائے کے ظاہر کرتا ہے کہ رائے کی غلطی ممکن ہے تو ایسی صورت میں یہ شہادت قابل قبول عدالت ہوگی یا نہیں؟

الجواب

اسے شہادت سے کوئی تعلق نہیں، نہ اس پر شہادت کی تعریف صادق آتی ہے، یہ ایک رائے اور قیاس و تخمینہ ہے جس پر اسے خود وثوق نہیں اور اس میں غلطی کا احتمال بتاتا ہے شہادت کی توشاکی یہ ہے کہ اگر شاہد اپنی آنکھ کی دیکھی ہوئی بات پر گواہی دے اور اس میں فیما اعلم یا فیما احسب کا لفظ ملا دے یعنی میرے خیال میں ایسا ہوا تھا یا میرے علم و یقین میں ایسا ہے تو گواہی زد کر دیجائیگی کہ گواہ سے اس کا مشاہدہ ہو چکا جاتا ہے اس کا علم و یقین نہیں ہو چکا جاتا، نہ کہ جہاں نہ علم نہ یقین بلکہ خود غلطی کا اقرار، درمختار جلد ۲ ص ۵۷۳۔

یہاں تک کہ اگر شاہد یہ لفظ بڑھادے کہ میرے علم میں ایسا ہے تو شک کی بنیاد پر گواہی باطل ہوگی۔

رد المحتار میں بجا راقی سے ہے،

لو قال لفلان علی الف درهم فیما اعلم ولا یصح الاقرار ولو قال المعدل هو عدل فیما اعلم اگر کہے کہ میرے علم کے مطابق فلاں کے مجھ پر ہزار درہم ہیں تو یہ اقرار صحیح نہیں ہوگا۔ اور اگر تعدیل کر نیوالے نے کہا میرے علم کے مطابق وہ عادل

۹۰/۲	مطبع مجتہاتی دہلی	کتاب الشہادات	لے در مختار
۹۰/۲	" " "	" " "	۵۷۳

لا یكون تعدیلاً واللہ تعالیٰ اعلم۔ ہے قویہ تعدیل نہ ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۱۵ مسئلہ مسئلہ سراج الدین حج بہاولپور (پنجاب) ۱۵ شعبان الحکم شنبہ ۱۳۳۴ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم، بھائی خدمت حضرت مولانا جناب مولوی احمد رضا خاں صاحب مدنی رحمکم
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اور مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ آیا مسلمان مرد عورت کے نکاح کے
اثبات میں غیر مسلم کی شہادت پرصر کرنا جائز ہے، حسب ذیل صورتوں میں کس طرح حکم دینا چاہئے،
(ا) ایک مسلم مرد کا نکاح ایک مسلمہ عورت کے ساتھ ہوا، مگر ادا بن ایکاب و قبول میں ایک گواہ یا دونوں
گواہ غیر مسلم ہیں، کیا نکاح ثابت قرار دیا جاسکتا ہے؟

(ب) اتفاقاً نکاح کے وقت کی کئی شہادتیں ہیں لیکن غیر مسلم گواہ بروئے شہرت عامہ اس مسلم کا مسلمہ کی
نکاح مستنابیان کرتے ہیں، آیا ایسی صورت میں نکاح ثابت قرار دیا جاسکتا ہے؟ بیضا تو جرد

الجواب

ذہل صورت میں نکاح ثابت ہو سکتا ہے، درختار میں ہے،

شروط حضور شاہدین مسلمین لنکاح
مسلمان عورت کے نکاح کے لئے دو مسلمان گواہوں
مسئلہ ۱۶ کا موجود ہونا شرط ہے۔ (ت)

نہ دوسری صورت میں مانا جاسکتا ہے، درختار میں ہے،

الشہادۃ شرطہا الولایۃ فی شوط الاسلام
لو الدعی علیہ مسلم
شہادت کی شرط ولایت ہے چنانکہ مدعی علیہ اگر مسلمان
ہو تو شاہد کا مسلمان ہونا شرط ہوگا۔ (ت)

اور قاعدہ کلیہ یہ کہ کسی مسلمان مرد خواہ عورت پر نکاح طلاق، بیع، ہبہ، اجارہ، وصیت، جہاں بھگے کسی معاملہ
میں کافر کی شہادت اصلاً کسی طرح سموع نہیں،

قال اللہ تعالیٰ ولئن یجعل اللہ لکفرین
علی المؤمنین سبیلاً واللہ تعالیٰ اعلم
اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ کافروں کیلئے مومنوں پر
ہرگز کوئی سبیل نہ بنائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

۲۰/۴	دار احیاء التراث العربی بیروت	کتاب الشہادات	۱۰ رد المحتار
۱۸۶-۸۷/۱	مطبع مجتہائی دہلی	کتاب النکاح	۱۰ در مختار
۹۰/۲	•	کتاب الشہادات	۱۰ •
		۱۴۱/۴	۱۴۱/۴

مسئلہ از ریاست رامپور مدرسہ جناب امجد حسین صاحب مورخہ ۲، چادی الاخرہ ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دینی و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ بشیر نے اپنی زوجہ مسماۃ الکبریٰ کی رخصت کا دعویٰ کچھری دی لوانی میں مسماۃ الکبریٰ اور اسس کی دہائی مسماۃ عجوبہ پر کہ جس نے مسماۃ الکبریٰ کو روک لیا تھا کیا مسماۃ الکبریٰ نے باوجود اطلاع کچھری کے جواب دی نہیں کی بلکہ سکوت کیا مسماۃ عجوبہ کچھری میں جو ابدہ ہوئی اور منکر نکاح ہوئی، بشیر سے ثبوت نکاح طلب کیا گیا اس نے پانچ گواہ پیش کئے، تین گواہوں نے کہ جن کے نام عبدالعزیز، میر کئی، تھے ہیں اس امر کی شہادت ادا کی کہ مسماۃ الکبریٰ نے ہمارے سامنے بھنا چودھری کو اپنے نکاح کے واسطے دیکل کیا، بھنا چودھری نے نکاح بشیر کے ساتھ پڑھوایا نکاح ہو گیا، اور چندہ میاں اور احسان ہر دو گواہوں نے یہ گواہی دی کہ بھنا چودھری نے ہمارے سامنے مسماۃ الکبریٰ بنت علی حسین کا نکاح بشیر ولد منا کے ساتھ پڑھوایا اور بشیر نے قبول کیا، اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ گواہان مذکور میں یہ اختلاف ہیں کہ ایک نے بیان کیا ہے مسماۃ الکبریٰ پستہ قد ہے دوسرے نے لانا قد بیان کیا ہے ایک نے دلائل میں ایک نے آئین میں جوٹے ہوئے ہیں نکاح ہونا بیان کیا ہے، ایک نے عمر دس بارہ سال اور باقیوں نے عمر بیس اور پچیس سال بیان کی ہے، آیا ان اختلافات کی وجہ سے شہادت قابل قبول ہے یا نہیں؟ اور باوجود سکوت مسماۃ الکبریٰ اور مسماۃ عجوبہ نسبت عمر قابل قبول شرعاً ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

یہ باتیں زائد ہیں ان میں اختلاف سے شہادت پر کوئی اثر نہیں پڑتا جبکہ شہادت و عہد دل و قابل قبول ہوں، اور اگر ایسے نہیں اور حاکم نے انھیں تمسکاً اور ایسے اختلافوں کی بنا پر ان کی شہادتیں نہ کر دیں تو اسے اس کا اختیار ہے۔ عالمگیری میں محیط ہے۔

فی نوادر ابن سماعۃ عن ابی یوسف رحمہ
اللہ تعالیٰ قال ابو حنیفۃ رضی اللہ تعالیٰ
عنه اذا اتهمت الشہود فخرقت بینہم
ولا التفت الی اختلافہم فی لبس
الثیاب وعدد دمن کان معہم
من الرجال والنساء ولا الی
اختلاف المواضع بعد امن
تکون الشہادۃ علی الاقوال وان کان الشہادۃ
قوادر ابن سماعہ میں امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ
علیہ سے مروی ہے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے
فرمایا اگر گواہوں پر تہمت پڑے تو ان میں قصصہ رقی
کردوں گا اور ایسے اختلاف کی طرف التفات
نہیں کروں گا کہ ان کا لباس کیا تھا اور ان کے
ساتھ کتنے مرد اور عورتیں تھیں اور نہ ہی جگہوں کے
اختلاف کی طرف التفات کروں گا بشرطیکہ شہادت
اقوال پر ہو، اور اگر شہادت افعال پر ہو تو جگہوں کا

على الافعال فلا تختلف في المواضع اختلاف
في الشهادة قال ابريوسف اذا اتهمتهم ورأيت
الريبة فظننت انهم شهدوا الزور افرق
بينهم و اسألهم عن المواضع والشياب و
من كان معهم فاذا اختلفوا في ذلك
فهذا عندى اختلاف ابطال به الشهادة
كذا في المحيط بالله والله تعالى اعلم.

میں اختلاف ہے جس کی بنیاد پر میں گواہی مسترد کر دوں گا، حیث۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)
مسئلہ از ملک بن جمال معرفت محمد شجاعت علی خاں طالب علم مدرسہ منظر اسلام ۲۵ ربیع الاول ۱۳۳۹
برائے شہادت طلاق نادانستی چیست ؟
بیٹو اتوجردا۔
بیان کرد ابر پاؤ گے۔ (ت)

الجواب

اگر طلاق رجعت است بتاخير شہادت آثم نشود
مگر آنکہ بدانکہ رجعت نکرد مدت گزشت و
باز بے نکاح تصرف میخوابد آنکاه تاخیر
ردانیت بچنان اگر طلاق بائن است و
بے تجدید نکاح دست از تصرف ندارد یا
مستلفه است و بے تحلیل بجماله نکاح آوری
خواہ ادا سائے شہادت بے دعوی بیچ مدعی فرض
ست و اگر بے عذر تاخیر کند مرد و دال شہاد
برد در اشتباه است شاهد المحسبه
اذا اخر شہادتہ بلا عذر
يفسق ولا تقبل شہادتہ
اگر طلاق رجعتی ہے تو گواہی میں تاخیر کرنے سے گنہگار
نہ ہوگا مگر وہ شخص جو جانتا ہے کہ خاوند نے رجوع
نہیں کیا اور مدت گزر چکی ہے اور وہ بغیر نکاح جدید
اس عورت کو اپنے تصرف میں لانا چاہتا ہے تو اس
صورت میں تاخیر شہادت جائز نہیں، اسی طرح
طلاق بائن کی صورت میں اگر خاوند تجدید نکاح کے
بغیر تصرف سے دستبردار نہیں ہوتا یا طلاق مستلفہ
دی ہے اور حلالہ کے بغیر دوبارہ اس کو نکاح میں
لانا چاہتا ہے تو ایسی صورت میں کسی مدعی کے
دعویٰ کے بغیر ہی شہادت کی ادائیگی فرض ہے اگر
بلا عذر تاخیر کرے گا تو مرد و دال شہادۃ ہو جائیگا

شہ فتاویٰ ہندیہ کتاب ادب القاضی الباب الخامس عشر نورانی مکتب خانہ پشاور ۲/۳۲۵

مکملہ اشہاد والنظار النسخ الثانی کتاب القضاء والشہادات للعلامی اداره القرآن کراچی ۱/۳۹۲

کما فی القنیۃ در قنیۃ قلم آورده است کہ تیش پنج روز ست و صواب آنست کہ مدار بر تاخیر از وقت حاجت ست کم باشش با بیش کما بینہ فی غمز العیون - واللہ تعالیٰ اعلم۔
 اشتباہ میں ہے کہ شاہ حبیب (لو بر اللہ خواہی پیئے والا) اور بلا عذر گواہی میں تاخیر کرے تو فاسق ہو جانے کی وجہ سے اس کی گواہی قبول نہیں کی جائیگی جیسا کہ قنیۃ میں ہے، اور قنیۃ میں یہ قول مذکور ہے کہ اس تاخیر کی مدت پانچ دن ہے۔ صحیح یہ ہے کہ کم مذکور کا مدار بوقت ضرورت گواہی میں تاخیر پر ہے چاہے مدت کم ہو یا زیادہ، جیسا کہ غمز العیون میں بیان کیا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ از ریاست رامپور کے بازخان مستولہ غلام حبیب خاں ۸ محرم ۱۳۴۱ھ
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید و بحر ایک باغ میں نصف نصف کے شریک تھے، زید نے اپنا حصہ نصفی بدست خالد سات سو روپے میں بیع کیا اور واسطے ملکات حق شفعہ بحر کے بیچارہ میں بجائے سات سو روپے کے دو ہزار کھالے کئے سات سو روپے نقد رو بروئے رجسٹرار باغ کو دے گئے اور نسبت تیرہ سو روپے قیمت غرقہ کی کہ یہ تحریر کیا گیا کہ میں نے مشتری کو ملکات کئے ہیں کا ثبوت بابت سات سو روپے قیمت واقعی کے بیانات گواہان بحر سے بھی ظاہر ہے۔ پس ایسی صورت میں شرعاً کیا ہو تا چاہئے؟ جیزا تو جردا۔

الجواب

اس میں تین شہادتیں ہیں اگر ان کے بیان اور شرائط کو جامع بھی ہوں تو ان میں دو با قرار خود وار میں ششاشس کراتے ہیں اور یہ فسق ہے اور فاسق کی شہادت مقبول نہیں۔

قال تعالیٰ ذوا عدل منکم وقال تعالیٰ ممن ترضون من الشہداء ۱۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلیہ جل مجدہ اتموا حکم۔
 اللہ تعالیٰ نے فرمایا، تم میں سے دو عادل گواہ۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا، ان میں سے جنہیں تم پسند کرتے ہو۔ اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے اور اس کا علم اتم و احکم ہے۔

مسئلہ از رام پور محلہ گنج مرسلہ محمد رئیس صاحب ۹ ذیقعدہ ۱۳۱۹ھ
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین میں کہ زید کی اور چنہ کی آپس میں با اتفاق ہوئی اس کے

دو تین روز کے بعد ہندہ نے مشہور کیا کہ مجھے طلاق ہو گئی، زید نے پوچھا کیسے؟ جواب دیا عرضہ تین ماہ کا ہوا میں
 پوچھ شراب خوری پر وہ کرتی تھی اور کہتی تھی کہ سامنے سبب آدمی کی شراب چھوڑ دو گے، آخر ایک روز آیا وہ
 یہ کہا کہ سلسلے کر دو میں قسم کھا چکا ہوں، دریافت کیا کیا قسم کھاتی ہے؟ تو یہ کہا اگر شراب پیوں تو جو رو کو طلاق
 ہے اور تین مرتبہ کھا، اور اس میں ماہ کے عرصہ میں سیکڑوں مرتبہ شراب پی اور تین ماہ تک ہندہ زید کے
 پاس رہی اور وہ ماں باپ کے پاس جاتی رہی، اس میں تین ماہ کے عرصہ میں کچھ نہیں کہا، جب نا اتفاق ہوئی تو
 یہ بات مشہور کی ہندہ سے دریافت کیا گیا کہ تم تین ماہ تک زید کے پاس رہیں جب سے تم نے کیوں نہیں کہا، ہندہ
 جواب نہ دے سکی، ہندہ کی ماں نے کہا کہ اسے یاد نہ رہی، گواہ ایک ہندہ کی ماں اور ایک ہندہ کا بھتیجا عمر
 ۱۲ یا ۱۳ برس اور ایک لڑکا خدمت گار عرصہ سال ہے، اس حالت پر طلاق ثابت ہے یا نہیں؟ اور زید
 قطعی انکار کرتا ہے میں نے قسم کھاتی ہے میں اس بات سے خبردار ہوں۔

الجواب

اگر یہی گواہ ہیں تو طلاق ثابت نہیں کہ ماں کی گواہی بیٹی کے لئے معتبر نہ بنا بلکہ کی گواہی مسوع،
 ہندہ کا بھتیجا بھی اگر بنا بلکہ ہے جب تو ایک گواہ بھی نہ ہو اور اگر وہ بالغ ہے تو ایک ہی گواہ ہوا، بہر حال
 ثبوت نہیں، مگر افسوس کہ ہندہ کا بھتیجا ہر گز قابل ہر گز نہیں ہے، اگر واقع میں اس شخص نے وہ کلمات کہے اور پھر
 شراب پی تو اللہ کے نزدیک ضرور عورت پر طلاق ہو گئی اور تین بار کہا تو بے طلاق اس کے نکاح میں نہیں
 آسکتی اللہ تعالیٰ سے ڈرے اور عورت سے جدا ہو جائے اگر وہ نہ مانے اور عورت کو تحقیق یہ طر پر معلوم ہے
 کہ زید نے وہ کلمات تین بار کہنے کے بعد پھر شراب پی تو عورت پر فرض ہے کہ جیسے جانے اس سے دُور بھاگے
 اُسے اپنے اوپر قابو نہ دے، اگر ہندہ اپنی سی کوشش پوری کئے اور اس سے بھاگنے پر قدرت نہ پائے تو گناہ
 زید پر رہے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ از دار جنگ طرزی کلب گھر مسئلہ شمس الدین بیرا ۲۵ رجب المرجب ۱۳۳۱ھ

جناب مولانا صاحب حامی دین متین دام اقبالہم بعد اوائے آداب حضور والا کی خدمت میں عرض
 کرتا ہوں انجمن اسلامیہ دار جنگ نے یہ فیصلہ کیا ہے حضور کے دولت خانہ کا انصاف ہونا چاہیے
 انجمن نے زبردستی طلاق کھ دیا اور میرے اوپر ڈگری کر دیا نقل جو میں نے مانگی تو نقل کا مجھ سے پانچ روپیہ
 لیا از دوسے شرعاً طریق انصاف فرمائیں۔

الجواب

فیصلہ انجمن طرہ ۱۱ اس صورت میں ہرگز طلاق ثابت نہیں انجمن نے محض غلط و باطل و خلاف شرع

فیصل کیا۔

(۱) اس نے بنائے طلاق بیان زن پر رکھی شمس الدین نے اپنی زوجہ حبیبہ پر انجن میں درخواست دی تھی کہ اس کے افعال ایسے ہیں میرا انتظام کر دیا جائے عورت نے جواب میں طلاق دینا بیان کیا، جو زوں نے فیصلہ میں لکھا مدعا علیہا کے بیان سے ثابت ہے کہ مدعی نے اپنی بی بی مدعا علیہا کے سامنے اور آخر علی آباد و پیر محمد گراہان مدعا علیہا کے زور و طلاق مختلف اوقات میں تین دفعہ دے دی ہے انجن نے جسے مدعا علیہا کہا وہ شرع میں مدعیہ ہے کہ طلاق دے جانے کا دعویٰ کرتی ہے آج تک کسی نے مدعی کے بیان کو اس کے لئے سند مانا ہے، خاکی مثل مشہور ہے، باطل است آنچه مدعی گوید (باطل ہے وہ جو مدعی کہتا ہے، مثلاً یہ بالکل شرع مسلم کے خلاف ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں،

لویعطی الناس بد عواہم لا مدعی ناس دعاء اگر دو گوں کو ان کے دعویٰ کے مطابق دیا جائے تو رجال و اموالہم البتہ کچھ لوگ دوسروں کے خون اور مال کا دعویٰ کر دیں گے۔ (مت)

(۲) اس نے بنائے باطل پر فیصلہ میں لکھا حکم شریعت ہے کہ جب طلاق کے متعلق ایک ذرا بھی ثبوت پہنچ جائے تو پھر کسی صورت میں بھی شریعت زن و شوہر کو باہم زندگی بسر کرنے کی اجازت نہیں دے سکتی۔ یہ غلط ہے شریعت نے ایک سے دو طلاق یعنی تک بلا تکلف زن و شوہر کو زندگی بسر کرنے کی اجازت دی ہے اللہ عز و جل قرآن مجید میں فرماتا ہے،

الطلاق مرتین فامساك بعدہا و ان تریہا باحسان ہے طلاق دو مرتبہ ہے پھر اچھے طریقے سے روک لینا ہے یا احسان کے ساتھ چھوڑ دینا ہے (مت)

بلکہ تین طلاق میں بھی یہ کہنا غلط ہے کہ اس کی اجازت کسی صورت میں نہیں، صورت ملالہ میں ضرور اجازت ہے، قرآن عظیم میں ہے،

فان طلقها فلا تحل له من بعد حتی تنكح زوجا غیرہ فان طلقها فلا تحل له من بعد حتی تنكح زوجا غیرہ۔ (خاوند سابق) کے لئے ملالہ نہیں تا وقتیکہ کسی اور سے نکاح نہ کر لے۔ (مت)

سلہ صحیح مسلم کتاب الاقضیہ باب المیمن علی المدعی علیہ
کتاب القرآن الکریم ۲۲۹/۲
کتاب ۲۳۰/۲
قدیمی کتب خانہ کراچی ۴۴/۲

پھر یہاں تین طلاق کا ثبوت مان لینا بھی محض ناداقتی ہے دو گواہ اگر طلاق پر گواہی دیں اور وقت مختلف بنائیں تو اگرچہ یہ اختلاف طلاق میں کقول ہے موجب رد شہادت نہیں مگر اس کے یہ معنی ہیں کہ دونوں کی مجموعہ شہادت سے ایک طلاق ثابت ہوگی نہ یہ کہ جدا جدا دو طلاقیں ثابت ہوں گی اور تین گواہ ہوں تو تین طلاقیں ثابت ہو جائیں یہ نرا ہے اصل ہے کہ ان میں سے جدا جدا کسی طلاق پر نصاب شہادت کامل نہ ہوئی اور کوئی طلاق تنہا ایک کی گواہی سے ثابت نہیں ہو سکتی۔ در مختار میں ہے :

نصابہا لغيرها من الحقوق سوا ذلک
الحق مالا او غيره كنكاح و طلاق رجلا
او رجل وامرأتان
شہادت دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں ہے چنانچہ
وہ حق مال ہو یا غیر مال جیسے نکاح و طلاق (د)

(۳) انجمن کے سامنے صرف دو گواہ گزرے ایک پر محمد خد شکار ہوٹل اور ڈالینسٹہ دوسرا اختر علی اسی ہوٹل کا آبدار، خد شکار ان ہوٹل جن کے متعلق شراب و خمر، زہر، ہمارا حرام و نجس اشیاء کا خریدنا بنانا پکانا کھانا رہتا ہے ہرگز عادل شرعی نہیں ہو سکتے اور اگر بالفرض یہ لوگ ثقہ بھی ہوں تو اختر علی خود حبیبین مدعیہ کا باپ ہے اور باپ کی گواہی اولاد کے حق میں مقبول نہیں تو یہ محمد اکیلا رہ گیا اور ایک کی گواہی مقبول نہیں، در مختار میں ہے :

لا تقبل (ای الشہادۃ) من الغیر لاصدہ
وہا لعکس للثبوت
ثبوت کی وجہ سے فرج کی گواہی اصل اور اس کے برعکس یعنی اصل کی گواہی فرج کے حق میں قبول نہیں کی جائے گی۔ (د)

بحر الرائی میں دوا الجیہ سے ہے :

تجوز شہادۃ الابن علی ابیہ بطلاق
امراتہ اذا لم تکن لامہ
اولضررتها لانها شہادۃ علی ابیہ
وانت کانت لامہ اولضررتها
لا تجوز لانها شہادۃ
بیٹے کی گواہی باپ کے خلاف کہ اس نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی ہے جائز ہے بشرطیکہ وہ گواہی اس کے بیٹے کی ماں یا اس کی سوتیلی ماں کے حق میں نہ ہو کیونکہ یہ گواہی باپ کے خلاف ہے (دکر اس کے حق میں جو ناجائز ہے) اور اگر وہ

لامۃ الخ وقد بسط الكلام ويظهر بهذا ان هذا هو اصل ما يعتمد عليه لشهادة مسائل كثيرة منقولة عن الجامع الكبير۔
 گواہی جیٹے کی ماں یا اس کی سوکن کے حق میں ہو تو ناجائز ہے کیونکہ یرثہ کی شہادت اس کی ماں کے لئے ہوتی اٹھ۔ صاحب بحر نے اس پر مفصل کلام کیا اور اس سے ظاہر ہوا کہ یہی اصح اور شہادت کے بارے میں ان مسائل کی تشریح کے لئے معتد علیہ ہے جو جامع کبیر سے منقول ہیں۔ (د ت)

بالجملہ فیصلہ محض بے بنیاد ہے اور طلاق ہرگز ثابت نہ ہو گئی، اگر غلط دی گئی، یاں اگر واقع میں شمس الدین نے قیسین کو تین طلاقیں دی ہیں تو عورت اس پر حرام ہو گئی بے غلط اس سے نکاح نہیں کر سکتا، اللہ عز وجل جانتا ہے ہر ظاہر و پوشیدہ کو۔ اللہ سے ڈرے اور حق نہ چھپائے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۱ از ریاست رام پور کوپہلکونڈہ مدرسہ سراج الدین صاحب آہنگر ۱۰ رجب المرجب ۱۳۲۲
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرعاً بین اہل اسلام بیچ اس مسئلہ کے ایک عورت نے جو بذات خود اپنے شوہر سے ناراض نہیں ہے اس کا باپ اس کے شوہر سے ناراض ہے اور اس کا باپ چاہتا ہے کہ شوہر اول سے چھڑا کر بجائے دیگر بالدار اس کا عقد کرادے، عورت اپنے باپ کے پاس اور اس کے قبضہ میں ہے اس کے باپ نے اس عورت کی طرف سے وکالتاً دعویٰ باطلہ اثبات طلاق کا عدالت میں دائر کر دیا، اس مقدمہ میں بذات خود عورت کا بیان یا اظہار نہیں ہوا ہے شوہر کو دینے طلاق سے قطعاً انکار ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے اپنی زوجہ کو ہرگز ہرگز طلاق نہیں دی ہے عورت کی طرف سے جو گواہان مسوم ہوئے ہیں وہ سب غیر ثقہ اور رشتہ دار اس کے باپ کے ہیں ان کی شہادت معصومی و تعلیمی معلوم ہوتی ہے جس کے بابت عدالت نے جس کے زور پر ان کے اظہارات ہوئے ہیں تحریر کیا ہے کہ ان کے بیان میں وہم صدق بھی نہیں بلکہ گمان غالب کذب ہے شوہر کی طرف سے جو گواہان بطلان دعویٰ طلاق میں پیش ہوئے ہیں وہ آدمی نیک و نمازی اور حاجی اور معززین اپنی قوم کے چودھری ہیں انہوں نے جو بیانات گفتگوئے صلح باہمی عورت اور اس کے پدر کی زبان کا بہت عرصہ بعد طلاق مبیذہ کے کھلایا ہے اس سے وقوع طلاق غلط اور بے وجود ثابت ہوتا ہے اس لحاظ سے حاکم عدالت نے وقوع طلاق کو غیر ثابت قرار دیا ہے اب زویر کی طرف سے بناراضی اس حکم کے مرافعہ کیا گیا ہے۔

۲۱ بحوالہ کتاب الشہادات باب من قبل شہادۃ الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۸۱/۷-۸۰

چونکہ یہ معاملہ نہایت نادر حالت و حرمت کا ہے لہذا حاکم عدالت کو بحال رکھنا فیصلہ حاکم عدالت اول کا اولیٰ ہے یا واقعہ طلاق کو حسب پیر و کاران عورت ثابت قرار دینا اولیٰ ہے شرعاً اولویت ہر وہ امر کے کسی میں ہے، بیّنات و خبروا۔

الجواب

اس مقدمہ میں فقول تجویزات ابتدائی و اپیل نظر سے محوریں جلیل القدر مفتی ذی علم مجاز اول نے اس بنا پر کہ گواہان طلاق عادل نہیں اور حاکم کو ان کی قہری صدق نہ ہوئی بلکہ وہیم صدق بھی نہ ہوا اور ان کے کذب کا ظن غالب ہوا اور ایسے گواہوں میں تا وقتیکہ قہری صدق نہ ہو ان کی شہادت پر عمل حرام ہے اگر قاضی عمل کرے خود آثم و فاسق و مستحق عزل ہو گا دوسری طلاق باطل فرمادیا، محکمہ اپیل نے وہ حکم اس بنا پر غلط کیا کہ شہادتیں حلیفہ تھیں اور دوبارہ ریاست سے ثابت ہے کہ محض اسس و جو پر کہ گواہ مستور ہیں ان کی شہادت کو مسترد نہ کیا جائے گا کہ گواہ کا تزکیہ صرف بذریعہ حلف کافی ہے نیز اسس کی یہ تائید پیش کی کہ پدر عدیدہ نے قسم ایسی جو الہ قرآن شریف لرز کر کھائی کہ بدعا علیہ کچ بول نہ سکا، یہ دونوں تجویزوں کا خلاصہ ہے، وارا لا فائز شریعت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت گزار ہے حکم اللہ و رسول کے لئے ہے امت المحکمہ الا اللہ (نہیں ہے حکم گواہ کے لئے، ت) کسی شخص کو جبکہ مسلمان ہو، رعیت ہو خواہ حاکم و افسر والی ملک خواہ سلطان ہفت کشور، حکم خدا و رسول کے حضور اصلاً مجال دم زدوں نہیں، الاسلام گردن نہادوں ذکر گردن کشیدن (اسلام گردن جھکانے کا نام ہے ذکر گردن کھینچنے کا۔ ت) اللہ عز و جل فرماتا ہے،

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مَوْحِنَةٍ إِذَا قَضَىٰ اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَنْفُسِهِمْ وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَضَّلْنَا مَبِيتًا

وہ کھل کر اہی میں پڑا۔

شریعت محمدیہ علیٰ صاحبہا و آلہ افضل الصلوٰۃ و التیمۃ شریعت ابدیہ غیر منسوخہ ہے قیامت تک جس کا کوئی حکم بدل نہیں جاسکتا، سلطان بلکہ سلطان سے بھی بڑھ کر خلیفہ دوسرے زمین کو اصلاً اختیار نہیں کر دو بکار یا دستور العمل اس کے کسی حکم کے خلاف نافذ کریں، نہ ہرگز حکام کو حلال ہے کہ ایسے رد بکار و فیرو پر

عمل کریں، نہ ہرگز حاکمان مرا فہ کو جائز ہو سکتا ہے کہ ایسے کسی حکم کو برقرار رکھیں، مسلمان حاکم یا رئیس یا سلطان کو نہ کہ انہ سنت جائز اور عیدوں کو سہو و محو کر سکتے ہیں جو واحد قہار عزوجل نے قرآن عظیم میں من لدی حکمہ بجا نازل اللہ (جو اللہ تعالیٰ کے نازل کئے ہوئے پر فیصلہ نہ کرے۔ ت) پر فرمائی ہیں شریعت مطہرہ کے حکم سے اولاً مفتی محکمہ ابتدائی کا وہ حکم سب سے قابلِ اپیل ہی نہ تھا محکمہ ججی پر لازم تھا کہ اپیل مستنفا ہی نہیں کہ وہ حکم ایک عام حاکم عالم عادل نے کیا تھا اور ایسے حکم کا مرا فہ اسی صورت میں ہو سکتا ہے جب اس سے یقیناً حکم میں خطائے بین واضح ظاہر واقع ہوئی ہو جس میں اصلاح جائے تو وہ نہیں یہاں تک کہ اگر اس کا حکم خطا ہو نامحتمل و مشکوک ہو جب بھی اپیل مسکور نہیں کہ احتمال خطا ظہور خطا نہیں نہ کہ حکم صاف صواب مطابق شرع واقع ہو پھر اپیل کی جائے ایسی اپیل نہ ہمار قابلِ سماعت نہیں، معین الحکام میں ہے،

القاضی نظره فی احکام غیرہ مختلف، فاما
العالم العدل فلا يتعرض لاحکامہ بوجہ
قال ابو حامد علی القاضی ان لا يتعرض
لقضیۃ امضاها الاول الاعلیٰ وجہ التیومز
لہا ان عرض فیہا عارض بوجہ خصومتہ ،
فاما علی وجہ الکشف لہا والتعقیب فلا وان
سأله الخضم ذلک ، وهذا فیما جہل حالہ
من احکامہ هل واخى الحق او خالفہ ،
فهذا الوجه الذی نفی عنہ الکشف و
التعقیب الا ان یتظہر لد خطا بین ظاہر
لویختلف فیہ و ثبت ذلک عندہ فیردہ
ویفسخہ عن المحکوم بہ علیہ
کے فیصلہ میں حکم کھلا خطا ہو جس میں کسی اختلاف نہ ہو اور قاضی ثانی کے ہاں وہ پایہ ثبوت کو پہنچ جائے تو
وہ قاضی اول کے فیصلہ کو منسوخ اور محکوم یہ ہے اسے رد کر سکتا ہے۔ (ت)

قاضی کا دوسرے قاضی کے فیصلوں پر نظر کرنا مختلف ہے
لیکن عالم عادل قاضی کے فیصلوں میں کسی طرح تعرض
نہیں کیا جاتا تھا۔ ابو حامد نے کہا قاضی پر واجب ہے
کہ وہ کسی ایسے فیصلہ کا تعرض نہ کرے جسے قاضی
اول نافذ کر چکا ہے، ہاں اس فیصلہ کو جائز قرار
دینے کے لئے تعرض کرے گا جبکہ بطور خصوصیت اس
فیصلہ کو کوئی عارض لاحق ہو، لیکن بطور تفتیش و وارزہ
اس کا تعرض نہیں کر سکتا اگرچہ فریق مخالف اس کا
مطالبہ کرے، اور یہ اس صورت میں ہے جب قاضی
اول کے فیصلے کا حال مجہول ہو کہ وہ حق کے موافق
ہے یا مخالف اور تفتیش و مواخذہ کی نفی کا تعلق
بھی اسی صورت کے ساتھ ہے مگر جب قاضی اول

اسی میں ہے،

قیام المحکوم علیہ یطلب فسخ المحکم عنہ
ایکات قیامہ علی القاضی العالم العادل
لم تسمع دعوائہ
محکم علیہ اگر اپنے خلاف فیصلہ کی فسوخی کا مطالبہ کرے
تو عالم عادل قاضی کے خلاف اس کا دعویٰ مسکوع
نہ ہوگا۔ (ت)

فرا کہ بدریر پھر قضاۃ العیون قاعدہ اولیٰ نوع ثانی میں ہے،

قضاء القاضی العدل لا یتعقب و یحمل
حاله علی السداد بخلاف غیرہ
عادل قاضی کے فیصلہ پر مواخذہ نہیں کیا جائے گا
اور اس کے حال کو درستگی پر محمول کیا جائے گا
بخلاف غیر عادل قاضی کے۔ (ت)

ثانیاً گواہوں پر حلف رکھنا اولیٰ تو خود ہی باطل ہے یہاں تک کہ ہمارے علماء کو ام نے فرمایا اگر
سلطان قاضیوں کو گواہوں سے حلف لینے کا حکم دے علماء پر فرض ہے کہ اسے نصیحت کریں کہ اے بادشاہ!
وہ حکم نہ دے کہ نہ مانیں تو تیرا غضب ہو اور مانیں تو اشر مز و جل کا غضب۔ اس شباء والنظارہ و در مختار
میں ہے،

وهذا انظم الدرہ امر السلطان انما ینفذ
اذا وافق الشریع والا فلا شباء من القاعدۃ
الخامسة وفوائد شقی فلوا امر قضائہ
بتحلیف الشہود وجب علی العلماء امت
ینصحون ویقولوا لہ لا تکلف قضائہ
انی امر یلزم منہ سخطک او سخط الخالق
تعالیٰ۔

یہ درر کی عبارت ہے کہ اگر سلطان اسی وقت
تافذ ہوگا جب موافق شریع ہو ورنہ نہیں، اس شباء
کے پانچویں قاعدہ اور فوائد متفرقہ میں ہے کہ
اگر سلطان اپنے قاضیوں کو گواہوں سے حلف لینے
کا حکم دے تو علماء پر واجب ہے کہ اس کو نصیحت
کریں اور کہیں کہ تو اپنے قاضیوں کو ایسی چیز کا حکمت
مت بنا جس سے تیری (بصورت ترک) یا اللہ تعالیٰ
کی (بصورت عل) ناراضگی لازم آئے۔ (ت)

ولہذا علما مرتفق علی متحدی نے تمذیب کا کلام آئندہ نقل کر کے رد فرمایا۔ متحد الحسنات

لے معین الحکام کتاب القضاۃ فصل فی قیام المحکم علیہ یطلب فسخ المحکم عنہ مصنف ابوباقی مصر ص ۳۴
لے غرر عمود البصائر مع الاشباء والنظارۃ الفہم الاول اداره العتہ آن کراچی ۱۴۲/۱
لے در مختار کتاب القضاۃ فصل فی الجبس مطبع مجتہدانی دہلی ۸۱/۲

میں ہے ۱

قال العلامة المقدسی بعد ذکر ما فی التہذیب
لا یخفی انہ مخالف لما فی الکتب المعتمدة۔
علامہ مقدسی نے تہذیب کی عبارت نقل کرنے کے بعد
فرمایا مخفی نہ رہے کہ یہ کتب معتدہ کی تصریحات کے
مخالف ہے۔ (ت)

دوہر بعض متاخرین کو برخلاف مذہب اس طرف گئے وہ اسے قاضی مجتہد کی رائے پر دیکھتے ہیں
اور اب صد ہا سال سے کوئی قاضی مجتہد نہیں، ابوالسمر و ازہری پھر طحاوی علی الدہر پھر رد المحتار میں ہے،
نقل عن الصیرفیة جواز التحلیف وهو
مقید بما اذا رآه القاضي جائزا علی بان
کان ذارأی اما اذا لم یکن له
رأی فلا یجہ
صیرفیہ سے منقول ہے کہ گواہوں سے حلف لینا
جائز ہے، یہ جواز مقید ہے اس صورت کے ساتھ
کہ قاضی اس کو جائز سمجھے جبکہ قاضی اہل رائے ہو
اور اگر وہ اہل رائے نہ ہو تو حلف مذکور حسب رائے
نہ ہو گا۔ (ت)

شامی میں ہے ۱

والمراد بالسراۃ الاجتہاد
رائے سے مراد اجتہاد ہے۔ (ت)
مسوہر اس سے بھی قطع نظر ہو تو ان بعض کا برخلاف مذہب اس طرف میل اس ضرورت سے
تھا کہ حلف کے سبب حاکم کو ان کے صدق پر غلبہ ظن حاصل ہو، بحر میں تہذیب قلاسی سے ہے ۱
فی زماننا لما تعذرت المستزکیة بغلبة
الفسق اختار انقضاء کما اختار ابن ابی ایل
استحالات الشہود لغلبة الظن یجہ
ہمارے زمانے میں چونکہ فسق کے غلبہ کی وجہ سے
گواہوں کا تزکیہ متعذر ہو گیا ہے لہذا غلبہ ظن کے
حصول کے لئے قاضیوں نے گواہوں سے حلف
لینے کو اختیار کیا جیسا کہ ابن ابی ایل کا مختار ہے۔ (ت)
ظاہر ہے کہ یہ ان متاخرین کے ذمے نہ تھا جب تک صحابہ تک جو سنے حلف سے مستور لوگ پہنچ کر کہتے تھے

۹۳/۴	ایک ایم سعید کمپنی کراچی	کتاب الشهادات	۱۳۴/۴	ایک ایم سعید کمپنی کراچی	کتاب الشهادات
۳۴۴/۴	دار احیاء التراث العربی بیروت	فصل فی الجہس	۳۴۴/۴	دار احیاء التراث العربی بیروت	کتاب القضاہ
۶۳/۴	ایک ایم سعید کمپنی کراچی	کتاب الشهادات	۶۳/۴	ایک ایم سعید کمپنی کراچی	کتاب القضاہ

۱۳۵
 خصوصاً پرستے تھے، اور اس زمانے میں جو نے حلف ایک بات ہو گئے لاکھوں کی گنتی پر ہوں گے جو روپے دو روپے
 بلکہ اس سے بھی کم پر بلکہ نری خاطر دوستی یا فریفتنی سے ادنیٰ رنجش یا کسی خفیت سے معنی غرض کے لئے حلف
 کے پھٹکے اڑتے ہیں تو وہ ضرورت جس کے لئے مذہب سے عدول ہوتا ہو اصلاً منہ فیہ نہیں، اب ہمیں دیکھتے
 کہ یہ گواہیاں حلفی تھیں اور تجربہ کار دانا ذی علم مجوز کو غلبہ وطن صدق درکنار وہ صدق بھی نہ ہوا بلکہ غلبہ ظن کذب
 ہی رہا، ہر عاقل جانتا ہے کہ اب اگر صرف حلف گواہان کو قائم مقام تزکیہ مانا جائے تو ہزاراں ہزار دروازہ ظلم
 کھل جائیں لوگ چار چار آنے کے دو گواہ حلفی گزار کر مخلوق کی جائدادیں لے جائیں جو دہمیں جہنمیں وہ فساد
 اٹھے جس کا بیان ناممکن ہو تو اب اس قول مرجوح بلکہ مخالف اجماع مذہب کے طرف میل باطل محض و خرق اجماع
 جمل صرف تو تھا ہی کہ در مختار میں ہے،

الحکم والفتی بالقول الصراح جہل و قول مرجوح پر فیصلہ اور فتویٰ دینا جمل اور غلامت
 خرق للاجماع ہے۔ (ت)

فتح ابواب ظلم و قطع گردن مظلومان بھی ہو گا ولا یرضاه عن له عقل و دین (کوئی عاقل اور دیندار اس کو
 پسند نہیں کرتا۔ ت) سائل اولیت پوچھتا ہے کہ فیصلہ اول بحال رکھنا اولیٰ ہے یا طلاق ثابت قرار دینا،
 اولیت کیسی، حاکم مراۃ اولیٰ کہ شریعت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اطاعت چاہیے اور احکم
 المحاکمین حل جلالہ کے دربار میں اپنی حاضری و باز پرس سے ذرے اس پر لازم فرض ہو گا کہ حکم جی کو غسوخ
 اور فیصلہ اولیٰ کو بحال کرے۔ وہی وہ تائید کہ پدیدہ میر نے لرز کر حلف کیا اور مدعا علیہ نہ بولا ایسی بات ہے
 جسے نہ شرع سے تعلق نہ علم سے نکلاؤ۔ پدیدہ میر یہاں خود مدعی و محضم ہے مدعی کا حلف اگر سن لیا جائے
 تو ہر جھوٹا جیتے اور حق و انصاف کے محلے کا قسم نہ دیکھ رہا ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ا
 لو یعطی الناس بد عواہم لادعی ناس و مہاء
 و رجال و اموالہم و یکن الیمن علی المدعی
 علیہ روا الشیخان عن ابن عباس رضی اللہ
 تعالیٰ عنہما۔
 اگر لوگوں کو ان کے دھڑی کے سبب سے دیا جائے
 تو کچھ لوگ دوسروں کے خون اور مالی کا دھڑی کو دینگے
 لیکن قسم مدعی علیہ پر ہے۔ اس کو شیخین نے سستہ
 جہد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت
 کیا ہے۔ (ت)

۱۵/۱ رسم المفتی مطبع مجتہدی دہلی
 ۴۲/۲ کتاب الاقضية باب اليمين علی المدعی علیہ قیدی کتب خانہ کراچی
 ۶۵۳/۲ صحیح البخاری کتاب التفسیر باب قولہ تعالیٰ ان الذین یشترون البیعة ان

ریاست اسلامی کے حکام پر لازم ہے کہ احکام اسلام ہی کا اتباع کریں اللہ تعالیٰ توفیق دے، آمین۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۲ مسئلہ ابو محمد یوسف جیسی متعلم مدرسہ اسلامیہ ساپور ۲۰ ذوالحجہ ۱۳۳۲ھ شنبہ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کا انتقال ہو گیا اس کی بیوی ہندہ
اور بھائی عمرو موجود ہیں ہندہ نے جائیداد کا دعویٰ کیا ہے، عمرو یہ ثابت کرتا ہے کہ نکاح نہیں ہوا، ہندہ کی طرف
سے ناکہ نے شہادت دی ہے کہ میں نے نکاح پر شہادہ کیا ہے، اور ہندہ کی بہن فاطمہ نے بھی شہادت دی ہے کہ نکاح
ہوا، شاہدین انکار کرتے ہیں جس کی وجہ یہ ہے کہ عمرو کے ملازم ہیں، مگر بہت سے لوگ جن سے زید نے اپنے نکاح
کا اقرار کیا ہے شہادت دیتے ہیں کہ ہم سے زید نے نکاح کا اقرار کیا ہے، ایسی صورت میں ہندہ مستحقہ جائیداد
ہے یا نہیں؟ فتح القدیر میں ایک صورت درج ہے جو تحریر کی جاتی ہے ملاحظہ فرمائی جائے اس سے صرف اتنا
معلوم ہوتا ہے کہ شہادت علی اقرار الزوج معتبر ہے۔

وإذا حجد أحد الزوجين النكاح فاما اصله
أو شرطه ففي أصله لو حجد الزوج فاقامت
بينة به أو على إقراره قبلت ولا يكون
حججه في طلاقاً. فتح القدیر ص ۱۵۱ مطبوعہ دار الفکر بیروت
اگر زوجین میں سے کوئی اصل نکاح یا شرط نکاح کا
انکار کرے تو اصل کی صورت میں اگر زوج منکر ہے
اور زوجہ سے نکاح پر یا شوہر کے اقرار نکاح پر گواہ
قائم کر دیتے تو ان کی گواہی قبول کر لی جائے گی اور
شوہر کا انکار طلاق نہ ہوگا۔ دتہ

امید کہ جواب براہ کرم جلد مرحمت فرمایا جائے۔

الجواب

نکاح پر جانے والے کی گواہی مذکور معتبر نہیں لانہا شہادۃ علی فعل نفسه وشہادۃ المرء علی فعل
نفسه لا تقبل حکما فی خزائنہ وغیرہا (کیونکہ یہ اپنے ہی فعل پر گواہی ہے اور کسی شخص کی گواہی اس کے اپنے فعل
سے قبول نہیں کی جاتی جیسا کہ خزائنہ وغیرہ میں ہے۔ ت) اور بہن تنہا شاہد ہے بلکہ نصف، البتہ اقرار زوج پر
اگر دو شاہد قابل قبول گواہی دیتے ہیں تو کافی ہے کہ وارثان زوج قائم مقام زوج ہیں اور اقرار زوج زوج پر
حجت اور اس کے لئے عبارت مذکور فتح القدیر کفایت۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۲ از احمد آباد گجرات محلہ چھپان پانچ میلی مکان چھپان سلطان جی علی جی کوڑے والے

مسئلہ پر زادہ غلام بی صاحب ۱۷ رمضان ۱۳۲۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اہل مسلوں میں کہ ان دونوں شہر ناگور ضلع احمد چھپور مارواڑ میں ایک انجمن کمٹی مدرسہ اسلامیہ عیدیدہ کے نام سے مقرر ہوئی جس میں مہبران و مفتیان بازار کے بیٹھنے والے مثل دکاندار کنٹن و خوشبو فروش برائے مردہ و دلال ہیں ان کی شہادت شرع شریف کے نزدیک مقبول ہے یا باطل، اور ایسے اشخاص قابل مہر مدرسہ ہو سکتے ہیں یا نہیں؟ بتیو توجہ روا۔

الجواب

ہمارے بلاد میں کوئی پیشہ و معرہ کنٹن فروشی پر قناعت نہیں کرتا بڑا کپڑا بچتا ہے اسی سے کنٹن بھی بیا جاتا ہے اسی سے شادی کے کپڑے، اسی سے روزانہ پہنے کے۔ یہی کوئی خاص جنم فروکش بھی نہیں کافر وغیرہ عام کاموں کے لئے جی دکانوں سے ملتے ہیں انھیں سے اس کے لئے بھی حاصل کئے جاتے ہیں۔ اس کی وجہ سے ان کی شہادت میں کوئی فرق نہیں آسکتا ہاں دلال کا کام و کلا کی طرح جھوٹ بچا دیکھتے ہیں اور ان کی گواہی ضرور مردہ، اور انھیں کسی جلتہ دینیہ کا منتظم بنانا زچا ہے۔ اسی طرح وکلا مختار و غیر جم تمام ان لوگوں کو جن کے پیشے یا دیگر افعال علانیہ فسق ہوں جیسے دائی منہ انا وغیرہ۔ ہمیں المتعاقب میں ہے،
لأنه في تقديمه تعظيمه وقد وجب عليهم كبره فاستحق التقديم في أسس التعظيم ہے جبکہ
اھانتہ شرعاً، واللہ تعالیٰ اعلم۔
مسلمانوں پر ان کی توہین شرعاً واجب ہے (ت)
واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتاب القضاء والدعاوی

(قضاء اور دعوی کا بیان)

مسئلہ از رام پور ۱۳ ربیع الاولیٰ شریعت ۱۳۰۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندو لادلفوت ہوئی، بعد وفات ہندو کے زید اہلہ اپنے آپ کو شوہر ہندو ظاہر کرتا ہے اور ثبوت دعویٰ میں دو مرد اور دو عورتیں پیش کرتا ہے، مردوں کا یہ بیان ہے کہ ہندو نے جو ہم سے پردہ کرتی تھی پردے کے اندر سے نکاح خواں کو جو باہر بیٹھا تھا اجازت دی کہ میرا نکاح زید کے ساتھ پڑھا دو، مسماۃ مکان کے اندر اور ہم سب لوگ صحن میں باہر بیٹھے تھے عورتوں کا یہ بیان ہے کہ ہم مسماۃ ہندو کے قریب بیٹھے تھے مسماۃ متوفیہ نے نکاح کا خود اقرار کیا تھا، اس صورت میں دعویٰ قیام ثابت ہوا یا نہیں؟ بتواتر جواب۔

الجواب

اگر گواہان مذکور کا بیان صرف اسی قدر ہے جو مسائل نے تحریر کیا تو وہ شہادتیں محض ناکافی و بیکار ہیں خلق نظر بہت وجہ خلل و نقصان کے دونوں مردوں کی گواہی اثبات زوجیت سے متعلق ہی نہیں، نہ وہ یہ کہتے ہیں کہ ہمارے سامنے نکاح ہوا نہ یہی بیان کرتے ہیں کہ وہ اس کی زوجہ تھی بلکہ صرف اتنا کہتے ہیں کہ ہندو نے غلام کو اپنے نکاح کا وکیل کیا اس سے اگر ثابت ہوگی تو اس کی وکالت، اور وکالت مستلزم وقوع تزویج نہیں کمالا یحقی (جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔) تو دعوائے مدعی و بیان گواہان اصلہ مطابق

نہیں، اور قاعدہ کلیہ ہے کہ ایسی شہادت محض عمل ہوتی ہے۔

فی الفتاویٰ الہندیۃ والمختصرۃ وغیرہا الشہادۃ
ان وافقت الدعوی قبلت والا فلا
فتاویٰ ہندیہ وغیرہا میں ہے شہادت جبب
دعوی کے موافق ہو قبول ہے ورنہ نہیں۔ (دست)

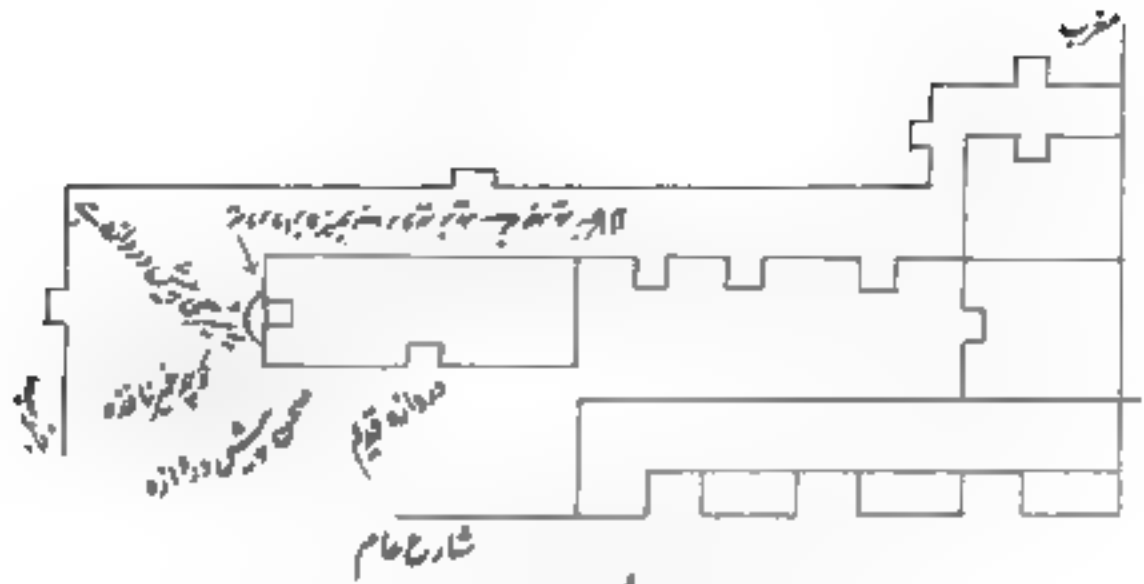
یہی دونوں عورتیں ان کا بیان بھی اگر ادا وجہ سے سالم مان لیا جائے تو یہی نامقبول ہے کہ نصاب کامل نہیں
تہا عورتوں کی گواہی ہرگز مثبت نکاح نہیں ہو سکتی،

فی الدر المختار نصابہا لغيرها من الحقوق
کنکاح رجلان اور رجل وامرأتان ولم تقبل
شہادتہا اذ ہم بلا رجل آھ ملخصاً، واللہ
تعالی اعلم۔
در مختار میں ہے، شہادت کا نصاب حقوق وغیرہ مثلاً
نکاح میں دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں، اور مرد
کے بغیر چار عورتوں کی شہادت مقبول نہیں ہے ملخصاً
واللہ تعالی اعلم (دست)

۱۴ ربیع الاول ۱۳۰۶ھ

مسئلہ

کیا فرماتے ہیں علما کے دین اس مسئلہ میں کہ ایک چمڑا سا کوچہ غیر نافذہ چند قدم کی مسافت کا جس میں
گنتی کے گھر ہیں، شارع عام سے مغرب کی طرف جا کر شمال چمڑے مغرب چمڑے شمال کو گیا اور سر بستہ ہو گیا اس کوچہ کے
سرے پر تہذیب کا مکان واقع ہے جس کی شرقی دیوار میں شرقی رویہ دروازہ شارع عام کے قریب ہے اور اس کے
آگے چند گز کا صحن جس سے اترتے ہی شارع عام کا کنارہ ہے اس مکان کی جنوبی و مغربی دیواریں اس کوچہ غیر نافذہ
میں ہیں تہذیب نے دیوار جنوبی میں ایک جدید دروازہ کوچہ سر بستہ کی طرف نکالا اور اس کے آگے خاص اس راستے کی
زمین میں ایک سیڑھی دروازہ پر جانے کو بنائی بعض ساکنان کوچہ اس فعل پر ناراض ہیں آیا یہ دروازہ نکالنا اور سیڑھی
بنانا اسے جائز تھا یا ناجائز اور وہ اس فعل سے گنہگار ہوا یا نہیں اور اس نے حق غیر میں تاحق تصرف کر کے ظلم
کیا یا نہیں؟ اور اس سیڑھی کا کھڑکھڑانا اور دروازے کا بند کر دینا شرعاً اس پر واجب ہے یا نہیں؟ اور
ایسے تصرف کے جائز ہونے کے لئے تمام ساکنان کوچہ کی رضا مندی چاہئے یا اکثر کی رضا کافی ہے اگرچہ بعض
ناراض ہوں۔ بتیوا تو جہودا۔



الجواب

بیشک صورت مستفسرہ میں قید نے حکم کیا اور سخت گناہ میں مبتلا ہوا، اس کی جنوبی دیوار سے نیم کوچر تک جو راستہ گیا ہے وہ صرف ان لوگوں کا حق خاص ہے جو اندر رہتے ہیں قید کا اس میں کچھ دخلی نہیں اس کا حق مرد و طفل اس کی شرقی دیوار سے اوپر اور یعنی شارع عام کی طرف ہے اس کے نیچے یعنی اپنے دروازہ و صحن دروازہ کی حد سے اندر اتر کر نیا دروازہ نکالنے کا اسے کوئی استحقاق نہیں۔ فتاویٰ امام قاضیخان میں ہے :

رجل له دار في سكة غير نافذة لها باب
اراد ان يفتح لها بابا اخر اسفل من بابها
اختلفوا فيه والصحيح انه ليس له ذلك
کسی شخص کا بندگلی میں مکان ہو اور اس کا دروازہ بھی اس میں ہو اگر وہ دوسرا دروازہ نچلی طرف کھولنا چاہے تو فقہاء کرام نے اس میں اختلاف کیا ہے اور یہ ہے کہ اس کی یہ حق نہیں ہے۔ (ت)

امام خیر الدین رحلی استاد صاحب درمختار اپنے فتاویٰ خیرہ میں یہ عبارت خانہ نقل کر کے فرماتے ہیں :
مثله فی کشیر من کتب المذہب (بہت سی کتب میں حکم ایسے ہی ہے۔ ت) اسی میں ہے :
ونقل فی التآمر خانہ عن الفتاوی الصابیۃ انه
یس له ذلک وعلیہ الفتوی
اور تآمر خانہ میں فتاویٰ صابریہ سے منقول ہے کہ
اس کو یہ حق نہیں ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔ (ت)

۶۱ / ۲	نوٹشور لکھنؤ	باب فی المیطان	کتاب الصلح
۲۰۳ / ۲	دار المعرفہ بیروت	فصل فی المیطان	کتاب الديات

اسی میں ہے،

الستون على السلم وهو ظاهر الى رواية كاصح
 به في جامع الفصولين فليكن المصول عليه
 متون منج پر وارد ہیں اور یہی ظاہر روایت ہے جیسا کہ
 جامع الفصولین میں اس کی تصریح ہے اور اسی پر
 اعتماد چاہئے۔ (ت)

اور خاص راستے کی زمین میں میٹھی بنانا اور زیادہ ظلم اس شدت کا عظیم ہے جب دروازہ نکالنا جائز ہوا
 حالانکہ وہ اپنی دیوار میں ایک عمارت تھی راستے کی زمین اس میں نہ بتی تھی تو خاص پرانے حق کی زمین میں تعمیر کیونکر
 حلال ہو سکتی ہے یہاں تک کہ علماء تصریح فرماتے ہیں مگر اس فعل سے اس کو بچے والوں کا کوئی حرج بھی نہ ہو جب
 بھی ناجائز ہے، پتیر میں ہے،

ليس لاحد من اهل الدرب الذي ليس بنافذ
 ان يشروع كنيفا ولا ميذا بالاباذنهم لانهم
 مملوكه لهم ولهذا وجبت الشفعة لهم
 على كل حال فلا يجوز التصرف اضر بهم
 لغير ارباب اباذنهم
 بندگی والوں میں سے کسی کو یہ حق نہیں کہ وہ بیت الخلاء
 یا پرنالہ گلی والوں کی مرضی کے بغیر باہر نکالے کیونکہ
 یہ گلی ان سب کی مشترک ملکیت ہے اسی اشتراک کی
 بنا پر ان سب کو ہر حال میں شفعہ کا حق ہے لہذا کوئی
 ضرر رساں تصرف ان کی مرضی کے بغیر وہاں جائز نہیں،
 در مختار میں ہے،

في غير النافذ لا يجوز ان يتصرف باحد اهل
 مطلقا اضر بهم اولا اباذنهم
 بندہ کو درالوں میں سے کسی کو باقیوں کی اجازت کے بغیر
 ایسا تصرف کرنے کا مطلقا حق نہیں جو ان کے لئے

ضرر رساں ہو یا نہ ہو (ت)

اور اس قسم کا تصرف جائز ہونے کو ایک ایک سا کی کوچ کی رضا مندی و رکار ہے اکثر کی رضا ہرگز کافی نہیں یہاں تک
 کہ اگر سو میں ایک بھی ناراض ہے تو ہرگز جواز نہیں حتیٰ کہ اگر سب نے راضی ہو کر اجازت دے دی پھر ان میں ایک
 نے اپنا مکان بیچ ڈالا تو اب مشتری کو اختیار ہے کہ مزاحمت کرے اور ازالہ کرادے اگرچہ پچھلے سب اہل کوچ راضی
 ہو چکے تھے، رد المحتار میں ہے،

۲۰۳/۲	دار المعرفۃ بیروت	فصل فی المیطان	کتاب العیات	لے قادی خیر
۵۹۷/۴	مطبع یوسفی مکتبہ	باب ما یحدثہ الرمل فی الطرق	"	لے اہدایہ
۲۹۹/۲	مطبع مجتبائی دہلی	"	"	لے در مختار

قوله الا باذنهم اي كلهم حتى المشتري صحت
 احد هم بعد الاذن لما في الثانية وجعل احث
 بناء او غرفة على سكة غير نافذة ورضي بها
 اهل السكة فجاء وجعل من غير اهلها و
 اشترى دارا منها كان للمشتري امن يا سر
 صاحب الغرفة يرفعها احد صاحبها -
 ابنتی سے کہ وہ کھڑکی والے کو بند کر سنے پر مجبور کرے اور سناٹائی (ت)

بالجملہ زید پر شرعاً واجب ہے کہ فوراً اس دروازے کو بند کر کے بطور قدیم دیوار کر لے اور سیڑھی کا
 نام و نشان باقی نہ رکھے ورنہ سخت وحید شدید کا ستی ہوگا، صحیح بخاری شریف میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ
 عنہما سے ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں،

من اخذ من الارض شيئاً بغیر حقہ خسفت
 به يوم القيمة الى سبع امضی
 جو کسی قدر زمین ناحق لے لے قیامت کے دن زمین
 کے ساتویں طبقہ تک دفن ہو جائے گا۔
 حکم بن حارث سلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
 فرماتے ہیں،

من اخذ من طریق المسلمين شياً جاء يوم
 القيامة يحمله من سبع امضی - اخرجہ
 الضیاء والطبرانی باسناد حسن .
 یعنی جو شخص مسلمانوں کے راستے میں سے ایک
 بالشت بھر دے یا قیامت کے دن وہ زمین ویاں
 لے کر ساتویں طبقہ تک اٹھا کر اسکی گردن پر رکھ جائیگا اور
 اسی طرح خدا تعالیٰ کے حضور حاضر ہوگا والیاذ اللہ تعالیٰ اسے ضیاء اور طبرانی نے اسناد حسن کے
 ساتھ روایت کیا۔ ت

زید کو چاہئے کہ دوں ڈھیلے گردن پر چڑا کر دیکھے اگر نہ اٹھ سکیں تو سمجھ لے کہ ساتویں طبقہ کا اتنا بڑا
 ٹکڑا کیونکر اٹھا کر چلا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو نیک توفیق عطا فرمائے، آمین! واللہ سبحانہ

و تعالیٰ اعلم و علہ جل مجدہ اتم و احکم (اللہ تعالیٰ بیسے عظم والا ہے اور اس بل مجدہ کا علم اتم و احکم ہے۔ ت)

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین زاد ہم اندہ شرخا اس صورت میں کہ مستأجرة راحت النساء ہمیشہ محمد عیوض علی خاں کی میرا رشید علی کے نکاح میں اور مستأجرة مہر النساء ہمیشہ میرا رشید علی کی محمد عیوض علی خاں کے نکاح میں تھیں ہر دو زوج و زوجات نے بدون ادائے دین مہر کے وفات پائی اب ورثہ ہر دو زوجات دین مہران کا ان کے شوہروں کے متروکہ سے طلب کرتے ہیں ورثہ مستأجرة راحت النساء ہمیشہ محمد عیوض علی خاں فریق مقابل سے کہتے ہیں کہ دین مہر جاری مورثہ کا تمھارے مورثہ پر اور تمھاری مورثہ کا ہمارے مورثہ پر ہے اولیٰ ان دونوں مہروں کا باہم معاوضہ اور مبادلہ کر لیا جلتے بعد معاوضہ اور مبادلہ کے جس فریق کے جس قدر باقی بچے وہ نقد ادا کی جائے اور جو نقد ادا نہ ہو سکے تو جائیداد باقی دار سے مطالبہ کیا جائے در جواب اس کے ورثہ مستأجرة مہر النساء ہمیشہ میرا رشید علی کہتے ہیں کہ جب جائیداد محمد عیوض علی خاں پر بعض دین مہر اپنے مورثہ کی ہم نے قبضہ کر لیا ہے ہم وہی جائیداد دین کے اور مقابلہ اور معاوضہ دین بالمدین نہیں کریں گے دینی صورت از دو سے شرعاً شریف حق بجانب کس فریق کے ہے۔ جینا تو جہد ۱۔

الجواب

جس حالت میں مہر نہ نقد ہے اور جائیداد اس کی جنس سے نہیں پس ورثہ مہر النساء مبادلہ پر قابض ہونے سے بے رضا ہے ورثہ راحت النساء اس کے مالک نہ ہو گئے ہر دو مہر باہم مقاصد ہو کر اگر ایک کا مہر زائد ہو مابقی کی نسبت دوسری عورت کے ورثہ کو اختیار ہے خواہ نہ نقد دین یا جائیداد سے ادا کریں،

فی بحث الدین من الاشياء والنظائر
وايضاؤه واستيفاءه لا يكون الا بطريق
المقاصة عند ابي حنيفة رحمه الله الخ
في بحث الملك منه وللوارث استخلاص
التركة بقضاء الدين ولو مستغرقا
قال العلامة حموي

اشياء ونظائر کے دین کے باہم میں ہے کہ اس کا
پورا دین دین سوائے اول بدل کے جائز نہیں
امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے ہاں الخ اور اس
پر ملک العلماء کی بحث میں ہے وارث کو حق ہے
کہ وہ قرضہ ادا کر کے ترکہ کی خلاصی کر اسے اگر چہ
وہ تمام ترکہ قرضے میں بند ہو۔ علامہ حموی نے اس پر

تحت قوله ولا ينفذ بيم الوارث المشتركة
المستفارقة بالدين وانما يبيعه القاضي
اقول ينبغي ان يكون المبيع بحضرة الورثة
لما لهم من حق امساكها وقضاء الدين
من مالهم الحمد لله تعالى اعلم بالصواب
والله تعالى المرحوم والصاب.

فرمایا، اور وارث کا ایسے ترکہ کو فروخت کرے جو تمام کا
تمام قرض میں بند ہے ہاں نہیں، اس کو صرف
قاضی فروخت کرے گا۔ میں کہتا ہوں وارثوں کی
موجودگی میں فروخت کرنا مناسب ہو گا کیونکہ ان کو
حق ہے کہ وہ ترکہ کو روک لیں اور قرض خود ادا کریں الخ
والله تعالى اعلم بالصواب والیہ تعالیٰ مرجع
والمآب۔ (دست)

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہندو نے اپنے آپ کو
بنت بلی اور دختر زید کہا کہ اور تمام کاغذات میں اور دستاویزات میں ہمیشہ اپنا حسب یونہی لکھا اور زینب
باوجود سکونت یک شہر و یک محل و موافقت سالہا سال ہندو کی کہ دونوں اسی حال پر رہیں رسید ہو گئیں
اپنے آپ کو محمول النسب کہتی اور کاغذات میں بنت نامعلوم لکھتی، اس بنا پر جب زینب نے سمجھا کہ اس
سوت قریب آئی اور میرے کوئی وارث شرعی نہیں ہے چارم ذمہ کو ہندو اولاد ہندو کے رو برو اپنی کل جائداد
کی وصیت اپنی دختر منی اور مختار مرہاہ کار کے نام کر دی اور لکھ دیا کہ یہی دونوں بعد میرے میری کل جائداد کے
مالک وارث ہوں گے، اس وصیت و تکمیل وصیت کے چند عرصہ بعد زینب نے بتاریخ ۱۹ فروری ۱۸۷۰ء
قضا کا اس کے انتقال کرتے ہی ایک شخص اجنبی سے براہ منصب اس تمام جائداد پر قبضہ کر لیا موصی لہا نے
برہناتہ وصیت دہلی کیا کہ بعد تنقیح تمام وہ وصیت حکم شرع تو اسے ظہار سے صحیح و نافذ و تام و لازم قرار
پاکر ۱۱ جنوری ۱۸۷۲ء کو حکام وقت کے یہاں سے وہ جائداد موصی لہا کو مل گئی یہ سب واقعات ہندو و
اولاد ہندو کے رو برو ہوئے لیکن کسی نے ترکہ زینب پر دعویٰ نہ کیا نہ اپنا کچھ استحقاق بتایا اور اس سے پہلے
ماہ جون ۱۸۷۲ء میں حکام وقت کی طرف سے جائداد کو لاوارث قرار دے کر دعویٰ یہی ہوا کہ حکم بالا سے اسی
بنا پر کہ پہلے سے کیوں نہ کہا تھا خارج ہو گیا، اس تحقیق و تنقیح اور لاوارثی ٹھہرانے اور دعویٰ دائر ہونے کے
وقت بھی ہندو اور اولاد ہندو نے خبر نہ لی نہ اپنی وراثت کا ادا کیا، جب موصی لہا کو جائداد ملی انھوں نے
فوراً اس میں تصرفات مالکانہ شروع کر دیں، نصف جائداد تو اسی وقت ایک شخص کو بیرونی مقدمہ کے
عوض میں دی کہ اس نے اوروں کے ہاتھ بیچ کر سب برابر کوئی نصف باقیماندہ پر بلا منازعت منازعہ خود

قابل متصرف رہی بلکہ اہم اس کے تحصیل تھیں کرتے اور اپنے صرف خاص میں لاتے اور ان سب امور پر بھی
ہندہ داد لاؤ ہندہ کو خوب اطلاع تھی کہ وہ سب اسی شہر میں حاضر موجود تھے نہ کہ غائب و مفقود، بلکہ اسی عرصہ
میں عرصی لہانے اس نصرت باقی ماند سے بھی چند دیہات بیچ ڈالے کہ اب معدود باقی ہیں اور جب سے
مشتربان تصرفات مالکانہ کرتے ہیں ہندہ داد لاؤ ہندہ نے تصرف بیع و انتقال کے وقت بھی کبھی دعویٰ نہ کیا
یہاں تک کہ ۱۲ اکتوبر ۱۸۷۹ء کو ہندہ فوت ہوئی ورنہ ہندہ اس کے مرے پر بھی دو سال سے زیادہ تک
محض ساکت رہے اب باغواں کے بعض مردان ۱۹ فروری ۱۸۸۲ء کو عرصی لہا پر بریں بنا دعویٰ دائر کیا کہ
زینب میر اور مدعیوں کی ماں ہندہ دونوں حقیقی بہنیں تھیں ہندہ زینب کی وارث ہوئی اور ہم ہندہ کے
ورثہ ہیں اور اظہار کرتے ہیں کہ ہندہ زینب کو اپنی بہن کہتی ہے اور شاید بعض دستاویزی بتائیں کہ ان میں
ہندہ بہن اور ہم ہمیشہ زادہ لکھے گئے، آیا یہ دعویٰ ان کا شرعاً قابل سماعت ہے یا نہیں؟ جینا تو جروا۔

الجواب

دعویٰ مدعیان ہرگز قابل سماعت نہیں، نہ کوئی لکڑا جائداد کا عرصی لہا سے انھیں دلایا جائے نہ اب
اس وصیت کے نفاذ لازم میں کلام ہو سکے، ہندہ دور شائے ہندہ کا اس مدت مدید تک سکوت اور باطن
ان واقعات مختلفہ و گروہ دار و کشمکش سا اٹھ سال و تصرفات و بیع و انتقال کے مطلق تعرض نہ کرنا قرینہ واضح
ہے کہ یہ دعویٰ ان کا محض محو و تزویر و طبیس و فریب ہے ہمارے ائمہ اصحاب یوں و شرع و فتاویٰ تصریح
فرماتے ہیں کہ جب ایک جائداد میں کوئی شخص ایک مدت تک خود تصرفات مالکانہ کرتے رہے یا وہ بیع خواہ
ہبہ خواہ اور طرح سے دوسرے کو تبدیل کر دے اور وہ دوسرا ایک زمانہ تک اس میں تصرف رہے پھر ایک
مدتی ماقبل بانی جو اسی شہر میں موجود اور ان حالات پر مطلع ہو اور اب تک ارہاج دعویٰ سے کوئی عذر معقول
قابل قبول اسے مانع نہ ہو، دعویٰ کرنے والے یہ جائداد میری ملک ہے اب وہ دعویٰ بکثرت میراث ہر خواہ
کسی دوسرے سبب سے ہرگز دشمنائے گاہ اور اس کا ان تصرفات کے وقت غرضش رہنا اپنی ہمت
اور تصرف کے مالکیت کا صریح اقرار قرار پائے گا۔

سید محمد بن عبد اللہ الغزی مرحوم مصنف تنویر الابصار
کے فتاویٰ میں ہے آپ ایسے شخص کے متعلق سوال
ہوا جس کا ایک حریف میں مکان ہے وہ اس میں
تین سال سے زائد مدت سے رہائش پذیر چلا آ رہا
ہے اور وہ پڑوس والے کے علم اور اطلاع کے

فی فتاویٰ العلامة المرحوم سیدی محمد
بن عبد اللہ الغزی التبر تاشک مصنف
تنویر الابصار پیشل عت رجل لہ
بیت فی دار یسکنہ صدقہ مزیدۃ علی
ثلث سنوات ولہ جار یجانبہ والنو جیل

المذكور يتصرف في البيت المزبور هداً ما
وعماراً مع اطلاع جاسر على تصرفه
في السدة المذكورة فهل اذا
ادعى البيت وبعضه بعد ما ذكر من تصرف
الرجل المذكور في البيت هداً ما وبناءً في السدة
المذكورة قسم دعواه ام لا اجاب لا قسم دعواه
هل ما عليه الفتوى انتهى، وفي فتاوى
الفاضل المحقق خير الملة والدين الرضائي
رحمة الله تعالى عليه سئل في رجل اشترى
من اخر ستة اذرع من ارض بيد البائث وبني
بها بناءً وتصرف فيه ثم بعد ادى رجل
على الباني المذكور ان له ثلثة قرايط و
نصف قيراط في الصبيح المذكور ارشاهن امه
ويهدمها والمحال ان امه تنظر في تصرف
بالبناء والاتقاع المذكورين هل له ذلك
ام لا وهل قسم دعواه مع تصرف المشتري
ورؤية امه له واطلاعها على الشراء
المذكور والتصرف المزبور مدة مديدة
ام لا، اجاب لا قسم دعواه والمحال
ما نصب اعلاء لانت علمائنا
نفسوا في متونهم وشرعهم
وفائدهم ان تصرف المشتري في الصبيح
مع اطلاع الخصم ولو كانت اجنبية

باوجود اس مکان میں گرانے بنانے کے تصرفات مدت
مذکورہ میں کرتا چلا آرہا ہے تو مدت مذکورہ میں تصرفات
مذکورہ کے باوجود پر وہی اس کے کل یا بعض مکان
پر بعد میں دعویٰ کرے تو کیا یہ دعویٰ سمجھا ہوگا یا نہیں
قراصلوں نے جواب میں فرمایا نہیں سمجھائے گا، اسی
پر فتویٰ ہے ام، فاضل محقق خیر الملة والدين الرضائي
رحمة الله تعالى عليه کے فتاویٰ میں ہے کہ ان سے
ایسے شخص کے متعلق سوال ہوا جس نے دوسرے شخص
کی مقبوضہ زمین میں سے چھ گز زمین خریدی اور وہاں
تعمیر کی اور تصرفات کئے پھر اس کے بعد ایک
شخص نے اس خرید کردہ زمین میں سے ساٹھ تین
قیراط پر دعویٰ کر دیا کہ یہ حصہ مجھے میری ماں سے میرا
ملا ہے اور وہ اس تعمیر کو کرانا چاہتا ہے حالانکہ اس
کی ماں خریدار کی تعمیر اور تصرفات کو زندہ گی میں دیکھتی
رہی ہے تو کیا اس دعویٰ کا اس کو حق ہے یا
نہیں،

_____ حالانکہ ماں کو اس زمین
کی خرید و فروخت اور اس پر خریدار کے تصرفات
کی اطلاع مدت بھر رہی، کیا یہ دعویٰ سمجھا ہوگا کہ
انھوں نے جواب میں فرمایا کہ یہ دعویٰ سمجھا نہ ہوگا
جبکہ مذکورہ بالا حالات تھے، کیونکہ ہمارے علمائے
اپنے متون، شروح اور فتاویٰ میں تصریح کی ہے
کہ خریدار کا جمیع چیز پر فرقی مخالفت اگرچہ اجنبی ہو،

بنحو البناء والغرس والزرع ينفه من
سباع الدعوى قال صاحب المنظومة
اتفق اساتيدنا على انه لا تسمع دعواه
ويجعل سكوتة رضى للبيع قطعاً للتزوير
والاطباع والحيل والتلبيس وجعل
المحضور وترك الصانعة اقراراً بان
ملك البائنه ، وقال في جامع الفتاوى
وذكر في منية الفقهاء سماع
غيره يبيع عروضا فقبضها المشتري
وهو ساكت وترك منازعة ، فهو
اقرار منه بان ملك البائنه انتفى ،
وفيها سئل في رجل تلقى
بيئاً عن والده وتصرف
فيه كما كانت والده من
غير منافع ولا مدافع صدقة
تسوف من خمسين سنة و
الأم بزوجها يدينون البيت
لجدهم الا على ، فهل
تسمع دعوتهم مع اطلاعهم على التصرف
المذكور واطلاع ابائهم وعدهم صانع
يمنعهم عن الدعوى ،
اجاب لا تسمع هذه الدعوى

کی اطلاع کی موجودگی میں قیصر، ذراعت اور پردوں کی
کاشت جیسے تصرفات کرنا اس فریق کے دعویٰ کے
مسموع ہونے کے لئے مانع ہے ، اور صاحب منظوم
نے فرمایا کہ ہمارے اساتذہ ایسے دعویٰ کے نامسموع
ہونے پر متفق ہیں اور جھوٹ ، لالچ ، جملہ سازی اور
تلبیس کے خاتمہ کے لئے مخالف فریق کے سکوت
کو بیع پر رضامندی اور بائیس کی موجودگی اور عدم تنازع
کو یہ اقرار تصور کیا جائے گا کہ زمین فروخت کرنا
کی ملکیت تھی ، اور جامع الفتاویٰ میں فرمایا مینہ الصنعا
میں مذکور ہے کہ دوسرے کو سامان فروخت کرتے
ہوئے دیکھا اور خریدار نے قبضہ کیا تو بھی خاموش رہا
اور کوئی اعتراض نہ کیا تو یہ اس کا اقرار تصور ہو گا کہ
یہ سامان فروخت کرنا اسے کی ملک ہے اور ، اور
اس میں ہے ایک شخص نے اپنے والد سے مکان
حاصل کیا اور اس میں اسی طرح تصرف کرتا رہا جس
طرح اس کا والد اس میں بغیر روک ٹوک پچاس سال
سے زائد عرصہ تک تصرف کرتا رہا ہے اور اس
ایک گروہ نے اپنا دعویٰ کرنا شروع کر دیا کہ یہ مکان
اس کے جدِ اعلیٰ کی ملک ہے تو کیا ان کی تصرفات مذکورہ
پر اطلاع اور ان کے باپ کی اطلاع اور دعویٰ سے
کوئی مانع نہ ہونے کے باوجود اب ان کا یہ دعویٰ
مسموع ہو گا ، تو جواب میں فرمایا کہ یہ دعویٰ مسموع نہ ہو گا

وفيهما عن البيهقي عليه الفتحى
 قطعاً للاطماع الفاسدة وفي الولوالجية
 ثم الخيرية والحمدية وغيرهما رجلى
 تصرف ترمانا فب امرض ورجل اخر
 مرأى الامرض والتصرف ولم يبدع
 ومات على ذلك لم تسم بعد ذلك
 دعوى ولد فترك على يد المتصرف
 لانت الحال شاهد انتهى ، وفي الخيرية
 وبه افق شيخ الاسلام شهاب الدين
 احمد الحنبلى المصرى ، وفي
 الدر المختار اذا سكك الجبار
 وقت البيع والتسليم وتصرف المشتري
 فيه شرعاً وبناً ، فحينئذ
 لا تسمع دعواه على ما عليه الفتوى قطعاً للاطماع
 الفاسدة انتهى ، قال خاتمة المحققين
 مولانا السيد محمد عابدين رحمة الله تعالى
 عليه في المحاشية قوله اذا سكك الجبار وغيره
 من الاجانب بالادنى فمخصص الجار بالذكر
 لانه مظنة انه في حكم القريب والزوجة
 قوله وقت البيع والتسليم اع

اسی میں ہے برازیہ کے حوالہ سے کہ اسی پر فتویٰ ہے
 تاکہ فاسد لالچ وغیرہ کا خاتمہ ہو سکے ، ولو بالجیہ ، پھر
 خیرہ اور حامدہ وغیرہ میں ہے کہ ایک شخص زمانہ بھر
 زمین میں تصرف کرتا رہا اور دوسرا شخص اس زمین
 اور اس میں ان تصرفات کو دیکھتا رہا اور کوئی دعویٰ
 نہ کیا اور فوت ہو گیا تو اس کے بعد اس کی اولاد کا
 اس زمین پر دعویٰ مسکوع نہ ہو گا تو اس زمین کو
 قابض کے تصرف میں باقی رکھا جائیگا کیونکہ حال
 تجس کا شاہد ہے اور خیرہ میں ہے کہ اسسی پر
 شیخ الاسلام شہاب الدین احمد حنبلی مصری نے فتویٰ
 دیا ہے ، در مختار میں ہے جب پڑوسی خرید و فروخت
 اور قبضہ دینے اور خریدار کے تعمیر و زراعت کے تصرفات
 کو دیکھتے ہوئے خاموش رہے تو معنی یہ قول کے
 مطابق اب اس کا دعویٰ مسکوع نہ ہو گا تاکہ فساد
 طبع کو ختم کیا جاسکے ، حاشیہ میں خاتم المحققین مولانا
 سید محمد عابدین رحمۃ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ، مان کا
 قول جب پڑوسی خاموش رہے ، تو دوسرے اجنبی
 لوگ بالادولی ، پڑوسی کا ذکر خاص طور پر اس لئے کیا
 کہ قرب والصاق کی وجہ سے گمان دعویٰ کا مقام ہے
 اس کا قول قبضہ اور بیع کے وقت یعنی جب ان

۵۹/۱	دار المعرفۃ بیروت	کتاب الدعوی	سہ فتاویٰ خیرہ
۵۵/۲	" " "	"	سہ "
۵۹/۲	" " "	"	سہ "
۳۴۴/۲	مطبع مجتبائی دہلی	مسائل شتی	سہ در مختار

وقت علمہ بہما کما افادہ کلام الرمسی
 السابق وقد علمت امت البیع غیر قیدی
 بل مخرج السکوت عند الاطلاع علی المتصرف
 مانع من الدعوی، قوله ذمما و بناء
 المراد به کل تصرف لا یطلق الا لثالث
 لهما من قبل التخیل، قوله لا تسبم
 دعواء ای دعوی الاجنبی ولو جاراً لم یکن
 وف الخیرية وقد کثر افتاء
 الحنفیة عن علماء مصر یتساوی
 الجار مع الاجنبی فی المحکم المذکور
 لا شراکیها فی العلم والعلل الموجبة
 بعدم سماع دعوی الجار
 بعد تصرف المشتري عندهما
 و بناء علی ما علیہ الفتوی قطع الاطماع بالفساد
 و مذهب التزویر والتبیس و هذا العقد مشترک
 بین الجار والاجنبی الخ و فی العقود الدریة فی
 تحقیق الفتاوی الحامدیة ثم ان ما فی الخلاصة
 والولاء الجیة یدل علی ان البیع غیر قید بالنسبة
 الی الاجنبی ولو جاراً بل مجرد الاطلاع علی المتصرف
 مانع من الدعوی الخ، و فیہما بعد نقل فتوی
 العلامة الغزالی کما ذکرناہا فانظر کیف
 افتی بمنع سماعها من غیر القریب بمجرّد

چیزوں کا پڑوسی کو علم ہو جائے جیسا کہ دلی کے کلام سے
 معلوم ہوا، آپ کو معلوم ہے کہ بیع کا ذکر بطور قید
 نہیں بلکہ مشتری کے تصرفات پر اطلاع سے خاموشی
 اس کے دعوی سے مانع ہے، اس کا قول
 "زاعت و تعمیر" تو اس سے مراد ہر وہ تصرف جو صرف
 مالک ہی کر سکتا ہے ان دونوں کا ذکر بطور تخیل ہے۔
 اس کا قول "اس کا دعوی غیر مسکوح ہو گا" سے مراد
 یہ ہے ہر اجنبی خواہ پڑوسی ہو، کا دعوی غیر مسکوح ہو گا
 بحوالہ دلی، اور خیر یہی ہے، ہمعصر کے حنفی علماء کے
 فتاوی میں اکثر طور پر پڑوسی کو اجنبی کے مساوی حکم
 دیا گیا ہے کیونکہ مشتری کے زراعت و تعمیر کے تصرفات
 پر اطلاع کے بعد دونوں علم اور عدم سماعت دعوی
 کی علت میں مساوی ہیں مالا نکر فتوی کی بنیاد فاسد
 لایچ اور جھوٹ اور دھوکہ کو ختم کرنا ہے اور وہ دونوں
 میں مشترک ہے اجنبی جو یا پڑوسی ہو، الخ، عقود الدریہ
 و تنقیح الفتاوی میں ہے کہ پھر خلاصہ اور دلو الجیہ
 کے بیان میں اس بات پر دلالت ہے کہ بیع کا ذکر
 بطور قید نہیں کسی بھی اجنبی کے لئے خواہ وہ پڑوسی ہو
 بلکہ صرف تصرف پر اطلاع ہی دعوی سے مانع ہے الخ
 ان دونوں کتب میں علامہ غزالی کے فتوی کو جسے ہم نے
 ذکر کیا ہے نقل کرنے کے بعد فرمایا، دیکھو انہوں نے
 بیع کا دعوی نہ جو سنے اور پندرہ سال یا زائد

دارالحدیث	مسائل مشرق	دارالحدیث العربیہ بیروت	۴۴/۵
دارالحدیث	کتب الدعوی	دارالحدیث بیروت	۶۰/۲
دارالحدیث	دارالحدیث	دارالحدیث بیروت	۶۰/۲

التصريف مع عدم سبق البيع وبدون مضي
خمس عشرة سنة او اكثر وفيها لم يقيد ولا
بمدة ولا بصوت كما ترى، وفيها وليس ايضا
مبنيا على المنع السلطاني كما
في المسئلة الآتية (قال الفقير
الحبيب يعني مسئلة عدم
سماع الداعوى خمس عشرة سنة وهو
شال للمنفى لا للمنفى ثم قال بل هو حكم
اجتهادي نص عليه الفقهاء كما رأيت
فاغتفم تحرير هذه المسئلة فانه مفردا
هذا الكتاب والحمد لله النعم الوهاب
انتهى، وفي رد المحتار من مسائل ششتي
مجردة السكوت عند الاطلاع على التصرف
مانع وان لم يسبقه بيعهم وفيه
من كتاب القضاء امام دعوى الاجنبى ولو جارا
فلا بد في منعها من السكوت بعد الاطلاع
على تصرف المشتري ولم يقيد به بمدة الخ
وفيه من آخر كتاب الوقف
ليس لهذا صفة محذوذة

عمر کے ذکر نہ ہونے کے باوجود کسی بھی اجنبی کے دعویٰ
کے بغیر مسکوت ہونے کو کیسے ذکر فرمایا ہے اس
میں مذکور ہے کہ جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو کسی مدت یا مدت
سے فقہاء کرام نے عقیدہ نہیں کیا، اور اس میں یہ بھی
کہ کسی حاکم کے منع پر نہیں ہے جیسا کہ آئندہ مسئلہ میں
آکر ہے، عجیب کتاب ہے کہ پندرہ سال کی مدت کا
ذکر عدم سماع دعویٰ میں منفی کی مثال ہے نفی کی نہیں،
پھر فرمایا، بلکہ اجتہادی حکم ہے جیسے کہ تم فقہاء کرام کی
اس پر تصریح کو دیکھ رہے ہو، اس مسئلہ کے بیان
کو فہمیت سمجھ کر لکھ کر یہ اس کتاب کے منفرد مسائل ہیں
ہے، الحمد للہ انہم الوہاب۔ اور رد المحتار کے
مسائل مختلفہ میں ہے، مشتری کے تصرف پر مطلق
اطلاع دعویٰ کے لئے مانع ہے اگرچہ پہلے بیع کی اطلاع
نہ پائی ہو اور اسی کتاب میں کتاب القضاء سے ہے
کہ مشتری کے تصرفات پر اطلاع کے وقت سکوت
کرنا اگرچہ بیع کا علم پہلے ہوا ہو چاہے خواہ پڑوسی کے دوسرے
کے لئے مانع ہے، اس کو انہوں نے کسی مدت سے
مقید نہیں کیا الخ، اور اسی میں کتاب الوقف کے
آخر میں ہے کہ اس کے لئے کسی مدت کی حد نہیں ہے

۲/۲	ادگ بازار قندھار افغانستان	کتاب الدعوی	لہ العقود البیہ
۲/۶	"	"	۳۵
۲/۲	"	"	۳۵
۲۴/۵	دار احیاء التراث العربی بیروت	مسائل ششتی	۳۵ رد المحتار
۲۲۲/۲	"	کتاب القضاء	۳۵

واما عدم سماع الدعوى بعد مضي خمس عشرة سنة اذا تركت بلا عذر فذلك في غير هذه الصورة الخ قال الفقير المحجوب غفر الله تعالى له وانما اكد ثمانية القول في هذه المسئلة لانت منهم من وضعها في البيم خاصة كالغلا في الدر المختار والزاهد في الفقيه وابن نجيم في الاشباة واخرين في آخر ومنهم من قيد تصرف المشتري بالزرع والبناء كالفاضل الدمشقي في المدار والعلامة الغزالي في التويرا والفرس ونحوه ايضا كالمحقق الرملي في الفتاوى ومنهم صورها بصوت التصرف ودعوى المدي على ورثة كما في فتاوى الخلاصة ومنهم من قرأها في عكس ذلك اعني موت غير المتصرفين ودعوى ورثة على المتصرفين على ما في الولوالجية ومنهم من ادرج في التصوير سكوت هذا مدة تنويف عن كذا وكذا سنة كالتخييرية وغيرها ومنهم قصر الحكم على الحبار و

لیکن پندرہ سال کے بعد دعوی کا غیر مسکور ہونا جبکہ بلا عذر دعوی کا ترک کیا ہو، تو اس کا تعلق اس صورت سے نہیں ہے الخ۔ مجیب غفر اللہ تعالیٰ کہتا ہے ہم نے اس مسئلہ میں کثیر فقہاء اس نے پیش کی ہیں کہ بعض نے اس مسئلہ کو بیع میں خاص کیا ہے جیسا کہ علامہ علائی نے در مختار میں اور علامہ زاهدی نے قیہ میں اور ابن نجیم نے الاشباہ میں اور دیگر حضرات نے اپنی کتب میں بیان کیا، اور بعض حضرات نے مشتری کے خاص تعمیر اور ذراعت کے تصرفات میں اس کو وضع کیا ہے جیسا کہ فاضل دمشقی نے قد میں اور علامہ غزالی نے تریز اور بعض نے پودے لگانے کو بھی شامل کیا ہے جیسا کہ محقق رملی نے اپنے فتاویٰ میں اور بعض نے اس کی صورت تصرف کرنا کی موت کے بعد اس کے وارثوں پر مدعی کے دعویٰ کو بتایا ہے جیسا کہ خلاصۃ الفتاویٰ میں اور بعض نے اس کی صورت بالعکس بیان کی یعنی غیر قابض کی موت کے بعد اس کے وارثوں کا قابض متصرف پر دعویٰ جیسا کہ دولہ الجیہ میں اور بعض نے اس میں اجنبی کی خاموشی اتنے یا اتنے سال سے زائد کو صورت میں شامل کیا ہے جیسا کہ علامہ خیر الدین وغیرہ نے اور بعض نے اس حکم کو صرف پڑوسی تک محدود کیا اور

عہ فی الاصل هكذا و اظنه انه قنية ۱۲ عید۔ اصل میں اس طرح ہے اور میر تقی میر کی مطابق یہ لفظ قنیہ ہے ۱۲ عیدت

لہ رد المحتار کتاب الوقف فصل راعی شرط الوقف فی بابتہ دارا حیا مال الترات العری برتو ۳۴۶/۲

ولم يفسد انہ فی غیرہ جارحتی اشتبہ
 ذلک علی بعض الفضلاء کالشیخ المحموی
 والشیخ صالح بن عبد اللہ الغزی الخ
 ان دفعہ العلامة الرملی فی ماسرودنا من
 جواهر نصوص الفتح ان کل ذلک
 محض تصور للمسئلة وتقریر للمسئلة من
 دون حصر ولا قصود ان لا تقدیر
 بمدة ولا تقید بسوت ولا تخصیص
 بجوار ولا بتصرف دون تصرف بعد
 ان کان مما لا یطلق الا للطلاق ولا امتناع
 عن السماع قطعاً للاطلاع الا للسکوت
 وترك النزاع مع الوقت والاطلاع علی
 تصرف واختراع وللا یشتبه ما نحن فیہ
 بمسئلة عدم سماع الدعوی بعد مضي
 خمس عشرة سنة فانها قسم ما اذا وقع التفتیر
 بولا حصل الاطلاع امر لا وہی مسئلة تلاحت
 فیہا الآراء والاعلام وتشاجرت القنون
 والافهام ومن قال فیہا بعد م السماع
 فانما بنی الامر علی النهی السلطانی ثم اضطربت
 کلماتهم فی مجاز یہا فعمت تارک
 لها علی الاطلاق ومن مستثنی لاشیاء
 ثم لم یتفقوا فی المستثنیات
 علی کلمة واحدة ومنهم من
 عمم باخراج کل ما فیہ مذر
 للمذموم وهو اجمع واصوب

یہ ذکر کیا کہ غیر ہی یہ حکم جاری ہے حتی کہ بعض فضلاء
 کو اشتباہ ہو گیا جیسے سید حموی اور شیخ صالح بن عبد
 الغزی حتی کہ علامہ رملی کو اس کا دفاع کرنا پڑا ،
 اور ہم نے فتح کے نصوص کے چارہ ذکر کئے کہ یہ تمام
 بیانات مسئلہ کی محض صورتیں ہیں اور سوالات کی
 تقریر ہے اس میں کوئی حصر، مدت کی تحدید، موت
 کی قید، پڑوسی کی تخصیص نہیں ہے اور نہ ہی کسی
 تصرف کا تعین ہے سوائے اس کے کہ وہ تصرف
 بالکافہ ہو اور مشتری کے تصرفات و اختراعات پر
 اطلاع کے بعد سکوت ہو اور نزاع نہ پایا جائے
 ترفاد و لایح کو ختم کرنے کے لئے دعوی کی سماعت
 ممتنع ہوگی اور اس لئے بھی کثیر فقول ذکر کی ہیں تاکہ
 اس مسئلہ کا پندرہ سال کے بعد عدم سماع والے مسئلہ
 سے اشتباہ نہ رہے، کیونکہ اس مسئلہ کا دائرہ عام
 ہے مشتری کا تصرف ہو یا نہ ہو پھر اس کی اطلاع
 اجنبی کو ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو اور اس مسئلہ میں آراء اور
 دلائل، نظرون اور افہام کا ٹکڑاؤ ہے جنہوں نے
 دین دعوی غیر مسموم کہا ہے انہوں نے سرکاری
 ممانعت کی بنا پر کہا ہے پھر سرکاری ممانعت کو
 جاری کرنے میں فقہاء کرام کے کلام میں اختلاف ہے
 بعض نے علی الاطلاق اس کو جاری مانا ہے اور
 بعض نے بعض وجوہ سے استثناء کیا ہے پھر
 مستثنیات میں کسی ضابطہ پر اتفاق نہ کیا بعض نے
 جہاں دعوی کا مذر ہو وہاں سرکاری حکم سے علی العموم
 استثناء مانا ہے یہی موقف جامع اور درست ہے

ثم عظم الاعتراك في دعوى الميراث فقوم
 يسمعون و آخرون يمتنعون كما فمسئلة
 الفاضل المحقق العلامة سيدي امين اليت
 الشامي في العقود الدرية و منشورة و رود امر
 الامامة مع استثنائها و آخره بدونه كما
 ذكره ايضا في رد المحتار بخلاف ما نحن
 فيه فلا يقدر بمدة ولا يستثنى على نهى
 و انما هي حكم من الفقهاء الكرام قطعاً
 لمادة الزور والتبليس كما قد سمعت
 وهذا مما يستوف فيه دعوى الارث
 وغيره و لذا رأيتهم مطلقين
 القول ههنا من دون تخصيص
 ولا استثناء ولا حصر انما انتج به
 المرمل في مسئلتين مسوقتين في دعوى
 الارث كما قرأنا عليك فافهم و
 ثبتت فانت المقام منزلة الاقدام .

پھر ٹی معرکہ آرائی میراث کے دعویٰ میں ہوتی بعض
 نے اس دعویٰ کو قابل سماعت قرار دیا اور بعض نے غیر مستند
 قرار دیا جیسا کہ اس کی تفصیل فاضل محقق علامہ سیّدی
 امین الدین شامی نے عقود الدریۃ میں فرمائی اس اختلاف
 کا غشاء اور وجہ اس پر حکم ہونا ہے کہ یہ حکم قابل استثناء
 ہے یا نہیں جیسا کہ یہ بھی رد المحتار میں مذکور ہے اس
 تفصیل کے برخلاف ہمارے زیر بحث مسئلہ میں تو

مذکور کی مدت معقودہ ہے اور نہ ہی یہ سرکاری حکم
 منع پر مبنی ہے بلکہ یہ فقہاء کرام کا اجتہادی حکم ہے
 جو کہ جھوٹ اور جعل سازی کے خاتمہ کے لئے ہے جیسا
 کہ آپ نے سنا، اور اس میں وراثت اور غیر وراثت
 کا دعویٰ مساوی ہے یہی وجہ ہے کہ یہاں فقہائے
 مطلق قولی فرمایا ہے جیسے تم نے دیکھا ہے کہ وہ یہاں
 نہ تخصیص کرتے ہیں اور نہ ہی استثناء کرتے ہیں
 بہر حال رہن سہن دعویٰ وراثت کے دو مسئلوں میں یہی
 فتویٰ دیا ہے جیسا کہ ہم نے آپ کو بیان کیا ہے،
 سمجھو اور ثابت قدم رہو کیونکہ پھسلنے کا مقام ہے۔

پس صورت مستضرہ میں جبکہ موصی لہا نے جائیداد میں اس قدر تصرفات کئے نصف ملتے ہی بے ڈالی ادا
 لینے والے نے اور دل کے ہاتھ بچی اور مردہ آتی گئی فیصل ہوتی اور حرج باقی رہی اس میں موصی لہا تفصیل شخص
 کرتے رہے، کچھ اس میں سے بھی جدا کی ہیں پر خریدار قابض متصرف ہوئے اس عرصہ تک یہ دعویٰ کیونکر اپنا
 حق چھوڑے بیٹھے رہے اور اپنی اس قدر جائیداد کثیر کا ذیہ و عمرہ و می و دلو کے ہاتھوں میں لوٹ پھیر جبکہ
 دیکھا، اگر فی الواقع یہ صاحب حق ہوتے تو کیونکر اس قدر مدت تک صبر کرتے، آخر نہ دیکھا کہ امام عسکرائے

محمد بن عبدالغنی قدس سرہ الشریف نے تو کچھ اوپر تہیں برس گزرنے میں دعویٰ نامسموع ٹھہرایا یہاں تو چھ سال سے اونچے ہو چکے، بالکل اگر ایسی حالت میں ہندہ زندہ ہوتی اور خود دعویٰ کرتی تو اس کی بھی سنی جاتی اب کہ اس کے مرنے کے بھی کئی سال بعد ان دعویوں کو یاد کیا کہ ہندہ تو زینب کی بہن تھی اور ہم اس کے ہمشیرہ زاد اور وہ خواہر کھلائی جاتی، ان کی بات پر کئی بھی انتقادات نہ کیا جاسکے گا اور جائداد بدستور ہمیں لہا کے قبضہ میں رکھی جائے گی،

فی الفادی الخیرۃ فعلہ بذلک انت الام
لو كانت حیة ثم ادعت بعد ذلک لا تسمع
دعوتها وما منع المورث فی مثلہ منع
المورث بالاولیٰ وفي الخاشیۃ الشامیۃ من
لا تسمع دعواہ لما نہ لا تسمع دعوی وارثہ
بعده کما فی البزازیۃ وغیرہا انتہی،
واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم وعلمہ حبیل
مجددہ اتم واحکم۔

فادی خیرہ میں ہے، تو اس سے معلوم ہوا کہ ماں
اگر زندہ ہوتی پھر بعد میں دعویٰ کرتی تو اس کا دعویٰ
مسموع نہ ہو گا اور جہاں مورث کا دعویٰ مسموع نہ ہو
تو وہاں وارث کا دعویٰ بطریق اولیٰ نہ سنا جائے گا
اور خاشیہ شامی میں ہے، جب مانع کی وجہ سے
کسی کا دعویٰ مسموع نہ ہو تو اس کے بعد اس کے
وارث کا دعویٰ وہاں مسموع نہ ہو گا اور، جیسا کہ
بزازیہ وغیرہ میں ہے انتہی۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم
حبیل مجددہ اتم واحکم۔ (د)

مسئلہ ۲۲ ربیع الثانی ۱۳۰۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اور مفتیان شرع متین اس صورت میں کہ مسلمان وجیہ الدین و کریم الدین پیرانی
نظام الدین مالک مشترک بحد مسادی ۱۰ بسوہ حقیقت زمینداری موضع رچھا پر گنہ فرید پور کے تھے ۵ اپریل ۱۸۴۹ء
کو وجیہ الدین احد الشریک نے دعوات پائی نجم النساء زوجہ صدق النساء مادر نظام النساء ہمشیرہ حقیقی
ذوی الفروض و کریم الدین برادر علاقہ حیدر، جملہ چار وارث شرعی چھڑے، تاریخ ۱۵ ماہ مذکور کو صدق النساء
مادر وجیہ الدین فوت ہوئی اس کی وارث مسماۃ نظام النساء دختر ہوئی اور ۱۱ ستمبر ۱۸۵۲ء کو کریم الدین نے
قضا کی، مسماۃ بیگم زوجہ مسماۃ کنیز شیریں دختر ذوی الفروض و مسماۃ نظام النساء ہمشیرہ علاقہ حیدر وارث
فوت ہوئے مگر تمام حقیقت دیدہ مذکور پر قبضہ بطور خود بلعوض دین ہریگان مورثان کار پاک ۱۸۴۳ء میں بسوہ
حسب نالش نجم النساء کی تفسیما علیہ ہو گئے اور ۵ بسوہ مسماۃ کنیز شیریں و بیگم نے بدست قسربان علی

لے فادی خیرہ کتاب الدعوی دار المعرفۃ بیروت ۸۸/۶

لے رد المحتار کتاب الوقت فصل یراعی شرک الوقت فی اجارۃ و ارجاء التراث العربی بیروت ۴۴۶/۴

فروخت کر ڈالے اور ۱۷۶۷ء میں اولیٰ مسماۃ بیگم مری، اس کی وارث صرف مسماۃ کیز شیریں دختر ہوتی، بعد ازاں
 مسماۃ نظام النساء اعلیٰ درجہ کی حصار اور جو یا منتھار بیباقی دین مہر میں بیگانہ کے قبضہ جائداد سے دست کش
 تھی فوت ہوئی، اس کے وارث محمد عوض و کریم بخش غیر کان شمار ائمہ عم حقیقی متوفیہ بھی تصویب ہوئے دین مہر
 مسماۃ نجم النساء کا ۱۷۷۷ء میں اور دین مہر مسماۃ بیگم کا ۱۷۸۲ء تک آمدنی جائداد سے ادا ہو گیا باوجود جیباقی
 ہو جانے دین مہر کے نجم النساء نے بجلد ۵ بسوہ کے ۳ بسوہ بدست مسماۃ بیگم زوجہ ذہان علی مذکور اور بھاگی رتھ کے
 فروخت کر ڈالے اور ۲ بسوہ تسک موسور موچند میں کفول کی کہ وہ بسوات کفول بعلت ڈگری مطالبہ مذکور
 تاریخ ۲۰ مارچ ۱۷۸۸ء کو بخیریداری ممتاز حسین پسر قربان علی نیلام ہو گئی یکم اگست ۱۷۸۷ء کو محمد عوض و
 کریم بخش وارثان نظام النساء نے کل حق حقوق اپنا واقع ۱۰ بسوہ مذکور بدست مسماۃ الہی بیگم بیع کیا کہ وجہ
 خریداری کے مشتری نے ناشات دیوانی میں دائر کر کے ڈگریات اثبات حق و دخل بقدر ۳۰ بسوہ کے بمقابلہ
 مسماۃ نجم النساء و نیز مشتریان اس کی کے علیحدہ علیحدہ حصار حاصل کیں، بعد اس کے مسماۃ کیز شیریں مہاجرہ
 حسب اتفاق بریل آئی، ممتاز حسین مدعا علیہ نے ایک مختار نامہ عام مسماۃ کیز شیریں سے اپنے حقیقی بھائی
 عاشق علی کے نام تحریر کرایا، چنانچہ عاشق علی مذکور نے بعد چلے جانے مسماۃ کیز شیریں کے ناشات منجانب
 کیز شیریں بدین بیان رجوع کی ہے کہ ۲ بسوہ ڈگری شدہ الہی بیگم پر بدلیج وراثت وجہ الدین کے مسماۃ
 کیز شیریں کو رسدی حصہ ملے مدعا علیہ کو یہ حذر ہے کہ ۱۰ بسوہ مژدہ مورثان میں مسماۃ نجم النساء کو ۱ بسوہ
 ۵ بسوہ اسی اور مسماۃ کیز شیریں کو بیع مسماۃ بیگم کے ۳ بسوہ ۷ بسوہ اسی اور محمد عوض و کریم بخش مدعا علیہما کو
 ۵ بسوہ ۷ بسوہ اسی پہنچے تو جملہ حصار ان نے کل حقوق اپنے فروخت کر ڈالے بعام مقامی ان کے مشتریان مالک
 ہیں، اور وجہ عدم شمول مسماۃ نظام النساء کے تقسیم و نیز بیع منجانب نجم النساء و نیز مسماۃ کیز شیریں کے
 جہاں تک حصار شرعی مشتری مدعا علیہما ہے کالعدم ہے اور بیع مستلزم تفریق حصص باقی ہے فقط وجوہات
 معروفہ بالا کے شرعاً دعویٰ اجرا سے توریث مدعیہ نسبت ۳ بسوہ مقبوضہ الہی بیگم مدعا علیہما کے قابل قبول
 ہے یا نہیں اور حذر مدعا علیہما کس قدر قابل لحاظ ہے، بحوالہ کتب جیٹو اتوجروا۔

الجواب

صورت مستفسرہ میں کیز شیریں کا دعویٰ محض باطل و بے بنیاد ہے، اس مسئلہ کی تحقیق میں چند
 امور متنیق طلب جن کا حکم معلوم ہونے کے بعد باذن اللہ تعالیٰ خود ہی شکست ہو جائے گا
 (۱) پانچ پانچ بسوہ کی تقسیم کہ نجم النساء نے کرائی میچ ہے جس کے سبب ترکہ وجہ الدین میں حصہ کیز شیریں
 صرف اسی پٹی سے متعلق ہے جو نجم النساء کے ہاتھ میں تھی یا باطل اور اس کا حق دونوں پٹیوں میں شائع۔

(۲) باتفاق و غیر باتفاق جلد ورثہ کے حصص متروکات میں کسی کسی قدر ہیں۔

(۳) بیعین کہ نخل النساء و بیگم و کنیز شیریں و نیلام کنندگان نے کیں کمان تک اثر رکھتی ہیں جس سے ظاہر ہو کہ مشترکوں کے ہاتھ میں کتنی حقیقتیں اثر بیع سے محفوظ و قابل دعویٰ و ارجاع ہیں۔

(۴) ان محفوظ حقیقتوں میں دسویں حصہ کے حساب سے کنیز شیریں و الہی بیگم کا حق کسی نسبت سے ہے۔

(۵) شریکیت حکم میں ایک شریک کو دوسرے کے حق سے کتنا تعلق ہے، باقی رہا یہ کہ نخل النساء و بیگم و کنیز شیریں کی بیعیں کیا حالت رکھتی ہیں اور مشترکوں کو بوجہ تفریق صفت کیا کیا اختیار حاصل اور اس کے سوا اور امور متعلقہ معاملہ سے تعرض نہ کر دیں گا کہ یہ باتیں اس مسئلہ میں زیر بحث نہیں۔

اب بتوفیق اللہ تعالیٰ ہر امر کا جواب لیجئے۔

تقسیم مذکور محض باطل و بے اثر ہے۔ اولاً نظام النساء اس میں شریکیت نہ کی گئی، ہدایہ میں ہے، ظہر شریک ثالث لہسا والقسمہ بدو مت جب دو کے ساتھ تیسرا شریک ظاہر ہو جائے تو پھر رضا باطلہ ہے اس کے بغیر تقسیم باطل قرار پائے گی۔ (ت)

ثانیاً ظاہر ہے کہ نظام النساء کا حق وجہ الدین و کرم الدین دونوں کے ترکہ میں بوجہ شیوع غناور الہی بیگم کو بوجہ شرا اس کے ورثہ کے قائم مقام ہوئی دونوں حصص میں استحقاق شائع رکھتی ہے اور ایسا استحقاق بالا جماع باعث انتقاض تقسیم ہوتا ہے، عالمگیری میں ہے،

ان استحقاق جزو شائع من التصدیق استحققت اگر دوسروں کا استحقاق شائع جز یعنی قابل انقسام القسمہ ہے ہو تو وہ تقسیم ختم ہو جائے گی۔ (ت)

پس ظاہر ہوا کہ یہ چٹیاں محض نامعتبر ہیں اور ترکہ میں ورثہ خوار شرا جتنے حقدار ہیں سب کا حق بدستور مجموع ۱۰ بسوہ میں شائع یہاں تک کہ جو ذرہ زمین لیجئے اس میں سب کا استحقاق صمد رسد ہے فان هذا هو معنى الشيوع كما نفوا عليه قاطبة (مگر نہ شیوع کا معنی یہی ہے جیسا کہ فقہائے فاس پر نص کی ہے۔ ت)

تفصیل حصص، وجہ الدین جس کا ترکہ صورت مذکورہ میں ۹۹ سے منقسم ہو کر ٹوں بنا، نخل النساء ۲۴، نظام النساء ۹۷، کنیز شیریں ۵، کیا بظہر یا التخریج (جیسا کہ مسئلہ کی تحریر کے ظاہر ہے) اس کے پانچ بسوہ کی تقسیم یہ ہوئی،

نخل النساء، ۵ بسوہ ۵۰ انسی، نظام النساء، ۳ بسوہ ۹۰ بسوہ ۱۵۰ انسی، کیا بظہر یا التخریج، ۲۲۵/۵

لے ہدایہ کتاب القسمہ باب دعوی الغلط مطبع توسنی لکھنؤ ۱۹/۴

لے فتاویٰ ہندیہ الباب العاشر فی القسمہ مستی ہاؤز نورانی کتب خانہ پشاور ۲۲۵/۵

من صاحبہ فباعہ بالغہ درهم و دفعہ الم
المشتري جائز المبيع في حصته

ایک نے غصب کر کے فروخت کر دیا اور مشتری سے
ہزار درہم لے کر اس کو قبضہ دے دیا تو فروخت

کو تو مال کے اپنے حصہ میں بیع جائز ہوگی (ت)

اور بیع نیلام کا غیر نافذ ہونا تو اظہر من الشمس کہ جب نجم النسا اپنا حصہ بدست بیگم زوجہ قربان علی بیچ چسکی تھی

تو اب جائداد میں اس کا کیا باقی تھا جو اس کے قرضہ میں نیلام کیا جاتا ہر حال نفاذ بیع انھیں عین حصوں یعنی

مجموع ۱۰ بسوہ سے ۴ بسوہ، بسوہ ۱۰ کچھ انسی تک محدود ہے باقی ۵ بسوہ ۱۲ بسوہ ۱۰ کچھ انسی نفاذ بیع

سے محفوظ ہیں، دونوں ترکوں میں حصہ نظام النسا کی محفوظی تو ظاہر خواہ بیع اس کی حیات میں ہوئیں یا بعد کہ

ہر تقدیر اولیٰ اس کے ہے اجازت دے انتقال کرنے اور بر تقدیر ثانی اس بیع نے جو مالکوں یعنی محمد علی و اکرم بخش

لے بدست الہی بیگم کی اگلی سب بیعوں کو جہاں تک ان کے حصوں سے متعلق نہیں باطل کر دیا۔ رد المحتار میں ہے

في البرزانية من القاعدی طر والبات یبطل

الموقوف اذا حدث تغیر من باشر الموقوف

كما اذا باع المالك ما باعه الفضولی من

غير الفضولی ولو من اشتري من الفضولی

اہ ملخصاً۔

بزازہ میں قاعدی سے منقول ہے کہ قطعی فیصلے کا

طاری ہوتا موقوف بیع کو باطل کر دینا جب موقوف

مخل کرنے والے کے غیر سے جدید بیع ہو جائے مثلاً

فضولی نے جس چیز کو فروخت کیا اسی کو مالک نے کسی

غیر فضولی کے پاس فروخت کر دیا ہو اگرچہ یہ غیر وہی ہو

جس کو فضولی نے فروخت کیا تھا اہ ملخصاً (ت)

مجموع ۱۰ بسوہ سے ۵ بسوہ، بسوہ ۵ کچھ انسی تک الہی بیگم ہوئیں۔ رہی کینز شیریں اس سخاوار اس

کی ماں بیگم نے اگرچہ اپنی مقدار حصص سے بہت زائد یعنی ۵ بسوہ کی بیع کی مگر یہ بیع ان کے صرف انہی حصوں پر

مقتصر رہی جو کہ ترکہ ذاتی کریم الدین سے انھیں ملی تھی نہ بدی سبب کہ انھوں نے بعد تقسیم یہی پانچ بسوہ سے بیع

کئے جو بالتحقیق ترکہ کریم الدین فرض کر لئے گئے تھے کہ یہ فرض و تعین تو شرعاً محض یہودہ و بے معنی تھی کما

اسلفنا (جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا ہے۔ ت) بلکہ اس وجہ سے کہ انھیں صرف انہی حصص کی بیع مقتصر تھی اور

اسی قدر عرصہ وار دیا کما لا یخفی (جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔ ت) تو ۵ بسوہ ۱۲ کچھ انسی ۴ کچھ انسی کہ ترکہ

وہیمہ الدین سے انھیں پہنچیں ان کی بیع میں داخل نہ ہوئیں بلکہ غیر مالک یعنی نجم النسا خواہ نیلام کنندگان نے

بے اذن مالکان بھی تو بیع اگر حیاتِ بیگم میں واقع ہوئی تو جو جرئت بلا اجازت اسی کے لئے یعنی ابرو انسی پکڑاؤں میں باطل محض ہوگئی جسے کنیز شیریں بھی نافذ نہیں کر سکتی کما قد مناعن الہندیۃ (جیسا کہ ہم پہلے ہندیہ سے نقل کر چکے ہیں۔ ت) اور اس کے بعد ہوئی تو مثل حصہ کنیز شیریں اجازت کنیز شیریں پر موقوف رہی جس کا تنفیذ باطل کا اختیار کنیز شیریں کو اب تک حاصل ہے۔

ولا تكون دعوتها مسقطۃ لغيرها ومعینۃ
لا بطلان البیہ کما حققہ المولیٰ المحقق
علی الاطلاق فی فتح القدر مشرح
الہدایۃ۔
اس کا دعویٰ اس کے خیار کو ساقط کرے گا نہ بطلان
بیع کے لئے معاوی ہوگا جیسا کہ محقق علی الاطلاق
نے فتح القدر شرح ہدایہ میں اس کی تحقیق فرمائی
ہے۔ (ت)

ہر طور مجموع ۱۰ ابرو سے ۵ ابرو انسی ۴ پکڑاؤں پر کنیز شیریں کو ہر طرح دعویٰ پہنچتا ہے۔
نسبت حصص ہماری تقریر سے واضح ہو گیا کہ ۱۰ ابرو سے کس قدر حقیقت کنیز شیریں والی بیگم
کے لئے محفوظ اور اس میں ہر ایک کا حق کتنا ہے، باب ان دونوں کے حصوں میں نسبت دریافت کرنے کے لئے
بفرض تیسیر طری سب کس کو کسر اصغر یعنی سدس کو انسی کا، محض کیجئے تو حصہ الہی بیگم ۸، ۵ و ۱ ہے اور
نصیب کنیز شیریں ۶، ۵ دونوں توافق یکس خمس خمس بجز ۵ من مائۃ و خمسۃ عشرین رکعت ہیں اول کا وہ فی ۱۰۳
دوم کا پانچ تو حصہ کنیز شیریں کوئی الہی بیگم سے وہی نسبت ہوئی جو پانچ کو ۱۰۳ سے ہوتی ہے اسی سے ہر جزو
جائداد میں ان کا رسدی حصہ معلوم ہو جائے گا یعنی جو بطلان تقسیم و بقائے شیوع جائداد محفوظ ۵ ابرو ۱۲ ابرو انسی
۱۰ پکڑاؤں کا جو ٹکڑا جو ذرہ جہاں کہیں ہوگا اس کے ۱۰، ۱۰ ابرو سے ۵ سم کنیز شیریں اور ۱۰۳ الہی بیگم کے ہیں۔

شرکت ہلک میں ہر شریک دوسرے کے حصے سے محض اجنبی ہوتا ہے۔ مالگیری میں ہے،
شرکت ہلک یہ ہے کہ دو شخص کسی ایک چیز کے
عقد شرکت کے بغیر مالک ہر جہاں مشق دونوں
ایک چیز کے وارث ہیں یا ایک چیز دونوں کو ہب ہوئی
یا خریداری یا صدقہ کے ذریعہ ایک چیز کے مالک بنے
تو اس میں دونوں میں سے کوئی بھی دوسرے کے
حصہ میں اس کی اجازت کے بغیر تصرف نہیں
کر سکتا اور اپنے حصہ میں دونوں ایک دوسرے سے
شرکتہ ملک ان یتملک رجلا من غیر
عقد الشریکۃ بینہما نہ عوان۔ یوثا مالا
او یوہب لہما او یسلکا بالشراء او الصدقۃ
لا یجوز لاحد ہما ان یتصرف فی نصیب
الآخر الا بامرہ کل واحد متہما کلا جہنبی
فی نصیب صاحبہ و یجوز بیع احد ہما
نصیبہ بغیر اذنتہ اہ ملقطا۔

اجنبی ہیں لہذا ہر ایک اپنے حصہ میں دوسرے کی اجازت کے بغیر تصرف کر سکتا ہے اہ ملقطا (ت)

سہ فتاویٰ ہندیہ کتاب الشریکۃ الباب الاول فورانی مکتب خانہ پشاور ۲۰۱/۲

تویر الالبصار میں ہے :

شركة ملك وهي ان يملك متعدد عيناً
او ديناً بأرث او بيع او غيره مما وكل اجنبي
في مال صاحبه الخ.
شرکت ملک یہ ہے کہ متعدد اشخاص میں یارین
میں وراثت یا بیع یا کسی اور طرح مشترک مالک
ہو جائیں اور ہر ایک دوسرے کے حصہ میں اجنبی
ہو گا الخ (ت)

11

تو ظاہر ہے کہ اگر ان میں ایک کسی غاصب پر دعویٰ کر کے اپنے مقدار حصہ میں اپنا اثبات ملک واستقرار حق
کرائے تو اس ثبوت واستقرار میں دوسرے شریک کا ہرگز کوئی استحقاق نہیں آسکتا کہ جو سهام ایک کو
پہنچتے ہیں دوسرے کا اس میں کیا حق ہے اس کے لئے اس کے سهام جدا ہیں پس ایک کے تقرر حق میں مزاحم
ہونا گویا بعینہ یہ کہنا ہے کہ تو اپنے سهام میں مجھے شریک کرنے اور اپنے خاص حق سے مجھے کچھ دے دے جسے اس کے
کوئی معنی نہیں، نہ ایسا دعویٰ قابلِ سہامت، ہاں اگر ایک شریک بے تقسیم شرعی ملک مشارع سے کسی معین کرے
پر قبضہ کرے تو بیشک دوسرے کا اس پر دعویٰ پہنچتا ہے کہ جب شیعہ ہے ہر ہر ذرہ میں دونوں کا استحقاق ہے
فلا يقبض شيئا مننا الا قد قبض ملكك
صاحبه مخلوطا مع ملك نفسه كما نص
عليه في الكتب جميعا.
تو کسی معین چیز کا قبضہ دوسرے کے حصہ پر مخلوط قبضہ
کے بغیر اپنے حصہ پر نہ ہو سکے گا جیسا کہ تمام کتب میں
اس پر تصریح ہے۔ (ت)

یا ایک شریک مجھے نادعویٰ کر کے اپنے حق سے زیادہ میں اپنے لئے اثبات ملک کرائے تو مجھے دوسرے کی مزاحمت
بچا ہے کہ اس نے اس کے حق میں دست اندازی کی بدل علی کل ذلک فروع جملة مذکورة في کتب
الاصحاب (اس پر کتب مذہب میں مذکور کثیر فوائد دال ہیں۔ متعرض ان دو صورتوں کے سوا مجدد اثبات
ملک استمر ارق میں دوسرے شریک کی مزاحمت محض یہودہ و نامسوح ہے۔ جب یہ امور منتج ہوئے اور پھر ظاہر
کہ یہاں احتمال محبت دعویٰ کی صورت اولے یعنی قبض شے معین مغررہ تو واقع نہ ہوئی کہ الہی بیگم نے ان ۲ بسود
الہیوانسی کا پٹی بانٹ کر اگر کوئی مستقل قبضہ بافتیں نہ کیا تو صرف صورت ثانیہ یعنی حق سے زیادہ اثبات ملک
کرا لینے کا دیکھنا باقی رہا اگر یہ ۲ بسود الہیوانسی حق الہی بیگم سے زائد ہیں تو بیشک کثیر شیعہ کو صرف قدر زائد میں
اغیار مزاحمت ہے ورنہ اصلاً نہیں، مگر ہم تحقیق کر آئے کہ ترکہ و جیر الدین و کریم الدین کی جذائی جو اس تقسیم باطل
کا حاصل تھی محض غلط ہے بلکہ وہ ساری جائداد جس طرح حیات ہر دو برادر میں مختلط و غیر منقسم تھی اب تک بدستور

جلد اول

اسی حالت پر ہے تو صرف ان ۵ بسوں میں جو کچھ النساء کے ہاتھ میں تھے کینز شیریں کا حق جاننا اور دوسری
پٹی میں نہ ماننا محض غلطی ہے بلکہ حکم شیعہ جو علما اجماعاً کہیں ہے ہر ایک میں کینز شیریں والی یکم حصہ رسد
شریک ہیں اب اگر اس فرضی بُدائی کو اصل فطر سے ساقط کیجئے جب تو نہایت ظاہر کہ الہی یکم نے اپنے حق
سے بہت کم میں اثبات ملک کر لیا تو اس ۵ بسوہ، بسوانسی ۵ ۵ کو انسی تھا اور ڈگری صرف ۳ بسوہ
۱۰ بسوانسی کی حاصل کی پھر کینز شیریں اس کے حق خاص میں سے کس چیز کا صلہ مانگتی ہے۔ اور اگر یہ خیال
کیجئے کہ کو قسم شیریں نہیں مگر وہ ٹکڑے جدا ہوئے جن میں ایک پر قربان علی دوسرے پر اس کی زوجہ و پسر قابض
ہوئے اور الہی یکم نے بھی صرف ایک فریق پر دعویٰ کیا تو اس فطر سے بھی دعویٰ الہی یکم اس کے حصہ رسد سے کم ہے
کہ اس پٹی میں بعد استثنا سے حصہ کچھ النساء کہ پرستہ یکم زوجہ قربان علی بیٹا ہوا ۲ بسوہ ۵ بسوانسی حق الہی یکم
کینز شیریں ہیں انھیں بلانا نسبت مذکورہ ۱۰ پر تقسیم کیجئے تو حاصل قسمت ۱۲ ۱/۲ کو انسی ہے جسے ۵ میں ضرب
دینے سے ۲ بسوانسی ۹ ۱/۲ کو انسی ہوتی ہیں اسی قدر رسدی حصہ کینز شیریں ہے اور باقی ۲ بسوہ ۱۱ بسوانسی
۵ ۱/۲ کو انسی حق الہی یکم تھے جس میں اس نے قبی بسوہ ۵ بسوانسی میں اپنی ملک ثابت کرانی تو کینز شیریں کے حق
میں کوئی اعتراضت کے دعویٰ کینز شیریں کا حاصل یہ ہے کہ اس قدر بھی تیری ملک نہیں یا اگرچہ تیری ملک ہے
مگر اس میں سے کچھ مجھے واپس دے حالانکہ اس سے زائد اس کی ملک سب اور ملک غیر پر دعویٰ کرنا محض بے معنی
اور اگر ان سب تحقیقات نفس سے قطع نظر کیجئے اور خرابی بخوابی مان ہی لیجئے کہ تقسیم مذکور صحیح تھی اور یہی ۵ بسوہ
بالتعین ترکہ وجہ الدین تھے اور خاص انھیں میں استحقاق کینز شیریں ہے تاہم اس تقدیر باطل پر بھی دعویٰ کینز شیریں
کہ حصہ رسدی پاؤں کوئی معنی نہیں رکھتا رسدی حصہ کا تو یہ حاصل کہ جس قدر پر الہی یکم نے ڈگری پائی یہ اور وہ ۵ بسوانسی
کہ باقی رہیں دونوں ٹکڑوں میں الہی یکم و کینز شیریں اپنے اپنے حصوں کی نسبت سے شریک ہیں بحساب اربعہ قنا سبہ
اس مقدار ڈگری شدہ میں جو کچھ حصہ کینز شیریں ملے اب ملے باقی حصہ الہی یکم ہو اور ۵ بسوانسی میں دونوں کا
دعویٰ ہے حالانکہ اس تقدیر باطل پر الہی یکم جس قدر ترکہ وجہ الدین سے استحقاق رکھتی تھی اس سے ۲ ۱/۲
کو انسی زیادہ کی ڈگری پا چکی کما یظہر مما اسلفنا بیانہ (جیسا کہ چارے پہلے بیان کیا ہے) تو رسدی
حصہ مانگنے کے کیا معنی بلکہ قدر زائد یعنی ۲ ۱/۲ کو انسی کا دعویٰ کرنا تھا، غرض ساری غلطی کا خشا یہ ہے کہ کینز شیریں
یعنی اس کے مختار عام نے اثبات ملک و استحقاق کرانے کو بالتعین ایک پارہ معینہ مغرورہ منقسم پر قبضہ
کر لینا سمجھا ہے حالانکہ ان کا یہی فرق ایسا نہیں جو کسی پر مخفی رہے پس نہایت وضوح روشن ہو گیا کہ
کینز شیریں کا دعویٰ اصل و جہ صحت و قابلیت سماعت نہیں رکھتا۔ واللہ بخیر و تعالیٰ اعلم و علہ بل مجدہ اتم و
احکم و صلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا محمد و آلہ و صحبہ و بارک و سلم۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اور مفتیان شرعیاتیں اس مسئلہ میں کہ زید ذی مقدور تھا اس نے اپنی بیوی کو اپنی حیات میں زیور طلائی اور نقدی بنا دیا وہ اس کے مہر میں تصور کیا جائے گا یا کیا؟ بینوا تو جبراً۔

الجواب

عرف عام و شائع ہمارے بلاد میں یہ ہے کہ عورتوں کا مالک کر دینا نہیں ہوتا بلکہ شوہر ہی کی ملک سمجھا جاتا ہے جب تک صراحت یا دلالت شوہر کی جانب سے قیدک ظاہر نہ ہو،

و معلوم ان الدافع الیہن یحتل التسلط
و العاریة والعاریة اولی فہی الثابتة مالم یدل
على خلا فہا۔
یہ واضح بات ہے کہ ان کو دینے میں قیدک اور عاریتہ دونوں احتمال ہیں تو جب تک عاریتہ کے خلاف دلیل موجود نہ ہو تو عاریتہ ہونا ثابت ہوگا۔ (ستہ)

البتہ وہ استعمال میں عورتوں ہی کے رہتا ہے مگر اس سے جبک زنا ثابت نہیں ہوتی۔ بکر الراقی پھیرد رد المحتار و عقود المدیریہ میں ہے،

لا یكون استمتاعها بمشترکہ و مضاد
بذلك دلیل علی انہ ملکھا
ذلك کما تفہمہ النساء و العوام و
قد افقیت بذلك مراراً
خاوند کی خریدی ہوئی چیز سے خاوند حاصل کرنا اور اس پر خاوند کا راضی ہونا بیوی کی ملکیت کی دلیل نہیں بن سکتا جیسا کہ عورتیں اور عوام سمجھتے ہیں میں نے متعدد بار اس پر فتویٰ دیا ہے۔ (ستہ)

پس اگر گواہان عادل شرعی سے عورت کو اس زیور کا مالک کر دینا نہ ثابت ہو تو وہ بدستور ملک شوہر پر ہے اس کا مترکہ شوہر کسب و رتبہ پر حسب ذائقہ منقسم ہوگا اور اگر ثابت ہو کہ شوہر نے عورت کو اس زیور کا مالک کر دیا تھا تو بیشک وہ تنہا عورت کی ملک ہے، اب اس صورت میں اگر شوہر نے تعریک کی تھی کہ یہ تیرے مہر میں دیتا ہوں تو اس قدر مہر سے مجرا ہوگا اور اگر مہر کے سوا اور کسی جہت کی تعریک کی تھی مثلاً کہا یہ زیور میں نے تجھے احساناً دیا یا بہرہ کیا تو ہرگز مہر میں محسوب نہ ہوگا۔ و مختار میں ہے،

بعث الی امراءہ شیئاً ولم یدکبر
جہۃ عند الدفۃ غیر جہۃ المہر
کقولہ شہم او حاتم قال انہ من المہر
خاوند نے بیوی کو کوئی چیز دیتے ہوئے مہر یا کوئی اور وجہ ذکر نہ کی مثلاً اس نے چراغ یا مہندی کے لئے کہا اور پھر کہا کہ یہ مہر کے طور پر دی ہے تو

لم يقبل قضية ، لوقوعه هدية فلا ينقلب مهر آء مخلصا۔
خاوند کی بات نہ مانی جائیگی ، قضیہ ، کیونکہ وہ ہدیہ
ہے چکا ہے تو اب مہر میں تبدیل نہ ہو سکے گا اور مخلصا

اور اگر صورت تمیز معلوم ہوئی اور یہ کچھ نہ ثابت ہو اگر مہر میں دیا تھا یا مہر سے جدا اور زواج کو مہر سے الگ
دینے کا دعویٰ ہے اور دیگر ورثہ مہر میں دینا بیان کرتے ہیں تو دیگر ورثہ کا قول ان کی قسم کے ساتھ مقبول ہو گا
جب تک عورت کو ادا دل سے نہ ثابت کرادے کہ مجھے مہر سے جدا اس کا مالک کیا وہ زبور مہر ہی ٹھہرے گا۔
تویر الالبصار ودر مختار و رد المحتار میں ہے ،

لو بحث الى امرأته شيئا ولم يذكر المهر ولا غيره فقلت هو هدية وقال هو من
المهر او عارية فالقول له بيمينه والبيتنة
لها في غير المهر لا يحصل آء مخصصة۔
جب خاوند نے بیوی کو کوئی چیز بھیجی اور مہر وغیرہ کا
کوئی ذکر نہ کیا تو بیوی کہتی ہے یہ ہدیہ ہے اور خاوند
کہتا ہے یہ مہر تھا یا عاریت تھا ، تو خاوند کی بات
قسم لے کر مان لی جائے گی اور عورت کی بات
گواہی کے ساتھ مانی جائے گی ، یہ صورت کھانے پینے والی چیزوں میں نہ ہوگی اور مخلصا (ت)
تقریر میں ہے ،

مثل فيما اذا بحث شيئا من جنس النقدية او مالا يتسارع اليه الفداء ثم اختلفا
فقال الزوج انما بعثته ليحب من
المهر وقالت هو هدية هل القول قوله
او قولها اجاب القول قوله كما هو راجح
فماضيها من وغيره يعني بيمينه مخلصا
بانه الملك وهو احراف بعثة التملك
آء مخلصا۔
سوال کیا کیا کہ ایک شخص نے بیوی کو نقد درہم دینا
یا ایسی چیز جو بدلہ غراب نہ ہونے والی ہو ، بھیجی ، پھر
دونوں کا اختلاف ہوا۔ خاوند کہتا ہے کہ یہ مہر کے
حساب میں تھی اور بیوی کہتی ہے یہ ہدیہ ہے ، تو کیا
خاوند کی بات مانی جائے گی یا بیوی کی ؟ تو جواب دیا
کہ خاوند کی بات قسم لے کر مانی جائے گی جبکہ قاضی خاں
نے یہ تصریح کی ہے اس وجہ سے کہ خاوند دینے والا
ہے تو وہی تمیز کی وجہ سے بہتر جانتا ہے اور مخلصا (ت)

حقود الہدیہ میں ہے ،

۲۰۳/۱	مطبع مجتہدی دہلی	باب المہر	کتاب النکاح	سہ در مختار
۲۰۳/۱	"	"	"	سہ
۲۶۲/۴	دار احیاء التراث العربی بیروت	-	-	رد المحتار
۲۹/۱	دار المعرفہ بیروت	-	-	سہ فتاویٰ خیر

الوارث لقیامہ مقام مورثہ فیصدق فی
جہۃ التملیک، فصولیت، متا یکون القول
فیہ للمملک، اہ ملخصاً، واللہ تعالیٰ
اعلم۔

دارث پونکر مورث کے قائم مقام ہے اس لئے جہت
تملیک کے بیان میں اس کی تصریح کی جائے گی،
جامع الفصولین، وہاں جہاں مالک بنانے والے
کی بات مانی جاتی ہو اہ ملخصاً۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۳۰۸ شعبان ۱۳۰۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کہتا ہے عتاقہ ہند میری زوجہ بنے مرتے وقت مجھے
اپنا مہر براجہ چار عدد توں کے معاف کر دیا وارثانہ ہند نے جہاں مورثوں سے دریافت کیا ان میں سے دو نے
مخص انکار کیا، ایک کا بیان مذہب رہا، چوتھی سے ابھی پوچھنے کی نوبت نہ آئی، ایسی حالت میں شرع شریف
ایسی گواہیوں پر معافی مہر کا حکم دیتی ہے یا نہیں؟ بقیہ اقربوا۔

الجواب

مذہب بیاں مسطورہ الا شہادۃ الا عن علمہ (کیونکہ شہادت بغیر علم نہیں ہوتی۔ ت) دیہان
ایک کی گواہی معتبر اگرچہ مرد ہو لا شرط العد ونصا (گواہوں کی تعداد شرط ہونے پر نص ہے ت)، نہ تنہا
مورثوں کی شہادت مقبول اگرچہ دو چار ہوں کما نص علیہ القرآن العزیز (جیسا کہ اس پر قرآن عزیز نے
نص فرمائی ہے۔ ت) نہ وارث کے لئے عرض موت کی معافی ہے اہانت دیگر ورثہ نافذ ہو سکے،

لانه فی حکم الوصیۃ ولا وصیۃ لوارث الا
ان یحییٰ ذہا الورثۃ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔
وارث کے لئے وصیت نہیں مگر جہاں باقی ورثہ
جائز تسلیم کر لیں، کیونکہ یہ معاملہ وصیت کے حکم
میں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۳۱۰ از کلا تور ضلع گورداسپور مسئلہ شیخ مراد علی صاحب آنری مجسٹریٹ ۲۵ شوال ۱۳۱۰ھ

حضرت میں مولانا فیاض داریں جناب مولوی محمد احمد رضا خان صاحب خاص مقیم بریلی زاد اللہ فیضانہ۔
بعد السلام علیکم و تمنائے زیارت قدسین شریف کے التماس ہے کہ ایک صورت مسئلہ کی عسر نفس
کیا چاہتا ہے، جناب اس کے مقابلہ میں تحریر مسئلہ کی فرمائیں، ایک شخص کا ایک قبیلہ یعنی عورت زوہ
اور ایک اس زوہ کا فرزند سہاسی کے سوا اس شخص کا دوسرا زوجہ ہے اس کا بھی ایک فرزند ہے اور دو دختر
ہیں اس شخص نے سہا طر زوجہ ثانی کے اول قبیلہ کے فرزند کو محرم الہش کرنا چاہتا ہے اور اس کی والدہ کو اغوا جاتا

دینے سے دست بردار ہے اور جس فرزند اول قبیلہ کو محروم کرنا چاہتا ہے بالغ اور جوان ہے ابتدا میں یہ اپنے باپ کے ساتھ کمانے میں بصورت تجارت کے شامل رہا اور پورا مدد و کار، پھر کچھ غرض علیہ ہرگز چند سال نوکری میں مصروف رہا بحالتہ نوکری اس کے باپ نے بہت خواہش سے نوکری سے بٹھا کر دیا، وچر اس کا یہ ہے کہ اس شخص کے باپ کے زراعت کا کام بہت ہے اور ماسوا اس کے تنازعات اس کے لوگوں کے ساتھ بہت رہتے ہیں، جب وہ نوکری سے بوجیب خواہش باپ کے اٹک ہوا تو مقابلہ بھی لوگوں سے کرتا رہا، غرض اس نے کل کارروائی باپ کی کو بخوبی انجام دیا، باپ اٹک ایک جگہ دوسرے شہر میں دکانداری کرتا رہا، باپ نے سپرداوار زینتاری سے جو ذرا ہتھام اس فرزند کے تھا چارم حصہ پیداوار کا باخوچ (خوچ اپنے ذمہ رکھ کر) دیتا گیا، کچھ حصہ تکم و فاکیا اب بالکل پاسس خاطر زوجہ دوسری کے اور اس زوجہ کے فرزند ان اور دختران کے پہلے قبیلہ اور اس کے فرزند بالغ کو جواب دے دیا اور اپنی خدمات سے اٹک کر دیا، اب اس کے پاس کوئی اثاثہ نہیں ہے اور نہ توفیق ہے کہ باہر جا کر تلاش نوکری کی کرے، باپ کے قبضہ میں دو قسم کی جائیداد ہے ایک وہ جو جدی ہے دوسری وہ جو بطور لیت اس فرزند بالغ کے خود پیدا کیا ہے، اس کے بارہ میں شرح شریعت کا کیا حکم ہے کہ آیا فرزند بالغ کچھ لے سکتا ہے کہ نہیں؟ اور اگر باپ محروم کرنا چاہے تو ہو سکتا ہے یا نہیں؟ جینا تو جوا۔

الجواب

تجارت زراعت وغیرہ جس کام میں فرزند نے اپنے باپ کی اعانت و مددگاری کے طور پر کچھ کمایا وہ صرف ملک پر ہے یعنی جب تک اس کا خورد و نوش ذمہ پد تھا اور اپنا کوئی ذاتی مال و کسب جدا گانہ نہ رکھتا تھا بلکہ اسے لالت و کسب پوری میں جس طرح سید بیٹے اپنے باپ کی اعانت کرتے اور اسے کام کی تکلیف سے محفوظ رکھتے ہیں اس کام میں وہ مددگار تھا تو ہو کچھ ایسی وجوہات میں کمایا سب باپ کا ہے جس میں بیٹے کے لئے کوئی حق ملک نہیں، فتاویٰ مغربیہ پھر عقود العیہ میں ہے:

حيث كانت من جملة عياله والمعينين له في اموره واحواله فجميع ما حصله بكد، وتعب فهو ملك خاص لا يبيد لا شئ له فيه حيث لم يكف له مال و لسو اجتمع له بالنكس جملة اموال لانه في ذلك لا يبيد معين حتى لو غرس

جب وہ والد کی خیال میں ہے اور والد کے معاونین میں سے ہے تو ایسی صورت میں والد کے امور اور احوال میں جو بھی اس کی محنت و کاوش سے حاصل ہو گا وہ خاص والد کی ملکیت ہو گا اس میں اس کے بیٹے کا مال نہ ہونے کی صورت میں کوئی ملکیت نہ ہوگی اگرچہ اس بیٹے کی محنت سے بہت سے اموال جمع ہوئے ہوں کیونکہ اس میں والد کا معاون ہے

شجرۃ فی هذه الحالة فهي لابیہ نعی علیہ
 علماؤنا رحمہم اللہ تعالیٰ علیہ
 حتی کہ اگر وہ کوئی پودا لگائے تو اس حالت میں پودا
 والد کا ہوگا، اس پر ہمارے علما کرام رحمہم اللہ تعالیٰ
 نے تصریح فرمائی ہے (ت)

اور جو کچھ بل اس کے سوا پیدا کیا یعنی اس زمانہ میں کہ اس کا خورد و نوش باپ سے جدا تھا یا اپنے ذاتی مال
 سے کوئی تجارت کی یا کسب پرری سے الگ کوئی کسب خاص مستقل اپنا کی جیسے صورت مستفرو میں نوکری کا
 روپیہ یہ اموال خاص بیٹے کے ٹھہری گئے۔ تجربہ و عقود میں ہے :

مسئل فی ابن کبیر ذی زوجة و عیال له کسب
 مستقل حصل بسببہ اموالا حصل ہی
 لوالدہ اجابت ہی للابن حیث له کسب
 مستقل و اما قول علما ثنائیون کله للاسب
 فمشرط کما یصلو من عبارتهم بشروط
 منها اتحاد الصنعة و عدم مال سابق لهما
 و کون الابن فی عیال ابیه فاذا اعدم
 واحد منها لایکون کسب الابن للاب
 و انظر الح ما عطفوا به المسألة ان
 الابن اذا کان فی عیال الاب یكون معینا
 له فمدار الحكم علی ثبوت کونه معینا
 له فیہ فاعلموا ذلک اہ ملخصا۔
 ایسے جوان شادی شدہ عیال دار بیٹے جس کا اپنا
 مستقل کاروبار ہے اور کاروبار میں اموال حاصل
 ہوئے، کے متعلق سوال ہوا کہ کیا یہ اموال اس بیٹے
 کی ملک ہوں گے یا والد کے ہوں گے، جواب دیا
 کہ بیٹے کی ملک میں جبکہ یہ بیٹے کا اپنا مستقل کاروبار
 ہے چارے علما کرام کا یہ ارشاد کہ وہ تمام والد کا
 ہے ابن کا یہ ارشاد چند شرطوں سے مشروط ہے
 جیسا کہ ان کی عبارات سے معلوم ہے ان شرائط
 میں سے بعض یہ ہیں کہ باپ بیٹے کا کام ایک ہو،
 بیٹے کا پہلے سے اپنا مال نہ ہو، بیٹا باپ کے عیال میں
 شامل ہو تو ان شرائط میں سے جب کوئی شرط مفقود
 ہو تو بیٹے کی کفالت والد کے لئے نہ ہوگی، مسئلہ کے

بیان میں علما کی ذکر کردہ علت پر غور کرنا چاہئے انھوں نے فرمایا، جب بیٹا باپ کے عیال میں شامل ہو اور اس
 کا معاویہ ہو تو حکم کا یہ ار اس پر ہے کہ وہ اس میں باپ کا معاون ہو، یہ معلوم ہونا ضروری ہے اہ ملخصا۔
 مگر جو چارہ حقہ پسند دار میں باپ نے اسے دینا تھا اس کا دعویٰ اسے کسی حالت میں نہیں پہنچتا
 کہ اگر وہ کتنا محض بطور عمدہ و احسان تھا اور غالب یہی سبب تو یہ ظاہر کہ لاجب فی التبرع (تبرع میں
 جبر نہیں۔ ت) اور اگر وہ معاوضہ محنت و حقہ اجارہ تھا تو حالت اجرو فساد اجارہ سے قطع نظر بیٹے کو

اپنے کام کی اجرت باپ سے یعنی جائز نہیں، نہ اس کی خدمت پر اجیر ہو سکتا ہے کہ خدمت پر ہی طاعت الہی ہے اور طاعات پر اجارہ ناجائز، علامہ طحاوی حاشیہ در مختار کتاب الفرائض میں فرماتے ہیں،

الولد اذا اجرت نفسه لوالده ليخدمه و
كذا المرأة اجرت نفسها من زوجها لخدمه
لم يجز لان خدمتها لقم صلة للزوج فصارت
مستحقة فلم تجز الاجارة احد مطلقا۔

جب بیٹے نے اپنے آپ کو والد کا یا بیوی نے اپنے آپ کو خاوند کا مزدور بنایا تاکہ یہ ان کی خدمت کر سکیں تو یہ جائز نہ ہوگا کیونکہ یہ خدمت خاوند کے لئے صلہ ہے لہذا وہ اس خدمت کا مقدار ہے تو احبارہ جائز نہ ہوگا احد مطلقا (ت)

غزائۃ المفتین میں فتاویٰ امام قاضیان سے ہے،

الاب اذا استاجرا ابنه البالغ فعمل الابن
لا اجر له۔

رہا باپ کا اسے اپنی میراث سے محروم کرنا وہ اگر بچہ ہو کہ زبان سے لاکھ بار کہے کہ میں نے اسے محروم الارث کیا یا میرے مال میں اس کا کچھ حق نہیں یا میرے ترکہ سے اسے حصہ نہ دیا جائے یا خیال جمال کا وہ لفظ بے اصل کہ میں نے اسے عاق کیا یا انھیں مضامین کہ لاکھ تقریریں لکھ کر سڑیاں کرانے یا اپنا کل مال اپنے فلاں وارث یا کسی غیر کو ملنے کی وصیت کر جائے ایسی ہزار تدبیریں ہوں کہ کارگر نہیں، نہ ہرگز وہ ان وجوہ سے محجب الارث ہو سکتا کہ میراث حق مقرر ہو وہ رب العزۃ جل وعلا سے جو خود دینے والے کے استیصال سے ساقط نہیں ہو سکتا بلکہ جبراً دلایا جائے گا اگرچہ وہ لاکھ کتار ہے مجھے اپنی وارثت منظور نہیں میں حصہ کا مالک نہیں بننا میں نے اپنا حق ساقط کیا پھر وہ سرائیکو ساقط کر سکتا ہے۔

قال الله تعالى يوصيكم الله في اولادكم للذکر
مثل حظ الانثیین۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ تمہیں اولاد کے متعلق وصیت فرماتا ہے بیٹے کو دو بیٹیوں کا حصہ ہے (ت)

استنباد میں ہے،

حاشیہ الطحاوی علی الدر المختار کتاب الفرائض دار المعرفۃ بیروت
مفتی نعیم
۳۶۴/۴
۱۶۲/۴

غزائۃ المفتین کتاب الاجارۃ
۱۱/۴

لوقالوا لث توکت حق لم یبطل اگر وارث کے میں نے اپنا حصہ چھوڑا تو اس سے اس
حقوقہ

غرض بالتصہ محروم کرنے کی کوئی سبیل نہیں، ہاں اگر حالت صحت میں اپنا مال اپنی ہلک سے ذائل کر دے
تو وارث کچھ نہ پائے گا کہ جب ترکہ پر نہیں تو میراث کا ہے میں جاری ہوگا اس قصہ ناپاک سے جو فعل کرے گا عند اللہ
گنہگار و ناخوڑ ہے گا۔ حدیث میں ہے حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من فرعن میراث وارثه قطع الله میراثه جو اپنے وارث کو اپنا ترکہ پہنچنے سے بھاگے اللہ تعالیٰ
من الجنة يوم القيمة۔ رواه ابن ماجه روز قیامت اس کی میراث جنت سے قطع فرما دے
عن انس بن مالك رضى الله تعالى عنه۔ (اسے ابن ماجہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔ ت)

یونہی ایک زوجہ کے چچے دوسری کی خبر گیری ذکر فی دوہر الگناہ نہی قرآن عوام قطعی ہے۔ حدیث
میں ہے حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اذا كانت عند امرأتان فلم یصل بينهما جس کے دو بیبیاں ہوں اور وہ انھیں برابر نہ رکھے
جاء يوم القيمة وشقه ساقط۔ رواه الترمذی قیامت کے دن اس حال پر آئے کہ اس کی
وابوداؤد والنسائی وابن ماجه ایک طرف کی کر دیا گری ہوئی ہو (اسے ترمذی،
وابن حبان والنسائی وابن ماجه، ابن حبان اور حاکم ابو داؤد و النسائی و ابن ماجه و ابن حبان اور حاکم
رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔) نے ابھر کر روئے اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ ت)

واللہ تعالیٰ اعلم۔

میں ۳۲ حکم از جگہ ام شریف ضلع ہرودئی محلہ مسلمہ در مسند حضرت سید محمد زام صاحب ۳ جمادی الآخر ۱۳۱۱ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں:

(۱) قید کہ ایک علاقہ کا حاکم وقت کی جانب سے مقرر ہے بذات خود حاکم نہیں ہے کہ کوئی حکم یا فیصلہ
قطعی کر سکتا ہے تو ایسی صورت میں اگر بزرگوار اسی علاقہ میں رہتا ہے بغیر کسی خواہش و دباؤ کے

ملہ الاشباہ والنظائر فی احکام الفقہاء دارۃ القرآن العلوم الاسلامیہ کراچی ۱۶۰/۲
ملہ سنن ابن ماجہ ابواب الوصایا باب الخیر فی الوصیۃ ریح ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۹۸
ملہ جامع الترمذی ابواب النکاح باب ما جاء فی التوکید من الشرک و ابن کثیر دہلی ۱۳۶/۱

بوجب دواغ یا اخلاق انسانی کے زید کی دعوت کو سے یا کوئی تحفہ کسی قسم کا پیش کرے تو اس کا لین و انکل رشوت ہے یا نہیں اور جائز ہے یا ناجائز؟

(۲) زید حکم حاکم وقت کے تحقیقات کے واسطے اسی علاقہ میں جس کا وہ مستم ہے کسی فریق کے مکان پر جائے یا بصورت نہ ہونے فریق ثانی بمقابلہ حاکم کے تحقیقات جو کہ جائے اس وقت کھانا کھانا کر کا یا معمولی تحفہ پیش کرنا اور زید کو اس کا قبول کرنا داخل رشوت و ناجائز ہو گا یا جائز درحالیکہ غیر مذست گزار ہی بلکہ کے زید کا طریق عمل یکساں ہے۔

(۳) اختلاف ہر دو دفعات کے اگر زید حاکم مختار و فیصلہ قطعی کر سکتا ہے تو زید کو اپنے حدود علاقہ کے اندر دعوت و تحفہ کا قبول کرنا کیسا ہے، جائز یا ناجائز؟

(۴) جس حالت میں زید کے طریق عمل سے بکرواقت ہو جائے کہ دعوت و تحفہ سے زید میرے حق میں کچھ رعایت دیکھے گا اپنے طریق عمل پر پورا قائم رہے گا اور باوجود اس عمل کے نمبر ۱ و ۲ کا پرتاؤ کرے تو جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب

جو شخص بذات خود خواہ از جانب حاکم کسی طرح کا قدر تسلط رکھتا ہو جس کے سبب لوگوں پر اس کا کچھ بھی دباؤ ہو اگرچہ وہ فی نفسہ ان پر جبر و تعدی کرے دباؤ نہ ڈالے اگرچہ وہ کسی فیصلہ قطعی بلکہ غیر قطعی کا بھی مجاز نہ ہو جیسے کوثرال، تھانہ دار، جمعہ ارباب و سقانیوں کے لئے زمینہ ارمقہم پڑاوی یہاں تک کہ پچاسی توڑوں یا پیشوں کے لئے ان کا پودھری، ان سب کو کسی قسم کے تحفہ لینے یا دعوت خاصہ (یعنی وہ دعوت کو خاص اسی کی غرض سے کی گئی ہو کہ اگر یہ شریک نہ ہو تو دعوت ہی نہ ہو) قبول کرنے کی اصطلاح اجازت نہیں مگر تین صورتوں میں، اول اپنے افسر سے جس پر اس کا دباؤ نہیں، نہ وہاں یہ خیال کیا جاتا ہے کہ اس کی طرف سے یہ دیر و دعوت اپنے معاملات میں رعایت کرانے کے لئے ہے۔ دوم ایسے شخص سے جو اس کے اس منصب سے پہلے بھی اسے دیر دیتا یا دعوت کرتا تھا بشرطیکہ اب سے اسی مقدار پر ہے ورنہ زیادت رد نہ ہوگی مثلاً پہلے دیر و دعوت میں جس قیمت کی سپینڈ ہوتی تھی اب اس سے گران قیمت پر تکلف ہوتی ہے یا تعداد میں بڑھ گئی یا جلد جلد ہونے لگی کہ ان سب صورتوں میں زیادت موجود اور جواز موقوفہ، مگر جبکہ اس شخص کا مال پہلے سے اس زیادت کے مناسب زاد ہو گیا ہو جس سے سمجھا جائے کہ یہ زیادت اس شخص کے منصب کے سبب نہیں بلکہ اپنی ثروت بڑھنے کے باعث ہے۔

سوم اپنے قریب محارم سے، جیسے ماں باپ اولاد و بہن بھائی نہ چچا ماموں خالہ بھوپھی کے جیسے کہ یہ محارم نہیں اگرچہ عرفاً انھیں بھی بھائی کہیں۔ محارم سے مطلقاً اجازت ظاہر عبادت قدوسی پر ہے ورنہ امام سنی نے نہایہ

پھر امام محقق علی الاطلاق نے فتح القدر میں یہاں سے بھی صورت دوم ہی میں داخل فرمایا کہ محارم سے بھی دیر و دعوت کا قبول اسی شرط سے مشروط کہ پیش از حصول منصب بھی وہ اس کے ساتھ یہ برتاؤ برتتے ہوں مگر یہ کہ اسے یہ منصب ملنے سے پہلے وہ فقرا سے اب صاحب مال ہو گئے کہ اس تقدیر پر پیش از منصب دیر و دعوت بر بنا سے فقر بکھا جائے گا اور فی الواقع انہوں نے حجت الدلیل یہی نظر آتا ہے کہ جب باوصف قدرت پیش از منصب عدم یا قلت و بعد منصب شروع بالکثرت بر بنا سے منصب ہی کبھی جائے گی اس تقدیر پر صرف دو ہی صورتیں مستثنیٰ رہیں پھر بہر حال جو صورت مستثنیٰ ہوگی وہ اسی حال میں حکم جواز پاسکتی ہے جب اس وقت اس شخص کا کوئی کام اس سے متعلق نہیں ورنہ خاص کام پڑنے فرض متعلق ہونے کے وقت اصلاً اجازت نہیں خواہ وہ افسر ہو یا بھائی یا پھلے سے دیر و غیرہ دینے و بلکہ ایسے وقت محارم دعوت میں شریک ہونا بھی نہ چاہئے نہ کہ خاص، پھر جہاں جہاں ممانعت ہے اس کی بنا صرف تمت و اندیشہ رعایت پر ہے حقیقتہً وجود رعایت ضرور نہیں کہ اس کا اپنے عمل میں کچھ تغیر نہ کیا یا اس کا اس کی مادہ بے لوثی سے آگاہ ہونا مفید جواز ہو سکے۔ دنیا کے کام امید ہی پر چلتے ہیں، جب یہ دعوت و ہدایا قبول کیا کرے گا تو ضرور خیال جائے گا کہ شاید اب کی بار کچھ اثر پڑے کہ مفت مال دینے کی تاثیر موجب و مشاہد ہے اس بار نہ ہوئی اس بار ہوگی، اس بار نہ ہوئی پھر بھی ہوگی، اور یہ جیلہ کہ اس کا دیر و دعوت بر پائے اخلاق انسانیست ہے نہ لجاجت منصب، اس کا رد خود حضور اقدس سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرما چکے ہیں، جب ایک صاحب کو تحصیل زکوٰۃ پر مقرر فرما کر بھیجا تھا حضور نے احوال زکوٰۃ حاضر کئے اور کچھ مال ہمارے کہ یہ مجھے طعم فرمایا اپنی ماں کے گھر بیٹھ کر دیکھا ہوتا کہ اب کتنے تجھے ملے ہیں یعنی یہ دیا صرف اسی منصب کی بنا پر ہیں اگر گھر بیٹھا ہوتا تو کون آکر دے جاتا، اس مسئلہ کی تفصیل میں اگرچہ کلام بہت طویل ہے مگر یہاں جو کچھ مذکور ہوا بعد نہ قطعاً غلامہ نتیجہ و صانع تحویل ہے،

در غنائ میں ہے کہ دیر کو رد کر دے۔ دیر کی تسکیر قلت کے لئے، اور یہ وہ ہے کہ اس کو اعانت کی شرط کے بغیر دیا جائے بخلاف رشوت کہ اس میں اعانت کی شرط ہوتی ہے۔ قاضی صرف چار حضرات سے دیر وصول کر سکتا ہے بادشاہ، گورنر، اپنے قریبی محارم، اور جس سے پہلے وصول کی عادت جاری تھی وہ بھی عادت کے مطابق، بشرطیکہ آخری دونوں کا

فی الدار المختار و یورد ہدیۃ القنکیر
للتخلیل و ہی ما یعطی بلا شرط اعانۃ
بخلاف الرشوة الا ممن اربہ
السلطان و الباشا و قریبہ
المحرم او ممن جرت عادۃ
بذلک بقدر عادۃ و لا خصوصۃ
لہما و یورد دعویۃ خاصۃ

وہی القیلا یتخذھا صاحبھا لو
 لاحضورا لقاضی و لا یجیب
 دعویٰ خصم ولو عامة للتمسک
 مخلصا، وقد رد المحتار الاصل
 فی ذلک ما فی البخاری عن
 ابی حمید الساعدی قال
 استعمل النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ
 وسلم رجلا علی الصدقة فلما قدم
 قال هذا حکم و هذا فی
 قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
 ہلا جلی فی بیت ابیہ او بیت
 امہ فیمنظری یمدی لہ املا و تعلیل
 النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
 دلیل علی تحريم المہدیۃ النبی
 سبھا المولایۃ فتح ۱۱ قال فی النہایظا ہر
 انت المراد بالعمل ولایۃ ناشئۃ
 عن الامام او نائبہ کالساعی والعاشور
 قلت و مثلہم مشائخ القری والمعرف
 و غیرہم من لہ قہر و تسلط
 علی من دونہم فانه یمدی الیہم
 خوفا من شرہم اولیہم و عندہم و رأیت
 فی حاشیۃ شرح المنہج للعلامة محمد الداود
 الشافعی الفقیہ قال ع ش و من الحال مشائخ

مقدمہ اس کے ہاں نہ ہونا اور وہ خاص دعوت کو نہ کر سکا
 خاص دعوت وہ ہے جس میں اگر قاضی نہ ہو تو دعوت نہ ہو
 اور مقدمہ کے کسی فریق کی دعوت قبول نہ کرے اگرچہ
 یہ دعوت عام ہو کیونکہ مقام تخت ہے اور منصب
 اور رد المحتار میں ہے: اس میں اصل یہ ہے کہ
 بخاری شریف میں ابو حمید الساعدی رضی اللہ تعالیٰ
 عنہ سے مروی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے
 ایک شخص کو صدقہ پر عامل بنایا تو جب واپس آیا تو اس
 نے صفات پیش کرتے ہوئے عرض کی کہ یہ مال آپ
 کے بیت المال کا ہے امیر میرا ہے، تو حضور علیہ الصلوٰۃ
 والسلام نے فرمایا یہ اپنے باپ یا ماں کے گھریلو کر
 یوں نہیں دیکھتا کہ اس کو دیر ملتا ہے یا نہیں تو
 حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیان کردہ وجہ ایسے
 دیر کی عزت کی دلیل جو کسی عہدہ کی بنا پر ملے اٹھ
 اور تہر میں فرمایا، ظاہر ہے کہ ولایت و عہدہ سے مراد
 یہ ہے کہ وہ امام یا نائب امام کی طرف سے
 سونپا گیا ہو جیسا کہ زکوٰۃ یا عشر وصول کرنے والا، اور
 میں کہتا ہوں اسی طرح دیہاتوں اور رقتوں کے نگران
 وغیرہ جی کو اپنے ماتحتوں پر تسلط اور غلبہ ہوتا ہے
 کیونکہ ان کے شر کا خوف یا ان سے طمع ہوتا ہے،
 میں نے علامہ محمد داؤد شافعی فقیہ کی شرح منہج میں
 دیکھا ہے انہوں نے ع کش کے حوالے سے فرمایا
 عا طین میں سے بازاروں، شہروں کے نگران اور

الاسواق والبلدان ومباشروا لادقاف وكل
من يتعاطى امرا يتعلق بالسليين انتهى،
وبجارية القلاسي ولا يقبل الهدية الا
من ذي رحم محرم او وال مقدم عليه
في الرتبة ووجه ان منع قبولها انما هو
للتخوف من مراعاته لاجلها و هو ان راعى
الملك وناشبه لم يراعه لاجلها،
قوله المحرم هذا التقيد لا يبد منه
ليخرج ابن العم نهر قوله
ولا خصومة لهما قال في البحر
والحاصل ان من له
خصومة لا يقبلها مطلقا و
من لا خصومة له فانت كان
له عادة قبل القضاء قبل المعتاد
والا لا اعم سواء كانت محرما
او غيبية على ما مر عن شيخ الاسلام
قال في البحر فلو كانت من عادته
الدعوة في كل شهر مرة
فدعا في كل اسبوع بعد القضاء
لا يجيبه ولو اتخذ له طعاما اكثر
من الاول لا يجيبه الا امت يكون
ماله قد نداد كسدا في
التا تاريخانية اهـ اهـ ملقط

اوقات کے ذریعہ اور تمام ایسے لوگ جن کو مسلمانوں کے
اور سے متعلق کیا گیا ہو، اور قلاسی کی عبارت
یوں ہے کہ وہ صرف اپنے ذی رحم محرم یا اپنے سے
بڑے مرتبہ والے کسی والی کا ہدیہ قبول کر سکتا ہے
اس کی وجہ یہ ہے کہ ہدیہ قبول کرنے کی ممانعت
صرف اس وجہ سے ہے کہ کہیں ہدیہ کی وجہ سے
ہدیہ والے کی رعایت نہ کرے تو اگر وہ بادشاہ
یا اس کے نائب کی رعایت کرے گا تو وہ اس
کی رعایت نہ کرے گا، اور اگر اسے گا تو ہدیہ کی وجہ
سے نہ کرے گا۔ مآقن کا قول 'عزم' توبہ قید ضروری ہے
تاکہ چپ زاد اس اجازت سے خارج ہو جائے،
نہر۔ اور اس کا قول کہ خصوصیت نہ ہو (یعنی ان کا
مقدمہ نہ ہو) تو بحر میں فرمایا حاصل یہ کہ ان کا ہدیہ مطلقاً
قبول نہ کرے اور جس کا مقدمہ نہ ہو تو اگر قبضہ سے
قبل اس سے ہدیہ وصول کرنے کی عادت تھی تو
عادت سے زائد قبول کرنے کی ممانعت ہے، اگر
وہ ایسا نہیں تو بحر قبول نہ کرے، یعنی محرم ہو یا
نہ ہو جیسا کہ شیخ الاسلام سے منقول گزرا، بحر میں
فرمایا، اگر قبضہ سے قبل ایک ماہ پر دعوت کی عادت
تھی تو اب قبضہ کے بعد ہر ہفتہ دعوت شروع کر دی
تو قبول نہ کرے اور اگر اب کما از یادہ پر تکلف ہو تو
قبول نہ کرے، ہاں دعوت قبول کرنے والا پہلے سے
لیاۃ مالدار ہو گیا تو قبول کرے جیسا کہ تاتار خانیہ

وفي الهدية يقبل الهدية من المولى
الذي ولاه ولو كانت الخليفة خصوصية
لم يقبل هديته الا بعد الحكم
كذا في العتابة ^١ وفي فتح القدير
قال شيخ الاسلام قالوا ما ذكر في
الضيافة فمحمول على ما اذا كان المحرم
لم يجزى بينهما الدعوة والمهاداة
صلة القرابة واحداث بعد القضاء
لهذا فاذا كانت الحالة هذه فهو كالاجنبى سواء
وما في الهدية محمول على انه كان جرى بينهما
المهاداة وصلة القرابة قبل القضاء فاذا اهدى
بعد القضاء لا بأس بقبوله انتهى فقد اُل المحال
الى انه لا فرق بين القريب والغريب في الهدية
والضيافة ^٢ والله تعالى اعلم.

میں ہے اور حقیقتاً، اور ہندو میں ہے کہ قاضی اپنے والدی
کی دعوت قبول کرے جس نے اس کی تقرری کی ہے اور
خليفة کا کوئی مندراس کے پاس ہو تو پھر فیصلہ کرنے
کے بعد اس کی دعوت قبول کرے، جیسا کہ عتابة میں ہے
اور فتح القدير میں فرمایا: شیخ الاسلام نے فرمایا، فقہار
کرام نے کہا ہے کہ ضیافت کے متعلق جو ذکر ہے وہ اس
بات پر محمول ہے کہ محرم کی عادت اگر پہلے سے ہیرا و
لور قرابت کا صلہ جاری نہ ہو اور اب قضاء کے بعد
ہیرا و صلہ قرابت میں وہ محرم اور اجنبی مساوی
ہیں، اور جو ہیرا و صلہ متعلق مذکور ہے وہ پہلے سے جاری ہیرا
اور صلہ قرابت پر محمول ہے اگر یہ قضاء کے بعد بھی ہیرا و
قرابت کرنے میں تباہت نہیں ہے اور تحصیل کا
مائل یہ ہوا کہ ضیافت اور ہیرا کے معاملہ میں قریبی اور
غیر قریبی کا کوئی فرق نہیں الخ والله تعالیٰ اعلم (د)

۳۶ سلمہ از اوجین مکان میر خادم علی صاحب اسسٹنٹ مرسلہ یعقوب علی خاں ۱۲ رمضان مبارک ۱۲۱۱
اکمل کمال بفضل افاضل مرادنا احمد رضا خان صاحب بعد از مراسم سلام معصدا خدمت ہے کہ اب
بادشاہی اسلام کا ہندوستان میں نشان باقی نہیں اور جو بعض بعض ملک میں نواب اسلام ہیں وہ بھی
اجرات تمام احکام شرعی کے مجاز نہیں اور دہمہ قضا و جب سے معفود ہے برائے نام قاضی ہیں جنہوں علم سے
مبرا اور ان میں بھی ٹھہ چیدہ چیدہ باوجود ان وجوہات کے وہ قاضی و حکام ہندو و غزوہ ولایت عامہ کا خاصہ
دیکھتے ہیں یا نہیں؟ اور اگر نہیں تو قاضی شرع کسے قرار دیا جائے گا اسے ولایت صبی و صبیہ کی ہو۔
زیادہ نیاز۔

الجواب

اسلامی ریاستوں میں وایان مسلمین جن حکام کو مقدمات فیصلہ کرنے پر مقرر کرتے ہیں وہ شرعاً قاضی ہیں
لہ فتاویٰ ہندیہ کتاب القضاء ابواب التاسع فی ذوق القاضی نورانی کتب خانہ پشاور ۲۳۰/۴
لکھ فتح العتدیر کتاب ادب القاضی مکتبہ زویرہ رضویہ سکھر ۲۴۲/۶

والی کی طرف سے جو اختیارات جائز انھیں سپرد ہوں گے وہ اختیار شرعی ہیں اگرچہ یہ ریاستیں زیر غلبہ کفار ہوں
فی جامع الفصولین کل مصرفیہ وال مسلم
من جهة الكفار يجوز فيه اقامة الجسم و
الاعیاد واخذ الخراج وتقليد القضاء و
تذویج الایافی لاستیلاء المسلم علیہم و
اماطعة الکفرة فہی موادعة ومخادعة
ویأتی تمامہ ونحوہ فی رد المحتار عن
القصار خانیۃ وعن معراج الدوامیۃ عن
البسوط وعن شرح مسکین عن الاصل۔

جامع الفصولین میں ہے جس شہر میں کفار کی طرف سے
مقرر کردہ مسلمان والی ہو تو وہاں جہد، عیدین، حشر راج
و حمل کرنا، قاضی حلفات کو مقرر کرنا اور تمام لڑکیوں کا نکاح
کر دینا جائز ہے کیونکہ مسلمانوں کا وہاں غلبہ ہے، اور
یہ کہ کفار کی اطاعت ہے تو یہ عارضی معاملہ اور دکھاوے
اس کی شکل بحث عنقریب آئے گی، اور رد المحتار میں
تاثر خانیہ سے ایسا ہی منقول ہے اور اسس میں
معراج الدوامیہ بوالبسوط اور شرح مسکین بوالاصل
سے بھی منقول ہے۔ (دست)

اور ان کا جاہل ہونا مذہب اصح پر مبنی قضا نہیں کر جاہل عالم سے فقیہ نے کو کام کر سکتا ہے،
فی جامع الفصولین کو نہ عالم اور مجتہد
لیس بشرطیکہ

یونہی غیر لقمہ فاسق ہونا بھی اگرچہ فاسق کو قاضی کرنا ناجائز ہے

فی الفتح والوجه تنفیذ قضاء محل من
ولاء سلطانہ وشوكة وامر کان جاہلا
فاسقا و هو ظاهر المذهب عندنا فی حکم
بفتویٰ خیرۃ ام ولی الدر المختار الفاسق
اہلہا ینکح اہلہ لکنہ لا یتولد وجوبا و
یاثم مقلدہ کقابل شہادتہ بہ یفتی بکہ
ہے کہ ایسے کو مقرر کیا جائے اور مقرر کرنے والا گنہگار ہوگا جیسا کہ ایسے کی شہادت قبول کرنے والا گنہگار ہوگا،
اسی پر فتویٰ ہے۔ (دست)

راج میں ہے کہ صحیح وجہ یہ ہے کہ جس کو صاحب شوکت
سلطان قاضی مقرر کر دے اگرچہ وہ جاہل فاسق ہو اس
کی قضا ہمارے ہاں نافذ ہو جائے گی یہی ظاہر مذہب
ہے اور ایسی صورت میں وہ قاضی دوسرے کے
قوسے پر عمل کرے گا اور رد مختار میں ہے فاسق
شہادت کا اہل ہے تو قضا کا اہل ہوگا لیکن لازم
ہے کہ ایسے کو مقرر نہ کیا جائے اور مقرر کرنے والا گنہگار ہوگا جیسا کہ ایسے کی شہادت قبول کرنے والا گنہگار ہوگا،
اسی پر فتویٰ ہے۔ (دست)

۱۴/۱	المطبقة الاذہریۃ مصر	الفصل الاول فی القضاء وما یتصل بہ	جامع الفصولین	لے و لے جامع الفصولین
۲۵۶/۶	مکتبہ فوریر رضویہ سکھر	کتاب ادب القاضی	کتاب ادب القاضی	کتاب فتح القدر
۷۱/۲	مطبع مجتہبائی دہلی	کتاب القضاء	کتاب القضاء	کتاب رد مختار

اور اگر ایسا نہ ہو تو شہر کا عالم کہ عالم دین و فقیہ ہو اور اگر وہاں چند علماء ہیں تو جو ان سب میں زیادہ علم دین رکھتا ہو وہی حاکم شرع و والی دین اسلام و قاضی و ذوی اختیار شرعی ہے مسلمانوں پر واجب ہے کہ اپنے کاموں میں اس کی طرف رجوع کریں اور اس کے حکم پر چلیں، یتیمان بے ولی پر وصی اس سے مقرر کرائیں تا یا نفعان بے وصی کا نکاح اس کی رائے پر رکھیں ایسی حالت میں اس کی اطاعت من حیث العلم واجب ہونے کے علاوہ من حیث الحکم بھی واجب،

فی الحدیقة الندیة شرح الطریقة المحمدیة
وفی العتباتی اذا اخلا الزمان من سلطان
ذی کفایة فالاحور موكالة ان العلماء ویلزم
الامعة الرجوع الیهم ویصیرون ولافة فاذا
عسر جمعهم علی واحد استقل کل قطر
باتباع علمائہ فان کثروا فالعتبة اعلیهم
فان استودا اقرب بینهم وقال السیوطی
وهذا من حیث انعقاد الولاية الى اصالة
فلا یافی وجوب طاعة العلماء مطلقاً الخ۔
کے متعلق ہے تو علماء کی مطلق اطاعت کے وجوب کے منافی نہ ہو گا الخ۔ (ت)

رہے یہ نکاح خوانی کے قاضی جو گاؤں گاؤں مقرر ہوتے ہیں یہ کوئی چیز نہیں، نہ انھیں کچھ ولایت،
کسالا یخفی (جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ یکم صفر ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و فقیہان شرع متبیین اس باب میں کہ ایک بھائی نے چھوٹے بھائی کی شادی کی بعد انتقال والدین کے ۱۰ بچے پاس سے رسومات شادی میں مثل زیور اور پارہ وغیرہ میں صرف کیا بعد اولاد ہونے میں صرف کیا، اور جب اس بھائی کا انتقال ہوا تو صرف تجیز و تکفین اور جہلم وغیرہ کا کیا پس اس صورت میں زوجہ اور دختر کے حصے کسی قدر غنا چاہئے۔ بیٹو اتوجروا۔

الجواب

سائل مظهر کہ چھوٹا بھائی وقت شادی بالغ تھا، قریب بیس برس کے عمر ہوگی، اور اس کا اپنا کچھ
سہ الحیة الندیة النسخ الثالث من الفصل الثانی مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲۵/۱

مال نہ تھا، نہ بڑے بھائی نے مال مشترک سے اس کی شادی کا صرف کیا بلکہ خاص اپنا ذاتی مال اٹھایا اور اس صرف کے نہ چھوٹے بھائی نے درخواست کی تھی نہ بڑے نے اس سے اجازت لی، بلکہ بطور خود جیسے والدین اپنے بچوں اور ان کے نہ ہونے کی حالت میں بڑے بھائی اپنے چھوٹوں کی شادیاں کر سکتے ہیں شادی کر دی، پس صورت مستقر میں بڑا بھائی اُن مصارف کو کسی سے مجرا نہیں لے سکتا،

فان من انفق فی امر غیرہ بغير امر ولا مضطر ۱۰ یکرہ جس نے غیر کے مسائل میں اس کے حکم اور کسی مجبوری کے الیہ فانہ بعد متبع عا فلا یرجع بشئ۔
بغیر خرچ کیا تو وہ خرچ بطور نیکی ہو گا لہذا اسی حسنہ کی

وصول کے لئے رجوع نہ کر سکے گا۔ (ت)

ہاں اگر رقم و رد واج عام ظاہر سے کسی شئی کی نسبت ثابت ہو کر یہ چیز سامان شادی میں اس قوم میں محض بطور عاریت دی جاتی ہے ورنہ مال مقصود نہیں ہوتا تو صرف اس شے کا استحقاق بڑے بھائی کو ہے اگر وہ شے موجود ہے لے لے اور تلف ہو گئی تو کسی سے مطالبہ نہیں کر سکتا فان العوادی اصانات لا تقعن الا بالتوی (کھاریشالی ہوئی چیزیں امانت ہوتی ہیں منانے کے بغیر ان کا ضمان نہ ہو گا۔ ست) اور اگر چھوٹے بھائی یا اس کے نہ ہونے خود خرچ کر دی تلف کر ڈالی تو جس نے کی اس سے اس کا تاوان لے سکتا ہے، اسی طرح بھائی کے اولاد ہونے میں جو اٹھایا اس کا بھی مطالبہ کسی سے نہیں بلکہ بطور صرف احسان و سداک منظور ہوتا ہو، اور اگر صرف سے یہ ثابت ہو کہ اس تقریب میں جو کچھ بڑا بھائی چھوٹے کے یہاں دیتا ہے وہ بطور قرض ہوتا ہے کہ جب اس کے یہاں تقریب ہو تو اسے معاوضہ دینا پڑتا ہے تو اس صورت میں وہ قرض ہے اس کا عوض ترکہ برادر سے پائے گا کیا استغاد فذلک من نص العتادی الخفیۃ (جیسا کہ فتاویٰ غریہ کی تصریح سے مستفاد ہے۔ ت) اور صورت مستحل میں جبکہ بڑا بھائی چھوٹے کا وارث ہے کہ زوجہ و دختر کے ساتھ بھائی بھی حصہ پاتا ہے تو جو کچھ اس نے چھوٹے بھائی کے کفن و دفن بقدر سنت میں لگایا اسی قدر مجملے سکتا ہے اس سے نامہ جو کچھ فاتحہ و ہم و چلم وغیرہ میں اٹھایا وہ بھی بڑا احسان تھا جسے کسی سے محسوس نہ پائے گا کیا نص علیہ العلامة الطحاوی فی فرائض حاشیۃ علی الدر المختار (جیسا کہ علامہ طحاوی نے حاشیہ درمخاریں اس پر تصریح کی ہے۔ ت) وائذ تقالے العلم۔

مسئلہ از اوچین مکان میر خادم علی صاحب اسٹنٹ سلسلہ حاجی یعقوب علی صاحب غزہ ۲ شعبان ۱۳۱۲
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایام سبائی میں قصبہ بڑوالی میں حاکم ہنود تھا اس کی بادشاہ اسلام نے مشرف باسلام کر کے خدمتہ قضا پر مقرر کیا تھا بعد معدود الایام کے وہ راہی ٹوٹے جنہاں ہوا اس کی اولاد سے ورثہ مسلم نہ تھا اولاد ہنود اس کی اس کے قائم مقام ہوئی اور دفتر قضا بھی اس کے قبضہ میں رہا ان ایام میں

مسلمانوں کے مذہب سے واقف نہ تھے موافق حکم حکام ہندو نکاح ہوتا رہا الب جماعت اہل اسلام اپنا قاضی مسلم مقرر کیا جاتا رہی ہے ، درست ہے یا کہ وہی حکام ہندو عہدہ قضا پر قائم رہے اور چند ملازم مسلم اس کے طرفدار کس سزا کے مستحق ہیں ان مسائل میں جو حکم مصدق یا تصدیق ہو بیان فرمائیں بعبارت کتب رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

الجواب

شریعت مطہرہ میں مسلمانوں پر کوئی عہدہ حکومت کسی کافر کو دینا روا نہیں،
 قال اللہ تعالیٰ لن یجعل اللہ للکفرین علی المؤمنین سبیلًا
 اللہ تعالیٰ نے فرمایا اللہ تعالیٰ ہرگز کافروں کو
 عزمین پر ولایت نہ دے گا۔ (ت)
 مسلمان کے نکاح بر طریقہ کفار کرنے روا ہیں۔
 قال اللہ تعالیٰ ولا تتبعوا اخطوا استب
 الشیطن
 اللہ تعالیٰ نے فرمایا ، شیطانوں کے راستوں
 کی پیروی نہ کرو۔ (ت)
 نہ مسلمانوں کو دینی کام میں کافر سے مدد لی جاسکتی ہے ، حدیث میں ہے ،
 قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
 انما نستعین بمشرك
 رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا وہم
 کسی مشرک سے مدد نہیں گے۔ (ت)
 جو مسلمان اس ہندو کے طرفدار و مددگار ہیں شرعاً مستحق تعزیر و مگنہ کار ہیں ،
 قال اللہ تعالیٰ لا یتخذ المؤمنون الکفرین
 اولیاء من دون المؤمنین
 اللہ تعالیٰ نے فرمایا ، مؤمن کفار کو اپنا دوست بنائیں
 عزمین کے علاوہ۔ (ت)
 ان پر اس بنا پر طرفداری سے توبہ لازم ہے ،
 قال اللہ تعالیٰ ولا تعاونوا علی الاثم
 والعدوان
 اللہ تعالیٰ نے فرمایا اگناہ اور عداوت میں ایک دوسرے
 سے تعاون مت کرو۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

سلف القرآن الکریم ۱۳۱/۲
 سلف الصنف لابن ابی شیبہ کتاب الجہاد
 سلف القرآن الکریم ۱۳۲/۲
 حدیث ۱۵۰۰۹ اداره القرآن کراچی ۲/۲۱۵
 ۲/۵

مسئلہ ۳۹ از بنارس کتب خانہ مسجد بنی راجی شفا خانہ مرسلہ مولوی سلیم عبد الغفور صاحب غرض شہان ۱۳۱۳
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ چاند محمد کے چار پسر تھے، تاج محمد، لطف اللہ، کریم اللہ،
 عبد الواحد۔ اور ایک دختر جان بی بی۔ چاند محمد نے ایک مکان خام سفالہ پوش اپنے روپے سے تاج محمد کے
 نام بیلام میں خرید کیا، کچھ روز بعد چاند محمد نے ایک مکان خام سفالہ پوش اور تھوڑی سی زمین تاج محمد مذکور اور
 لطف اللہ پسر شانی کے نام اپنے روپے سے خرید کیا، بوقت خرید دونوں پسر بالغ تھے، چونکہ واقعہ شریک گاہ
 ہذا پر نہیں معلوم کہ الفاظ بیع و شراء کے کس کی جانب مضاف تھے لیکن قبائلی مکان و زمین چاند محمد نے تاج محمد
 و لطف اللہ کے نام کیا مگر قبضہ کسی کو نہ دیا کرایہ مکان ہمیشہ آپ لیتے رہے، بعد چند سال کے تاج محمد
 ایک پسر فیض اللہ کو چھوڑ کر اپنے والد و برادران و خواہر کی حیات میں قضا کیا بعد چاند محمد نے دونوں مکان
 توڑ کر مع زمین کے اس پر مکان بنھتا اپنے روپے خاص سے تیار کیا، بعد ازاں لطف اللہ نے انتقال کیا،
 غرض دونوں پسر جن کے نام مکان زمین خرید کی گئی انتقال کر گئے، بعد چاند محمد کو اتفاق سفر حج کا ہوا بوقت
 سفر حج کریم اللہ و عبد الواحد وغیرہ نے اپنے والد سے کہا کہ فیض اللہ تو مجرب ہو گئے لیکن ان کو کچھ دینا چاہئے،
 بوجہ کہ پسران کے چاند محمد نے کہا کہ فلاں مکان دیا جائے، چنانچہ سادہ کاغذ پر لکھ بھی دیا لیکن قبضہ نہ دیا
 چونکہ کاغذ نگ ہو گیا لہذا مجبوری سے ورنہ اس کے مضمون سے اعلان دی جاتی، بعد واپسی سفر حج کے چاند محمد
 نے فیض اللہ محبوب اور ایک اپنے پسر عبد الواحد کو لے کر مکان تحریر میں قیام کیا، بعد ازاں چاند محمد کریم اللہ
 و عبد الواحد و جان بی بی کو چھوڑ کر انتقال کر گیا، اس وقت مکان نہ کو فیض اللہ محبوب اور عبد العلیف
 مقیم ہیں، خلاصہ سوال یہ ہے کہ فیض اللہ اس مکان میں سے حصہ پائیں گے یا وہ مکان پائیں گے جو ان کے
 نام چاند محمد نے بوقت سفر حج کے لکھا تھا یا کچھ نہ پائیں گے، اگر مکان تنازع فیہ میں سے حصہ پائیں گے
 تو اس قدر مالیت دی جائے گی جو ان کے والد تاج محمد کے نام خرید ہوئی تھی یا جس قدر عمارت چاند محمد
 نے بعد انتقال تاج محمد کے بنوائی تھی سب فیض اللہ کو مع اس زمین سابق کے ملے گی، بینوا تو جردا۔

الجواب

مجرد قبالة کوئی حجت شرعیہ نہیں، نہ صرف اس کی بنا پر کچھ حکم ہو سکتا ہے نہ کوئی اپنا استحقاق ثابت
 کر سکتا ہے، نہادی امام قاضی خاں و اسشبہاء و النظار و قنادی غیر یہ و عقود الدریہ وغیرہ میں ہے،
 واللفظ للی علی اما الثبوت بمجرد اظهار
 الحجة بلا یقینہ شرعیة فلا قائل
 بہ من ائمة الحنفیة المعتمد علی
 دلی کے الفاظ ہیں، محض خط کو حجت ظاہر کرنا ثبوت
 کے لئے بغیر گواہی کے، تو اگر احسانت میں سے
 جس کے قول پر اعتماد ہے کوئی بھی اس کا قائل نہیں ہے

قولہم لان الخطر مسم مجرود خارج عن
حججہ التشريع الثلاث التي هي البيئۃ والاقراء
والنكول وهذا لا توقع فيه لاحد
کیونکہ خطری تخریب ہے جو شرعی میں دلائل سے خارج
ہے شرعی دلائل گواہی، اقرار اور قسم سے انکار ہیں
اس میں کسی کو توقع نہیں ہے۔ (ت)

مصر صا صورت مستفسرہ کا قبالة تو بنظر عرف غالب بھی قابل لحاظ نہیں، ایسی صورت میں اکثر یہی ہوتا ہے
کہ باپ بطور خود خرید کر بغرض تخفیف خرچ و تقیل مسافت قبالة اولاد کے نام کرا دیتا ہے مقصد اولاد کو
تملیک کرنا ہوتا ہے نہ کہ فضولی بن کر کوئی عقد از جانب اولاد کرنا جس کا نفاذ اجازت اولاد بالعیین پر موقوف ہے
یعلم ذلك كل من عرف العرف الشائع بينهم (جو آپس کے مشہور عرف کو جانتا ہے اسے یہ معلوم
ہے۔ مثلاً) لہذا اس عقد کے بعد بالعیین کو بلا تائل تحریر قبالة وغیرہ تملیقات عرفیہ کرا دیتے ہیں اولاد کے منتظر
نہیں رہتے۔ یہ قبالة ان کے نام کرانا بلکہ عرف بجانب مشتری سے دلیل تملیک وہبہ ہوتا ہے، چنانچہ مسجد کا
بعد تحریر قبالات مکانات پر اپنا قبضہ رکھنا شکست و ریخت بنائے عمارت تختہ دیگر با تصرفات مالکانہ کرتے
رہنا فیض اللہ کو محبوب الارث مان کر اس کے لئے کسی جائداد لکھنے کی ذکر کرنا یہ سب معاملات دلیل واضح ہیں کہ
وہ خریداریاں چاہے محمد نے اسی عرف غالب کے طور پر لکھیں اور از انجا کہ تاج محمدہ لطف اللہ پیش از قبضہ مکانات
انتقال کئے وہ ہر عرفی باطل ہو گیا اور مکانات پر دستور ملک پانہ محمد پر ہے۔ اگر بعد ششمی اس کی ملک
میں آگئے تھے، ورنہ اکثر یہ نیلیم کہ ڈگریوں میں ہوا کرتے ہیں ہرگز بیع نافذ شرعی نہیں، نہ ان کے سبب وہ
شمے ملک مشتری میں داخل ہو جب تک اصل مالک اس بیع کو جائز و نافذ نہ کریں کہا بیعتا بتوفیق اللہ
تعالیٰ فی فسادنا (جیسا کہ اس کو ہم نے اللہ تعالیٰ کی توفیق سے اپنے فتاویٰ میں بیان کیا ہے۔ (ت)
در مختار میں ہے،

یمنع الرجوع فیہا موت احد العاقدین
بعد التسليم فلو قبله بطل احد ملقطا۔
عقد کرنے والے دونوں فریقوں میں سے ایک کی موت
بعد میں رجوع کئے مائع ہے جب بہرہ پر قبضہ
کے بعد موت واقع ہوئی ہو اور اگر قبضہ سے قبل موت واقع ہوئی تو بہرہ باطل ہو جائیگا احد ملقطا (ت)

پس فیض اللہ کا اس مکان میں، اصلاحی نہیں، ہاں اگر شہادت مقبولہ شرعیہ سے ثابت کرنا کہ خاص عقد
بیع بنام تاج محمد واقع ہوا چنانچہ محمد اس ایجاب و قبول میں محض فضولی تھا، پھر تاج محمد نے اس شرط فضولی کو جائز

لے فتاویٰ خیرہ کتاب ادب القاضی ۱۲/۲، باب غل الخائن والمبطل ۱۹/۲، کتاب الوقف ۲۰۳/۱، ۲۲۸/۱

کتاب الدعوی ۴۴/۲، اشباہ والنظائر الفی ثلثی کتاب القضاہ والشہادۃ ۳۳۸/۱

لے در مختار کتاب الہبۃ باب الرجوع فی الہبۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱۹۱/۲

کیا اور مالک مکان ہوتا تو البتہ جو مکان ملک یا حج محمد تھا اس سے بقدر اپنے سهم شرعی کے فیض اللہ کو ملتا اور اس کے علم قدیم کا تاوان بھی بقدر اپنے حصہ کے ترکہ چاند محمد سے پاتا جسے اس نے توڑ ڈالا تھا، مگر یہ عمارت پختہ کہ چاند محمد نے اپنے روپے سے بنائی اس میں فیض اللہ کا یوں بھی قی نہ ہوتا جب تک شہادت شرعیہ سے ثابت نہ کرتا کہ یہ تعمیر چاند محمد نے بطور خود تاج محمد ہی کے لئے بنائی یا تاج محمد نے اس سے درخواست کر کے بنوائی،

فی الدرعقودادمن وجہ بمالہ یا ذنفہا
فالعمارۃ لہا والنفعۃ دین علیہا ولو
لنفسہ بلا اذنیہا فالعمارۃ لہ ولہا بلا اذنیہا
فالعمارۃ لہا وہم متطوع فی البناء ، ولو
اختلفا فی الاذن وعدمہ ولا یبینه فالقول
لمنکرہ بیمیئہ ، وفی امن العمارۃ لہا اولہ
فالقول لہ ام ملخصا۔

در میں ہے اگر خاوند نے اپنے مال سے بیوی کا مکان تعمیر کیا اگر بیوی کی اجازت سے کیا تو مکان بیوی کا ہوگا اور خرچہ بیوی پر خرچ ہوگا اور اگر بیوی کی اجازت کے بغیر اپنے لئے تعمیر کیا تو عمارت خاوند کی ہوگی، اگر بیوی کے لئے اس کی اجازت کے بغیر بنایا تو عمارت بیوی کی ہوگی اور تعمیر خاوند کی مرض سے مفت ہوگی، اور اگر اذن اور عدم اذن دونوں کا

اختلاف ہو اور گواہی نہ ہو تو منکر کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہوگا، اور عمارت کی ملکیت میں اختلاف ہو کہ بیوی کا ہے یا خاوند کا ہے تو حسنہ وند کا قول معتبر ہوگا ام ملخصا (ت)

یوں ہی وہ مکان کہ وقت سفر حج چاند محمد نے فیض اللہ کو دیا اور قبضہ دینے سے پہلے انتقال کیا اس میں بھی فیض اللہ کا کوئی حق نہ رہا،

لما علمت ان موت احدہما قبل القبض
یبطال الہبۃ - واللہ تعالیٰ اعلم۔

کیونکہ تجھے معلوم ہے کہ قبضہ سے قبل ایک کی موت ہو کر باطل کر دیتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۱۵ ذی الحجہ ۱۳۱۲ھ

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ کستی بہ کہ میرا مہر پانسو روپیہ تھا اور گواہ کہتے ہیں کہ نکاح تو ہمارے سامنے ہوا لیکن مہر یا د نہیں تو ہندہ کو کس قدر مہر موجب شرع شریف کے ملنا چاہئے۔ جینوا تو جروا۔

(۲) ہندہ کستی ہے کہ مہر میرا مبلغ پانسو روپیہ کا تھا اور گواہ بھی بیان کر رہے ہیں کہ ہمارے سامنے مہر پانسو روپے کا بانہ جا گیا تھا اور ہم گواہ تھے لیکن مجوزان گواہوں پر اطمینان نہیں کرتے ہیں تو بموجب شرع شریف کے کس قدر مہر ہونا چاہئے۔ جینوا تو جروا۔

الجواب

(۱) اگر یہ پانسو روپے ہندہ کا ہر مثل یا ہر مثل سے کم ہے تو پورے پانسو دلائے جائیں گے مگر انہوں کی کوئی حاجت نہیں اور اگر زیادہ ہے تو جتنا ہر مثل ہے اس قدر ضرور دیا جائے، باقی زیادتی بے شہادت شرعی ہے قبول زوج کے نہ دلائیں گے، فتاویٰ قاضی خان دہلی لکھنؤ میں ہے،

ان كان النكاح معروفاً كان القول قبولی اگر نکاح مشہور و معروف ہے تو ہر مثل تک ہی
المرأة الى مهر مثلها ينافي ذلك اليه شہادت کا دعویٰ قبول ہوگا اور اسے دے دیا جائے گا۔
والله تعالى اعلم۔

(۲) اگر وہ گواہ شرعاً قابل الطینان نہیں تو ان کا ہونا نہ ہونا برابر ہے اس صورت میں ہر مثل تک ہندہ کی بات ہے گواہ مان لی جائے گی اس سے زیادتی مقبول نہ ہوگی جب تک شہرہ یا اس کے وارثہ تسلیم نہ کریں یا عورت گواہان شرعی سے ثبوت نہ دے۔

مسئلہ ازالہ آباد محلہ دہندہ سے پور مکان صوبہ ارموہ مسلہ مولوی محمد عبید اللہ صاحب ۲۲۱۲۱۲
جامع الکمالات العلیہ والمعلیہ معاوی الفنون الاصلیۃ والعربیۃ محمدی المعظم ومطبع مخم والاشان جناب
مولوی احمد رضا خان صاحب دام محمدیم، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، یہ استفتا پنجاب سے آیا ہے اصل
مستفتی صاحب ذی علم کی عبارت بعینہا درج استفتا ہے۔

سوال اول، چھ میغزبانہ علمائے دین و مفتیان
شرع متین اندر میں مسئلہ کہ شخصے روہے چند
اشخاص اقرار نمود کہ باوالدہ منکوحہ خود زمانہ نمود بعد
از چہار پنج ماہ مثلاً منکوحہ خود را در خانہ خود آورد و
آباد مشدند گرفت مردمان طعن کردند از اقرار
سابق رجوع نمود حکومت ایں امر پیش عالم شہر
برد شہود بر اقرار شش بحضور آں پیش قاضی شہادت
داد نمودند عالم موصوف بموجب شہادت حکم بکومت
آں منکوحہ کرد، بران حکم راضی شدہ ہمیں وقت
سوال اول، کیا فرماتے ہیں علمائے دین و
مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے
چند اشخاص کے روہ رو یہ اقرار کیا کہ میں نے اپنی منکوحہ
کی والدہ سے زمانہ کیا ہے اس کے چند ماہ بعد وہ اپنی منکوحہ
کو اپنے گھر لایا اور آباد کر لیا، لوگوں نے اس پر
طعن کیا تو وہ اپنے سابقہ اقرار سے پھر گیا، یہ فیصلہ
شہر کے عالم کے پاس گیا تو گواہوں نے اس کے اقرار
پر قاضی کے سامنے شہادت دی تو عالم مذکور نے
بموجب شہادت اس پر منکوحہ کے حرام ہونے کا حکم دیا

زوجہ خود را والد والدہ آن نمود و از خانه بیرون کرد آیا در صورت مزبور منکر بر آن مقرر حرام میشود یا نہ و بعد گزشتن عدت نکاحش با شخص دیگر حرام نہ یا نہ؟ بقیہ اتوجروا۔

کوہ شخص اس حکم پر راضی ہو گیا اسی وقت اس نے زوجہ کو اس کے والد کے حوالے کر دیا اور اپنے گھر سے نکال دیا، کیا نہ کوہ صورت میں اقرار کرنے والا پراس کی بیوی حرام ہو گئی ہے یا نہیں؟ اور عدت گزارنے کے بعد کسی دوسرے شخص سے نکاح کر سکتی ہے یا نہیں؟ بقیہ اتوجروا۔ (ت)

سوال دوم: ایک اور مسئلہ بھی جناب محترم تحریر دام مجدد نے جناب والا سے دریافت فرمایا ہے اس کے سوال کو بھی انھیں کی جہارت سے عرض کرتا ہوں، مسئلہ دیگر از فاضل علامہ بریلوی دام فیضہم پرسش فرمایند کہ حاکمان وقت کہ مقدمہ برضائے فریقین حوالہ عالم سے نمایند و ازاں عالم استدعائے فیصلہ سے نمایند عالم موصوف در ان مقدمہ حکم قاضی وارد یا حکم ست و اگر فریقین یا کہ یک فریق بلا امر حکم آزا معزول کند معزول می شود کہ بسبب حوالہ کردن حکم وقت حکم قاضی گرفت بغیر عزل حکم معزول نمی گردد بتفصیل جواب ایں سراوات از علامہ موصوف استدعا کنند انتہت بالفاظہا۔

دوسرا مسئلہ علامہ فاضل بریلوی دام فیضہم سے پوچھیں کہ حاکمان وقت نے فریقین کی رضامندی کے مقدمہ ایک عالم کے سپرد کیا اور اس سے فیصلہ طلب کیا تو عالم مذکور کو اس مقدمہ میں قاضی کی حیثیت حاصل ہو گئی یا ثالث کی؟ اگر دونوں یا ایک فریق حاکم کی اجازت کے بغیر اس کو معزول کر دیں تو وہ معزول قرار پائے گا یا حاکم وقت کے سپرد کرنے کی وجہ سے اس کا حکم قاضی والا ہو گا کہ حاکم کے معزول کے بغیر معزول نہ ہو گا اس سوال کا جواب علامہ صاحب سے بتفصیل حاصل کریں۔ سائل کے الفاظ ختم۔ (ت)

الجواب

وضاحت طلب کرنے کے بعد سائل نے یہ ظاہر کیا ہے کہ سوال میں مذکور قاضی سے مراد عالم ہے جس سے بڑا کوئی عالم شہر میں نہیں ہے شہر والے لوگ اپنی ضرورت پر اپنی مرضی سے اس عالم سے رجوع کرتے ہیں تو شہر کا یہ بڑا عالم کبھی تازع میں فیصلہ سناتا ہے اور کبھی جناب سے دیتا ہے، اس شہر میں کوئی قاضی شہر

(۱) سائل فاضل بعد استکشاف و انمودہ کہ مراد بقاضی مذکور فی السؤال ہاں عالم ست غیر اد علیٰ طبیعہ در ان بلکہ نیست اما بلکہ وقت حاجت مرضی خود رجوع با وہی نمایند آن اعلم اہل بلد گا سہ فیصلہ نزاع سے نمایند گا سہ جواب می و ہر قاضی شہر آغا کے نیست مردمان شہر

کہ شخصے مذکورہ مرد سے ایساں چھٹی بار بجا لیس
مقررہ اقرار زنا بجاور زنیش کرد و باز نہ انکار وجود
اقرار فورہ حسب معمول با جزا پیش عالم موصوف بردہ
و تصدیقہ ایں امر باستماع شہود خواستند آن کس
نیز پیش عالم رفتہ گفت کہ ایساں برین درد غیبتہ اند
حکماً اقرار ایں کار نہ کردہ ام از روئے شرع شریف
فیصلہ ایں امر فرمایند اگر اقرار میں بموجب شریعت
ثابت شود و حسب مرام از من تفریق غایبہ عالم
موصوف باستماع اے ابالی بلکہ آن مقرر شہود را
طلب نمود اقرار پیش مردمان بسیار کردہ بود مگر
چار اشخاص را کہ نزدیک معتبر بود نہ پیش خواند گواہان
نزد عالم بجنور آن مقرر بغیبت زنیش اولئے شہادت
کردند بعد ثبوت عالم ثبوت اقرار زنا حرمت زن
حکم کرد مقررہ از مودکہ زنی رانی الحال حوالہ والد شش
کنند الہ منکر نہ مجلس حکم حاضر بود مقرر تسلیم نمود و گفت
اینک بچہاں کم مجلس برخاست مقرر چون وقت زن
را حوالہ پدرش نمود و حسب را دین باب و خط نہ بود
محض زوجہ ابالی بلکہ درخواست ایں فیصلہ نمودند
لکن نہ حسب بری قضاء حکم راضی گشت انتہی و
در سوال افزودند کہ اگر زن را دین صورت بشخصے
و بگرانج رواست بسبب تفریق عالم ست یا بسبب
حوالت کردن زوج و محکم را اختیار تهنیتی مثل
قاضی بہست یا نہ انتہی، در صورت مستغفر کہ
بلکہ بوجہ استیلائے نامسلمانان از قاضی شرع
خالی ست اگر ہمہ از تصریح علماء کرام کہ در ہر جمعہ

نہیں ہے وہ لوگ جن کے درود مذکور شخص نے مختلف
مجلسوں میں متعدد بار اپنی منکوحہ کی والدہ سے زنا
کا اقرار کیا بعد ازاں اس نے اپنے اقرار سے انکار
کیا تو ان لوگوں نے حسب معمول با جزا عالم موصوف
کے ہاں پیش کیا اور گواہوں کی شہادت پر اس ماجرہ کا
فیصلہ طلب کیا اور وہ مذکور شخص بھی عالم کے پاس گیا
اور کہا کہ ان لوگوں نے مجھ پر اقرار پابند حاسہ میں نے
اس کام کا اقرار نہیں کیا لہذا آپ از روئے شرع شریف
اس معاملہ کا فیصلہ فرمادیں اگر بموجب شریعت میرا اقرار
ثابت ہو جائے تو میری بیوی کو مجھ سے جدا کر دیں، تو عالم
موصوف نے شہداء والوں اور اس اقرار کرنے کے مطالبہ
پر گماہ طلب کئے اگرچہ متعدد لوگوں کے سامنے اس نے
اقرار کیا ہے مگر صرف پادگاہ جو عالم مذکور کے نزدیک
معتبر تھے طلب کئے اور گواہوں نے اقرار کرنے والے
کی موجودگی اور اس کی بیوی کی غیر موجودگی میں گواہی
دی تو عالم مذکور نے اقرار کے ثبوت ہو جانے پر اس
شخص پر اس کی بیوی کے حرام ہونے کا فیصلہ
فرمایا، اور مقرر کو حکم دیا کہ عورت کو فوراً اس کے والد
کے حوالے کر دے جبکہ منکوحہ کا والد فیصلہ کی مجلس میں موجود
تھا، مقرر نے ایں فیصلہ کو تسلیم کرتے ہوئے کہا کہ
میں ایسے ہی کروں گا، مجلس ختم ہو گئی، اور مقرر نے
اسی وقت عورت کو اس کے والد کے سپرد کر دیا،
عورت کا اس میں کوئی دخل نہ ہوا، اور محض شہداء والوں
اور خادندہ کی درخواست پر یہ فیصلہ ہوا، لیکن جری نے
اس فیصلہ کو راضی خوشی قبول کیا، وضاحت ختم ہوتی،

عالم دین کہ اعلم اہل بلد یا شد قاضی والی شریع
 عیشود فی النوع الثالث من الفصل
 الثانی من الباب الثانی من
 المحدثیة النندیة الطریقیة
 المحمدیة للعلامة العارف بالله
 سید عبد الغنی النابلسی
 قدس سرہ القدوس عن
 الفتاوی العتابیة للامام
 الاجل ابن نصر احمد
 بن محمد بن عمر البخاری
 العتابی المتوفی ۵۸۶ھ
 اذا خلا الزمان من سلطان
 داع کفایة فالاصح
 موحدة الی العلماء و میلتزم
 الامم الرجوع الیهم ویصیرون
 ولایة فاذا عسر جمیعهم
 علی واحد استقل کل
 قطربا تباع علمائہ فانت
 کثروا فالمتبع اعلمهم
 فانت استقوا اقرب
 بینهم الی الخ ، قطع نظم
 کنیم تا رجوع مسلمین بلد میرے اور خصوصاً
 و ترافع یا و در قضا یا و رضا حکمش در فیصلہا

سوال میں انھوں نے یہ اضافہ کیا ہے، اگر اس صورت
 میں صورت کہ دوسرے شخص سے نکاح جائز ہو تو یہ
 جواز عالم کی تفریق سے ہوگا یا خاوند کی طرف سے بری
 کو اس کے والد کے سپرد کرنے کی وجہ سے ہوگا،
 اور کیا ثالث کو قاضی کی طرح تفریق کا اختیار ہے یا
 نہیں (اضافہ ختم ہوا)، مسئلہ صورت میں حکم یہ ہے
 کہ جو علاقے کفار کے قبیلے کی وجہ سے قاضی سے خالی
 ہوں تمام علماء کرام کی تصریح کے مطابق ایسے مقامات
 میں جو شہر کا بڑا عالم ہو وہ قاضی قرار پاتا ہے اور شرعاً
 والی بن جاتا ہے، طریقہ تجدید کی شرعاً حدیثہ تہذیب کی ذرا
 ثالث کے باب ثانی کی فصل ثانی مصنف علامہ عارف بالله
 سیدی عبد الغنی النابلسی (قدس سرہ القدوسی) میں
 فتاویٰ عتابیہ مصنفہ امام اجل ابو نصر احمد بن محمد بن عمر
 بخاری عتابی متوفی ۵۸۶ھ کے حوالے سے منقول ہے
 کہ جب زمانہ شرعی سلطان سے خالی ہو تو امور علماء کے
 سپرد ہو جاتے ہیں اور امت پر لازم ہو جاتا ہے کہ
 وہ ان علماء کی طرف رجوع کرے اور یہ علماء والی بن جاتے
 ہیں، توجب تمام لوگوں کا ایک عالم پر اجتماع و شورا
 ہے تو بر ملا قد اپنے علماء کی اتباع کرے اور اگر علاقہ
 میں علماء کثیر ہوں تو پھر سب سے بڑے عالم کی اتباع
 ہوگی اور اگر سب برابر ہوں تو قرعہ اندازی سے تعین کیا جائے گا
 اس سے قطع نظر شہر کے مسلمانوں کا اپنے تنازعات میں
 اس کی طرف رجوع کر کے فیصلے لینا اور اسکے فیصلوں کو

برائے قضا کے شرعی اور مستندست کو کچھ حالت تراویح
مسلمین نائب نائب تقلید و تولیہ سلطان دین ست
فی جمعة رد المحتار تحت معراج الدارایة
عن المبسوط والاولیة کفاس ایجوز
للمسلمین اقامة الجمعة ویصیر
القاضی قاضیا بتراضی المسلمین اللہ
وفی قضائه عن التامیخانیة اما بلاد
علیها دولة کفار فیجوز للمسلمین
اقامة الجمعة والاعیاد ویصیر
القاضی قاضیا بتراضی المسلمین
قال وعزاه مسکین فی شرحه
الحب الاصل و نحوه فی جامع
الفصولین لکام الحنفی فی الفصل
الاول منه مثله بحروقه و
منه نقل فی البحر و اینجا
شہادت ششہونہ حکم نردن رایج حاجت
بتقدیم دعوی از جانب زن نبود زیرا کہ حرمت
فرج از حقوق رب العزہ عز و علا است و
اثبات مصاہرت از ابواب شہادت حسبہ
فی وقف رد المحتار تحت قوله والذی
تقبل فیہ الشہادة حبة بدون الدعوی باربعة
عشرة مانصہ و ہم الموقعن

رضامندی سے قبول کرنا یہ بھی اس عالم کی شرعی قضاء
کے لئے خود مستند ہے کیونکہ ایسی صورت میں مسلمانوں کا
محقق ہونا سرکاری ولایت اور تقرری کے قائم مقام
ہر جاتا ہے۔ رد المحتار کے جہد کے باب میں معراج الطایر
سے بحوالہ مبسوط منقول ہے اگر وہ الی کافر ہوں تو مسلمانوں
کو جہد کا قیام اور قاضی کا تقریر جانتے مسلمانوں کی رضامندی
سے قاضی ہو جاتا ہے اور اسی کے باب القضاء میں
تاما رخانیہ سے منقول ہے وہ ملائے جن پر کفار والی
ہیں وہاں مسلمانوں کو جہد، عیدین قائم کرنا جائز ہے
اور ان کا باہمی رضامندی سے مقرر کردہ قاضی، قاضی
قرار پائے گا، فرمایا اس کو مسکین نے اپنی شرح
میں جہد کی طرف منسوب کیا ہے، اور جامع الفقہین
میں بھی دس طرح سے یعنی اس کی پہلی فصل میں انہی
حروف کے ساتھ ایسے مذکور ہے اور اسی سے بحر
میں منقول ہے۔ یہاں شہادت کی سماعت اور فیصلہ
کرنے کے لئے عورت کی طرف سے دعوی کی حاجت نہیں
ہے کیونکہ شہادت کی حرمت حقوق اللہ میں سے ہے
اور حرمت مصاہرت کا اثبات شہادت حسبہ (یعنی
حقوق اللہ کے تحفظ کے لئے) کے باب سے ہے،
رد المحتار کے باب الوقف میں ماتن کے قول کہ وہ مقام
جہاں حسبہ شہادت بغیر دعوی قبول ہوتی ہے وہ چودہ
مقام ہیں، اسی کی عبارت یوں ہے، وہ مقام،

وطلاق الزوجة (الف قوله) وحرمۃ
المصاهرة الف پس حکم تفریق کہ از عالم مذکور صلا
شد قضا کے شرعی نام و نافذ واجب الاتبات
ست از جموں وقت مدت عدت بشمار آید و اگر
ازین ہم دو گزیم و حضور پدر زن نیز از جانب او برو
وکالت فی الخصومت و درخواست حکم نبودہ باشد
تا بترافع خصمین معنی حکیم پیدا نہ سے داد و اختیار
تفریق، بجز قاضی حکم حکیم حاصل شد سے فاقہ
الحکومۃ الحکومۃ فی حکل مالیس بعد
ولا قود ولا ذیۃ علی عاقلۃ فب
التنویر حکما رجلا فحکم بینہما
ببینۃ او اقرار او نکول صح
لوف غیر وحد و قود و
دیۃ علی عاقلۃ آھ و نیز
زن را از حسنہ بر آوردن و حالت بہ پدرش
کردن کہ از زوج صادر شد ایں را ہم بجائے
متارکہ ننہیم جاسیکہ زن بدخلہ باشد و شوئے
چیز سے از الفا متارکہ بر زبان نیاورد و بچنان
دشمن گرفتہ بہمت پدر داد ببناء علی ظاہر
ما فی البحر وغیرہ واللفظ لہ
لا تحقق للمتارکۃ الا بالقول امن
کانت صد خولاہا کقولہ
تارکتک او تارکتھا او خلیت سبیلک

وقف، طلاق زوجہ اسکے قول، حرمت مصاہرت الزہ
تو عالم مذکور کا حکم تفریق شرعی قضا کے طور نام اور نافذ
اور واجب الاتبات سے اور اسی وقت سے مدت
شمار ہوگی، اگر ہم اس حیثیت کو در نظر بھی کر لیں تو
عدت کی طرف سے اس کے والد کا بطور و کمیل
مقدور حاضر ہونا بھی فیصلہ کا مطالبہ قرار پا کہ
دونوں فریقوں کی طرف سے مقدمہ کی پیشی سے
عالم مذکور کے لئے ثالثی کا حکم ظاہر کرتا ہے جس سے
بحیثیت ثالث قاضی کی طرح اس کو تفریق کے
فیصلہ کا اختیار حاصل ہوتا ہے کیونکہ ثالث کو
حدود، قصاص، دیت کے ماسوا فیصلہ کرنا جائز
ہے۔ تنویر میں ہے کہ دونوں فریقوں نے ایک شخص
کو ثالث بنایا تو اس سے گواہی یا اقرار یا قسم
سے انکار کی بنا پر فیصلہ کیا تو صحیح ہے بشرطیکہ
حدود، قصاص، اعیانہ پر دیت کا معاملہ نہ ہو اور
نیز بیوی کو گھر سے نکال کر اس کے باپ کے سپرد
کرنا خاوند کا یہ عمل متارکہ کے قائم مقام ہو سکتا ہے
جہاں پر بیوی بدخلہ ہو اور خاوند نے متارکہ کا لفظ
زبان سے ادا نہ کیا ہو، اور یوں ہی بیوی کا باقیہ ہو کر
اس کے والد کے سپرد اس کو کر دیا ہو، بجز وغیرہ
کے ظاہر بیان کے مطابق۔ بجز کے اعیانہ ہیں
کہ متارکہ کا تحقق خاوند کے قول کے بغیر نہ ہو گا
جبکہ بیوی بدخلہ ہو، مثلاً قول یوں ہو میں نے تجھے

سے رد اختیار کتاب الوقف فصل یراعی شرط الوقف فی اجارۃ دار اعیان التراث العربی بیروت ۴/۲۰۲

اوخلیت سبیلها اوخلیتها التواست کان
لا یبعد است یقوم الفعل الدال علیہ
مقامه القول وانما المراد فعل
التحقق بمجسود الترتک علی عزم
است لا یعود کما یستبین بمقابله
بہ تاہم گفتن زوج مرہ عالم را کہ اگر اقرار
من ثبوت یا بد زن مرا از من جدا کن تو کیل
تفریق است و تو کیل تعلیق را سے پذیرد فی
بیوع مراد المحتار عن البزائیة
تعلیق الوکالة بالشرط جانشین
پس تفریق عالم حکم تو کیل متارکہ از جانب
شوئے شد و حکم فرقت و عدت و حکم نفیس
بعد از ان بر روتے کار آمد و اگر از من حبس شد
وجہ پنجگانہ دامن نظمہ بر جنیم و بچناں گیریم
کہ عالم بے قضا و بے حکیم و بے توکیل برستم
فصلی حکم تفریق نموده است نیز رجب نفاذ
یافت زیرا کہ حکم فضولی نزد ما باطل نیست
بلکہ بر تنفیذ متخاصمین موقوف است اینجا کہ
زن دشوہ برادران حکم راضی شدند و
برای بستہ تنفیذ می کردند بنفاذ انجامید
و تسلیم لاحق بہجو حکیم سابق گردید کما
نصب علیہ فی مراد المحتار

چھوڑا یا اس کو چھوڑا یا میں نے تیرا راستہ کھول دیا
یا اس کا راستہ کھول دیا کہے، الخ۔ اور اگر کوئی ایسا
فعل جو قول کے قائم مقام ہو سکتا ہو تو اس فعل کو
قول پر دال قرار دینا بعید نہیں ہے۔ بحر کے قول میں مرض
و دوبارہ عود نہ کرنے کے عزم کے طور پر بیوی کو ترک کرنے
پر متارکہ کا عدم تحقق مراد ہے جیسا کہ مقابلہ کے طور پر اس
کو ذکر کرنے سے ظاہر ہو رہا ہے تاہم متارکہ کا
عالم مذکور کو یہ کہنا اگر میرے اقرار کا ثبوت ہو جائے
تو میری بیوی کو مجھ سے جدا کر دو یہ عالم کو اپنی طرف
تفریق کا توکیل بنانا ہے جبکہ توکیل میں تعلیق ہو سکتی ہے
و الخمار کے بیوع کے باب میں برائزہ سے منقول ہے
کہ توکیل کو کسی شرط سے ملتی کرنا جائز ہے، پس اس
صورت میں عالم کا تفریق کرنا خاوند کی طرف سے اس
کو متارکہ کی توکیل کی بنا پر ہے، اس تفریق پر
حکم فرقت، عدت اور بیوی کا خود مختار ہونا مرتب
ہو کر نافذ ہوا ہے، اگر ہم پانچ مذکورہ وجوہ سے
صرف نظر کر بھی لیں اور یہ قرار دیں کہ عالم مذکور نے
بغیر قضا، بغیر حکیم (دشمنی) اور بغیر توکیل یہ تفریق
کی ہے اور بطور فضولی یہ کاروائی کی ہے، تب بھی
یہ تفریق نافذ ہو جائے گی کیونکہ ہمارے نزدیک
فضولی کا عمل باطل قرار نہیں پاتا بلکہ فریقین کی تنفیذ
پر موقوف رہتا ہے جبکہ یہاں مرد اور عورت دونوں

عن الطحاوی عن الہندیۃ
عن المحیط وقت البحر لو حکم
بغیر رضا ہما لم یجوز الا ان
یجوز بعد المحکم ثم مختصرا
وفیه عن المحیط لو امر القاضی
مہجلا ان یشکم بین رجلین
لم یجوز اذا السو یکت ما ذونا
بالاستغلات الا ان یجوز القاضی
بعد المحکم او یتراضی علیہ
المخصمان ثم بالجلد کیفما کانت
فرقت میان ایں زن و شو حاصل
شد و در فتوائے سابقہ روشن کر دہ ایم کہ
استدبار زنا بمادر زن ثبوت درست
معاہرت سست و اصرار بر آن
نامشروط و رجوع ازاں تا مقبول پس
بعد عدت عشاں زن مہم درست
زن با شہ جزئی کسی باہر کہ
خواہ عدتہ زنا شوقی بسند و
واللہ سبحانہ و تعالیٰ
اعلم۔

اس عالم کے قتل پر جہانمندی ظاہر کر دی ہے اور
اس کے قتل کے نفاذ کو پختہ کر دیا تو وہ قتل نافذ
ہو گیا اگرچہ عالم کے قتل کے بعد راضی ہوئے لیکن
بعد کا تسلیم کرنا بھی حکیم سابق کی طرح ہے یعنی گویا
انہوں نے اس کو پہلے ثالث بنایا اور تسلیم کر لیا
جیسا کہ اس پر رد المحتار میں ملاحظہ دی سے بخوار ہند یہ
تصریح منقول ہے کہ محیط میں ایسے ہے۔ اور بحر
میں ہے اگر کسی نے فریقین کی اجازت کے بغیر ثالث
فیصلہ دیا تو جائز ہو گا الا یہ کہ فریقین فیصلہ کے بعد
اس کو تسلیم کر لیں اور مختصرا۔ اور اسی میں محیط سے
منقول ہے اگر قاضی نے کسی شخص کو فریقین میں
فیصلہ کرنے کا حکم دیا تو قاضی کا حکم جائز ہو گا بشرطیکہ
قاضی کو اپنا خلیفہ بنانے کی اجازت نہ ہو، مگر اس
صورت میں کہ اس شخص کے فیصلہ کے بعد قاضی اس کی
توثیق کر دے یا فریقین اس شخص کے فیصلہ کو باہمی
رضامندی سے تسلیم کر لیں تو وہ فیصلہ نافذ ہو جائیگا
غلام یہ کہ اس مرد و عورت کے درمیان متارکہ اور
فرقت ہو چکی ہے اور پہلے ہم اپنے فتویٰ میں واضح
کر چکے ہیں کہ اپنی بیوی کی والدہ سے زنا کے اقرار
سے وصیت معاہرہ ثابت ہو جاتی ہے اور یہ کہ

حوت کے لئے اس اقرار پر امر از کرنا شرط نہیں ہے اور اس اقرار سے رجوع بھی صحیح نہیں ہے، پس
عدت گزرنے کے بعد یہ عورت خود مختار ہے وہ اس مرد کے سوا جس سے چاہے نکاح کر سکتی ہے۔ واللہ
تعالیٰ اعلم۔ (ت)

ملہ بحر الرائق کتاب القضاء باب التحکیم ایچ ایم سمیعہ پٹنی کراچی ۲۹/۴
ملہ بحر الرائق کتاب القضاء باب التحکیم " " " " ۲۵/۴

(۲) والی کے تفویض خصوصاً بھائی مستحق شرائط
 صلوح للقضاء کہ اگر او خود مسلمان ست، پھر
 نوابان ریاستہائے اسلامیہ اگرچہ زیر دست
 سلطان کا فریاد شدہ سپرد نش بلا ریب معتبر بود و عالم
 و در خصوص ان خصوصت مثل قاضی شدہ کہ بعد از
 بیع یک از فریقین از قضا زود زیرا کہ والی راجوں
 اختیار تفسلیہ قضاء در جملہ امور ست و در امر
 خاص بالادولی باشد والقضاء حمايتخصص
 بكل ما خصه المقلد كما نصوا عليه
 وفي جامع الفصولین و البحر و
 التتارخانیة و المبسوط و المعراج
 و غیرہا محل مصرفہ وال مسلم
 من جهة الکفارة تجوز فیہ و
 لفظ الخیر من یجوز لہ اقامة
 الجیمع و الامیاد و اخذ الخراج
 و تقلید القضاء و تزویج الایامح
 لاستیلاء المسلم علیہم و فی
 البحر من المحيط الامام الذی
 استعمل القاضی امر مرجع
 من یجوز شهادتہ ان
 یحکم بین رجلین و هو

(۲) قضا کی اہلیت والی شرعاً کا جامع عالم جو تو
 اس کو کسی والی نے کوئی مقدم سپرد کیا ہو اگر وہ
 والی خود مسلمان ہے جیسا کہ اسلامی ریاستوں کے
 نواب حضرات اگرچہ وہ کا فر سلطان کے ماتحت ہیں
 تو یہ سپرداری بلا شک معتبر ہوگی، اور اس خاص
 مقدمہ میں وہ عالم قاضی کی مثل ہوگا کہ فریقین میں سے
 کسی کے معزول کرنے سے وہ معزول نہ ہوگا کیونکہ
 جب ایسے والی کو جملہ اختیار والے قاضی کی تقرری
 کا اختیار ہے تو خاص ایک اختیار والے قاضی کی
 تقرری کا اختیار بطریق ادولی ہوگا اور قضا ران امور
 میں سے ہے کہ تقرری کرنے والے کی تخصیص کی وجہ
 سے خاص ہو جاتی ہے جیسا کہ اس پر فقہائے
 تصریح فرمائی ہے۔ جامع الفصولین، بحر، تاتارخانیہ
 مبسوط اور معراج وغیرہ میں ہے وہ تمام شہر جہیں
 کفار کی طرف سے مسلمان والی ہوں وہاں اقامت
 جمع، حیدین، خراج کی وصولی، قاضیوں کا تقرر اور
 یتیم لڑکیوں کا نکاح کرنا جائز ہے، آخری کے الفاظ
 میں (جن کو جائز ہے) کیونکہ ان پر مسلمان والی ہے
 بحر میں محیط سے منقول ہے کہ جو امام قاضی کی تقرری
 کرتا ہے وہ ایسے شخص کو فیصلہ کرنے کا حکم ہے جو
 شہادت کی اہلیت رکھتا ہو تو جائز ہوگا اور وہ شخص

لہ رد المحتار بحوالہ معراج الدریۃ باب الجحدہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۵۴۰/۱
 لہ جامع الفصولین الفصل الاول فی القضاء اسلامی کتب خانہ کراچی ۱۶۲/۳
 بحر الرائق کتاب القضاء فصل فی التقلید ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۴/۱

بمنزلة القاضي المولى ^{الله} و اگر مقرض
کافرست مقرض الیه بتفویض او بر مذہب معتد
مؤید بدلائل شرعیہ و قواعد طبعیہ قاضی فشرود و وجہ
اقول انت الکافر لا یلیف فکیف
یولی قال تعالیٰ لن یجعل الله
للكفرین علی المؤمنین سبیلاً
المولی بالفتح انما یتفید
ففاذ القول من المولی بالکسر
قال المحقق علی الاطلاق فی
الفتح اذ السم یکون سلطان و
لا من یجوز التقلد منه کما هو فی بلاد
المسلمین غلب علیهم الکفار
کقرطبة فی بلاد المغرب الان
یجب علی المسلمین ان یتفقوا علی
واحد منهم ^{الله} مختصراً ، قال فی النهر
هذا هو الذی تظن النفس الیه فلیعتمد
قال النشائی الاشارة بقوله هذا الی ما افاده
حکام الفتح من عدم صحه
تقلد القضا من کافر الخ اقول

قاضی کے قائم مقام ہو گا اور اگر تقرر کرنے والا
خود کافر ہو تو شرعی و دلائل اور دینی قواعد سے مؤید
قول کے مطابق مقرر کردہ شخص قاضی نہ ہو گا ، میں
کتا ہوں اس کی وجہ یہ ہے کہ کافر خود مسلمانوں
کا ولی نہیں تو دوسرے کو کیسے ولی بنا سکتا ہے
اللہ تعالیٰ نے فرمایا ، اللہ تعالیٰ ہرگز کافروں کو
مسلمانوں پر راہ نہ دے گا ۔ مولی (فتح کے ساتھ)
کے قول کا الفاظ مولی (کسر کے ساتھ) سے مستفاد
ہوتا ہے ۔ محقق علی الاطلاق نے فتح میں مندرج
جب مسلمانوں نے کوئی سلطان ہو نہ ہی کوئی ایسا
والی جو قاضیوں کا تقرر کر سکے جیسا کہ مسلمانوں کے
بعض ملاقوں پر کفار کا غلبہ مغرب میں ہوا ہے مثلاً
قرطبہ آج کل ، تو مسلمانوں پر وہاں واجب ہے
کہ وہ اپنے اتفاق سے کسی ایک پر راضی ہو جائیں
اور مختصراً ۔ تہر میں فرمایا ، اسی پر طبیعت ملتی ہے
لہذا اسی پر اعتماد چاہئے ، ملازم شہابی نے
فرمایا ، ہذا کے ساتھ ان کا اشارہ فتح کے اس
کلام کی طرف ہے جس میں کافر کی طرف سے تقرری قضا
کرنا درست کہا گیا ہے الخ ۔ میں کتا ہوں کہ پہلے

۲۵/۶	ایک اہم سیدہ چینی کراچی	باب النکاح	کتاب القضا	لہ بکوارائق
۳۶۵/۶	مکتبہ ذریعہ سکھ	۱۴۱/۴	کتاب اوب القاضی	لہ القرآن الکریم
۳۰۸/۴	دار احیاء التراث العربی بیروت		کتاب القضا	لہ فتح القدر
"	"		"	لہ رد المحتار بحوالہ نہر
"	"		"	لہ رد المحتار

وینویدہ ما قدمنا فی مسألة الادوی
عن المبسوط والمعراج وجامع
الفصولین و غیرہا ثم رأیت
العلامة البحر ایدہ بہ فی البحر
حیث قال بعد نقل کلام الکمال و
وینویدہ ما قبل جامع الفصولین الخ
وظاہر حکم نسیئہ نشود اگر فن متخاصمین پیش
اد ہمیں بر بنائے تفویض حاکم ست قال ف
رد المحتار فی البحر عن البزاریة
قال بعض علمائنا اکثر قضایا
مہدنا فی بلادنا مصالحہم لانہم
نقلوا القضاء بالرشوة و یجبونہ
انہ یجعل حاکما بتوافق القضاة
واعترض بامت الرفع لیس علی
وجه التحکیم بل سئل اعتقاد انہ
ماضی الحکم لا یترب انہ
البیم ینعقد ابتداء بالتعاطی
لکن اذا تقدمہ بیم باطل او فاسد
و تربت علیہ التعاطی لا ینعقد
البیم لکونہ ترتب علی
سبب آخر فکذا ہنئ احد
یاختصار آرسہ اگر خصمین برضائے خود

مسئلہ میں ہم نے جو مبسوط، معراج، جامع الفصولین وغیرہ
کا بیان نقل کیا ہے وہ اس کی تائید کرتا ہے۔ پھر
میں نے علامہ بحر کو اسی سے اس کی تائید تحریر کرتے
ہوئے دیکھا جہاں انہوں نے کمال کے کلام کو نقل
کرنے کے بعد فرمایا کہ جامع الفصولین کا بیان اس کی
تائید کر رہا ہے۔ الخ۔ ظاہر یہ ہے کہ کافر کا مقرر کردہ
قاضی ثالث بھی نہیں بن سکتا بشرطیکہ فریقین اسس
تقریر سے اس کے ہاں پیشی ہوں کہ یہ حاکم کا مقرر کردہ
ہے، رد المحتار میں ہے کہ بحر میں بزار سے منقول ہے
کہ ہمارے بعض علماء نے فرمایا ہے کہ ہمارے علاقہ
کے اکثر قاضی ثالث ہیں کیونکہ انہوں نے رشوت سے
قضاء حاصل کی ہے تو قاضی نہ ہوتے تو ہم اگر تقرر
پیش ہر تقرر و ثالث کی حیثیت سے فیصلہ کر سکتے ہیں اس
پر اعتراض ہوا کہ ان کے ہاں مقدمہ بطور ثالث پیش نہیں
ہوا بلکہ فریقین نے اس اعتقاد پر پیش کیا کہ وہ قاضی
نافذ الحکم ہے، تو یہ فیصلہ درست نہ ہوگا، کیا دیکھتے
نہیں کہ ابتداء پر بیع لین دین سے منع ہو جاتی ہے لیکن
دوسری بیع پہلے باطل یا فاسد ہو چکی ہو تو اب لین دین
کے تبادلہ سے وہ بیع منع نہ ہوگی کیونکہ یہ دستی
لین دین کا تبادلہ اب پہلے فاسد سبب پر مرتب ہے
دو یہاں بھی اگرچہ ابتداء ثالث ہو سکتا تھا لیکن اب
فاسد عمل پر مرتب ہونے کی وجہ سے وہ ثالث قرار نہ پائیگا

سوئے اور تلافی کنندہ حکم می شود و پیش از حکم بعزل
ہر یکے متعزل گردد و کما هو حکم الحکم وھو
ظاہر، واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

قرار پائے گا جیسا کہ ثالثی کا حکم و قانون ہے، اور یہ واضح بات ہے۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم (نت)
مسئلہ حلوائے دین اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں کہ زید کی دو زوجہ ہیں، زید نے زوجہ اولیٰ کو نکل
جائداد اپنی بالعرض مہر بیع کر دی اور قبضہ و دخل مثل نفقہ خاص اپنے کے کر دیا۔ اب زوجہ ثانی کہتی ہے
کہ میرا بھی مہر ادا کر دینا میں نالش کر کے نصف جائداد بالعرض اپنے مہر کے تقسیم کرالوں گی، آیا زوجہ ثانی
تقسیم کر اپنے نصف جائداد کی سکتی ہے یا نہیں؟ زید کہتا ہے کہ ابھی مہر تجھ کو بذریعہ نالش وصول نہیں ہو سکتا
تھا و تقسیم طلاق نہ ہو جائے میں محنت مزدوری کر کے ادا کر دوں گا، آیا یہ قول زید کا درست ہے یا غلط؟

الجواب

صورت مسئلہ میں جب زید نے وہ جائداد زوجہ اولیٰ کے ہاتھ بیع کر دی زوجہ ثانیہ کو اس سے
نصف جائداد عرض مہر لینے کا اختیار نہیں اور دربارہ مہر جب شرط تعیل، تاخیر سے عاری ہو اعتبار
عرف سے ان دیار کا عرف نہیں کہ قبل از فراق مہر ادا کیا جائے پس مطالبہ زوجہ ثانیہ محض نامسموع البتہ
اس کا مہر ذمہ زید واجب الادا ہے یہ حکم قضاء صحیح ہے مگر دینا نہ اگر اس کا اس بیع سے زوجہ ثانیہ
کو محروم رکھنا ہے تو اپنی اس نیت خاسد اور اس بیع پر کہ مبنی اس نیت پر ہے عند اللہ ما غوڑے۔
واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ حلوائے دین اس صورت میں کہ زید فوت ہوا اور ترکہ زید متولی کا عرض دین مہر
زوجہ ہندہ کے مکفر متاعرو نے نالش انفکاک دین بآدائے ایک سو تریسٹہ روپیہ دین مہر کے عدالت میں
دائر کر کے ڈگری حاصل کی اور حکم عدالت کل دین مہر سندہ کو عرو نے ادا کر دیا بعد ہندہ نے اپنا حصہ
بدست حسینی دفتر اپنی کے بیع کر دیا اب حسینی حصہ ہندہ کا چاہتی ہے اس صورت میں حسینی بلا ادائے دین مہر
اس کے جو کل عرو نے ادا کر دیا ہے حصہ ہندہ کا تقسیم کر سکتی ہے یا نہیں؟ بینوا قوجوہا۔

الجواب

سائل منظر ہے کہ وہ ادا کرنا جانب عرو سے بطریق تبرع نہ تھا اور یہ دین ترکہ سے کم ہے اور سو اس
کے میت پر اور دین نہیں پس تصرف ہندہ کا اپنے حصہ میں بیع کے ساتھ صحیح ہوا کہ دین غیر مستغرق مانع
ملک وراثت نہیں مگر باوجود اس کے بوجہ تعلیٰ حق دان یا مہر ہون کے لئے مجبوس رہے گا، اور دائن اگر

بیع کو جائز نہ رکھے تو وہ بیع مذہب رائج پر نافذ نہ پائے گی۔

قال العلامة السيد الطحطاوی فی حاشیة
الدردمن کتاب الفرائض حکم التزکة
قبل قضاء الديون کحکم الموهون
یبدین علی المیت فلا تنفذ تصرفات
المورثة فیها هذا اذا كانت التزکة اقل
من الديین او مساویة له واما اذا
کان فیها زیادة علیہ ففي نفوذ تصرفات
المورثة وجهان احدهما النفوذ الم
ان یتقی قدر الديین و اظهرهما عدم
النفوذ علی قیاس الموهون ^{لہ} اعظم زاده۔

علامہ سیّد الطحطاوی نے در کے حاشیہ میں کتاب الفرائض
میں فرمایا: میت پر قرض کی ادائیگی سے قبل اس کا
تزکہ قرض میں دین کے حکم میں ہوگا تو اسس تزکہ میں
ورثاء کے تصرفات نافذ نہ ہوں گے جبکہ تزکہ قرض سے
کم یا مساوی ہو لیکن اگر تزکہ قرض سے زائد ہو تو
اسس میں دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ زائد میں ورثاء
کا تصرف نافذ ہوگا یہاں تک کہ مقدار دین باقی رہ جائے،
دوسری یہ کہ ان کا تصرف نافذ نہ ہوگا مگر جو چیز پر قیاس کی وجہ سے
دونوں صورتوں میں یہ دوسری زیادہ ظاہر ہے۔

عجم زادہ۔ (ت)

پس مشتری تا وقتیکہ تزکہ ایفا یا ابرا دین سے نہ ہو جائے حصہ بندہ پر قبضہ نہیں کر سکتی اور صرف اس کا
بقدر حصہ سدی اپنے کے ادا کر دینا کافی نہ ہوگا جب تک کل دین ادا نہ ہو جائے،

كما ذکرنا من ان الديین ولو لم یکن
محیطا یمنع نفوذ تصرفات المورثة۔
جیسے ہم نے ذکر کیا کہ دین اگرچہ وراثت کو محیط نہ ہو
وہ ورثاء کے تصرفات کے نفاذ سے
مانع ہے۔ (ت)

ہاں اگر دائن و دار کے اور اس امر پر راضی ہو جائے تو اسے اختیار ہے کہ جس اس کے حق کے لئے
تھاپس حسینی اس تقدیر پر قابض ہو سکتی ہے اور حصہ بندہ کے عوض ان کے ثمن حق دائن میں مجبوس
رہیں گے کہا ہو حکم المرهون المصروح به فی المتن (جیسا کہ متون میں مرہون چیسز کا
حکم تصریح شد ہے۔ ت) واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اور مفتیان شرع متین اس صورت میں، چالیس برس کا عرصہ پورا

عہ لفظ عجم زادہ کے بعد اصل میں بیاض ہے۔

مستی زید فوت ہوا، بعد وفات شوہر موجودگی دیگر حد شمار شرعی کل مترکہ زید پر مسماۃ ہندہ زوجہ بعض دین مہر قابض و ذخیل و متصرف، مکان نہ ہوئی اور تین لڑکیاں بھی زید کی تھیں، گو دین مہر کثیر المتعداد تھا اور اس قدر جائیداد مورث نہ ملتی کہ کتنی دین مہر کو ہو اور منجملہ حساب داد مترکہ شوہر پر مسماۃ نے ایک قطع زمین بعد وفات شوہر بعض مبلغ حصہ روپہ پر دین رکھا اور اس میں یہ لفظ تحریر ہے کہ مکان قابض و ذخیل و متصرف ہوں اور اس فعل مکان ذکر و شمار تسلیم کرتے رہے اور بھی افعال مکان نہ بلا شرکت احد سے ہوتے رہے، چنانچہ اس مترکہ شوہر پر سے اپنے بھتیجی کو ایک مکان پختہ اراضی شوہر پر میں بنوایا اور بعلم و آگاہی و اطلاع اور موجودگی و شمار ایک مدت تک تعمیر ہوتا رہا، کوئی مزاحم و متصرف نہ ہوا، اور یہ سب افعال ملکیتی تسلیم ہوتے رہے، اور لڑکیاں جو شوہر نے چھوڑی تھیں کبھی باج و مزاحم نہ ہوئیں و تقسیم چاہی نہ ترکہ معین ہوا، بالکل زوجہ مالک و قابض و متصرف رہی اور جمیع افعال ملکیت پر عملدرآمد ہوتا رہا کوئی مخالفت نہ کی اور اس کے بعد بیات مسماۃ ہندہ ایک دختر اس کی فوت ہوئی، بعد وفات اس کے بھی حسب دستور سابق وہی افعال ملکیت مسماۃ ہندہ کے ہوتے رہے کسی لڑکی نے نہ تقسیم چاہی نہ ترکہ طلب کیا، بجز اپنی والدہ ہندہ کے پاس آتی جاتی رہیں اور شفقت مادرانہ ہوتی رہی اب حصہ ہندہ سولہ سال کا ہوا کہ مسماۃ ہندہ فوت ہوئی اور اس کے ورثہ میں سے دو لڑکیاں اور دو بیٹے ہیں بموجب فرائض شریف کے دو دولا کیوں کے اور ایک ایک برادر زادہ کا حصہ ہوتا ہے اور ۶ سے مسئلہ قرار پاتا ہے چونکہ اب لڑکیوں سے کہ حصہ قلیل ہوا جاتا ہے اور برادر زادگان مستحق حصہ شرعی ہیں محض اختلاف حق کے لئے چالیس برس کے بعد یہ امر بیان ہوتا ہے کہ آج تک کبھی اس امر کا تذکرہ بھی نہیں آیا تھا کہ مسماۃ ہندہ کل ترکہ پر قابض ہو کر ہو گئی ہوگی اور کبھی یہ جملہ پیش ہوتا ہے کہ جنازہ اٹھتے وقت اکثر مہر معاف بھی ہو جاتا ہے، رواجا معاف کر دیا ہوگا، اور کبھی یہ بیان کہ معاف کر دیا اس امر کا بیان کنندہ سوائے ان دو لڑکیوں متوفیہ کے کہ وہ خود اپنی کمی ترکہ کے سبب سے اور باخوار اپنے اہل و عیال کے اس وقت بیان کرتی ہیں کبھی سابق بیان بھی نہیں کیا ابطال و کمی حق برادر زادگان مسماۃ متوفیہ کے لئے باوجود عملدرآمد ہونے افعال ملکیت مسماۃ ہندہ کے ۲۵، ۳۰ سال تک اور انظار قبضہ دین مہر اور عدم انظار معافی مہر سوائے بیان سال حال بجز بیان خیالی دو لڑکیوں کا بغیر علم و آگاہی دیگر بزرگان خاندان کے اور نہ بھنے کسی ذبیحہ تحریری کے بلکہ برخلاف اس کے عمل درآمد ہوتا رہا اور کسی وارث نے یہ ذکر نہ کیا اور انتہا حالت تحریری اور زبانی مسماۃ ہندہ ہمیشہ مسلم کے پس ایسی حالتوں میں یہ مہر معاف سمجھا جائے گا یا کیا؟ اور تقسیم ترکہ اب مسماۃ ہندہ کی ہوگی یا شوہر ہندہ کی قرار دینا چاہئے اور یہ عملدرآمد کیسا سمجھا جائے گا؟ تینوا تو جہود۔

الجواب ۱۹

معرفت مستفسر میں دعویٰ و خیر آن ہرگز قابلِ سماعت نہیں، نہ اب وہ ترکہ ترکہ شوہر ٹھہر سکے، نہ مجروحان کے بیان سے مہر کی معافی بھی جاسے اور بیان بھی کیسا مضطرب کہ کبھی تو بر بنائے رواج یہ احتمالی حکم کہ جنازہ اٹھتے وقت مہر معاف ہو جاتا ہے یہاں بھی ہو گیا ہوگا، حالانکہ یہ کلیہ بھی غلط ہے، کوئی معاف کر دیتا ہے کوئی نہیں کرتا، اور سب معاف کر دیا کرتے تو کیا تھا، خاص ہندہ کی معافی ثابت ہونا چاہئے تھی اور کبھی کچھ کچھ کر یہ قطعی دعویٰ کہ معاف کر دیا اگر معاف کر دیا تھا تو تم نے بر بنائے مہر کل جائداد پر ہندہ کو کیوں قبضہ کرنے دیا تھا اور جو بیس بیس برس تک اس کے تصرفات مالکانہ دیکھ کر کیوں خاموش رہیں اور اس کے انتقال پر بھی یہ ہندہ سولہ بیس کا سکوت کس لئے تھا یہ خاموشی چل سالہ شرعاً قرینہ واضح ہے کہ دعویٰ بر بنائے زہر و تلبیس اٹلان حق باور زادگان ہے، ہمارے ائمہ اصحاب متون و شروح و فتاویٰ تصریح فرماتے ہیں کہ جب ایک جائداد میں کوئی شخص ایک مدت تک خود تصرفات مالکانہ کرتا رہے یا بیع خواہ ہبہ خواہ کسی اور طرح دوسرے کو تملیک کرے اور وہ دوسرا ایک زمانہ تک اس میں تصرف رہے پھر ایک مدتی جو اس شہر میں موجود ہو اور اسی حالت پر مطلع ہو دعویٰ کرنے لگے کہ یہ جائداد میری ملک ہے اب وہ دعویٰ بھت میراث ہو خواہ کسی دوسرے سبب سے ہرگز ہرگز نہ سنا جائے گا اور اسی کا ان تصرفات کے وقت خاموش رہنا اپنی اجنبیت اور مشغولیت کی مالکیت کا صریح اقرار قرار پائے گا۔

میدی علامہ محمد بن عبد اللہ الغزالی القزازی رحمہ اللہ
مصنف تنویر الابصار کے فتاویٰ میں ہے کہ ان کے
ایک شخص کے متعلق سوال ہوا جو ایک حرمی کے گھر
میں عرصہ زائد از تین سال سے رہائش پذیر ہے
اور وہ اپنے اس گھر میں توڑ پھوڑ و مرمت کرتا رہا
اس کا پڑوسی اس کے یہ تصرفات دیکھتا رہا تو اب اس
پڑوسی کو مذکورہ تصرفات پر اطلاع کے باوجود اس
گھر کے کل یا بعض پر دعویٰ کا حق ہے اور کیا اس کا
دعویٰ قابلِ سماعت ہو گا یا نہیں؟ تو انہی نے جواب
میں فرمایا کہ اس کا دعویٰ قابلِ سماعت نہ ہو گا
اس پر یہی فتویٰ ہے، اور امام غلام

فی فتاویٰ العلامة المرجع محمد بن عبد اللہ الغزالی القزازی
تنویر الابصار مثل عن رجل له بیت فی
دار مسکنه مدّة تزيد علی ثلاث سنوات
وله جار بجانبه والرجل المذكور تصوف
فی البیت التری بورھما و عمارۃ مع اطلاق
جاراً علی تصرفه فی المدّة المذكورۃ فھل
اذا ادعی البیت او بعضہ بعد ما ذکر من تصوف
الرجل المذكور فی البیت ھما و بناء فی المدّة
المذكورۃ تسمع دعواہ ام لا اجاب لا تسمع
دعواہ علی ما علیہ الفتویٰ و فتاویٰ الامام
سہ العقود المیۃ بحوالہ فتاویٰ غزالی کتاب الدعوی

العلامة خیر الملة والدين الرضی سئل
فی رجل اشترى من آخر ستة اذرع
من ارض بید البائع وبقي بها بناء و
تصرف فيه ثم بعد امدی رجل على
الباقى المذكورات له ثلثة قراريط
ونصف قیواط فی المبیع المذكور ارشاه
عن امه ویرید هدمه والحال ان
امه تنظره يتصرف بالبناء والاشغال
المذكورین هل له ذلك ام لا ،
اجاب لا قسم دعواه لان علمائنا
انصروا فی متونهم وشروطهم وفاء ونهم ان
تصرف المشتري فی المبیع مع اطلاع
المخضوم ولو كان اجنبیا بنحو البناء والفرس
والزراع یمنعه من سماع الدعوی قال صاحب
المنظومة اتفقوا سائذنا علی انه
لا قسم دعواه ویجعل سكوته رضا
للمبیع قطعاً للتزویر والاطماع والحیل
والکلیس وجعل المحضور و
ترك المنازعة اقراراً بان حلف
البائع الله ملخصاً وفيها ایضاً سئل
فی رجل تلقى بیعة من والدته
وتصرف فيه كما كانت والدته من
غیر منازع ولا مدافع مدة تسنوات

خیر الدین رضی اللہ عنہ کے فتاویٰ میں ہے ان سے سوال ہوا
کہ ایک شخص نے دوسرے سے چھ ذراع زمین
خریدی جو کہ بائع کے قبضہ میں تھی جس کو خریدنے کے
بعد خریدار نے اس پر تعمیر کی اور دیگر تصرفات کئے پھر
بعد میں ایک اور شخص نے اس خریدار مذکور پر دعویٰ
کر دیا کہ بیع زمین میں سارے تین قیواط میری ملکیت
ہے جو مجھے والدہ سے وراثت میں ملی ہے اور وہ تعمیر کو
گوانے کا مطالبہ کر رہا ہے حالانکہ مدعی کی والدہ خریدار
کو تعمیر وغیرہ تصرفات کرتے ہوئے دیکھتی رہی ہے تو
اس مدعی شخص کو اس دعویٰ کا حق ہے یا نہیں اور
جواب میں فرمایا کہ اسکا دعویٰ مسوع نہ ہو گا کیونکہ یہاں علیاً
نے متوفی شروع اور فتاویٰ میں نص فرمائی ہے کہ بیع میں
خریدار کے تصرفات پر مخالف کو اطلاع ہونے کے
باوجود کہ وہ تعمیر پودے اور زراعت جیسے تصرفات
کر رہا ہے اتنی مدت خاموش رہنا اس کے دعویٰ
کی سماعت کے لئے مانع ہے اگرچہ ایسا مدعی
اجنبی کیوں نہ ہو صاحب منظوم نے فرمایا کہ ہمارے
اساتذہ نے فرمایا ہے کہ ایسے شخص کا دعویٰ قابلِ سماعت
نہ ہو گا اور اس کی خاموشی کو اس بیع پر رضامندی
قرار دیا جائیگا تاکہ فریب، لاپنج، حیلہ سازی اور
تلبیس کا دروازہ بند ہو سکے اور موجودگی کے باوجود
اس کا منازعت نہ کرنا یہ اس بات کا اقرار ہے
کہ یہ چیز بائع کی ملکیت تھی اور ملخصاً، اور اس میں
یہ بھی ہے کہ ایک شخص نے اپنے والد سے مکان حاصل

کیا اور اپنے والد کی طرح اس میں بغیر رکاوٹ و
ممانعت تقریباً پچاس سال کی مدت تک تصرفات
کرتا رہا اور اب ایک جماعت نے دعویٰ شروع کر دیا
کہ یہ مکان ہمارے جدِ اعلیٰ کا ہے تصرفات مذکورہ
پر ان کو اور ان کے آباء کو اطلاع ہو نیچے باوجود
ان کا منع نہ کرنا حالانکہ رکاوٹ نہ تھی، تو کیا اس
گروہ کا دعویٰ قابلِ سماعت ہے، تو انہوں نے
جواب میں فرمایا کہ یہ دعویٰ مسکوع نہ ہو گا اور اس
میں برازیل سے منقول ہے کہ اسی پر فتویٰ ہے تاکہ
طبع فاسد کا سبب باب ہو سکے، دلو الجید پھر خیر
پھر قادیانہ وغیرہ میں ہے کہ ایک شخص زمانہ بجز زمین
میں تصرف کرتا ہے اور دوسرا شخص زمین اور اس
میں تصرفات دیکھتا رہا اور کوئی دعویٰ نہ کیا اسی حال
میں وہ فوت ہو گیا تو اب اس کے بیٹے کا دعویٰ
قابلِ سماعت نہ ہو گا بلکہ زمین کو قابض کے پاس
رہنے دیا جائے گا کیونکہ اس پر حال شاہد ہے
اور خیر میں ہے کہ شہاب الدین شیخ الاسلام احمد
علیٰ مصری نے اسی پر فتویٰ دیا ہے۔ عقود الدریۃ
فی تنقیح الفتاویٰ الحامدیۃ میں ہے کہ تصرفات پر
اطلاع ہونا ہی دعویٰ کے لئے مانع ہے اور

عن خمسين سنة والآن يرون جماعة
يدعون ان البيت لمجد هم الاعلى فهل
تسمع دعوتهم مع اطلاعهم على
التصرف المذكور واطلاع آباؤهم وعدم
مانع يمنعهم من الدعوى اجاب
لا تسمع هذه الدعوى وفيها عن البرازيلية
عليه الفتوى قطعاً لا طماع
الفاصلة وفي الولوالجية ثم
الخيرية ثم الحامدية
وغیرہما رجل تصرف زماناً في ارض
ورجل اخبر راي الارض و
التصرف ولم يدع ومانع على
ذلك لم تسمع بعد ذلك دعوى
ولده فتترك على يد المتصرف
لاست الحال شاهد وفي الخيرية و
وبه اتفق شيخ الاسلام شهاب الدين
احمد الحلي المصري في العقود الدرية
في تنقيح الفتاوى الحامدية مجبر
الاطلاع على التصرف مانع من الدعوى و

۵۵/۲	دار المعرفۃ بیروت	کتاب الدعوی	سہ فتاویٰ خیر
۵۹/۲	"	"	سہ
۵۵/۲	"	بحوالہ فتاویٰ اللؤلؤی	سہ
۵۹/۲	"	"	سہ
۲/۲	ارگ بازار قندھار افغانستان	"	عقود الدریۃ

فيها لم يقيدوا بموت و لا بسمدة
كما ترى وفي رد المحتار من مسائل
شقي مجرد السكوت عند الاطلاع على
الصرف مانع وان لم يسبقه بيع و
في الدر المختار باع عقار او حيوانا او ثوبا
وابنه وامراته او غيرهما من اقر به
حاضر يعلم به ثم ادعى الابن مثلاً انه
ملكه لا تسمع دعواه كذا اطلقه في الكنز
و الملتقى وجعل سكوته كالا فصح قطعاً
للتزوير والحيل عنه

اس میں ہے کہ فقہائے اہل السنہ حکم کو موت اور
موت سے مقید نہیں فرمایا جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو،
اور رد المحتار کے مسائل شقی میں ہے کہ المصلحة
ہو جانے پر سکوت ہی دعویٰ کے لئے مانع ہو گا
اگرچہ پہلے بیع نہ ہو۔۔۔۔۔ اور رد مختار میں ہے
ایک شخص نے زمین یا جانور یا کپڑا فروخت کیا جبکہ
اس کا بیٹا یا بیوی یا دیگر اقارب حاضر تھے اور جانتے
تھے پھر مثلاً بیٹے نے دعویٰ کر دیا کہ فروخت شدہ
چیز میری ہے تو اس کا دعویٰ مسکوح نہ ہو گا۔ اس کو
کنز اور ملتقى میں یوں ہی مطلق ذکر کیا اور اس موقع پر

پر سکوت کو اقرار کی طرح قرار دیا تاکہ خیلہ سازی اور فریب کاری کا سد باب ہو سکے۔ (ت)

مسئلہ ۳۱۳ از رامپور مرسلہ یہ محمد نور علی صاحب تحصیلدار بھوپال ۲۲ شعبان ۱۳۱۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندو نے اپنا ایک مکان جس کا ہمارا ملاصق زید ہے
غیبت زید میں جبکہ وہ اپنی نوکری پر بھوپال میں تعاقرو کے ماتہ بیع کیا اور بیعنامہ بعبارت معمولی لکھا اس
مکان کے جانب شمال پر دیوار مکان بیع و مکان شفیع میں حد فاصل ہے اصل الفاظ بیع کے ذکر میں اس
دیوار پر ایراد عقد کا کچھ تذکرہ نہیں، تفصیل عملہ بیع میں باؤنگر ایک ایک چیز مفصلاً لکھی ہے اس کا
نام ہے حدود بیع جنہاں لکھے ہیں وہاں زیر حد شمالی یہ لفظ ہیں (شمالی مکان میاں منور علی و پاکہ کلاں شامل
میاں منور علی و دیوار سراسر داخل بیعہ ہذا) زید جب بھوپال سے آیا اور بیع پر اطلاع پائی مدعی شفعہ ہوا
اور عرضی میں بنائے شفعہ ثابت کرنے کو یہ الفاظ لکھے (امراؤ بیگم دعا علیہا بانو نے مکان دعا ہوا

عہ اصل میں ایک صفحہ کی بیاض ہے شاید جواب محل دستیاب نہ ہوا۔

۴/۲	ادگ بازار قندھار افغانستان	کتاب الدعوی	لے العتود العیہ
۴۴۲/۵	دار اخبار التراث العربی بیروت	مسائل شقی	لے رد المحتار
۳۴۶/۲	طبع مجبائی دہلی	-	لے رد مختار

معلوم مقبوضہ اپنا عوض مبلغ ساٹھ سو قیامت اصل و واقعی بموجب بیعنامہ رجسٹری شدہ ۲۲ اگست ۱۸۸۹ء بغیریت مدعی بدست مدعا علیہ بیع صحیح شرعی کیا (دیوار مذکور جس پر ہمیشہ سے زید و مورت زید کا قبضہ تھا اور وہ ہے مکان زید کی کھریلیں اور ان کی تنگی میں اس پر پڑی ہیں اور ہندہ و عمر و کا کوئی قبضہ اس پر نہ تھا نہ ہے، نہ ان کے مکان کی کوئی کڑی یا ترک وغیرہ اس دیوار پر ہے، اب عمر و مدعی ہوا کہ یہ دیوار مکان طبع ہندہ کی ہے اور میں حکم بیع اس کا مانگ ہوں زید سے دلا دی جائے مگر کوئی ثبوت اس دیوار میں اپنی ملک کا نہ دے سکا سو اس کے کہ زید نے دعویٰ شفعہ میں بوجہ عبارت مذکورہ امر او بیسٹکس نے اپنا مکان مقبوضہ بیع صحیح شرعی کیا اس بیعنامہ کو مسلم رکھا اور اس کے حوالہ دینے سے زید کا بیعنامہ دیکھنا ظاہر ہے اور اس میں دیوار مذکور بھی داخل بیع تھی تو زید کا بذریعہ شفعہ اسے طلب کرنا صریح اقرار ہو چکا کہ دیوار ملک عمر و مشتری ہے حالانکہ زید نے ہرگز بیعنامہ نہ دیکھا نہ اس کے سامنے دکھایا نہ وہ اس وقت اس شہر میں تھا اثبات بنائے شفعہ کے لئے تاریخ رجسٹری معلوم کر کے عرضی دعویٰ میں ذکر بیعنامہ کیا تھا۔ اس صورت میں علمائے شریعہ سے استفسار ہے کہ زید کا وہ الفاظ لکھا دیوار ملک عمر و ہونے کا شرعاً اقرار قرار پائے گا یا نہیں؟ اور اس بنا پر عمر و کا استحقاق اس دیوار پر ثابت ہو سکتا ہے یا نہیں؟

بیٹو افتخار جلد ۱۔

الجواب

صورت مستفسرہ میں دعویٰ عمر و محض بے ثبوت ہے، نہ اس بنا پر دیوار اسے دلائی جاسکتی ہے اولاً جبکہ دیوار حسب تحریر سوال زید کے استعمال میں ہے اور عمر و ہندہ کا کوئی غلہ اس پر نہیں جس سے ان کا استعمال ثابت ہو تو حکم ظاہر دیوار ملک خاص زید ہے۔ تنویر الابصار و درمختار وغیرہما میں ہے:

الحائظ لمن جذب وعه عليه
معین الحکام میں ہے

ان لاحد هما عليه جذب ولا شئ عليه الاخر
يقضي به لوجب الجذب ولاه مستحقة

ایک فریق کا اس پر شہتیر ہے اور دوسرے کا کچھ نہیں ہے تو دیوار کا فیصلہ شہتیر والے کے حق میں ہو گا کیونکہ وہ اس کو استعمال کر رہا ہے (ت)

لے درمختار شرح تنویر ابصار کتاب الدعوی باب الدعوی الزلیلیں مطبع مجتہائی دہلی ۱۲۶/۲
معین الحکام الباب التاسع والاربعون مصطفیٰ البانی مصر ص ۱۶۳

اور خود عمرو جبکہ تخلص دہوار کا ناشی ہوا تو اپنا خارج اور زید کا ذوالیہہ قابض ہوتا تسلیم کر لیا بہر حال عمرو اس مقدمہ میں شرعاً مدعی ہے پس تا وقتیکہ ثبوت مقبول شرعی سے اپنا دعویٰ حکم مزور نہ کرے مقبول نہیں ہو سکتا دعویٰ شفعہ میں زید کا حوالہ بیعنامہ دینا کون سی دلیل شرعی ہے کہ اس نے بیعنامہ دیکھا اور اس کا لفظ لفظ تسلیم کر لیا بیان سائل کہ اثبات بنائے شفعہ کے لئے تاریخ رجسٹری معلوم کر کے ذکر بیعنامہ کیا گیا ہمسرگز قابل انتہات نہیں۔

ثانیاً اگر فرض کریں کہ بیان مذکور سائل بعد از قیاس ہے تو غایت یہ کہ یہ ایک قرینہ ظاہر ہوگا اور ظاہر مدعی کو کام نہیں دیتا، نہ اس کی بنا پر ثبوت حکم ہو سکتا ہے۔ درمختار وغیرہ عامہ کتب فقہیہ میں ہے،

الظاهر يصلح حجة للدفع لالاستحقاق. ظاہر دفع کی صلاحیت رکھتا ہے نہ کہ ثبوت استحقاق کی۔ (ت)

ثالثاً تسلیم ہی کیجئے کہ اس سے نہ صرف ظاہر بلکہ قطعاً و یقیناً زید کا بیعنامہ کو دیکھ کر حوالہ دینا اور عبارت مذکورہ لکھنا ثابت ہے تاہم اس سے کس قدر ثبوت ہوا یہ کہ زید مکان بیع کو ملوک و مقبوض ہندہ جانتا اور بیع کو صحیح مانتا اور بذریعہ شفعہ لینا چاہتا ہے اس سے اب کب زید کو انکار ہوا وہ اب بھی کہہ گا کہ واقعی ہندہ نے اپنا ہی مکان ملوک و مقبوض بیع کیا اور یہ بیع صحیح بھی ہے اور میں بذریعہ شفعہ اس کا خواستگار بھی ہوں، رہی یہ دیوار، نہ یہ ملوک و مقبوض ہندہ تھی نہ اس پر بیع وارد ہوئی، نہ میں نے شفعہ میں مانگی، الفاظ عقیدہ بیع میں مکان ہندہ کا ذکر ہے مکان ہندہ جس قدر تھا وہی ایجاب و قبول میں داخل ہوا، اسی کو بذریعہ شفعہ طلب کیا گیا ذکر حد و عقیدہ بیع نہیں، نہ وہ حاکی ایجاب و قبول ہے، تو تسلیم صحت بیع سے تسلیم صحت جملہ الفاظ نامہ مندرجہ بیعنامہ کی ضرورت لازم ہو سکتی ہے، علماء تو یہاں تک فرماتے ہیں کہ اگر کسی شخص نے بیعنامہ پر خود اپنی گواہی لکھ کر مہر کر دی تاہم یہ اس کا اقرار نہ قرار پائے گا کہ شے بیع ملک یافتہ ہے میری ملک نہیں وہ اس گواہی کو دینے کے بعد بھی مکان بیع پر مدعی ملک کر سکتا ہے جبکہ اس کے الفاظ سے صراحتاً اس کا خلاف نہ ثابت ہو۔ درمختار میں ہے،

یؤیدہ مسألة کتابتہ و ختمہ علی اس کہ تا یہ اس مسئلہ سے ہوتی ہے، فروختگی صحت البیع فانہ لیس باقصد ار کی رسید پر گواہ کے دستخط اور مہر ہونے کے باوجود

بعد از ظهر

یہ اس کے مالک نہ ہونے کا اقرار نہیں

داعیاً ان سب سے قطع نظر کر کے مان ہی لیں کہ نفس عقدیہ پر بھی وارد ہوا اور وہ بھی غلبہ شفعہ میں داخل تھی تاہم اس سے زید کا اس قدر اقرار حاصل ہو گا کہ یہ دیوار میری ملک نہیں، نہ یہ کہ عرق کی ملک ہے ہمارے مذہب رائج میں کہ ظاہر الرایہ ہے اور اکثر تصحیحات ائمہ اسی جانب ہیں، اگر زید عسمر سے کوئی چیز مانگے کہ مجھے ہسکر دے یا عاریتہ دے دے یا میرے ماتحت بیچ ڈال یا اس کے مثل اور اقوال، تو ان سے صرف اپنی ملک نہ ہونے کا اقرار ثابت ہوتا ہے عرق کی ملک ہونے کا اقرار نہیں نکلتا زیادات و صغریٰ ینابیع و کاویر و تسارخانیہ و سر اجیہ و غیہ و وہبانیہ و خانہ و غیرہ میں اسی کی تصحیح کی، امام اہل قاضیخان نے افادہ فرمایا کہ یہ اقرار ہو بھی تو بحسب ظاہر ہے اور ظاہر حجت استحقاق نہیں قوم علی اس سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔ رد المحتار میں منع النفاذ سے ہے،

الحاصل ان دوایۃ الجاسع ان الاستیام
والاستیجار والاستعاسۃ ونحوہا
اقرار بالملک للمساوم منه والمستاجر
منه وروایۃ النبیادات انه لا یكون
ذلک اقرار بالملکیۃ وهو المصحح کذا
فی العبادۃ وحکی فیہا اتفاق الروایات
علی انه لا ملک للمساوم ونحوہ فیہ
اسی میں ہے ،

قال الانقرؤی والاکثر علی تصحیح
ما فی الزیادات وانه ظاهر الروایة.
القرؤی میں ہے،
القرؤی نے کہا کہ اکثریت کا مرقف زیادات کی
تصحیح ہے، اور یہ ظاہر الروایة سے ملتا ہے۔

اقدام آخر علی الشراء منه يكون اقصادا
بملکية العين للبائع علی ردایة الجامع
وعلی ردایة الزيادات لا وهو الصحيح اهـ
وكذا فی التآخیر خانیة من الصغری و
الینابیع و فی السراجیة الاقدام علی
الاستیامر لا يكون اقرا را بملکية ذلك لذی
الید علی ردایة الزيادات و علی ردایة
الجامع يكون اقرا را والاول اصح وكذا
فی النیة فظهرت فیہ اختلاف
التصحیح والاكثر علی تصحیح ما
فی الزيادات و انه ظاهر الروایة وقال
قاضیخان روی هشام عن محمد امان
المساومة اقرا منه له بالملك والصحيح
ما ذكر فی ظاهر الروایة انه اقرا منه
حيث الظاهر فلا يصلح حجة
للاستحقاق اهـ مختصرا .

عقود الدیہ میں ہے ،

القاعدة ان العمل بما علیه الاكثرية
قوة القیون میں ہے ،

قلت فیفتی بہ لترجحه بكونه ظاهر
الروایة وان اختلف التصحیح

خریدنا چاہتا ہے تو یہ اس چیز پر بائع کی ملکیت کا
اقرار ہے جامع کی روایت کے مطابق جبکہ زیادات
کی روایت کے مطابق ایسا نہیں اور یہی صحیح ہے امام
اور تاتارخانیہ میں صغریٰ اور ینابیع سے ایسے
منقول ہے ، اور سراجیہ میں ہے کہ کسی سے چیز کو
خریدنے کا اقدام یہ قابض کی ملکیت کا اقرار نہیں
ہے زیادات کی روایت پر جبکہ جامع کی روایت
کے مطابق یہ اقرار ہے اور اول صحیح ہے ، اور
تآخیر میں بھی ایسے ہی ہے ، تو ظاہر ہوا کہ اس مسئلہ
کی تصحیح میں اختلاف ہے اور اکثریت زیادات
کی تصحیح پر ہے اور یہ کہ ظاہر الروایت ہے ، اور
قاضی خان نے فرمایا کہ ہشام نے امام محمد سے
روایت کیا ہے کہ خریدنے کا اقدام قابض کی ملکیت
کا اقرار ہے ، اور صحیح وہ ہے جو ظاہر الروایت میں ہے
کہ یہ ظاہر میں اقرار ہے تو یہ ظاہری معاملہ استحقاق
کے لئے حجت نہیں بن سکتا (مختصرا) (ت)

قاعدہ کے مطابق اکثریت کی رائے پر عمل ہے (ت)

میں کتا ہوں کہ تو اس پر فتویٰ دیا جائے کیونکہ
اکثریت اور ظاہر الروایت کی وجہ سے یہی رائج ہے
اگر تصحیح میں اختلاف ہے۔ (ت)

سنة فتاوى المقرئ كتاب الدعوى الباب الثاني عشر دار الاشاعة العربية قنطرة حارثا فغانستان ۱۳۸۶/۲
سنة العقود الدرية مسائل وفوائد شتى من المحظورات والاباط حاجي عبد الغفار وپسران * * ۳۵۶/۲
رد المحتار باب صلوة المريض دار احیاء التراث العربی بیروت ۵۱۰/۱
سنة قرعة عیدون الاخیار كتاب الاقرار مصطفیٰ البابی مصر ۹۸/۲

غزیر میں ہے،

في تصحيح القيد وهي العلامة قاسم انت
ما يصححه قاضيان من الاقوال يكون
مقدما على ما يصححه غيره لانه كانت
فقيه النفس

رد المحتار میں ہے،

كن على ذكر مما قالوا لا يعدل عن تصحيح
قاضيان فانه فقيه النفس

علامہ قاسم کی قدوری میں ہے کہ اقوال میں سے جس کو
قاضیان صحیح قرار دیں وہ دوسروں کی تصحیح پر مقدم ہے
کیونکہ یہ فقیہ النفس ہیں۔ (د ت)

ترقیہ کے قول کے مطابق عمل کر جیتے ہیں قاضیان کے قول
اور اس پر کیا جائے کیونکہ وہ فقیہ النفس ہیں (د ت)

تو یہ اقرار حق قرار میں کچھ نافع نہ ہوا، مانا کہ دیو اور حسب اقرار زید ملک زید نہیں مگر ملک عروہ ہونے کا اقرار بھی تو
نہیں، تو عدلی بے بینہ عاقل شرعیہ یا اقرار مدعا علیہ یا کمال محض اپنے ذمہ پر کوئی چیز کسی سے کیونکر لے سکتا ہے اور
قاضی کیونکر دے سکتا ہے، فتاویٰ خیر میں ہے،

القاضي انما يقضي بالبينّة او الاقرار او
الشكول بآية الله تعالى اعلم.

قاضی صرف گواہی یا اقرار یا قسم سے انکار پر
فیصلہ دے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم (د ت)

مسئلہ ہر سوال المکرم ۱۳۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں جبکہ کسی شخص کا گاؤں بلوچہ آمدنی ہو یعنی جب پیداوار اچھا ہو
آمدنی معقول ہو اور شراب تو کم اور یہ گاؤں اس کے والدین نے ایام نابالغی میں اس کے نام کیا بعد بلوغ باہم
ایک پنچایت نامہ شدہ میں بنیال زمانہ نازک ہوا پچھنے والدین کے نام چھ سو روپے سالانہ اس کے گاؤں کی
آمدنی سے دینا اس کے ذمہ قرار دے اور کوئی تفرق محض والدین نہ کی بلکہ لکھا کہ یہ جلد آمدنی بدست والد
رسپے کی وہ جس قدر چاہیں گے خرویش گے اور جس قدر چاہیں گے اس کی والدہ کر دیں گے اس کا باپ سندھ
میں فوت ہو گیا اب اس کی ماں علیحدہ ہو کر پچاس روپے ماہوار کل بیٹے سے لینا چاہتی ہے تو شرعاً چھ سو روپے
سالانہ سے کس قدر والدہ کو چاہئے کس قدر لڑکے کو؟ جینا تو ہوا۔

۵۵/۲	کتاب الاجابات	ادارة القرآن العلوم الاسلامیہ کراچی	۵۵/۲
۵۱۳/۴	کتاب الحجة	دار احیاء التراث العربی بیروت	۵۱۳/۴
۶۹/۲	کتاب الدعوی	دار الفکر بیروت	۶۹/۲

الجواب

سائل منظر کہ یہ گاؤں اس کے والد کا تھا اس نے اپنی زوجہ کو ہر میں دیا پھر زوجہ سے اس پر تلامخ کے نام ہبہ کر لیا پھر بعد بلوغ اس بنا پر کہ آمدنی جائیداد کا تحفظ چاہتے ہیں یہ پچاسیت نامہ ہوا والد کا مال (پور سے محتاج نفقہ نہیں، اس صورت میں لڑکا گاؤں کا مالک مستقل ہو گیا اور یہ پچاسیت محض بے معنی تھی جس کی پابندی ہرگز لازم نہیں ہو سکتی کہ شرعاً حکم صحت دعویٰ ہے اور دعویٰ طلب حق اور یہاں والدین کا کوئی حق جائیداد تو غیر میں نہ رہا تھا کہ ان کا دعویٰ صحیح ہو سکتا اور یہ پچاسیت پچاسیت طہرتی، غایت یہ کہ اس کا قبول کر لینا لڑکے کی طرف سے ایک وعدہ قرار دیا جائے گا اور وعدہ کی وفا پر جبر نہیں۔ عالمگیری میں ہے،

لا يلزمه الوفاء بالسنة اعمى
وعدوں کا ایسا ضروری نہیں ہے۔ (د ت)

ہاں ماں کی خدمت داریں کی سعادت ہے جس قدر ہو بہتر ہے یہ امر دیگر ہے اور انسان کی اپنی مرضی پر ہے جبکہ حالت یہ ہے کہ ماں محتاج نفقہ نہیں ورنہ بقدر نفقہ دینا واجب۔ عالمگیری میں ہے،

يجبر الولد المومنين على نفقة الاموات
والدين تنگ دست ہوں تو امیر مجھے کو بہر صورت ان کے
المعسرین مسلمین کا نانہ ادا دینا من قدر اعلیٰ
نفقہ پر مجبور کیا جائے گا، والدین مسلمان ہوں یا ذمی
المکسب ادا لہر یقدر۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔
وہ کسب پر قادر ہوں یا نہ ہوں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

اعظم۔ (د ت)

مسئلہ از راست رامپور بنڈیا ملا کلین گھر منشی عبد الرحمان خاں مرحوم مرسلہ عبد الرؤف خاں

۳ ذیقعدہ ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک مکان زید نے خریدا، اوقت خرید کے صدر الباع کو چہ تھا، جب زید نے دعویٰ بنام عمر کیا تو اسی صدر الباع میں جو بیعنامہ میں کوچہ نافذہ لکھا تھا بوجیب حد مندرجہ بیعنامہ کو چہ نافذہ لکھا گیا عمرو نے بھی اس کو مان لیا دوران مقدمہ میں زید کو معلوم ہوا کہ قبل رجوع دعویٰ بذاتے بکر نے کوچہ نافذہ کو بند کر لیا اپنا مکان بجائے حد مذکور بنایا ہے زید نے ایک سوال پیش قاضی اسی مضمون کا بتلایا اس کے کہ پہلے وقت شرا کے کوچہ تھا قبل رجوع دعویٰ سے بکر نے اسی حد میں کوچہ بند کر کے اپنا مکان بنایا ہے وقت رجوع دعویٰ کے میں نے نہ دیکھا تھا اب دیکھا تو تبسبیل حد مذکور کی ہو گئی ہے بصورت مذکورہ تو فیق

لے فتاویٰ ہندیہ کتاب الاجارۃ الباب الثامن ذرائع کتب خانہ پشاور ۴۶۷/۴
کتاب الطلاق الباب السابع عشر الفصل الخامس ۵۶۳/۱

ہر گئی یا نہیں اور اس توفیق سے دعویٰ زید قابل سماعت ہے یا نہیں؛ بیعتوا تو جہودا (بیان کردہ احسن
دستے جاؤ گے۔ ت)

الجواب

ہاں اور دعویٰ میں کچھ خلل نہ رہا،

فی جامع الفصولین بر منشیہ الاسلام شخص
الاثمة السرخسی ان الشاهد لو اخطأ، ف
بعض المحکم ثم تدارك واعاد الشهادۃ و
اصاب قبلت شهادتہ لو امكن التوفيق سواء
تدارك فی المجلس او فی مجلس آخر ومعنی
امکان التوفيق انہ یقول کان صاحب
المحد فلانا الا انہ باع داره من فلان آخر
وما علمنا به او یقول کان صاحب المحد
بهذا الاسم الا انہ معنی بعد ذلك بهذا
الاسم الاخر وما علمنا به وعلی هذا
المقاس فانهم هذا اذا ترك الشاهد
احد الحدود او غلط فیہ ولو ترك المذنی
احد الحدود او غلط فیہ لمحکمہ کا شاہد
جملۃ واللہ تعالیٰ اعلم۔

بیان میں ایسا کرے تو اس کا حکم بعینہ گواہ کی طرح کا ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)

مسئلہ از ریاست رامپور مرسلہ مناجاتی ۱۷ ذی الحجہ ۱۳۱۵ھ

صورت یہ ہے کہ زید کے مکان کے بالائے خانوں کے ایک ہی سمت اور سلسلے میں بہت درپے ہیں
جن میں سے دو درپے جدید ہیں اور باقی تمام قدیم، ہندہ کا مکان زید کے مکان کے مقابل کوئی ستر قدم
کے فاصلے پر ہے اور ان دونوں مکانوں کے درمیان ایک وسیع شارع عام اور ایک کھنڈر واقع ہے۔

ہندہ نے اس بناء پر کہ اس کے مکان کی بے پردگی ہوتی ہے مجملہ تمام دیروچوں کے پانچ دیروچے بند کر دینے یا ان کے سامنے دیوار قائم کر دینے کی نافرمانی دار کردی ان پانچ دیروچوں میں سے دو جدید ہیں جن کا ذکر اوپر آچکا اور باقی قدیم، چنانچہ فریقین کی شہادت سے یہ بات ثابت ہے اور درحقیقت اس بے پردگی کا باعث یہ ہے کہ ہندہ کا ایک مکان جو مانع بے پردگی تھا با اختیار ہندہ منہدم ہو گیا اور اب بے پردگی میں دیروچے کھائے غنازع فیہا اور زید کے مکان کے دوسرے دیوچے اور وہ لوگ جو بر سواری اسب ذیل و ستر وغیرہ شارع عام سے گزرتے ہیں سب ہر ایسا۔ زید ہندہ سے کہتا ہے کہ دیوچے بند ہو جانے سے میرے ہزار بار دپے کے مکانات غارست ہو جائیں گے اور تمہارا ہر طرح سے صرف و کس بارہ گرو دیوار بلند کر لینے سے پردہ ہو سکتا ہے اور اگر تمہیں بارہو تو صرف بھی میں ہی دوں گا، اس صورت میں علماء کرام سے سوال یہ ہے کہ آیا مطابق مذہب ائمہ حنفیہ ہندہ زید کو اپنی ملک میں تصرف سے مانع ہو سکتی ہے اور ہندہ دیوچے بند کر دینے کی مستحق ہے۔ جواب مدلل منقول روایات جو۔ واللہ لا یضیع اجر المہینین (اللہ تعالیٰ نیکی والوں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔ ت)

الجواب

صورت مستفسوس دہی ہندہ باطل و نامکروہ ہے، ائمہ حنفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا اصل مذہب ظاہر الروایۃ و مزج و مفتح یہ ہے کہ انسان اپنی ملک میں تصرف کا مطلق اختیار رکھتا ہے دوسرا اپنے کسی نفع نقصان کی وجہ سے مالک کو اپنی ملک خاص مستعمل میں کسی تصرف سے منع نہیں کر سکتا، خود محمد اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ بدر میں کتب سترہ ظاہر الروایۃ سے ہے ارشاد فرماتے ہیں،

ان کف عما یوذی جارہ فہو احسن ، و
لا یجبر علی ذلک و لوقت صاحب
البناء ف علو بنائہ بابا او کسوة
لم یکن لصاحب الساحة منعه و لصاحب
الساحة امت یبنی فی مملکہ ما یشتر
جہتہ

اپنے پڑوسی کو تکلیف نہ امور نہ کرے تو اچھا جبکہ
اس پر اسے مجبور نہیں کیا جاسکتا، اگر مکان والے
نے مکان کے اوپر دروازہ یا کھڑکی کسی کے صحن کی طرف
کھولی تو صحن والے کو منع کا حق نہیں ہے تاہم اس
کو یہ حق ہے کہ وہ اپنی ملکیت میں عمارت بنا کر اس کی
کھڑکی کو بند کرے۔ (ت)

جیز امام شمس الکرکوری میں ہے،

نہ زیاد رضی اللہ تعالیٰ عنہم انہ لا یمنع عن
التصرف فی ملکہ وان اضر بیجارہ قال و
هو الذی امیل الیہ واعتقدہ واقتی بہ
تبعاً لوالدی شیخ الاسلام رحمۃ اللہ
تعالیٰ علیہ

میں تصرف سے منع نہ کیا جائے اگرچہ پڑوسی کو اس کے
تکلیف ہو اور فرمایا مجھے یہی پسند ہے اسی پر اعتقاد
کرتا ہوں اور فتویٰ دیتا ہوں یہ اپنے والد شیخ الاسلام
کی پیروی میں کرتا ہوں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

(ت)

اور فقہ کا قاعدہ مقرر ہے کہ جب فتویٰ مختلف ہو ظاہر الروایۃ کی طرف رجوع واجب ہے اور اس سے
عدولی ناجائز، اور علماء تصریح فرماتے ہیں کہ جو کچھ ظاہر الروایۃ سے خارج ہے مرجوع عندہ ہے اور ہمارے ائمہ
کا مذہب نہیں،

صرح بكل ذلك في الخيرية والبحر والسرور
رد المحتار وغيرهما من معتقدات الاسفار
وقد سردنا نصوصهم في كتاب النكاح
وغیره من فتاوانا۔

اس تمام کی تصریح خیر، بحر، سرور اور رد المحتار وغیرہ
قابل اعتماد کتب میں ہے، ان کی نصوص کو ہم نے
اپنے فتاویٰ کے باب النکاح میں جمع کر دیا
ہے۔ (ت)

متاخرین نے کہ پر خلاف مذہب جملہ ائمہ مذہب بنظر ضرور و لا ضرر فی الاسلام منع پر فتویٰ دیا صاف
تصریح فرمائی کہ اس کا محل وہاں ہے کہ مالک کا وہ تصرف دوسرے کو ضرر شدید صریح پہنچاتا ہو جس کی وجہ سے
اس کا مکان گر جائے یا اصلاً قابل انتفاع نہ رہے ورنہ بالاجماع ممانعت نہیں۔ تنویر الابصار
میں ہے۔

لا یمنع الشخص من تصرفه في ملكه الا
اذا كان الضرر بيناً

کسی شخص کو اپنی ملکیت میں تصرف سے منع نہ کیا جائیگا
الایکہ اس سے واضح ضرر پیدا ہو۔ (ت)

بحکم میں ہے۔

صحة النسفي في الحمام انت الضرر
ان كان فاحشاً يمنع والا فلا والحاصل
ان الذي عليه غالب المشايخ من

المسلم نسفی نے تصریح فرمائی ہے کہ اگر حمام کی وجہ سے فحش
ضرر ہو تو منع کیا جائے ورنہ نہیں، حاصل یہ ہے
کہ اس قسم کے مسائل میں متاخرین کی غالب اکثریت

ملہ بحر الرائق کتاب القضاء مسائل شتی ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳۲/۷
ملہ نصب الرایۃ کتاب الجنایات باب ما یحدث الرجل فی الطریق الخ مکتبۃ الاسلامیہ ریاض ۲۸۳/۴
ملہ درمختار شرح تنویر الابصار کتاب القضاء مسائل شتی مطبع مجتبیائی دہلی ۸۵/۲

المتاخرين الامتصاصات في اجناس هذه
المسائل وافتح طائفة بجواب القياس
المسوي واختار في العمادية المنع اذا كانت
الضرورية بظاهر الرواية خلافاً
رد المحتار في فتح القدير سے ہے،

ترك القياس في موضع يتعدى ضرره الى
غيره ضرر افاحشا وهو المراد بالبين و
هو ما يكون سبباً للنهد مراد بخرجه عن
الانتفاع بالكلية وهو ما يمنع الحوائج
الاصلية كسد الضرر بالكلية و اختاروا
الفتوى عليه فاما التوسع الى منع كل ضرر
فيسد باب الانتفاع الامتصاص بطله
كما ذكرنا قريباً.

جہاں غیر کو اس کا ضرر فاحش پہنچے وہاں قیاس کو ترک
کیا جائے گا اور واضح ضرر سے یہی مراد ہے کہ دوسرے
کی عمارت کے انہدام کا سبب بنے یا انتفاع کل
طور پر ختم ہو جائے وہ یہ کہ حوائج اصلیت مثلاً روشنی کو
مکمل ختم کر دے اسی پر فتویٰ ہے لیکن ہر قسم کے ضرر
کی وجہ سے منع کرنا وسیع ہو تو پھر انسان اپنی ملکیت
میں تصرف و انتفاع سے محروم ہو جائیگا جیسا کہ
قریب ذکر ہوا۔ (ت)

یہاں اگر فرض کیا جائے کہ اب ہندہ کا ایسا ہی ضرر ہے جس کے سبب اس کا مکان اصلاً قابل انتفاع
ضرر ہا قویہ ضرر دیرپا ہے نہ پہنچا یا کہ وہ توقیم سے ہیں اب تک ہندہ نے اپنے مکان سے کیونکر انتفاع کیا بلکہ
یہ نقصان اس دیوار ہندہ کے انہدام سے پیدا ہوا جو سبب بیان مسائل خود باختیار ہندہ منہدم ہوئی
اور کوئی شخص خود اپنے لئے سبب ضرر پیدا کر کے دوسرے کا گریبان گیر نہیں ہو سکتا در نہ کل کو ہندہ اپنی
دیوار پر دے سے گزرتا اور اتار کر شارع عام بند کرنے کی خواستگار ہوگی کہ لوگوں کے گزرنے سے میری
بے پردگی ہے ایسے محل دعوے اگر شن لئے جائیں تو ایک عورت کے محلہ کے وسط میں رہتی ہو اہل محلہ کی
عافیت تنگ کر سکتی ہے اپنے کچے جھوپڑے کی چاروں دیواریں گرا کر چار طرفہ کی نشست گاہوں پر دعویٰ
کر دے کہ ان سے میری بے پردگی ہے سبب تیغا کرادی جائیں یا ان کے سامنے دیواریں کھجوا دی جائیں گاتے
وقت کوئی اس کا ہاتھ نہیں پکڑ سکا کہ وہ کہے گی میں اپنی ایک خاص میں تصرف کرتی ہوں تم کون، اور جب

گرا چکی تو اب لوگوں کی نشستگاہوں سے اس کا ضرر ظاہر ہے، انصاف اس وقت مفتی کیا فتویٰ اور فتاویٰ کیا حکم دے گا، کیا ہندہ کے اپنے پیدا کئے ہوئے ضرر کے سبب اس کا دعویٰ سن لیا جائے گا یا اسی کو اپنا پر وہ بدستور درست کر لینے کا حکم دیا جائے گا خصوصاً جس حالت میں کہ زید شخص تبرع و احسان پر بھی کہتا ہے کہ میں اپنے صرف سے دیوار اونچی کر دوں، پھر ہندہ کا زمانہ سوا قنعت و ایذا رسانی کے کس امر پر محمول ہو سکتا ہے و لا ضرر و لا ضرار فی الاسلام (اسلام میں ضرر رسانی جائز نہیں ہے۔ ت) بالجملہ صورت مستفسرہ میں ہمارے جملہ ائمہ مذہب رضی اللہ عنہم کے اصل مذہب مفتی پر تو دعویٰ ہندہ کی کوئی گنجائش ہی نہیں، انصافاً مختار متاخرین بھی اس صورت سے بیگانہ ہے کہ اقرار جانب زید سے نہیں فعلیلاً بضرر الاحتیاط و الانصاف خیر الاوصاف (کچھ دعویٰ کو ترک کرنا لازم ہے اور انصاف بہترین خوبی ہے۔ ت) واللہ بخیرہ و تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ از ملک اپر بہا مانڈلہ زیو بازار مرسلہ جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب ۲۵ ذی الحجہ ۱۳۱۵ھ کیا فرماتے ہیں علما سے دین ماسی مسئلہ میں کہ زید نے اپنی جائداد اپنی زوجہ ہندہ کے قبضہ میں چھوڑی بعد از اس انتقال کیا اور اپنی بہن کا فوسرہ اور زوجہ ہندہ کو چھوڑا بعد وفات زید کے جائداد متروکہ پر ہندہ قابض رہی، اب ہندہ نے وہ جائداد جو اس کے قبضہ میں تھی اس میں سے کچھ بنام خاندان اپنے بھتیجے کو ہبہ کر کے دستاویز رجسٹری کرادی اور کچھ اپنی بہن زینب و خاتلہ اور کچھ کلثوم اپنی بہن مرقاۃ کی بیٹی کو اور دو بھتیجیوں کو تقسیم کر کے ان کے نام رجسٹری کرادی، بعد اس کے ہندہ نے انتقال کیا، اب عروہ جائداد نہ کر دے دعویٰ کرتا ہے شرعاً جائداد کس کو ملنا چاہئے۔ بتینوا تو جبردا۔

الجواب

اگر عروہ قاتل بالغ اسی شہر میں موجود ہندہ کے ان تصرفات پر مطلع تھا اور دعویٰ نہ کیا اب بعد انتقال ہندہ مدعی ہوا تو یہ دعویٰ اصلاً قابل سماعت نہیں کہ ان تصرفات پر مطلع ہو کر ساکت رہنا صریح دلیل ہے کہ عروہ کا جائداد میں کوئی حق نہ تھا، خلاصہ میں ہے،

مرجل تصرف فی امر غصب نہ مانا درجل	ایک شخص ایک زمانہ سے زمین میں تصرف کر رہا ہے
انصریری تصرف فیہا شتم مانت	اور دوسرا شخص زمین میں اس کے تصرفات کو
المتصرف و لم یبدع الوجهیل	دیکھ رہا ہے پھر تصرف کرنے والوں کو تو ابائی

حال حیاتیہ لا قسم دعواء بعد وفاتہ لیہ
کے بعد دوسرے نے زمین پر دعویٰ کیا تو اس کا دعویٰ
مسموع نہ ہو گا کیونکہ اس کی زندگی میں دوسرے نے
دعویٰ کیا۔ (ت)

عقود الدیریہ میں ہے :

فی فتاویٰ المرجوم العلامة الغزنی صاحب
التنویر مسئل عن رجل له بیت فب دار
یسکنه صدقة تزید علی ثلاث سنواة
وله جار بجانبه والرجل المذکور
یتصرف فی البیت المزبور ھد ما وعما یر
مع اطلاع جارہ علی تصوف فی المذکور
المذکور فیہ قبل اذا ادعی البیت او بعضہ
قسم دعواء اجاب لا قسم دعواء علی
ما علیہ الفتویٰ لیہ

علامہ غزنی صاحب تنویر کے فتاویٰ میں ہے ان سے
سوال ہوا کہ ایک شخص کا حویلی میں مکان ہے وہاں
وہ تین سال سے زائد عرصہ رہائش پذیر ہے اور
حق اپنے مکان میں توڑ پھوڑ اور مرمت کا کام کرتا رہا اس
کے پڑوس دانہ شخص اس کے ان تصرفات کو دیکھتا رہا
اور مدت مذکورہ میں خاموش رہنے کے باوجود اب اس
مکان کے کل یا بعض پر دعویٰ کرے تو اس کا دعویٰ
مسموع ہو گا یا نہیں؟ تو جواب میں فرمایا کہ فتویٰ کے
مطابق اب اس کا دعویٰ مسموع نہ ہو گا۔ (ت)

اور اگر قروا اس وقت تک بچہ یا مجنون یا غائب تھا اب قاتل بالغ ہو یا اطلاع پائی تو اگر ثابت ہو کہ
زید کی جائداد قبضہ ہندو میں بطور مہر یا عوض دین مہر تھا جب بھی دعویٰ قرونا مقبول ہونا خود ظاہر، اور اگر اس کا
ثبوت نہ ہو تو دیکھیں گے کہ دین مہر نہ ترکہ کو مستغرق یعنی اس کی قیمت سے زائد یا مساوی ہے یا نہیں، اگر
مستغرق ثابت ہو جب بھی قرو کا اصل جنائے دعویٰ حق ملک بذریعہ وراثت حاصل ہی تھا کہ دین جب ترکہ
کو محیط ہو تو وراثت اس کے مالک نہیں ہوتے نہ اس سے لے سکتے ہیں کل جائداد اسے دین میں صرف کی جائیگی
اشباہ میں ہے :

الدین المستغرق للترکة یمنع ملک
الوارث لیہ

حیث پر قرضہ اس کے ترکہ کے برابر یا زائد ہو تو وراثت
کی ملکیت کے لئے مانع ہے (ت)

۱۔ العقود الدیریہ بحوالہ المختصر کتاب الدعویٰ ارگ بازار قندھار افغانستان ۳/۲
۲۔ العقود الدیریہ کتاب الدعویٰ ارگ بازار قندھار افغانستان ۴/۲
۳۔ الاشباہ والنظائر الفہم ثلاث القول فی الملک اذارة القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۲۰۴/۲

ہاں اگر عہد کے کہ میں تمام وکالی دین مہر اپنے پاس سے ادا کئے دیتا ہوں تو بیشک اسے اختیار ہوگا کہ دین ادا کر کے ترکہ چھڑائے۔ اشیاء میں ہے:

للوارث استخلاص التركة بقضاء الدين وارث کو قرضہ ادا کر کے ترکہ کو حاصل کر لینے کا حق ہے ولو مستغرقا۔
اگرچہ وہ ترکہ قرضہ میں مستغرق ہو۔ (د ت)

اس صورت میں اور نیز جبکہ دین مستغرق نہ ہو بعد ادا سے دین جو باقی بچے اس کے ٹکٹ میں زید کی وصیت اگر اس نے کچھ کی ہو نافذ کر کے باقی بر تقدیر عدم موانع ارث و انحصار و رد فی المذکورین چار سہم ہو کر ایک سہم ہندہ اور تین سہام عہد کو ملیں گے ان تعذیرات پر جن میں کل جائیداد ملو کہ ہندہ نہ ٹھہری جتنے سہم ہندہ نے جس جس کے نام کے سبب باطل ہو جائیں گے چار سہم جو ہندہ کو پہنچا اس کے دار ثمان شرعی پر حسب فرائض تقسیم ہو جائیگا۔ در مختار میں ہے:

الاستحقاق شيوخ مقارن لاطراف فيفسد غير منقسم حصون كالاستحقاق ابتداء من مقارن ہر طاری نہ ہو تو تمام حصوں کو فاسد کر دے گا۔ واللہ العلی اعلم۔
تعالیٰ اعلم (د ت)

مسئلہ از ریاست راپور مرسل علی احمد خان صاحب ۱۳۱۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید مدنی ہوا کہ میں نے آٹھ ہزار روپے یا فتنی عہد کے میرے ذمے تھے عہد کو پہنچا دئے اور چند گواہ متفق اللفظ والمعنی حاکم کے حضور گزارائے جنہوں نے بالاتفاق و قلم مذکور کی نسبت عہد کے اقرار و حصول کرنے پر شہادت دی زید نے اس رقم کی رسید ہی بھی پیش کی جس کی تحریر سے بھی عہد کو اقرار ہے، عہد اس کے جواب میں کہتا ہے کہ ان میں ایک رسید تین سو کی تو میں نے دی ہی نہیں اور دو رسیدیں ایک تین سو اور ایک دو سو چالیس کی زید نے چالاک سے بڑھائی ہیں وہ سو اور یہ صرف چالیس کی میں نے دی تھی، اس مضمون پر عہد نے چند گواہ دئے کہ یہ رسیدیں سو اور چالیس کی عہد نے لکھی تھیں، اس صورت میں دفع دعویٰ زید کے لئے یہ گواہ مقبول ہیں یا نہیں؟ بقینا اقرعوا۔

الجواب

صورت مسئلہ میں نہ عہد کا یہ جواب مقبول نہ اس میں اس مضمون کی شہادت مسوع۔ شرع میں

ایسی جگہ اقرار حجت شرعیہ ہے اور اس پر شہادت ثبوت دعویٰ کے لئے کافیہ وافیہ، جامع الفصولین فصل
حادی عشر میں ہے،

لو ادعی قضا دینہ اشہد انہ اقر باستيفائه
اگر مدعی نے قرض ادا کرنے کا دعویٰ کیا ہو وگواہوں نے
پر شہادت دی کہ مدعی نے قرض وصول کر لینے کا اقرار
کیا ہے، تو شہادت مقبول ہوگی۔ (ت)

بخلاف رسیدات کہ یہ کوئی حجت نہیں حاصل انکار عمرویر ہوگا کہ منجملہ آٹھ ہزار کے سات سو فیے نہ ملے کہ اس قدر
کی رسید میری ملکی ہوتی نہیں، ایسا فتول جواب بعد ثبوت اقرار کیا قابل التفات ہو سکتا ہے، بالفرض اگر
ایک رسید کو بھی عمرویر نہ ماننا یا اصل کوئی رسید ہوتی ہی نہیں تو ثبوت اقرار ثبوت ایصال کو بس مٹا اور جب
یہ جواب خود مل ہے تو اس پر شہادت بھی قطع نظر اس سے کہ معنی نفی پر شہادت ہے جس کا حاصل یہ کہ اتنے
روپے نہ پہنچے خود فتول و مل ہے کہ یہ شہادت ایسی ہی چیز سے متعلق ہے جس کا وجود عدم کیساں، تو بعد
ثبوت حجت شرعیہ ایک امر غیر حجت میں خلل ہو بھی تو کیا۔ فتاویٰ قاضیان و اسبہاء و النظائر و فتاویٰ خیر و
عقود الدریہ وغیرہ کتب کثیرہ میں ہے،

واللفظ للعلامة الرملى في فتاوى المقرين
عند علماء الحنفية انه لا اعتبار بمسجد
الخطا ولا التفات اليه حجة الشرع
ثلثة وهي البيعة او الاقرار والنكول كما
صرح به في الاقرار الحنفية

فتاویٰ میں علامہ رملی کے الفاظ ہیں کہ علماء احناف
کے ہاں یہ بات ثابت شدہ ہے کہ محض خط کا کوئی
اعتبار ہے نہ وہ قابل توجہ ہے کیونکہ شرعی دلائل
تین ہیں، گواہی یا اقرار یا قسم سے انکار جیسا
کہ خانہ کے باب الاقرار میں تصریح ہے (ت)

اسی میں ہے،

القاضي لا يقض الا بالحجة وهي
البيعة او الاقرار او النكول كما في
اقرار الحنفية وقد نقله
الشيخ زرين في اشباهه ونظائره في

قاضی صرف حجت پر فیصلہ دے گا اور وہ صرف گواہی
یا اقرار یا قسم سے انکار ہے جیسا کہ حنفیہ کے
باب الاقرار میں ہے اور اس کو شیخ زین الدین نے
اپنی اسبہاء و نظائر میں کتاب القضاء کے شروع

اول کتاب القضاء - واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم میں ذکر کیا ہے ۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم دست
مسئلہ ۵۳ از ریاست رامپور محلہ مدرسہ مولوی حکیم محمد الغنی خان صاحب طبیب شفاخانہ فرجی
 ریاست رامپور ۱۶ رجب ۱۳۱۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ یعقوب علی خاں نے اپنے برادر عینی عبد الغنی خاں اور
 ان کی زوجہ و پسر محمد یحیٰ یحکم و محمد الغنی خاں پر حاکم شرع کے حضور نسبت مکان مسکونہ مدعا علیہم دعویٰ و خلیا بی
 بری بنا دیا کہ یہ مکان عبد الغنی خاں نے ۱۹ مئی ۱۸۹۷ء کو علی محمد خاں کے ہاتھ بیع کیا پھر یکم جون ۱۸۹۷ء کو اس
 سے کرایہ پر لیا بعد علی محمد خاں مالک مشتری نے ۱۳ جولائی ۱۸۹۸ء کو میرے ہاتھ بیچا عبد الغنی خاں اصالتہ اور انکی زوجہ و پسر
 بالبیع بذکرہ کرایہ قاضی اب بخیر نہیں کرتے عبد الغنی خاں دعویٰ مدعی قبول کیا اور علی محمد خاں نے بھی اس کی تصدیق کی محمد یحکم و محمد الغنی
 خاں نے جواب دیا کہ دعویٰ بر سازش عبد الغنی خاں برادر حقیقی مدعی دائر ہوا ہے عبد الغنی خاں نے یہ مکان یکم جنوری ۱۸۹۷ء
 کو محمد یحکم کے ہاتھ تین سو روپے کو بیع کر بیعنامہ مہری پر نام ثبت گواہی گواہان کر کے مجھے حوالہ کر دیا اور زر ثمن
 میرے مہر میں جو ایک گجے مالک مستقل بنا کر قابض کر دیا جب مجھے معلوم ہوا کہ بیعنامہ غیر مصدقہ جسٹری ہے تو میرے
 اعتراض پر جسٹری کرادیئے گا و عدہ کیا اور لطافت الحیل میں رکھا پھر کہہ دیا ہمارا تمھارا معاملہ زن و شو کا ہے
 تصدیق کی کیا ضرورت پھر غارتجا اس بیع فرضی کی کاروائی کی، محمد یحکم نے اپنے ثبوت میں بیعنامہ مذکورہ مہری
 عبد الغنی خاں اور آٹھ مرد و عورتیں گواہ پیش کئے حاکم مجوز نے حسب سرکل مجریہ نوآب غلہ آشتیاں کے جس کاغذ
 بلہ جسٹری کے ثبوت پر وجہ وجہہ گزر چلے تو اسے ثبوت میں لینے اور باضابطہ تحقیقات کرنے کی نسبت حکام بالا
 سے اجازت لے کر بعد تحقیقات فیس اسٹامپ و تاوان جسٹری لے کر مثل کاغذات مصدقہ سمجھا جائے حاکم مجوز
 نے بعد سماعت ثبوت اجازت تحقیقات مزید حاصل کی پھر بعد مزید تحقیقات فیس اور تاوان لے لیا، یہ ثبوت
 تحقیقات انھیں گواہان پیش کردہ محمد یحکم سے ہوئے ان میں سیدہ خیمت علی و یوسف علی خاں صاحبان شہر
 ایجاب و قبول ہیں کہ ہم اسے سامنے عبد الغنی خاں نے اپنی زوجہ محمد یحکم سے کہا یہ مکان میں نے تمھارے ہاتھ
 تین سو روپے کو بیع اور زر ثمن تمھارے مہر میں جو ایک بیعنامہ مرد و چار عورتیں نکھادوں گا محمد یحکم نے کہا
 میں نے سیدہ اشرف علی کا تب بیعنامہ اور خمس الدین خاں غلام محمد الدین خاں نثار علی شاہ عبد الرزاق خاں
 پانچوں گواہان حاشیہ بیعنامہ میں ان میں کاتب کا بیان ہے میں نے یہ بیعنامہ عبد الغنی خاں کے کہنے سے
 لکھا عبارت عبد الغنی خاں بتاتے گئے میرا اپنی انھوں نے اپنے ہاتھ سے لکھا، عبد الرزاق خاں نے کہا میں
 مولوی عبد الغنی خاں کے بیٹے سے ملے گیا مولوی عبد الغنی خاں نے مکان متنازعہ کا کاغذ نکالا اور کہا کہ یہ مکان

میں نے اپنی زوجہ محمدی بیگم کے ہاتھ تین سو روپے کو بیچا ہے تم اس پر اپنی گواہی لکھ دو میں نے لکھ دی ان کے علاوہ
 باقر حسین و منور بیگم و فرخندہ بیگم نے شہادت دی۔ حاکم مجوز نے اس پر یہ تجویز صادر فرمائی کہ بیع بنام محمدی بیگم
 اس بیعنامہ سادہ سے ثابت نہیں، نہ شرعاً نہ ضابطہ نہ عقلاً۔

متشور عابدیں و جبکہ دار ثبوت بیع قوی مجلس واحد میں وجہ ایجاب و قبول پر ہے عدالت نے خود انظار
 محمدی بیگم یا جس میں اس نے بیان کیا کہ یہ مکان شوہر منظرہ نے بعد از سرحد و سپہ منظرہ بیع کر کے
 کاغذ میرے حوالہ کیا کاغذ بعد گفتگو کے بیع کھا گیا گفتگو کے بیع یہ برقی تھی بائع نے کہا میں کاغذ بیعنامہ تمہیں
 لکھا اے دیتا ہوں میں نے کہا آئیں، وقت گفتگو کے بیع اور وہ نے بیعنامہ کے کوئی نہ تھا صرف میرا خاوند اور
 میں تھی، اولاً صرف یہ کہنا بائع کا کہ بیعنامہ لکھا اے دیتا ہوں وعدہ ہے نہ ایجاب، بالقرض ایجاب بھی ہوتا تو
 قیسی ثمن ایجاب و قبول میں ضرور ہے وہ یہاں مفقود۔ دوم گواہی یوسف علی خاں و سید حسرت علی مسریع
 لدوری و مصنوعی خلاف بیان مدعا علیہا ہے یہ صاف صاف اپنے سامنے ایجاب و قبول ہونا بیان کرتے ہیں
 اور مدعا علیہا لکھا چکی کہ وقت گفتگو کے بیع کوئی نہ تھا اور گفتگو کے بیع وہ تھی، غلام محمد الدین خاں لکھتا ہے
 بائع نے سقف مکان جمید پر مجھ سے کہا تھا کہ میں نے اپنا مکان بقیعت سرحد و سپہ بدست محمدی بیگم بیچا میں
 نے زیر سقف نزد محمدی بیگم اگر دریافت کیا تو مسامحہ نے کہا میں نے یہ مکان بقیعت سار خرید اسے تم گواہی کر دو،
 اگر عدالت کلام بائع کو جو بالائے سقف کہا ایجاب قرار دیتی ہے تو قبول مدعا علیہا نے زیر سقف ظاہر کیا ہے
 مجلس مذاکرہ ہے اور وہ موجب بطلان و عدم انعقاد بیع ہے۔ شمس الدین خاں لکھتا ہے بائع نے بالاسقف
 کہا میں نے یہ مکان بدست محمدی بیگم فروخت کیا ہے تم بھی گواہی کر دو پھر منظرہ محمدی بیگم کے پاس آیا اور مبارکی
 دی، محمدی بیگم نے کہا ہاں پرسوں میرے زوج نے یہ مکان میرے ہاتھ بیچا ہے، اگر قول بائع کو ایجاب مان لیا جائے
 تو قبول نہ کر دو کہ محمدی بیگم نے اپنے خریدنے سے خبر دی ہے جس سے پایا جاتا ہے کہ بیع پہلے ہوئی، اشرف علی کا تب
 نے صرف کتابت بیعنامہ یعنی اپنے فعل پر گواہی دی ہے، ایسی گواہی جائز نہیں۔ باقر حسین گواہ صرف اقرار کا
 بوجہ واحد ہونے کے نصاب نہیں، علاوہ برآں جملہ گواہ رجال غیر ثقہ غیر معتمد ہیں کوئی قرینہ صداقت نہیں
 نہ بیعنامہ و جسٹرز بر کاغذ ششام نہ عمرہ بعلم بائع نہ دستخط اس کے، نہ گواہی کسی اہل محلہ کی۔ فرخندہ بیگم
 کو اسی مدعا علیہا کی گواہی بھی تھی تانی غیر مقبول ہے، شہ علی شاہ صریح نام مقبول الشہادۃ کہ باقر خود وارثی مونچہ
 چوڑا سال سے صنفار لکھتا ہے۔

ضابطہ اس بنا پر کہ اس زمانہ فقہ میں بلحاظ سدابہ زور سرکار نے دستور العمل مرتب
 فرما دیا ہے جس میں سپیش از قنوں کو نسل زیادہ و نسل روپے سے ہونا و بشری انتقالات قطعی جائز و غیر مقبول لازمی تھا

زمانہ کونسل میں زمانہ انہیچاہ و دوپہ لگزی رکھ کر بہت سے قیوم اسٹامپ وغیرہ بڑھادئے گئے بلحاظ پابندی دستور العمل قدیم و جدید بینا مر سادہ عند العداالت ساقط الاعتبار ہے خاصہ ایسے محل پر کہ حسب تحریر مدعا علیہا بائع آدم فرسبی و جملہ ساز ہے، مانا کہ عدالت نے اسٹامپ و فیس لے لیا ہے مگر مقصود سوا اس کے نہ تھا کہ عدالت انکشاف اصلیت معاملہ کر کے عذر کسی کا باقی نہ رکھے۔

عقلاً حالت اشتباہی بینا مر ظاہر ہے، بائع کھا پٹھا آدمی ہے نہ اس کے قلم کی تحریر نہ دستخط نہ اہل محلہ یا سر، نزد اقارب کی شہادت، نہ اسٹامپ، نہ وثائق نویس رجسٹری کا لکھا ہوا، حدود جنوبی و شمالی مشکوک، مہر عرفا محفوظ نہیں رہتی جس کا دستیاب ہونا اہل خانہ کو دشوار ہو، جس حالت میں بیع مدعا علیہا ثبوت کو نہ پہنچی اسس بنا پر اول مدعا علیہا کو کوئی منصب اعتراض کا بینا مر رجسٹری شدہ موسومہ مدعی و بائع مدعی پر نہیں۔ دوم ہر دو بینا مر مدخلہ مدعی رجسٹری شدہ و باضابطہ نہیں۔ سہم بائع کو ہر دو بیع منظرہ مدعی مسلم مقبول ہیں، لہذا حکم ہوا کہ فیصلہ بحق مدعی ہو کہ خرچہ مدعی ذمہ گدی بیگم و نجم النبی خاں عائد ہو فقط۔ اب علل شرع سے استفسار ہے کہ شرعاً اس صورت میں حکم کیا ہے شہادت پیش کردہ گدی بیگم وجود مذکورہ مردود ہیں یا نہیں؟ شہود پر نہ کوئی جرح لی گئی نہ وہ مجروح ہیں، ایسی حالت میں انھیں بلا ثبوت غیر ثلثہ و غیر معتد قرار دینا کیسا؟ عبد الرزاق خاں کا ذکر تجویز میں اصل نہ فرمایا گیا جس کے ملاحظہ کے بعد باقر حسین ننہا گواہ اقرار نہیں ثبوت بیع کیلئے خاص ایجاب و قبول پر شہادت گزرنہ ضرور ہے یا اقرار بائع کا ثبوت بھی کافی، اور بر تقدیر ثبوت اقرار یہاں فیصلہ شرعاً بحق یعقوب علی خاں ہونا چاہئے یا بحق محمدی بیگم؟ بیتنوا تونجودا۔

الجواب

اللهم هداية الحق والصواب، طالب حق یہاں چند امر ملحوظ رکھے کہ باذنہ تعالیٰ و بموجب حکم میں وقت نہ رہے،

اول ثبوت بیع کے دو معنی ہیں، ثبوت فی نفسه یعنی بیع فی الواقع کا موجود و معتد ہونا اور ثبوت عند القاضی یعنی حاکم کے نزدیک اس کا پایہ ثبوت کو پہنچنا۔ ثبوت فی نفسه نہ صرف بیع قوی بلکہ ہر بیع کا قوی ہو یا فعلی وجود ایجاب و قبول پر موقوف ہے کہ وہ ارکان عقد ہیں اور کوئی عقد چاہنے دکن کے متحقق نہیں ہو سکتا ہاں ایجاب و قبول اس سے عام ہیں کہ قوت ہوں یا فعلاً، مراحتہ ہوں یا دلالت، عبارتہ ہوں یا اقتضاً، خطابا ہوں یا کتاباً، غرض کوئی قول کوئی فعل طرفین سے ایسا ہونا چاہئے جو باہم مبادلہ مال بالمال کی تراضی پر دلیل ہو کہ ان عقود میں معنی ہی اعتبار کہ ہے زبانی تلفظ پر مدار نہیں، ولہذا علماء تصریح فرماتے ہیں کہ بیع جس طرح بعت اشترویت کہنے سے ہو جاتی ہے یونہی تحریر سے بھی کہ قلم بھی ایک زبان ہے۔ ما شہاہ

میں ہے :

الکتابۃ یصح البیع بہا قال فی الہدایۃ
والکتاب کا لفظ ابلیہ
تقریری بیع صحیح ہے جس کو ہدایہ نے بیان کیا اور
تقریر زبانی خطاب کی طرح ہے (دست)

ولہذا فرماتے ہیں تعاطی سے بھی ہو جاتی ہے جہاں نہ تقریر نہ تحریر، ایک تھان رکھا ہے بزاز سے
پوچھا قیمت کینہ ہے؟ کہا دسٹ روپے، اس نے روپے رکھ کر تھان اٹھایا، اس نے روپے لے لئے بیع
ہو گئی اگرچہ نہ بزاز نے خرچہ کیا نہ اس نے خریدا۔ ہدایہ میں ہے،

المعنی ہو المعترفی ہذہ العقود لہذا
یعقّد بالتعاطی فی النفیس والخبیس
ان عقود میں معنی معتبر ہوتا ہے لہذا دستی (دل بدل
سے اعلیٰ اور ادنیٰ چیز میں بیع منعقد ہو جاتی ہے
کیونکہ قرعین کی رضا مندی پائی گئی ہے (دست)

اور شک نہیں کہ دستاویز بیع نام بطور عرسوم و معبود لکھ کر گواہیاں کو اگر مشتری کو حوالہ کرنا اور اس
کا بخوشی لے لینا قطعاً دلیل تراضی ہے۔ عند الانصاف اسی قدر تحقق ایجاب و قبول کے لئے کافی ہے اگرچہ
اس سے پہلے زبانی گفتگو صرف اسی قدر آئی ہو کہ اس نے کہا میں بیع نام تمہیں لکھوا کر دیتا ہوں، اس
نے کہا آئیں کہ یہاں تک اگرچہ صرف وعدہ پسند تھا مگر بیع نام بطور مذکور لکھا کر دینا لینا دلیل تراضی ہو کر ایجاب
قبول ہو گیا جس طرح شائع و ذائع ہے کہ والدین کوئی جائیداد اپنے روپے سے خرید کر بیع نام اپنے کسی بچے کے
نام لکھواتے ہیں تمام عالم جانتا ہے کہ اس سے مقصود اس کی تملیک ہی ہوتی ہے اور وہ جائیداد اسی بچے کی
ٹھہرتی ہے اگرچہ زبان پر یہ کافرت بھی نہ آیا احکام الصغار علامہ استریشینی میں ذخیرہ و تجنیس سے ہے،
امراة اشترت ضیعة فولدھا الصغیر من
مالھا و وقع الشراء لالام لانھا لا تملک
الشراء للولد وتكون الضیعة للولد
لانھا تصیر و اھبة والام تملک ذلک و
یقع قبضھا عنہ ۱۰
ایک عورت نے اپنے مال سے نابالغ بیٹے کے لئے
زمین خریدی، یہ خریداری والدہ کی ہوگی کیونکہ وہ
نابالغ بیٹے کے لئے خریدار نہیں ہو سکتی اور یہ زمین
بیٹے کی ہوگی کیونکہ مال ہبہ کرنے والی ہوئی کیونکہ
مال کو ہبہ کا حق ہے اور پھر بیٹے کی طرف سے قبضہ لایا۔ (دستا)

۱۰۶/۲ لہ الاشبہ والنظائر القرن ثالث احکام الکتابۃ ادارۃ القرآن کراچی
۲۴-۲۵/۳ کتاب البیوع مطبعہ یوسفی کھنڈ
۱۸۶/۱ احکام الصغار علی ہامش جامع الفصولین باب فی مسائل البیوع اسلامی کتب خانہ کراچی

دو ہر شہرت عند القاضی جس طرح شہادت اصل عقد سے ہوتا ہے یعنی گواہ کہیں ان دونوں نے ہمارے سامنے خرید و فروخت کیا، یہ بھی شہادت اقرار سے بھی کہ گواہ کہیں ہمارے سامنے اس نے اقرار بیع کیا، جامع الفصولین فصل ۱۱ میں برقراری فقہی الامام الحاکم الشہید سے ہے، ادعیٰ بیعاً و شہداً انہ اقربا لبعیم تقبل ۱۱۰ ایک شخص نے بیع کا دعویٰ کیا اور دو گواہوں نے اس کے بیع کے اقرار پر شہادت دی تو شہادت قبول ہوگی (ملقطاً)۔ (ت)

یوں ہی شہادت مختلطہ سے بھی یعنی ایک گواہ عقد بیع پر شہادت دے اور دوسرا استدراج پر بیع ثابت ہو جائے گی۔ جامع الفصولین میں برقراری فقط قضاوی امام قاضی طبر سے ہے، فی البیع والایجارۃ والصلح لو شہد احدہما بعقد والاخر باقرارۃ بہ لایضرب ۱۱۱ بیع، اجارہ اور صلح کے معاملات میں ایک شہادت دی کہ عقد کیا ہے دوسرے نے اقرار کی شہادت دی تو یہ اختلاف مضر نہیں۔ (ت)

اسی میں برقراری بسیرا سے ہے،

ادعیٰ شراء و شہد احدہما بہ والاخر ۱۱۲ دی نے خریداری کا دعویٰ کیا، ایک گواہ نے خریدنے کی اور دوسرے نے خرید کرنے کے استدراج کی شہادت دی تو مقبول ہوگی۔ (ت)

اسی میں برقراری لطائف الاشارات سے ہے،

شہد بنحو بیع والاخر باقرارۃ بہ ۱۱۳ ایک نے بیع کی اور دوسرے نے اس بیع کے اقرار کی شہادت دی تو مقبول ہوگی۔ (ت)

اسی میں ہے،

ادعیٰ الشراء و شہد احدہما ببیع ۱۱۴ دی نے خریداری کا دعویٰ کیا، ایک نے فروخت

۱۶۴/۱	اسلامی کتب خانہ کراچی	الفصل الحادی عشر	جامع الفصولین
۱۶۴/۱	" "	"	"
۱۶۴/۱	" "	"	"
۱۶۴/۱	" "	"	"

و شہد الاخر کہ بائع از و مر بنفس طلب کرد
تقبل لان طلب الثمن اقرار منه بالبيع
کرنے اور دوسرے نے یہ شہادت دی کہ بائع نے
اس مشتری سے قیمت طلب کی ہے شہادت مقبول
ہوگی کیونکہ قیمت طلب کرنا فروخت کرنے کا اقرار ہے۔
یہاں سے ثابت ہوا کہ شہادت اقرار کے بعد شہادت ایجاب و قبول کی اصلاح حاجت نہیں و لہذا
تنہا اقرار کی گواہی کافی ہو جاتی ہے و لہذا ایک گواہ اقرار کے ساتھ ایجاب و قبول کی ایک ہی شہادت کافی
ہے حالانکہ نفس محنت پر صورت اولیٰ میں شہادت اصلاح نہیں اور صورت ثانیہ میں نصاب تمام اور جب
شہادت اقرار کے ساتھ نفس عقد کی تفتیش ہی نہ رہی تو آفتاب کی طرح روشن ہوا کہ اس کے ہرستے حاکم
کو اس بحث کی کچھ گنجائش نہیں کہ مشتری کے لفظ تو معلوم ہی نہ ہوئے یا بیان اس مجلس میں نہ تھا یا اس
کا کلام انشاء قبول نہ تھا اخبار تھا یہ تحقیقات تو نفس ایجاب و قبول سے متعلق تھی جب شہادت اقرار
بائع کی نسبت ہے بیع ثابت ہوگی الفاظ مشتری یا اتحاد و تعد مجلس سے کیا بحث رہی۔

موسم اطلاق عبارت بتاتے جاننا اور دوسرے سے لکھوانا اپنے لکھنے سے کسی طرح کم نہیں بلکہ اس سے
اقوی ہے، علماء فرماتے ہیں کتابت تین قسم ہے، ایک نامعلوم جیسے ہر ایسا پانی پر لکھنا، یہ محض باطل ہے۔
دوسری موسوم یعنی طریقہ معہودہ معرودہ پر لکھنا جس طرح خطوط میں العتاب و آداب سے آغاز یا تمسکات میں
مشک فلان بن فلان سے شروع، یہ ضرور معتبر ہے۔ تیسری معلوم غیر موسوم جیسے کاغذ پر وہ تحریر کہ طریقہ معہودہ
پر نہ ہو اس کے ساتھ جب تک نیت یا دلیل نیت نہ پائی جائے معتبر نہیں، دلیل نیت مثلاً لکھ کر گواہ
کرنا یا عبارت بتانا کہ دوسرے سے لکھوانا کہ قول رائج میں اس کے بعد گواہ کرنے کی حاجت نہیں تو ثابت
ہوا کہ عبارت بتا کر لکھوانا اپنے لکھنے سے قوی تر ہے کہ غیر موسوم طور پر خود لکھے اور گواہ نہ کرے تو معتبر نہیں
اور دوسرے سے لکھوانے تو بے گواہ کے معتبر ہے۔ حقوق الدریہ میں ہے،

فی الزیل والملتقى آخر الكتاب في
مسائل شتى قالوا الكتاب على ثلاث
مراتب، مستبين موسوم وهو
ان يكون معنواى مصدر یا بالعنوان وهو
ان يكتب في صدره من فلان الى فلان على
ذیسی اور مکتفی مسائل شتی کے آخر میں ہے فقہاء
کرام نے فرمایا تحریر تین مراتب پر ہے، ایک
یہ کہ واضح معنوں پر وہ یہ کہ اس کے شروع میں
یہ عنوان ہو کہ فلان سے فلان کی طرف جیسا کہ چٹھی
میں طریقہ مرقوم ہے، یہ چٹھی بالکل زبانی گفتگو

ماجرت به العادة فهذا كالنطق فلزم
حجة ، ومستبين غير مرسوم كالكتابة
على الجدران واوراق الاشجار و على
الكاغذ لا على الوجه المعتاد فلا يكون
حجة الا بالضمائم مثل اخراليه كالنية
والاشهاد عليه والاملاء على القدير
حتى يكتبه لان الكتابة قد تكون
للتجربة ونحوها وبهذه الاشياء تتبين
الجهة وقيل الاملاء بلاشهاد لا يكون
حجة والاول اظهر، وغير مستبين
كالكتابة على الهواء والماء وهو بمنزلة
علام غير مسموع ولا يثبت به شيء
من الاحكام وان نوى امر ومثله في
الهداية وفتاوى قاضى خان

کی طرح محبت ہے، دوسری واضح غیر معنون جیسا کہ
کسی دیوار پر، درخت کے پتوں یا عام کاغذ پر
غیر متوجہ طریقہ پر لکھی گئی ہو کسی دوسری چیز کی مدد
کے بغیر محبت نہ ہوگی مثلاً نیت یا گواہی یا دوسرے
کو اطوار کے بغیر محبت نہ بنے گی کیونکہ ایسی تحریر
کبھی تحریر کے لئے ہوتی ہے لہذا مذکور قرآن سے
اس کی وجہ متعین ہو سکے گی، بعض نے کہا ہے کہ
اطوار کی صورت میں جب تک گواہی نہ ہو محبت
نہ بنے گی لیکن اول قول درست اور اظہر ہے،
تیسری وہ کہ واضح نہ ہو جیسا کہ ہوا اور پانی پر تحریر
ہو تو اس کی حیثیت غیر مسموع کلام جیسی ہے اس
سے کوئی حکم ثابت نہ ہو سکے گا اگرچہ نیت بھی کی ہو اور
ہدایہ اور فتاویٰ قاضی حسان میں بھی
ایسے ہی ہے۔ (ت)

چہاں اس مہربان نام ایجاب و قبول کا ہے اور وہ جب الفاظ میں ہو خود گفتگو ہے اور کسی
شے کی گفتگو بمعنی اس چیز کی بات چیت اور مشورے اور قرار کے بھی مستعمل مثلاً کسی کے نکاح کا
مشورہ ہوا ہو تو اس سے کہیں آج تمہارے بیاہ کی گفتگو تھی اس کے یہ معنی نہیں کہ ایجاب و قبول
ہو گیا بلکہ وہ مشورہ اور بات چیت مراد ہے تو لفظ گفتگو سے بیع دوعنی کو محتمل، اول اضافت بیانہ یعنی وہ
گفتگو کہ بیع ہے اس تقدیر پر اس سے مقصود نفس ایجاب و قبول ہوگا۔ دوم اضافت لامید یعنی
بیع کا مشورہ اور اس کی بات چیت، اس تقدیر پر ہرگز اس کے معنی ایجاب و قبول نہیں بلکہ پیش از
ہذا اس کے باب میں مکالمہ یا بھی و ہذا اظہر جدا (اور یہ خوب ظاہر ہے۔ ت)

پنجم جب کسی معاملے کے متعلق کوئی شہادت پیش ہو اور حاکم اسے ایک امر میں قبول کر لے
تو اسی مقدمہ کے متعلق کسی دوسرے امر میں بھی اسے رد نہیں کر سکتا سوا بعض صورت استثنائے

ذکر خاص اسی امر میں کہ یہ تو حاکم کا صریح تناقض ہو گا۔ در مختار میں ہے،

الشهادة اذا بطلت في البعض بطلت في الكل
الا في حبد بين مسلم ونصراني فشهد نصرانيان
عليهما بالعقوبة قلت في حق النصارى فقط
اشبالا قلت وزاد محشيتها خمسة اخرى
معزية للبرازية

محشی نے ایسی مزید پانچ صورتوں کا اضافہ کیا ہے اور یہ برآزیہ کی طرف منسوب ہیں۔ (ت)

رد المحتار وغیرہ میں ان صورتوں کا مضمحل بیان ہے جنہیں اس مقدمہ سے کوئی تعلق نہیں،

اقول واذا ثبت ان الشهادة اذا بطلت في
البعض بطلت في الكل لزمه انها اذا قبلت
في البعض قبلت في الكل والا لبطلت في
البعض فبطلت في الكل مع انها قد قبلت
في البعض هذا خلف فاحفظه فانه فائدة
جليلة مهمة۔

کو مضمحل کر دیکر یہ فائدہ جلیلہ ہے۔ (ت)

ششم غیر ثلث اہل شہادت ہے اور شہادت فاسق مقبول نہ ہونے کے یہ معنی کہ اس کی شہادت
کا قبول واجب نہیں، نہ یہ کہ صحیح ہی نہیں، یہاں تک کہ اگر حاکم صریح فاسقوں کی شہادت قبول کر لے تو وہ بھی
مقبول ہو جائے گی اگرچہ حاکم اس قبول کے باعث آثم ہو۔ بکر الرائق و در مختار میں ہے،

والنظم للدر باب القبول وعدمه ای من
يجب على القاضي قبول شهادته ومن
لا يجب لا من يصح قبولها ولا يصح
لصحة الفاسق مثلا كما حققه
المصنف تبعا ليعقوب بما شا

الفاة ذکر کے ہیں، باب القبول وعدمه، یعنی کس کی
شہادت کو قبول کرنا قاضی پر واجب ہے اور کس کو
قبول کرنا واجب نہیں، یہ مطلب نہیں کہ کس کو قبول
کرنا صحیح ہے یا نہیں، کیونکہ مثلاً فاسق کی شہادت
قبول کرنا صحیح ہے جیسا کہ مصنف نے یعقوب پاشا

ذریعہ کی اتباع میں محقق کیا ہے۔ (ت)

درہ غریب ہے۔

لو قبل القاضي وحكم بها كان اثماً لكنه ينقد
وفي الفتاوى القاعدية هذا اذا غلب على
ظنه صدقه وهو ما يحفظه
اگر قاضی نے فاسق کی شہادت قبول کر کے فیصلہ دیا
تو ماذہ ہو جائے گا لیکن قاضی گنہگار ہوگا۔ فتاویٰ
قاعدیری میں ہے یہ تب ہوگا جب قاضی کو ظن غالب ہو
کہ فاسق سچا ہے، یہ محفوظ کرنے کے قابل ہے (ت)

تنویر الابصار جامع البہار وشرح علای کتاب القضا میں ہے۔

اهله اهل الشهادة والفاقد اهلها فيكون
اهله لكنه لا يقلد وجوباً وياثم مقلده
كقابل شهادة به يفتى وقيد في القاعدية
بما اذا غلب على ظنه صدقه فليحفظه
اھ ملتقطاً۔
قضا کا اہل وہی ہے جو شہادت کا اہل ہو، اور فاسق
شہادت کا اہل ہے لہذا وہ قضا کا اہل ہے لیکن
اس کو قضا پر مقرر نہ کیا جائے اس کو قضا پر مقرر
کرنے والا گنہگار ہوگا، جیسا کہ اس کی شہادت قبول
کرنے والا گنہگار ہوگا، اسی پر فتویٰ دیا جائے، اور

فتاویٰ قاضی پر میں اس کو قاضی کے ظن غالب سے متنبہ کیا ہے کہ فاسق کی شہادت صدق پر مبنی ہے، اس کو
محفوظ کرو، درہ، اھ ملتقطاً۔ (ت)

ہفتم اگر تزیہ مثلاً کسی مکان پر دعویٰ کرے کہ یہ میرا ہے میں نے بکر سے خریدا ہے اور عسمرہ
معا علیہ جس کے قبضے میں وہ مکان ہے وہ کہے کہ بکر مکان میرا ہے میں نے بکر سے خریدا ہے تو اس
صورت میں وہ معا علیہ مدعی اور یہ مقدم باب دعویٰ الرعایین سے ہو جائے گا دونوں طرف سے شہادت
مسموع ہوگی اور اب یہ دیکھیں گے کہ ان میں ایک نے اپنی خریداری کی تاریخ بیان کی ہے یا دونوں نے یا
کسی نے نہیں، اور اگر دونوں نے بیان کی ہے تو تاریخ ذوالیحد کی مقدم ہے یعنی عمرو جس کے قبضے میں مکان ہے
یا خارج کی یعنی زید جس کے قبضے میں نہیں ان سب صورتوں میں وگرنہ صاحب قبضہ کی ہوگی مگر جبکہ خارج کی
تاریخ مقدم ہو غرض یہاں اول ترجیح تقدم تاریخ سے ہے کہ اس کے بعد قبضہ ہونے نہ ہونے پر بھی لحاظ نہیں
ہوتا اس کے بعد ترجیح قبضے سے ہے کہ دوسرے کی تاریخ مقدم نہ ہو تو ہر طرح اسی کو ترجیح دیتی ہے۔ فتاویٰ

۱۔ در مختار کتاب الشہادۃ باب القبول ویدہر مطبع مجتبائی دہلی ۹۳/۲
۲۔ الدرر المحکم شرح غرر الامکام کتاب القضاء نور محمد کاخانہ تجارت کتب کراچی ۴۰۴/۲
۳۔ در مختار شرح تنویر الابصار مطبع مجتبائی دہلی ۴۱/۲

عالمگیر میں ہے ۔

15

ان ادعیاء الشراء من واحد وكانت العين
فی ید احدھما فھما لذلک الید سواء ارض
امہ لم یؤرخہ اذا ارخا و تاریخ الخارج اسبق
فیقضی بہا الخارج کذا فی الکافی اھم لقطہ
اگر دو شخص ایک شخص سے کسی چیز کی خریداری کے مدعی
ہوں تو جس کا قبضہ ہو گا وہی مالک قرار دیا جائے گا
وہ تاریخ بیان کرے یا نہ کرے برابر ہے اور دونوں نے
تاریخ بیان کی تو غیر قابض مدعی کی تاریخ پہلے ہو غیر قابض
کو مالک قرار دیا جائے گا ، کافی میں یونہی ہے احوط لقطہ (د)

فصول عمادی ہندیہ باب فی ترفع بر دعوی المدعی میں ہے ،

اذا ادعی عینا فی یدی ساجل فی اشتراطہ
من فلاں منذ سبعة ايام و قال ذوالید
لابل هو ملکی اشتراطہ من ذلک الید
مدعی الشراء منه منذ عشرة ايام و اقلہ
البینة یکون لاسبقھما تاریخاً
ایک شخص کسی چیز کے متعلق جو کہ دوسرے کے قبضہ میں ہے
دعوی کیا کر میں نے یہ چیز فلاں شخص سے ایک ہفتہ قبل
خریدی ہے قابض نے کہا یہ غلط ہے بلکہ یہ چیز میری
ملک ہے میں نے اسی فلاں شخص سے ایک عشرہ
قبل خریدی ہے اور قابض نے اپنے دعوی پر گواہی

پیش کر دی تو یہ حسیہ پہلے تاریخ واسلے یعنی قابض کی ملک قرار دی جائے گی (د)

بیان مسائل سے معلوم ہوا کہ یہاں محمدی بیگم کے مدعیہ ہو جانے پر بھی بحث کی گئی ہے حالانکہ یہ تو
بست واضح بات ہے جب اس نے اپنی خریداری کا دعوی کیا مدعیہ ہو جانے میں کیا شبہ رہا کما ذکرنا
(جیسا کہ ہم ذکر کر چکے ہیں ۔ ت) علماء تو یہاں تک تصریح فرماتے ہیں کہ اگر زید مسموم پر دعوی کرے کہ یہ مال
جو اس کے قبضہ میں ہے میرا ہے ، عمر و جواب دے کہ بلکہ جبر کا ہے اس نے دروغ سب سے پہر دیا ہے تو عمر و
مدعی ہو گیا حالانکہ اس نے اپنی ملک کا دعوی بھی نہ کیا تو دعوی شرار میں مدعی نہ ہو جانے کے کیا معنی ،
جامع الفصولین فصل ۱۰ میں برزفش فتاوی امام رشید الدین سے ہے ،

اذا طلب المدعی یمین ذی الید انہ ودیعة
لیس لہ ذلک لانہ جعل نفسه
صدیقاً ف انہ ودیعة ولا یمین
مدعی نے قابض سے قسم کا مطالبہ کیا کہ یہ چیز اس کے
قبضہ میں بطور امانت ہے تو مدعی کو قابض سے قسم
لینے کا حق نہیں کیونکہ قابض نے یہ ظاہر کر کے کہ میرے

ملہ فتاوی ہندیہ کتاب الدعوی الباب التاسع فورانی کتب خانہ پشاور ۴۴/۴
ملہ " کتاب الدرر الباب السادس فی ترفع بر دعوی المدعی " " " " ۵۱/۴

پاس یہ فلاں کی امانت ہے امانت کا مدعی بن گیا ہے
 جبکہ مدعی سے قسم کا مطالبہ درست نہیں ہے (ت)
 ہشتم فرق ہے اس میں کہ مدعی بعد صدور شہادت اپنے شہود کی نسبت اقرار کرے کہ انہوں نے
 جھوٹی گواہی دی یا یہ حاضر واقعہ نہ تھے کہ اس تقدیر پر وہ اپنے اقرار پر مواخذہ ہوگا کما افادہ فی البحر
 والشامیۃ وغیرہما (جیسا کہ بحر اور فتاویٰ شامی میں اس کا افادہ کیا ہے۔ ت) اور اس میں کہ
 مدعی پیش از شہادت کے میرا کوئی کوئی نہیں یا کہ میں جو شہادت لادنی محض جھوٹی اور جعل ہوگی یا کہ فلاں
 فلاں جو کچھ گواہی میرے لئے دی وہ جھوٹ ہے اس کے بعد وہ گواہ پیش کرے اور فلاں فلاں اس کے
 واسطے شہادت دیں تو مذہب صحیح میں یہ شہادت مان لی جائے گی اور مدعی کے وہ پہلے اظہار و اقرار اس
 کے قبول میں خلل انداز نہ ہوں گے کہ یہاں توفیق ممکن ہے افسانہ نسیان کے لئے ہے ممکن کہ مدعی کو اس
 وقت یہی یاد تھا کہ کوئی شخص حاضر واقعہ نہ تھا یا خاص فلاں و فلاں موجود نہ تھے لہذا اس وقت یہ
 اظہار کیا اور بعد کو یاد آیا اور گواہ حاضر لایا، در مختار میں ہے :

تقبل البینۃ لو اقامها المدعی وان قال
 قبل الیمین لا بینۃ فی سراج خلافا لما فی
 شرح المجموع عن المحیطؒ
 اگر مدعی نے مدعی علیہ کی قسم سے پہلے گواہی پیش کر دی
 تو قبول کر لی جائے گی اگرچہ وہ قبل ازین کہ چکا ہو
 کہ میرے پاس گواہ نہیں ہیں، سراج۔ اور وہ
 جو کہ محیط سے شرح الجمع میں منقول ہے یہ اس کے خلاف ہے۔ (ت)
 حاشیہ علامہ ابراہیم علی پھر رد المحتار میں ہے :

(قوله خلافا لما فی شرح المجموع) لیس فیہ
 حاینانی ذلک بل حکى قولین
 اس کے قول (شرح الجمع کے خلاف) کا مطلب
 یہ نہیں کہ وہ اس کے منافی ہے بلکہ انہوں نے
 دو قول نقل کئے ہیں۔ (ت)

تشریح الابصار و شرح مدنی و مشقی میں ہے :

(قال لا بینۃ لی و طلب یمینہ فخلفہ
 ایک نے کہا کہ میرے پاس گواہ نہیں لہذا بدی علی طبع

۱۳۳/۱	اسلامی کتب خانہ کراچی	الفصل العاشر	سہ جامع الفصولین
۱۱۵-۱۸/۲	مطبع مجتبائی دہلی	کتب الدعوی	سہ در مختار
۲۲۲/۳	دار احیاء التراث العربی بیروت	"	سہ رد المحتار

القاضی ثم برهن) علی دعواه بعد الیمین
(قبل ذلك) البرهان عند الامام (منه)
وكنالوقال المدعی كل بينة اتي بها فهي
شهود ذوات ثم برهن علی الحق قبل خاتمة
وبه جزم فی السراج كما مر (وقيل لا)
يقبل الاصح القبول لجواز النسيان
ثم التذکر كما فی الدر واقرة المصنف
مختصا۔
کہ قبول ہوگی کیونکہ ہو سکتا ہے کہ قبول جانے کے بعد یاد آتی ہو یا پہلے علم نہ تھا اب گواہی کا علم ہو گیا ہو
جیسا کہ در میں ہے، اور مصنف نے اسے ثابت مانا ہے اور مختصراً۔ (ت)
حاشیہ علامہ طحاوی میں ہے،

لان الشهادة تتعلق بالشهود ويجب عليهم
ادواؤها واثم كاتمها وهذا القول منه
لا يثبت زور العدل لانه قبل الشهادة الخ۔

قر میں ہے، الاصح القبول (صح قبول کرنا ہے۔ ت) ، در میں ہے،
لجواز ان يكون له بينة او شهادة فنسيها ثم
ذكرها او كاتم لا يعلم ما ثم علمها۔
جامع الفصولین برز فقط ہے،

وكنالوقال لكل بينة اتي بها

۱۱۹/۲	مطبع مجتبائی دہلی	کتاب الدعوی	لہ در مختار شرح تنویر الابصار
۳۰۰/۲	دار المعرفۃ بیروت	"	حاشیہ الطحاوی علی الدر المختار
۳۳۴/۲	فورعہ کارخانہ تجارت کتب کراچی	"	لہ الدر الکام شرح غرر الاحکام
۳۳۶/۲	"	"	"

فہمی زور شہم اتی اوقال ھل شہادۃ یشہد
 لی فلات و فلات فہمی کذب فہم شہدا۔
 وہ جھوٹی ہے یا ٹیوں کہا فلات فلات کی ہر شہادت میکہ
 حق میں جھوٹ ہے اس کے گواہیوں نے شہادت
 دی مقبول ہوگی۔ (ت)

جب یہ مقضات ثمانیہ محمد ہر نے بفضلہ قوال نے حکم مسئلہ واضح ہو گیا اور چہند مفید بحثوں نے رنگ

انجلا پایا

بحث اول سید اشرف علی شمس الدین خاں، غلام محی الدین خاں، عبدالرزاق خاں، باقر حسین کی
 گواہی میں اصل کوئی خبر نہیں وہ صاف صاف شاہد اقرار عبد الغنی خاں ہیں نہ شاہد ان مجلس ایجاب و قبول
 تو غلام محی الدین خاں و شمس الدین خاں کے بیانات پر یہ اعتراض کہ اگر کلام بائع کو ایجاب قرار دیں تو قبول
 اس مجلس میں نہیں یا محمدی بیگم کا بیان قبول نہیں اخبار سے محض بے محل ہے، نہ ان شاہدوں نے دعویٰ
 کیا کہ ہم حاضر مجلس ایجاب و قبول تھے نہ ان کے بیان کئے ہوئے الفاظ حکایت ایجاب و قبول ہیں وہ
 صراحتہ اقرارات عبد الغنی خاں بیان کر رہے ہیں جن کے بعد محمدی بیگم کا کلام زیر سقوت ہونا یا خبر محض ہونا
 یا اصل کچھ نہ ہونا کچھ بھی معزز نہیں، نہ اس پر لحاظ، کما بقیتنا فی الاموالنا فی (جیسا کہ اسے امرائی
 میں بیان کیا گیا ہے۔ ت)

بحث دوم سید اشرف علی نے صرف اپنے فعل پر شہادت ہرگز نہ دی بلکہ اس گواہی میں صراحتہ
 عبد الغنی خاں کا کلمہ بت بیعتا مر کے لئے حکم کرنا اور خود عبارت بتاتے جانا اور اپنے ہاتھ سے مہر لگانا نہ کر
 ہے، یہ افعال و اقوال عبد الغنی خاں کے ہیں یا سید اشرف علی کے، ان کے ساتھ اگر اپنا لکھنا بیان ہوا
 تو ان سب پر شہادت کیوں صرف اپنے فعل پر شہادت قرار پائی۔

فی الہندیۃ عن المحيط عن النوادر عن
 الامام ابی یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ عنہ
 اذا شہد شاہدان انت فلاتا امرنا
 ان نبلف فلاتا انه قد وھلہ ببیع
 عبده وقد اعلنا او امرنا انت
 نبلف امراتہ انه جعل امرھا
 ہندیہ میں محیط سے منقول کہ نوادر روایات میں سے
 امام ابو یوسف سے منقول ہے کہ جب دو گواہ شہادت
 دیں کہ فلات شخص نے ہمیں کہا کہ ہم فلات کو یہ اطلاع
 دے دیں کہ اس نے اس کو وکیل بنایا ہے کہ اس کے
 غلام کو فروخت کر دے تو ہم نے اس فلات کو اطلاع
 پہنچا دی یا گواہوں نے یہ شہادت دی کہ اس شخص

بیدھا بخلنا ہا و قد طلعت نفسہا جازت
شہاد تہما لہ

نے ہیں کہ اگر ہم اس کی بیوی کو مطلع کر دیں کہ اس نے

اسے طلاق کا اختیار دیا ہے تو ہم نے اس کی بیوی کو مطلع کر دیا ہے اور اس کی بیوی نے اپنے نفس کو طلاق سے دی ہے تو یہ شہاد جازت ہوگی۔ (ت)

بحث سوم ظاہر ہوا کہ باقر حسین تنہا گواہ اقرار نہیں بلکہ اس کے پانچ گواہ ہیں اور ایسی جگہ پر بحث کہ ثبوت بیع ایجاب و قبول مجلس واحد سے ہوتا ہے معنی ثبوت میں تفرق نہ کرنے سے ناشی و ثبوت فی نفسہ ہے ثبوت عند الغاضی کے لئے صرف ثبوت اقرار کافی ہے۔

بحث چہارم اظہار محمدی بیگم میں کہیں ایجاب و قبول کی نفی نہیں، نہ اس کے بیان مذکور تجویز میں کوئی لفظ صحت ہے کہ اس کے سوا ذی و شر میں دربارہ بیع کوئی کلام نہ آیا نہ بادی صحت شہادات اقرار حاکم کے حضور مذکورہ ایجاب و قبول آنا کچھ ضروری محمدی بیگم نے وقوع عقد الغایہ ایجاب و قبول کو ان لفظوں میں ادا کر دیا کہ یہ مکان مشورہ نے بیع کے کاغذ میرے حوالہ کیا اور وہ گفتگو سے بیع جو اس نے بیان کی کہ میں بیعنامہ نہیں لکھوائے دیتا ہوں، میں نے کہا آمین، بیان ایجاب و قبول نہ تھی بلکہ وہ گفتگو معنی قرار داد و مشورہ بیع تھی جیسا کہ صراحت اس کے لفظ سے ظاہر ہے اگر کئے ممکن کہ اس کی مراد گفتگو سے بیع سے یہی ایجاب و قبول تو ہم کہیں گے ممکن کہ اس کی مراد وہی قرار داد و مشورہ ہو غیب پر حکم کر دینا اور امر محتمل سے ایک معنی بطور خود سمجھ لینا کیونکہ صحیح ہوا بلکہ جب لفظ صراحت مشورہ سے ہی کے ہیں تو اسی پر حمل واضح، ہاں اگر اس کے کلام میں تصریح ہوتی کہ اس کے سوا بیع کا کوئی مکالمہ عبد الغنی خاں نے مجھ سے نہ کیا تو یہ معنی ٹھیک ہوتے اور جب ایسا نہیں تو عقلاً و نقلاً احتمال قاطع استدلال۔

بحث پنجم یہیں سے ظاہر ہوا کہ یوسف علی خاں و سید خیمت علی کے بیانیوں کو اظہار محمدی بیگم سے اصل تنافی نہیں، وہ دو وقت کسی اور کے ہونے کا انکار کرتی ہے، وقت مشورہ اور وقت داؤن بیعنامہ وقت ایجاب و قبول کسی کے وجود ہونے نہ ہونے کا اس کے اظہار میں کچھ ذکر نہیں اور یہ دونوں وقت ایجاب و قبول اپنا ہونا بیان کرتے ہیں وقت قرار داد و وقت عطائے بیعنامہ سے کچھ بحث نہیں تو منافات کہاں ہوئی اور ایسی عمل بات پر مسلمانوں کی گواہی محض زوری و جعلی کیونکہ ٹھہر سکی۔

بحث ششم اگر فرض ہی کیجئے کہ گفتگو سے بیع سے محمدی بیگم کی مراد ایجاب و قبول ہی ہے جب بھی برہانے مذہب صحیح کہ ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب ہے اس کے اظہار سے

شاہدین ایجاب و قبول کی شہادت پر اصل آچ نہیں آتی، بیان سائل سے معلوم ہوا کہ محمدی بیگم کا اظہار سید شہمت علی دیوسف علی خاں بلکہ تمام شہود کے اظہار سے پہلے ہوا اور امر بستم میں واضح ہو چکا کہ اگر محمدی بیگم حراحتاً اپنے اظہار میں یوں لکھائی کہ ایجاب و قبول کی جو شہادت دی محض جھوٹا ہے نری بناوٹ کرتا ہے اور اس کے بعد شہادت گزرتی اظہار مدعیہ یعنی محمدی بیگم سے اسے کچھ حضرت زینبیؓ جب مردوں کے حق میں یہ قرار دیا جاتا ہے کہ مدعی بھول گیا تو عوارث خصم ضامن اس طرح زیادہ مستحق اس عذر کی ہیں خلاف مذہب صحیح امام مسلمانوں کی شہادت کو مصنوعی بنا دینے کا کوئی حق نہ تھا۔

بکشت، مقصود ان ایجابات سے روشن ہوا کہ یہ سات شہادیں فی نفسہا ہر خیالہ اعتراض سے پاک و صاف ہیں رہا شہود کو غیر ثقہ و ناموثق بنا کر قطع نظر اس سے کہ اگر سب دلیل شرعی صرف اس بنا پر ہو کہ ان کی تحقیقات مذکور کی تھیں تو یہ کمی خود مائیم کی طرف سے ہے حاکم پر واجب ہے کہ احوال شہود سے خود پر وجہ کافی آگاہ نہ ہو تو خفیہ تحقیقات کرے جس سے معلوم ہو کہ ان کی شہادت قابل اعتبار شرعاً ہے یا نہیں اگرچہ فریق ثانی کی طرف سے اس کی ترکیب نہ بھی ہو بے تحقیقات کے جزاً افتاء غیر ثقہ کہہ دینے کے کوئی معنی نہیں۔ درختا میں ہے ۱

عندہا یسأل فی النکل اذا جهل به حاله
 حاجین کے نزدیک قاضی جب گواہوں کے حالات کو
 نہ جانتا ہو تو اسے تمام قسم کے گواہوں کے متعلق معلوم

حاصل کرنے کا حق ہے، اسی پر فتویٰ ہے۔ (د ت)

رد المحتار میں ہے، یسأل ای وجوباً (قاضی پر واجب ہے کہ معلومات حاصل کرے۔ د ت)

منہ الخانی میں علامہ غیر مدعی سے ہے ۱

مقتضایان القاضی یا شہد بقرای السوال
 اس کا مطلب یہ ہوا کہ معلومات حاصل نہ کرنے پر قاضی

گنہ گار ہو گا۔ (د ت)

بحر میں ہے :

وفی السراجیة والفتویٰ علی انه یسأل
 اور سرسراجیہ میں ہے کہ فتویٰ یہ ہے کہ قاضی اپنے متعلق
 خفیہ طریقہ سے معلومات حاصل کرے (د ت)

۹۱/۲	مطبوعہ مجتبیٰ دہلی	کتاب الشہادات	۱۱۱
۳۴۲/۲	دار احیاء التراث العربی بیروت	" " "	۱۱۲
۶۳/۴	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	البحر الرانی	۱۱۳
۶۴/۴	" " "	" " "	۱۱۴

یہاں محلِ نظر یہ ہے کہ اسی بیعنامہ محمدی یکم کے تحقیقات میں حاکم نے انھیں شہود کی شہادت پر اٹھا دیا اور اسی کی بنا پر یہ پابندی سرکلر بیعنامہ کو ثابت مان کر فیس و تادان رجسٹری لیا تو اب انھیں شہادتوں کو اسی ثبوت میں نامعتبر و مردود بنانے کا کوئی محلِ نزاع جیسا کہ امریکہ میں واضح ہو چکا وہ غیر نقد نہیں فرضا کھلے فساق ہوتے جب حاکم خود انھیں قبول کر کے حکم کر چکا شہادت نافذ ہو گئی، امر ششم میں واضح ہوا کہ فاسق بھی اہل شہادت ہے پھر بعد قبول زد کے کیا معنی، سائل نے نہ جرات کر کا پیش کی جس کی تعمیل پر حاکم کی یہ کارروائی تھی نہ اس امر کے متعلق تجویز حاکم کی یہ کارروائی تھی نہ اس امر کے متعلق تجویز حاکم کی نقلِ نظر سے گوری کہ اس قبول و تنفیذ شہادات کا حال کیا یہی مشکفت ہوتا پھر بھی اس قدر میں شک نہیں کہ یہ امر بہت قابلِ لحاظ ہے اور مخالفت ضابطہ کا جواب تو اس سے بذاتہ واضح اگرچہ خدامِ شرع کو بعد اللہ تعالیٰ ضوابطِ شرع مطہر کے سوا کسی ضابطے سے بحث نہیں، جب خود صاحبانِ ضابطہ ہی نے وہ سرکلر جاری کیا اور اسی کے مطابق اب بعد ظہور وجہ و اجازت و حصولِ تحقیقات مزید وہ کاغذ مثل کاغذات رجسٹری ظہر گیا تو مخالفت ضابطہ کہاں رہی، فیس و تادان رجسٹری لینے کے بعد بھی سادہ و ساقط الاعتبار بنانا یعنی پڑ گیا سرکلر اس لئے وضع ہوا تھا کہ اسٹامپ کے دام رجسٹری کا تادان سب کچھ لے لیجے اور پھر کہہ دیجئے کہ کاغذ سادہ ہے ساقط الاعتبار ہے یہ کہنا تو پہلے ہی حاصل تھا فیس و تادان کسی بات کے لئے اور اس میں کون سا دفعہ خراب ہے مقتضی عدالت بتایا جاتا ہے کیا قبل ظہور وجہ و تحقیقات مزید کاغذ سادہ کو سادہ کہا جاتا تو شکایت ہوتی کہ بعد ان تمام مراتب کے فیس و تادان لے کر مصدقہ بنا کر سادہ ساقط الاعتبار کہہ دینے سے کوئی غدر باقی نہ رہا۔

بکشت، ششم، قرائن صدق شہادات کی یوں نفی کہ نہ بیعنامے پر رجسٹری نہ کاغذ اسٹامپ کا نہ بائع کے ہاتھ کا کھانا نہ دستخط، نہ اہل علم و اقرار سب کی شہادت کہ انھیں سے بعض کو بے ثبوتی بیعنامہ کا دلیل عقلی بنایا گیا ہے اصلاً قابلِ التفات نہیں۔

اولاً یہ اعتراض خود اپنے حکم پر ہے کہ انھیں شہادات کو ذریعہ ثبوت وجہ و وجہ مان کر فیس و تادان دیا گیا۔

ثانیاً رجسٹری و اسٹامپ نہ ہونا اگر دلیل عقلی بطلان شہادات ہو تو انھیں کی بنا پر فیس و تادان لے کر کاغذ کو مصدقہ رجسٹری و اسٹامپ بنانا طرہ و دوکار رنگ جو گا کہ مصدق ماننا تو موقوف ہوا قبول شہاد است پر اور قبول شہادات مصدقہ ہونے پر۔

ثالثاً امر سوم میں واضح ہو چکا کہ اپنے لکھنے سے دوسرے پر الما اقوی ہے۔
رابعاً یہ سب زوائد و فضولی باتیں ہیں شرع مطہر میں قبول شہادات کو وجوداً و عدماً ان باتوں سے

علاقہ نہیں، شہود اگر معتبر شرعی ہیں ان کی شہادت کا قبول واجب اگرچہ یہ امور سب قطعی ہوں ورنہ نہیں
 اگرچہ یہ امور سب موجود ہوں، یہ سرسری نگاہ سے اتنے اباحت ہیں اور ہنوز بہت امور باقی ہیں کہ بخیر الی
 قطعی ترک کئے۔

بالجملہ تجویز بوجہ کثیرہ غیر صحیح ہے اور اس مسئلہ میں حکم شرعی یہ ہے کہ اگر ان سات شہدوں
 میں دو گواہ بھی معتبر شرعی ہیں خواہ وہ صرف اقرار عبد اللہ بنی خانی کے گواہ ہوں یا صوف ایجاب و قبول کے یا
 ایک اقرار کا ایک ایجاب و قبول کا، تو از انجا کہ یہاں محمدی بیگم دونوں وجوہ ترجیح کی جامع ہے تاریخ نیستی بھی
 اسی کی پہلی ہے اور قبضہ بھی اسی کا ہے لہذا ہر طرح فیصلہ بحق محمدی بیگم ہونا لازم، واللہ سبحانہ
 و تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۵۵۵ از رامپور ۱۸ رمضان المبارک ۱۳۱۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید اور ہندہ کا نکاح ہوا مہر مہر مہر و مہر کے ساتھ
 زید نے جائداد ملکہ و موجودہ خود مہر مہر مہر ہندہ میں مستغرق کر دی اور یہ بھی اقرار کیا کہ آئندہ جو جائداد ملکہ کو کسی
 ذریعہ سے حاصل ہو تو مقدار مہر مہر مہر ہندہ مستغرق و موقوف کبھی جائے اگر یہ تحریر و اقرار زید شرعاً صحیح ہے فہو المراد
 ورنہ جو شرعاً قابل قبول قضا ہو وہ انفاذ بتائے جائیں جو کہ نکلے جائیں جو شرعاً نافذ و جاری ہوں فقط۔

الجواب

شرعاً استغراق جائداد بلا قبضہ جس طرح آج کل رائج ہے محض مہل و مہل دے مہل ہے، یا ان میں مع قبضہ
 مرتین ضرور عقد شرعی ہے مگر وہ دخل مہر اور اس سے نفع لینا حرام، اور زید کا وعدہ نسبت جائداد آئندہ
 اور بھی مہل تر ہے مہر مہر کی نسبت اقرار کیا معنی، مہر مہل کا دعویٰ عورت کو پیش از وقوع طہی ہر وقت ہوتا ہے
 اور بعد طہی بھی لا نکل و طمانہ معقود علیہا (کیونکہ ہر طہی پر عقد ہے۔ ت) تو جائداد موجود مہر میں
 دے دے یا عورت کے پاس رہن شرعی کر دے اور باقی جو جائداد پیدا ہو عورت پر ضامن شوہر دینی لیتی جائے
 نہ دے تو نالیش و سوال اقناعی و نیلام سے کار بر آری آج کل رائج ہے جس میں دو صورتیں شرعی بھی نکل سکتی
 ہیں، ایک دیانہ صرف مقدار دین کو خواہ نیلام میں لے کر زائد کو واپس دینا بناء علی ما ائق بہ الا ان
 من اخذ الحق من خلاف الجنس (اب موجودہ قسری کی بنا پر صاحبہ حق اپنا حق خلاف جنس میں
 حاصل کر سکتا ہے۔ ت)، دوسرے نیلام مقدار مطالبہ سے زائد پر ہونا اور مقدار زیادت کو مدیون کا لے لینا
 فانه يكون تنفيذ اللبیم كما نصوا علیه ومن يتق الله يجعل له مخرجاً (تور یہ بیع کو نافذ کرنا قرار
 پائے گا جیسا کہ فقہار کی اس پر تصریح ہے، اور جو اللہ تعالیٰ سے ڈرے وہ اس لئے راستہ بنا دیتا ہے۔ ت)

مسئلہ مرسلہ محمد اللہ یا رضان مقیم ریاست رامپور محلہ جریا ملا ظالین مگر قسشی عبدالرحمن مرحوم

۲۶ ربیع الاول ۱۳۱۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ہندو سے اوپر مہر تیس ہزار تیس اشرفی رائج اوقت عقد کیا اس کے بعد زید نے دو دکانیں ملوکہ اپنی بوض کل دین مہر ہندو کو ہبہ کر دیں اور کاغذ ہبہ نامہ دستخط شدہ سرکاری بھی مسماۃ ہندو نے ہوض اور غبت بشہادت مردمان ثقات کے اپنے کل دین مہر کا ادا ہونا اور ایک جہ زید کے ذمہ نہ رہنا قبول کر لیا یہاں تک کہ زید کی زندگی میں دس روپیہ ماہوار کر لیا دکانوں کا گیارہ برس آٹھ مہینے سے لیتی رہی اور اب زید مر گیا اب بھی لیتی ہے اور اپنی تمام عمر لے گی، اب سائل سوال کرتا ہے کہ زید نے ہبہ نامہ میں تفصیل تیس ہزار تیس اشرفی کی نہیں لکھی ہے اور جو قرار پایا تھا تو اب زید نے یوں لکھا دیا کہ مسماۃ ہندو کے کل دین مہر کے ادا ہونے کے بدلے یہ دکانیں مجھ زید نے لکھ دیں اب ایک جہ میرے ذمہ دین مہر مسماۃ ہندو کا دینا باقی نہ رہا، پس لفظ کل کے تحریر کرنے سے زید بری الذمہ ہو گیا یا نہیں، اب زید مر گیا مسماۃ ہندو نے دو ہزار روپیہ کی بابت مہر کی پھر نالیش کر دی ہے یہ دعویٰ مسماۃ ہندو کو عدالت میں پہنچا ہے یا نہیں؟

الجواب

دعویٰ مذکورہ محض باطل و ناسکون ہے، جب ہبہ کل مہر کے عوض ہندو نے قبول کر لیا کل مہر بلکہ مقاصد ساقط ہو گیا اب اس میں سے کسی جز کا دعویٰ صریح ظلم ہے،

فان الہبة بالعوض بعم ابتداء وانتهاء	تو جبکہ ہبہ بالعوض ابتداء و انتہاء بیع ہے جیسا کہ
كما في الدر المختار والمشتري لا يبقی	در مختار میں ہے اور خریدار کی ادا کردہ شے میں ملکیت
له ملك ف شئت من الثمن و امثال	ختم ہو جانے کی ایسے مقامات پر بیع و بیع کا ذکر
المقام لا تحتاج الى التسمية بل ولا الى علم	بلکہ مقدار بیع کا علم بھی ضروری نہیں کیونکہ یہاں
المقدار لعدم الحاجة الى التسليم و التسلم	لینا دینا کچھ نہیں ہوتا، ہندیہ میں ہے کہ یہ ایسی
في الهندية هذا بيع لا يحتاج فيه الى	بیع ہے جس میں کچھ سونپنے کی ضرورت ہے نہ ہی بیع
التسليم و بيع ما لم يعلم البائع و المشتري	کی مقدار کا جاننا بائع یا مشتری کی ضروری ہے
مقدار اذا كانت لا يحتاج فيه	تو جس بیع میں سونپنا اور قبضہ دینا نہ ہو تو دیاں مقدار

الى التسليم جائز الا يرى ان من اقوامه
غصب من فلان شيئا او اقوام فلان
او دعه شيئا ثم امن المقر اشتري
ذلك الشيء من المقر له جاز وان كانت
لا يعرفان مقداره - والله اعلم.

کے علم کے بغیر بیع جائز ہے ، کیا دیکھا نہیں کہ کوئی
شخص اقرار کرے کہ میں نے فلان کی چیز غصب
کی ہے یا یہ اقرار کرے اس نے میرے پاس امانت
دہی پھر اقرار کرنا والا مقر سے وہ چیز خرید لے تو جائز ہے
اگرچہ دونوں کو چیز کی مقدار کا علم نہ ہو ۔ - والله

تعالیٰ اعلم (د)

مسئلہ از لشکر گویار محکمہ مسرہ محمد بخش ۲۱ ربیع الآخر شریف ۱۳۱۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس معاملے میں کہ مسماۃ حرمہ نے اپنے شوہر پر اس بیان سے طلاق کا دعویٰ
پیش کیا ہے کہ میرے شوہر نے مجھ کو دگی چار عورتوں کے ایک جلسے میں مجھ کو تین بار طلاق دی اس کو عرصہ
دو مہینے کا ہوا اب ان چار عورتوں میں ایک عورت زمانہ طلاق کا تحینا ڈیڑھ سال بیان کرتی ہے اور دوسری
عورت سوایا ڈیڑھ سال کہتی ہے اور باقی دو عورتوں کی نسبت مسماۃ کا یہ بیان ہے کہ مجھ کو ان کی شہادت
دلانا منظور نہیں ، علاوہ ان کے دو مرد مسلمان اور تین مرد ہندو جن کی نسبت مسماۃ سننے نہ سننے کی لاعلمی بیان کرتی
ہے ان میں ایک گواہ زمانہ طلاق کا چودہ ہندو ماہ کا بیان کرتا ہے اور دوسرا قریب دو سال بیان کرتا ہے اور
تین ہندو کوئی سوایا برس کوئی ڈیڑھ برس اور مسماۃ زمانہ طلاق کا دو مہینے کا بتاتی ہے اور شوہر کو طلاق لینے سے
انکار ہے ، پس اس صورت میں مسماۃ کا دعویٰ طلاق کا شہادت مذکور سے شرعاً کیا حکم رکھتا ہے ؟ بینوا تو جہود

الجواب

مسلمانوں پر کسی معاملے میں ہنود کی گواہی اصلاً معتبر نہیں ، نہ تنہا عورتوں کی گواہی سے طلاق ثابت
ہو سکے کم سے کم دو مسلمان مرد عاقل بالغ متقی پر ہیز گار یا ایک مرد دو عورتیں سب مسلمان عاقل بالغ متقی
پر ہیز گار و رکاز ہیں اگر ایسے گواہ نہیں تو شوہر سے قسم لی جائے اگر وہ قسم کھا کر طلاق ہونے سے انکار کرے
دعویٰ حرمہ رد ہو جائے گا اور اگر شوہر قسم نہ کھائے تو طلاق ثابت ہو جائے گی اور اگر ویسے گواہ شرعی موجود ہیں
تو دعویٰ طلاق آپ ہی ثابت ہے اور ہندو گواہان اور نیز باہم گواہوں کا زمانہ طلاق میں اختلاف کچھ
مقرر شہادت نہیں ، درمختار میں ہے ،

يشترط الاصلاح لو المدعى عليه مسلماً
اگر مدعی علیہ مسلمان ہو تو گواہوں کا مسلمان ہونا شرط

ۛ۔ (د)

اسی میں ہے :

و نصابہا لنکاح و طلاق و جلاں اور جل
وامراتان ولا تقبل شہادۃ اس بع
بلا من جل آٹھ مختصراً۔
عالمگیری میں ہے :

اختلفا فی الوقت او المکان فامس کان
المشہود بہ قولاً محضاً کالبیع والاعیارة
والطلاق والعقاق جازت شہادۃ تہماً اح
مخلصاً۔ والله تعالیٰ اعلم۔
اگر دونوں گواہوں کا وقت یا مکان میں اختلاف
ہو اور شہادت والا معاذہ گفتگو سے متعلق ہو مثلاً
بیع، اعیارہ، طلاق اور عقاق، تو یہ شہادت جائز
ہے اح مختصراً۔ والله تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۵۵۵ از ریاست رامپور مسئلہ غشی واحد علی صاحب پیشکار محکمہ مال ۱۹ ربیع الآخر شریف ۱۳۱۹
کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں :

(۱) ہوضہ ابط و احکام واسطہ فیصلہ خصومات اور رجوع نالش کے خلیفہ یا قاضی وقت نے مقرر
کئے ہیں ان کی پابندی حاکم کو شرعاً لازم و واجب ہے یا نہیں؛ جینوا تو جروا۔
(۲) زید نے اپنی تحریر میں لکھا ہے کہ (مرد و شہر سے باہر گئے ہیں) از روئے احکام شرعی الفاظ مذکورہ سے
خارج و ثابت ہے یا نہیں بلکہ صرف معمولی طور پر جانا پایا جاتا ہے۔ جینوا تو جروا۔

الجواب

(۱) والی حکم حاکم اسلام یا اس کے یہاں کے افسر بالا دست مثل قاضی القضاۃ نے جسے
اس نے لوگوں کو عہدۃ قضا پر اپنے دستخطوں سے مقرر کر دینے کا اختیار دیا ہو یا بالکل جس کے نصب سے
حاکم شرعاً حاکم ہو جاتا ہے اور بے فیصلہ فریقین فیصلہ کرنے کا اختیار پاتا ہے ایسے شخص نے جس کے نصب
میں جو شرائط حکم قضا کے لئے لکھے ہوں یا سلطان خواہ اس کے ماذون مجاز نے جسے وضع ضرر ابط کا اختیار
ہو جو ضابطہ فیصلہ خصومات و رجوع مقدمات کے واسطے مقرر کئے ہوں ان کی پابندی صورت اولیٰ میں
اس خاص حاکم اور ثانیہ میں اس ریاست کے تمام حکام پر خواہی خواہی ضرور ہے، ان کے خلاف جو فیصلہ

ہوگا سراسر مردود و بے اثر و محض ہوگا جیسے کسی ماہ چلے گا کوئی فیصلہ بطور خود کر دینا۔ درختار میں ہے،
القضاء يتخصص بزمان ومكان وخصوصة
حتى لو امر السلطان بعد من سماع الدعوى
بعد خمسة عشر سنة فسمعها لم ينفذ
قضاء کو مکان، زمان اور مقدمہ سے مختص کیا جاسکتا ہے
حتیٰ کہ اگر سلطان نے حکم دیا کہ پندرہ سال گزر جانے
کے بعد دعویٰ کی سماعت نہ ہوگی تو کسی قاضی نے یہ
سماعت کی تو فیصلہ نافذ نہ ہوگا۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے،

عزاد في الاشياء الى الخلاصة وقال في الفتح
الولاية تقبل التقليد والتعليق بالشرطية
استباه میں اس کو خلاصہ کی طرف منسوب کیا ہے اور
فتح میں فرمایا کہ ولایت شرط کے ساتھ مقیدہ اور معلق
ہو سکتی ہے۔ (ت)

اسی میں ہے،

فيكون القاضي معزولا عن سماعها لما علمت
من ان القضاء يتخصص به
ياں اگر ان دو صورتوں کے ساتھ کسی قاضی غیر محال نہ ہے اذیہ والی بطور خود کچھ خواہ مقرر کئے ہوں تو ان کی پابندی
کسی پر لازم نہیں، واللہ تعالیٰ اعلم۔
قاضی اس کی سماعت سے بے اختیار ہو گا کیونکہ قاضی
معلوم ہے کہ قضاء کو خاص کیا جاسکتا ہے (ت)

(۲) الفاظ مذکورہ سے قرار عروج و مرجع ثابت نہیں، باہر مانا ترجمہ خروج کا ہے اور فساد کا ترجمہ
"بھاگ جانا" خروج سے قرار لازم نہیں۔ اللہ عزوجل ذکر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حق میں
فرماتا ہے،

فخرج على قومه من المحراب
اپنی قوم پر محراب سے باہر آئے۔

اللہ تعالیٰ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے فرماتا ہے،

ومن حيث خرجت فول وجهك شطر المسجد الحرام
باہر جاؤ تو اپنا منہ کعبہ کی طرف کرو۔

۱/۴	مطبوعہ مجتبیٰ دہلی	فصل فی الجہس	کتاب القضاء	رد المحتار
۳۴۲/۴	دار احیاء التراث العربی بیروت	"	"	"
۳۴۳/۴	"	"	"	"

کتاب القرآن الکریم ۱۱/۱۹

۱۳۹/۲

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے فرماتا ہے :

ان کنتم خرجتم جہاد فی سبیلہ وابتغاء مرضاتی۔
اگر تم نکلے ہو میری راہ میں جہاد کرنے اور میری مرضی چاہتے ہو تو کافروں سے دوستی نہ کرو۔

ظاہر ہے کہ بھاگ جانے میں یا ہر جانے سے ایک امر زائد ہے اور زیادت سے ثبوت زائد ہرگز ثابت نہیں ہو سکتی، بلکہ یہ غیر مکتبہ مذہب میں جا بجا ہے الاقل هو المتقین (قلیل یقینی امر ہوتا ہے۔ ت) واللہ سبخنہ و تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ از ریاست توکب محل قافلہ مرسلہ مولوی سید ظہور اللہ صاحب ۱۷ شوال ۱۳۱۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندو بلا وصول دین مہر خود درنگی بجز زوج اپنے کے فوت ہو گئی اس نے ایک بجز زوج خود اور دو پسر ایک عمو اور دو سر افرید وارث چھوڑے، بعد تخمیناً آٹھ سال کے عمو بھی فوت ہو گیا اور اس نے ایک زوجہ اور دو پسر اور دو دختر وارث چھوڑے، اب زوجہ عمو نسبت بجز خسر خود کے اس طرح سے دھیرہ رہ گئی کہ میرا دین مہر میرے زوجہ عمو کے ذمہ چاہیے اور عمو کی والدہ ہندو کا دین مہر ذمہ میرے خسر میرے کے واجب ہے جس میں عمو کا بھی حصہ ہے پس اس کے حصہ میں سے اول یہ دین مہر عمو کو وصول کر لیا جا کر باقی اس کا بھگہ کو اور دو پسر اور دو دختر اولاد عمو پر روانی فراموش کیا جائے، بچو اب مطالبہ ہذا بجز عمو کو یہ عذر ہے کہ عمو زوجہ عمو کا دو طرح سے بچہ نہیں پہنچا اول تو یہ کہ زوجہ عمو وارث ہندو کی نہیں دوسرے بقول اس کے اس کا دین مہر اپنے زوجہ عمو پر ہے اور عمو کی والدہ ہندو کا دین مہر عمو بجز بقول اس کے باقی ہے تو گویا دعویٰ اس کا دین کے دیون پر ہوا جو عند الشرح قابل سماعت نہیں جو حسب المسئروایت کے،

لواقامہ البینۃ علی مدیون مدیونہ لایقبل
اگر کسی نے اپنے مقروض کے مقروض پر گواہی پیش کی
ولا یمکن اخذ الدین کذا فی الخلاصۃ۔
تو مقبول نہ ہوگی اور وہ قرض حاصل کرنے کا
حصہ دار نہ ہوگا جیسا کہ خلاصہ میں ہے (ت)

صورت مسئلہ میں اگر جواب بجز کا موافق کتاب کے ہے تو اس استفتاء پر مواہیر ثبت فرمائی جائیں اور اگر خلاف شرع بجز کا جواب ہے تو اس کا حکم مع روایت ذیل میں قلمبند فرمایا جا کر مواہیر ثبت فرمائی جائیں

لہ القرآن الحکیم ۱/۶۰

لہ فتاویٰ ہندیہ کتاب الدعویٰ الباب الثانی عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۱۰۸/۴

یقیناً توجہ دو (بیان کرو اجر دے جاؤ گے۔ ت۔)

الجواب

صورت مستفسرہ میں زوجہ مکروہ کا دعویٰ صحیح و مسکور اور ترکہ کے غدرات باطل و مدفوع ہیں، زوجہ مکروہ ضرور وارثہ ہندہ نہیں مگر اب وہ دین بھی دین ہندہ نہیں فان الموت ناقل للملك (کیونکہ موت ملکیت کو منتقل کرتی ہے۔ ت۔) بعد موت ہندہ بقدر حصہ مکروہ دین مسکور ہو اور زوجہ مکروہ وارثہ مکروہ بھی ہے اور دائرہ بھی مہر زوجہ وغیرہ دیون کہ ذکر مکروہ ہوں جبکہ محیط ترکہ نہ ہوں تو باقی بعد الفاظ وصایا علی حسب الغرض خود ملک وارثہ ہے جن میں زوجہ بھی ہے تو اس قدر میں کہ خود دیون زوجہ مکروہ ہے نہ دیون دیون اور قدر دیون مہر وغیرہ میں اگرچہ ترکہ ملک مکروہ پر باقی رکھا جائے لائنصرافھا الی حاجۃ المیت (میت کی اپنی حالت کیلئے ترکہ منتقل ہونے کی وجہ سے) مگر دائرہ میت و دیون میت جبکہ دونوں وارثان میت ہوں تو ایسے دائرہ کا ایسے دیون دیون پر دعویٰ قطعاً مسکور و مقبول ہے، عدم سماع یا عدم قضا اس صورت میں ہے کہ وہ دونوں یا ان میں ایک میت سے اجنبی ہو۔ تحقیق مقام گیر دائرہ میت کہ دیون میت پر دعویٰ کر کے وصول پاسکے کے لئے دو باتوں کی حاجت ہے،

اولاً میت کا دین اس پر ثابت کرے اور جب یہ میت سے اجنبی ہے اسے ملک میت دیون میت پر ثابت کرنے کا کیا استحقاق ہے فانہ لا یصلحہ خصما عنہ (کیونکہ وہ اس کا فرق بننے کی صلاحیت نہیں رکھتا) اس کے لئے میت کے وحی یا وارث کا دعویٰ درکار ہے۔

ثانیاً اپنا دین میت پر ثابت کرے اور جب یہ عاقل میت سے اجنبی ہے میت پر اثبات دین کے لئے اس کا حضور کافی نہیں فانہ لا یقدہر خصما عنہ (کیونکہ یہ بطور فرق ایک طرف پیش نہیں ہو سکتا) میت کا جو کوئی وحی یا وارث ہو تو میت پر دین ثابت کرنے کے لئے ان میں کسی کا حاضر ہونا ضرور ہے جس شخص عدم سماع کی وجہ عدم امکان ثابت ہے اگر وہ دونوں امر کا ثبوت کسی طرح ہو جائے تو دعویٰ ضرور قابل قبول ہے ولہذا اگر دین دائرہ میت نزد قاضی ثابت ہو اور دیون میت دیون میت ہونے کا اقرار کرے تو قاضی دیون میت سے دائرہ میت کو دین دلا دے گا، خلاصہ و ہندیہ میں ہے،

لو اقام البیعة علی مدیونہ مدیونہ	اگر اپنے مقروض کے مقروض پر گواہی پیش کی تو مقبول
لا تقبل ولا یملك اخذ الدین منه	نہ ہوگی اور وہ قرض وصول کرنے کا حق نہ ہوگا
اما اذا ثبت الدین فی ترکته عند القاضی	لیکن جب میت کے ترکہ میں قرض (کسی پر) قاضی
واقصر من جبل عند القاضی	کے ہاں ثابت ہو جائے اور قرضدار شخص یہ اقرار کرے

للمیت علیہ جینا قی رکذا یا امرہ بالسلف
الی سب الدین لہ
کہ مجھ پر میت کا قرض ہے جس کی مقدار یہ ہے تو
قاضی اس کو ادائیگی کا حکم دے گا کہ میت پر جس کا
قرض ہے اس کو دے دے۔ (ت)

ولہذا اگر دائی میت وارث میت ہو اور مدیون میت اجنبی اور دوسرا وارث حاضر نہیں تو مدیون میت پر دین میت
ثابت کرنے کے حق میں اس دائی وارث کا دعویٰ مستحکم ہو گا اور جو اول اس مدیون پر دین میت کی ڈگری کر دینگے
مگر جو ثانی وہ دین اس مدیون کو ابھی نہ دلائیں گے کہ مدیون اجنبی ہے اور دوسرا وارث غائب۔ محیط و عالمگیر
میں ہے ۱

جعل مات ولہ اثبات احدہما غائب فادعی
المحاضران لہ علی ایسہ الف درهم دینا و
لامال للمیت غیر الف درهم علی سرجیل
فانی اقبل بینۃ الابن الحاضر فی اثبات
الدین علی الاجنبی ولا اسمع بیئتہ علی
ایسہ بدینہ ولا اقضی لدست الالف
الق قضیت علی الاجنبی بشئ فادعی
الالف حتی یجی الاذی کذا فی المحيط
اور میں غیر پر باپ کے ثابت شدہ قرض ہزار درہم کو موقوف دکنوں کا تا دقتیکہ اس کا غائب بھائی نہ آجائے،
ایسے ہی محیط میں ہے۔ (ت)

اور جب دائی و مدیون دونوں وارثانہ میت ہیں جس طرح یہاں جبر و زوجہ و توارب سماع و قسبوں کی
تمام وجوہ تحقیق ہیں زوجہ و توارب اپنی وراثت کے سبب جبر کے دین میت کا دعویٰ کر سکتی ہے اور وراثت جبر کے سبب
اس کے مواجہ میں میت پر اپنے دین کا دعویٰ۔ واقعات پھر جامع الفضول میں ہے،
احد المورثۃ ینتصب خصما عن المورث فیما لہ
وعلیہ السلام۔
فرقی مقرر کیا جائے گا الخ (ت)

۱۰۸/م	خود رائی کتب خانہ پشاور	باب اثنی عشر	کتاب الدعوی	لے خاوی ہندیہ
۳۹/م	کراچی	باب النی مس	"	لے
۳۲/۲	اسلامی کتب خانہ کراچی	الفصل الثامن والعشرون	کتاب الدعوی	سکے جامع الفضولین

خزانۃ المفتین میں ہے

لو ادعی علی المیت دینا بحضور احد الورثة
یثبت الدین فی حق الكل وکذا لو ادعی احد
الورثة دینا علی انسان للمیت وادعی بیئنه
یثبت الدین فی حق الكل ویدفع الی المحضو
نصیبہ مشاعاً الخ۔
اگر کسی نے میت پر قرض کا دعویٰ کر کے ورثاء میں سے
ایک کی موجودگی میں ثابت کر دیا تو وہ قرض تمام ورثاء
پر ثابت ہو جائے گا اور یونہی ورثاء میں سے ایک
نے اپنے والد کا قرض کسی شخص پر ثابت کر دیا اور گواہ
بھی پیش کر دے تو یہ قرض تمام ورثاء کے حق میں
ثابت ہو جائے گا اور ثابت کرنے والے موجود وارث کو غیر منقسم حصہ کے طور پر بطور حصہ اس کو دے دیا جائیگا اگرچہ
لاحزم جامع الفصولین میں فتاویٰ امام رشید الدین سے نقل کیا۔

لا یملک الدائن اثبات الدین علی مدیون
المیت ولا علی الموصی له ولو اثبت علی
مندی بصرح اثباته علیہ کو صریح و واسرائل
ثبت له حق الاستیفاء منہما ولو انکر
واسرائل وجود تزکة بیداء فخلد انتم
اثباتہا لا نو اجنبیا فلا تقبل علیہ بیئنه
الدائن اذ لیس بخم ف اثبات
الملک للمیت ہے۔
میت کے قرض خواہ کو میت کے مقروض یا موصیٰ نہ ہو
قرض ثابت کرنے کا اختیار نہیں اور اگر اس نے
ایسے شخص پر قرض ثابت کر دیا جس پر اثبات سے وہی
اور وارث کے لئے حق ثابت ہو جاتا ہے تو اس کو
وہی اور وارث سے اپنا قرض وصول کرنے کا حق
ہوگا اور اگر وارث میت کا ترکہ اپنے قبضہ میں ہونے
سے انکار کر دے تو قرض خواہ کو قبضہ کے اثبات کا
حق ہوگا اور اگر اجنبی شخص انکار کرے تو اس کے

ظلمات قرض خواہ کی گواہی مقبول نہ ہوگی کیونکہ وہ اجنبی میت کی ملکیت کے اثبات میں فرق نہیں ہے (دست)
پس صورت مسئلہ میں زوجہ قمرہ کا دعویٰ ضرور صحیح ہے مگر مہر ہندہ سے جس قدر حصہ قمرہ ہوا اس
میں سے وہ مقدار کہ ترکہ قمرہ سے خود حصہ بکر ہوئی چھوڑ کر باقی پر دعویٰ پہنچے گا۔

لانہا لا دعویٰ لہا ولا فی الذی
لزوجہا وما کانت لزوجہا قد سقط
منہ ما ورثہ منہ ایوہ کسما
کیونکہ اس میں خود بیوی کو اور نہ ہی اس کے خاوند
کے حصہ میں دعویٰ ہے اور جو خاوند کا حصہ تھا
اس میں سے والد بچنے کا وارث بنا ساقط ہو جائیگا

سقط اولاً الربع من مهر هندة لصيرونه
حق المديون بنفسه وهو الزوج -
والله تعالى اعلم -
جس طرح اوقاف اس میں سے چوتھائی حصہ ہندہ کے
مہر کا سا قط ہو گیا ہے اس وجہ سے کہ وہ خود
مدیون کا حق بن گیا اور وہ خود خاوند ہے ۔

واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ از بریلی محلہ گندہ نالہ مرسلہ ظہور حسن ۱۶ ذیقعدہ ۱۳۱۹ھ

زید و ہندہ نے جو حقیقی بہن زید کی ہے حالہ کہ ایک دستاویز مکہ دی ہندہ کی طرف سے جو ناخواندہ
ہے اور پردہ نشین ہے زید اس کے حقیقی بھائی نے دستخط کی بایں عبارت (ہندہ بقلم زید) اس دستاویز
میں لکھا کہ زرمندرجہ دستاویز ہم نے وصول پالیا ایسا ہی زید نے لکھا بلا تفریق مقدار روپیہ کے اور دونوں نے
جاءاد غیر منقولہ مکفول کی وقت رجسٹری کے ہندہ نے اقرار تحریر دستاویز اور وصولیاتی زرمندرجہ دستاویز
سے اقرار کیا اور چونکہ ہندہ ناخواندہ اور پردہ نشین ہے زید نے ہندہ کی طرف سے صوبہ بالا دستخط کر دی اب
حالہ نے دونوں سے مطالبہ دستاویز کیا اور شناخت ہندہ کی اس کے دوسرے بھائی حقیقی اور بھتیجے کی
کہ مسماۃ مقررہ و نویسنده دستاویز ہندہ ہے جس نے اقرار کیا ہے حالہ مطالبہ دستاویز کا دونوں مدیون
سے کرتا ہے ہندہ یہ عذر کرتی ہے کہ میں نے روپیہ نہیں یا اور دستاویز پر نہ میرے دستخط ہیں اور نہ نشانی
ہے زید میرا بھائی میری دستخط کرنے کا مجاز نہ تھا اور ہندہ ایک نظربانی کورٹ کی پیش کرتی ہے جس کا یہ
مضمون ہے کہ صرف اقرار وصولیاتی زر کافی نہیں ہے جب تک کہ مدیون کے دستخط یا نشانی نہ ہو۔

سوال : کیا اقرار تحریر دستاویز و اقرار وصولیاتی زرمندرجہ دستاویز جو سلسلے مصدق دستاویز کے
ہندہ نے کیا ہے شرعاً جائز ہے یا نہیں ؛ اگر جائز ہے تو اسے حکام انجمن شیعہ یا نیکورٹ عدالت انگریزی کو
بتقابلہ حکم شرعی کے فقیہ دی جاسکے گی یا نہیں اور ہندہ پر پابندی اپنے اقرار کی شرعاً لازم ہے یا یہ کہ پابندی
حکم یا نیکورٹ کی اور دائرہ مدیون یعنی دونوں فریق تابع شریعت اسلام ہیں اور کوئی فریق منکر شرع شریعت
کا نہیں ہے۔

الجواب

حکم اللہ و رسول کے لئے ہے بل جلالہ و صل اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان الحكم الا لله (حکم نہیں مگر
اللہ کا۔ ت) جب ہندہ منکر ہے تو شہادت عاقلہ شریعہ و دھرم یا ایک مرد و عورت ثلث کی درکار ہے

کہ ہندہ نے ہمارے سامنے روپیہ لیا ہمارے سامنے اقرار کیا فقط دستاویز اگرچہ خود ہندہ کے دستخط بقلم خود اس پر لکھے ہوتے یا اہلکار رجسٹری کی تحریر کہ میرے سامنے اقرار کیا اصل کافی نہیں۔ فتاویٰ امام قاضی خاں میں ہے :

القاضی انما یقضی بالحجة والحجة هی البینة او الاقرار اما الصلح فلا یصلح حجة۔
قاضی صرف حجت کی بنا پر فیصلہ کر سکتا ہے اور حجت، گواہی یا اقرار یا قسم سے انکار ہے اور رسید کسی طرح حجت نہیں بن سکتی۔ (ت)

دہا یہ کہ ہندہ کس چیز کی پابندی کرے ہندہ اپنے معاملہ کو خوب جانتی ہے اگر واقعی اس پر روپیہ خدا اللہ چاہتے تو اسے انکار کرنا سخت حرام ہے اس پر فرض ہے کہ حق کو قبول کرے اور خدا اللہ بڑا چاہئے تو اگرچہ اس نے کسی دباؤ سے یا ناواقفی سے یا کسی وجہ سے اقرار غلط کر دیا ہو اس کی پابندی اس پر اصل لازم نہیں، واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۱۱ از رام پور متصل زیارت شاہ ولی اللہ صاحب مرسلہ حافظ مولوی عنایت اللہ خاں صاحب ۱۶ ذی القعدہ ۱۳۱۹ھ

سوال اول : زید اور عمرو زوجیت طرز عمل تزکیہ شہود میں مختلف الاقوال ہیں، زید کہتا ہے کہ تین طرح سے قاضی شاہد کے چال چلن کے بابت تحقیق و دریافت کر سکتا ہے، رسول بھیج کر یا رقعہ مزی کے نام بھیج کر یا خود قاضی موقع پر جا کر مصیبت مسجد محلہ یا دیگر اشخاص اہل محلہ سے، اور اس تیسری صورت میں قاضی پر یہ لازم نہیں ہے کہ جس شخص کو کہ وہ جانتا ہو، مخصوص اسی ہے دریافت حال شاہد کہے بگہ نمازی صورت ہو شخص غیر معلوم سے بھی وہ دریافت حال کر سکتا ہے، اور اس شخص مجہول الحال کے نام دریافت کر لے یا اس کا نام دفتر قضا میں برائے علم آئندہ درج کرنے کی قاضی کو کوئی ضرورت نہیں ہے، یہ تحقیقات قاضی برسر موقع قاضی کے اطمینان اور مقدمہ کے فیصلہ کرنے کے لئے اسے قائم کرنے کو شرعاً کافی ہے انتہی کلام۔
عمرو کا یہ بیان ہے کہ شرعی اصول پر بقول حاجین تزکیہ شہود کا وہ طرح سے ہو سکتا ہے سہرا و علانیہ جو کتاب الشہادۃ غایۃ الامداد ترجمہ در مختار و دیگر کتب فقہیہ میں بصراحت مذکور ہے، یہ بھی بیان عمرو کا ہے کہ مزی ایسا شخص ہو جو لوگوں کے احوال سے خوب واقف ہو اور ان سے احتیاط رکھتا ہو اور بنفسبہ عادل ہو اور جرح وغیرہ جرح میں

لے فتاویٰ قاضی خاں کتاب الوقت فصل دعوی الوقت لو منشور مکتبہ ۴۲/۴
الاشیاء والنظار الفہم الثانی کتاب الدعوی والشہادۃ الخ ادارة القرآن کراچی ۳۳۸/۱

فرق کر سکتا ہو یا نہ کی اور مفلس نہ ہو۔ قاضی علی انخصوص ایسے ہی شخص کو جو بصفات مذکورہ متصف ہو مگر مقرر کر سکتا ہے، پس اس امر میں دو قسم کی واقفیت ضرور ہے ایک بذات علم قاضی بصفات منتسبہ الی المزکی۔ دوسرے اطلاع مزکی نسبت احوال بشود مطلوبہ التزکیہ بعد تشریح احوال زید و عمرو مغبیان شرع شریف سے یہ امر دریافت طلب ہے کہ از روئے شرع زید کا قول صحیح اور قابل عمل ہے یا غلط کا جواب صاف بحوالہ روایات مستندہ کتب فقہیہ عنایت ہو۔

سوال دوم: زید کا قول ہے کہ اگر کسی ضرورت سے قاضی برسر موقع تحقیقات کرے تو جو گواہ موقع پر جمع ہوں وہ علیہ بٹلائے جائیں اور ان میں سے ایک ایک شخص کو قاضی اپنے رد و طلب کر کے ضرور سوالات کرے، اور فریقین یا وکلار فریقین کو بھی موقع سوالات و جرح کا دیا جاوے، سب اہل محملہ کو ایک جلسہ میں ان سے قاضی کے دریافت حال کرنے میں یہ نقص ہے کہ سب لوگ حال مستفسر کو پیش بان ہو کر کہیں گے اور اس ضرورت میں اصل واقعہ کا انکشاف قابل اطمینان نہ ہوگا، اگر کہتا ہے کہ جیسا زید کہتا ہے ایسا نہیں ہونا چاہئے بلکہ قاضی ایک ہی جلسہ میں کل گواہان سے دریافت حال کر کے ظم بند کر کے قاضی کا ایسا کرنا خلاف شرع نہیں ہے۔ یہ تحقیقات قاضی کے اطمینان کے واسطے ہے، مغبیان شرع شریف سے یہ التماس ہے کہ از روئے شرع مبارک زید کا قول قابل عمل ہے یا بخیر کا؟ بحوالہ کتب و عبارت جواب عنایت ہو۔

الجواب

(۱) زید کا قول باطل ہے مگر کی کا عادل ہونا ضرور ہے، مجہول الحال خود محتاج تزکیہ ہے وہ دوسرے کا تزکیہ کیا کر سکتا ہے بمعین الکلام میں ہے:

ینبغی للقاضی ان ینتار للسؤال عن الشہود
من ہوا ذوقا الناس و اوس عہم دیانة
واعظمہم درایة و اکثرہم خبیرة
واعلمہم بالتبیز فطنۃ فیولیہ
السؤال لان القاضی مامور بالتفحص عن
العدالة فیجب علیہ العبالغة والاحتیاط
فیہ ام

گواہوں کے متعلق معلومات حاصل کرنے کے لئے
قاضی ایسے حضرات کو مقرر کرے جو مناسب ترین
دیانت میں متقی، سمجھداری میں بڑے، خبرداری میں
کثیر، اور پرکھنے کا زیادہ علم رکھتے ہوں تو ایسے لوگوں
کو یہ معاملہ سپرد کرے کیونکہ قاضی گواہوں کے عدل کو
معلوم کرنے کا پابند ہے، تو اس پر واجب ہے کہ وہ
اس معاملہ میں مبالغہ اور احتیاط سے کام لے اور

رد المحتار مسئلہ تعدیل النقص للشهود بیان مذہب امام میں ہے ۱

تزکیۃ الکاذب الفاسق لا تصحح ۲
جہوئے اذ فاسق کو گواہوں کا تزکیہ درست نہیں (ت)
نیز مذہب صاحبین میں ہے،

تصحیح ان کان من اہلہ (ای اہل التعدیل) تزکیہ کرنے والا اہل بر تو صحیح ہے یعنی تزکیہ گواہوں کو
عادلاً ثابت کرنا تب صحیح ہوگا جب وہ خود عادل ہو (ت)
بان کان عدلاً ۳

ظاہر ہوا کہ مرکز میں عدالت بالاتفاق امر غلطہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم شرط ہے، تہذیب پھر بکر الرافعی پھر در مختار
میں ہے ۱

المجهول لا يعرف المجهول ۴
مجهول الحال کسی مجهول کو معلوم نہیں کر سکتا۔ (ت)
تائید و ہندیہ میں ہے ۱

ان کان فاسقا و مستورا لا یصح تعدیلہ ۵
مرکز اگر فاسق یا مستور الحال ہو تو عادل قرار بنایا صحیح نہیں ہے (ت)
اگر شاہد کے ہمسایگان مسکن و بازار و اہل محلہ میں کوئی نقص نہ اس کے بارے میں کوئی قوا تریج شرعی
ہو تو قاضی اہل محلہ کے بیان پر دو شرط سے اعتماد کر سکتا ہے ایک یہ کہ وہ سب بالاتفاق یک زبان ایک ہی بات
کہتے ہوں سب اسے عادل کہیں یا سب مجرم ہی بتاتے ہوں، دوسرے یہ کہ قاضی کے قلب میں آئے کہ یہ
سچ کہہ رہے ہیں تو اس وقت ان کا اتفاق مع اس تحریر کے قائم مقام قوا تریج ہو جائے گا اور قوا تریج میں عدالت کی
حاجت نہیں، نیز یہ کہ جس نمازی صورت مجملہ اولے مجهول الحال سے چاہیں پوچھ لے اور یہی کافی ہو یہ شخص
اقرار نہیہ ہے۔ محیط و عالمگیر میں ہے ۱

ان لم یجد فی جیرانہ و اہل سوقہ من
یصلح للتعدیل بل یسأل اہل محلۃ،
وان وجد کلہم غیر ثقات یعتمد
فی ذلک علی تواتر الاخبار، و
اگر پڑوس اور بازار والوں میں کسی کو تصدیق کا
اہل نہ پائے تو پھر قاضی اہل محلہ کے متعلق سوال و
استفسار کرے اگر ان میں سے کسی کو بھی اہل نہ پائے
تو پھر گواہوں کے متعلق تواتر خبروں پر اعتماد کرے

۴۷۳/۴	احیاء التراث العربی بیروت	کتاب الشهادات	۱۷ رد المحتار
۳۷۳/۴	" "	"	۱۸ "
۹۱/۴	مطبع مجتہبی دہلی	"	۱۹ رد مختار بحوالہ البحر عن التہذیب
۵۲۴/۴	نورانی کتب خانہ پشاور	ابواب الثانی عشر	۲۰ فتاویٰ ہندیہ بحوالہ قاضیان

کذلک اذا سأل جيرانه واهل محلتہ
وہم غیر ثقات فانفقوا علیہ تعدیلہ
او جرحہ ووقع فی قلبہ انہم صدقوا کان
ذلک بمنزلۃ تواتر الاخبار
اور یوں ہی جب گواہوں کے پڑوس اور اہل محلہ سے
پوچھا حالانکہ یہ تمام لوگ خود غیر ثقات ہیں، اور وہ تمام
گواہوں کو عادل بتاتے ہیں یا مجروح بتاتے ہیں تو
قاضی وکران کو سچا سمجھتا ہے تو ان کے قول پر عمل
کر لے یہ بھی متواتر خبروں کی طرح ہے (ت)

عمر و نہ جو صفات مزکی میں بیان کیں قاضی کو مناسب ہے کہ ایسے ہی شخص کو مزکی مقرر کرے طامع و مفلس
نہ ہونا اور لوگوں سے اختلاف شرانہ اور لویست میں جبکہ ان سے ارجح و صفت مثل علم فقہان کے معارض نہ ہر مشفق
محلہ میں فقیر گوشہ گزین عالم دین ہے اور غنی ممالک سب جاہل تو عالم ہی کو مزکی کرے کہ وصف ظلم سب پر رائج
اور اس میں زیادہ جاہلت ہے، گوشہ گزین اپنے سمعیین سے پوچھ کر ذکر کر سکتا ہے اور جاہل کو اسباب جرح و
تعدیل میں اختیار و شرار۔ محیط و ہندیہ میں ہے :

ینبغي للقاضي ان يختار للنسأۃ عن الشهود
من کان عدلاً صاحب خبرۃ بالانساب و
ان لا یکون طماعاً و ینبغي ان یکون فقیہاً
یعرف اسباب الجرح و التقدیل و ان یکون
غنیاً و ان وجد عالماً فقیہاً و غنیاً ثقة
غیر عالم او عالماً ثقة لا یخالط الناس
و ثقة غیر عالم یخالط الناس اختار
العالم علیہ واللہ تعالی اعلم۔

(۲) حق یہ کہ اگر رائے قاضی پر مغرض ہے اگر گواہوں پر کوئی بدگمانی ہو تو قاضی پر واجب ہے کہ انہیں
بہا جدا ادا اسے شہادت کا حکم دے مگر دعوہ و حور توں کہ ان کی شہادت علی کر شرعاً بجا ہے شہادت واحد ہے ان
میں تفریق نہیں بقولہ تعالیٰ ان تفضل احدہما فخذ کو احدہما الاخری (اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے مطابق
کہ حور توں میں سے ایک غلطی کرے تو دوسری یاد دوائے۔ ت) اور اگر قاضی کو اطمینان کافی ہو کہ یہ لوگ اہل صدق و

دیانت میں ہر ایک اپنے علم کے مطابق شہادت دے گا ذکر دوسرے کی سنی سبکی پر تو تفریق کی حاجت نہیں
مگر اس زمانے میں ایسا اطمینان شاید نادر ہے۔ بسوہ نام محمد پھر محیط پھر عالمگیر یہ ہیں۔
اذا التاب القاضی فی امر الشہود فرقی بینہم قاضی کو گواہوں کے متعلق شک ہو تو جدا جدا کر کے
ولایسعه غیر ذلک شہادت لے دے اس کے علاوہ کوئی صورت نہیں رہتا
در مختار میں ہے،

(در رجل وامرأتان) ولا یفرق بینہما لقولہ ایک مرد اور دو عورتیں ہوں تو عورتوں کو جدا جدا
تعالیٰ فتدکر احد ہما الاخریٰ نہ کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وہ دونوں ایک دوسرے کا
کیا دو لائیں (ت)

دسے دیکھار کے سوالات جرح میں حاصل چار طرف سے گیر کر گھبرا لینا اور بچے کو خرابی بخا ہی جھڑنا
بنا چھوڑنا ہے یہ سخت جہت شنیعہ مودودہ ہے اس سے احتراز فرض ہے کہ یہیں اگرام شہود کا حکم ہے اور یہ خاص
الہانت، خطیب و ابن عساکر اور مالک نے اپنے جزم میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے
راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ،

اگر مودود الشہود فامنت اللہ یستخرج گواہوں کا احترام کر دیکر کہ ان کے ذریعے اللہ تعالیٰ
بہم المحقوق ویدفع بہم الظلمۃ واللہ بندوں کے حقوق ظاہر فرماتا ہے اور ظلم کو دفع
تعالیٰ اعلم۔ فرماتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۱۳ از رامپور راج دوارہ مرسلہ عبدالرحمن خان ۱۸ ذی القعدہ ۱۳۱۹ھ
کیا فرماتے ہیں علما سے دین اس صورت میں کہ زید و قمر و نے دھوی محلہ مروٹی مکانات کا باشندے
بعض محلہ مکانات کے وار کیا اور گرامان نے جلا شتہا سے محلہ کے مکانات بحیثیت موجودہ کو ملو کہ مورد
قرار دیا پس یہ شہادت شہادت علی بالیادہ ہے یا نہیں۔ و دم یہ کہ جب مدعی نے استثنائہ کیا اور ملو کہ دیا کہ
فلاں محلہ فلاں کا ہے پس اس کا دعویٰ مدعی کر سکتا ہے یا نہیں۔ سو ہم یہ کہ شہادت شاہد کی جب بعض مدعا بہا میں
مردود عند القاضی قرار پائے تو باقی میں قابل قبول ہے یا نہیں؟ بیّنوا وجہہ۔

لے فتاویٰ ہندیہ الباب الی مس عشر ذرائع کتب خانہ پشاور ۳۴۵/۳
لے در مختار کتاب الشہادات مطبع مجتہبی دہلی ۹۱/۲
لے تاریخ ہندو ترجمہ ۳۱۷۷ ابراہیم بن عبدالحکم دادا کتاب العربی بیروت ۱۳۶/۶
تہذیب تاریخ ابن عساکر ترجمہ احمد بن محمد انکلی دار احیاء التراث العربی بیروت ۲۵۳/۱

الجواب

اظهار سائل ولاحظہ فیصلہ متعلقہ مقدمہ سے واضح ہو گا کہ مدعیان نے حصہ مکان مدعا بہا بذریعہ وراثت سے بعض عمارت اس لئے استثنائاً کیا کہ وہ خود بنا کر رہا ہے اور بعض اس لئے کہ بعض مدعا علیہم نے بعد موت مورث بنوایا ہے اور اس کے ایک قطعہ سے ۱۲ گز زمین کو بھی استثنائاً کیا اس لئے کہ وہ خاص احمد المدین ہے باقی بعد الاستثناء ملک مورثان قرار دے کر اس میں سے اپنے سهام کا دعویٰ کیا شہود نے جملہ بلا استثناء مخرج مکان ملک مورثان ہونے کی شہادت دی یہ شہادت ضرور شہادت علی الزیادۃ ہے اور اصلاً قابل قبول نہیں، مدعیان بعض عمارت میں پانچا حق نہیں بناتے کہ وہ معمول مدعا علیہم ہے اور شہود بلا استثناء جمیع اہل مکان میں ان کا حق ثابت کرتے ہیں شہادۃ علی الزیادۃ ہمیشہ مردود ہوتی ہے مگر جبکہ مدعی اپنے دعویٰ اور شہدائے مدعیان میں توفیق و تطبیق کر دے شہادتی نے مکان سے ایک کوٹھری کا استثنائاً کیا تھا شہود نے بلا استثناء شہادت دی مدعی نے تطبیق کی کہ وہ کوٹھری بھی چیلے میری ہی تھی شاہدوں کو اسی وقت کا حال معلوم تھا بعد کو میں سندہ کوٹھری بیچ ڈالی لہذا دعویٰ سے استثنائاً کر دیا، یہاں بھی اگرچہ توفیق ممکن تھی کہ بعد موت مورث وہ مکان گر گیا اور بعض مدعا علیہم نے اپنے روپے سے تعمیر کیا مگر استثنائاً مکان توفیق کافی نہیں بالفصل توفیق کر دینا ضرور ہے اور وہ مدعیوں سے واقع نہ ہوا لہذا شہادت ناقابل قبول رہی بلکہ یہاں صرف زبانی دعویٰ توفیق بھی کافی نہ ہوتا اس پر گواہ دینے ضرور تھے کہ یہ توفیق ایسے امر سے نہ تھی جو صرف ان کی زبان سے آتا ہو سکتا لہذا جب شہادت شریعہ سے توفیق کا ثبوت نہ دیتے مقبول نہ ہوتی اور وہ اصل نہ ہوا تو شہادت مذکورہ ضرور مردود ہے، درمختار میں ہے ۱

الشہادۃ باکثر من المدعی باطلۃ بخلاف
الاتفاق فیہ
فتح القدیر و بحر الرائق میں ہے ۱

المراد بالموافقۃ المطابقتۃ اذ کون المشہود
بہ اقل من المدعی بہ بخلاف ما اذا کان اکثر
انہیں میں ہے ۱

من المتعاقبۃ المانعة ما اذا شہدت
باکثر . ومن خروجہا دار خب
قبولیت سکھ لئے مانعہ مخالفت ہے جو شہادت
دعویٰ سے زائد ہو، اور اس کی تفہیمات میں ایک

سہ درمختار باب الخلاف فی الشہادۃ
سہ بحر الرائق بحر القدیر
مطبع مجتہدانی دہلی
ایچ ایم سید کینی کراچی
۹۸/۲
۱۰۳/۷

یہ ہے کہ ایک مکان دو حشرات کے قبضہ میں ہے؟ ورنہ
 نے تقسیم کیا اور ایک غائب تھا تو اس نے موجود
 حاضر فریق پر دعویٰ کر دیا میرا اس مکان میں غیر منقسم
 حصہ ہے تو کوئی ایہوں نے شہادت دیتے ہوئے کہ
 اس کا نصف وہ ہے جو حاضر موجود کے قبضہ میں ہے
 قویہ شہادت باطل ہے کیونکہ یہ مدعی سے زائد ہے
 (یوں ہی) دعویٰ مکان ہوادر اس دعویٰ میں داخلہ
 کے راستہ اور دیگر حقوق و سہولیات کا استثناء کیا
 تو گواہوں نے مکان کی شہادت اس کے حق میں دیتے
 ہوئے راستہ حقوق اور سہولیات کا استثناء کر دیا، شہادت مقبول نہ ہوگی اور دعویٰ مدعی نے جہلی میں سے
 ایک کمرہ کا استثناء کیا اور گواہوں نے نہ کیا مگر مدعی ان کی موافقت میں کہہ دے کہ وہ کمرہ میں سے فروخت
 کر دیا تھا تو قبول ہوگی۔ (ت)

نیز تحریر ہے،

والحاصل انہم اذا شهدوا باقل مما ادعی
 تقبل بلا توفیق وان كان باكثر لم تقبل
 الا اذا وفق، ولو ادعی العا فشهدا باللف
 وخمسائة فقال المدعی كان
 لم عليه الف وخمسائة الا ان
 ابرأتہ من خمس مائة او
 قال استوفیت منه خمس مائة
 ولم يعلم به الشهود تقبل
 وكذا في الالف والالفین و
 لا یحتاج الی اثبات التوفیق

حاصل یہ کہ جب گواہوں نے دعویٰ سے کم چیز کی
 شہادت دی تو قبول ہوگی اور موافقت بنانے کی
 ضرورت نہ ہوگی اور اگر زیادہ کی شہادت ہو تو پھر
 موافقت بنانے بغیر قبول نہ ہوگی مثلاً مدعی نے
 ہزار کا دعویٰ کیا گواہوں نے ڈیڑھ ہزار کی شہادت
 دی مدعی کہہ دے میرا قرضہ اس پر ڈیڑھ ہزار تھا
 لیکن میں نے اس کو پانچ سو معاف کر دے یا میں
 نے پانچ صد پچھلے وصول کر لئے ہیں یہ گواہوں کو معلوم
 نہیں ہوا، تو اب شہادت مقبول ہوگی، ہزار اور
 دو ہزار میں بھی ایسے ہوگا، موافق بنانے میں گواہی کی

بالبينة لان الشئ انما يحتاج الى اثباته
 بالبينة اذا كان سببا لا يتم بدونه ولا ينغرد
 باثباته كما اذا ادعى الملك بالشراء
 فشهد الشهود بالهبة قامت ثمة
 يحتاج الى اثباته بالبينة، اما
 الابرء فيتم به وحده ولو اقر بالاستيفاء
 يصح اقراره ولا يحتاج الى اثباته
 لكن لا بد من دعوى التوفيق هنا
 استحسانا والقياس انت التوفيق
 اذا كانت ممكنة يحمل عليه وان
 لم يدع التوفيق تصحح بالشهادة
 وصيانة كلامه وجه الاستصحاب
 انت المخالفة بين الدعوى
 والشهادة ثابتة صورة فاذا كانت استوفيق
 مراد ازول المخالفة وان لم يكن مرادا
 لا تزول بالشك فاذا ادعى التوفيق ثبت
 التوفيق وزالت المخالفة وذكر الشيخ الامام
 المعروف بنحو اخر من اده انت محمدا
 شرط في بعض المواضع دعوى التوفيق
 ولم يشترط في البعض وذلك لمحمول على ما اذا
 ادعى التوفيق او ذلك جواب القياس فلا بد من
 دعوى التوفيق

ضرورت نہیں کیونکہ کسی چیز کو گواہی سے ثابت کرنے
 کی ضرورت تب ہوتی ہے کہ وہ ایسا سبب ہو جس
 کے بغیر چیز تام نہ ہو اور وہ اکیلے ثابت نہ ہو سکے
 جیسا کہ مدعی نے خریداری کے ذریعے ملک کا دعویٰ کیا
 اور گواہوں نے ہر کے ذریعے ملک ثابت کی تو ایسی
 صورت میں اس کے اثبات کے لئے گواہی کی ضرورت
 ہے لیکن بری کرنا ایسی چیز ہے جو اکیلے بغیر سبب تام
 ہو جاتی ہے اور اگر وصولی کا اقرار کرتا ہے تو اقرار صحیح
 ہے اس کے اثبات کی ضرورت نہیں ہے تاہم اس کے
 ساتھ موافقت کا دعویٰ بطور استحسان ضروری ہے
 جبکہ قیاس میں یہی ہے کہ اگر توفیق ممکن ہو تو اس
 پر محمول کریشے اگرچہ توفیق کا دعویٰ نہ بھی ہو تاکہ شہادت
 صحیح ہو سکے اور کلام غلط نہ ہو سکے استحسان کی وجہ
 یہ ہے کہ دعویٰ اور شہادت میں صورتاً مخالفت ثابت
 ہے تو اگر توفیق مراد ہے تو مخالفت زائل ہوگی،
 اور اگر وہ مراد نہ ہو تو مخالفت زائل نہ ہوگی،
 مراد ہونے نہ ہونے میں شک کی وجہ سے مخالفت
 ختم نہ ہوگی تو جب موافقت کا دعویٰ ہوگا تو مخالفت
 ختم ہو جائے گی اور توفیق ثابت ہو جائے گی اور
 شیخ امام المعروف خواہر زادہ نے ذکر فرمایا ہے کہ
 امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے بعض جگہ پر موافقت کے
 دعویٰ کو بیان فرمایا ہے اور بعض جگہ اس کو بیان
 نہیں کیا اور اس کو دعویٰ موافقت پر محمول کیا جائے گا یا اس کو قیاس کا جواب قرار دیا جائیگا لہذا دعویٰ موافقت
 ضروری ہے۔ (ت)

مدعی جب ایک چیز کا دوسرے کے لئے اقرار کر چکا ہو اپنے لئے دعویٰ نہیں کر سکتا (اجل التناقص)
(تناقص کی وجہ سے - ت) شہادت جب بعض میں مردود ہو کل میں مردود ہے مگر آٹھ مسائل مذکورہ
شرح اشباہ میں اقول وبالله التوفیق (میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ تعالیٰ سے ہے - ت) ان کا محصل
یہ کہ شہادت کو اگر دو چیزوں سے تعلق ہے ایک میں وہ نصاب کامل ہے دوسرے میں نہیں یا ایک میں
تہمت سے دوری ہے دوسرے میں نہیں یا ایک پر شاہدوں کو ولایت شہادت ہے دوسرے پر نہیں
تو جہاں نصاب کامل ولایت حاصل تہمت زائل ہے اتنے میں مقبول ہوگی دوسرے میں مردود۔ در مختار
میں ہے :

الشهادة اذا بطلت في البعض بطلت في الكل
الا في عید بین مسلمة ونصرانی فشهد نصرانیان
علیهما بالتقوی قبلت فی حق النصرانی فقط
اشباہ قلت و زاد محشیہا خمسة اخیری
معزیه للبرازیه اللہ وساجع للسمع البواقی
رد المحتار وما علقنا علیہ ، واللہ تعالیٰ
اعلم۔

جب بعض چیز میں شہادت باطل ہو تو کل چیز میں
باطل ہو جائے گی مگر ایک صورت میں کہ غلام مسلمان
اور نصرانی کا مشترکہ ہو تو وہ نصرانیوں کے گواہی کی گواہی
نے غلام آزاد کر دیا ہے تو ان کی شہادت فقط نصرانی
کے متعلق قبول ہوگی ، اور اس کے محشی نے پانچ
صورتوں کا اس پر اضافہ کیا ہے جن کو انھوں نے
برازیر کی طرف منسوب کیا ہے اور ، اور باقی صورتوں

کے لئے رد المحتار اور اس پر ہمارے حاشیہ کی طرف رجوع کرو۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)
مسئلہ ازراپور مرسلہ نظام علی خاں ۱۹ ذی القعدہ ۱۳۱۹ھ

فردوس بیگم مدعیہ کا دعویٰ ہے کہ مکان محمدودہ مندرجہ رضی دعویٰ سمیدی بیگم نے بدست مدعیہ
رضی اعلاہ کے بتاریخ یکم فروری ۱۹۰۰ء بیع قطعی کیا مدعیہ نے یہ قبول بیع نہ بیعانے کے مدعیہ
مذکورہ کو دے اور باقی روپے کا دینا یکم مارچ ۱۹۰۰ء کو وقت تصدیق و تکمیل بیعنامہ محمد البعدہ مدعیہ
مدعی علیہا نے بعد کو مدعیہ سے لے کر مطالبہ سرکاری میں ۲۰ فروری ۱۹۰۰ء کو داخل عدالت کئے ، مدعی علیہا
نے حسب وعدہ تکمیل بیعنامہ نہیں کرایا اور بایزادی قیمت مکان مذکور بدست عباسی بیگم و غلام محمد حسن
فروخت کر ڈالا بدینہ اعلاہ مدعیہ ۱۴ بقیہ زرمن تکمیل و تصدیق بیعنامہ مدعیہ علیہا سے کرا دی جائے اور وکیل
مدعیہ کا مکان متنازعہ پر کرایا جائے سمیدی بیگم مدعیہ علیہا کو بیع کرنے مکان اور لینے مدعیہ بیعنامہ اور مدعیہ

مذہب دعویٰ سے قطعی انکار ہے منجانب مدعیہ جو گواہ ثبوت دعویٰ میں گزرے ہیں ان میں سے نظام علی حسناں گواہ نے بیان کیا کہ عرصہ تخمیناً ڈیڑھ سال کا ہوا بوقت چار گھنٹی دن رہے سعیدی بیگم زوجہ عبدالرشید خاں مدعا علیہا نے مکان تنازعہ کے متعلق مکان منظر کے ہے بدست فردوس بیگم مدعیہ اکاھہ کو بیع کیا مدعا علیہا نے کہا میں نے اکاھہ کو فردوس بیگم کے ہاتھ مکان بیچا اور مدعیہ نے کہا کہ میں نے قبول کیا اسی وقت عدہ بیعانہ کے بدلہ بھروسے میاں مدعیہ نے مدعا علیہا کو دے اور باقی روپے کے نسبت وقت برجسٹری دستاویز بمست یک ماہ دینا قرار پایا تھا یہ واقعہ پہلی تاریخ انگریزی مئی کے ہوا تھا اس کے کوئی ۲۵ دن کے بعد مدعا علیہا مذکور نے اپنے ماموں مسی ابراہیم خاں کو مکان منظر بھیجا مدعیہ اس وقت میرے مکان پر مہمان تھی ابراہیم خاں نے مدعیہ سے میری معرفت کہا بھیجا کہ سعیدی بیگم نے تم کو بلا یا ہے چلو اور مست ۲ بھی لے چلو کہ وہ عدالت میں بابت کورس داخل کر سکی چار پانچ دن میں بیعنامہ تصدیق ہو گا تو یہ مست ۲ مدعیہ نے آرٹس میں محسب ہو گئے چنانچہ فردوس بیگم گئی اور مست ۲ لے گئی تھی مجھ کو اپنے بھائی احمد بی عرف پیار کے بھراہ لے گئی تھیں چنانچہ بوجہ پیار سے مدعیہ نے وہ مست ۲ حسب الطلب سعیدی بیگم کو دے دیئے اور مدعا علیہا نے داخل عدالت کر دیئے نشان دہی مکان تنازعہ کی کر دوں گا، مولوی ارشد علی گواہ عرف بھورک میاں کا بیان ہے کہ مجھے تخمیناً یاد ہے کہ عرصہ تخمیناً ڈیڑھ سال کا ہوا ہے کہ صبح کے وقت نظام علی حسناں میرے پاس آئے تھے کہ فردوس بیگم کی طرف سے یا باجرہ فردوس بیگم دونوں کی طرف سے اس فذر بھول گیا ہوں بیعنامہ مکان کا دینا چاہتا ہوں منظر کو اول سے علم تھا کہ مکان کی یعنی مکان تنازعہ کی بیع ہوتی ہے چنانچہ مکان سعیدی بیگم منظر نظام علی حسناں علی احمد خاں گئے عورتیں اندر مکان کوٹھے میں ہو گئیں ہم جا کر چارپائیوں پر بیٹھ گئے منظر نے آواز دے کر کہا کہ نظام علی حسناں فردوس بیگم کی طرف سے بیعنامہ دیا چلتے ہیں چوک سعیدی بیگم اندر کوٹھے کے تھیں اور سعیدی بیگم کی بہن اور ماں بھی تھیں اس وجہ سے میں نے اپنے ذہن میں سعیدی بیگم سے مخاطب ہو کر کہا کہ مکان بچتی ہو اندر سے آواز آتی بچتی ہوں یہ نہیں یاد کو کس نے جواب دیا، میں نے اندر ہاتھ بڑھا کر صدمہ دے دیئے، نہیں معلوم کس نے اپنے ہاتھ میں بیعنامہ لیا اور عورات اندر تھیں مگر مجھے معلوم نہیں کون تھیں، علی احمد خاں جس کی موجودگی وقت ایجاب و قبول نظام علی حسناں گواہ نے بیان کی ہے وہ اپنے بیانی میں نسبت ایجاب و قبول یا بیع مکان تنازعہ کچھ بیان نہیں کرتا، احمد بی حسناں گواہ مدعیہ لکھتا ہے کہ عرصہ ڈیڑھ سال کا ہوا کہ سعیدی بیگم زوجہ عبدالرشید خاں نے مکان تنازعہ بدست فردوس بیگم مدعیہ بقیہ اکاھہ بیچا تھا اور مدعا علیہا نے کرنے کہا تھا کہ میں نے اپنا مکان اکاھہ کو فردوس بیگم کے ہاتھ بیچا اور مدعیہ نے کہا کہ میں نے قبول کیا اور پانچ روپے بیعنامہ کے

بھورے میاں کے ہاتھ سے سعیدی بیگم کو مدعیہ نے دیئے تھے اور جس وقت علی احمد خاں و بھورے میاں گئے تھے تو سعیدی بیگم داغون میں بیٹھی رہی تھیں اور مدعیہ کو ٹھہری میں بونگئی تھیں بھورے میاں کے سامنے گفتگو بیع و شرا کی ہو کر صدر بیعانہ کے دیئے گئے اور مدعیہ نے گفتگو بیع و شرا ہوئی تھی مدعیہ نے کہا تھا کہ بھورے میاں کے ہاتھ میں بیعانہ دلوادوں گی اور گفتگو نہیں ہوئی تھی۔ سوال علیائے دین و مفتیان شرع میں سے یہ ہے کہ بیانات گواہان مندرجہ بالا سے بوجہ دلی اپنے وقت بیع و شرا کے درمیان متعاقبین ظاہر کرتے ہیں آیا بیع و شرا مکان متنازعہ کی باہم متعاقبین شرعاً واقع ہوگئی کہ قابل نفاذ ہے یا نہیں ہوئی، موافق مسائل شرعی کے حجتہ شہرہ اب حنایت فرمائیں۔ بیتوا تو جہودا۔

الجواب

صورت مستفسرہ میں نظام علی خاں و احمد بی بی خاں عرف پیارے خاں گواہان مدعیہ کا بیان ذکر ایجاب و قبول متعاقبین پر بھی شامل ہے اور سعیدی بیگم کے اقرار بالبیع پر بھی ان دونوں سے جہات ہوئی شہادت میں لئے جانے کے لئے کافی ہے بیعانہ وغیرہ امر فضول ہے جسے بیع سے کچھ تعلق نہیں بھورے میاں گواہ مدعا علیہا کا بیان محض مختل مہمل ہے، دونوں گواہوں مدعیہ اگر جامع شرائط شہادت ہیں ان کا بیان حاکم مجوز کے سامنے حسب شرائط ہو رہا ہے قریح بنام فردیس بیگم قزو شہادت ہے، باقی دو داد مقدمہ مذکورہ سوال بھی مدعیہ کی حویہ ہے، میری رائے میں بصورت مذکورہ فیصلہ حق مدعیہ ہونا لازم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ از رام پور باز اور نظر نقاش مرسلہ خدا علی خاں صاحب ۱۳ رذی القعدہ ۱۳۲۱ھ
کیا فرماتے ہیں علیائے دین اس مسئلہ میں کہ زمینے اپنے مکان کے کوچہ غیر نافذہ میں دروازہ جدید دوسرا کمرہ کے حق مرد کی طرف منہاںب اسفل جس طرف ذید کے واسطے شرعاً حق مرد نہ تھا برآمد کیا ہے اور کمرہ اس فتح باب کا مانع ہے پس وہ احداث شرعاً جائز ہے یا نہیں؛ اور عسکر کو منع کرنا پہنچا ہے یا نہیں؟ بیتوا تو جہودا۔

الجواب

صورت مستفسرہ میں قول معتمد و ظاہر الروایۃ مفتی بہا واجب العمل یہی ہے کہ ذید کو اسس دروازہ جدید کا احداث جائز نہیں مگر کو حق منع حاصل ہے،
فی رد المحتار لو اس اذ فتح باب اسفل رد المحتار میں ہے اگر کوئی شخص بندگلی میں اپنے
من بابہ و السکۃ غیر نافذہ دروازہ سے نکلی جانب دروازہ یا کھڑکی کھولنا چاہے

يمنع منه وقيل لا، وفي كل من القولين
 اختلاف التصحيح والفتوى قال في الخيرية
 والمتمون على المنع فليكن المعول عليه
 ورأيتني كتبت على هامشه ما نصه فقد
 نقل في جامع الفصولين ان له ذلك مطلقا
 وعليه الفتوى ونقل في الخيرية عن
 التتارخانية عن العتابة انه ليس له
 ذلك وعليه الفتوى وهو الذي صححه
 في الخانية قال في الخيرية ومثله في كثير
 من كتب المذهب قال وهو ظاهر الرواية
 كما صرح به في جامع الفصولين فليكن
 المعول عليه اقلت كيف لا وقد نصوا ان
 الفتوى متقاهمك رجب ظاهر الرواية
 كما في البحر الرائق وغيره وصرح المصنف
 قاضيان فقيده النفس لا يعدل عن تصحيحه
 كما في غرض العيون وغيره واطبقت ان التقييم
 للمتمون لانها الموضوعة لنقل المذهب كما
 في الدر وغيره فقد ترجح بوجوه، والله
 سبحانه وتعالى اعلم.

تو اس کو منع کیا جائے اور بعض نے کہا منع
 نہ کیا جائے اور دونوں اقوال میں فتویٰ اور تصحیح کا
 اختلاف ہے، خبر یہ میں کہا کہ متمون منع پر وارد ہیں اور
 اس پر ہی افتاد چاہئے اور مجھے اس پر اپنا حاشیہ
 یاد ہے کہ جس کی عبارت یہ ہے کہ جامع الفصولین
 میں منقول ہے کہ اس کو مطلقاً یہ اختیار ہے اور
 اس پر فتویٰ ہے اور خبر یہ میں تاتارخانیہ سے اور
 وہاں عتابة سے منقول ہے کہ اس کو یہ اختیار نہیں
 ہے اور اس پر فتویٰ ہے اور اسی عتابة میں ترجیح ہے
 خبر یہ میں فرمایا کہ اکثر کتب میں اسی طرح ہے اور کہا
 یہ ظاہر الروایۃ ہے جیسا کہ جامع الفصولین میں ہے
 اس پر افتاد چاہئے، میں کہتا ہوں کیونکہ ہو کہ فقہار نے تصریح
 کی ہے کہ جب فتویٰ میں اختلاف ہو تو ظاہر الروایۃ کو
 ترجیح ہوتی ہے جیسا کہ بحر الرائق وغیرہ میں ہے، اور
 یہ بھی اصول نے تصریح فرمائی ہے کہ چونکہ قاضی خان
 فقید النفس ہیں لہذا اس کی تصحیح سے عدول
 نہ کیا جائیگا جیسا کہ غرض العیون وغیرہ میں ہے، اور
 سب کا اتفاق ہے کہ متمون کو ادلیت ہے کیونکہ وہ
 مذہب کو بیان کرنے کے لئے وضع کئے گئے ہیں جیسا
 کہ دروغیرہ میں ہے تو یہ کئی وجوہ سے ترجیح یافتہ ہے واللہ
 سبحانہ وتعالیٰ اعلم (ت)

انصَح الحُكُومَةُ فِي فَصْلِ الْخُصُومَةِ

(جھگڑا ختم کرنے کے لئے خالص ترین فیصلہ)

مسئلہ
فیصلہ ثالثش تجویز حکیم عبدالعزیز بیگ پنج مقبول متحمین از ندستہ اقرار نامہ مورخہ ۵ ذی القعدہ ۱۳۲۰ھ مطابق ۳ فروری ۱۹۰۳ء

سید محمد افضل صاحب ولد سید محمد امیر علی صاحب مختار مرحوم ساکن بریلی متصل جامع مسجد بریلی مدعی
سید محمد احسن صاحب ولد سید محمد امیر علی صاحب مختار مرحوم و سید افضل حسین صاحب ولد سید محمد افضل
صاحب مذکور ساکنان محلہ مذکورہ مدعا علیہا دعویٰ توقیر موضع جگت پور پرگزہ تحصیل و ضلع بریلی محال زردو
معانی واقع جگت پور مذکور محال سبز و سفید و مفرد و واقعہ جگت پور محال سفید و کھنڈ سار موضع جگت پور
مذکور مع منافع کھنڈ سار مذکور از اپریل ۱۸۹۸ء لغایت دسمبر ۱۹۰۲ء بقایا کے توقیر مذکور و کھنڈ سار
مذکور ذمہ اسامیان بابت مدت مذکور لغایت مارچ سنہ ۱۹۰۳ء بصیغہ قرض و ادائی و اعود و اس و غیرہ
و تقسیم پنج قطعہ مکانات محدودہ ذیل واقعہ محلہ مذکور و سرمایہ مکان محدودہ ذیل علیٰ بابست مدت
مذکور و اثاث البیت مزدک پوری،

نمبر ۱	نمبر ۲	نمبر ۳	نمبر ۴	نمبر ۵
مکان مسکونہ	مکان سید محمد نسیر خیرہ	مکان تین برج	مکان مریون	مکان سید احمد حسین صاحب
شرقی	بدست والدہ فریقین	مریون سید غازی الدین	عبدالحکیم حسناں	بنام سید محمد احسن
مکان	اشخاص دیگر و جیح	بنام فریقین دیکم دین	نزد محمد احسن دعا علیہ	پسران مدی
عبدالحکیم خاں	باقی شرکاء بدست فریقین	جیح سید احمد حسین	پسران مدی	شرقی
بدست فریقین	شرقی	بنام سید حیر حسن و	شرقی	مکان احمد حسین شاہراہ
جنوبی	مکان	سید افضل پسران مدی	مکان	موقوف بنام دارطائف
کوچہ نافذہ	جنوبی	احمدی بیگم زوجہ دعا علیہ	جنوبی	جنوبی
شمالی	مکان سید کریم علی	شرقی	کوچہ نافذہ	شمالی
اراضی منسوبہ	ولدہ	مکان پرچھو دیال	مکان	مکان
بنام سید احمد حسین	سید کریم علی	جنوبی	مکان	مکان
ابن	شمالی	مکان	مکان	مکان
سید شاد الدین حسین	اراضی مذکور	سید کریم علی	مکان	مکان
	سید رضا حسین	سید کریم علی	مکان	مکان
	پرچھو دیال	سید کریم علی	مکان	مکان

ہر سہ فریق مذکورین نے بدستہ اقرار نامہ روز ۵ ذی القعدہ ۱۳۲۰ھ مطابق ۴ فروری ۱۹۰۳ء کو واسطے تصفیہ نزاعاً مسطورہ بالا کے برضائے خود پانچ مجاز و ماذون مقرر کیا مقدمہ بجاخبری ہر سہ فریق مذکورین ہمارے سامنے پیش ہوا سید محمد افضل صاحب مدی مذکور نے سید محمد احسن صاحب دعا علیہ مسطور پر دعویٰ کیا کہ موضع جگت پور و معانی و معروفہ مذکوران اور کنڈسار موضع جگت پور مع جملہ اسباب بیل وغیرہ مثل کر با آہنی وغیرہ میرے اور ان سید محمد احسن دعا علیہ کے شرکت بالمنصفہ میں ہے اوائل ۱۸۹۸ء تک میں اور دعا علیہ مذکور شرکت الگائی کام کئے رہے اپریل ۱۸۹۸ء سے میں اپنی بصیرت چلا گیا جب سے مجھے توفیرات مذکورہ و منافع کنڈسار مذکور نے ملی برھے حساب لکھائی سید محمد احسن دعا علیہ سے دلائی جائے اور بقایا ذر مسا میان وغیرہ سہ با بت توفیر جگت پور و معانی و معروفہ و کنڈسار جگت پور مذکورات ہوا اس کے نصف میں میرے استقرار حق کا حکم کیا جائے اثاث البیت متروکہ والد جس کی فرست پیش کرتا ہوں ان سید محمد احسن کے قبضہ میں ہے نصف اسی سے مجھ کو دیا جائے

مکانات محدودہ بالا میں بذریعہ وارثت پدری و مادری و بیع و ہبہ میر اور ان سید محمد احسن کا بالماضی حصہ چاہئے دستاویزوں میں سید افضل حسین و سید امیر حسن مرحوم پسران مدعی و آخری بیگم زوہرہ محمد احسن مذکور کا نام فرضی ہے سوا مکان ۷ کے کہ اس میں اراضی کا کچھ حصہ خرید کر وہ والد ہے اور زیادہ حصہ میری نانی صاحبہ ولایتی بیگم کے والد میر سید محمد صاحب کا خرید کر وہ ہے ان کے تین وارث ہوئے، سید نثار الدین حسین پسرانہ ولایتی بیگم و لالہ بیگم دختران، اس میں سے نانی صاحبہ ولایتی بیگم نے اپنے حصہ کا بہرہ نامہ میری والدہ سردار بیگم کے نام لکھ دیا اور سید نثار الدین حسین صاحب نے اپنے حصہ کا بہرہ نامہ میرے اور سید محمد احسن کے نام لکھ لالہ بیگم دختران کا جس قدر حصہ اراضی میں تھا اس کا بہرہ نامہ سید محمد احسن کے نام لکھا گیا اور غیر اس کی کل والد صاحب مرحوم نے اپنے دو پیسہ سے کی سہ مکانات مذکورہ تقسیم کیجائی کر دی جائی کہ نزاع نہ رہے کئی جیشی بیگم نے قسمت بویہ سے پوری کر دی چلنے مکان ۸ کو ایہ پر رہا جس قدر زرکاریہ حاصل ہوا اس کا حساب ان سید محمد احسن سے لے کر میرا نصف ان سید محمد احسن سے لکھ دیا جائے، سید محمد احسن صاحب مدعا علیہ مذکور نے بیان کیا کہ کنڈ سار جگت پور تنہا میں نے کی ان سید محمد افضل کی اس میں کوئی شرکت نہیں مکان ۷ کا بہرہ نامہ میرے نام ہے اس کا تنہا ملک میں ہوں مکان ۷ میں ان سید محمد افضل صاحب کی شرکت تسلیم ہے نیز یہ مکان ۷ میں بقدر اپنے حصہ کے شریک ہیں مکان ۷ میں وہ میری خرید کئے اور بنائے ہوئے ہیں غرض نام افضل حسین و امیر حسن کا بھی درج ہے تقسیم مکانات کیجائی برفے معاوضہ کی جیشی جس طرح مجوز کی رائے میں مناسب ہو مجھے منظور ہے اثاث البیت متروکہ پدری جو میرے پاس ہے اس کا نصف ان سید محمد افضل صاحب کو دے دیا جائے اور جو کچھ ان سید محمد افضل صاحب کے پاس ہے اس کا نصف مجھے دیا جائے، سید افضل حسین مدعا علیہ مذکور نے بیان کیا کہ مکان ۷ کے سوا کل مکانات متنازعہ میرے دادا سید اکبر علی صاحب مرحوم نے اپنے دو پیسہ سے خریدے ہیں اور رہن لئے ہیں اور جس جس کو جتنا دینا منظور تھا اس کا نام بیہ نامہ رہن نامہ میں درج کر دیا، مکان ۷ میرے حصہ کے قدر میرا مرحوم ہے کہ بعد انتقال سید امیر علی صاحب رہن لیا، مکان ۷ کی نسبت دونوں مدعا علیہا نے بیان کیا کہ یہ مکان سید امیر علی صاحب نے ہماری خالہ زاد بہن، پیموگی قادری بیگم بنت سید نجم الدین احمد زوہرہ سید وارث علی کو بہرہ کر دیا تھا اس میں جگت پور کی کنڈ سار جوتی تھی اور اب بھی مکان خالی کر کے قبضہ نہ دلایا مگر چالیس روپیہ سید محمد احسن نے قادری بیگم مذکورہ کو دے سید محمد احسن صاحب مذکور نے توفیر و منافع کنڈ سار و زرکاریہ مکان و بقایا مذکوران کا حساب مطلوب من ابتدا سے یکم نومبر ۱۸۹۶ء لغایت ۳۰ نومبر ۱۹۰۲ء جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اور قرضہ دامودر اس ہم فریقین پر تمام و کمال بالماضی حصہ تھا اور ہے اگرچہ پانچ سو روپیہ کا رقم بنام دامودر اس تنہا میرے نام سے تحریر ہوا سید محمد احسن اب اس سے انکار کر کے مجھے نقصان پہنچانا چاہتے ہیں بالماضی فابعد تحقیقات اس کا نصف بھی

ان سید محمد احسن صاحب پر ڈالا جائے۔

آمدنی مسالہ

خرچ مسالہ

از کند سار جگت پور از تو فی جگت پور کرایہ مکان ۵۰ نقصان کند سار بھی پور دنیا نقصان کند سار پال سو کا پور
ادعا ۱۰۰۰ الی ۱۰۰۰ لا ۱۰۰۰ ۱۰۰۰ ۱۰۰۰
بقایا ذرا سامیان عرض جگت پور بابت کند سار و دیر سے مکان وغیرہ خریدار ارضی محمد علی بن حوت جلا کانت سران مکان ۱۰۰۰
ام مال اللعین ۱۰۰۰ ۱۰۰۰ ۱۰۰۰ ۱۰۰۰

قرض سابق بر جو دلی سید محمد افضل حسن عیدین خیرات و نیاز خوراک حسنا

۱۰۰۰ ۱۰۰۰ ۱۰۰۰ ۱۰۰۰ ۱۰۰۰ ۱۰۰۰ ۱۰۰۰ ۱۰۰۰ ۱۰۰۰ ۱۰۰۰

نیز سید محمد احسن صاحب نے بیان کیا کہ مبلغ ۵۰ معرفت شیخ تصدق حسین صاحب اور ۵۰ معرفت
سید فرحت علی صاحب اور تھینا دس پندرہ متفرق اس پانچ سال میں میرے پاس سے ان سید محمد افضل صاحب
کو پہنچے ہیں جو اسی گوشوارہ فرج میں کہ پیش کیا گیا ہے سندج اس فقط ہر حساب سید محمد افضل صاحب کو دکھایا گیا
انہوں نے ۵۰ معرفت شیخ تصدق حسین صاحب اور ۵۰ معرفت سید فرحت علی صاحب پانا قبول کیا اور
باقی متفرق کو فرمایا مجھ کو یاد نہیں اور گوشوارہ مذکورہ کے رقوم کی نسبت سید محمد احسن صاحب سے حلف چاہا اور
وجہ فرج میں عذر کیا کہ انصاف جو اس میں میرے ذمہ ہونا چاہئے میرے یافتی سے مجرا ہو جائے باقی سے
میں بری کیا جاؤں ان سید محمد احسن صاحب سب اطلب جلا رقوم آمد و خرچ گوشوارہ پر حلف کر لیا سید محمد احسن
صاحب و سید افضل حسین صاحب مدعا علیہ مذکورین نے دفع دعوی سید محمد افضل صاحب مدعی مذکور
میں نسبت مکانات سات دستاویزی مفصلہ ذیل سند پیش کیں :

متعلق مکان ۱

شہید نامہ از لکھنؤ زو ج سید برکات علی و سید محمد شاہ
ولد میر بادشاہ بنام سید محمد احسن مذکور

مورخہ ۲۸ جون ۱۸۸۰ء

متعلق مکان ۲

بیعتنامہ اراضی و دروازہ از محمد حسین ولد خیراتی
بنام سردار بیگم والدہ فریقین و سید اکرام علی وغیرہ

مورخہ ۱۰ جون ۱۸۹۶ء

بیعتنامہ اراضی از سید اکرام علی وغیرہ

بنام فریقین

مورخہ ۳۰ جون ۱۸۷۷ء

متعلق مکان ۳

رہن نامہ رجسٹری شدہ میعاد ۲۵ سال بطور بیع الوفاہ

از سید غازی الدین حسین ولد سید نثار الدین حسین

بنام فریقین بابت سر ربح مکان مذکور

مورخہ ۲۲ جون ۱۸۸۱ء

بیٹے مرزا سید احمد حسن ولد سید نثار الدین حسین

بنام سید امیر حسین و سید افضل حسین

پسران سید محمد افضل مدعی واحدی بیگم زوجہ

سید محمد احسن مدعا علیہ بابت کل ربح باقی مکان مذکور

مورخہ ۱۰ جون ۱۸۸۳ء

متعلق مکان ۱۷

رجن نامہ بعض ماہ ۱۵ از عبد الکریم خاں کنبوہ

نصف مکان بدست سید محمد احسن مذکور

ونصف بدست سید میر حسن سید افضل حسین مذکوران

مورخہ ۳ جون ۱۸۹۲ء

متعلق مکان ۱۷

بیٹے مرزا رضی مع غشب و بنار

نصف بنام سید محمد احسن مذکور

نصف بنام سید امیر حسین و سید افضل حسین مذکوران

مورخہ ۱۰ فروری ۱۸۸۳ء

یہ سب دستاویزیں سید محمد افضل مدعی کو دکھائی گئیں سید محمد افضل مدعی نے ان کی تصدیق فرمائی مگر دستاویز ۱۷ و ۱۸ و ۱۹ متعلقہ مکان ۱۷ و ۱۸ و ۱۹ میں سید امیر حسین و سید افضل حسین و احمدی بیگم کے نام فرضی بتائے اور کہا کہ ایک ربح مکان ۱۷ دار رضی مکان ۱۸ سید امیر علی صاحب والد فریقین نے خریدیں اور مکان ۱۹ کی تعمیر بھی انہیں کی دستاویزوں میں اور ناموں کے اندراج سے ان کا مقصد ایک نہیں دونوں بھائیوں کو دینا تھا جسے مختلف صورتوں میں ظاہر کیا بھی ہم دونوں بھائیوں کے نام درج فرماتے جیسے دستاویز ۱۷ و ۱۸ میں کبھی میری جبکہ میرے بیٹوں کے جیسے دستاویز ۱۹ میں ولہذا نصف میں سید محمد احسن کا نام ہوا اور نصف میں میرے دونوں بیٹوں کا کہ حقیقتاً ہم دونوں بھائیوں کو بالائے نام مقصد تھا کبھی میری جبکہ میرے بیٹوں اور سید محمد احسن کی جگہ ان کی زوجہ احمدی بیگم کا جیسا دستاویز ۱۷ میں دستاویز ۱۸ بعد انتقال والد صاحب مرحوم تحریر ہوئی اور اسی طریقہ جاریہ پر میری جبکہ میرے بیٹوں کے نام لکھے گئے زر رہی خالص میرا اور سید محمد احسن کا تھا امیر حسین اور افضل حسین کا اس میں کچھ نہ تھا اس کی تعمیر میرے اور محمد احسن کے مشترک روپیہ سے ہوئی۔ مکان ۱۸ کی دستاویز بہر نامہ کل مکان مذکور سے متعلق نہیں لہذا وہاں نے خود حقوق کا لفظ لکھا ہے اس کے متعلق دو بہر نامہ اور ہیں ایک از جانب ولایتی بیگم بنام سردار بیگم والدہ فریقین دوسرا از جانب سید نثار الدین حسین بنام فریقین یہ دونوں کاغذ سید محمد احسن کے پاس ہیں اس مکان کی عمارت بھی والد صاحب مرحوم نے اپنے روپیہ سے بنوائی ہے۔

تقیقات ذیل قائم

(۱) کیا مکان ملا میں بذریعہ ترکہ مادری یا تعمیر پردی یا ہیرہ نامہ سید شہار الدین حسین بنام فریقین سید محمد افضل صاحب مدنی کا کون حق ہے؟

(۲) کیا مکان ملا سید امیر علی صاحب مرحوم نے قادری بیگم مذکورہ کو ہیرہ کیا اور اگر کیا تو اس کا کیا اثر ہے؟

(۳) آیا مکان ملا و ملا و ملا میں سید افضل حسین ایک فریق مقدار کا کوئی حق ہے؟

(۴) ان تینوں مکانوں میں سید محمد افضل صاحب کو حق مرتبی حاصل ہے، اگر ہے تو کس قدر؟

(۵) آیا کھنڈ سار جگت پور خالص سید محمد احسن صاحب کی ہے سید محمد افضل صاحب کی اس میں شرکت نہیں؟

(۶) مدت فرج پیش کردہ مدعا علیہ کیا کیا رقم ذمہ سید محمد افضل صاحب ہونا چاہئے؟

(۷) اثاثہ البیت متروکہ سید امیر علی صاحب مرحوم فریقین کے قبضہ میں کیا کیا ہے اور اس کی تقسیم کیونکر جانیے؟

(۸) مکانات کی تقسیم کجائی کس طرح ہونا مناسب ہے؟

(۹) آیا ضمائر قرضہ دسمورد اس بابت دفعہ محررہ سید محمد افضل تنہا ذمہ سید محمد افضل صاحب ہے اور باقی قرضہ فریقین پر کس قدر ہے؟

(۱۰) بقایا مندرجہ گوشوارہ مذکورہ میں سید محمد افضل صاحب کا حق کس قدر ہے؟

تجویز (۱) مکان ملا کی نسبت سید محمد افضل صاحب مدعی کا دعویٰ قطع نظر اس سے کہ بعض غیر معین تھا مدعی مذکور نے کوئی شہادت خواہ کوئی دستاویز اپنے مفید پیش نہ کی سید محمد احسن صاحب مدعا علیہ کو کوئی پسند نامہ اس مکان کے کسی جو کاز جانب و ملاقی بیگم بنام سردار بیگم والدہ فریقین یا از جانب سید شہار الدین حسین بنام فریقین ملکا جانا تسلیم ہے مدعی مذکور نے صرف اپنے ماموں سید محمد شاہ صاحب خلف سید میر بادشاہ صاحب کے بیان پر (کہ سید محمد احسن صاحب مدعا علیہ کے ماموں اور خسر بھی ہیں) حصر کیا۔ سید محمد شاہ صاحب مذکور بوجہ امراض معذور ہیں اور اس مکان نمبر ۱ میں اپنی دختر و داماد سید محمد احسن صاحب مدعا علیہ کے پاس رہتے ہیں بخور نے مکان مذکور میں جا کر ان کا اظہار لیلہ سید محمد شاہ

صاحب مذکور نے بیان کیا کہ یہ مکان جس میں اس وقت موجود ہیں میرے نانا میر سید محمد صاحب کا تھا ان کے صرف تین وارث ہوئے: میری والدہ ولایتی بیگم اور خالہ لالہ بیگم اور ماموں سید نثار الدین حسین، ان ماموں صاحب نے اپنا حصہ یعنی نصف مکان مذکور اپنی دونوں بہنوں میری والدہ و خالہ کو ہر ایک تقسیم کر دیا ان ماموں صاحب کے بیٹوں سید غازی الدین حسین و سید احمد حسین نے اب تک کوئی تعرض نہ کیا میری بہنوں مزار بیگم و والدہ سید محمد افضل و سید محمد احسن اور ہر کائی بیگم و اکا دی بیگم نے اپنی والدہ ولایتی بیگم سے پہلے وفات پائی، ولایتی بیگم مذکور کا میں تنہا وارث ہوں، بعد انتقال والدہ میں اور میری محنت لالہ بیگم نصف نصف اس تمام مکان کے مالک ہوئے ہم دونوں مکان مکان مذکور نے یہ مکان تمام و کمال ان سید محمد احسن کو ہر دیا تعمیر کی نسبت کہا میں اس وقت یہاں نہ تھا میری والدہ زندہ تھیں یہ میرے علم میں نہیں کہ میری والدہ کے روپے سے بنا یا سید امیر علی کے روپے سے تعمیر ہوا، ظاہر ہے کہ ان گواہ کے بیان میں کوئی لفظ مفید مدعی نہیں البتہ دستاویز مذکور کے تینوں فریق مقدمہ کے مقدمہ و مستند ہیں اس میں سے دستاویز ۱۷ میں مکان ۱۷ کی حد غربی میں کہ یہی مکان نمبر ایک ہے سردار بیگم زوہر سید امیر علی کا نام لکھا ہے اور دستاویز ۱۸ میں مکان ۱۸ کی حد شرقی میں کہ یہی مکان ۱۷ ہے مکان محمد احسن مرتضیٰ و محمد افضل بیگ پر ایک قریب ہے جس سے مستفاد ہوتا ہے کہ ۱۸ تک یہ مکان ۱۷ سردار بیگم والدہ فریقین کی طرف منسوب تھا اور ۱۸ میں فریقین کی طرف منسوب ہوا اگر قطع نظر اس سے کہ مجرد نسبت و اضافت خواہی خواہی دلیل ملک نہیں اور وہ بھی ایسی کہ مدعی کے ثبوت استحقاق میں بکار آد ہو خود سید افضل صاحب مدعی نے اپنی نیک نیتی سے صاف اقرار کیا کہ ولایتی بیگم کا سردار بیگم یا سید نثار الدین حسین صاحب کا فریقین کو اپنے اپنے حصص واقعہ مکان مذکور ہر ایک کا بلا تقسیم تھا اور اب تک کہ سردار بیگم و سید نثار الدین حسین کی وفات ہر ایک مکان بدستور نامتقسم ہے غالباً بیان مدعی نسبت ہر نامحتمل مذکور صحیح ہے اور انھیں کی بنا پر ۱۷ تک مکان ملک سردار بیگم اور ۱۸ میں مکان ملک فریقین تصور کیا جاتا ہو لیکن قابل قیمت شے میں ہر شرعاً ناجائز ہے اور جبکہ تقسیم سے پہلے موجود نہ یا وارث انتقال کر جائے جیسا کہ بیان ہوا وہ ہر شخص باطل و کالعدم ہو جاتا ہے عالمگیری جلد ۲ ص ۱۳۱

لا تصح فـ مشاع یقسم ۱۵
تقسیم سے قبل مشاع چیز کا ہر حصہ صحیح نہیں۔ (د)

در مختار صفحہ ۵۱۲

۲۶۲
 الصیم موت احد العاقدین بعد التسليم
 ہوسکے فریقین میں سے ایک کی موت قبضہ دینے کے
 بعدیم سے مراد ہے اگر قبضہ سے پہلے ہو تو بہر باطل
 ہو جائے گا۔ (د)

تو ان دونوں بہرہ کی نسبت کسی بحث و تفتیش کی حاجت نہیں کہ خود باقر اندھی ان کا باطل ہونا ثابت ہے اور
 اگرچہ بعینہ یہی وجہ اس مکان میں سید محمد احسن صاحب مدعا علیہ کے حق کو بھی باطل کرے گی کہ جب مکان
 بالاتفاق موروثی اور ہنوز نامتقسم ہے تو سید شاد الدین حسین صاحب کا اپنا حصہ اپنی بہنوں ولایتی بیگم و
 لالہ بیگم کو بہرہ کرنا باطل ہوا اور نصف میں ان کے بیٹوں سید غازی الدین حسین و سید احمد حسین کا حق ملک رہا
 اور اب جو سید محمد شاہ صاحب دلال بیگم نے اپنی مشاع و نامتقسم حصے سید محمد احسن صاحب کو بذریعہ
 ہبہ نامہ نمبر ایک ہبہ کئے یہ ہبہ بھی ناجائز ہوا اور لالہ بیگم کی وفات سے ان کے حصہ کا بہرہ محض باطل ہو کر
 ان کے بھتیجوں سید غازی الدین حسین و سید احمد حسین کا حق قرار پایا سید محمد شاہ صاحب زندہ ہیں اگر اپنا
 حصہ کہ ترکہ ولایتی بیگم سے انھیں پہنچا تھا تقسیم کر اگر سید محمد احسن صاحب کو قبضہ دے دیں یہ صحیح ہو جائیگا
 ورنہ باطل، مگر ان وجوہ کا نفع ان اشخاص کی طرف راجع ہے جو فریقین مقدمہ نہیں اور اسس بہرہ کے بطلان
 سے مدعی کو کوئی فائدہ نہیں کہ سردار بیگم والدہ مدعی کا اپنی والدہ ولایتی بیگم سے پہلے انتقال کرنا بالاتفاق
 یقین ثابت ہے لہذا سید محمد افضل صاحب مدعی مذکور کا دعویٰ اس مکان مد پر کسی وجہ سے قابل
 سماعت نہیں۔

(۲) نتیجہ دوم کی نسبت اس قدر کہنا بس ہے کہ یہ بہرہ اگر ثابت بھی ہو تو محض بے معنی ہے سید محمد احسن
 صاحب مدعا علیہ نے اولاً اپنے بیان میں صاف تسلیم کیا کہ سید محمد افضل صاحب مدعی مکان عہ میں بقدر
 اپنے حصہ کے شریک ہیں بعد ازاں کہہ دیں مدعا علیہا نے اس تمام مکان کا بنام قادری بیگم ہبہ ہونا ظاہر
 ہو گیا حسب طلب مدعا علیہا سید محمد افضل صاحب مدعی سے بھی اس بہرہ کی نسبت سوال ہوا انھوں نے
 اتنا اقرار کیا کہ سید امیر علی صاحب مرحوم نے قادری بیگم سے کہا تھا کہ اگر تم یہاں رہو تو یہ مکان تمہیں دیتا
 ہوں مگر وہ نہ رہیں ان سب سے قطع نظر کیجئے بالفرض سید امیر علی صاحب مرحوم نے تمام مکان کے تین رتبے نامتقسم
 ہنوز دیں ہیں اور وہی ملک مرتس نہیں ہوتا کہ اسے بہرہ کر دینے کا اختیار ہو ایک رتبہ باقی اگر ملک سید امیر علی صاحب
 ہو بھی تو رہن مشاع ہے کہ بعد انتقال سید امیر علی اور کا بہرہ باطل ہو گیا۔

(۳) نتیجہ سوم ایک ظاہریات تھی دستاویزات میں دیکھا گیا ہے کہ وہ ایک میں سید افضل حسین کا نام
 ذمہ مشترکان و مرتبہ میں موجود ہے دستاویز سب فریقوں کے مصدقہ مسئلہ میں سید محمد افضل حسین صاحب
 یا سید محمد احسن صاحب کا باوجود تسلیم صحت دستاویزات یہ ادعا کہ سید افضل حسین صاحب کا نام فرضی
 ہے بے ثبوت کافی ہرگز مسکوت نہ ہو گا نہ دونوں فریق مذکور نے اس کا کوئی ثبوت پیش کیا مگر سید افضل حسین صاحب
 نے نیک نیتی سے اپنے اظہاروں میں صاف اقرار کر دیا کہ مکان میں عبد الحکیم خاں والا میرے چچا صاحب نے
 رہا لیامیر اس میں کچھ روپیہ نہ تھا تو صاف ظاہر ہوا کہ رہن نام میں سید افضل کا نام محض فرضی ہے اگر یہ کہتے
 کہ اصل دانت نے اپنا روپیہ رہا رہی کو فرض دے کہ سید افضل حسین کا نام اس فرض سے درج دستاویز کیا
 کہ وہ دین ان کا قرار پائے اور ضرور عرف و رواج سے یہی ظاہر ہے بزرگ اپنے روپے سے کوئی مقدار کرتے
 اور اپنے کسی خور و کا نام اسی فرض سے درج دستاویز کرتے ہیں کہ وہ ملک یا حق ان کے لئے قرار پائے
 مگر شرعاً یہ ارادہ رہن میں محض ہے اثر ہے کہ یہ غیر بدلیوں کو دین کا ملک کرنا ہو گا اور وہ صحیح نہیں۔ درمختار
 ص ۵۱۵

تسلیم الدین صحت لیس علیہ باطل ہے غیر بدلیوں کو دین کا ملک بنانا باطل ہے۔ (د)
 نیز سید افضل حسین صاحب نے اپنے اس اظہار میں کہ اپنی طرف سے اصالہ اور اپنے چچا
 سید محمد احسن صاحب کی طرف سے بذریعہ مختار نامہ عام ہے صاف اقرار فرمایا کہ مکان ملک کی تمام بیع و رہن
 حقیقہ سید امیر علی صاحب مرحوم نے اپنے روپے سے اپنے لئے بیع و رہن لئے اور اپنی طرف سے جس جس
 جس جس قدر کا ملک یا مستحق کرنا چاہا یا اس کا نام بیع نامہ رہن نامہ میں درج کرادیا، اور واقعی عادات
 ناس سے محمود بھی ہے بائع سے گفتگو سے بیع و شرائع خود کرتے ہیں ایجاب و قبول میں یہ لفظ نہیں جوتے
 کہ بائع کہہ کہیں نے فلاں شے تیرے فلاں عزیز کے ہاتھ چکی یہ کہہ میں نے اپنے فلاں فلاں عزیزوں
 کی طرف سے قبول کی بکہ گفتگو باہم ختم ہو جاتی ہے اس کے بعد دستاویز میں اپنے جس عزیز کا نام چاہتے ہیں
 لکھوا دیتے ہیں یہ بیع حقیقہ خود انھیں اشخاص عاقدین کے لئے منعقد ہو کر دستاویز میں اندراج نام
 عزیزان ان عزیزوں کے نام بہہ ہوتا ہے، رد المحتار میں ہے ۱

عہ تحریر ۱۳۱۱ شامل مسل ۱۲

الاب اشترى لها في صغرها او بعد ما كبرت
وسلم اليها و ذلك في صحتها ولا سبيل
لورثة عليه ويكون للبنت خاصة آه
منه .

باپ نے اپنی صحت و تندرستی میں بیٹی کے لئے کوئی
چیز خرید کر اس کے قبضہ میں دے دی وہ چیز خاص
بیٹی کے لئے ہوگی خواہ بالغ ہو یا نابالغ ہو دیگر ورثہ
کا اس چیز پر کوئی حق نہ ہوگا۔ (اجودت)

عقود الدیر جلد ۲ ص ۲۸۱

امراة اشترت لولدها الصغير ما لها على
ان لا ترجع بالثمن على الولد جازا استحضانا و
نكون مشتريه لنفسها ثم تصير حبة منها
للصغير .

کسی عورت نے اپنے نابالغ بیٹے کے لئے اپنے مال
سے کوئی چیز خریدی اس عہد پر کہ بیٹے سے قسم
نہوں گی تو استحضانا جائز ہے اور وہ حشریداری
عورت کی اپنے لئے ہوگی پھر عورت کی طرف سے
بیٹے کو ہبہ قرار پائے گی۔ (د)

اور جب سید اقرار سید افضل حسین صاحب بیع مکان ۵ میں ان کا نام بذریعہ ہبہ ہے اور جب
مشاع بعد انتقال و اہب باطل ہو جاتا ہے تو ثابت ہوا کہ ہر سر مکانات مذکور نمبر ۲ و ۳ و ۴ و ۵ میں سید افضل حسین
صاحب کا کوئی حق ملک و رہن اصل نہیں۔

(۴) مکان نمبر ۳ کی نسبت بالاتفاق اظہاراً ثابت ہوا کہ اسس کی بیع و رہن نامہ
سب حقیقتہً بنام سید امیر علی صاحب مرحوم تھی اندراج نام دیگر ان اسی قاعدہ معصودہ بزرگان کی بنسار
پر تھا بالخصوص معاملہ کا بیان کہ یہ تمام و کمال مکان سید امیر علی صاحب مرحوم نے فریقین کے خالہ زاد
ہمشیر قادری بیگم کو ہبہ کر دیا صراحتاً اس کے مترادف امیر علی صاحب ہونے کا اقرار ہے۔ سید امیر علی نے
انتقال فرمایا اور ان کے وارث یہی دو صاحبزادے سید محمد افضل صاحب و سید محمد احسن صاحب ہونے تو
مکان کے مترادف ہونے کا اقرار نصف مکان بذریعہ وراثت ملک سید محمد افضل صاحب ہونے کا
اقرار ہوا لیکن یہ اقرار حق رہا کہ نہ حاضر ہے نہ فریق مقدم ہے تو ثر نہ ہوگا تو ایک بیع مکان مذکور باقرار

عہ تحریر و امضا شمل مسل ۱۲

۵۰۶/۲	دار احیاء التراث العربی بیروت	کتاب العاریہ	سہ رد المختار
۳۳۶/۲	ہرگ بازار قندھار افغانستان	کتاب الوصایا باب الوصی	سہ العقود الدیر

سید محمد احسن متروکہ سید امیر علی صاحب اور تین ربح مرہونہ سید امیر علی صاحب قرار پائیں گے یہ رہن اگرچہ
یہود مشاع ہونے کے فاسد اور بوجہ دہلی ہونے کے شرعاً حرام ہے مگر تاہم دین اس پر قبضہ رکھنے کا اختیار
ضرور حاصل، اس بارے میں رہن صحیح و فاسد کا حکم ایک ہی ہے۔ در مختار صفحہ ۶۱۶

لا ینصح من ہن مشاع مطلقاً ثم الصحیحہ غیر منقسم چیز کا رہن مطلقاً صحیح نہیں ہے بلکہ صحیح
انہ فاسد بلکہ یہ ہے کہ وہ رہن فاسد ہوگا۔ (د ت)

اسی میں ہے ص ۶۲۸

کل حکم عرف فی الرهن الصحیحہ فهو الحکم فی الرهن الفاسد کہ رهن المشاع (ملحقاً) جو حکم صحیح رہن کا ہے وہ حکم فاسد رہن، مثلاً
غیر منقسم رہن چیز کا ہے۔ (د ت)

اور بعد انتقال مرہن اس کے ورثہ اس کی جگہ مرہن ہو جاتے ہیں، در مختار ص ۶۲۳

لا یبطل الرهن بموت الرهن ولا بموت السرتمن و لا بموتہما ویبقى الرهن رہنا عند الوثقة۔ رہن یا مرہن یا دونوں کی موت سے رہن
باطل نہیں ہوتا بلکہ ان کے ورثہ میں رہن باقی رہے گا۔ (د ت)

تو اس مکان کے تین ربح کی مرہنی بنام فریقین اگرچہ حسب اقرار فریقین بطور اسم فرضی تھی مگر بعد
انتقال مرہن اصلی واقعی و حقیقی ہو گئی اور اس میں کسی فریق کو نزاع بھی نہیں ایک ربح باقی کے بیعت نامہ
میں تین نام مندرج ہوئے سید امیر حسن مرحوم و سید افضل حسین پسران مدنی و احمدی بیگم زوجہ سید محمد احسن
صاحب مدعا علیہ، ان میں سید افضل حسین صاحب تو اپنے اقرار مذکور بیع سوم کے دوسے جہاں ہو گئے
لیکن ہر سہ فریق کا اتفاق سید امیر حسن و احمدی بیگم پر اثر نہیں ڈال سکتا کہ اقرار حجت قاصر ہے اثر صرف مقر
کی اپنی ذات تک محدود رہتا ہے ہم صدر بیع سوم میں بیان کر آئے کہ دستاویزات مصدقہ مسئلہ ہر سہ فریق
میں ان کا مول کا اندراج دفع دعویٰ دیگر ای کے لئے بس ہے جب تک وہ بینہ سے ان اسماء کا مندرج ہونا
ثابت کریں جس کا ثبوت اصلاً فریقین کے کسی نے نہ دیا تو اس ربح میں اقارات کا اثر صرف ایک ٹکڑ
موسم سید افضل حسین پر پڑے گا، اور وہ باقرار ہر سہ فریق متروکہ سید امیر علی صاحب قرار پا کر
سید محمد افضل صاحب و سید محمد احسن صاحب میں نصف نصف ہوا سید امیر حسن مرحوم و احمدی بیگم

۲۶۸/۲ مطبع مجتہبی دہلی باب یا یجوز ارتہانہ دہلی بکوز
۲۶۹/۲ " " " فصل فی مسائل متفرقة
۲۷۰/۲ " " " باب التصرف فی الرهن

مذہبی مقدمہ میں نہ ان کے ابطال حق پر فریقین سے کسی نے کوئی ثبوت دیا لہذا اس قدر میں کسی کا دعویٰ مسوع نہیں
 سید امیر حسن مرحوم کے دار شہرستان کے والد سید محمد افضل صاحب مدعی ہیں تو اس دہانے کا ایک ٹکٹ کر شہر عا
 ملک سید امیر حسن مرحوم تھا در اثنا ملک سید محمد افضل صاحب ہوا سید محمد افضل صاحب کو بھی اگرچہ اقرار تھا کہ
 یہ مکان میری ہے جس کے رُوسے اگرچہ اقرارات ہر سرفریقی حق سید امیر حسن مرحوم پر نوٹ نہ ہوا مگر جب
 ٹکٹ بدعویٰ ارٹ سید محمد افضل صاحب کو پہنچے سید محمد احسن صاحب ان کے اقرار پر مواخذہ کر کے اس ٹکٹ
 میں نصف کے مدعی ہو سکتے تھے لیکن سید محمد احسن صاحب بعد اقرار مذکور ہر سرفریقی کے صراحت تحریر کر چکے کہ
 امیر حسن کے حق کی بابت گزارش ہے کہ دو پیر والد صاحب کا تھا اور اس سے بیع و رکن کیا گیا اگر شہر عا اس میں میرا حق
 ہے تو مجھ کو دہی ہے اور نہیں ہے تو دہی نہیں ہے فقط اور اوپر معلوم ہوتا ہے کہ شہر عا سید امیر حسن مرحوم کے حق
 میں سید محمد احسن کا کوئی حق نہیں نہ خریداری میں دو پیر والد کا ہونا، بلکہ والد کو مستلزم۔ فتاویٰ خیرہ ص ۱۷۰
 لا ینزل من الشراء من مال الاب است یكون والد کے مال سے خرید کر وہ چیز ضروری نہیں کہ والد
 البیوم لاب ہے
 لکھتے ہو۔ (ت)

اور لا دہی کسی شرط واقعی پر معلق کرنا بلا شرط لا دہی ہے۔ در مختار ص ۲۰۰
 علقہ ہا مکان کان اعطیت شریکی فقد برئت کو معلق کیا کسی امر اضمی معنی پر جیسے مالک بکادیون
 ابوانک وقد اعطاه صدم ہے
 سے کہنا کہ اگر تو نے فلاں چیز میرے شریک کو دی تو
 میں نے تجھ کو بری الذمہ کیا حالانکہ بکادیون وہ چیز اس کے شریک کو دے چکا تو یہ تعلیق صحیح ہوگی۔ (ت)
 رد المحتار جلد ۲ ص ۱۳۴۹

لانہ علقہ بشرط کائن فتا جسزیکہ
 کیونکہ اس پائی جائی شریک معلق کیا ہے تو فوراً نافذ
 ہو گیا۔ (ت)

تو سید محمد افضل صاحب کا اقرار سید امیر حسن مرحوم کے بارے میں سید محمد احسن صاحب کے دہی سے

عہ شریکی کی جگہ اصل میں بیاض ہے۔

۱/۲۱۹	دار المعرفۃ بیروت	کتاب البیوع	لے فتاویٰ خیرہ
۵۲/۶	طبع مجتہائی دہلی	باب ما یبطل بالشرک والفساد	لے در مختار
۲۲۵/۴	مکتبہ دارالینار التراث العربی بیروت	" " "	لے رد المحتار

وہ ترسید امیر علی صاحب مرحوم کے بعد رہن لیا گیا باقی سب مکانات ان کے والد اسید امیر علی صاحب مرحوم نے اپنے روپے سے بیع و رہن لئے ہیں اور اپنی طرف سے جس جس کو جتنا دینا منظور تھا اس اس کا نام بیعنامہ اور رہن نامہ میں درج کر دیا اور سید محمد احسن صاحب نے اپنے اظہار میں فرمایا ہے کہ سید افضل حسین میرا محتار عام ہے اس مقدمہ دائرہ میں جو بیان سید محمد افضل حسین صاحب نے کئے مجھ کو قبول و منظور ہیں اور سید محمد احسن صاحب نے اپنی یاخیر تحریر میں خود صاف لکھا کہ یہ بیع و رہن والد صاحب کے روپے سے تھے تو اپنے اگلے بیانوں کو مراعات نہ فرمایا بالجلد باقرار مدعا علیہ ثابت ہوا نیز اس کی تعمیر کی نسبت سید محمد احسن صاحب مجوز سے زبانی فرمادیا گیا تھا کہ کھنڈ سار جگت پور کے روپے سے ہوئی اور یہ کہ اس وقت سوا اس کے ہماری کوئی آمدنی نہ تھی بعد اظہار میں اس عمارت کی نسبت بہت تفصیل بیان فرمائی ہے جس سے اس کی کچھ متفرق ہو مشترک کچھ خاص ان کے ثابت ہوتے ہیں اور تحریر فرمایا ہے پہلے جو میں نے مکان ۵ کی نسبت تعمیر عہدہ کی مجوز صاحب سے عرض کیا تھا کہ کھنڈ سار جگت پور کی آمدنی سے کہ وہ میرا سہو تھا صحیح یہ ہے جو میں نے مفصل لکھا مگر کوئی مقرر اپنے اقرار سے بددلی سوہ لغزش پیش نہیں سکتا، اس شبہہ ص ۲۵۴

۱۳۱ اقرب بشی شمس ادھب الخطاء لم تقبل یٰؑ جب کچھ چیز کا اقرار کر کے پھر خطا کا دعویٰ کرے تو یہ دعویٰ قبول نہ ہوگا۔ (ت)

تو میں اس امر میں شک کی کوئی وجہ نہیں پاتا کہ تمام و کمال مکان ۵ بھی نصف ملک سید محمد افضل صاحب ہے اور اس پر ایک قرینہ و اخبر یہ بھی ہے کہ سید محمد احسن صاحب اپنے اظہار میں تحریر فرماتے ہیں کہ یہ مکان ۵ تمام و کمال میں نے اور سید محمد افضل نے بالحق صفا و مورد اس کی دستاویز میں ہزار والی میں مستغرق کیا ہے۔ (۵) سید محمد احسن صاحب نے بکمال نیک نیتی اپنے بیان و اظہار میں جا بجا صاف تسلیم کر لیا کہ کھنڈ سار جگت پور ان کی اور سید محمد افضل صاحب کی مشترک ہے خود ابتدائی بیان جس میں اس کھنڈ سار کو تنہا اپنی فرمایا ہے اسی کے آخر میں آمد و خرچ پیش کردہ سید افضل حسین کو مراعات لکھ دیا کہ میرا اور سید محمد افضل صاحب کا مشترک ہے اس آمد میں آمدنی کھنڈ سار مذکور شامل ہے بلکہ حساب طلب بھی اس آمدنی کا ہوا تھا

غلطہ تحریر ۱۸ شامل مسل ۱۲

غلطہ تحریر ۱۸ شامل مسل ۱۳

غلطہ تحریر ۱۹ شامل مسل ۱۲

جو فریقین کی مشترک ہے تو اس میں آمدنی کھنڈسار مذکور کا صبح فرمانا ہے مراۃ ذیل شرکت تھا نہ کہ جب بیان شرکت کی تصریح بھی کر دی نہ کہ جب تحریر میں صاف لکھ دیا کہ یہ کھنڈسار میری اور سید محمد افضل صاحب کی شرکت میں ہے، لہذا مجموعہ آمدنی بحساب حصہ سے نصف یعنی الذی فیہ حق افضل صاحب ہیں۔

(۶) مدت فراج میں لڑائی محمد ولی جان فریقین کا مشترک ہونا اور اس کی قیمت کی حصہ فریقین کے فتنے بالمنصف ہونا فریقین کو تسلیم ہے اور الذی فیہ کو قرض خواہ کو رقم خلعت شرع یعنی سود میں سید محمد احسن صاحب کے ہاتھ سے گئی ان کے خلعت کے بعد سید محمد افضل صاحب نے مشترک ہونا قبول کر لے مرمت مکانات کی ذمہ داری جن کی تفصیل فریقین سے کوئی نہ بتا سکا ان کے معلوم ہونے کا کوئی ذریعہ کہ کس قدر کس مکان کی مرمت میں صرف ہوا مکان ملے کے سوا باقی چاروں مکانوں پر کچھ مساوی قابل انقسام وہی مکان دیا میں جب کہ سید محمد افضل صاحب کا کوئی حق ثابت نہ ہوا اور سید محمد احسن صاحب اسے تنہا اپنی ملک بتاتے ہیں تو اس رقم کا ایک رابع میرے پاس پانی خاص سید محمد احسن صاحب پر اور باقی رابع کا نصف میرے پاس ہے۔ ذمہ داری سید محمد افضل صاحب ہوا عیدین و خیرات و نیاز و خوراک خانہ وغیرہ سب کا نسبت سید محمد احسن صاحب کو اپنے بیان تحریر میں اقرار ہے کہ یہ بعد جانے سید محمد افضل صاحب کے خود سید محمد احسن صاحب نے صرفت کے البتہ کنبہ داری کے مستحق شادی وغنی کو فریقین نے مشترک تسلیم کیا اس پر ہم مجوز نے سید محمد احسن صاحب سے اس رقم کی فہرست طلب کی مگر سید محمد احسن صاحب مدعا علیہ نے اس رقم کا حقہ ذمہ داری سید محمد افضل صاحب ڈالنے سے دستبرداری کی اور قبول فرمایا کہ یہ خفیہ رقم بھی میرے ہی ذمے رکھی جائے کھنڈسار ایسی پورہ نو دیا کی نسبت خود محمد احسن صاحب اپنے تحریر میں بیان میں اقرار فرماتے ہیں کہ وہ میں نے خود کی تھی مگر افضل کی کوئی شرکت نہیں تھی فقط نیز اپنے اظہار میں اس کھنڈسار بانی ہر کمال پر سب کی نسبت تحریر فرماتے ہیں کہ سید محمد افضل صاحب کے سلی بحیثیت جانے کے ایک دو سال بعد میں نے سید محمد افضل صاحب سے کوئی اجازت نہیں لی تھی تو یہاں سے ظاہر ہوا کہ ان میں سے کسی کھنڈسار میں سید محمد افضل صاحب کی شرکت نہ تھی نہ سید محمد افضل صاحب کو ان میں شرکت تسلیم ہے اور سید محمد احسن صاحب کا لکھنا کہ نہ سید محمد افضل صاحب نے مجھ سے کہا کہ میں ان کھنڈساروں میں شریک نہیں ہوں ان کو علم تھا کہ یہ کھنڈساریں کی گئی ہیں اور کسی کام کی بابت بھی کوئی خاص اجازت نہ لی جاتی تھی ہمیشہ ان کے شریک سلی بحیثیت سے آیا کرتے اور یہ بھی آتے وہ سب فراج اس کھنڈساری آمدنی سے ہوتا تھا فقط کچھ انھیں

مفید نہیں سید محمد افضل صاحب نے انھیں شرکت کی نفی نہ کی تو اقرار بھی نہ کیا اور علم ہونا شریک ہونے کو مستلزم نہیں کھنڈساروں کی مخلوط آمدنی جس میں مشترک کھنڈسارکت پر بھی حق مہاندازی سے سید محمد افضل صاحب وغیرہ میں خرچ ہونا بھی اسی کھنڈساروں میں دلیل شرکت نہیں جو ان کے جاننے کے سال دو سال بعد سید محمد احسن صاحب نے بطور خود بے اجازت لئے کیں آئینہ خورشید محمد احسن صاحب مرآتہ نگار کے ہیں کہ ابھی پورہ نوویا کی کھنڈساروں میں سید محمد افضل صاحب کی شرکت نہیں اگرچہ دلائل موجب شرکت ہوتے تو ان میں بھی شرکت ثابت ہوتی جس سے خود مدعا علیہ کو احکام ہے تو ثابت ہوا کہ ان سب کھنڈساروں میں نقصانات سید محمد افضل صاحب پر ڈالنے کی کوئی وجہ نہیں پس مدت خرچ میں صرف تین میں ذکر سید محمد افضل صاحب ہوئیں، نصف قیمت اراضی ولی محمد خاں و نصف رقم ناجائز سود کہ قرض خواہ کو گئی و بابت مرمت مکان کل مع ۱۳۰۳ پانی کل صال مع ۲ پانی کہ نصف آمدنی ان کی یافتنی السالۃ پانی سے منہا ہو کر السالۃ پانی رہے لیکن سید محمد احسن صاحب نے دعویٰ کیا کہ مبلغ ۵۰ معرفت شیخ تصدق حسین اور ۵۰ معرفت سید فرست علی اور تحفہ ۱۰ دس پندرہ روپے متفرق سید محمد افضل صاحب کے پاس پہنچے ہیں جو اسی گوشوارہ خرچ میں مندرج ہیں پہلی اور دوسری کاسید محمد افضل صاحب نے اقرار کیا تو یہ ۵۰ مع ۱۰ پانی سید محمد افضل کے یافتنی ذکر سید محمد احسن صاحب پر رہے یہ صاحب ظاہر اسید افضل حسین صاحب ممتاز عام سید محمد احسن صاحب بہت جلدی میں تحریر فرمایا ہے رقم خرچ رقم آمدنی کے برابر ۵۰ قائم کی اور تھر نذر دیکھ دیا اور مدت خرچ کی جو تفصیل فرمائی ان کا جو صرف ۵۰ مع ۱۰ آتا ہے ناشی روپے کا فرق ہے اور ایسی ہی سو روپے کی غلطی رقم بقایا میں ہے جس کا خود اقرار تحریر فرمایا مگر از انجا کہ ذمہ دہی ان تین مدوں کے سوا باقی سے بری ہے اس تحقیقات کی کچھ حاجت نہیں کہ یہ اسی لہر کی غلطی کہاں گئی۔

(۷) اثبات البیت کے دعویٰ سے فریقین نے دست برداری لکھ دی۔

(۸) مکان ۱۱ میں تو کوئی سید محمد افضل صاحب کا ثابت نہ ہوا اور مکان نمبر ۱۱ فریقین کے پاس رہیں ہے نمبر ۱۲ کے بھی تین ربل فریقین کے پاس رہیں ہیں رہن ملک مرتیں نہیں ہوتا اس مکان کا رہن اگرچہ ملک ہے مگر وجہ اختلاف رہن وہ یکجائی نہ ہو سکے کا تو صرف دو مکان قابل تقسیم یکجائی ہے مکان نمبر ۱۱ جس کا نصف نصف ہونا ابتداء سے مستحکم فریقین تھا اور مکان نمبر ۱۲ کے اب نصف نصف ثابت ہوا ان دونوں مکانوں کا مفصل تخمینہ

معتبر راجہ نے بوجہ سید محمد احسن صاحب کی مکان عدا کی قیمت مال الغنہ قرار پائی اور مکان عدا کی عدا
 مال الغنہ یہاں اتفاقاً قرض برداری دیکھا جی مگر سید محمد احسن صاحب نے کہا کہ مکان نمبر ۵ میرے
 والد کو بہت پسند تھا وہ اس میں سوتے تھے یہ مجھے مل جائے اور زیادت کا معاوضہ مجھ سے دلایا جائے
 سید محمد افضل صاحب پہلے فرما چکے تھے کہ جو مکان وہ پسند کر لیں لیں اور کی بیشی کا معاوضہ ہو جائے
 بعد اس پسند کے بھی سید محمد افضل صاحب نے اسے منظور رکھا لہذا مکان عدا خالص سید محمد افضل صاحب
 اور مکان عدا خالص سید محمد احسن صاحب کا قرار پایا اور پابت کی حصہ سید محمد افضل صاحب میں آئی
 مال الغنہ سید محمد احسن صاحب پر سید محمد افضل صاحب کی واجب الادا ہوئی کہ رقم سابق سے مل کر
 مجموعہ مال الغنہ ۲۰ روپے پائی ہوئی۔

(۹) صاف قرض دامودر اس کو سید محمد احسن صاحب نے اپنے بیان تحریری میں بکمال نیک نیتی
 صاف تسلیم فرمایا کہ یہ قرض ان پر اور سید محمد افضل صاحب مشترک ہے، باقی قرض کی نسبت تحقیقات
 درپیش تھی کہ ۶ مئی ۱۹۰۳ء کو جناب سید محمد احسن صاحب مدعا علیہ نے ایک درخواست بریں مضمون
 پیش کی کہ مبلغ ۵۰ روپے جو سید محمد افضل صاحب کی بھی ہیں ان کے قلم کی تحریر کی ہوئی ان کی
 تحویل میں باقی ہیں مجھ کو بخرا دلائی جائیں حریفہ شامل فرمایا جائے یہ دعویٰ جدید کئی چھپنے بعد جناب
 سید محمد احسن صاحب کو یاد آیا بیان تحریری مورخہ ۱۶ ذی الحجہ ۱۳۲۱ مطابق ۱۶ مارچ ۱۹۰۳ء میں ان
 کا کوئی تذکرہ نہیں تھا لہذا اس کی نسبت کوئی نتیجہ قائم نہ ہوتی تھی نہ ایسے جدید دعویٰ کا کسی فریق کو اختیار
 تھا مگر جناب سید محمد احسن صاحب کے اصرار پر درخواست شامل مسل کی گئی اور سید محمد افضل صاحب
 سے جواب طلب ہوا انہوں نے اس رقم کے اپنے پاس رہنے سے صاف انکار کیا سید محمد احسن صاحب
 نے شہادتیں پیش کیں جن میں اس رقم کی نسبت سید محمد افضل صاحب کے پاس رہنا کسی شہادہ نے اصلاً
 بیان نہ کیا بلکہ سید محمد حسین صاحب برادر محمد زاد فریقین نے اتنا کہا یہ میں نے نہ سنا کہ محمد افضل اپنے ساتھ
 کچھ نہ لے گئے نہ میں نے سنا کہ کچھ روپیہ تحویل میں ہے یا محمد افضل لے گئے ہیں بلکہ یہ سنا کہ پہلی بحیثیت میں
 محمد افضل نے کچھ زیور گرد کچھ روپیہ مقبول حسین خاں نے دیا، مرزا پابت بیگ نے بیان کیا میں نے
 کبھی نہ سنا کہ کچھ روپیہ محمد افضل پہلی بحیثیت لے گئے نہ محمد احسن نے بیان کیا نہ کسی نے یہ تو نا اتفاقی

سئل قاری الہدایۃ عن طلب محاسبۃ
شریکہ فاجاب لا تلزمہ بالتفصیل و مثله
المضارب والوصی والمتولی ، نہریہ

قاری الہدایۃ سے سوال ہوا کہ کوئی شخص اپنے شریک
سے حساب کا مطالبہ کرے تو جواب دیا کہ ہم تفصیل
حساب لازم نہیں کریں گے۔ اسی طرح مضارب

وصی اور متولی کا معاملہ ہے، نہریہ (ت)

توان سولہ سو کی طرح یہ دو ہزار بھی ناقابل سماعت ہیں، اس جملہ معترضہ کے بعد اصل نتیجہ بقدر قرضہ کی طرف عطف
عنان کریں سمیع علیہ کہ قرضے کے دکھائے گئے اور سید محمد احسن صاحب نے اپنے بیان تحریری میں فرمایا
کہ وہی قرضہ اسے تک چلا آتا ہے اس میں سے سمیع علیہ قرضہ دستاویز واقعہ دامودرد اس تو یقیناً اسے تک
چلا آتا ہے باقی رقم کی تفصیل جو سید محمد احسن صاحب نے بابت مسئلہ تفصیلی جبکہ سید محمد افضل صاحب
پہلی بصیرت گئے تھے اور اب بابت شروع مسئلہ تفصیلی اپنی بھی سے لکھائی اور وہ شامل مسل ہے، اس کے
ملاحظہ سے واضح ہے کہ اس قرضے میں ایک جر قرضہ سید فرحت علی صاحب کے کچھ باقی نہیں مسئلہ میں
سبب رقم جدید ہیں سید فرحت علی صاحب کے قرضہ میں السیال علیہ تھے اور بابت مسئلہ میں مماثلہ
تقریر میں سید محمد احسن صاحب نے اپنی اخیر تحریر میں ذکر فرمایا ہے کہ اب یہ لہسہ بھی ادا ہو گئے ان کے
فقط صما باقی ہیں تو دامودرد اس کے سمیع علیہ اور سید فرحت علی صاحب کے صما جملہ لغت نکال کر
لے جائیے ۹۔ سید محمد احسن صاحب نے ادا کئے اور یہ قرضہ مشترک تھا تو سید محمد احسن صاحب کا حاصل
وہی ہے ہوا کہ اس کا نصف یعنی السیال علیہ ہے۔ کہ سید محمد احسن صاحب نے از جانب سید محمد افضل صاحب
ادا کئے ہیں سید محمد افضل صاحب سے ان کو دئے جائیں قرضہ اگر بابت کھنڈ سار مشترک ہوتا تو یہ امر دیکھنا
کہ قرضہ مذکور سید محمد احسن صاحب نے کس مال سے ادا کیا اگر آمدنی مشترک کھنڈ سار سے ادا ہوا تو کوئی
وجہ مطالبہ نہیں کہ مشترک مال سے ادا ہوا اور اب سید محمد احسن صاحب کا وہ بیان مورخہ ۱۲ مئی وارد ہوتا
کہ الکمال علیہ ۱۳۔ نقد آمدنی کھنڈ سار اور ہوسے تھے جو قرضہ مشترک کے ادا میں گئے مگر سید محمد احسن صاحب
اپنے بیان تحریری میں صاف لکھ چکے ہیں کہ یہ قرضہ سابق میں جبکہ خرچ ان کے یعنی سید محمد افضل صاحب کے
تعلق تھا ہوا تھا بابت خرچ خانگی کے جو ان کی بھی سے ثابت ہے اور اخیر تحریر مورخہ ۸ جون ۱۹۱۲ء میں
لکھا قرضہ سمیع علیہ میں سمیع علیہ قرضہ دامودرد اس کے ہیں اور سمیع علیہ ۹۔ رج دیگر صاحبان کا
متفرق چاہئے یہ بات خرچ خانگی ہے کھنڈ سار ملکیت پور میں کبھی نقصان نہ ہوا نہ اس کو اس سے کچھ

تعلق ہے ان دونوں بیانوں سے صاف روشن ہوا کہ اس قرضہ کو عقد شرکت کے مال یعنی کھنڈسار سے کچھ علاقہ نہیں بلکہ خانگی میں جو قرضہ دونوں صاحبوں پر متعاہد سید محمد احسن صاحب نے ادا کیا ہے اب اگر اس کی ادائیگی مشترک سے ہوئی (جیسا کہ اس بیان اخیر سے پتا چلتا ہے کہ کھنڈسار کسی وقت محتاج قرضہ نہ ہوئی تھی اور میں سے ثابت ہوتا ہے کہ اس المال علیہ کے قرضہ کھنڈسار کے ادا میں صرف ہونا غالباً سہو بیان تھا) جب تو ظاہر ہے کہ سید محمد احسن صاحب کو اس قرضہ کی بابت کوئی دعویٰ نہیں پہنچتا اور اگر فرض ہی کر لیا جائے کہ یہ قرض سید محمد احسن صاحب نے خاص اپنے مال سے خواہ کسی سے قرض لے کر ادا کیا تو یہ ایک قرض ہے کہ ایک بھائی پر آتا متعاہد دوسرے نے بطور خود ادا کر دیا بھائی کے ساتھ حسن سلوک ہوا اور نیک سلوک پر لڑا یہ کہ امید ہے مگر معاوضہ ملنے کا استحقاق نہیں کہ کوئی شخص نیک سلوک و احسان کر کے عوض جبراً نہیں مانگ سکتا لہذا کتابوں میں تصریح ہے کہ جو شخص دوسرے کا قرضہ بے اس کے امر کے ادا کر دے وہ اس سے واپس نہ پاسے گا۔ عقود الدریہ جلد ۲ ص ۲۰۷

المبتوع لا یرجع بما تبرع به علی غیرہ
کما لو قضی دینت غیرہ بغير امره بینه
غیر پر نیکی کرنے والا نیکی میں ہی ہوئی چیز واپس پائیگا
جیسے غیر کی طرف سے اس کے امر کے بغیر قرض
ادا کر دے۔ (۱۰۷)

اسی طرح جامع الفصولین وغیرہ میں ہے، تو ثابت ہوا کہ سید محمد احسن صاحب کو کوئی مطالبہ بابت قرضہ سید محمد افضل صاحب پر نہیں پہنچتا دستاویز و ورقہ کا مطالبہ ہے تو دوا و دوا اس کا ہے اور ان صملہ کا نصف ہے تو سید فرست علی صاحب کا ہے اس میں سید محمد افضل صاحب کو غدر بھی ہے کہ سید فرست علی صاحب کے پاس باقی ہیں مجموعہ اڑھائی سو ہوں گے مگر اس کی تحقیقات کی یہاں ضرورت نہیں یہ دعویٰ سید محمد احسن صاحب کا نہیں اس میں مدعی ہوں تو سید فرست علی صاحب ہونگے جن کو اس مقدمہ سے تعلق نہیں۔

(۱۰۷) سید محمد احسن صاحب نے بقایا ذر آسمان المال علیہ لکھی ہے جو پہلے براہ سہو المال علیہ لکھی تھی اور بعد کو اس کی تصحیح فرمادی ہے اس رقم میں بقایا بابت مکان عبد الکریم خاں والا اور بقایا رس جلالت پور ذر آسمان اور بقایا توفیر ذر آسمان دیر شامل ہے اور اس کی اور تفصیل وہی ہے کہ اس میں اس قدر وصولی یعنی متوقع الوصول اور اس قدر غیر وصولی ہے جس کے وصول کی امید

نہیں اور اپنے رقم جو رقم ۲۲ ذی الحجہ ۱۳۲۲ھ میں اقرار فرمایا کہ بقایا اس سے تحقیقاً اللہ کے کارس اور وصول ہو گیا ہے اور اس تحقیق کو ان کے مختار عام سید افضل حسین صاحب نے بعد بہت محاسبات کے یوں ظاہر فرمایا کہ اللہ کے کارس حقیقتاً وصول ہوا ہے کہ اس قدر بقایا میں نہ رہا اور اس کا نصف صا لہ اللہ کے ذمہ سید محمد احسن صاحب یا مفتی سید محمد افضل صاحب اور واجب الادا ہو کر اس وقت تک مجموعہ رقم ان کے ذمہ اللہ کے کارس پائی ہوئی بقایا رقم الصا لہ کی نسبت اگرچہ سید محمد احسن صاحب کی یہ خواہش ہو کہ کسی وصول کا کچھ کم کر کے باقی کی تنصیف کر دی جائے خواہ دستاویز میں بانٹ دی جائیں خواہ ایک سے دوسرے کو ان کا معادہ دلا کر بعد بقایا ایک فریق کی کر دی جائے کہ اب کھنڈہ سار میں شرکت رکھنا منظور نہیں اور سید محمد افضل صاحب بھی قطعی شرکت پر راضی نہیں مگر تعمیل بقایا سے اپنے آپ کو معذور محض بتاتے ہیں کہ میں اسامیوں کو جانتا بھی نہیں ہمیشہ کام سید محمد احسن صاحب نے کیا اور اسامیان انھیں کے قبضہ میں ہیں مجھے کچھ وصول نہ ہو سکے گا مگر شرعاً و دائن مدیون کو تقسیم نہیں کر سکتے نہ غیر مدیون سے دین و تبادلاً ممکن لہذا اس بقایا کو خواہ وصولی ہو یا غیر وصولی بدستور اس کے حال پر چھوڑنا لازم اور جس فریق کو جس قدر ان میں سے وصول ہوتا جائے اس کا نصف دوسرے کو دلا کر نادر واجب الیہ اگر کسی مدین بقایا اس قدر سے کم ثابت ہو جو سید محمد احسن صاحب نے بتائی ہے تو ظاہر ہو گا کہ اس قدر ان کو وصول ہو گیا تھا لہذا اس کی نصف بقی سید محمد افضل صاحب ادا کرنا ان کے ذمہ لازم ہو گا سید محمد احسن صاحب نے بقایا بابت دس ذمہ اسامیان جلگت پور اللہ کے ہر کھائی ہے کہ اللہ کے بعد کو وصول ہو کر سہ ماہیہ رہے بعد کو یہ ہذر کہ اس میں سو ہوا ان میں لے لیا بابت خرید جائے ادنیٰ نام ہیں باقی اس جلگت پور کے ہیں قابل رقم نہیں کہ وہ کاغذ حلقی تھا اور یہ دستم خرید نیلام ایک غیر وصول رقم ہے جسے سید محمد احسن صاحب غیر وصول نقصان میں ڈال چکے ہیں اور کوئی اقرار کھنڈہ آئندہ اپنے اقرار میں اپنی مفید غلطی و سہو بتانے کا مجاز نہیں غرض اس حالت میں کہ یہ غلطی انھوں نے تقریباً دو مہینے بعد ظاہر کی غلطی کا عہدہ ۱۶ ذی الحجہ کو پیش کیا تھا اور یہ غلطی صرف کو بتائی ہے مع ہذا خواہ ان کی بھی کے ملاحظہ سے ظاہر ہوا کہ یہ رقم اس میں بھی سہو ہوئی رہی بعد کو بڑھائی گئی ہے جو اوپر لکھے ہوئے جوڑ سے بڑھتی ہے اور اس کی تحریر بھی صاف جدا تسلیم و سیاری سے نظر آتی ہے مشکوک اور مشکوک کا جمیع فرج بھی سید محمد احسن صاحب کے ملاحظہ سے یہ امر ظاہر ہے لہذا کسی طرح یہ استثناء قابل قبول نہیں اسی قطع شرکت کی غرض سے فریقین نے یہ بھی چاہا کہ کھنڈہ سار جلگت پور کے کھاد (جس میں سید محمد افضل صاحب نے نو بیان کیا تھا اور سید محمد احسن صاحب نے سات تسلیم کئے) قیمت لگا کر ایک فریق کو دلا دیتے جائیں سید محمد احسن صاحب نے ان کی مجموعی قیمت

لئے تجویز کی اور لکھا کہ سید محمد افضل صاحب اس قدر قیمت میں خود لیں یا ہم کو دے دیں۔ سید محمد افضل صاحب نے خود لینا پسند کیا پس حصہ سید محمد احسن صاحب کے حصے ان کی یا فتنی مذکور سے کم ہو کر ان حصے ۳/۳ پائی ان کے لئے محمد احسن صاحب پر دسہ اور کڑھاؤ ساتوں سید محمد افضل صاحب کے ہوئے لہذا حسب ذیل حکم ہوا:

- (۱) جملہ مکانات قنارہ میں سید افضل حسین صاحب کا دعویٰ نہیں۔
- (۲) مکان نمبر ۱ میں سید محمد افضل صاحب کا کوئی حق نہیں۔
- (۳) مکان نمبر ۳ کے تین ربل طبع سے نصف ملک سید محمد افضل صاحب اور ایک ربل مرہون سے نصف ان کا مرہون ہے۔

- (۴) مکان نمبر ۴ عبد الکریم خاں والا بالخاصہ سید محمد افضل و محمد احسن صاحبان کے مرہونی میں ہے۔
- (۵) مکان نمبر ۵ احمد حسین خاں والا خالص ملک سید محمد احسن صاحب قرار پایا اس میں سید محمد افضل صاحب کا کوئی حق نہ رہا۔

- (۶) مکان نمبر ۲ محمد بخش والا خالص ملک سید محمد افضل صاحب قرار پایا اس میں سید محمد احسن صاحب کا کوئی حق نہ رہا۔

- (۷) اثاث البیت میں کسی فریق کا دوسرے پر دعویٰ نہ رہا۔
- (۸) بقایا پر تفصیل بابت رس ذمہ سامیان جگت پور سہ ماہیہ، بابت توفیر ذمہ سامیان دیر لغایہ سندھ مالہ، بقایا بابت مان پور و پساگیر مالہ ۱۲۷۲، مطالبہ مرہونان بابت مکان مرہون عبد الکریم خاں والا سامانیہ مجموعہ اصحابہ آخر سندھ ۱۳۰۹ تک سید محمد افضل صاحب و سید محمد احسن صاحب کے بالخاصہ میں ان میں جو کچھ جس فریق کو وصول ہوا اس کا نصف دوسرے کو ادا کرے اگر کسی بد میں اس مقدار سے کی ظاہر ہو تو سید محمد احسن صاحب پر لازم ہو گا کہ اس کی نصف سید محمد افضل صاحب کو ادا کریں۔

- (۹) کھنڈ سار جگت پور میں شروع سندھ سے سید محمد افضل صاحب کی شرکت رہی اس کے ساتوں کڑھاؤ سید محمد افضل صاحب کے قرار پائے سید محمد احسن صاحب وہ ساتوں کڑھاؤ سید محمد افضل صاحب کے مکان پر پہنچا دیں، سید محمد افضل صاحب کو یہ دبا برداری ادا کرینگے۔

- (۱۰) قرضہ دامودر اس بابت دستاویز محبت واقعہ صار و دونوں فریق سید محمد افضل و سید محمد احسن صاحبان پر نصف نصف ہے اس کی وجہ سے جو کچھ باریا مطالبہ آئے گا دونوں فریق پر یکجہ مساوی

ہوگا شروع سنہ ۱۲۸۴ تک جبکہ سید محمد افضل صاحب پبلی بحیت گئے ہیں جو رقم سیدہ فرحت علی صاحب کی یافتنی ذمہ فریقین تھی اس میں سے بعد ازاں آخر سنہ ۱۲۸۹ تک جو کچھ باقی رہا جو حسب بیان سید محمد حسن صاحب مجموعہ صمدیہ پے اور حسب بیان سید محمد افضل صاحب مجموعہ دو سو مار یا ڈھائی سو مار ۱۵۵ یہ قرضہ بھی پانسو کی مقدار تک جتن ثابت ہو سید محمد افضل و سید محمد احسن صاحبان پر نصفاً نصف ہے ان تینوں مدت مذکورہ کے سوا باقی قرضے سے فریقین بری ہیں۔

(۱۱) آخر سنہ ۱۲۸۴ تک بابت جلد حساب کتاب فریقین میں ایک کے دوسرے پر یافتنی محسوب و اجرا ہو کر ایک ہزار سات سو اٹھانوے روپے دو آنے تین پائی اور ایک پائی کے آٹھ حصوں سے تین حصے سید محمد احسن صاحب پر سید محمد افضل کے یافتنی تکلیف سید محمد احسن صاحب رقم مذکور ان سید محمد افضل صاحب کو ادا کریں سنہ ۱۳۱۱ فصلی کا حساب بابت قرضہ و سیدہ طبعہ سے فقط ۹ ربیع الاول شریف ۱۳۱۲ مطابق ۱۶ جون ۱۹۰۳ء

مسئلہ ۶۷ از سہیلی بحیت ملا جھور سے خاں مرسلہ امیر حسن خان صاحب ۲۲ ربیع الاول شریف ۱۳۲۲
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین اسلام و شرع متین اہلسنت و جماعت اس مسئلہ میں کہ کسی حافظ محمد میر خان نے منجملہ ۱۰ بسوہ ۱۳ بسوہ ۱۳ کچا انسی ۱۳ انوالسی کے ۵ بسوہ حقیقت زمینداری موضع منڈریا پر گز پبلی بحیت و ایک منزل مکان سکونہ واقع پبلی بحیت قیمتی معشتہ اپنی زوجہ مسماۃ اشرف بیگم کو بالعموم دین مہر تعدادی **۱۰۰ روپے** کے دے کر داخل خارج کر کر قبضہ مستقل دے دیا اس کے بعد محمد میر خان ساٹھ چار برس زندہ رہے بعد انتقال محمد میر خان کے جو ۵ بسوہ ۱۳ بسوہ ۱۳ کچا انسی ۱۳ انوالسی ۱۳ انوالسی دے دیا اس کے بعد اس کے معاشیات وغیرہ بنام محمد میر خان کے تھی اس میں سے حق چارم مسماۃ اشرف بیگم کو ملا اور بقیہ ورثائے محمد میر خان پر تقسیم ہو گئی مسماۃ اشرف بیگم کل جائداد مذکورہ بالا پر ساڑھے انیس برس مالکانہ قابض و قبیل رہی بعد اس کے جائداد مذکورہ کو مسماۃ مذکورہ نے مختلف ایام میں اپنی حیات میں بدست امیر حسن خان بالعموم مبلغ معشتہ ۱۰ روپے کے فروخت کر کے داخل خارج وغیرہ اپنی موجودگی میں بنام امیر حسن خان کر دیا وقت بیع سے اس وقت تک امیر حسن خان مشتری براہ قیاس و قبیل ہے تحریر سینا سے ایک سال تک مسماۃ زندہ رہی اب انتقال مسماۃ کو عرصہ ڈیڑھ برس کا ہوا جس وقت مسماۃ نے جائداد بیع کی تھی اس وقت وارثان محمد میر خان عاقل و بالغ تھے اور اسی محلہ کے ساکن بلکہ قریب مکان حبیبہ کے سکونت رکھتے تھے اور رکھتے ہیں اور جس وقت داخل خارج بنام امیر حسن خان مسماۃ نے کرایا تو اس کے اشتہار وغیرہ موضع میں آویزاں کئے گئے اور اسی موضع میں وارثان محمد میر خان

کی حیثیت علیحدہ تھی اور اب ہے کوئی عذر کسی قسم کا نہیں کیا بعد اس کے امیر حسن خاں نے ۵ ہجری ۱۲۵۰ء میں خرید کر اپنے کے ایک مسجد کے نام وقف کر دیں کسی نے کوئی عذر نہیں کیا ان سب کارروائیوں سے دارشان محمد میر خاں بخاری آگاہ اور واقف تھے اب دارشان محمد میر خاں نے دعویٰ کیا ہے کہ یہ جائیداد بالعرض دین مہر کے دی گئی مگر میں حیات یعنی مسماۃ اپنی حیات تک اس کی مالک تھی اور بعد وفات مسماۃ کے جائیداد مذکور بالا دارشان محمد میر خاں کو پہنچی، آیا اس حالت میں یہ جائیداد ورثے شہر مسماۃ کو شریعتاً واپس ہو سکتی ہے یا نہیں؟ بیعتنا التوجہ واد۔

الجواب

صورت مستولہ میں وہ جائیداد ہرگز ورثے شہر کو واپس نہیں ہو سکتی، نہ ان کا دعویٰ اصلاً سنا جائے گا کہ وہ صریح حسیدہ و فریب ہے اور بالعرض دین مہر پر کچھ جائیداد دی جائے وہ بیع ہے اور بیع کا مشتری کے میں حیات تک ہونا کیا معنی، یہ محض محل دیہودہ عذر ہے، فتاویٰ خیرہ میں ہے،

قال صاحب المنظومة اذ فحق استيذنا على
انه لا تسم دعواه ويجعل سكوته رضی للبييم
قطعا للتزوير والاطماع والخييل والتلبيس
وجعل الحضور ترك المنازعة اقرار بانه
ملك البائع، وقال في جامع الفتاوى و
ذكر في حنية الفقهاء رأى غيره يبيع عروضا
فقبضها المشتري وهو ساكت وترك المنازعة
فهو اقرار منه بانه ملك البائع انتهى۔

والله سبحانه وتعالى اعلم۔

ذکر تو وہ اس بات کا اقرار ہے کہ یہ بائع کی ملکیت ہے۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم (د ت)

۱۳ جمادی الاول ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ تریہ و عمر میں باہم نزاع تھی دونوں نے برخاستے خود
پنجایت کی بچوں نے فیصلہ کر دیا مگر انگریزی طور پر اس کا نفاذ نہ ہوا فریقین پھر تنازعہ کرتے رہے دوبارہ پھر پنجایت
برخاستے فریقین ہوئی نفاذ اس کا بھی قانونی طور پر نہ ہوا تھا لہذا فریقین کو گنجائش انحراف رہی یہاں تک کہ

قوت کچھری میں نالشی کی پہنچی اب پھر سہ بارہ پنچایت قرار پائی اس صورت میں ان بچوں کو اگلے فیصلوں کی نسبت کیا کرنا چاہیے انھیں بحال رکھیں یا وہ منسوخ ہو گئے۔ بیٹو اتوجروا۔

الجواب

کسی کو بچ کر کے جب تک وہ فیصلہ نہ کرے ہر فریق کو اس کی پنچایت سے عدول کا اختیار ہوتا ہے مگر جب اس نے حکم کر دیا اب وہ فریقین کو لازم ہو گیا اس سے پھرنے کا دونوں میں سے کسی کو اختیار نہیں ہوتا قانونی نفاذ ہونا کچھ ضرور نہیں تو صرف برہنہ کے خلاف فریقین وہ فیصلے منسوخ نہیں ہو سکتے ان بچوں کو چاہئے ان فیصلوں کو دیکھیں ان میں جو فیصلہ مطابق شریعت موافق مذہب منفی ہو، بچوں پر لازم ہے کہ اسے نافذ کریں بحال رکھیں کہ موافق شرع کا خلاف مخالفت شرع ہو گا اور مخالفت شرع فیصلہ دینے کا کسی کو اختیار نہیں اور اگر اگلے دونوں فیصلے خلاف شرع خلاف مذہب تھے تو بچوں پر لازم ہے کہ انھیں باطل کر کے موافق شرع فیصلہ کریں،

فی شہور الابصار والحدار المختار ورد المختار
ینفذ واحدھا بنقض التحکیم بعد وقوعہ
(قبل الحکم فان حکم لزمھا ولا یمطل
حکمہ بعزلھا لصدورہ عن ولایۃ شریعۃ
ملتقطا وفي رد المختار عن بحر الرائق
لورقم حکمہ الی حکم اخر حکماء بعد فائشانی
کالقاضی یضیہ انت وافت رأیہ
والا بطلہ احد والله تعالی اعلم۔
شمال کے پاس پیش کریں تو وہ اس فیصلہ کو نافذ کرنے میں قاضی کی طرح ہو گا اگر اس کی رائے کے موافق ہو
تو نافذ کرنے ورنہ باطل کر دے احد۔ والله تعالی اعلم (ت)

۸۲/۲	مطبع مجتہاتی دہلی	۳۲۸/۴	دار احیاء التراث العربی بیروت	۳۲۹-۵۰/۴	دار احیاء التراث العربی بیروت
۸۲/۲	مطبع مجتہاتی دہلی	۳۲۸/۴	دار احیاء التراث العربی بیروت	۳۲۹-۵۰/۴	دار احیاء التراث العربی بیروت

مسئلہ ۶۹ از جالندھر محلہ راستہ دروازہ چنگو آڑہ مسئلہ محمد احمد صاحب ۳۰ ارجادی الاولیٰ ۱۳۲۲ھ
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کی آبادی سے سالہا پہلے عمرو کے گھر کا تمام برساتی پانی
 اور روزمرہ کا پانی چلا آیا ہے جب زید نے اس حویلی کو خرید لیا اور از سر نو بنائی تو زید نے اپنے گھر میں سے عمرو
 کے پانی گزرنے کا حق ثابت کر کے اپنی دیوار میں ایک بدروزدہ کر اپنے گھر کے صحن میں ایک پختہ نالی بنا کر اس
 میں اپنا تمام پانی اور عمرو کے گھر کا تمام پانی ڈال کر باہر کو نکال دی جس کو عرصہ ۳۳ سال کا ہو چکا ہے کہ
 عمرو کے گھر کا ہر ایک قسم کا پانی مثل دستور سابقہ زید کے گھر سے گزر کر شام میں جاگرتا ہے،
 زید کی وفات کے بارہ سال بعد ناشکیوں کے بدلے وقت پانی دینے کی وجہ سے عمرو نے اپنے گھر میں ایک
 کنواں گھولایا ہے اب زید متوفی کی زوجہ سوا نے برساتی پانی کے روزمرہ کے پانی کو بند کرتی ہے اور عمرو
 کی طرف سے پانی نکلنے کو کوئی راستہ نہیں بچا زید کی طرف سے، اور یہ بھی واضح ہو کہ زید نے حسن سلوک کی وجہ
 سے عمرو کا پانی اپنے گھر میں جاری نہیں کیا بلکہ استحقاق پچھلا ثابت کر کے عمرو کا پانی اپنے گھر میں جاری رکھا ہے
 اب علمائے کرام سے دریافت کیا جاتا ہے کہ سبب شریعت صورت مند جبہ بال میں عمرو کو اپنے گھر کا پانی گزارنا
 زید متوفی کے گھر سے بوجہ رضا نہی زوجہ زید متوفی کے جائز ہے یا نہیں؟ اور زید متوفی کی زوجہ بوجہ بات بالا عمرو کے
 پانی کو شریعتاً بند کر سکتی ہے یا نہیں؟ یتقوا بالصواب جہنمکم اللہ تعالیٰ یومر الحساب۔

الجواب

اگر صورت واقعہ یہی ہے کہ عمرو کا ہر قسم کا پانی بارانی وغیرہ بارانی بالا استحقاق مکان زید سے گزار کر
 جاتا ہے تو زوجہ زید کو عمرو کے کسی پانی کو روکنے کا ہرگز اختیار نہیں لاف الحق لا یورد والسیل لا یسد
 (کیونکہ حق زد نہیں ہو سکتا اور پانی کے بہاؤ کو روکا نہیں جاسکتا۔ ت) یہاں زوجہ زید کو بھی عمرو کے مطلق
 استحقاق سے انکار نہیں، نزاع اس میں ہے کہ رسات کے سوا روزمرہ کے پانی بہانے کا بھی عمرو کو
 حق ہے یا نہیں، اس کے لئے زمین عمرو کا وصال مکان زید کی طرف ہونا مکان زید میں عمرو کی طرف سے آئینہ
 پانی کے لئے بدرو ہونا اس کے ثبوت کو کافی نہیں کہ یہ استحقاق ہر قسم کے پانی کو عام ہے بلکہ اس کا ثبوت
 صرف تین طور پر ہے یا تو ادا نشان زید اقرار کریں کہ واقعی عمرو کو استحقاق عام حاصل ہے یا عمرو گواہان عادل
 سے اپنا عموم استحقاق ثابت کرادے یعنی گواہ شہادت دیں کہ عمرو کو ہر قسم کے پانی بہانے کا حق اس مکان میں حاصل
 ہے یا گواہی دیں کہ زید یا ادا نشان زید نے اس کے علوم استحقاق کا باج سے سامنے اقرار کیا اور اگر فقط اتنی ہی
 گواہی دیں گے کہ ہم نے متوفی سے عمرو کا ہر قسم کا مکان زید میں جاستہ دیکھا تو اس سے کچھ ثبوت نہ ہوگا،

لأنه لا یبدل علی الاستحقاق لجواز ان یرا استحقاق پر دلالت نہیں کیونکہ ہو سکتا ہے کہ زید کی

مسئلہ از ریاست رام پور متصل مسجد جامع مرسلمہ نیچے خان ۱۳ ذی القعدہ ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین میں مسئلہ میں کہ عرصہ تین تین سال کا ہر اکہ مسمیٰ زید نے چند قلعہ مکانات واقع شہر رام پور بنام مسماۃ ہندہ زوجہ خود جو عرض دین مہربان کر کے بیعنامہ بنام ہندہ تحریر کر دیا اور حسب قاعدہ رجسٹری کرادی اور قبضہ بھی مکانات پر ہندہ کا کرادیا اور زید خود ایک موضع میں رہنے لگا بعد ازاں زید کی زوجہ متوفیہ اولے کے بطن سے جو اولاد ہے اس نے بابت حق و حد شرعی بنجر دین مہربان فتنی والدہ خود ذکی زید کے زید پکھری میں نالش کر کے پکھری سے ڈگری حاصل کی اور ڈگری مذکور جاری کر کے صیغہ اجراء سے ڈگری میں مکانات مذکورہ کو قرق کرایا، قاعدہ موجود پکھری یہ ہے کہ اگر کوئی جائیداد صیغہ اجراء ڈگری میں قرق کی جائے اور کوئی شخص بر بنائے قبضہ مستحق نہ اس کی بابت مذکور سے قریب ثبوت قبضہ مستحقہ نہ ضرور کی وہ جائیداد قرق سے واگداشت ہو جاتی ہے، اب مسماۃ ہندہ نے نسبت قرق مکانات اپنے کے پکھری میں ضرور داری کی کہ یہ مکانات ملکہ مقبرہ میر سے ہیں، قرق سے واگداشت فرماتے جائیں ثبوت میں بیعنامہ اقراری زید اور بہت سے گواہان پیش کئے کہ جن کی شہادت سے مالک و قایلین ہونا ہندہ کا بموجب بیعنامہ بذریعہ سکونت و مرمت مکانات و وصولی کرایا اور حسب اقرار زید کے ثابت ہے، سوالات جرح میں گواہوں نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ زید گاؤں میں رہتا ہے، کبھی کبھی رام پور میں آتا ہے تو اپنی زوجہ مسماۃ ہندہ اور اپنی اولاد کے پاس انھیں مکانات ہیں ٹھہرتا ہے دو چار روزہ کر پھر گاؤں کو چلا جاتا ہے ڈگری داران حجت پیش کرتے ہیں کہ حسب روایات فقہیہ مندرجہ ذیل قبضہ ہندہ کا نہیں ہے شرعا زوجہ مع متاع خود قبضہ شوہر ہے لہذا مکانات بھی مقبوضہ شوہر ہیں روایات

لات المرأة وما فی یدها ف ید النزوج ۱۲
بحر الرائق - وف الاشیاء ھبۃ
المشغول لا یجوز الا اذا ھب الکاتب
لطفہ لہ قلعت و کذا الدار المصارۃ
والحق و ھبتھا لزوجھا
علی المذہب لامن المورۃ و
متاعھا فی ید النزوج فصحت التسلیع

کیونکہ محدث اور اس کے زیر قبضہ تمام خاوند کے قبضہ میں ہے، بحر الرائق - اور اشیاء میں ہے کہ مشغول چسبہ کا ہب ناجائز ہے مگر وہ کہ والد نے نابالغ لڑکے کے لئے کیا ہو، اور میں کہتا ہوں یوں ہی جب مکان عاریتاً ہو اور وہ مکان جریوی نے خاوند کو بیع کیا ہو یہ مذہب ہے کیونکہ عورت اور سامان خاوند کے قبضہ میں ہے تو بہر پر قبضہ صحیح ہو جائیگا

۲۲۶/۷ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی
ادارۃ القرآن العلوم الاسلامیہ کراچی ۴۰/۲

۱۲ کتاب الدعوی باب التعلات
۲۲۶/۷ کتاب الحبرۃ

اذا ذهب لرجل دارا والواهب ساكن فيهما
لا تصح الهبة بخلاف ما اذا وهبت
الزوج لزوجها وهي ساكنة فيهما لانها و
ما في يد هافي يد الخزنة -
اور جب ایک شخص نے اپنا مکان دوسرے کو ہبہ کیا
حالانکہ وہ ہبہ خود اس میں رہائش پذیر ہے تو یہ
ہبہ صحیح نہ ہوگا بخلاف جبکہ عورت اپنا رہائشی مکان
خاوند کو ہبہ کرے تو صحیح ہے کیونکہ خود عورت اور
اس کا سامان خاوند کے قبضہ میں ہے ۱۲ خزائن (دلت)

کیا روایات مذکورہ صورت مقدمہ مذکورہ سے متعلق ہیں اور ان دوسرے روایات مذکورہ مکانات مقبوضہ
ہندہ نہیں تصور ہوں گے؟ یا روایات مذکورہ معاملہ ہبہ سے متعلق ہیں جس میں قبضہ ضرور ہے اور اسی صورت
سے متعلق ہیں کہ یہاں کوئی شہادت قبضہ کی نہ گزرے اس مقدمہ میں بیعنامہ اقراری شوہر اور شہادت قبضہ
زوجہ زید کی موجود ہے، تو روایات مذکورہ اس مقدمہ سے غیر متعلق ہیں یکساں؟ جوابات بحوالہ روایات
معتبرہ تحریر فرمائیے۔ بیوا تو مروا۔

الجواب

صورت مستفسرہ میں مکانات ملکہ کہ ہندہ کا د اگر اشت کرنا حاکم پر واجب ہے اور ان کا نیلام
سخت عوام، ڈگری داروں کی حجت محض باطل و صریح جہالت،

اولاً جب بیع بنام ہندہ کو ابوی سے ثابت ہے تو ملک ہندہ ثابت ہے اور قبضہ کی بحث سرے
سے لغو ہے معنی کہ بیع صحیح میں قبضہ شرط ملک نہیں نفس عقد سے شے ملک بائع سے نکل کر ملک مشتری میں داخل
ہو جاتی ہے اذالم یکن توقفت لولا خیار (جب بیع میں اختیار اور وقت نہ جوت) یہ تو مراد بیعنامہ بعض مہر تھا
اگر ہبہ نامہ بعض مہر تھا جب بھی قبضہ کی اصلاح ثابت نہ تھی حالانکہ ہبہ بے قبضہ تمام نہیں ہوتا اور وجہ
یہ کہ ہبہ بال عوض (بشرط العوض) اگرچہ صورت واسما ہبہ ہے مگر نظر کمینی حقیقتہً و حکمً بیع ہے تو محتاج
قبضہ نہیں۔ درمنا میں ہے:

الہبة بشرط العوض المعین ہبة ابتداء
فی شرط التبايع فی العوضین و
یبطال بالشیوع بیع انتہاء و خسر و
بالعیب و خیاس السرویة و قسوخ و
معین چیز کے عوض ہبہ ابتداء ہبہ ہے اس لئے
موضنین میں قبضہ شرط ہے اور غیر منقسم ہو جانے پر
باطل ہو جائے گا اور یہ بشرط العوض ہبہ انتہاء بیع
ہے اس لئے عیب اور خیال الرویہ کی بنا پر واپس

بالشفقة هذا اذا قال وهبتك على انت
تعرضني كذا اما لو قال وهبتك بكذا
فهو بيمين ابتداء وانتهاء آخر اختصار۔
ہو سکتا ہے اور شفعہ کے دعویٰ پر لیا جاسکتا ہے یہ
حکم اس صورت میں ہے کہ بہہ دینے والا کہے،
یہ چیز میں تیس فلاں چیز کے عوضیہ کرتا ہوں اور اس کے
اگر یوں کہا ہو کہ میں تجھے بہہ کرتا ہوں تو یہ ابتداء و انتہاء بیع ہے اور اختصار (ت)

ثانیاً اگر بغرض باطل قبضہ کی حاجت بھی ہو تو جبکہ شہادت شریعہ کا فیہ سے قبضہ ہندہ رنگ ثبوت
پائے اس پر ان عبارات سے ایراد محض جبل و عناد، مستندوں نے یہ بھی نہ دیکھا کہ علماء حافی ید ہا
فی یدہ فرما رہے ہیں یعنی جو کچھ عورت کے قبضہ میں ہے وہ از انجا کہ عورت خود قبضہ شوہر میں ہے بالواسطہ
قبضہ شوہر میں ہے کہ مقبوض المقبوض اس میں صراحۃً قبضہ زن کا اثبات اور اسی کے ذریعہ سے
قبضہ شوہر کا قراداد ہے نہ کہ قبضہ زن کی راسخانی۔ علماء نے حافی ید ہا فرمایا ہے نہ کہ لیسب فی
یدہا۔

ثالثاً ایسا ہو تو خود قبضہ شوہر بھی فسخی ہو جائے گا اور کلام اپنے مقصود پر نقص کرتا پلٹ آئے گا کہ
قبضہ شوہر بواسطہ قبضہ زن مانا تھا بقیاس مساوات کے قابض القابض قابض جب سرے سے قبضہ
زن منقہ ہو جائیگا قبضہ شوہر کہ اس کے واسطے سے تھا کہاں سے آئے گا کہل هذا الا جهل مبین
(یہ کھلی جہالت ہے۔ ت) تو خود یہی روایت کہ دگری وادیوں نے پیش کیں ان کا طریقہ رد ہیں۔

رابعاً کلام علماء باب حدیث انت و مالک لا یبطل سے ہے جیسے بیٹے کے لئے ارشاد ہوا
کہ وہ اس کا مال سب اس کے باپ کا ہے کوئی مائل اس سے یوم نہیں کر سکتا کہ بیٹے کی ملک کی نفی
فرمائی ہے ایسا ہو تو باپ بیٹے کا وارث نہ ہو سکے، اور آیت کریمہ لا یویہ لکل منہما السلطان (۱) اور
میت کے ماں باپ ہر ایک کو اس کے ترکہ سے چھٹا۔ تاکہ معاذا اللہ صاف انکار لازم آئے کہ ارشاد
ترکہ مورث میں جاری ہوگی اور ترکہ ثبوت ملک جب ملک فسخی قرار دیا کہیں، یونہی علماء کے اس کلام
سے کہ زن و مقبوضات زن سب مقبوض شوہر ہیں قبضہ زن کے فسخی کی طرف کسی ذی عقل کا گمان نہیں
جاسکتا بلکہ وہ حقیقی بالذات ہے اور یہ حکمی بالواسطہ۔

خاصاً اگر ان جملات کا یہی مطلب باطل قرار دیا جائے کہ عورت کا قبضہ سرے سے معدوم ہے اس کا ہاتھ شرعاً ہاتھ نہیں جیسے جیہی لا یعقل کا ہاتھ، تو تمام کتب مذہب متون و شروح و فتاویٰ سب کے اجماعی مسائل مردود و باطل ہو جائیں، مکتبہ مذہب کا اجماع قطعی ہے کہ ہر بے قبضہ تمام نہیں ہو سکتا نیز اجماع قطعی ہے کہ زوجیت مانع رجوع ہے شوہر نے اگر اپنی زوجہ کو کوئی شئی بہہ کی اور قبضہ کرادیا کہ تکمیل ہوگئی، اب اسے رجوع کا اختیار نہیں مذہب کی جو کتاب اشالیجے اس میں ان دونوں مسئلوں کی تصریح پائیں مگر اس مطلب باطل کی تقدیر پر ان دونوں میں ایک مسئلہ ضرور باطل ہے کہ جب عورت کا قبضہ مشہراً قبضہ ہی نہیں بلکہ انس کے شوہر ہی کا قبضہ ہے قہراً وہ چیز جو شوہر نے بہہ کر کے اس کے قبضہ میں دی ہے تمام اور عورت مانک ہوئی یا نہیں، اگر کہتے ہوئے تو پہلا مسئلہ باطل ہو اگر یہ بہہ بے قبضہ تمام نکال ہو گیا اور اگر کہتے نہ تو دوسرا مسئلہ باطل ہو گیا کہ جب عورت کے لئے بہہ ہو ہی نہیں سکتا تو رجوع ناجائز مانست کیا معنی، غرض یہ ایسی برہمی البطلان بات ہے جسے کوئی جاہل بھی گوارا نہ کر سکے، اور ہمیں سے واضح ہوا کہ عبارات مذکورہ سوالیہ صورت سے متعلق ہونا درکنار وہ مطلقاً ہر صورت بہہ سے بھی متعلق نہیں، آخر نہ دیکھا کہ بہہ شوہر پر اسے زن میں مان کا اجراء محض باطل ہے بلکہ وہ صرف بہہ زن پر اسے شوہر میں ہیں کہ یہاں مہربوب کا متاع زن سے مشغول ہونا مانع تمام نہیں ہے کہ یہ متاع مانع قبضہ شوہر نہیں کہ زن و مستراح زن سب مقبوض شوہر ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ مرشد لال محمد صاحب الحسن منزل مرزا پور ۲۶ صفر ۱۳۲۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کے پاس اس کے مکان میں ہندہ عرصہ چالیس سال سے ہے زید نے کا ولد ہندہ کو اپنے مکان میں چھوڑ کر وفات پائی اور اپنے زمانہ حیات میں زید نے بذریعہ چند دستاویزات کے ہندہ کو اپنی زوجہ منکوحہ لکھا ہے اور اپنے جملہ جائداد میں سے بعض جائداد ایک جرودین مہر کے دیا بھی ہے اب ہندہ کے دعویٰ زوجیت کے لئے بمقابلہ زید متوفی کے دوسرے شرعی ورنہ کے بلا منکر زوجیت ہندہ کے ہیں زید کی تحریر و تسلیم زوجیت ہندہ جرودین مہر اس کے دستاویزات جہشری شدہ کے ہوئے، اگر ہندہ کو اپنے نکاح کے شہود وغیرہ نہیں شرعاً ثبوت کافی ہے یا نہیں، اور ہندہ اس جائداد کے پانے کی جو زید نے انس کو بعض ایک جرودین مہر کے دی اور باقی حصہ دین مہر کے پانے کی باقی متروکہ زید سے مستحق ہے یا نہیں، اور زید کے متروکہ سے وراثتاً کس قدر حصہ ہندہ کا ہے؟ بحوالہ کتب جواب تحریر فرمائیں۔

الجواب

اگر ان دستاویزوں پر عمل شرعی موجود ہیں کہ ہمارے سامنے زید نے لکھا میں اور ہندہ کو اپنی زوجہ بتایا کہ ہمارے سامنے جو جائیداد ہندہ کو مہر میں دیا تھا اقرار زید کے گواہ ہوں کہ وہ ہندہ کو اپنی زوجہ کہتا تھا یا کچھ نہ سمجھتا وہ لوگ جو اس مدت مدید تک زید و ہندہ کو باہم ایک مکان میں مثل زن و شوہر ہتے دیکھا کئے اور وہ اس بنا پر شہادت شرعی دیں کہ ہندہ زوجہ زید ہے یا عام طور پر ہندہ کا زوجہ زید ہونا مشہور ہو بعض مشاہد ان شرعی اسی شہرت کے اعتماد پر زوجیت ہندہ کی گواہی دیں تو زوجیت ثابت ہو جائیگی اور خاص گواہان نکاح پیش ہونے کی کوئی ضرورت نہیں ہندہ اپنا مہر و حصہ پانے کی مستحق ہوگی اور اس کا حصہ بعد ادا کے مہر و دیگر دیون ڈھایا چھارم مرد کہ ہے اور اگر اہل صورتوں میں کچھ نہ پائی جائے تو زنی دستاویزیں اگرچہ ہزار و بیسٹری مشدہ ہوں بے شہادت مقبرہ کے کوئی چیز نہیں۔ جامع الفصولین میں ہے :

ادعت نکاحہ فشهد احدھما انھا امرأتہ
والاخر انھا كانت امرأتہ تقبل وكذا الوشھد
احدھما انه اقرا انھا امرأتہ والاخر انه اقرا انھا
كانت امرأتہ لان الشھادة با قلة من الشھاد
كان شھادة با قلة من الشھاد حاتی علیہ
اقرار کیا کہ یہ اس کی بیوی تھی ، یہ گواہی مقبول ہوگی ، کیونکہ گزشتہ نکاح کی شہادت یہ موجودہ نکاح کی شہادت ہے۔ (ت)

عالمگیریہ میں ہے :

الشھادة بالشھرة والتامع تقبل ف
اربعة اشياء بالاجماع وہی النکاح والنسب
والموت والقضاء کذا فی محیط المستوفی
فناوی غیر یہ میں ہے :

لا یصل بحدود الدفتر ولا بمجود الحجۃ
محض خط اور محض جہش پر بغیر حجت علی نہ ہو گا کیونکہ

لما صرح به علماؤنا من عدم الاعتماد على الخط وعدم العمل بآثاره والله تعالى اعلم۔
ہمارے علماء نے فرمایا ہے کہ نہ خط پر اعتماد ہے نہ اس پر عمل کیا جائے اور ، واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)

مسئلہ از سبلی بحیث محلہ پنجابیان مرسلہ جناب شیخ عبدالعزیز صاحب ۱۳۲۴ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر وراثت میں سے شوہر دعویٰ کرے کہ فلاں زیور میں اس کو کھل یا بجز بنوا کر استعمال کے واسطے دیا تھا اور اسی طرح سے اس کے والدین وغیرہ دعویٰ کریں کہ فلاں فلاں زیور اور دیگر اشیاء ہم نے اس کے ہمیز میں دی تھیں اس کے استعمال کے واسطے وہ ہم کو واپس ملنی چاہئیں ، کیا یہ دعویہ را اپنے دعوے کے موافق مستوجب واپسی کے ہو سکتے ہیں اور عند اللہ استحقاق واپسی ان کو حاصل ہے یا نہیں ؟ بیان فرمائیے ثواب پائیے۔

الجواب

والدین کا دعویٰ کہ ہم نے فلاں شئی ہمیز میں عاریۃ دی تھی بے شہادت عادلہ مسموع نہیں کہ خلاف مقرر ظاہر و ناشئی ہے ، شوہر کا قول سُن لیا جائیگا ، جو زیور اس نے بنوا کر دیا جب وہ تملیک کر دینے کا مقرر نہیں تو بغیر شہادت عادلہ بلکہ ہندہ ثابت نہ ہوگی ،

لان الدافع ادعى بجهة الدفع ولا عرف قاضيا ههنا۔
کیونکہ دینہ والا بہتر جانتا ہے کہ اس نے کس طرح دیا ہے جبکہ یہاں واضح عرف نہیں جس پر فیصلہ دیا جائے۔ (ت)

در مختار میں ہے ،

جهزا بنته بجهاز وسلمها ذلك ليس له الاسترة ادمنها وبه يفتق والمحيلة ان يشهد عند التسليم اليها انه انما سلمه عارضة - والله سبحانه وتعالى اعلم۔
جیٹی کو چیز دیا اور اس کو سونپ دیا قراب والد کو واپسی کا حق نہیں ہے ، فتویٰ اسی پر ہے ، اور واپسی کا حیلہ یہ ہے چیز دیتے ہوئے گواہ بنائے کہ میں نے یہ عاریۃ دیا ہے ۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔ (ت)

مسئلہ مسئلہ صفدر علی صاحب ۱۲ شوال ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علماء و مفتیان دین اس مسئلہ میں کہ ایک موضع شراکت زید اور عمرو چلا آتا تھا اور زید بوجہ نمبر داری اس پر قابض اور دخل تھا زید نے بلا اجازت عمرو کے ایک باغ جو واقعہ موضع مذکور تھا فروخت کر کے قیمت اپنے تصرف میں لایا اور عمرو کو بابت حصہ اس کے کچھ نہ دیا بواب عمرو نے تقسیم موضع مذکور کی کرائی تو یہ امر معلوم ہوا جب عمرو نے اپنے حصہ کا مطالبہ زید سے طلب کیا تو زید نے عمرو تمادی کا پیش کیا، صورت ہذا میں حقوق عمرو کا عند اللہ دوسرے کے ہے یا نہیں؟ **بَقِيْنَا تَوْجَسُوْا** (بیان فرمائیے ثواب پاسیے۔ ت)

الجواب

بدشک ہے اور عمرو تمادی محض باطل و مہمل،
فی الاشباہ والنظائر لا یستطیع تقادم الزمان فی
اشباہ میں ہے کہ ناذ قدیم ہو جانے پر حق ساقط
نہ ہوگا۔ (ت)

زید سخت گناہ کبیرہ کا مرتکب ہوا کہ عمرو کا حصہ بے اس کی اجازت کے بیچ کر کھائی،
قال اللہ تعالیٰ لا تأکلوا مما اکلکم بینکم و الباطل۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، آپس میں ایک دوسرے کا
مال باطل طریقے سے نہ کھاؤ۔ (ت)

اب دوسرا گناہ عظیم یہ مجھوتا عمرو دوسرے کو اسے اللہ عزوجل سے ڈرے اور روز قیامت کی سخت سزا میں
ناورد و زرع کے قہر عذاب اپنے سر نہ لے۔

۱۰ ذیقعدہ ۱۳۱۲ھ

زید نے عمرو سے ایک شے ایک روپے کو خریدی زید نے پوچھا یہ شئی کتنے کو دو گے، اس نے کہا
ایک روپے کو، مشتری اس کو خرید کے گھر لے آیا بطور فرض دوسرے روز جب دام دینے گیا تو بائع نے کہا
میاں! میں نے تو اس کے دو روپے لئے تھے مشتری کو اس امر میں کہ بائع نے اس کے دریافت پر وقت بیچ کے
ایک روپے کا ذرا بھی شک نہیں، اب شے جیسے باطلاک برگی ہے بلکہ نہیں معیوب فاحش ہے زرع
یا اصل بیعہ کا کس طرح فیصلہ ہے بائع و مشتری دونوں غازی اور ایک دوسرے کے نزدیک مومن بھی ہیں۔
بقینا اتوجدوا بالروایۃ الصحیحۃ وہی لکم عند الحساب اجور و ذخیرۃ (بیان کروا جبر پاؤ، صحیح روایت
سے ہوا اور وہ تمہارے لئے روز حساب اجر اور ذخیرہ ہے۔ ت)

مسئلہ الاشباہ والنظائر الفہم الثانی کتاب القسار ادارة القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۳۵۳/۱

مسئلہ القرآن الکریم ۱۸۸/۲

الجواب

صورت مستفرو میں جبکہ بیع ہلاک یا معیوب بعیب فاش ہو گئی ہے تکالیف نہیں بلکہ بائع سے گواہ لئے جائیں گے اگر اس نے بیعہ شرعیہ سے ثابت کر دیا کہ دو روپے ٹہنی ٹھہرے تھے تو وہی دینے ہوں گے اور اگر نہ دے سکا تو مشتری سے قسم لی جائیگی اگر اس نے حلف کر لیا کہ ایک ہی روپیہ قرار پایا تھا تو ایک ہی دینا آئے گا اور حلف سے نکلوانا کر کیا تو دو روپے کی ڈگری کی جائیگی۔

19

فی الدر المختار لا تحالف اذا اختلفا بعد
هلاک المبیع او خرج عن ملکة اذ تعیبه
بما لا یؤدیہ وحلف مشتری. واللہ تعالیٰ اعلم۔
در مختار میں ہے بیع کے ہلاک ہو جانے یا مشتری کی ملکیت سے نکل جانے کے بعد یا ایسے عیب پیدا ہونے کے بعد جس کی وجہ سے واپس نہ ہو سکے اختلاف ہو تو دونوں سے قسم جائز نہیں اور مشتری سے قسم لی جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (د)

مسئلہ از ہدایہ فی مسئلہ غش و لیت حسین صاحب ٹھیکہ دار ۱۶ جمادی الآخرہ ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع اس امر میں کہ زید نے اپنے مال بکر کے پاس امانت رکھا، جب بکر سے طلب کیا تو بکر نے مال دینے سے انکار کیا پھر جو مال نقد اور زیور ہونے سے زید نے حاکم وقت کے یہاں دعویٰ دائر کیا اور گواہان ثبوت حاکم کے رو برو حاضر کئے بکر بوجہ کرنے انکار کے قسم شرعی کھانے کو موجود ہے، جب ثبوت مدعی موجود ہو دے تو بکر جب حکم شرع شریف کے بکر قسم کھا سکتا ہے یا نہیں ایسا موجودگی شہادت مدعی کے، فقط۔

الجواب

صورت مذکورہ میں اگر بکر بطور خود قسم کھانا چاہتا ہے تو محض نامسوع، اگر کھا بھی لے گا دعویٰ مدعی کو نقصان نہ پہنچے گا، اور اگر بکر سے زید قسم لیتا ہے تو اسے بھی اس کا اختیار نہیں اور اس حالت میں بھی یہ قسم ناقابلِ سماعت۔ قسم مدعا علیہ کا وقت جب ہے کہ مدعی نے شہادت مقبولہ نہ پیش کی ہو۔ در مختار میں ہے ۱

اصطلاحاً علی ان یحلف عند غیر قاض
ویکومت بریناً فہو باطل لان الیمین
مقدمہ کے فریقین نے اتفاق کر لیا کہ کسی غیر قاضی کے سامنے قسم کھا کر بڑی ہو جائے تو یہ باطل ہے کہ فریق

جلد گیارہ

حق القاضی مع طلب الغصم ولا عبوة
لیجین ولا تنکول عند غیر القاضی یلے
مخالفت کے مطالبہ پر قسم صرف قاضی کا حق ہے غیر قاضی
کے پاس قسم یا قسم سے انکار کا کوئی اعتبار
نہیں ہے۔ (ت)

اسی میں ہے :

الیمین کالخلف عن البینة فاذا اجاء الاصل
انتہی حکم الخلف۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔
قسم گویا گواہی کا خلف ہے تو جب اصل آجائے تو
خلف کا حکم ختم ہو جاتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ از ریاست رامپور مرسلہ سید نصیر الدین صاحب ۳۱ شوال ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے قزو پر جان توڑ دیا اور بڑے شہادت گواہی
دس روپے کی مالش دائر کی اور تاریخ موعود پر گواہان ثبوت دعویٰ کو بذریعہ کچری کے طلب کر لیا اس تاریخ
پر کسی وجہ سے سماعت بیان گواہان کی نہ ہوئی اور تاریخ دوسری کچری نے واسطے حاضر کرنے انھیں گواہان ثبوت
کے مقرر کئے اور عسمر مدعا علیہ کو دعویٰ مدعی سے قطعی انکار ہے جب کہ تاریخ ثانی ادخالی شہادت کے واسطے
مقرر ہوئی تو مدعی نے اس تاریخ پر ایک درخواست کچری میں پیش کی کہ مدعا علیہ کا حلف لیا جائے گواہ اپنے
سنتوانا نہیں چاہتا، تو اب دریاخت طلب یہ امر ہے کہ ایسی صورت میں مدعا علیہ حلف اٹھانے پر مجبور
کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ بیٹنوا توجروا۔

الجواب

اگر گواہ شہر میں موجود ہیں تو مدعا علیہ سے حلف نہیں لے سکتا بلکہ مدعی ہی سے گواہ لئے جائیں گے اور
اگر دور ہیں تو حلف مانگ سکتا ہے،

فالدرا المختار قال المدعى لم
بينة حاضرة في المصر وطلب
يمين خصمه لم يحلف ولو غائبة
عن المصر حلف وقدر في
المحقق الغيبة بمدة
در مختار میں ہے مدعی نے کہا میرے گواہ شہر میں ہیں
اس کے بعد اس نے مدعی علیہ سے قسم کا مطالبہ کیا
تو قسم نہ لی جائیگی ہاں اگر شہر میں موجود نہ ہوں تو قسم
سلی جائیگی یا ہم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول پر،
بعض نے فرمایا کہ گواہوں کا مسافت سفر تک غائب

السفرۃ اقول عبارة العجیب علی ما قبل
قرۃ العیون قال بیفتی غائبۃ عن النور
حلف عند ابی حلیفة وقیل قد را الغیبۃ
بمسیرۃ سفرۃ وقد قالوا کما فی البحر
و غیرہ ان لو بعد مکان القاضی بحیث ان
حضر للشہادۃ لم یؤد اللیل الی اہلسہ
لم یلزمہ الحضور، فافہم، واللہ تعالیٰ
اعلم۔

ہونا میرا ہے جیسا کہ تجھے میں ہے۔ میں کہتا ہوں
قرۃ العیون میں تجھے کی عبارت یوں ہے مدعی نے کہا
میرے گواہ شہر سے غائب ہیں امام ابو حنیفہ رضی اللہ
تعالیٰ عنہ کے نزدیک قسم لی جائیگی، بعض نے منہ پایا
مساقت سفر پر ہونا گواہوں کا غائب ہونا مراد ہے،
حالانکہ فقہار کرام نے فرمایا جیسا کہ تجر وغیرہ میں ہے کہ
اگر قاضی کا مقام اتنی دور ہے کہ گواہ شہادت کیلئے
حاضر ہوں تو واپس رات گھر نہیں پہنچ سکے تو ایسی

صورت میں مدعی کو گواہوں کا حاضر کرنا لازم نہ ہو گا، اس کو سمجھو۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ از ریاست رام پور مکان حافظ محمد عنایت اللہ خاں صاحب متصل مرزا شاہ ولی اللہ صاحب
صاحبزادہ امجد علی خاں صاحب ۱۸ ربیع الآخر شریف ۱۳۱۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مقدمہ میں عدالت سے جانب مدعا علیہا حسب درخواست
مدعی حلف متوجہ ہوا اور حلف لینے کے لئے دوسرے حکم کے نام عدالت نے حکم دیا جس مضمون کے ساتھ واسطہ
لینے حلف کے ہدایت اور ایما ہوا وہ حسب یادداشت عدالت دیوانی معقولہ سوالیہ ذاسے حکم حلف گیر نہ نے
ہر چیز انکاری و اقراری کی بابت جدا جدا حلف دیا لیکن عدالت دیوانی کی یادداشت کے جواب میں جو یادداشت
جوانی لکھی ہے وہ معقولہ سوالیہ ذاسے اور یہ امر بھی لائق اظہار ہے کہ جن الفاظ اور مضمون کے ساتھ حلف
دیا گیا وہ حسب منشاء وکیل مدعی دیا گیا اب مدعی کو یہ غرض ہے کہ حسب منشاء تحریر عدالت حلف نہیں دیا گیا
کیونکہ منشاء حکم عدالت کا یہ تھا کہ مدعا علیہا سے اس طرح پر حلف لیا جائے تاکہ اشیائے مندرجہ فرد میں سے
کل یا جزو یعنی کوئی چیز اس قدرست میں کہ اس قیمت اور اس وزن کی یا اس سے کم قیمت اور کم وزن کی بات
مترکہ خیار انصار بیگم کے مدعی علیہا کے پاس نہیں ہے نہ خیار النساء بیگم کے منہ کے بعد مدعا علیہا کے قبضہ میں آئے اور عدالت گیر نہ حلف
نے مضمون انکاری کے ساتھ نہ قید نہ کنسار انصار بیگم کی لگائی نہ حلف کل یا جزو یعنی اس قیمت اور وزنی کے
اشیاء پر جو مندرجہ فرد ہیں یا اس سے کم قیمت اور کم وزن پر لیا گیا لہذا امور ذیل کے بابت جواب
مطلوب ہے۔

اولیٰ بجز یادداشت عدالت گیرندہ حلف نے یہ کہ اب یادداشت عدالت دیوانی تحریر کی ہے اس سے
دوسرے طور پر تعمیل حکم عدالت دیوانی ہوگئی یا نہیں۔

دوم یادداشت عدالت دیوانی میں جو یہ مضمون تحریر ہے (کہ اشیائے مندرجہ فرد منسلک حسب وزن و
قیمت مندرجہ فرد متروکہ ضیاء النساء بیگم سے کل یا جزو یعنی کوئی چیز اسس فہرست میں کی بابت متروکہ ضیاء النساء
بیگم کے پاس مدعا علیہا کے نہیں ہے) اس کا منشا یہ ہے کہ اشیائے مندرجہ فرد حسب وزن و قیمت مندرجہ
فرد میں کل چیزیں یا بعض چیزیں اس قیمت اور وزن کی جو مندرجہ فرد ہیں مدعا علیہا کے پاس نہیں ہیں نہ ضیاء النساء
بیگم کے مرنے کے بعد مدعی علیہا کے قبضہ میں آئیں یا منشا حکم عدالت یہ ہے کہ کل یا جزو اشیائے مندرجہ فرد بابت قیمت مندرجہ یعنی اس کی
قیمت اور وزن کے اشیاء یا اس سے کم وزن اور قیمت کے اشیاء بابت متروکہ ضیاء النساء بیگم مدعا علیہا کے
پاس نہیں ہیں نہ مسماۃ مذکور کے مرنے کے بعد مدعا علیہا کے قبضہ میں آئیں یعنی لفظ کل اور جزو کا اطلاق تعداد
اشیاء پر ہے یعنی کل اور جزو اشیاء کا مراد ہے یا قیمت اور وزن کا کل اور جزو مراد ہے۔

م سوم یادداشت میں محکمہ گیرندہ حلف نے جو لفظ متروکہ ضیاء النساء بیگم تحریر نہیں کیا اس سے حلف
کی تعمیل میں کوئی نقصان تو پیدا نہیں ہوا اس لئے کہ پیشتر مدعا علیہا سے بابت متروکہ ضیاء النساء بیگم
سوال کر کے حلف لیا گیا ہے دوسرے اس محل پر اپنی مطلق سے لے لی مقید ہوگئی یا نہیں۔

چھٹا سرام ایک مرتبہ جن الفاظ کے ساتھ کویل مدعی نے جس کو حق حلف لینے کا حاصل تھا
چاہا اٹھکے موافق حلف لیا گیا اب دوبارہ مدعی کو یہ عدالت کو دوسرے طور پر پھر حق حلف لینے کا حاصل ہے یا نہیں۔
پنجم جسم اشیاء متہ عویہ کے انکار پر حلف لیا جاتا ہے نہ غیر متہ عویہ پر، پس یہ بات لائق
دریافت ہے کہ جب مدعی نے ایک عدد زیور وغیرہ کے وزن اور قیمت کے ساتھ مقید کر کے دعویٰ کیا تو اس
وزن اور قیمت سے کم مقدار اور وزن کے وہ شے متہ عویہ قرار پائے گی یا نہیں۔

نقل یادداشت عدالت دیوانی بمقدمہ خیر النساء بیگم مدعیہ بنام امیر النساء بیگم بنت صاحبزادہ
محمد باقر علی خاں زوہر صاحبزادہ محمد بادی علی خاں صاحب مرحوم مدعا علیہا سکن محلہ قریب گھیر عثمان خاں
دعویٰ دیبندگی حصہ فرائض از جائداد متروکہ مسماۃ ضیاء النساء بیگم مدعا علیہا نے نسبت جائداد مدعا علیہا
اکثر کی نسبت انکار ترکہ ضیاء النساء بیگم سے کیا ہے اور مدعیہ نے نسبت جائداد منقولہ بحالت انکار حلف
مدعا علیہا پر کیا ہے اور مدعا علیہا کو ادائے حلف میں انکار نہیں ہے اور فریقین اہل خاندان سے ہیں
اس لئے تعمیل حلف کو نسل خاندان کے ذریعہ سے ہونا مناسب ہے لہذا بذریعہ یادداشت عدالت ہذا نقل حکم و
نقل فرد اشیاء مرسل ہو کر گزارش ہے کہ کاغذات ذہاباً بر تحصیل حلف کو نسل خاندان میں ارسال

فرمائے جائیں کہ مدعا علیہا سے اسی طرح حلف لیا جائے کہ اشیائے مندرجہ فرد مسلک حسب وزن و قیمت مندرجہ فرد متروکہ خیار النصار بیگم سے کل یا جزو یعنی کوئی چیز اس فہرست میں کی بابت متروکہ خیار النصار بیگم کے پاس مدعا علیہا کے نہیں ہے نہ خیار النصار بیگم کے مرنے کے بعد مدعا علیہا کے قبضہ میں آئی اشیاء مندرجہ کی قیمت اور وزن اور تعداد اول مدعا علیہا کو سنا کر بوجہ و کلام فریقین حلف لیا جائے۔ دستخط حاکم نقل یادداشت محکمہ گورنمنٹ حلف حسب صدور حکم اجلاس اعلیٰ مشیت نا صبیہ یادداشت حاکم عدالت دیوانی ضلع بمبئی خیر النصار بیگم مدعیہ سومہ خیر النصار بیگم مدعا علیہا بدعویٰ دہا یسندگ مسہبام منجملہ اسہام مالیتی مبلغ مائیت روپیہ از کل جائداد منقولہ متروکہ مسہبام خیار النصار بیگم واقع مشہر رام پور قیمتی عیسے روپیہ فہرست مسلک زیور و خروفت وغیرہ حفا حفا مدعا علیہا کو بوجہ و کلام فریقین بشاخص صاحبزادہ فرخ طور خال بہادر مدعیہ سنائے گئے اور قرآن شریف پڑھتے ہیں دیگر بوجب خیار منعمون یادداشت عدالت دیوانی متوجہ بجلت کیا گیا مدعا علیہا نے ہر ایک عدد زیور طلائی و نقرئی و دیگر سامان نقرئی مندرجہ فہرست معہ تعداد وزن و قیمت سن کر بجلت بیان کیا کہ کل اشیائے زیور طلائی و نقرئی و دیگر سامان نقرئی اس قیمت اور اس تعداد اور اس وزن کا میرے پاس نہیں ہے اور کل پارچے پوسٹیدنی قسم گوڑ وغیرہ ہر ایک تفصیل وار سن کر بجلت کہا کہ میرے پاس اس تعداد اور اس قیمت کے نہیں ہیں جلد سامان فروش تفصیل وار سن کر دو غلیچہ رنگ سیاہ قیمتی عیسے روپیہ کی نسبت حلفا کہا کہ میرے پاس ہیں لیکن اس قیمت کے نہیں ہیں باقی کل قسم فروش کے بابت حلف مذہبی نسبت عدم مرجوگی کیا سامان چربی مخصص مدعا علیہا کو سنا یا گیا منجملہ کل سامان کے بیس عدد چوکیاں چوب سا قیمتی مبلغ تیس روپے کی نسبت حلف سے انکار کیا اور دو پٹنگ نواڑ کلاں قیمتی مبلغ بیس روپے کی نسبت مدعا علیہا نے بجلت کہا کہ میرے پاس ہیں لیکن قیمت کا حال معلوم نہیں مالیتی کل سامان چوکی کی عدم مرجوگی پر حلف لیا چونکہ کارروائی حلف کی پر تعمیل حکم اجلاس اعلیٰ حسب نشا عدالت دیوانی ہو گئی لہذا جملہ کاغذات ذریعہ یادداشت ہذا باجلاس اعلیٰ قراب دار المہام صاحب بہادر مرسل ہیں فقط دستخط حاکم بیتوا تو جبروا۔

الجواب

کل یا جزو سے مراد یہی ہے کہ اشیائے مدعی بہا جمیع یا بعض تریہ کہ خود وہ اشیاء یا ان سے کم وزن قیمت کی چیزیں خود عبارت حاکم دیوانی میں تفسیر موجود تھی کہ اشیائے مندرجہ فرد حسب وزن و قیمت مندرجہ فرد سے کل یا جزو یعنی کوئی چیز اس فہرست میں کی اور یہی طریقہ مقررہ استخلاف ہے کہ احتیاط بعض دعویٰ بھی شامل حلف کر لیتے ہیں۔

ہندو میں ہے:

يحلن بالله ما هذا العين لفلان بن فلان
ولا شيء منه يجمع بين الكل والبعض
احتياطاً كذا في المحيط۔
حلف یوں دے گا خدا کی قسم یہ خاص چیز یا اس کا
کچھ حصہ فلان بن فلان کا نہیں ہے قسم میں اس
چیز کے کل اور بعض کو ذکر کرے احتیاطاً، متحدہ میں
ایسے ہے۔ (ت)

عامة کتب میں تمام اشلہ دیکھی جاتیں یہی برحاستہ ہیں کہ ولا شيء منه (اس میں سے کوئی چیز نہیں ہے)
نہ کہ ولا شيء الا حواقل منه قیمة ووزن (نہ کسی اور چیز کو جو اس سے قیمت اور وزن میں کم ہے۔ ت)
اس میں یہ ہے کہ حلف دعویٰ پر لیا جاتا ہے نہ کہ امر خارج عن الدعویٰ پر۔ ہذا میں ہے،
وان تجز عن ذلك وطلب يمين خصمه
استحلفه عليه السلام
غایۃ البیان میں ہے،

ای ان تجز المدعی عن اقامة البينة
وطلب يمين المدعی عليه استحلفه القاضي
حينئذ على دعواه
یعنی اگر مدعی گواہی پیش کرنے سے عاجز ہو
اور مدعی منبر سے قسم کا مطالبہ کرے تو اس پر قاضی
مدعی علیہ سے دعویٰ کے متعلق قسم لے (ت)

یہیں دعویٰ مجرم کے سوا فاسدہ پر مرتب ہوتی نہیں، محد در پر کیونکر مرتب ہو سکتی ہے، عالمگیر
میں ہے،

الاختلاف يعجز في الدعوى الصحيحة
دون فاسدتها كذا في الفصول العاديه
اور بعض دعویٰ داخل دعویٰ ہے ولہذا اگر شاہدین یا ایک بعض دعویٰ پر شہادت دیں تو در بعض
قسم صحیح دعویٰ پر جاری ہوگی فاسد دعویٰ پر
نہ ہوگی، فصول العادیه میں یونہی ہے (ت)

۱۴/۴ فقہ فتاویٰ ہندیہ کتاب الدعویٰ الباب الثالث الفصل الثاني فورانی کتب خانہ پشاور
۲۰۱/۴ سلفہ المسدایۃ کتاب الدعویٰ مطبع یوسفی نکلند
سلفہ غایۃ البیان
۱۳/۴ سلفہ فتاویٰ ہندیہ کتاب الدعویٰ الباب الثالث الفصل الاول فورانی کتب خانہ پشاور

میں قبول کر لیں گے۔ خانیہ میں ہے :

إذا ادعى كل المدعىين واليه ينصف المدعى
جائزات شهادتهم ويقضى له بالنصف من
غير توفيق ۛ

مدعی نے کل مدعیوں کا دعویٰ کیا تو اگر اہول نے نصف مکان
کی شہادت دی فیصلہ نصف مکان پر ہوگا بغیر
موافقت پیدا کئے (ت)

بکلاف دیگر اشیاء مخالفۃ الوزن والقیمت کہ وہ خیرہ کی ہا میں اور وزن و قیمت میں کم ہونا بعضیت نہیں ہر ماقتل
جانتا ہے کہ مثلاً دو تولے سونے کے دو بائے قیمتی ساٹھ روپے اور دو بائے ایک تولے سونے کے تین روپے قیمت
کے ہوں یہ بائے ان کے بعض و جز نہیں بلکہ غیر و جدا چیز ہیں، سستی غیر حاضر میں ذکر وزن و قیمت اس کی تصریح
تعیین ہی کے لئے ہے تو اس کی غیر میں کا غیر ہے نہ جز۔ چاہے میں ہے :

لا يقبل الدعوى حتى يذكرو شيئا معلوما
في جنسه وقدره لان فائدة الدعوى الالتزام
بواسطة إقامة الحجة والالتزام في الجبولى
لا يتحقق فان كان عينا في يد المدعى عليه
كلف احضارها ليشير اليها بالدعوى وكذا في
الشهادة والاستحلاف لان الاعلام بما قصي
ما يمكن شرط وذلك بالاشارة في المنقول
وان لم تكن حاضرة ذكر قيمتها ليهضمير
المدعى معلوما لان العين لا تعرف بانوصف
والقيمة تعرف به ۛ

جنس اور قدر میں معلوم چیز کے ذکر کے بغیر دعویٰ قبولی
نہ ہوگا کیونکہ دعویٰ کا فائدہ حجت کے ذریعہ الزام
قائم کرنا ہے اور جبہول کا الزام متحقق نہیں ہو سکتا
اور اگر وہ چیز مدعی علیہ کے قبضہ میں ہو تو اس کو حاضر
کرنے کا پابند بنایا جائے گا تاکہ مدعی اس کی طرف
دعویٰ کرتے ہوئے اشارہ کر سکے، اور شہادت اور
قسم میں بھی ایسے کیا جائے گیونکہ تمام مراحل میں
ہر ممکن حد تک تعارف ضروری ہے اور یہ منقول چیز
میں اشارہ سے ہی حاصل ہو سکتا ہے اگر = چیز
حاضر نہ ہو تو اس کی قیمت ذکر کرے تاکہ مدعی
واضح ہو سکے کیونکہ خاص چیز کا تعارف اس کے وصف سے نہیں بلکہ اس کی قیمت سے ہوتا ہے (ت)

ہندیہ میں ہے :

إذا ادعى جوهرا لا بد من ذكر الوزن
إذا كانت غائبا وكانت المدعى عليه

اگر کسی جوہری چیز کا دعویٰ ہو تو اس کے وزن کا ذکر
ضروری ہے اگر وہ غائب ہو اور مدعی علیہ اس کے قبضہ

علی اعتبار الوزن فی الغائب اما الاول فظاهر
فانه اذا اعتبر الوصف فی الحاضر فاعتبار
العين فی الغیب ادنی بدرجتین اما عرفت
فی موضعه ان الذراع وصف والقدر
عیین واما الثاني فلان الالتقاء للاشارة
فاذا انتفی انتفی۔

اس لئے کہ لغو ہونا اشارہ کی وجہ سے ہے تو جب اشارہ معدوم ہو جائے تو لغو ہونا معدوم ہو جائیگا (ت)
عرض وکیل مدعیہ کا یہ طرز مسموع نہیں اب باقی امور کی طرف چلے پیش از حلف جو مکالمہ محکمہ حلف گریزہ
و حالہ میں آیا وہ نہ یادداشت میں مسطور نہ سوال میں مذکور جس پر بالخصوص رائے قائم کی جائے مگر
ملاحظہ یادداشت محکمہ حلف سے ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ فردا شیا سے مدعی بہا بابت متروکہ ضیاء النصار بیگم
امیر النصار بیگم کو سنا کر اسے متوجہ حلف کیا گیا یعنی اس سے کہا گیا کہ ان اشیاء کی نسبت بحلف بیان کرو اس
نے کلام مذکور یادداشت کیا جو ہر طرح سخن مستعل ہے اور اس میں ترکہ ضیاء النصار بیگم کا کہیں ذکر نہیں
ہو سکتا تو تجارت حلف سے پیشتر کسی کلام میں ذکر متروکہ آجانا نفس حلف میں ذکر نہیں ہو سکتا جس نے ان
معاملات میں ملتا سے کرام کی احتیاطیں دیکھی ہیں وہ اس کا نا کافی ہونا جانے کا جہاں آہستہ سے کسی لفظ
کے بڑھ چلنے کا احتمال پاتے ہیں وہاں اس کے قطع کی ہدایت فرماتے ہیں مثلاً شاہد کہ یہ چیز اس مدعی کی ملک
ہے اور اس کا حق یوں نہ مانیں گے کہ شاید حق کے بعد آہستہ سے نہیں کہہ لے بلکہ یوں کہو اتنی گے کہ اور اس
کا حق ہے یوں ہی مدعی سے تو جہاں کچھ بڑھانے کی بھی حاجت نہیں صرف قطع نیت و صرف ارادت سے کام چلتا ہے
وہاں کیونکر پسند کریں گے، ہندیر میں ہے،

فی فتاویٰ الفسفی ینبغی للشاہدان یقول فی شہادۃ
ایں عین ملک ایں مدعی است و حق وی است
حتی لایمکنک امن یعلق بہ و حق و سے
نے بنفی و کان الشیخ الامام فخر الاسلام
علی المیزدوی یقول اذا قال المدعی فلو
چیز ملک من ست و حق من لایمکن فی ہمو فی
ان یقول و حق من ست ویقول فی قولہ

فتاویٰ نسفی میں ہے گواہ کو چاہئے کہ وہ اپنی شہادت میں یوں کہے
یہ عین چیز اس مدعی کی ملک ہے اور اس کا حق ہے
تا کہ نفی کے لاحق ہونے کا احتمال نہ رہے اور امام
شیخ فخر الاسلام علی بزدوی فرماتے ہیں جب مدعی
کہے یہ چیز میری ملک ہے اور میرا حق تو کافی نہ ہوگا
بلکہ یوں کہے اور میرا حق ہے، اور اپنے قول میں، فلاں
کے قبضہ میں ناسحق، کہی جائے، فلاں کا قبضہ ناحق ہے،

و بدست فلاں بنا حق بدست فلاں بنا حق است
و كذلك في نظائره حق لا يلحق به كلمة النفي
قال الاحتياط في هذا ولكن هذا الاحتياط
في موضع يطالب بالتسليم كذا في
الذخيرة

اور اس قسم کے بیان میں، ایسا چاہئے تاکہ نفی کے
اتنی ہونے کا احتمال نہ رہے، اور فرمایا احتیاط
یہی ہے، لیکن یہ احتیاط وہاں ضروری ہے جہاں
قبضہ لینے کا مطالبہ ہو، جیسا کہ دخیسہ
میں ہے۔ (ت)

اور اگر پیشتر بابت متروکہ خیار الفسار بیگم سوال کر کے حلف لئے جانے کے یہ معنی ہوں کہ اولی
امیر الفسار بیگم سے کہلوا لیا گیا کہ وہ دربارہ متروکہ خیار الفسار بیگم حلف سے کہے گی یا واللہ اس باب میں جو
کہے گی حق کہے گی کما هو واضح فی زماننا (جیسا کہ ہمارے زمانہ میں رائج ہے۔ ت) تو یہ بعض مردود و
باطل ہے جو حلف شرع مطہر نے مدعا علیہ پر لازم کیا ہے اس سے کچھ علاقہ نہیں رکھتا کہ یہ دربارہ مستقل میں
منعقدہ ہے جس کا کفارہ بہت آسان اور یہاں مقصود وہ یہیں ہے کہ اگر کاذب ہو تو غوس ہو جس کا انجام
معاذ اللہ ہلاکت ہے اور اس کے لئے کوئی کفارہ ہی نہیں، شرع ہدایہ للعامة الاتفاقی صدر باب الاستحکاف
میں ہے۔

اليمين الكاذبة مہنكة فالمدعى عليه حق
اتوى حق المدعى فالشرع جعل اليمين
الكاذبة حقاله حق تصير مہنكة امیاء
باناء ما اهلك صفت المال اهلاكا
باناء اهلاكا

جہوئی قسم ہلاکت ہے، تو مدعی علیہ جب مدعی کے حق
کو ضائع کرتا ہے تو شریعت نے مدعی کے لئے جہوئی
قسم کو حق قرار دیا ہے تاکہ وہ مدعی علیہ کے لئے مال
کو ہلاک کے عوض ہلاکت بن جائے۔
(ت)

اسی طرح کافی و ناک الاتکار و غیرہ اسفار میں ہے کلام ذکر امیر الفسار بیگم کا ادنیٰ نفی مطلق ہوتا محض نظر
سے پاس یعنی ملک بھی مستقل ہے کسی سے کوئی کتاب عاریتہ مانگے اور وہ اس کے کتب خانہ میں نہ ہو تو
کہہ سکتا ہے کہ میرے پاس نہیں اگرچہ دور رکھی ہے اولی متروکہ خیار الفسار بیگم سے مباین ہے اور دوم
خاص میں وجہ بہر حال اس کی نفی اس کی نفی کو مستلزم نہیں اور علوم ہی مانگے تاہم یہ ضابطگی واضح، یہ
استلزام نکتہ بعد الوقوع مہی مگر شرعاً یہیں اس طور پر یعنی چاہئے کہ نکول کرے تو دعویٰ کا بذل یا افراد ظاہر ہو

یہاں ہرگز ایسا نہیں اگر بے تقید مترکہ مطلقاً قسم لیتے کہ فلاں فلاں اشیاء اس قیمت و وزن کی تیرے پاس نہیں وہ قسم کھانے سے انکار کرتی تو مطلقاً کا اقرار ہوتا جو مقید کا اقرار قرار نہ دیا جاسکتا تو نکل مہل و فضول رہتا، جامع الفصولین میں ہے:

لا یفید تحلیفہ لانہ لنسکول هو
کا قرار یہ

عقود الدیر میں ہے:

فانک التعلیف القضاء بالنکول فاذا لم یجز
القضاء بالنکول عما ذکر فکیف یجوز التعلیف
به لان التعلیف انما یقصد نتیجته و اذا
لم یقض بالنکول فلا ینبغ
الاشتغال به و کلام العقلاء یصان عن
اللفو کما اشار لذلك فی البحر و المنجم باختصاص

ان امور میں زیادہ نظر کی حاجت نہیں جب کہ بالبدایۃ آشکارا ہے کہ حلف مذکور محض یا کافی و مہل واقع ہوا اور حکم حاکم دیوانی کی اصل تعمیل نہ ہوئی حاکم نے یادداشت میں حراست یہ الفاظ لکھے تھے کہ کوئی چیز اس فہرست میں کے بابت مترکہ ضیاء النساء بیگم پاس مدعا علیہا کے نہیں ہے نہ ضیاء النساء بیگم کے مرتبہ کے بعد مدعا علیہا کے قبضے میں آئی اس دوسرے فقرے پر مطلق لحاظ نہ ہوا صرف پاس نہیں موجود نہیں پر حلف دیا گیا جس نے حلف کو محض ناقص و ناقابل قبول کر دیا ممکن کہ بعد انتقال ضیاء النساء بیگم اشیائے دعویٰ کی یا بعض قبضہ امیر النساء بیگم میں آئی ہوں اور اب موجود نہ ہوں اب اس کے قبضے میں نہ ہوں صرف کہ دی ہوں تلف کہ دی ہوں جب کہ دی ہوں تو قبضہ موجودہ و وجود فی الحال کی نفی سے کیا کام نکلا لاہرم حلف میں مدعیہ کے لئے نظر کیسے مترکہ ہوئی اور اس کی حق تکفی صاف مختل رہی۔ جامع الفصولین میں ہے:

ذکر الخصاف فی دعوی الودیعة اذا
لم تکف حاضرة یحلفہ باللہ ما لہ
هذا المال الذی ادعا فی یدک و دلیعة

ولا شيء منه ولا له قبله حق منه لانه
محق اقله اودل افسانا عليه لم يكت
في يده فيكون عليه قيمته فلا يكتفي بقوله
في يدك بل يضم اليه ولا له قبله حق
منه احتياطاً.

کادعوی کرتا ہے وہ اس کا حق نہیں اور نہ اس میں
کچھ اس کا حق ہے اور نہ ہی تیری طرف اس کا کوئی
حق ہے۔ کیونکہ جب اس نے امانت کو تلف کر دیا ہو یا
کسی اور کو دے دی اور اپنے قبضہ میں نہ ہو، تو اس
صورت میں اس پر قیمت لازم ہوگی، تو تیرے قبضہ والی
بات کافی نہ ہوگی بلکہ اس کے ساتھ، اور تیری طرف۔ کوئی حق اس کے لئے نہیں ہے، شامل کرنا بطور احتیاط
ضروری ہے۔ (ت)

حلف دینا مدعی یا وکیل مدعی کا حق نہیں حق حاکم ہے حق مدعی حلف لینا یعنی طلب حلف ہے ولس، ولسا
اگر مدعی خود حاکم کے سامنے دارالانصار میں بطور خود مدعا علیہ کو حلف دے لے مقبول نہیں اگرچہ وہ حلف پر دہر کافی
ہی دیا گیا ہو تحکیر یہ میں ہے،

و حلف بطلب المدعی یبینه بیس بدی
القاضی من غیر استحالات القاضی فہذا
لیس بتحلیف لان التحلیف حق القاضی کذا فی
القنیۃ وھکذا فی البحر الرائق

اگر مدعی از خود قاضی کی موجودگی میں مدعی علیہ سے قسم طلب
کے آقا قاضی کی طلب کے بغیر قسم کھلانا جائز نہیں
کیونکہ قسم کا مطالبہ اور قسم کھلانا قاضی کا حق ہے تقنیہ
اور بحر الرائق میں یوں ہے۔ (ت)

المدعی لو اسقطه ای الیمن قصدا یا بائ
قال بئث من الخلف او ترکته علیہ او وجبت
لا یصح ولہ التحلیف بخلاف البرادۃ عن
السال لان التحلیف للحاکم، بزانریقہ

مدعی نے اگر مدعی علیہ سے قسم کو ساقط کرتے ہوئے کہا
میں نے تجھے قسم سے بری کیا، یا، تجھ سے قسم لینا
میں نے ترک کیا یا میں نے تجھے یہ حق بہرہ کر دیا تو مدعی
کا قصداً قسم کھانا قدرنا صحیح نہ ہوگا کیونکہ قسم کھلانا قاضی
حاکم کا حق ہے، اس کے برخلاف اگر مدعی اس کو مال سے بری کر دے تو جائز ہے بطور تحکیر۔ (ت)

اسی میں ہے،

۱۹۵/۱	اسلامی کتب خانہ کراچی	الفصل الخامس عشر	سہ جامع الفصولین
۱۳/۴	نورانی کتب خانہ پشاور	الباب الثالث	سہ فتاویٰ ہندیہ
۱۲۰/۶	مطبع مجتہدانی دہلی	کتاب الدعوی	سہ درمختار

الیسین حق القاضی مع طلب الخصم
فرق مخالفت کے مطالبہ پر قسم قاضی کا حق ہے (دست)
اسی میں ہے :

ونقل المصنف عن القنیة ان التحلیف
حق القاضی فیالم یکن باستحلافه لم یعتبر
مصنف نے قنیہ سے نقل کیا ہے کہ قسم کھانا قاضی کا حق
ہے تو جو قسم قاضی کی جانب سے نہ ہو وہ معتبر نہیں (ت)
تو ہایت صاحب حق یعنی حاکم کے خلاف جو ناکافی و ناقص حلف رکھا گیا اگرچہ خود کو کل مدعیہ یا مدعیہ نے آپ ہی کھا ہو
کیا معتبر ہو سکتا ہے بلکہ ناکافی حلف تو خود حاکم کا رکھا ہوا بھی مقبول نہیں اسے بیکار و بیکار دوبارہ حلف دینا ہوگا۔
مبیذ و جامع الفصولین و تبیین الحقائق و عالمگیریہ و درر الحکام و درمغنیہ و غیرہ عامر اسفار میں ہے :

فی کل موضع وجبت الیسین فیہ علی البتات
فی حلف علی العلم (و لفظ جامع الفصولین عن
المحیط فحلفہ القاضی علی العلم) لا شکون
معتبرة حتی لا یقضی علیہ بالکول ولا نقط
الیسین عنہ
جس مقام پر قطعیت پر قسم چاہئے تو وہاں علم کی قسم کھائی،
(اور جامع الفصولین میں محیط سے منقول الفاظ یہ ہیں)
تو قاضی نے وہاں اس سے علم کی قسم لی تو یہ معتبر نہ ہوگی
حتیٰ کہ ایسی قسم کے انکار پر فیصلہ نہ کر سکے گا اور نہ ہی
قسم ساقط ہوگی (دست)

وجیز امام کرہی نوع ثلث فصل سابع کتاب القضاء میں ہے :

من له حق الحلف علی البتات اذا حلف
القاضی نخصه علی العلم بقی الخصم حتی
البتات یکہ
جہاں پر صاحب حق کو قطعیت پر قسم مطلوب ہو وہاں قاضی
مدعی علیہ سے علم کی قسم لے تو دوسرے فرق یعنی مدعی کو
قطعیت پر قسم کا حق باقی ہے (دست)

ان عبارات سے واضح کہ حلف جب فی نفسہ ناکافی ہو تو اگرچہ دونوں صاحب حق اعمی مدعی و قاضی کی
مرضی مجتمع ہو جائے جب بھی مقبول و مستقط حلف نہ ہو گا اور پر طلب مدعی دوبارہ حلف دینا لازم آئے گا۔
فانهم مراتبوا عدم اعتبارہ علی وقوعہ
جس طرح قسم واجب تھی اس کے خلاف قسم پر فقہاء نے

۱۱۲/۲	مطبوع مجتبیٰ دہلی	کتاب الدعوی	سے درمختار
۱۱۹/۲	"	"	سے "
۲۳/۴	افضل الثانی نورانی مکتب خانہ پشاور	کتاب التین بحوالہ التین کتاب الدعوی باب ثلث الفصل الثانی نورانی مکتب خانہ پشاور	سے فتاویٰ ہندیہ بحوالہ التین
۱۹۸/۱	اسلامی کتب خانہ کراچی	افضل التین مشعر	جامع الفصولین
۲۰۵/۵	"	فصل سابع نوع ثلث	سے فتاویٰ ترازیر علی مشر افقادی ہندیہ کتاب القضاء

لا على الوجه الذي وجب لو كان بلا تحليف
القاضي لم يعتبر قط وان وقع على الوجه
الواجب كما سلف وكذا لو كان بلا طلب
المدعي. في جامع الفصولين و آخر الفصل
الخامس عشر عن فتاوى رشيد الدين القاضي
لو حلف بغير طلب المدعي ثم طلب المدعي
تحليفه فله ان يحلفه ثانياً او فعلم ان
وقوعه لا على الوجه الواجب مستقل بالرد و
ان وقع بطلب المدعي وتحليف القاضي.

عدم اعتبار کمرتب کیا ہے کہ قاضی کی طرف سے قسم طلب
کے بغیر صحیح طور پر بھی قسم ہوئی تو ہرگز مستبرکہ ہوگی جیسا کہ
گزارا ہے اور یوں اگر وہ قسم مدعی کے مطالبہ کے بغیر ہوئی
ہو، جامع الفصولین کی پندرہویں فصل میں فتاویٰ
رشید الدین سے منقول ہے کہ قاضی نے اگر مدعی کے مطالبہ
کے بغیر قسم لے لی اور اس کے بعد مدعی نے قسم کا مطالبہ
کیا ہو تو اس کو دوبارہ قسم کھلانے کا حق ہوگا اور
تو معلوم ہوا کہ واجبی طور کے خلاف ہونا یہ نانا اعتباری
کی مستقل وجہ ہے اگرچہ یہ مدعی کے مطالبہ اور قاضی
کے قسم لینے پر ہو۔ (د)

پس صورت مستفسرہ میں لازم کہ حاکم امیر النساء بیگم سے دوبارہ حلف تمام شرعی وجوہ صحیح و کافی لے۔
واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم و علہ و جل مجدہ اتم و احکم۔
مسئلہ از ریاست رام پور تھاں بجایانے منقل زیارت نعیم شاہ صاحب، مرسلانہ پھٹن جہاں صاحب،
فرہ جامدی الاول سنہ ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جہتہ نے ایک منزل مکان اپنا وقف کر کے زید کو متولی اس کا
کر دیا، زید قایض مکان مذکور ہے، اب زید پر حجر نے دعویٰ ایک دیوار پھسیت و پانچ مکان اپنے کا دائرہ کھری کیا
زید نے حجر کی دیوار پھسیت و پانچ کے سے انکار کیا، حجر نے ضرر دعویٰ اپنے کا حلف زید پر کیا، زید کہتا ہے کہ میں
مالک مکان موقوفہ نہیں ہوں مجھ پر شرعاً حلف متوجہ نہیں ہوتا ہے، پس دریافت کیا جاتا ہے کہ زید پر حلف شرعاً
نسبت دعویٰ بکراتا ہے یا جو بر متولی اور غیر مالک مکان ہونے کے حلف متوجہ نہیں ہوتا۔ جینوا توجہ را۔

الجواب

فی الواقع صورت مستفسرہ میں زید متولی پر حلف متوجہ نہیں متولی پر حلف صرف اس وقت میں آتا ہے
جب خود اس پر کسی عقد کا دعویٰ کیا جائے مثلاً کوئی مدعی ہو کہ فلاں زمین واقعی اس نے میرے اہار سے میں
دی عقد تمام ہو گیا امداد قبضہ نہیں دیتا یا اس کے مثل اور دعویٰ۔ تنویر الابصار میں ہے،

الوصی والمتولی والوالد الصغیر یملک الاستحلاف
ولا یحلف بینه
وصی، متولی، نابالغ کا باپ قسم لے سکتے ہیں اور ان
سے قسم نہیں لی جاسکتی۔ (ت)

والد سے باغی بیٹے کے مال سے متعلق، ولی سے یتیم
کے مال اور متولی سے مسجد و اوقاف کے متعلق قسم
نہ لی جائے گی ان سے قسم صرف اس صورت میں
لی جائیگی جب ان پر کسی عقد کا دعویٰ ہو۔ (دستا

در مختار و تزییر الابصار و بحر الرائق میں ہے،

لا یتحلف الاب فی مال الصبی ولا الوسی فی
مال الیتیم ولا المتولی للمسجد والادوات
الا اذا ادعی علیہم العقد۔

رد المحتار میں ہے،

یاقول کہ باپ سے قسم نہ لی جائے گی الا یعنی
بچے کی جنایت کا دعویٰ ہو اور باپ اس کا انکار کرے
یا اس بچے کے لئے وصی ہو وہ انکار کرے یا کوئی متولی
پر مسجد یا وقف شدہ مکان اور اس کی دیوار کا دعویٰ
کرے یا یہ کہ اس نے اپنے متولی کی اجازت سے وقف
پر اپنا مال خرچ کرنے کا دعویٰ کیا ہو قرآن پر قسم نہ ہوگی۔
واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔ (ت)

قوله لا یتحلف الاب ادعی لوجبی الصبی
جنایة فانکر ابوة او وصیه او ادعی احد
جدار المسجد او الدار الموقوفة او انه انفق
على الوقف شیئا بالمال المتولی المساق۔
واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ از شہرہ سہ اہل سنت مسئلہ مولوی عبد الرحیم متعلم مدرسہ کور۔ جلدی کا فر۔ ۲۳۰
ما قولکم رحمکم اللہ (اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے آپ کا کیا فرمان ہے۔ ت) کہ زید کا نکاح
ہندہ سے ہوا اور اس سے ایک لڑکا غوث پیدا ہوا البتہ اسے الہی زید فوت ہوا والد زید خالد موجود ہے جو
دادا غوث کا ہوتا ہے اب وجہ نزاع جائداد کے خالد دادا غوث کا یہ قول ہے کہ زید کا نکاح ہندہ سے
نہیں ہوا تھا اور نیز غوثی جس نے نکاح پر ثبوت کیا تھا اس سے اس امر میں جھوٹ جمانا چاہتا ہے کہ جھوٹی گواہی

۱۱۸/۲	طبع مجتبائی دہلی	کتاب الدعوی	لے در مختار شرح تزییر الابصار
۲۰۱/۱	"	کتاب الوقت	" " " "
۲۰۹/۲	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	کتاب الدعوی	بحر الرائق
۲۲۶/۲	دار احیاء التراث العربی بیروت	کتاب الوقت	رد المحتار

و سے دو کہ میں نے نکاح نہیں پڑھایا کفارہ ادا کر دیا جائے گا، آیا جائز ہے کہ قاضی نکاح پکڑی میں کر دے کہ میں نے نکاح نہیں پڑھایا پچ بولے اور شہادت کا ذریعہ میں کفارہ ہو گیا یا نہیں؟

الجواب

مجموعی قسم جو آئندہ کی بابت کھائی جائے اس کا کفارہ ہے اور جھوٹی گواہی کا کچھ کفارہ نہیں۔ حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

”جھوٹی گواہی دینے والا گواہی دینے کی جگہ سے اپنے پاؤں ہٹانے نہیں پاتا کہ اللہ تعالیٰ

اس کے لئے جہنم واجب کر دیتا ہے۔“ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ از نابھہ علاقہ ریاست ٹونک عرسلہ خدائش ابراہیم ۲۰ رمضان ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے بگم شرع شریفین میں دعویٰ کیا مبلغ للعین بالحق کا مدعا علیہ نے مالک علیہ کا اقرار کیا باقی رقم مذکور سے انکار کیا تو عدالت شریعت نے مدعی کے پاس سے ثبوت طلب کیا اس میں مدعی نے پانچ گواہ پیش کئے گواہ مذکور عدالت شریعت میں قابل التفات کے نہیں اس وجہ سے کہ گواہوں میں اختلاف بہت اور مجموعی گواہی دینے سے عدالت شریعت نے گواہی نامنظور فرمائی اور اسے حدیث شریفین کے مدعا علیہ پر قسم کا حکم دیا وہ حدیث شریفین پر ہے:

البینۃ علی المدعی والیمین علی من انکر لیہ گواہی مدعی پر اور قسم منکر پر لازم ہے (ت)

آیا اس صورت میں حدیث شریفین کا مطلب یہی ہے کہ گواہ پیش ہونے پر بھی مدعا علیہ پر بھی قسم عائد ہوتی ہے یا نہیں، جواب استفتا برکات الکتب و جماعت غایت فرمائیں اسی لئے کہ میرے ہمدرد کی پیشی ۴۸ سوال ۱۳۳۸ھ ہے براہ کرم جواب جلد عنایت ہو۔

الجواب

شہادت کے موجود ہوتے مدعی مدعا علیہ کا حلف طلب نہیں کر سکتا مگر شہادت وہ ہے کہ مفید مدعا سے ورنہ نام شہادت ہے حقیقت شہادت معدوم ہے ایسی صورت میں مدعا علیہ پر حلف عائد ہو سکتا ہے مگر محکم بطور خود اس پر حلف نہیں رکھ سکتا بلکہ مدعی کا حلف کرنا شرط ہے وہ چاہے کہ مدعا علیہ سے حلف لیا جائے

۲۵۲/۱۰	دارالحدیث بیروت	سنن السنن الکبریٰ علیہ السلام باب البینۃ علی المدعی
۲۴۲/۱	قدیمی کتب خانہ کراچی	صحیح البخاری کتاب الری باب اذا اختلف الراہین والمرتبین
۱۶۰/۱	امین کمپنی دہلی	جامع الترمذی ابواب الاحکام باب ما جاء من البینۃ علی المدعی

تو قاضی اس سے حلف لے اس لئے کہ حلف حق مدعی ہے جس طرح حلف لینا حق قاضی ہے بالجملہ جب مدعی شہادت اصرار دے یا جو گواہ پیش کرے اس سے ثبوت دعویٰ نہ ہو تو اگر مدعی مدعا علیہ کا حلف نہ مانگے مقدمہ خارج کر دیا جائے،

لانه ادعی ولم ينود دعواه باليمين والمداعی
عليه منكر وهذا لا يطلب حلفه فانسد
طريق القضاء۔
کیونکہ دعویٰ کر کے گواہی پیش نہ کرے اور مدعی علیہ
منکر ہے مدعی اس سے قسم بھی طلب نہ کرے تو
فیصلہ کے راستے بند ہو گئے۔ (د)

اور اگر مدعی حلف مانگے تو بطور خود مدعا علیہ پر قسم نہیں رکھ سکتا اگر رکھے گا اور وہ حلف سے انکار کر دے یا ناکا
معتبر نہ ہوگا کہ حلف لینا حق قاضی ہے حاکم پر طلب مدعی مدعا علیہ پر حلف رکھنا اب اگر مدعا علیہ حلف سے انکار
کر دے تو دعویٰ ڈگری کیا جائے اور حلف کر لے تو دُکھس۔ ہدایہ میں ہے،

اذا صحت الدعوى سأل القاضي المدعى
عليه عنها لينكشف وجه الحكم
فان اعترف قضي عليه بها، وان
انكر سأل المدعى البينة لقوله صلى
الله تعالى عليه وسلم لك بينة
فقال لا فقال لك يمينه سنال و
مرتب اليمين عما فقد البينة فلا بد
من السؤال ليمكنه الاستحلفان
وان احضرها قضى بها
لاشقاء التهمة عنهما، و
ان عجز عن ذلك وطلب
يمين خصمه استعلفه عليها
لما روينا ولا بد من طلبه
لان اليمين حقه الا
تروا انه كيف اضيقت
اليه بحرف اللام فلا بد

جب دعویٰ صحیح ہو تو قاضی مدعا علیہ سے دعویٰ کے متعلق
سوال کرے تاکہ فیصلہ کا طریقہ واضح ہو سکے تو اگر
مدعی علیہ دعویٰ کو مان لے تو اس کے خلاف دعویٰ
کا فیصلہ کر دے اور اگر وہ انکار کرے تو اب قاضی
مدعی سے گواہ طلب کرے کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ
والسلام نے مدعی کو فرمایا کیا تیرے پاس گواہی ہے
تو اس نے کہا نہیں ہے، تو آپ نے فرمایا اب تجھے
مدعی علیہ کی قسم کا حق ہے پس حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام
نے مدعی سے پوچھا اور قسم کو گواہی نہ ہونے پر مرتب
فرمایا تو گواہی کا سوال ضروری ہے تاکہ موجود نہ ہونے
پر قسم لیا جاسکے، اور اگر مدعی نے گواہی پیش کر دی
تو قاضی اس پر فیصلہ کر دے کیونکہ کوئی اعتراض
نہ رہا اور اگر گواہی پیش کرنے سے معذور رہے اور
وہ مدعی علیہ سے قسم طلب کرے تو قاضی قسم لے
جیسا کہ ہم نے روایت کیا مدعی کا قسم طلب کرنا
ضروری ہے کیونکہ یہ اس کا حق ہے، دیکھا نہیں کہ

من طلبه أم فانظر الى قوله ان احضرها
قضى بها فانما اراد البينة المثبتة
للدعوى واليهما الاشارة ف قوله و
ان عجز عن ذلك ، فمن اتى ببينة
لم تعد فقد عجز عن اقامتها على
دعواه .

حایۃ البیان میں ہے :

اذا قال المدعى فب بينه حاضرة وطلب
اليمين لم يستحلف عند ابي حنيفة رضى
الله تعالى عنه احتجاج بما روى عن رسول الله
صلی الله تعالى علیه وسلم انه قال
للمدعى الك يمينه قال لا قال لك يمينه
فالتسبی صلی الله تعالى علیه وسلم رتب
اليمين على البينة فدل على ان اليمين
انما تكون حجة عند عدم البينة ولا ان
اليمين الكاذبة مهلكة فالمدعى عليه
مضى اتوى حق المدعى فالشرع جعل
اليمين الكاذبة حقاله حتى تصير مهلكة
اياه بانها اء ما اهلك من السعال
اهلاكها بانها اء اهلاك وانما يستحق
اتراء الحق على المدعى اذا لم تكن بينة
فاما اذا كان له بينة لا يتوى حقه بل

حدیث کے الفاظ میں قسم کو مدعی کی طرف حلف نام سے
مضاف کیا ہے تو مدعی کا طلب کرنا ضروری ہے ، اور
معصیت کے قول اگر گواہی پیش کر دے تو فیصلہ نہ ہوگا
پر خود کرو ، تو یہ گواہی حلف نام ہی ہو سکتی ہے جو دعویٰ
کے لئے حجت ہو اور ایسی ہی گواہی کے متعلق اشارہ
فرمایا ، اگر اس سے عاجز ہو ، تو اگر مدعی گواہی پیش
کرے جو مفید نہ ہو تو وہ اپنے دعویٰ پر گواہی سے عاجز ہوگا

جب مدعی نے بتایا کہ میرے گواہ موجود ہیں ، اس کے
باوجود قسم کا مطالبہ کرے تو امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ
عز کے نزدیک قاضی قسم نہ لے گا ، ان کی دلیل نبی کریم
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مدعی سے یہ استفسار کہ
کیا تیری گواہی ہے اس نے جواب میں عرض کیا
نہیں ہے ، تو اس کو فرمایا تجھے قسم کا حق ہے اتوبی
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قسم کو گواہی پر مرتب فرمایا
تو اس سے معلوم ہوا کہ قسم تب حجت ہوگی جب گواہی
نہ ہو ، اور اس لئے بھی کہ جھوٹی قسم ہلاکت ہے
مدعی علیہ جب مدعی کا مال ضائع کرے تو شریعت نے
مدعی کو اس کی جھوٹی قسم کا حق دیا ہے تاکہ جھوٹی قسم
مدعی علیہ کے لئے ہلاکت بن جائے تاکہ مدعی کا مال
ہلاک کرنے کے بدلے اس کو ہلاکت ملے ، تو اس وجہ
میں مدعی علیہ مدعی کے حق کو نقصان تب پہنچا سکے گا
جب مدعی کے پاس گواہی نہ ہو تو حجت تک گواہی

یکنہ اثبات حقه بالبینۃ فلا یجعل البینۃ
المہذکۃ حقالہ فی ہذا الحال لانہ فی غیر
وقتہ لم یثبت دعواء فکانت کلابینۃ بناء علی
ان البینۃ اذا لم توافق الدعوی ومنہ
الشہادۃ بالمجهول بقیت ہذا دعوی والدعوی
شرط الشہادۃ فی حقوق العباد وانتفاء
الشرط انتفاء المشروط فظہر انہ یجزم من
البینۃ فله طلب حلف المدعی علیہ - واللہ
تعالی اعلم۔

اس کا حق ضائع نہ کر سکے گا بلکہ مدعی اپنے حق کو گواہی کے
ذریعے ثابت کر سکے گا لہذا اس حال میں ہلاک کرنیوالی
قسم مدعی کا حق نہ بنے گی کیونکہ وہ وقت نہیں ہے اور
اور یہ بات واضح ہے کہ ایسی گواہی جو دعویٰ کو ثابت
نہ کر سکے تو وہ کالعدم قرار پائے گی اس بنا پر کہ وہ
گواہی دعویٰ کے موافق نہ ہوئی، اس کی ایک صورت
یہ ہے کہ شہادت مجہول ہو تو گویا دعویٰ ثابت نہ ہوا
حالانکہ شہادت کے لئے دعویٰ خودی شرط ہے تو
جب شرط نہ ہوئی تو مشروط نہ ہوا، تو ہر ہو گیا کہ
دعویٰ پر گواہی سے عاجز ہے تو اسے قسم طلب کرنے
کا حق ہے واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

۲۴ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

مسئلہ از شہر مسٹر کلام رسول

ایک پنجائیت قائم ہوئی اور ایک شخص پر ایک امر میں حلف قائم کیا اور سب بچوں نے اسے منظور کیا اس
شخص نے حلف سے بیان کیا وہ معاملہ فیصل ہو گیا بعد کو چند اشخاص نے بچے سے طیغہ ہو کر یہ کہا کہ حلف کو نہیں بچا
اور ہمارے یہاں حلف نہیں ہے ہم حلف کو نہیں جانتے۔ بیتوا تو جہودا۔

الجواب

صورت مسئلہ میں یہ قول قابل ماکہ ہم حلف کو نہیں جانتے ہمارے یہاں حلف نہیں ہے اگر وہ شخص
اہل اسلام سے ہے اور بوجہ جہالت و نادانی یہ قول کرتا ہے تو گنہگار ہے تو یہ چاہئے اور اگر جانتا ہے کہ یہ حکم
شرع ہے اور تکذیب کرتا ہے یا امانت کرتا ہے تو حکم کفر جائد ہوتا ہے اس لئے کہ یہ حکم حدیث مشہور
البینۃ للمدعی والبیان علی من انکرہ (گواہی مدعی کو لازم اور قسم مدعی علیہ منکر پر ہے۔ ت) سے ثابت ہے
سے غایۃ البیان

۲۲۲/۱ کتاب الرہن باب اذا اختلف الراہن المرہن قدیمی کتب خانہ کراچی
جامع الترمذی ابواب الاحکام باب ما جاز ان البینۃ علی المدعی امین کمپنی دہلی ۱۹۰/۱
سنن الدارقطنی باب فی المرأة تقتل اذا انتہت نشر السنۃ ملتان ۲۱۸/۴
السنن الکبریٰ کتاب الدعوی باب البینۃ علی المدعی دار صادر بیروت ۲۵۲/۱۰

اور اجماع تمام امت صحیحہ کا اس پر ہے، ہذا صورت الجواب واللہ اعلم بالصواب فقط
 بیشک حلف حدیث مشہور سے ثابت ہے۔ الجواب صحیح
 العبد محمد ہدایت اللہ عفی عنہ محمد عبد الجبار خاں عفی عنہ
 العبد المحیب محمد عبد الغفار خاں عفی عنہ

الجواب

سائل غلام رسول ترو فردش رام پوری نے واقعہ بیان کیا کہ ان کی برادری کا کوئی شخص بدایوں سے آیا تھا
 حسب رواج قوم اسے دعوت دینی تھی ایک برادر اسے دعوت دینے گیا وہ نہ ملا پھر نہایت میں دعوت دینے پہانے
 کا شاک ہوا اس پر اس برادر سے کہا گیا تم طعن سے کہہ دو کہ تم دعوت دینے گئے تھے اس نے طعن سے کہہ دیا اس
 پر چند اشخاص نے وہ لفظ کہے، نیز غلام رسول نے بیان کیا کہ وہ اور حافظ غلام الدین اور بھائی تین شخص محیب کے
 پاس گئے اور واقعہ ذکر ہمارے سامنے حافظ مذکور نے محیب سے کہا اور نشان انگلٹھا
 فتویٰ طلب کیا جس پر یہ جواب لکھا۔

اگر یہ بیان واقعی ہے تو یہاں ہرگز نہ کوئی شرعی دعویٰ تھا نہ کوئی مدعی نہ مدعا علیہ نہ کسی پر طعن عامہ، اسے
 حدیث البینۃ للصدیق والیحییٰ علی من انکرہ (قرابی مدعی کو لازم اور قسم مدعی علیہ منکر ہے۔ ت) کے
 تحت میں داخل کرنا صریح جملہ ظلم ہے اور بغرض باطل اگر اس کا کہنا کریں دعوت دینے گیا تھا دعویٰ ہوتا تو
 منکر تو بدایوں والا تھا اس پر طعن آتا نہ کہ مدعی پر یا رد دوسری جہالت شدیدہ ہے، بلاشبہ ایسا طعن شریعت
 میں نہیں اور اس نے ٹھیک کہا تو اس پر حکم گناہگاری و توبہ تیسری جہالت ہے اور سب سے سخت تر اسٹہ وہ
 کہ اس باطل محض کو معاذ اللہ حکم شرع منکر اگر اس کی تکذیب کے سبب مسلمان پر حکم کفر عائد کرنا، حالانکہ اگر
 عقل سے کام لینا ہو تو باطل محض کو حکم شرع قرار دینے ہی پر یہ کہنا لازم کہ یہ قرار دینے والا اگرچہ بوجہ جہالت و
 نادانی یہ قول کرنا ہے تو گنہگار ہے توبہ چاہئے اور اگر جانتا ہے کہ یہ حکم شہدائے نہیں اور قصداً اللہ و رسول پر
 مجھوٹی شریعت کا افتراء کرتا ہے تو حکم کفر عائد ہوتا ہے اس لئے کہ قرآن عظیم میں ہے،

صحیح البخاری کتاب الرضی باب اذا اختلف الراض والمرتمن تعدی مکتب خانہ کراچی ۲۴۲/۱
 جامع الترمذی ابواب الاحکام باب لم یجاء ان البینۃ علی امین کینز دہلی ۱۶۰/۱
 سنن الدارقطنی باب فی المرأة تقتل اذا ارتدت فتر السنۃ طہان ۲۱۸/۴
 السنن الکبریٰ للبیہقی کتاب الدعوی والبیئات دار صادر بیروت ۲۵۲/۱۰

انما یفتی الکذب الذین لا یتؤمنون لیس ۳۰۹ جھوٹ کا اقرار وہ لوگ کرتے ہیں جو مومن نہ ہیں (ت)
اور فرماتا ہے:

ان الذین یفترون علی اللہ الکذب لا یفلحون ۳۱۰ جو لوگ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ اقرار باندھتے ہیں وہ فلاح نہ پائیں گے۔ (ت)

ظاہر صورت اولیٰ ہے کہ بوجہ جمالت ایسا کہا ہے جس پر ٹھنڈا صورت الجواب بتاتا ہے کشیدہ قرینہ ہے مگر
یہ فقط اس قول باطل ہی کا گناہ نہیں جاہل کو فتویٰ دینا کس نے مطلق کیا، حدیث میں ہے:

من افتی بغیر علم لعنتہ مطلقاً السنون والارہق ادکما قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وآلہ وسلم اس پر لعنت کرتے ہیں (یا جس طرح حضور اکرم
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ (ت)

والعیاذ باللہ تعالیٰ، اور بالفرض اگر مسائل کا بیان غلط ہے اور عجیب ہے واقعہ بیان نہ کیا گیا جب بھی
اسے بیان سوال سے عجیب کا یہ ٹھہرا لیں کہ تو فردوشوں کی قومی نجات میں کوئی شرعی دعویٰ پیش ہوا اور یہ کہ انھوں نے
منکر پر حلف کیا جمالت ہے قومی نجات کو کون نہیں جانتا ومن لم یعرف اهل زمانہ فهو جاهل
(جو اہل زمانہ کو نہیں جانتا وہ جاہل ہے۔ (ت) اور دمی و منکر کی شناخت ہزاروں جگہ علماء کو تو سخت دشوار
ہوتی ہے نہ کہ جمال، مگر عجیب ہے اپنے شر کے فردوشوں کو شاید امام مجتہد فرما کر لیا۔ مسلمان پر حکم معصیت
بلکہ ایک وجہ پر حکم کفر لگانے کے لئے تنقیح فردوشی کہ کیا معاملہ کیسا حلف، مگر اسے تو وہ جانے جسے علم و دین
سے محروم تھا ہوا، بہر حال جواب رام پور جہل و ظلم ضرورہ و لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ واللہ
تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ از عظیم آباد پٹنہ مرسل قاضی محمد عبد الوحید صاحب ذی الحجہ ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ نے انتقال کیا اور شوہر اور ایک خیر خواہ بچہ اور
ایک نانی اور دو بھائی حقیقی چھوڑے۔ بعد وفات ہندہ آپس میں من میث ترکہ پانے کے نزاع واقع
ہوئی، ہندہ کے بھائیوں نے ہندہ کے شوہر سے دین مہر خالہ اخت ہندہ کا جو قبل شوہر ہندہ کے نکاح میں

سہ القرآن الکریم ۱۰۵/۱۶ ۲۰ القرآن الکریم ۱۱۶/۱۶

سہ کنز العمال بحوالہ ابن عساکر حدیث ۲۹۰۱۸ حوسمۃ الرسالۃ بیروت ۱۹۳/۱۰

الفقیہ والمتفقہ باب ما یجاء من الوحید من افتی بغیر علم حدیث ۱۰۴۳ دار ابن جوزی ریاض ۲۲۴/۲
سہ درمختار باب الوتر والنوافل مطبع مجتبائی دہلی ۹۹/۱

تھی اور بعد ازاں وہ فوت ہوئے اس کے ہندہ نکاح میں آئی تھی اور کاری کا مطالبہ کیا اور چونکہ خاندانِ اخت ہندہ کا دین مہر واقعی واجب الادا تھا تو جو حصہ ہر متروکہ شوہر نے پایا وہ شوہر ہندہ نے محض دیا نہ شادی سے جو حق دین مہر چھوڑ دیا، مگر از انجا کہ برادرانِ ہندہ کی جس نے اپنا دین مہر صاف کر دیا تھا نہایت صاف نہ تھی چہاں حصہ متروکہ ہندہ کو ابھی اسی دین مہر سابق میں ملا کر ہضم کرنا چاہا اور ہندہ کی نانی کو بھی نالیش پر ابھارا تو شوہر ہندہ نے محض بغرض استحفاظِ حصہ چہاں اپنے مصلحت یہ بیان کرنا شروع کیا کہ ہندہ نے مرض الموت میں اپنی کل جائداد اپنے شیر خوار بچہ کو ہبہ کر دی جس کا کوئی خواہ بجز شوہر ہندہ کے نہ تھا اور بعض مقامات میں بذریعہ تحریری شوہر ہندہ نے اس وقت تک ہبہ کا اقرار کیا کہ وہ ششم حصہ بھی خود اپنے مال سے اسم فرضی اپنے پسر کے خرید لیا اور دین بعد برابر کا خداتہ وغیرہ پر خود اپنے اور اپنے شیر خوار لڑکے کی طرف سے بحیثیت ولایت کے دستخط کرتا رہا اور برابر وہ جائداد پسر ہندہ کے قبضہ میں حسب حصہ سد کے وہی تائید کردہ لڑکا کا عاقل و بالغ ہوا پھر اس کی شادی بھی ہوئی تو اب وہ لڑکا کل متروکہ اپنے مادر متوفیہ ہندہ پر دھنی کرتا ہے اور چہاں حصہ پوری اور اس حصہ پر جو اس کے باپ شوہر ہندہ نے اپنے پسر کے نام سے اسم فرضی ہندہ کی نانی سے خرید اتھا وہ فوں کو ہضم کرنا چاہتا ہے اور پکھری میں مقدمہ اڑا گیا ہے اور اپنے پر کے اقرار ہبہ کو بوجہ قریبی ششم حصہ کو وہ مصلحت یہ بیان کرتا رہا استدلال میں پیش کرتا ہے اور کسی حال میں باوجود غماش تبلیغ منازعت سے باز نہیں آتا اور باپ کی تعلیم و تکریم تو درکنار ماں پر کو غلط اور لغو جانتا ہے اور حقوق پوری کا مطلق خیال نہیں کرتا تو ایسی صورت میں ملکہ دین کا اس مصلحتی اقرار پر متعلق ہبہ کے کیا ثبوت ہے اور اس پسر کے اس گزار و فساد کو صحیح و درست جانتے ہیں یا بالعکس؟ بیتوا تو جسدوا۔

الجواب

اولاد کو حقوق پوری کا خیال نہ کرنا اس کے ساتھ قرد و مخالفت سے پیش آنا اپنے لئے مذاب شدید ناروغض رب تعالیٰ کا واجب کرتا ہے، اللہ عزوجل نے قرآن عظیم میں فرض کیا کہ والدین کے ساتھ احسان کرو، انھیں ہوں نہ کرو، ان سے اعزاز و اکرام کا کلام کرو، ان کے لئے خاص محبت سے تعلق کا بازو بچھاؤ، ان کے لئے دعا کرو کہ الہی! ان پر رحم فرما جیسا انھوں نے مجھے چھپن میں پالا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں،

ثلاثة لا يدخلون الجنة الفاق لوالديه والديث	تین شخص ہیں کہ جنت میں نہ جائیں گے، ماں باپ کو
والرجلة مت النساء۔ رواہ	مٹانے والا اور ولیث اور مردانی وضع بنانے والی عورت
لہ سنن النسائی کتاب الزکوٰۃ	نور محمد کا خانہ تجارت کتب کراچی ۳۵۶/۱
کشف الاستار عن زوائد البزار کتاب البر والصلة باب الحقوق	طبع موسسة الرسالة بیروت ۳۴۲/۲

النسائی والبخاری باسنادین لطیفین والحاکم
فی صحیحہ المستدرک عن ابن عمر رضی اللہ
تعالیٰ عنہما۔
(اس کو نسائی اور بخاری نے صاف مستدرک سے اور
حاکم نے صحیح سند کے ساتھ مستدرک میں حضرت ابن عمر
رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا۔ ت)

نیز فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم،
ثَلَاثَةٌ لَا يَقْبَلُ اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ مِنْهُمْ صَرْفًا وَ
لَا هَدًى لَا عَاقِبَ وَمَنَافٍ وَمَكْذِبٍ
يَقْدَرُ رَوَاهُ ابْنُ أَبِي عَاصِمٍ فِي كِتَابِ السُّنَّةِ
بِإِسْنَادٍ حَسَنٍ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ رَضِيَ اللَّهُ
تَعَالَى عَنْهُ۔

نیز حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں،
طُغْرَىٰ سَعْدٍ بَوَّابُهَا بَابُ كُتَاةٍ، طُغْرَىٰ سَعْدٍ
بَوَّابُهَا بَابُ كُتَاةٍ، طُغْرَىٰ سَعْدٍ بَوَّابُهَا
بَابُ كُتَاةٍ (اس کو طبرانی اور حاکم نے
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت
کیا ہے۔ ت)

ملعون من عتق والدیه ملعون من عتق
والدیه ملعون من عتق والدیه ملعون من عتق
الطبرانی والحاکم عن ابی ہریرۃ رضی اللہ
تعالیٰ عنہ۔

نیز حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں،
رَضَا اللہ فی رضا الوالد وسخط اللہ فی
سخط الوالد یكے رواہ الترمذی و
سخط اللہ فی رضا الوالد وسخط اللہ فی
سخط الوالد یكے رواہ الترمذی و

رَضَا اللہ فی رضا الوالد وسخط اللہ فی
سخط الوالد یكے رواہ الترمذی و
سخط اللہ فی رضا الوالد وسخط اللہ فی
سخط الوالد یكے رواہ الترمذی و

سخط اللہ فی رضا الوالد وسخط اللہ فی
سخط الوالد یكے رواہ الترمذی و
سخط اللہ فی رضا الوالد وسخط اللہ فی
سخط الوالد یكے رواہ الترمذی و

سخط اللہ فی رضا الوالد وسخط اللہ فی
سخط الوالد یكے رواہ الترمذی و
سخط اللہ فی رضا الوالد وسخط اللہ فی
سخط الوالد یكے رواہ الترمذی و

سخط اللہ فی رضا الوالد وسخط اللہ فی
سخط الوالد یكے رواہ الترمذی و
سخط اللہ فی رضا الوالد وسخط اللہ فی
سخط الوالد یكے رواہ الترمذی و

سخط اللہ فی رضا الوالد وسخط اللہ فی
سخط الوالد یكے رواہ الترمذی و
سخط اللہ فی رضا الوالد وسخط اللہ فی
سخط الوالد یكے رواہ الترمذی و

سخط اللہ فی رضا الوالد وسخط اللہ فی
سخط الوالد یكے رواہ الترمذی و
سخط اللہ فی رضا الوالد وسخط اللہ فی
سخط الوالد یكے رواہ الترمذی و

سخط اللہ فی رضا الوالد وسخط اللہ فی
سخط الوالد یكے رواہ الترمذی و
سخط اللہ فی رضا الوالد وسخط اللہ فی
سخط الوالد یكے رواہ الترمذی و

سخط اللہ فی رضا الوالد وسخط اللہ فی
سخط الوالد یكے رواہ الترمذی و
سخط اللہ فی رضا الوالد وسخط اللہ فی
سخط الوالد یكے رواہ الترمذی و

الحاکم بسند صحیح عن عبد اللہ بن عمرو
والبزار عن عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ
تعالیٰ عنہما۔
محکم کے ساتھ عبد اللہ بن عمر اور بزار نے حضرت

نیز حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں،

عقل الذنوب یوخر اللہ تعالیٰ عنہا ما شاء
الیوم القیمة الا عقوق الوالدین فان
اللہ یعجلہ لہا جہ فی الحیات قبل الممات۔
رواہ الحاکم والاصبہانی والطبرانی فی الکبیر
عن ابی بکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
سب گناہوں کی سزا اللہ تعالیٰ چاہے وقت قیامت کیلئے
اٹھا رکھتا ہے مگر ماں باپ کو سزا کہ اس کی سزا
مرنے سے پہلے زندگی میں پہنچاتا ہے (اس کو حاکم،
اصبہانی اور طبرانی نے کبیر میں حضرت ابوبکر رضی اللہ
تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔) (ت)

مال کے لئے ماں باپ سے محارمت کتنی بے حیائی و بیباکی کا فرغمت ناپاکی ہے، رسول اللہ صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں،

لا تقفن والدیک وان امرک انت یخرج
مہ اہلک و مالک یخیر رواہ الامام احمد
بسند صحیح علی اصولہ والطبرانی فی الکبیر۔
غیر وار ماں باپ کی نافرمانی نہ کر اگر وہ تجھے محکم دیں کہ
اپنے جزو و کچل مال و سامان سب سے نکل جا لاس کہ
امام احمد نے ہمارے اصول پر بھی سند کے ساتھ اور
طبرانی نے کبیر میں روایت کیا۔ (ت)

دوسری روایت میں ہے،

اطع والدیک وان اخر جالت موت مالک
ومن کل شیء ہوکک یخیر رواہ الطبرانی فی الاوسط
بسند صالح کلاہما عن معاذ بن جبل
رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
اپنے ماں باپ کا حکم مان کر جو وہ تجھے تیرے مال اور
تیری سب چیزوں سے تجھے باہر کر دیں (اسے طبرانی
نے اوسط میں، اسے اور نہ کورہ بالا حدیث (دونوں) کو
معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ (ت)

اونا مشکر خدا نا ترس! مال لایا کہاں سے، تیرا گوشت پوست استخوان سب تیرے مال باپ

۱۵۶/۴ دار الفکر بیروت کتاب البر والصلۃ
۲۳۸/۵ مکتب الاسلامی بیروت حدیث حضرت معاذ رضی اللہ عنہ
۴۶۰/۸ مکتبۃ المعارف ریاض حدیث ۴۹۵۲

کا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں،

انت و مالک لابیك (تو اور تیرا مال سب تیرے باپ کا)

یہ اس وقت ارشاد ہوا کہ ایک صاحب حاضر ہوئے اور عرض کی: یا رسول اللہ! مال و عیال رکھتا ہوں اور میرے ماں باپ سب مال لینا چاہتے ہیں یعنی پھر میں اور میرے بال بچے کیا کھاتیں گے، فرمایا،
”تو اور تیرا مال سب تیرے باپ کا ہے“ تجھے اس سے انکار نہیں چھٹتا۔“

رواء ابن ماجہ بسند صحیح عن جابر و الطبرانی فی الکبیر عن سمرۃ بن جندب و عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔
اس کو ابن ماجہ نے صحیح سند کے ساتھ حضرت جابر اور طبرانی نے کبیر میں حضرت سمرہ بن جندب اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کیا۔ (ت)

حدیث میں ہے ایک شخص حاضر خدمت ہو کر عرض دے گا،

ان ابیہ یرید ان یاخذ مالہ۔ یا رسول اللہ! میرے ماں باپ میرا مال لینا چاہتے ہیں۔

حضرت اقدس سر علی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، اذعہ لی انھیں ہمارے حضور میں حاضر لاؤ۔ جب حاضر ہوئے ان سے ارشاد ہوا تمہارا بیٹا کیا کہتا ہے تم اس کا مال لینا چاہتے ہو، عرض کی حضور اس سے پوچھ دیکھیں کہ میں وہ مال لے کر کیا کرتا ہوں، ایسی اس کی صفائی اور اس کی قرابتی میں، یا میرا اور میرے بال بچوں کا خرچ، اتنے میں جبر لی، میں علیہ الصلوٰۃ والسلام حاضر ہوئے اور عرض کی، یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! اس مرد میرے اپنے دل میں کچھ اشعار تصنیف کئے ہیں جو ابھی خود اس کے کان نے نہیں سنے یعنی ہنوز زبان تک نہ لایا، حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے اپنے دل میں کچھ اشعار تصنیف کئے ہیں جو ابھی تمہارے کان نے بھی نہ سنے وہ سنناؤ۔ ان صاحب نے عرض کی، اللہ ہمیشہ حضور کے معجزات سے ہمارے دل کی نگاہ ہمارا یقین بڑھاتا ہے، پھر یہ اشعار عرض کرنے لگے، اسے

غذ و تک مولود او منتک یا فعہ
اذا لیلۃ ضاقتک بالسقم لو ایت
تخاف الہی نفسی علیک و انہا
تعل بما اجننی علیک و تنهل
لسقک الاساھبرا اتململ
لتعلم ان الموت حسو موکل

کافی انا المطر وقت دونک بالذی طرقت به دوفی فعینی قہمل
فلما بلغت السن والغایة التی الیک مدی ما کنت فیک اذ مل
جعلت جزائی غلظة و فظاظة کانت انت المنعم المتفضل
فلیتک اذ لم تری حق ابوقی فعلت کما لہب ارجاء و یفعل
واولیتنی حق الجوار و لم تکلف علی بمانی دون مالک تبخل
میں نے تجھے غذا پہنچائی جب سے تو پیدا ہوا اور تیرا بار اٹھایا جب سے تو نکلا ہوا میری کمائی سے
تو بار بار مکرر سیراب کیا جاتا، جب کوئی ذات بیماری کاظم لے کر تجھ پر اترتی میں تیری ناسازی
کے باعث جاگ کر لوٹ کر صبح کرتا میرا جی تیرے مرنے سے ڈرتا حالانکہ اسے خوب معلوم تھا
کہ موت یقینی ہے اور سب پر مستند کی گئی ہے میری آنکھیں یوں بہتیں کہ گویا وہ مرضِ خوشب
کو تجھے پڑا تھا نہ مجھے، مجھے ہوا تھا نہ تجھے، میں نے تجھے یوں پالا اور جب تو پر دان چڑھا اور
اس حد کو پہنچا جس میں مجھے امید تھی ہوئی تھی کہ اس عمر کا ہو کر تو میرے کام آئے گا تو نے
میرا بدلہ سختی و درشتی کیا گویا تیرا ہی مجھ پر فضل و احسان ہے، اسے کاشش جب تو نے
حق پوری کالی نہ کیا تھا تو ایسا ہی کرتا جیسا پاس کا ہمسایہ کرتا ہے ہمسایہ میں کافی تجھے
دیا ہوتا اور مجھ پر اس سال سے کہ اصل میں تیرا نہیں میرا ہی تھا بخل نہ کرتا۔

ایں اشعار کو استیعاف فرما کر حضور پر نور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے گریہ کیا اور بیٹے کا گریبان
پکڑ کر ارشاد فرمایا،

انھب انت و مالک لا یبیک۔ دواء الطبرانی
فی المعجم الصغیر و البیہقی فی دلائل النبوة
عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ
عنہما۔

باجا اور تیرا مال سب تیرے باپ کا ہے (اس کو
طبرانی نے معجم صغیر اور بیہقی نے دلائل النبوة میں معتمد
عبداللہ بن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت
کیا۔ (مت)

علمِ سعادتِ قریہ ہے مگر بایں ہمہ قضاء باپ بیٹے کی ملک جدا ہے۔ باپ اگر محتاج ہو تو بہت در
حاجت بیٹے کے فاضل مال سے بے اس کی رضا و اجازت کے لے سکتا ہے زیادہ نہیں اور یہ لینا بھی

العم الصغیر للطبرانی باب من اسر محمد ترجمہ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱/۲۳
دلائل النبوة للبیہقی باب ما جاز فی اخلاص من قال فی نفعہ شیء الا ۴/۵-۲۰۲

کھانے پینے، پہننے، رہنے کے لئے، اور حاجت ہو تو خادم کے واسطے بھی، بیٹے کے روپے پیسے سونے چاندی
 نائج کپڑے یا قابل سکونت پدر مکان سے ہو۔ ہاں یہ اسٹیجہ نہ طیس تو انھیں اغراض ضروریہ کے لئے اس کے
 اور اموال سے جو صحت جنس حاجت ہوں بحکم حاکم یا حاکم نہ ہو تو علیٰ لفتی یہ بطور خود بھی لے سکتا ہے مثلاً کھانے
 کی ضرورت ہے نانچ یا روپیہ نہ پایا تو کپڑے برتن لے سکتا ہے یا کپڑوں کی ضرورت ہے اور دام یا کپڑے
 نہ لے تو نانچ وغیرہ بیچ کر بنا سکتا ہے نہ یہ کہ اس کی جائداد ہی سرے سے اپنی ٹھہرا لے۔ درختار میں ہے :
 فی المبتغی للفقیران یسرق من ابنہ
 المومسر ما یکفیہ ان ابی ولا قاضی ثمة و
 الا اثم یلے
 جنس الفقیر میں ہے کہ باپ اپنے بیٹے کے انکار پر
 اس کا اتنا مال چوری کر لے جتنا اس کو نفقہ کے لئے
 ضرورت ہے جبکہ وہاں قاضی نہ ہو ورنہ گنہگار
 ہوگا۔ (ت)

رد المحتار میں ہے :

سیاقی قریباً لوانفق الا بوان ما عندہما
 الغائب من مالہ علی انفسہما و هو من
 جنس النفقة لا یضمنان لوجوب نفقة
 الابوين والزوجة قبل القضاء حتی لو
 غلض بجنس حقہ فله اخذہ و لہذا
 فرضت فی مال الغائب بخلاف بقیة
 الاقارب ونحوہ فی المنع والزلی و فی
 رکاة الجوهرة الدائن اذا غلض بجنس
 حقہ لہ اخذہ بلا قضاء ولا رضاء
 وفی الفتح عند قولہ ویختلفہا
 باللہ ما اعطاها النفقة وفی حاکم
 موضعہا حیاة القضاء بالمدفوع
 کانت لہا ان تأخذ بغير قضاء
 عنقریب آئے گا کہ اگر غائب بیٹے کا مال پاس ہو
 تو والدین اپنی ضرورت نفقہ کے لئے اسے صرف
 کریں ورنہ ایک دوسرے مال جنس نفقہ ہو تو والدین ضامن
 نہ ہوں گے کیونکہ والدین اور بیوی کا نفقہ قضاء کے
 بغیر بھی واجب ہے لہذا وہ اپنے حق والی جنس پر
 قابو پالیں تو قبضہ کر سکتے ہیں، اسی وجہ سے غائب
 کے مال میں ان کا نفقہ بعد ضرورت نافذ ہوتا ہے
 بخلاف باقی اقارب کے۔ اسی طرح کا بیان تلخ زلیلی
 اور جرحہ کے باب رکوة میں ہے، عرض خواہ اپنے حق
 والی جنس پر قابو پانے پر لے سکتا ہے خواہ رضا اور
 قضاء نہ ہو۔ اور تلخ میں اس کے قول کہ بیوی سے
 قاضی قسم لے گا کہ خاوند نے مجھے نفقہ نہیں دیا کے
 تحت ہے، جہاں قاضی کہ بیوی کے لئے نفقہ نافذ

من حاله شرعا فيقول المبتنى ولا قاضى
ثمة معمول على ما اذا كان ياخذ من
خلاف جنس النفقة، فلا حاجة فيها
الى القاضى وتماه في حاشية الرحمسى
وقد اطلال واطاب له

کرتے کا اختیار ہے وہاں یہی کہہ جاتے ہیں کہ شرعاً
وہ غیر قضا خانہ کے مال سے حاصل کر لے اور،
تو مبتنی کا یہ قول کہ وہاں قاضی نہ ہو، یہ اس صورت
پر محمول ہے جبکہ غیر جنس نفقہ سے لے، تو جنس نفقہ
کی صورت میں قاضی کی ضرورت نہیں، یہ تمام بیان

رکعتی کے حاشیہ میں ہے انھوں نے اچھی طرالت سے بیان کیا ہے۔ (د ت)

یہاں کہ شہر ہندہ نے کل ترکہ اپنے پسر کے نام جانب ہندہ سے جہہ بتایا اور اسی پر کارروائی کی وہ
شرعاً اپنے اقرار پر مواخذہ ہے اور اس کا دعویٰ کہ اس وقت اپنی چہارم بیچانے کے لئے ایسا مصلحتاً عقد
غلط کہہ دیا تھا ہرگز یوں سمجھ نہیں جیب وہ خود اتنی مدت تک چہارم کے لئے جھوٹ ظاہر کرتے رہنے کا
مقر ہے تو کیا اعتبار ہے کہ اس کے وہی بیانات ممتدہ چھ ہوں اور اب بیٹے کی حرکات کے باعث ناراض
ہو کر اس کے اقرار کے لئے یہ اظہار کرتا ہو، فرض کوئی مقررہ اپنے اقرار سے پھر کر نفع نہیں پاسکتا،
مرض الموت کا بہرہ جبکہ وارث کے نام ہو اگرچہ تمام و کمال اجازت دے کر وہ رتہ پر موقوف رہتا ہے اور
بعض ذمائیوں تو ان کے حق میں باطل ہو جاتا ہے مگر ان کے لئے دے کے حق پر ضرور نافذ رہتا ہے اور یہ مشیوع
کہ بعد کو عارض ہوا تمامی بہرہ کو مضر نہیں ہوتا، تنویر میں ہے،

المانع شیعوع مقارنت لا طارء علیہ
غیر منقسم ہونا ابتداءً مانع ہے بعد والا بطاری
ہو تو مانع نہیں ہے۔ (د ت)

ہندہ یہی ہے،

لا یمنع الشیعوع صححة لا جازنة
غیر منقسم ہونا صححت اجازت کے لئے مانع
نہیں ہے۔ (د ت)

تو وہ اجازت شہر ہندہ اس کے اپنے حق چہارم پر ضرور اثر انداز ہوئی، اور اسے بعض دعویٰ چہارم پانے کا
کوئی حق نہ ہوگا۔ رہا ثانی کا ششم کہ اس کے عدم تسلیم کے باعث محفوظ رہا تھا جبکہ اسے اپنے پسر کے

سنة رد المحتار کتاب الطلاق باب النفقة دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۳۷۷ھ - ۱۳۷۸ھ
سنة در مختار کتاب المہرہ مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۰۷ھ
سنة فتاویٰ ہندیہ

نام خریدار وہ بھی اس کا ہو گیا اگر اصل خریداری اسی کی طرف سے اسی کے نام سے ہوتی جب تو ظاہر ہے کہ ابتداء لڑکا ہی اس کا مالک ہوا اور اگر خریدار وہ بیٹا ہے میں لڑکے کا نام لکھا دیا تو اب یہ نہ ٹھہرائیں گے کہ خریداری سے اصل مالک یہ خود ہوا

لان الشراء متى وجد نفاذا على المشتري
فقد كسب في الدر وغيره۔
کیونکہ خریداری کا جب نفاذ مشتری (خریدار) پر ہو
تو بیع نافذ ہو جائے گی۔ جیسا کہ در وغیرہ
میں ہے۔ (ت)

اور پھر لڑکے کے نام میں نہ لکھنا اس کی طرف سے پس کو یہ ہوا لاند دلالة التملك وقد بيناه في قانوننا
(کیونکہ یہ مالک بنانے پر دلالت ہے، اس کو ہم نے اپنے فتاویٰ میں بیان کیا ہے۔ ت) تاکہ وہ ہم گزرے
کر جب ماورائے ششم کا بوجہ یہ ہندہ حسب اقرار شوہر ہو چکا اور یہ ششم بذریعہ شراہ اس شخص کی ملک
ہوا اور ہنوز نامنقسم ہے تو بیٹے کے نام لکھا دینا شش مشاع کا اپنے شریک کو یہ کرنا ہوا اور وہ علی المذہب
المعتزبان نہیں۔ در مختار میں ہے :

تم بالقض في مقسوم ومشاع لا يقسم
الا في ما يقسم ولو لشريكه كما في عامة
الكتب فكان هو المذهب المختصا۔
تقسیم شدہ اور ناقابل تقسیم کے قبضہ سے یہ تمام
ہو جاتا ہے مگر اس غیر منقسم کا یہ جو قابل تقسیم ہو
قبضہ سے تمام نہ ہو اگر چہ یہ بہ شریک کو ہی کرنا

نہ ہو، جیسا کہ عام کتب میں ہے تو وہی مذہب ہے الخ مختار (ت)

بلکہ جب وہ مال اس کے قبضہ میں پہنچا اور یہ اقرار کر چکا تھا کہ وہ تمام وکمال بذریعہ یہ ملک پس
تو اپنے اقرار پر مواخذ ہو کر ششم بھی پس کو یہ کرنا ہو گا اور وہ جیسا کہ میں اس کا نام لکھنا اس کی تکمیل
ٹھہرے گا، بالکل اس اقرار کے باعث اب یہ دعویٰ ایسا نہ رہا جیسا کہ ایک وارث ثابت الوراثة کا دعویٰ
صاف و آسان ہوتا۔ اب حکم یہ ہے کہ صورت مستفسر میں اگر ہندہ واقعی معاف ہو گیا اور اس کے بھائی
اسے ناسق دباتے تھے اور اس کے پاس کوئی ذریعہ تحفظ سوا اس اقرار کے نہ تھا جسے اب وہ منسلک
بربنائے مصلحت بتاتا ہے تو اولاً اس سے گواہ مانگے جائیں گے اگر گواہان ششری سے ثبوت شش
کہ یہ اقرار محض کاذب و فرضی تھا فہا ورنہ بیٹے سے طلع لیا جائے کہ والد میرے باپ کا اشتراک مذکور

سچا تھا اور فرضی نہ تھا اگر وہ حلف سے انکار کرے تو اس کے باپ کا دعویٰ ثابت مانا جائے گا اور حلف کر لے تو زور ہو جائے گا۔ درمختار میں ہے :

اقرار رجل بمال في صلح واشهد عليه
به ثم ادعى ان بعض هذا المال المقربه
قرض وبعضه ربا عليه فان اقام عليه
ذلك بينة تقبل وان كان متنا قضا
لانا نعلم انه مضطر الى هذا الاقرار
شرح وبيانہ۔
ایک شخص نے رسید میں درج مال کا دوسرے کیلئے
اقرار کیا اور مدعی نے اس پر شہادت پیش کی پھر
مقرر نے کہا کہ اس مال میں سے کچھ قرض ہے اور
کچھ سود ہے اس پر مقرر نے گواہ پیش کر دئے تو
یہ گواہی قبول کی جائے گی اگرچہ یہ بات پہلے اقرار کے
مناقض ہے کیونکہ ہمیں علم ہے کہ وہ اس اقرار پر
مجبور تھا، شرح و بیانہ۔ (مت)

اسی میں ہے :

اقرار ثم ادعى المقر انه كاذب في الاقرار
يحلف المقر له امت المقر لم يكت
كاذبا في اقراره عند الثاني وبه يفتى
درر۔
اقرار کر کے پھر کہتا ہے میں نے مجھ کو اقرار کیا ہے تو
مقرر (جس کے حق میں اقرار کیا) سے قسم لی جائیگی
کہ اقرار کرنا اس نے سچا اقرار ہے نہ کہ جھوٹا، یہ
امام ابو یوسف رحمہ اللہ قتالی کے نزدیک ہے اور

اسی پر فتویٰ دیا جائے گا، درر۔ (ت)

یہ فیصلہ قضا ہے اور فیصلہ سعادت وہ تھا انت وما لك لا بيلق تو اور تیرا مال تیرے باپ کا ہے ۔
اپنے دونوں جہان کی بھلائی چاہتا ہے تو اسی فیصلہ پر سر رکھ دے کہ یہ فیصلہ اس کے نبی محمد رسول اللہ صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم کا ہے اور مسلمان وہی ہے جو ان کا فیصلہ دل سے مان لے، اللہ عزوجل فرماتا ہے تیرے
رب کی قسم مسلمان نہ ہوں گے جب تک اپنے باہمی جھگڑوں میں تجھے حکم نہ بنائیں پھر تیرے فیصلہ سے اپنے
دلوں میں اصلاح نہ پائیں گے اور قبول کر لیں مان کر۔ اللہ عزوجل توفیق عطا فرمائے، آمین ! واللہ
تعالیٰ اعلم۔

۱۴۰/۲	مطبع مجتہائی دہلی	فصل مسائل شتی	لے درمختار کتاب الاقرار
۱۳۳/۲	"	"	لے درمختار
۲۰۲/۲	دار الفکر بیروت	ترجمہ عمرو بن شعیب	لے مسند امام احمد بن حنبل لے القرآن الکریم ۶۵/۲

مسئلہ ۵۳ از ریاست رام پور محمد متھل دروازہ انگوری باغ مسئلہ علی رضا خاں ۱۱ محرم الحرام ۱۳۲۳ھ
 علمائے دین و مفتیان شرع متین کی خدمت میں بعد اسے آداب بزرگوں گزارش ہے کہ ہندہ شب
 کو اپنے باپ کے مکان سے نکل کر زید کے مکان پر آئی اور زید سے بڑھائے خود نکاح کر لیا، ہندہ کے باپ نے
 استغاثہ فراری دختر کا کیا اور ہندہ بچہ سرکار اپنے باپ کے سپرد کر دی گئی اور زید نے نائش مفتی کے یہاں
 کی، مفتی صاحب نے دعویٰ فسخ کر دیا، عرضی دعویٰ اور جواب دعویٰ اور جواب و تنقیح عدالت و ثبوت مدعی
 و صفائی مدعا علیہا و اظہارات گواہان و فیصلہ عدالت سب کی تفصیل حاضرہ ملف میں اس ثبوت پر دعویٰ مفتی
 نے خارج کر دیا ہے، اب علمائے دین کی خدمت میں عرض ہے کہ بعد ملا حلقہ کا خدات حکم شرعی سے معزز
 فرمائیں۔ عرضی علی رضا خاں بلادرستی رضا خاں ساکن رام پور۔

الجواب

اللهم هداية الحق والصواب الحمد لله وجل تبارك وتعالى اعلم الحاکمین عز وجل انہ نے خاندانِ علم
 سے عہد لیا ہے کہ جب تم سے کسی مسئلہ شرعیہ کا استفسار ہو رہے ہو درعایت حق کا اظہار ہو ورنہ معصدا اللہ
 مستحق انجام تار ہو، فیصلہ مع جملہ کا خدات مسئلہ نظر سے غور و بنگاہ و آئین واضح ہوا کہ معزز ذی علم مجوز کی نظر کو
 یہاں بوجہ کثیر سخت لغزشوں کا سامنا ہوا محض نا اعلیٰ مقدمہ پر فیصلہ دے دیا گیا جو کسی طرح جائز نہ تھا،
 ذی علم مجوز نے بنا پر فیصلہ چند امور پر رکھی ہے،

(۱) ابطال بنائے ثبوت دعویٰ

(۲) قرآن سے ظہور غلطی دعویٰ

مگر افسوس کے ساتھ کہا جاتا ہے کہ ان میں کوئی وجہ قوانین شرع مطہر کی معیار مبارک پر صحیح نہ اتاری تفصیل
 موجب تطویل لہذا مختصر و مجرد غلطی فیصلہ پر اقتصار کریں و بالله التوفیق۔

بنائے دعویٰ

(۱) ذی علم مجوز نے اسس دعویٰ کا اصل یعنی اس امر کا ثابت ہونا قرار دیا ہے کہ عصمت جہاں بیگم
 نے حسن رضا خاں کے ساتھ اپنے نکاح کا وکیل بوستان خاں کو کیا ہے کیونکہ بذریعہ وکیل جائز کے نکاح
 جو نہ کا دعویٰ نہیں ہے بلکہ بوستان خاں شخص اجنب کے اور مدعا علیہا بوستان خاں کی توکیل سے
 منکر ہے یہاں تک کہ فرمایا عصمت نکاح موقوف توکیل ہے جب توکیل غیر ثابت ہے تو اگر نکاح ہو بھی گیا
 تو بوجہ عدم صحت توکیل کے نکاح ثابت نہیں، یہاں تمام کتب بدہب کی روشن تصریحوں سے سخت ذہول

واقع ہوا، صحت نکاح برگز قہم توکیل پر موقوف نہیں، نہ ثبوت نکاح ثبوت توکیل سابق علی النکاح پر۔ اگر کوئی فضولی راہ چلتا محض بلا اجازت و بلا اطلاع ہندہ کا نکاح فید سے خواہ فید کی طرف سے فضولی ہو کر اس کا نکاح ہندہ سے کر دے اور طرف ثانی یعنی پہلی صورت میں زید اور دوسری صورت میں ہندہ خود یا اس کا وکیل یا ولی یا اس کی طرف سے بھی کوئی راہ چلتا اسی مجلس میں دو گواہوں کے سامنے کہ سنتے سمجھتے ہوں قبول کرے نکاح ضروری صحیح و منعقد ہو جائے گا جبکہ کوئی اس قابل ہو کہ اسے خبر پہنچے اور وہ اس فعل فضولی کو رد کر کے تو جائز ہو سکے گا ہاں اس کا نفاذ خود منکوحہ یا ناکح یا دونوں یا ان کے اولیا کی اجازت پر موقوف رہے گا یعنی منکوحہ یا ناکح صرف ایک کی طرف سے کوئی فضولی تھا تو اس کی اپنی اجازت چاہئے اگر بالغ ہو ورنہ ولی کی اور دونوں کی طرف سے فضولیوں نے ایجاب و قبول کیا تو دونوں کی اپنی اجازت پر توقف ہوگا اگر بالغ ہوں یا یا اولیا کی اگر نابالغ ہوں یا ایک کی اپنی اور دوسرے کے ولی کی اگر ایک بالغ دوسرا نابالغ ہو بہر حال صحت نکاح میں شبہ نہیں، ایسا نکاح اگر حاکم کے سامنے ثابت ہو تو ہرگز اس بنا پر رد نہ کرے گا کہ توکیل تو ہوئی ہی نہ تھی لہذا نکاح ثابت نہیں بلکہ اس وقت تنقیح اس کی لازم ہوگی کہ آیا اجازت پائی گئی یا نہیں، اگر بعد نکاح اجازت تو خواہ فقہ کسی طرح ثابت ہو خود ثبوت نکاح کا حکم کرے گا ورنہ نہیں۔

در مختار فصل فضولی میں ہے ۱

کل تصرف صدر مند کبیع و تزویج و طلاق
واعتاق و لہ مجیز حال و قمرہ العقد
موقوف علیہ
فضولی شخص کا ایسا تصرف کہ اس کے تصرف کے وقت کوئی جائز کرنے والا موجود ہو مثلاً بیع، نکاح کرنا، طلاق و اعتاق، تو یہ تصرفات موقوف طور پر منعقد ہوں گے (ت)

رد المحتار میں ہے ۱

الموقوف من قسم الصحیح و هو احد
طریقین للمشاخ و هو الحق بے
موقوف تصرف صحیح اقسام میں سے ہے، یہ مشاخ کے دو طریقوں میں سے ایک ہے اور یہی حق ہے۔ (ت)

فادی خیریہ و بکر الرائق و رد المحتار وغیرہ عامۃ اسفار میں ہے ۱

الاجابة لاحقة كالتوكالة السابقة - بعد کی اجازت سابقہ وکالت کی طرح ہے۔ (دست)
تو وکالت بوستان خاں کو صحت نکاح کا معروف علیہ اور ثبوت توکیل بوستان خاں کو ثبوت دعویٰ کا اصل
جنی ماننا دونوں باتیں ناقابل قبول ہیں۔

(۲) جلال خاں و امجدی بیگم و سروری بیگم گواہان توکیل ہیں، ذی علم مجوز نے صحت دعویٰ کا دوسرا جنی
گواہوں کا مقدمہ کو پہچانا قرار دیا اور اس پر اعتراض کیا کہ جلال خاں کو عدم شناخت مقدمہ کی تسلیم ہے اپنے
اظہار میں لکھا گیا ہے کہ صحت جہاں بیگم پر وہ نشین ہے جس وقت گواہی دریافت کرنے کے لئے میں گیا تھا اس
وقت کے علاوہ میں نے صحت جہاں بیگم کو نہیں دیکھا تھا میں نے صحت جہاں بیگم کو ایسے پہچانا کہ اس نے
اپنا نام مجھے بتایا اور عورات نے بھی مجھ کو بتایا یہ شناخت کافی نہیں اول تو وہ عورات غیر معین ان کا نام گواہ نے
نہ لیا کہ ان کی حیثیت کا اندازہ ہوتا نہ صحت کی کس طرح اس کو بتایا ان سے قطع نظر قرینہ اثبات بلا شمول مرد نیک
اصلہ قابل قبول نہیں پس جو عدم شناخت مقدمہ شہادت جلال خاں کی کالعدم ہے، سروری بیگم و امجدی بیگم کی شہادتوں
میں نقصان نہ بھی ہوں تو بلا شمولی شہادت مرد مت صحت نہیں پس شناخت و توکیل دونوں مفقود ہیں ذی علم مجوز نے
لحاظ نہ فرمایا کہ جلال خاں کو فی الحال صحت جہاں بیگم کی شناخت نہ ہوئی تسلیم ہے یا یہ کہ اس وقت سے پہلے نہ پہچانتا
تھا گواہ کو وقت شہادت مشہور علیہ کا پہچانا چاہئے یا پہلے سے جان پہچان ہونا سروری ہے، جلال خاں نے یہ کہا
کہ اس وقت کے علاوہ میں نے صحت جہاں بیگم کو نہ دیکھا تھا یا یہ کہ اس وقت بھی میں نے صحت جہاں بیگم
کو نہ دیکھا تھا اور جب صراحت وہ اس وقت صحت جہاں بیگم کو دیکھا بیان کر رہا ہے تو کسی مرد یا عورت کی تعریف
کی کیا ضرورت تھی اگر کوئی عورت بھی اس سے نہ کہتی تو یہ صحت جہاں بیگم ہے جب وقت اقرار اس نے خود اپنی آنکھ
سے اسے دیکھا اور اس کا منہ دیکھ کر پہچانی ہوئی عورت کے اقرار پر گواہ ہوا تو اس قدر صحت شہادت کے لئے یقیناً
کافی و کافی تھا لاکھوں مردوں پر ایسی ہی شہادتیں تحمل کی جاتی ہیں کہ شاہدین نے اس وقت سے پہلے انہیں
کبھی نہ دیکھا تھا کیا یہ شہادتیں مرد و عورتیں یا شاہدین کو لازم ہے کہ کہیں سے اپنی جان پہچان سے دو مرد یا
ایک مرد و عورتیں بیکہ کر لائیں اور پہلے انہیں دکھا کر مشہور علیہ کی تعریف کرالیں اس نے بعد تحمل شہادت کریں
کوئی عاقل اس کا قائل نہیں خود وہ عبادت کو ذی علم مجوز نے فیصلہ کے ساتھ اپنی تجویز کی سند میں پیش کیں
تجویز کی رد پر گواہ عادل ہیں کیا ذی علم مجوز نے درجہ کار کی یہ عبادت فعل نہ کی

ادیری شخصہای العائلة مع شہادة یا یہ کہنے والی عورت کہ میں غلامی بنت غلام بن غلام ہوں

اشنتین بانہا فلانة بنت فلان بن فلان

اس پر اس کے ساتھ دو گواہ بھی ہوں، کے تشخص کو
دیکھا جا رہا ہو۔ (ت)

کیا اسکی شرح میں ردالمحتار کی یہ عبارت نقل نہ کی:

احترز برؤية شخصها عن رؤية وجهها
قال في جامع الفصولين حسرت عن وجهها
وقالت أنا فلانة بنت فلان بن فلان وهبت
لنروحي مہری فلا یحجج الشهود الی شہادۃ
عدلیت انہا فلانة بنت فلان ما اصبحت
حیة لا یکن للشاہدان یشیر الیہا
کیا شامی کی یہ عبارت نقل نہ کی:

شخصیت کو دیکھنے کے قول سے چہرے کو دیکھنے سے
بچا دیا، جامع الفصولین میں فرمایا، طورت نے چہرے
سے پردہ اٹھایا اور کہا کہ میں فلانة بنت فلان بن فلان
اپنا ہر اپنے خفاؤ نکریا تو گواہوں کو یہ کہنے والے دو عادل گواہوں
کی ضرورت نہیں کہ وہ فلانة بنت فلان بن فلان ہے کیونکہ
اس کی زندگی میں گواہ کا اشارہ سے بتانا ممکن ہے (ت)

کذا اذا وکلت بالتزویج فهو علی هذا
ای ان اودھا او کانت وحدها فی البیت
یجوز ان یشہدا علیہا بلسوکیں

یوں ہی جب عدوت نے اپنے نکاح کے لئے وکیل
بنایا اور عدوت کو گواہ دیکھ سکے ہو یا وہ مکان میں
ایکلی ہو تو گواہوں کو اس کی وکالت پر شہادت
جائز ہے۔ (ت)

کیا ان عبارتوں میں صاف تصریح نہ تھی کہ دو مرد یا ایک مرد و دو عورت کی تعریف اس وقت ضرور ہے جب
مقبوض شاہد کے سامنے نقاب یا برقع میں ہو کہ اس کے قد و قامت و بدنی وجہات کا اندازہ کپڑوں میں چھپ
نظر آتا ہے چہرہ نہیں دکھائی دیتا اور اگر نہ کھول کر کہے کہ میں فلانة بنت فلان بن فلان ہوں، تو جب تک عورت
زندہ ہے گواہ کو اصلہ تعریف کی حاجت نہیں، فرض رہنا ہے عدم تعریف شہادت بطلانی خاں کا کالعدم
قرار پانا اور اس کی بنا پر سروری بیگم و امجدی بیگم کی گواہیوں کا شہادت مرد سے خالی رہ جانا اور اس کی بنا پر
توکیل بوٹاں خاں کا ثابت نہ ہونا اور اسکی بنا پر دعوی نکاح کا بے ثبوت و چنانچہ سب نئے فاسد علی الناس سے، ان یہاں
ضرور قصور رہا کہ شاہد جبکہ عصمت جہاں بیگم کو پہلے سے نہ پہچانتا تھا کہ وقت توکیل اسے دیکھ کر خود ہی پہچان
لیتا اور وقت شہادت اپنے علم ذاتی سے گواہی دیتا کہ وہ عورت جس نے میرے سامنے توکیل کی عصمت جہاں بیگم

۹۲/۲	مطبوع مجتہبی دہلی	کتاب الشہادات	ملہ در مختار
۳۸۳/۴	دار احیاء التراث العربی بیروت	•	ملہ ردالمحتار
۲۶۲/۲	•	کتاب النکاح	ملہ •

ہی تھی بلکہ اس نے اسی وقت مقررہ کو دیکھا اور اسی کی زبانی یا اور عورات کے بیانی سے بھی جانا تھا کہ عصمت جہاں بیگم سے تو احتمال تھا کہ واقع میں وہ کوئی اور عورت تھی جس سے لقمہ آجین اپنے آپ کو عصمت جہاں بیگم ظاہر کیا اس شہید کے رفیع کو حاکم پر لازم تھا کہ عصمت جہاں بیگم کو وقت شہادت جلال خاں کے سامنے کرنا اور اس کا منہ کھلوا کر شہادہ سے گواہی لیتا کہ یہ وہی عورت ہے جسے تو نے وقت توکیل دیکھا تھا اگر جلال خاں شناخت کرتا تو اس کی گواہی کامل تھی ورنہ باطل مگر یہ قصور شاہد کا نہیں، شاہد کا کیا زور تھا کہ عصمت جہاں بیگم کو جو اس وقت اپنی توکیل سے منکر اور برسر خلاف ہے بالجبر حاضر لانا اور اس کا منہ کھولی کر دیکھ کر گواہی دیتا یہ کام تو حاکم کا تھا جو متردک رہا اور محض بے ترتیب و نامکمل مقدمہ پر فیصلہ دے دیا گیا مجوز کا فرمانا کہ شناخت کرنا مقررہ کا عہدہ مذکور کو شرط تھا جو متردک ہے نہایت حق و بجا ہے واقعی شناخت کرنا مجاہد کا کام تھا وہ اس نے متردک نہ کیا کہ نہ وہ اس کے اختیار میں تھا نہ اس سے چاہا گیا ہاں شناخت کرنا حاکم کا کام تھا وہ ضرور متردک رہا مگر ترتیب مقدمہ میں مجوز کا خود قصور رکھنا اور اپنے فعل کا الزام گواہ کو دے کر بڑا دہر شہادت و دعویٰ رد فرمادینا ایک سخت تعجب انگیز بات ہے۔

(۲) اختلافات، ہمارے ائمہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے مذہب میں اختلاف وہ مقررہ جو اصل معاملہ پر اثر انداز ہے زائد و فاضل باتیں کریں ہوں تو ضرور نہیں محض نظر انداز ہیں ان میں اختلافات ہزار ہوں اصل قابل لحاظ نہیں یہاں دعویٰ صرف اس قدر ہے کہ عصمت جہاں بیگم سے میرا نکاح ہوا ہے وہ مجھے ولادی جاسے مرد وغیرہ کچھ زیر بحث نہیں تو شاہدوں یا شہودہ دعویٰ میں مقدار مہر یا جنس ہمسر کا اختلاف اصل دعویٰ میں کچھ دخل نہیں کیا اگر مہر میں دس اشرفیاں ٹھہری ہوں تو نکاح ہو گا جس ٹھہری ہوں تو نہ ہو گا اور جب مرد باریہ نکاح ایک امر زائد ہے تو محض بالائی لغو باتیں کہ بوستان خاں کے جاتے وقت جلال خاں دروازہ میں کھڑا تھا یا اس کے پیچھے پیچھے گیا تھا، عصمت جہاں بیگم نے تین بار اجازت دی یا ایک بار کہا تھا، جلال خاں نے عصمت جہاں بیگم سے سوال کیا یا اس نے خود بے سوال کہا تھا، عصمت جہاں بیگم نے شمس بیگم کے گھنے پر بوستان خاں سے خطاب کیا یا وہ گھنے زبانی تھی کہ اس نے کہہ دیا، نکاح میں بتائے تھے یا چھو بارے یا مٹھائی۔ محمد حسین خاں اپنے بیٹے کے ساتھ آیا یا بعدہ وغیرہ وغیرہ لہذا یہاں کا کیا ذکر، میں لہجہ تعالیٰ نے ان تمام امور پر تفصیل بحث کیا چاہتا ہوں یہاں اس عام جامع مہم و نا فح قاعدہ کو خوب سمجھ لیا جائے کہ فیصلوں میں بار بار ایسی بیکار بحثیں پیش آتی ہیں اور ان کے سبب مسلمانوں کے حقوق پر برا اثر پڑتا ہے، بہت ادب سے تاکید گزارش کی جاتی ہے کہ اسلامی عدالتیں تو پر تمام سے ان احکام شرعیہ کو سنیں اعدان پر کاربند رہیں کہ حقوق مسلمین ضائع نہ ہوں مقررہ ۱۳۱۶ھ

میں اسی ریاست سے مقدمہ چکا، حکم بنام عباس علی خان کا فیصلہ بغرض استدلال یہاں آیا تھا اس میں بھی ایسے ہی زائد و لغو اختلافات کی بنا پر ذی علم مجوز نے دعویٰ مدعیہ کو فرمایا تھا جس کا جواب منظر صواب تفصیل نام یہاں سے بھیج دیا گیا انھیں جو اہر زو اہر سے چند نکلت کا التماس پھر کیا جاتا ہے زائد و فضول بیکار باتوں میں تفاوت اصطلاحات التفات نہیں۔ وجہ امام کروری میں ہے،

التناقض فيما لا يحتاج اليه لا يضر اصله
في الجامع الصغير
جامع الفصولين کی فصل ۱۱ میں ہے،

القاضي لو سأل الشهود قبل الدعوى عن لون الدابة فقالوا كذا ثم عند الدعوى شهدوا بخلاف ذلك اللون تقبل لانه سأل مما لا يكلف الشاهد بيانه فاستوى ذكره وتركه ويخرج منه مسائل كثيرة
اور عدم ذکر برابر ہے اور اس قاعدہ سے ہر مسئلہ کی تفریح ہے (دست)

خلاصہ اور ہندیہ میں ہے،

لو سأل القاضي الشهود عن لون الدابة وذكروا ثم شهدوا عند الدعوى وذكروا النصفة على خلافه تقبل والتناقض فيما لا يحتاج اليه لا يضر كذا في الخلاصة.

خانہ مجملہ الرائق و تلخیص و عالمگیریہ میں ہے،

لو اختلفا في الثياب السحق كانت على الطالب
اگر گواہوں نے ان کپڑوں میں جو طالب، مطلوب

لے فتاویٰ بزازیر علی ہاشم الفتاویٰ الہندیہ کتاب الشهادات ۱ قورانی کتب خانہ پشاور ۲۵۱/۵
لے جامع الفصولین الفصل الحادی عشر اسطی کتب خانہ کراچی ۱۹۰/۱
لے فتاویٰ ہندیہ کتاب الشهادات الباب الثالث قورانی کتب خانہ پشاور ۴۶۰/۳

یا سراری پر تھے کے متعلق مختلف بیان دیا، یا ایک نے کہا ہمارے ساتھ فلاں تھا اور دوسرے نے کہا نہیں تھا تو امام محمد نے اصل (مبسوط) میں فرمایا کہ یہ شہادت جائز ہوگی باطل نہ ہوگی (دست)

انہوں نے فرمایا اگر دعویٰ سے زائد کسی ایسے امر میں جو دعویٰ کے اثبات میں ضروری نہیں یا یوں ہی کسی کی جس سے دعویٰ میں کوئی اثر نہیں پڑتا، میں گواہوں نے اختلاف کیا تو اس سے دعویٰ کو قبول کرنے میں کوئی ممانعت نہیں، مثلاً گواہوں نے بیان دیا کہ فلاں نے میرے پاس مالی کا اقرار کیا گواہوں نے کہا فلاں روز اس نے اقرار کیا حالانکہ مدعی نے دعویٰ میں کسی دن کو ذکر نہ کیا، یوں ہی گواہوں نے اقرار کیا تاریخ بیان نہ کی جبکہ دعویٰ میں تاریخ کا ذکر ہے، یا یوں کہ گواہوں نے کہا کہ فلاں شہر میں اقرار کیا جبکہ مدعی نے کسی شہر کو ذکر کیا ہو یا مدعی نے جگہ ذکر کی اور گواہوں نے جگہ کو ذکر نہ کیا، یا مدعی نے دعویٰ میں ایک جگہ ذکر کیا گواہوں نے دوسری جگہ کو ذکر کیا، یا مدعی نے کہا اس نے گھوڑے پر سراری یا عامر پہنے ہوئے اقرار کیا جبکہ گواہوں نے پیدل یا گدھے پر سراری کے مقبول ہونے میں ممانعت نہ ہوگی کیونکہ مذکورہ

اوالمطلوب اوالمركب او قال احد هما كان معا فلان وقال الاخر لم يكن معنا ذكر في الاصل انه يجوز ولا تبطل هذه الشهادة.

فتاویٰ قاعدیہ و فتاویٰ القرویہ میں ہے :

قال الشهادة لو خالفت الدعوى بزيادة لا يحتاج الى اثباتها او بنقصان كذلك فان ذلك لا يمنع قبولها مثاله لو شهدا على اقراسه بالمال فقالا اقر في يوم كذا والمدعى لم يذكر اليوم اذ شهد اوله يوم ثا و المدعى اسره او شهد انه اقر في بلد كذا او قد اطلق المدعى او ذكر المدعى المكان ولم يذكره او ذكر المدعى مكانا وهاهنا غير ذلك المكان او قال المدعى اقر وهو راكب في صوم او لا بس حامة وقال اقر وهو راكب او راكب حمار او لا بس قلنسوة واشباه ذلك فانه لا يمنع القبول لان هذه الاشياء لا يحتاج الى اثباتها فذكرها والسكوت عنها سواء كذا الودقع مشمل هذا التفاوت في الشهاداتتين لا يضر

یا ٹوپی پہنے اقرار کا ذکر کیا تو ایسے اختلاف سے دعویٰ کے مقبول ہونے میں ممانعت نہ ہوگی کیونکہ مذکورہ

اشیاء دعویٰ کے اثبات کے لئے ضروری نہیں ہیں اس لئے ان کا ذکر اور عدم ذکر برابر ہے یونہی ان چیزوں میں اگر گواہوں نے بھی اپنے بیایانوں میں اختلاف کیا تو دعویٰ کے لئے مضر نہیں ہے (دست) اصل شہادت میں اتفاق شافی و دافی کے بعد بعض فضولیات میں ایسے نام و اثر بلکہ آسان اختلاف کو دستاویز بنا کر شہادات متعقدہ کو رد کر دینے کا اگر فتح باب ہو تو عامہ حقوق ضائع ہو جائیں گے ظالمین اموال فروج پر دسترس پائیں مظلوم اپنے حق سے محروم رہ جائیں پھر یاں صرف اعانت ظلم کے معنیے نظر آئیں، کہ انسان نسیان کے لئے ہے اور زوائد ضائع کی طرف نہ ذہن ابتداء التفات تمام کرتا ہے نہ حافظہ انتہاء ان کا اہتمام ایسی کسی بات میں اختلاف ہو جانا درست نہیں بلکہ غالب ہے خصوصاً اس بدعت شنیعہ کے باعقوبہ آج کل کے وکلاء نے انکاف حقوق و تکذیب صدوق کے لئے تراشی اور قصاصات لے اس پر تقریر کی کہ محض براہ مغالطہ شہود کا بیان متزلزل کر دینے کے لئے صد با سوالات فضول و مہملات سو سو طرح کے بیج دے کر کرتے اور شرع نے جن کے اکرام کا حکم دیا جنہیں ذریعہ داد رسی مظلوم بنایا ان کے اطوار و تفصیل و ازالال و تدلیل میں کوئی حقیقہ نامرعی نہیں رکھتے اس یہودہ ہے معنی کشاکش پریشان کن میں آدمی کے آئے جو اس جاتے ہیں خصوصاً نساء و ضعیفاء و ادب باب سلامت صدور اور وہ لوگ جنہیں پھر کیا کا اتفاق کم ہو یہ قرآن حضرات کے سحرہ دست مال ہیں جب فہرست شہود میں ایسوں کا نام پاستے ہیں برائے تفاخر فرماتے ہیں وہ بہت سیدھے مسلمان ہیں دیکھنا دو سوالوں میں بولی جائیں گے جس کا ثمرہ یہ ہوتا ہے کہ بھولا راست باز جھوٹا ٹھہرتا ہے اور جھوٹا فسوں ساز چار رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

المؤمن عمر کریم والفاجر خب لثیم ۱۰۰۰۰
ابوداؤد والترمذی والحاکم بسند جید عن
ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
مومن کریم ہونے پر دھوکہ کھاتا ہے اور فاجر شخص شاطر
ہونے کی بنا پر دھوکہ ساز ہوتا ہے۔ اس کو ابو داؤد،
ترمذی اور حاکم نے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے
جید سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ (دست)

وہاں ایسے کسی اختلاف یسیر کا بھی اصلہ واقع نہ ہونا ہی تعجب ہے تو ان پر نظر کا حاصل سوا اضافت حقوق و اعانت حقوق کے اور کیا قرار پاسکتا ہے والعیاذ باللہ تعالیٰ، پھر ظاہر کہ اس میں حرج صریح ہے اور حرج بھی قطعی مدفوع، جامع الضمیرین میں ہے:

عنہم القبول فی امثاله یضنی علی الحرج و
 التضمین و تفسیر کثیر من الحقوق و امرنا
 بعبادہ و عبود الحرج من فروع شرعیہ
 ایسی ضرورتوں میں وغیرہ مقبول ہونا، حرج اور تنگی
 اور کثیر حقوق کے ضیاع کا باعث ہو سکتا ہے حالانکہ
 ہمیں آسانی کا حکم ہے مشکل کا نہیں حالانکہ حرج شرعاً
 مدفوع ہے۔ (ت)

روایت نادریہ ابی یوسف کو مذہب امام ابی یوسف کہنا کس قدر خلاف فقہائے ہست ہے، نہ قاضی و مفتی
 کو اس پر عمل کی اجازت، جامع صغیر و مبسوط امام محمد و بحر الرائق و اشباہ و النظائر و زواہر الجواهر و در مختار و
 فتاویٰ صفری و فصول ہمدانی وغیرہ المقتضی و جامع الفصولین و غایۃ البیان و فتاویٰ القدیری و رد المحتار و
 فتاویٰ غلامسہ و کافی و لسان الحکام و معین الحکام و عقود دیر و وجیز کردری و فتاویٰ خانیہ و فتاویٰ تفسیریہ و
 فتاویٰ قاضیہ وغیرہ کتب معتدہ مذہب کی عبارات کثیرہ اور گزریں کہ اسس، روایت نادریہ کے سراسر خلاف ہیں
 اور انھیں پر انحصار نہیں عامہ کتب مذہب میں اس کا خلاف موجود، نوادر میں بھی یہ صرف روایت ابی یوسف
 ہے برخلاف امام اعظم و امام اقدم رضی اللہ تعالیٰ عنہما جو جامع کے خلاف امام کے خلاف ہی ہر روایت کے خلاف
 دلیل کے خلاف ہے یہ صحیح حریج و ترجیح المذاہب ایک روایت شاذہ نادریہ پر فیصلہ کیونکر دیا۔ اگر وہ مسلمان کی
 روشنی تصریحات ہیں کہ جو کچھ ظاہر روایت سے خارج ہے ہمارے لئے کہ مذہب نہیں وہ مروج عنہ ہے، قول
 مروج پر افتاء قضا جمل و فرق اجازت ہے کہ مروج عنہ کہ سب سے قول ہی مذہب، لا جرم ایسے فیصلے کو خسوع کر دینا
 کا حکم فرمایا، رد المحتار میں ہے،

قد صرحوا بانما العسل بما علیہ الاکثر علیہ
 فقہائے تصریح فرمائی ہے کہ اکثریت کے قول پر عمل
 ہوگا۔ (ت)

بحر الرائق میں ہے،

یجب علینا الافتاء بقول الاکثر علیہ
 ہم پر امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول پر فتویٰ
 ضروری ہے۔ (ت)

خیر میں ہے،

المقرر انما عندنا انه لا یفتی و
 ہمارے پاس یہ بھی مسلم ہے کہ فتویٰ اور عمل صرف

سے جامع الفصولین، الفصول الہمدانی عشر فی الاختلاف بین الدعویٰ اسلامی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۶۶

سے رد المحتار فصل فی البرہان دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۱۵۱

سے بحر الرائق کتاب القضاء فصل فی التقلید ایک ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۶۰ - ۲۶۹

لا یعمل الا بقول الامام الاعظم ^{علیہ السلام}	امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول پر ہو گا اور (دست)
رد المحتار میں ہے :	
ما خلت ظاہر الروایۃ لیس مذهبنا	جو ظاہر روایت کے خلاف ہو وہ ہمارے اصحاب
لا صاحبنا ^{علیہ السلام}	کا مذہب نہیں ہے (دست)
بحر الرائق میں ہے :	
ما خرج عن ظاہر الروایۃ فهو مرجوع عنہ	جو قول ظاہر روایت سے خارج ہو وہ مرجوع عنہ
والمرجع عنہ لم یبق قولاً ^{لہ}	ہوتا ہے اور جو مرجوع عنہ ہو وہ امام صاحب کا قول نہیں رہتا۔ (دست)
تصحیح القدوری و در مختار میں ہے :	
الحکم والفتیۃ بالقول المرجوح جہل و	فتویٰ اور حکم مرجوح قول پر جہالت اور اجماع کے
خرق للاجماع ^{بکہ}	خلاف ہے۔ (دست)
رواشی ثلثہ سادات ثلثہ ابراہیم علی و احمد مصری و محمد شامی میں ہے :	
اولی من هذا بالبطالان الافاء بخلاف ^{الجمہور روایت میں کی تصحیح نہ ہوئی ہو کے خلاف فتویٰ}	دینا اور مرجوع عنہ پر فتویٰ دینا اس سے بھی
ظاہر الروایۃ اذ السم یصح والافاء	زیادہ باطل ہے (دست)
بالقول المرجوع ^{عنہ}	
تذویر و شرح علانی میں ہے :	
لا یخیر الا اذا کان مجتہداً اہل المقصد	خیر نہیں ہو گا مگر جبکہ وہ مجتہد ہو بلکہ قاضی مقصد بھی جب اپنے
(لا یخیر اذ العین مجتہداً کذا فی بعض النسخ)	قابل اعتقاد مذہب کے خلاف کرے تو جائز نہیں
مق خالف مجتہد مذہبہ لا ینفذ حکمہ و ینقض ہوا المختار	اس کا حکم نافذ نہ ہو گا اور کا عدم مستند اسے پائے گا

لے فتاویٰ خیر	دار الفکر بیروت	۳۳/۲
لے رد المحتار	دار احیاء التراث العربی بیروت	۲۷۸/۵
لے بحر الرائق	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	۲۶۰/۶
لے در مختار	مطبع مجتہدانی دہلی	۱۵/۱
لے رد المحتار	دار احیاء التراث العربی بیروت	۵۱/۱
کتاب الشہادات		
کتاب احیاء الموات		
کتاب القضاء فصل فی التقليد		
مقدمۃ الکتاب		
خطبۃ الکتاب		

یہی فتویٰ کے لئے مختار ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے :

القاضی مامور بالحقوب یا صحیح احوال الامامہ قاضی امام صاحب کے اصح اقوال پر حکم کا پابند ہے
فاذا حکم بغیرہ لم یصح یث

اگر غیر اصح پر حکم دیا تو صحیح نہ ہوگا۔ (ت)

(۴) تفصیلی اختلافات کی طرف چلے، جلال خاں کے بیان سے اس کا وقت آنے بوستان خاں کے
کھڑا ہونا بیرونی دروازہ میں پچھلے سے اور مساتوں کے بیان سے جلال خاں و کالے خاں کا ان کے پیچھے پیچھے آنا
ثابت ہے یہاں اظہاروں کی عبارات پر قدرے بے غوری واقع ہوئی، جلال خاں کا بیان یہ ہے جب بوستان خاں
اندروں مکان کے چبوترے پر گئے ہیں تو میں دروازہ اندرونی میں مکان کے اندر کھڑا تھا مجھ میں اور بوستان خاں
میں تھینا فاصلہ ہم گرا تھا اور امجدی بیگم سروری بیگم کہتی ہیں پھر محمد رضا خاں اور بوستان خاں گھر میں آئے اور
پیچھے پیچھے کالے خاں و جلال خاں بھی آئے محو میں ان کو اہوں کے گھر میں آتے وقت کا حال بیان کرتی ہیں کہ
آگے آگے بوستان خاں اور پیچھے پیچھے جلال خاں گھر میں آئے اور جلال خاں گھر میں داخل ہونے کے بعد
اس وقت کا حال کہتا ہے جب بوستان خاں اندروں مکان کے چبوترے پر گیا تھا ان میں کیا اختلاف ہوا
بوستان خاں اور اس کے پیچھے جلال خاں گھر میں آئے جلال خاں دروازہ اندرونی پر رک رہا بوستان خاں چبوترہ
پر گیا وہ نوں بیان صادق ہیں ذی علم مجز کی نظر نے اس لفظ میں لغزش فرمائی ہے کہ جلال خاں کے سپیان سے
وقت آنے بوستان خاں کے محالانکہ اس کا یہ بیان مکان کے اندر چبوترہ پر بوستان خاں کے جانے کے وقت
کا ہے، کہاں بوستان خاں کا مکان میں آنا اور کہاں اس کا اندرونی مکان چبوترہ پر جانا۔

(۵) جلال خاں نے بیان کیا میں نے اس عورت سے دریافت کیا کہ تم کیا کہتی ہو تو اس نے کہا کہ میں
نے اپنے نفس کا اختیار حسن رضا خاں کے ساتھ نکاح پر حوالے کے لئے بوستان خاں کو دیا، مسلمانان مذکور
دریافت کرنا جلال خاں کا عصمت جہاں بیگم سے بیان نہیں کرتیں سروری بیگم و امجدی بیگم نے اگر عصمت جہاں بیگم سے
جلالی خاں کا دریافت کرنا بیان نہ کیا تو یہ بھی تو نہ کہا کہ جلال خاں نے دریافت نہ کیا ہے اس کے پوچھے خود ہی
عصمت جہاں بیگم نے بتایا تھا پھر یہ اختلاف کیا ہوا کیا عدم ذکر عدم چھوٹا ہے۔ بھلا یہ تو لغو و فضول بات ہے
خاص متعلق اصل معاملہ میں تصریح علما رہے کہ شہرین میں جب ایک ایک بات بیان کر کے دہرائے بیان کرے

تو جتنی بات میں دونوں متفق ہیں شہادت مقبول ہوگی اور جتنی بات صرف ایک کے بیان میں ہے وہ بوجہ عدم
نصاب شہادت ثابت نہ ہوگی مثلاً زید و عمرو نے گواہی دی کہ بکر نے خالد کو وکیل کیا زید نے اپنی شہادت میں
اتنا اور بڑھایا کہ پھر معزول کر دیا عمرو نے عزل کا ذکر نہ کیا تو نکالت ثابت ہو جائے گی اور معزول ثابت نہ ہوگی
فصول عمادیہ و عمادی عالمگیریہ وغیرہ میں ہے :

لو شهد ابا الوکالة و زاد احد هما انه عزل له جازت شهادتہما علی الوکالة ولم تجز
علی العزل یلہ
اگر گواہوں نے وکالت کی گواہی دی اور ایک نے
یہ بات زائد کہی کہ وہ معزول ہو چکا ہے تو بنفس
وکالت پر دونوں کی شہادت مقبول ہوگی، معزول
کی زائد بات معتبر نہ ہوگی۔ (ت)

(۶) مسلمانان مذکور کستی ہیں عصمت جہاں بیگم نے تین مرتبہ کلمات اجازت کے جلال خاں تین مرتبہ
اجازت دینا بیان نہیں کرتا، یہ بھی وہی عدم ذکر و ذکر عدم میں فرق نہ کرتا ہے جلال خاں یہ بھی تو نہیں کہتا کہ
عصمت جہاں بیگم نے تین مرتبہ نہ کہا صرف ایک ہی بار کہا تھا اس مقدمہ بگا بیگم بنام عباس علی خاں میں بھی
اس قسم کے اختلافات تجویز فرمائے گئے تھے جنہیں فقیر نے اپنے فتویٰ میں لکھا، رب العزت علی و علا نے
سورۃ نمل میں فرمایا :

یٰموسیٰ لا تخف اتی لا یخاف لدی الہوت
اسے موسیٰ (علیہ السلام) ! آپ خوف نہ کریں میرے
حضور رسولوں کو خوف نہیں ہوتا (ت)

اور سورۃ قصص میں فرمایا :
یٰموسیٰ اقبل ولا تخف انک من
الامینین
اسے موسیٰ (علیہ السلام) ! آگے بڑھو خوف نہ کرو
آپ بیشک امن والوں میں ہیں (ت)

اور سورۃ طہ میں ارشاد ہوا :
قال خذھا ولا تخف سنعیدھا سبوتھا
الاولیٰ یلہ
فرمایا اے پکڑو اور خوف نہ کرو ہم اسے حق پرست
پہلی حالت پر پھیر دیں گے (ت)

ملہ فتاویٰ ہندیہ بحوالہ الفضل العادۃ کتاب الشہادۃ الباب الثامن ذرائع کتب خانہ پشاور ۵۴/۳
ملہ القرآن الکریم ۱۰/۲۷
ملہ القرآن الکریم ۳۱/۲۸
ملہ ۲۱/۲۰

ان دونوں سرورقوں میں ذکر نہ ہے یہاں نہیں بلکہ جگہ لا تخف کے ساتھ جگہ نیا کلام نقل فرمایا ہے ، کیا
معاذ اللہ یہ قرآن مجید کا اختلاف ٹھہرے گا ، ہماری داسے میں ایک بڑا اختلاف ذکر سے رہ گیا ، اظہارات کی
فعلیں کہ یہاں آئی ہیں ان میں سروری بیگم و امجدی بیگم کے بیان میں جتنی جگہ عصمت جہاں بیگم کا نام آیا ہے سب
جگہ مع لفظ بیگم ہے اور جلال خاں کے بیان میں ایک جگہ لفظ بیگم نہیں تو ارشاد فرمانا تھا کہ عورتیں عصمت جہاں بیگم
کہتی ہیں اور جلال خاں نے ایک جگہ بے لفظ بیگم کہا لہذا اگر ابیاں بوجہ اختلاف مردود ہیں ۔

(۷) جلالی خاں نے بیان کیا کہ جب بوستان خاں اندر مکان کے گئے تو حسن رضا خاں کی ہمیشہ سے
کہا کہ تم اس عورت سے میرے روبرو کہلوادو ، چنانچہ انہوں نے اس عورت سے کہلا کر خود اپنے منہ سے کہو ، تو
اس نے کہا کہ میں نے اپنے نفس کا اختیار لیا ، مساتوں نے یہ کہا ہے کہ بوستان خاں نے میری بڑی نند سے
کہا کہ بیگم اب لڑکی سے کہہ کر کیا کہتی ہے جو میں بھی سنوں ، میری نند کہنے بھی نہ پائی کہ عصمت جہاں بیگم نے
کہا کہ میں ہوں عصمت جہاں بیگم میں نے حسن رضا کے ساتھ لیا ۔ سارے اختلافوں میں یہ بڑا بھاری اختلاف
ہے کہ ظاہر آلفی و اثبات کافرق ہے ، جلال خاں کہتا ہے حسن بیگم کے کہنے پر عصمت جہاں بیگم نے کس
عورتیں کہتی ہیں شمس بیگم کہنے بھی نہ پائی تھی کہ اس نے کہہ دیا مگر انصاف کیجئے تو یہ اعتراض بھی مہمل ہے ۔

اولاً اظہار جلال خاں کی نقل جو یہاں آئی اس کی جہارت یہ ہے بوستان خاں اندر مکان کے
گئے حسن رضا کی ہمیشہ سے جا کر کہا کہ تم میرے روبرو کہلوادو ، چنانچہ انہوں نے اس عورت سے کہا کہ
کہہ دو ، تب اس عورت نے اپنی زبان سے کہا کہ میں نے اپنے نفس کا اختیار کہہ دو ایک چار حرفی کلمہ
ہے ، شمس بیگم عصمت جہاں بیگم کے پاس بیٹھی تھی اس نے آہستہ سے کہا کہ کہہ دو سروری بیگم و
امجدی بیگم نے نہ سنا سروری بیگم کے بیان میں کہیں نہیں کہ وہ اس وقت شمس بیگم یا عصمت جہاں بیگم کے
پاس ہی زانو سے زانو ملائے بیٹھی تھی اور خصوصاً امجدی بیگم نے تو صاف بیان کیا ہے کہ جو ان عورت ہوں
میرا تینوں سے پردہ ہے میں اس وقت ادشیاں جو کئی تھی دو لائی اونہ کو ادشکر کے ذرا آڑ سے بیٹھی تھی خصوصاً
ایسے وقت لوگوں کے کان دہن کے بیان کی طرف گئے ہوتے ہیں بالائی لوگوں کے اس و آن کی طرف توجہ
نہیں ہوتی ۔

ثانیاً محفل کو ادھر تو شمس بیگم نے اس سے کہا کہہ دو یا یہی کہ تم خود اپنے منہ سے کہو اور عصمت جہاں
بیگم نے بوستان خاں سے خطاب شروع کر دیا ، دونوں بیان ایسے متصل معاً واقع ہوئے کہ سامع کو اشتباہ
ہو کہ یہ عصمت جہاں بیگم نے بطور خود کہا یا شمس بیگم کے کہنے سے کہا جلال خاں غیر آدمی اس نے حسب عادت
زمانہ و مشیزہ نیک گمان کیا کہ شمس بیگم کے کہنے ہی سے کہا ہو گا سروری بیگم عصمت جہاں بیگم کی بھانجی ہے

وہ اپنی خالہ کے ملاقات لسانی سے خوب آگاہ تھی جس کا اظہار عصمت جہاں بیگم کے اظہاروں میں ہوا ہے جن کا بیان
 ابن شہر آشوب نے آگے آتا ہے اس نے جانا کہ اس کی بچل طبیعت کا گرم قوسن کی محتاج مہمیز ہوتا شمس بیگم کے
 منہ سے پوری بات بھی نہ نکلی تھی کہ اس نے توکیل کا خطبہ پڑھنا شروع کر دیا، ذرا غور سے سرور بیگم کے لفظ
 دیکھتے وہ یہ نہیں کہتی کہ میری نند کچھ بول بلکہ کہتی ہے میری نند کہتے بھی نہیں پاتی کہ عصمت جہاں بیگم نے کہا یعنی اس
 کا کہنا ختم نہ ہوا تھا کہ عصمت جہاں بیگم نے خطاب آغاز کیا، اہل زبان جانتے ہیں کہ کسی فعل کا ہونا اس کے تمام
 و اختتام پر ہوتا ہے نہ کہ وسط و آغاز میں، مثلاً امام قعدہ اولیٰ بمجول کر تیسری رکعت کو کھڑا ہوا سیدھا نہ ہوا تھا
 کہ مقتدی نے تسبیح کی امام نے بعد سلام کہا تم نے یہاں بتایا تمہاری نماز نہ ہوئی کہ قعدہ اولیٰ سے کھڑے ہو کر
 خود کا محل نہیں تو مقتدی کہے گا آپ ابھی اٹھنے بھی نہ پاسے تھے کہ میں نے بتایا یعنی قیام ہنوز تمام نہ ہوا تھا۔

(۴) مساتوں نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ بوستان خاں کو لڑکی پہلے سے نہ جانتی تھی آگے بڑھ کر لکھا یا کہ
 اجازت دیتے وقت کہا بوستان خاں بھاتی تم کو وکیل کیا جب دعا علیہا بوستان خاں کو پہلے سے نہ جانتی تھی تو
 بوستان خاں کا نام کیسے جانا کیونکہ مساتوں نے کسی جگہ نہ لکھا یا کہ کس نے اس کا نام بتا دیا تھا، یہ اعتراض بھی
 سخت حیرت انگیز ہے۔

اولاً تو کسی شخص کو جاننا اس کے ساتھ شناسائی و قیامت کو کہتے ہیں اجنبی آدمی جسے کبھی نہ دیکھا ہو
 اس وقت اس کا نام کسی کی زبان سے کس لینے سے یہ نہ کہا جائیگا کہ ہم اسے جانتے ہیں۔

ثانیاً بالفرض کہا بھی جائے تو اجمدی بیگم و سرور بیگم نے جاننے کی مطلقاً نفی کب کی وہ توصیف کہہ
 رہی ہیں کہ پہلے سے نہ جانتی تھی کیا کسی کا نام معلوم کرنے کے لئے یہ بھی ضرور ہے کہ پہلے سے اُسے جانے و
 نام معلوم نہیں ہو سکتا، حورتوں کو اس بیان کی کیا ضرورت تھی کہ عصمت جہاں بیگم نے بوستان خاں کا نام کس سے
 سنا، ایسے مواقع کے عام معمولی واقعات پر نظر فرمائی جاتی تو خود معلوم ہو جاتا کہ عصمت جہاں بیگم کو اس کا نام کیونکر
 معلوم ہوا، ذی ظم مجوز نے خود فرمایا ہے کہ بوستان خاں اجنبی شخص تھا سرور بیگم کے اظہار میں ہے کہ جو مرد
 اس وقت مکان میں آئے جیسے کی نصف عورتوں کا ان سے پردہ تھا اجمدی بیگم نے خود اپنا بیان کیا کہ میرا کوئی
 رشتہ بوستان خاں سے نہیں ہمارے خاندان میں پردہ کا رواج ہے ایسے جیسے میں غیر مرد ہرگز بلا اطلاع
 نہیں جانتے ضرور اول سے کہا گیا کہ بوستان خاں اذن لینے کو آتے ہیں اور جب وہ آیا اور اس نے شمس بیگم
 سے کہا کہ بیگم میرے سامنے کھڑا دو ضرور عصمت جہاں بیگم نے معلوم کیا کہ یہی بوستان خاں ہے پھر نام معلوم کرنے
 کو بعد از عقل بتانا کیونکر قرین عقل ہوا۔

ثالثاً واقعات رائج کو جانے دیجئے ذرا اظہارات جلال خاں و بوستان خاں و اجمدی بیگم و سرور بیگم پر

نظر فرمائیے یہ سب بالہ اتفاق کہہ رہے ہیں کہ بوستان خاں کے گھر میں جانے سے پہلے عصمت جہاں بیگم سے بوستان کے نام کی توکیل کرائی گئی تھی وہ بارہ بوستان خاں اپنے سامنے توکیل کرانے کو گھر میں گیا تو عصمت جہاں بیگم کو اس کے جانے سے پہلے ضرور اس کا نام معلوم ہو چکا تھا آگے جو بیباکی و بیجانی کا اعتراض فرمایا ہے اس کا حال بعد اتفاق ذکر فرامیں آتا ہے۔

(۹) بوستان خاں نے اول بیان کیا ہے کہ جب میں اندر گیا تو عصمت جہاں دالان میں پشت پھیر سے بیٹھی تھی پھر آخر قول میں کھایا کہ جب میں گیا تو اس نے مجھ سے ایسا پردہ کیا تھا کہ میں نصف چہرہ دیکھ سکتا تھا اور اوپر کے حصے پر گھونگٹ تھا یہ دونوں قول متناقض ہیں جب پشت پھیر سے بیٹھی تھی تو نصف چہرہ دکھائی دینا محال ہے،

اولاً یہ محال سہی کیا بیٹھ پھیر سے بیٹھنے والے کو وقت خطاب ادھر نہ کرنا بھی محال ہے بوستان خاں نے اول بیان میں یہ کہا ہے کہ میں مکان میں گیا تو پشت پھیر سے عصمت جہاں بیگم بیٹھی تھی یہ نہیں کہا کہ آخر تک وہ پشت ہی پھیر سے بیٹھی تھی، آخر بیان میں یہ کہا ہے کہ وقت نکاح میں نے عصمت جہاں کو ناک کے نیچے سے دیکھا تھا نصف اوپر کی ناک پر گھونگٹ تھا یہ نہیں کہا کہ جس وقت میں مکان میں گیا اسی وقت عصمت جہاں کو اس طرح اپنے سامنے بیٹھا پایا پھر دونوں میں تسانی کیا ہوئی۔ یہاں تو نقل اظہار آئی اس کے الفاظ یہ تھے اور اگر بالفرض بیان آخر میں وہی لفظ ہوں کہ جب میں گیا تو اس نے مجھ سے ایسا پردہ کیا تھا کہ میں نصف چہرہ اٹھ جب بھی بات صریح ظاہر ہے وہ مکان میں جاتے وقت کا ابتدائی حال ہے اور یہ وقت خطاب پردہ و حجاب کا یہاں بھی یہ نہ کہا کہ جب میں گیا تو وہ ایسی بیٹھی تھی کہ میں نصف چہرہ اٹھ۔

ثانیاً ممکن کہ عصمت جہاں بیگم اول تا آخر پشت پھیر سے ہی بیٹھی رہی ہو مگر بیان میں یہ کہیں نہیں آیا کہ وہ دیرار سے ملی بیٹھی تھی وہ وسط دالان میں ہوگی بوستان خاں مزید وثوق کے لئے خود اندر گیا تھا کہ میرے سامنے عصمت جہاں بیگم اقرار توکیل کرے اس نے اقرار نہیں کیا مگر سمجھا کہ مقررہ کی معرفت چہرہ چاہئے کہ طسیرین تو تھی تو اس کا مقصد خاص تھا اس میں ہے لہذا وہ آگے بڑھا اور سامنے سے عصمت جہاں بیگم کو دیکھا، کیا یہ بھی محال ہے فرض مثبت اختلاف مستدل ہے اور احتمال قاطع استدلال ہے۔

(۱۰) شفیع حیدر رضا کی خاص متعلق مساند گوامی کو جس طرح محض بے علاقہ خیال فرمایا گیا اس کا ذکر تو بعد نہ تھانے دیگر اعتراضات کے جواب میں آئے گا یہاں بھاری اختلاف یہ بتایا گیا ہے کہ اس کے بیان سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ جلسے میں شریک ہی نہ تھا اس لئے کہ بوستان خاں بعد نکاح کے تقسیم ہونا بتاشوں کا اور صاحبزادے نظام الدین خاں چھوہاروں کا اور یہ گواہ خلاف ان کے تقسیم ہونا شیرینی کا بیان کرتا ہے واقعی

شیخ حیدر خاں سے یہ بھاری غلطی ہوئی کہ اس نے بتائیں کہ شیرنی کہا اسے کیا معلوم تھا کہ بتائے کھٹے ہوتے ہیں،

اولاً ذی علم مجوز نے سنا ہو گا کہ حسبِ رسم قدیم نکاح میں چھو بار سے ضرور ہوتے ہیں پھر کہیں ان کے ساتھ شکر بھی ہوتی ہے کہیں بتائے چھوٹے کہیں بڑے، کہیں اور قسم کی مٹائی، اور شیرنی کا لفظ ان سب کو عام ہے، یہاں اگر چھو بار سے اور بتائے تقسیم ہوئے اور ایک گواہ نے ایک شے دوسرے نے دوسری کا خاص نام تیسرے نے عام ذکر کیا، کیا گناہ ہوا!

ثانیاً بعض لوگ نکاح ختم ہوتے ہی منقطع جاتے ہیں اور غروں کی تقسیم معنا ہوتی ہے صلیٰ کر نظام الدین خاں بھی فوراً قطع گیا ہو اس کے سلسلے خرابی تقسیم ہونے سے بعد کہ بتائے بٹے، وہ اس نے نہ دیکھے کہ انہیں بیان کرتا، جوستان خاں شیخ حیدر خاں نے غروں کی تقسیم کا ذکر فروری جاناکہ وہ تو عادتاً تقسیم ہوتے ہی میں دوسری چیز جو تقسیم ہوتی اس کا بیان کیا اگرچہ وہ بھی محض بے ضرورت و زائد تھا۔

(۱۱) مہر میں جوستان خاں نے قسم اشرفی اور شامی اور اس گواہ نے گواہی بیان کی ہے حالانکہ شہادت ایک وقت اور جگہ کی ہے یہ دلیل ہے کہ گواہ مذکور شریک جگہ نہ تھا۔

(۱۲) نیز گواہ نے قضا و اشرفی کی خلاف دعویٰ مدعی کے بیان کی ہے مدعی نے اپنے بیان میں دستل کھایا گواہ نے بیٹل، پس یہ شہادت کا عدم ہے، تمام اختلافات میں ہی دو اصل معاطہ نکاح سے کچھ متعلق ہیں کہ مہر بدل نکاح ہے مگر اگر کتب فقہ پر نظر فرمائی جاتی تو ظاہر ہوتا کہ مہر نکاح میں مقصود نہیں وہ محض تابع و زائد ہے، یہاں تک کہ عقد نکاح میں اگر نفی مہر کی شرط کر لی جائے نکاح صحیح ہو جائے گا اور مہر مشل لازم آئے گا تو ایسی چیز جس کا سرے سے ہونا نہ ہوتا ہی اصل نکاح پر کچھ اثر نہیں ڈالتا اس کی کمی بیشی یا سبک کے تفاوت سے کیا ضرر ہو سکتا ہے، لا جرم ہمارے امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تصریح فرمائی کہ ایک گواہ ہزار روپے مہر بتائے اور دوسرا پندرہ سو یا گواہ سو اشرفی مہر کہتے ہوں اور مدعی ڈیڑھ سو یا مدعی ہزار دینار بتاتا ہو اور گواہ دو ہزار سب صورتوں میں نکاح ثابت ہے، اور ان اختلافات سے گواہوں یا مدعوں پر کوئی بُرا اثر نہ پڑے گا۔ ہدایہ دکانی و تبیین الحقائق و فتاویٰ عالمگیری میں ہے،

واللفظ لہما فی النکاح یصح باقتل
المالیعت عند ابی حنیفۃ رضی اللہ
تعالیٰ عنہ سواء کانت المدعوی
من الزوج او من المرأة، ویستوی
اللفظ عالمگیری کے ہیں نکاح کے باب میں،
امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاں دو مذکور
رقول میں سے کم رقم پر نکاح درست قرار پائیگا
دعویٰ ہو گا ہو یا عورت کا اس میں بڑی رقم کا

فیه دعوی اقل المالین او اکثرهما
فی الصحیحین

جامع الفصولین میں ہے :

اختلاف فی قدر البذل لا تقبل الا فی
النکاح

در مختار میں ہے :

شہد واحد بشرأ عبد او کتابت علی
الف و آخر بالف و خمس مائة مروت و
عیم النکاح بالف مطلقا استحسانا
(ملتقط)

تیسرے الحقائق پھر قرۃ العیون میں ہے :

و یستوی فیه دعوی اقل المالین فی الصحیح
لاتفاقہما فی الاصل وهو العقد فالاختلاف
فی النبی لا یوجب خللا فیہ

جب کتب مذہب میں روشن تصریحیں نہیں کہ مہر کے اختلافات خواہ باہم گواہوں میں ہوں خواہ گواہ
بدلی میں ہوں دعوی نکاح اور شہادتوں سے ثبوت نکاح کو مطلقاً کچھ ضرر نہیں دیتے یہی مذہب امام ہے یہی
استحسان ہے یہی صحیح ہے تو حاکم یا مصنفی کو اس سے عدول کیونکر مطلق ہوا۔

(۱۳) حسن رضا خاں مدعی نے اپنے اظہار ۱۹ اکتوبر میں بیان کیا ہے کہ میں نے اپنے نکاح میں اپنے

۵۰۶/۳	سہ فاوی ہندیہ کتاب الشہادات الباب الثامن	نورانی کتب خانہ پشاور
۱۶۸/۳	الہدایۃ باب الاختلاف فی الشہادۃ	مطبع ریسنی لکھنؤ
۱۶۳/۱	جامع الفصولین الفصل الحادی عشر	اسلامی کتب خانہ کراچی
۹۹/۲	سہ در مختار کتاب الشہادات باب الاختلاف فی الشہادۃ	مطبع مجتہبی دہلی
۱۶۲/۱	مکہ قرۃ عیون الاخیار	مطبع ابابائی مصر

پھر بھی زاد بھائی محمد حسین خاں کو شریک کیا تھا محمد حسین خاں گواہ اپنی شرکت جلسہ نکاح میں بیان نہیں کرتا اس گواہ کو برو زخانہ تلاشی زبانی والدہ مدعی کے نکاح کا علم ہوا جس سے بے اصلیت دعویٰ کی معلوم ہوتی ہے محمد حسین خاں کی گواہی و کالت یا حقد نکاح سے متعلق نہیں بلکہ وہ صرف عصمت جہاں بیگم کے جواب دعویٰ کی تکذیب کرتی ہے مگر سخت قابل افسوس بات ہے کہ اظہار حسن خاں کی نقل جو یہاں آئی اس میں صاف یہ لفظ لکھے ہیں میں نے کسی کو نہیں بلایا میری شہر میں رشتہ داری ہے کہ حسین خاں میرے چھوٹی زاد بھائی ہیں میں نے ان کو نہیں بلایا تھا اور محمد حسین خاں کی ذہ جو کبھی نہیں بلایا تھا میں نے بار بار بتکرار سائل سے دریافت کیا کہ اس نقل میں کوئی تفاوت تو نہ ہوا اس نے بے ثوق تمام کہا کہ ایک حرف کا ہرگز فرق نہیں میں نے کئی بار کہا کہ فیصلے میں تو یہ لکھا ہے، سائل نے باہر ادا کہا کہ اظہار میں وہی تھا کہ نہیں بلو یا فیصلے میں اس کا عکس نقل کیا ہے اب اس کو کیا کہا جائے نہیں نہیں کہہ سکتا کہ ایسی حالت میں بے اصل دعویٰ کی معلوم ہوتی ہے یا فیصلے کی۔

(۱۴) نکاح نامہ جو ثبوت میں پیش کیا اس میں تاریخ نکاح ۲۵ اپریل ہے دعویٰ اس نکاح کی بابت ہے جس کا وقوع بقول مدعی ۲۳ اپریل کو ہوا ہے یہ وجہ بھی واسطے بے اصلیت دعویٰ کے ظاہر ہے۔ ذی علم مجوز نے نکاح نامہ کو جو ثبوت میں لیا اور جو اختلاف تاریخ ہے اصلی دعویٰ کے دلیل قرار دیا، یہاں اولاً جو فقہی مباحث میں خادم فقہ پر پوشیدہ نہیں مگر اتنی بات تو عام فہم ہے کہ کوام رات کو روزگوشہ کا تابع ٹھہرتے ہیں شب آئندہ کے بارہ بجے جو آٹھ ماہ سے آج دن میں کہیں گے کہ آج رات کے بارہ بجے آئے گا اور اہل علم بتایا جاتا ہے کہ رات کو روز آئندہ کا تابع مانتے ہیں شب جمعہ اس رات کو کہیں گے جس کی صبح کو جمعہ ہو نہ کہ وہ جو بعد جمعہ آئی سو ایالی بج کے کو دم بج میں تابع روز با سنے گزشتہ میں لہذا اگر دوسری شب میں طلوع صبح سے پہلے وقف عرفہ کر لیا جے ہو گیا کہ وہ رات عرفہ ہی کی رات ہے یہ نکاح آدمی رات کر یا اس کے قریب اپریل کی پچیسویں شب میں ہوا جس کی صبح کو ۲۵ مئی مدعی نے عرفہ عام حوام کے طور پر ۲۳ اپریل کسی کہ رات تابع روز گزشتہ بھی نکاح نامہ میں ذی علم قاضی نے ۲۵ اپریل لکھی کہ شب تابع روز آئندہ مکتی۔

ثانیاً جب انگریزی تاریخ انگریزی مہینہ تحریر میں آیا اور انگریزی میں تاریخ میں رات آدمی رات سے بدلتی ہے لہذا ریل و تار کے دفاتر میں آدمی رات سے آدمی رات تک پورے ۲۴ گھنٹے شمار ہوتے ہیں فلاں ریل گاڑی ۱۴ بجے چلے گی یعنی دن کے دو بجے، یہ تہہ جیٹی بجے دیا گیا یعنی شام کے ۸ بجے۔ ممکن کہ نکاح خواں نے ۱۲ بجے جانا سمجھ کر خیال کیا ہو کہ انگریزی تاریخ بدل گئی لہذا ۲۵ اپریل لکھی۔

(۱۵) نکاح نامہ میں سکونت مدعا علیہا کی جگہ بدرجہ تحریر ہے قاضی نکاح خواں جس سے ترتیب و خانہ پوری نقشہ کے متعلق ہے اس نے اپنی گواہی میں تحریر کیا ہے کہ میں نے اس کی سکونت کی بابت دریافت

کہ کیا تھا پس بلا دریافت نقشہ میں سکونت کا اندراج یہ کارروائی براہِ مدعی کی ہے جیسا کہ نکاح خواہ نے بیسایا کیا ہے کہ یا وہ داشت نکاح نامہ براہِ حسن رضا خاں سے میں نے لکھائی تھی، اوکلا مقدمہ موجودہ میں نکاح خواہ کی شہادت کہ اس عہد سے استغفا کے بعد اپنے فعل پر سب عالم کو اس کا لینا سننا ہی ممنوع تھا لامنسہ اشتغال بمالہ یصومہ کما سیاتی (کیونکہ یہ غیر صحیح کام میں مشغولیت ہے جیسا کہ ایک نگارست) اور جب وہ شہادت شرفا کوئی چیز نہیں تو اس کے اختلاف سے دعویٰ پراثر ڈالنا یعنی چر۔

ثانیاً قاضی کے اظہار میں یہ ہے کہ حسن رضا خاں کے بھائی سے کاغذ لکھوایا تھا میں نے یہ دریافت نہیں کیا کہ لڑکی کی عمر کس قدر ہے میں نے اور کچھ نہیں پوچھا کہ لڑکی کون سے مکان میں رہتی ہے اور کوئی بات میں نے نہیں دریافت کی، یہاں اس دریافت کی نفی ہے کہ لڑکی کس مکان میں رہتی ہے نہ اس دریافت کی کہ کس محلہ میں رہتی ہے، ظاہر ہے کہ مکان محلہ سے خاص ہے اس سے سوال کی نفی محلہ سے سوال کی نفی نہیں کر سکتی جبکہ سوق جہارت سے صاف ظاہر ہے کہ محلہ سے سوال کیا کہ وہ کہتا ہے اور کچھ نہیں پوچھا اور کوئی بات دریافت نہ کی، یہ اور کا لفظ بڑھانا ہی صاف کہہ رہا ہے کہ اسی قدر پوچھا اس سے زیادہ کچھ نہ پوچھا اگر اس نے اتنا بھی نہ پوچھا ہوتا تو یہ نہ کہتا کہ اور کچھ نہ پوچھا بلکہ یوں کہتا کہ میں نے کچھ نہ پوچھا ان دونوں محاوروں کا فرق اہل بیان پر ظاہر ہے، اور یہ کہ آخر کیا پوچھا اس کا پتہ ٹکرنے ان لفظوں سے دیا کہ اس نے براہِ حسن رضا خاں سے کاغذ لکھوایا تھا یعنی خانہ پری نقشہ کے لئے جتنی ضرورت ہے بس اسی قدر پوچھا اور محمد رضا خاں سے خانہ پری کو کہا اور کچھ نہ پوچھا کہ عمر کتنی ہے کس مکان میں رہتی ہے۔

ثالثاً اندراج نقشہ کے لئے واقفیت درکار ہے خواہ بعد سوال ہو یا بلا سوال تو نفی سوال نفی علم کو مستلزم نہیں وقت نکاح کی گفتگو دن میں لوگوں کے تذکرہ سے اس نے سبب دریافت کے سن لیا ہو گا کہ عصمت جہاں بیگم محلہ مدہ سر میں رہتی ہے بلکہ انصافاً تذکرہ مردان کی بھی حاجت نہیں پیشہ نکاح خوانی والے کو اکثر اپنی شہر سے واقفیت ہو جاتی ہے اور عصمت جہاں بیگم کا باپ خود ایک مشہور آدمی تھا اس کا نام اس وقت ضرور لیا گیا تھا کہ مسعود خاں کی بیٹی کا نکاح ہے جیسا کہ خود قاضی کے اظہار میں موجود ہے وہ جانتا تھا کہ مسعود خاں ساکن محلہ مدہ سر ہے لہذا عصمت جہاں بیگم کی سکونت مدہ سر اسے بلا دریافت معلوم ہو گئی۔ محمد رضا خاں نے جبکہ حکم قاضی خانہ پری کی جس کا قاضی کو اعتراف ہے تو وہ خود قاضی کی خانہ پری تھی اور یہ کارروائی قاضی کی کارروائی ہوتی نہ کہ محمد رضا خاں کی،

فان فعل المامور يرجع الى الامر
کیونکہ مامور کا فعل امر کی طرف راجع ہوتا ہے خصوصاً
لا سيما فيما لا تعلقت الحقوق
لہذا امور میں جہاں حقوق کا تعلق مامور سے نہیں ہوتا

بالا مود کہا ٹھہرنا۔

جیسا کہ یہاں ہے (د)

22

22

(۱۶) تعداد مہر مندوج نکاح نامہ۔ اس کا جواب ۱۵ میں گزرا، نکاح نامہ اگرچہ تو ایک گواہ سے زیادہ وقت نہیں رکھتا اور گواہ و مدعی کے بیان میں اختلاف تعداد مہر و دعویٰ نکاح کو اصل مقرر نہیں کما علمت۔

(۱۷) محمد حسین خاں نے اپنا آنا بمکان محمد رضا خاں بروز خانہ تلاشی بھرا ہی اپنے پسر محمد حسن خاں کے بیان کیا ہے محمد حسین خاں لکھتا ہے کہ میرے والد جب آئے تھے کہ اظہار ہو چکا تھا اپنے بعد آنا اپنے باپ کا بیان کیا ہے اولاً محمد حسین خاں کے بیان میں یہ ہے کہ میں آیا اور میرا لاکا آیا، اس میں ہر اہی کا لفظ کہیں نہیں لفظ (اور) حرف (و) کا ترجمہ ہے جس سے زمعیت مفہوم ہونہ ترتیب نہ ترانی نہ نقیب، صرف اشتراک پر دلیل ہے کہ صرح بہ جیمہ کتب الاصول (جیسا کہ تمام کتب اصول میں اس کی تصریح ہے۔ ست) یہاں تو محمد حسین خاں نے اپنے اور اپنے لڑکے کے لئے دو فعل جدا جدا ذکر کئے کہ میں آیا اور میرا لاکا آیا، اگر ایک ہی فعل میں لفظ ”اور“ کے ساتھ جمع کرتا ہرگز زمعیت مفہوم نہ ہوتی، اللہ عزوجل فرماتا ہے:

وجاء فرعون ومن قبلہ والسوفکت
بالخطاۃ ۛ
فرعون آیا اور اس سے پہلے والے اور گناہ کار نکاح
کرنے والے۔ (د)

ایک کلمہ جاء میں سب کو جمع فرمایا یہاں اس بیان کی کیا ضرورت کہ فرعون و قوم لوط میں تقریباً دو ہزار برس کا فاصلہ تھا کہ خود من قبلہ فرعون پر واؤ کے ساتھ معطوف ہے قبلیت و زمعیت کیونکر جمع ہوتیں۔

ثانیاً بالفرض محمد حسین خاں ہی کتا کر میں اپنے لڑکے کے ساتھ آیا تھا اور محمد حسن خاں کتا میرے بعد آئے تو اس اختلاف کا بھی کچرا اثر نہ پڑتا، فتاویٰ ظہیریہ و فتاویٰ عالمگیریہ وغیرہا کی عبارت نمبر ۳ میں گزاری کہ لوقال احدھما کان معنا فلان وقال الآخر لم یکن معنا فکفی الاصل انہ یجبوز ولا تبطل هذه الشهادة ۛ فرمایا کہ یہ گواہی جائز ہے باطل نہ ہوگی (د)

(۱۸) جو واقعات محمد حسن خاں نے لکھے ہیں محمد حسین خاں نہیں لکھتا کیونکہ لکھتا حالانکہ وہ اعلیٰ سار حصص جہاں بیگم کے بعد آیا تھا جیسا کہ محمد حسن خاں نے بیان کیا محمد حسین خاں اگر وہ سب واقعات لکھتا تو اس بیان محمد حسن کی تکذیب ہوتی کہ اظہار ہو چکا تھا کچر باقی تھا جب میرے والد آئے، یہ طرفہ بات ہے کہ دلیل

سہ القرآن الکریم ۹/۶۹

سہ فتاویٰ ہندیہ کتاب الشہادات الباب الثامن نورانی کتب خانہ پشاور ۵۰۹/۳

کذب نہ پائے جانے کو دلیل کذب قرار دیا جاتا ہے، ————— محمد ادریس بریلوی کا کہ اگر دونوں معائناتے اور ایک کچھ واقعات بیان کرتا کہ دوسرے کے بیان میں نہ آتے ہرگز اختلاف نہ تھا کہ عدم ذکر عدم نہیں۔ یہ تھے وہ تمام بے اصل و بے اثر اختلافات جن کی بنیاد پر ذی علم مجتہدین نے شہادتوں کو رد فرما دیا اب شہادات پر دیگر اعتراضات کی طرف چلتے۔

دیگر اعتراضات

(۱۹) جلال خاں نے تمام اظہار میں مدعا علیہا کا نام نہ لیا اس کا اظہار نسبت ایک عورت غیر معین کے قلمبند ہوا ہے بعد پورا لکھا دینے اظہار کے اس میں نے کہا اور کچھ نہ لکھا توں کا بعد سننے اظہار اور کرنے انکار کے اس نے بیان کیا کہ جس کا یہ نکاح ہوا تھا اس عورت نے اپنا نام عصمت جہاں بیگم نسبت مولوی مسعود خاں بستیا تھا، اولیٰ یہاں جو نقل اظہار جلال خاں آئی اس میں شروع سے یہ لفظ ہیں محمد رضا خاں نے مجھ سے کہا یہ عورت عصمت جہاں بیگم حسن رضا خاں کے ساتھ نکاح کرتی ہے تم کو ابی دو۔ پھر یہ لفظ ہیں میں گھر میں اندر گیا تو والدہ حسن رضا خاں نے عصمت جہاں کو کچھ کو دکھا دیا، تو کچھ صحیح ہو کہ تمام اظہار میں مدعا علیہا کا نام نہ لیا۔

ثانیاً کہہ رہی کا ضابطہ یہ ہے کہ گواہ بیان کرتا ہے اور اظہار لکھتا جاتا ہے ظاہر ہے کہ کچھ اور کچھ میں بڑا فرق ہے کہ الفاظ کا رد جانا مستبعد نہیں و لہذا یہ امر لازم دکھائی ہے کہ اظہار لکھ کر گواہ کو سنا لیا جائے کہ کہیں کچھ فرق کچھ کمی بیشی ہو تو صحیح ہو جائے اظہار اس وقت مکمل سمجھا جاتا ہے جب بعد سننے کے تطبیق پر جائے اب اگر کچھ لفظ کچھ سے رو جائیں تو فرمایا گواہ کیا کہ اسے اگر سکوت کرتا ہے تو اظہار ناقص رہتا ہے ہانا ہے تو یہ اعتراض ہوتا ہے کہ یہ تو بیان سننے کے بعد کہتا ہے اگر واقعی ابتدائی اظہار جلال خاں میں وہ فقرے کہ ہم نے اوپر نقل کئے مکتوب نہیں تو ذی علم مجتہدین نے بہت مناسب تحریر فرمایا کہ اظہار ایک غیر معین عورت کا نسبت قلمبند ہوا ہے قلمبند نہیں ہوا ہو گا جس کی تصحیح جلال خاں نے سناتے وقت کر دی۔

ثالثاً یہی سہی کہ گواہ نے آؤ تمام اظہار میں عصمت جہاں بیگم کا نام نہ لیا مگر ابھی کہ مجلس اظہار ختم نہ ہوئی گواہ نے وہاں سے قدم نہ ہٹایا اگر ایک امر کہ اصل بیان کے کسی حرف سے اصلاً مخالف نہ تھا نام نہ لیا کیا گناہ ہوا خصوصاً وہ بھی کہ شاید کہ اس کا بیان نہایت ضرور تھا، ادا سے شہادت کہ اللہ عزوجل نے اس پر فرض کیا ہے اس کے ناقص رہا جاتا تھا۔ بھلا یہاں تو ابھی مجلس نہ بدلتی تھی شاید وہاں سے ہٹنے بھی نہ پایا تھا، علماء کرام یہاں تک تصریح فرماتے ہیں کہ اگر شاہد عدل مجلس شہادت بدلتے کے بعد دوسری مجلس میں نہ لکھ کر جس کے باب میں میں نے گواہی دی اس مدعی کا یہ نام ہے یا مدعا علیہا کا نام مجھ سے چھوٹ

گیا تھا اس کا یہ نام ہے جب بھی قبول کر لیں گے اور شہادت میں اصول نقص نہ جانیں گے کہ ان ناموں کا بیان سے وہ جانا کوئی عمل تحت نہیں اور اگر مجلس ہنوز نہ بدلی جب تو موضع شہر و قصبہ کی تبدیلیں بھی قبول کر لیں گے مثلاً گواہی دی کہ اس مدعی کے اس مدعا علیہ پر ہزار روپے آتے ہیں، ختم شہادت کے بعد کہا میں بھول گیا تھا پانسو آتے ہیں یا مجھے یاد نہ رہا تھا دو ہزار آتے ہیں ان تبدیلیوں سے قبول شہادت میں کچھ فرق نہ آئے گا جبکہ مجلس ہنوز نہ بدلی ہو اور شاہد شاہد شرعی جو یہاں کہ نہ مجلس بدلی نہ شاہد نے کوئی تبدیلی کی صرف ایسی بات بیان کرتا ہے جس میں تصریح علماء قسمت نہیں اور اس کا تذکرہ ادا سے فریضہ شہادت کے لئے اس پر لازم تھا بعد سماعت الظہار اس کے بڑھانے کو وجہ نقص قرار دینا اصلاً صحیح نہیں ہو سکتا، کافی و بکر اراستہ وغایہ و عالمگیری وغیرہ میں ہے،

واللفظ لهذا ان كان عدلا قبلت شهادته
غير موضع التهمة مثل ان يدع نفعه الشهادة
او يقره ذكر اسم المدعي او المدعى عليه او الاشتراك
الى احد هما سواء كان في مجلس القضاء او في
غيرها في موضع شبهة التلبیس كما اذا شهد
بالت ثم قال غلطت بل هي خمسائة او بالعكس
تقبل اذا قال في المجلس، وبعد ما قام عن
المجلس فلم تقبل ثم باختصار۔

الفاظ عالمگیری کے ہیں اگر گواہ عادل ہو تو موضع شبہہ کے غیر میں اس کی یہ شہادت کہ لفظ شہادۃ یا مدعی یا مدعی علیہ کا نام یا دونوں میں سے کسی ایک کی طرف اشارہ ہو کر کیا مقبول ہو گا خواہ مجلس قضاء ہو یا غییرہ ہو لیکن مقام شبہہ میں مثلاً پہلے اس نے ہزار کی شہادت دی اب کہتا ہے یہ غلط ہوئی بکو پانچ سو ہے یا اس کا عکس کرتا ہے تو مجلس قضاء میں قبول کی جائیگی اور مجلس قضاء ختم ہونے کے بعد قبول نہ ہو گی اور اختصاراً (ت)

رایعاً بقرض غلط یہ بھی کہ بلالی خاں کا کچھ لائق نہ مانا جائے گا پھر کیا ہوا اسی قسم کے نام کہ عصمت جہاں بیگم کا نام اس نے نہ لیا مگر اس سے غیر معین عورت پر شہادت کہاں سے لازم آئی وہ عورت کہہ پانچ کو میں نے اس عورت کا نہ دیکھا تھا نام سے تو وہ قسین جو بھی نہیں سکتی جو نہ دیکھنے سے ہوتی ہے تو وہ ضرور ایک معین عورت پر گواہی دے رہا ہے جو اس کی دیکھی ہوئی ہے ہاں مجوز کو معلوم نہ ہوا کہ عصمت جہاں بیگم ہی وہ عورت ہے جسے گواہ نے دیکھا اور اس پر گواہی ادا کی یا وہ کوئی اور عورت تھی ہم اوپر بیان کر آئے کہ اس کا چارہ کار مجوز کے ماتر میں تھا نہ کہ گواہ کے، مجوز نے عصمت جہاں بیگم کو کیوں نہ بلوایا شاہد کے سامنے

اس کا منہ کیوں نہ کھلوا یا کہ وہ شناخت کرنا عصمت جہاں بیگم اگر ذی عزت قائدان سے پردہ نشین محضرہ تھی کہ کچھری میں اس کا آنا مناسب نہ تھا حاکم نے اپنے امین کے ساتھ جلال خاں کو عصمت جہاں بیگم کے مکان پر بھیج کر مکمل شہادت کرائی ہوئی، خود شہادت کامل نہ ہونے دینا اور شاہد پر اعتراض کرنا کوئی معنی نہیں دیتا۔ بالحد کچھ خاص اسم و نسب ہی کے ساتھ معرفت لازم نہیں بلکہ یا یہ ہو یا معرفت چہرہ۔ جامع الفصلین میں ہے،

المعرفة بالوجه او بالنسب لا بد منها شہادت کی ادائیگی میں چہرہ یا نسب کی شناخت لازم الشہادة ہے۔

خودی ہے (ت)

اسی اظہار میں اگر قسم اول متروک تھی ثانی مذکور تھی اور اس کی تکمیل بدست حاکم تھی فافہم۔

(۲۰) سوری بیگم دامادی بیگم کی شہادتوں پر اعتراض فرمایا کہ مدت و احوال کی بلا ایراد حق یا کے اس طرح بیان کی ہے کہ عرصہ سات آٹھ ماہ کا ہوا جو مکمل دو مدت پر ہے ایسی شہادت بوجہ جہالت شرعاً قابل قبول نہیں، بلا ایراد حق یا کا ذکر تو بیکار ہے حق یا کے ساتھ ہوتا جب بھی قیسی نہ ہوتا بلکہ جب قیسی نہ ہوتا اور اظہار تھا معذرتی علم مجوز نے اتنا خیال نہ فرمایا کہ ثبوت نکاح تعین زمان پر موقوف نہیں نہ جہالت زمانہ اس کے مضر، تردد و تردید سے آخر اسی قدر تو مفہوم ہو گا کہ گواہ کا تاریخ یا نہیں پھر کیا حرج ہوا۔ علامہ تو فرماتے ہیں اگر حاکم گواہ سے وقت پوچھے اور وہ صراحت اپنی بے غلطی بیان کرے کچھ مضر نہیں کہ یہ لغو زائعات ہے جس کی قیسی کی ضرورت نہیں، و نیز کردی پھر قرۃ العین میں ہے،

لوسا لهما القاضي عن الزمان او المكان فقال لا نعلم تقبل لانهما لا يكلفن به آثم وفيها عن الدر المنثور عن الفتحة وغيره لا يكلف الشاهد الى بيان الوقت والمكان آثم اقول وبون بقت بين اختلافهما في المكان او الزمان و بين نزود احدهما في احدهما فاستحالا

اگر قاضی جگہ یا زمانہ کے متعلق گواہوں سے سوال کرے اور وہ لاعلمی ظاہر کریں تو گواہی قبول ہوگی کیونکہ وہ اس کے پابند نہیں ہیں اور۔ اسی میں الدر المنثور سے فتح وغیرہ کے حوالے سے مذکور ہے کہ گواہ کو مکان یا زمانہ کے بیان کا پابند نہیں کیا جائے گا اور، میں کتابوں گواہوں کا زمانہ یا مکان کے بیسطن میں اختلاف اور دونوں میں سے ایک کا بیان میں تردد کرنا۔ ان دو صورتوں میں واضح فرق ہے، اختلاف کی

۱۲۲/۱ اسامی کتب خانہ کراچی الفصل التاسع

۱۵۱/۱ سنہ و سنہ قرۃ عین الاخیار کتاب الشہادات باب الاختلاف فی الشہادة مصطفیٰ ابائی مصر

المختلفين قاطع بمقاله وباختلاف الزمان
والسكان يختلف الفعل وما الحق به اما
المراد فلم يقطع بشئ فله يكن الا كعدمه
البيان فلا خلاف فلا محذور۔
صورت میں دونوں کی بات ایک دوسرے کی بات کیلئے
قاطع ہے جبکہ تردّد کو نہی والا دوسرے کی بات کا قاطع
نہیں ہے تو یہ عدم بیان کی طرح ہے جس سے دوسرے
کاخلاف نہ ہوا تو ظرائف نہ ہوئی۔ (دست)

(۲۱) برستان خاں کی شہادت غیر معتبر کہ وکیل نکاح سے بذریعہ وکالت خود عقد کرانا مدعا علیہا کا بیان
کیا ہے اور وکیل کی شہادت جس امر میں وہ وکیل ہو ناجائز ہے۔ یہ اعتراض اگر کچھ اصلیت رکھتا تو نہ فقط شہادت
برستان خاں بلکہ خود حاکم مجوز پرچی تھا بیان مذہبی و تقیحات مجوز سے ظاہر ہے کہ پیش از شہادت علم مجوز میں آچکا
تھا کہ اسے وکیل بنایا گیا ہے اور یہ اپنی وکالت سے وقرعاً نزدیک کی شہادت دے گا تو اسی وقت مجوز پر لازم
تھا کہ اسے ہرگز شہود میں نہیں لور نہ اتنی طویل و یرتک سماع شہادت و جرح و غیرہ میں اپنا اور اس کا اور
وکالت فریقین کا وقت ضائع نہ فرمائیں کہ جو امر اصلاً صحیح نہیں اس سے اشتغال تفصیل وقت کے علاوہ مضر
و ناجائز و گناہ ہے، قنید و مد مختار و غیر ہا میں ہے،

نکرو نہریالاتہ اشتغال بعالا یصح یلہ
محکومہ تحریر ہے کیونکہ یہ غیر صحیح امر میں اشتغال
ہے۔ (دست)

مگر کھانڈہ ذی علم مجوز کا وقت ضائع ہوا نہ گواہ کا نہ اس سماع شہادت میں مجوز سے کوئی شرعی گناہ کیا کہ
کہ شرعاً برستان خاں کی شہادت اس مقدمہ میں ضرور قابل سماعت و مقبول تھی وکیل کی شہادت جس امر میں
وہ وکیل ہو اس وقت ناجائز ہے کہ مشہور بہ یعنی امر مقصود بال شہادت خود اس وکیل کا فعل ہو کہ انسان کی
شہادت اپنے فعل پر مقبول نہیں خود جہادات مسئلہ فیصلہ میں قرۃ العیون سے ہے،

قوله والوکیل ای بالنکاح قوله لو باثبات
النکاح ای لا قبل باثبات النکاح لانها
شهادة علی فعله یلہ
اس کا قول اور وکیل یعنی نکاح کا۔ اس کا قول
اگر نکاح کے اثبات میں ہو، یعنی اثبات نکاح
میں قبول نہ کیا جائے گا کیونکہ یہ اپنے فعل پر
شہادت ہے (دست)

نیز یہی علت مد مختار سے نقل فرمائی مگر یہاں ایسا نہیں، یہاں فعل و مشہور بہ وہی نکاح کی اجازت دینی

کر عصمت جہاں بیگم کا فعل تھا اور تولی عقد یعنی ایجاب یا قبول کرنا کہ قاضی نکاح خواہن کا فعل تھا ان دونوں میں بہت سی خالی
کا کوئی فعل نہیں وہ بیچ میں صرف مبلغ اجازت تھا جیسا کہ ان بلاد کے عرف عام میں ہر وکیل نکاح کا سال ہے کہ نکاح
پر حراۃ قاضی سے مقصود ہوتا ہے اور یہ وکیل صرف مبلغ اجازت نہ یہ کہ آپ تولی عقد کرے والمہود عسرفا
کالمشروط لفظاً کما نصوا علیہ قاطبہ (عرف میں معینہ تیز لفظوں میں مشروط کی طرح ہے جیسا کہ اس پر
سب نے نص کی ہے۔ ت) ولہذا ہی علم مجوز نے بھی عقد کرنا کہ نہ کہ عقد کرنا اور مبلغ کی شہادت مقبول ہے
اگرچہ وہ اپنا فعل تبلیغ بھی شہادت میں بیان کرے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے،

عن ابی یوسف فی النواذر اذا شهد شاهدان
ان فلانا امرنا ان نبلغ فلانا انه قد وهك
بیم عبده وقد اعلمناه او امرنا ان نبلغ
امراته انه جعل امرها بيدنا فبلغناها و
قد طلقت نفسها بجانرت شهادتهما و لو
قالا نشهد انه قال لنا خير امرأتی فخيرناها
فاختارنا أنفسنا لا تقبل شهادتهما كذا
فی المحيط

اہم ابو یوسف در ذراتہ تعالیٰ سے نوادر میں مروی ہے
کہ جب کوئی گواہ یہ شہادت دے کہ مجھے فلاں نے
حکم دیا ہے کہ ہم فلاں کو یہ بات پہنچا دی کہ اس نے
اس فلاں کو بیع کا وکیل بنایا ہے اور ہم نے اس
تک وہ بات پہنچا دی، یا یہ شہادت دی کہ ہمیں
حکم دیا کہ ہم اس کی بیوی کو اطلاع دیں کہ اس نے طلاق
کا اختیار اسے تو زمین کیا ہے تو ہم نے بیوی کو اطلاع
کر دی ہے اور اس نے اپنے آپ کو طلاق دے دی

ہے، یہ گواہی جائز ہے، اور اگر گواہوں نے کہا ہم شہادت دیتے ہیں کہ اس نے ہمیں اپنی بیوی کی طلاق کا اختیار سونپا ہے
اور ہم نے اس کی بیوی کو اختیار دے دیا اور اس نے اپنے آپ کو طلاق دے دی ہے تو یہ شہادت مقبول نہیں ہوگی
محیط میں ایسا ہی ہے۔ (ت)

(۲۲) یہ فضل علی شاہ قاضی نکاح خواہ اگرچہ نیک آدمی اور بہت اچھا ہے لیکن شہادت پر جو جہالت
غیر مفید ہے کہ شہادت مذکور سے در تعین تاریخ ثابت ہے نہ معین نہ اسما نہ گواہان نہ کالت نہ اسم منکوحہ
جو شرط ہے اس میں تقدیر میں، یہ صاحب مروفہ کی شہادت غرض بعض نامعلوم ہے اور یہی وہ شہادت ہے
جس کا سننا اور اس میں اپنا وہ شاہدہ و کلائے فریقین کا وقت ضائع کرنا مجوز کو ہرگز جائز نہ تھا کہ بسبب وہ
پیش از شہادت عہدہ نکاح خوانی سے مستعفی ہو چکے اور اب خود اپنے فعل یعنی عقد کرنے پر گواہی دے رہے ہیں
تو یہ شہادت ہرگز صحیح نہیں اور اس کا سننا سنا سب نامجاہز و قضیع وقت تھا۔ اس شہادت پر اعتراض

یہ ہے نہ یہ کہ تعین تاریخ و ماہ و ذکر اسماء گواہان و وکالت سے خالی ہونے کے باعث زوجہا لیت غیر معنیہ ہے شہادت نکاح میں ان اشیاء سے کسی کا ذکر اصلاً لازم نہیں، تاریخ و ماہ کی نسبت عبارات نمبر ۲۰ میں گزریں اور وکالت و اسمائے گواہان کا ذکر اس سے بھی زیادہ لغو و غیر ضروری، کیا ذی علم و تجربہ کسی کتاب سے ثبوت دے سکتے ہیں کہ شہادت نکاح میں جب تک اسماء گواہان و وکالت کا ذکر نہ ہو محدود ہے، ہرگز نہیں، رہا اسم منکوحہ اگرچہ قاضی صاحب نے عصمت جہاں بیگم کا نام زبانی نہ لیا صحت اتنا کہ کو نام رجسٹر میں لکھا ہے مگر یہ ضرور کہا کہ مسعود خان کی دختر نے اپنے نفس کا اختیار دیا مسعود خان کی دختر جو اپنے نفس کا اختیار دینے کے قابل ہو ایک۔ یہی عصمت جہاں بیگم ہے، اس کی دو چھوٹی بہنیں بہت مسخیر سن میں کسی تصرف کی اجازت دینے کے قابل نہیں اور مقصود منکوحہ کا تعین ہے اگرچہ کسی طرح ہو کچھ نام لینے ہی کی ضرورت نہیں شواہد گواہی دیں کہ قید نے اپنی بڑی لڑکی کا نکاح کیا شہادت مقبول ہے یہاں تک کہ اگر گواہ یہ بھی کہیں کہ محرم نہیں جانتے کہ یہ مدعا علیہا لید کی بڑی لڑکی ہے سبب بھی گواہی مقبول ہوگی اور مدعی سے لمس پر گواہ لئے جائیں گے کہ یہی مدعا علیہا اس کی دختر کلاں ہے، مانگیر یہ میں ہے،

فی الخزانة قالا نخرج الكبرى لكن لا ندر الكبرى يكلفه باقامة البينة ان الكبرى هذه
خزانہ میں سے کہ گواہوں نے بڑی لڑکی کا ذکر کیا اور ساتھ ہی کہا لیکن میں بڑی لڑکی کا تعارف نہیں ہے کو گواہوں کو پائید کیا جائیگا کہ بیان کریں کہ بڑی لڑکی یہ ہے؟
جامع الفصولین میں ہے،

شہد انہ زوج بنتہ منہ ولا نعرفہا بوجهها
فلولہ تکن لہ اکابنت واحدة تقبل لسزوال
الجهالة ینہ
گواہوں نے شہادت دی کہ اس نے اپنی لڑکی کا فلاں سے نکاح کیا ہے لیکن ہم لڑکی کو چہرہ سے نہیں پہچانتے تو اگر اس شخص کی ایک بی لڑکی ہو تو شہادت قبول کی جائیگی کیونکہ جہالت نہ رہی (ت)

(۲۳) محمد جلیل کی شہادت ضرور لغو و مہمل ہے کہ وہ حراۃ کہتا ہے میں نے نہ سنا کیا نام مسعود کا لیا تھا اور نام کے علاوہ بھی کوئی پتہ اصلاً نہیں بتاتا مگر علی حسین کی گواہی اگرچہ لغو ہی کہ ناک و منکوحہ کسی کا نام نشان نہیں لیکن انصافاً وہ لغو کچھ گئی شاید جب ایسی گول محل بات کہے تو حاکم کو حکم ہے کہ اس سے

(۲۴) شفیع حیدر خاں کی شہادت پر اعتراض کہ وہ گواہ نہ توکیل کا ہے نہ شناخت کا، جو الفاظ نکاح کے بابت گواہی دی ہے اس میں نہ نام نکاح کا لیا نہ منکوحہ کا، سخت تعجب خیر ہے نقل اظہار کہ یہاں آئی اس کا شروع ان لفظوں سے ہے عرصہ کم و بیش سات ماہ کا ہوا کہ حسن رضا خاں کا نکاح مسما عصمت جہاں بیگم مولوی مسعود خاں کی بیٹی سے ہوا میرے دو برادر میں اس جلسہ نکاح میں شریک تھا اب اسے کیا کہا جائے یہ تو کھلا گواہ نکاح ہے اور نکاح و منکوحہ دونوں کا نام لے رہا ہے، ہاں اخیر میں یہ لکھایا ہے کہ بوستان خاں باہر آئے اور کہا کہ چند امیائے نکاح پڑھا تب قاضی صاحب نے خطبہ پڑھا بعد ایکاب و قبول نکاح پڑھایا یہاں بیشک زوجین کا نام نہ لیا پھر کیا ضرور تھا جبکہ اول صراحت بتا چکا۔

(۲۵) نظام الدین خاں کی گواہی کا وہی حال ہے جو نمبر ۲۳ میں علی حسین کی نسبت گزرا۔

(۲۶) جلال خاں کا حصہ بیان بابت انعقاد نکاح اس وجہ سے قابل لحاظ نہیں کہ جبکہ اس کی شہادت نسبت ثبوت توکیل جو اصل بنا و موقوف علیہ صحت دعویٰ ہے کا عدم ہے تو اس بارے میں اس کا حصہ بیان کیا معتبر ہو سکتا ہے،

اولاً بیانات سابقہ میں واضح ہو گیا کہ نہ ثبوت توکیل موقوف علیہ صحت دعویٰ تھا نہ جلال خاں کی گواہی نسبت توکیل کا عدم، دونوں باتیں غلط ہیں۔

ثانیاً بالفرض اگر ایک حصہ بیان جو ہر دم قرین مقبول نہ ہو تو دوسرا حصہ بیان کہ امر جہاں کے متعلق ہے کیوں مردود ہونے لگا، نمبر ۵ میں فصول عمادیہ و فتاویٰ عالمگیریہ سے گزرا کہ ایک گواہ نے صرف وکالت پر گواہی دی دوسرے نے وکالت و عزل دونوں پر یعنی وکیل بھی کیا پھر معزول بھی کر دیا تو دوسرے کی گواہی دربارہ عزل مردود ہے کہ نصاب تمام نہیں اور دربارہ وکالت مقبول کہ اس میں نصاب کامل ہے، درنظر میں ہے،

شہد ابالف و قال احدہما قضی خمسہ : دونوں نے ایک ہزار کی گواہی دی اور ایک نے ما تہ قبلت بالف الا اذا شہدا معہ اخری : یہ بھی کہہ دیا کہ اس نے پانچ سو ادا کر دئے ہیں تو ایک ہزار میں گواہی درست ہوگی مگر جب پانچ سو کی ادائیگی میں کوئی دوسرا ساتھ گواہی نہ دے (نت) دیکھو یہاں بھی ایک گواہ کا یہ حصہ شہادت کہ ما علیہ ہر ہزار روپے آتے تھے مقبول ہوا اور دوسرا حصہ کہ ان میں سے پانچ سو ادا کر چکا ہے نہ سنا گیا کتب فقہ میں اس کی بکثرت نقلیں ملیں گی۔

اما قول الد والاشهادة اذا بطلت في البعض
بطلت في الكل فقد حققنا فيما علقنا على
رد المحتار ان معناه ان المشهود به الواحد
لا يقبل مرة ويورد اخرى بل اذا ورد مطلقا
ابدا الا اذا كان له تعلق بامر من وقام به وجه
الرد نظر الى احدهما دون الاخر كما في صور
الاستثناء الثمان منها شرب الخمر الثابت
بشهادة رجل وامرأتين يقبل في حق العتق
والطلاق المتعلقين به لا في حق الحد اذا لا شهادة
لنساء في الحد وهكذا في البواقي وليس المراد
ان الشاهد بعدة الامور فثبت شهادته في احدها
لا من يختص به لا نقدح في الشاهد ورت في الامور
الباقية ايضا فان هذا باطل قطعاً ثم ذكرت
الضرعین المذکورین۔

لیکن در کیا یہ قول کہ جب بعض شہادت باطل ہوئی تو کل
باطل ہو جائے گی، تو اس کی تحقیق ہم نے رد المحتار پر
اپنے حاشیہ میں کر دی ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ ایک
مشہود پر (جس بات کی شہادت دی جا رہی ہو) کو
ایک دفعہ رد کرنے پر دوبارہ قبول کرنا جائز نہیں جب
رد کر دیا تو وہ ہی ہو گا دوبارہ قبول نہ ہو گا بشرطیکہ
اس کا ایک مشہود پر کا تعلق دو مختلف صورتوں سے نہ ہو
اور اگر اس کا تعلق دو مختلف صورتوں سے ہے اور
ایک صورت رد کی ہے وہ دوسری نہیں ہے، جیسا کہ
آٹھ استثنائوں میں سے ایک یہ کہ شراب خوری
جب ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی سے ثابت
ہو تو یہ شہادت شراب خوری سے متعلق کردہ امور

حق اور طلاق میں مقبول ہے اور یہی شہادت شراب خوری پر حد کے لئے مقبول نہ ہے کیونکہ حد میں عورتوں کی
شہادت جائز نہیں کیوں ہی باقی امور میں بھی۔ رد المحتار کی عبارت کا یہ مطلب نہیں کہ گواہ جب متعدد امرد کی شہادت
دے اور ایک میں شہادت اس کی خصوصیت کی بنا پر مردود ہو جائے تو باقی امور میں بھی شہادت مردود ہو جائے
کیونکہ یہ بات قطعاً باطل ہے پھر میں نے اس پر مذکور دو فرعیں ذکر کی ہیں۔ (ت)

(۲۷) محمد حسن خاں کی شہادت اس وجہ سے لغو ہے کہ اس تمام بیان میں کہیں تذکرہ نام مدعا علیہا کا
نہیں، نہ کوئی ثبوت اس کی شناخت کا ہے بلکہ ایک حکایت ہے کہ کوٹھڑی میں سے جو آواز آرہی تھی اس
کا اعادہ کیا ہے، یہ اعتراض بھی تمام شہادت پر نظر نہ فرمانے سے ناشستی ہے،

اولاً محمد حسن خاں نے کہا ہے کہ ایک کوٹھڑی جس میں کوڑا نہیں ہیں پردہ پڑا تھا اس میں سے
یہ آواز آرہی تھی کہ میں اپنی خوشی سے آئی ہوں میری سوتیلی ماں سے ہمیشہ رنج رہتا تھا میرے والد کو ملوی سوتی
خاں شہر میں نہیں ہیں حسن عتاکے ساتھ میرا بیڑا بھی ہو چکا تھا اس وجہ سے میں یہاں چلی گئی اور ان سے
آکر کہا میرا آج ہی نکاح کردہ نہیں تو میں جیسے پہلے چلی گئی تھی ویسے ہی چلی جاؤں گی، وہاں یہ بھی کہا ہے کہ

ملہ در مختار کتاب الشہادات باب قبول الشہادة وعدہ مطبع مجتبائی دہلی ۹۱/۲
ملہ جہ المتار علی رد المحتار

پر وہ سے منہ بھی نکالا تھا میں نے منہ بھی دیکھا تھا پھر ثبوت شناخت کی کیا ضرورت، یہاں بھی وہ مباحث پیش آئیں گے جو امر ۱۹ و ۲۰ میں نسبت شہادت جلال خاں گزیر سے محمد حسن خاں صرف کو ٹھہری کی آواز کا حاکی نہیں بلکہ آواز وال کو اسی وقت منہ دیکھ کر پہچانے ہوئے ہے۔

ثانیاً دربارہ نام مدعا علیہا وہ بحث جو زیر امر ۲۲ گزری عامہ ہے مولوی مسعود خاں کی جیٹی جو اس اظہار کے قابل ہو صرف عصمت جہاں بیگم ہے رفع بہالت کو اس قدر میں ہے اگرچہ نام نہ لیا گیا، یہ اور اس کو باپ کی گواہی ثبوت نکاح کے لئے نہ تھی بلکہ اس سے بیان عصمت جہاں بیگم کی تکذیب مقصود ہے کہ وہ برضائے خواہ آئی ہے نہ کہ دوسری طرح۔

(۲۸) محمد حسن خاں نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ تھانہ دار نے نہال الدین خاں اور محمد خاں سے کہا تم نے اس کو ٹھہری میں یہ بھی دیکھ لیا کہ کوئی اور تو نہیں انھوں نے کہا اس میں ہماری ہی بھانجی ہے اور کوئی نہیں یہ قول بھی محمد حسن خاں کا غلط ہے اس لئے کہ مسماۃ نہال الدین خاں کی بہن اور محمد خاں کی بھتیجی ہے نہ کہ بھانجی۔

اولاً کسی امر عظیم میں اشغال کے وقت آدمی کی زبان ایک آدھ لفظ میں بہک جانا کچھ مستبعد نہیں ہوتا محمد خاں کے لئے اس واقعہ کا سنت امر عظیم رہتا یا اتفاق فریقین ثابت ہے فریق عصمت جہاں بیگم کے طور پر تو ظاہر تھی کہ ایک فیصلہ میں بیان کیا گیا ہے کہ مسعود خاں اسی صدر سے دوران مقدمہ مر گیا محمد خاں ان کا حقیقی بھائی ہے اگر بھتیجی کا بھانجی شدت صدر میں زبان سے نکل جائے کیا جائے تعجب ہے اور فریق حسن رضا خاں کے طور پر تو ان کے مساذافہ حقیقی بھتیجی نوجوان کنواری باپ کے یہاں سے بھال کر ایک شخص کے یہاں چلی گئی اور خود نکاح کر لیا اور باپ بالجبر بلانا چاہتا ہے تو چچا اور بھائی کے سامنے یہ مساذافہ اظہار میں تھانے دار کو کہہ رہی ہے میں نہیں جانتی کون سے پڑ پر رہتے ہیں کس باغ کی مولیٰ ہیں عیاذ باللہ یہ کیا تھوڑے صدر کا مقام ہے پھر اتنی زبان بہکنا کیا محال، اور جب یہ ممکن اور ضرور ممکن تو مجوز ذی علم نے کیونکر یقین کر لیا کہ یہ محمد حسن خاں کی غلطی ہے، کیا متحمل نہیں کہ محمد خاں ہی کی غلطی ہو اسی نے گھبراہٹ اور سخت رنج کی حالت میں بھانجی کہا محمد حسن خاں نے جو اس سے سنا وہی نقل کر دیا اسے اپنی طرف سے تصرف کا کیا اختیار تھا مع ہذا کیا محال ہے کہ عصمت جہاں بیگم کی ماں محمد خاں کی رشتہ کی بہن ہو تو بھانجی کہنے میں کوئی غلطی بھی نہیں۔

ثانیاً بالفرض اگر یہ لغزش محمد حسن خاں ہی نے کی تو کیا الزام ہے کیا یہاں عصمت جہاں بیگم کی نسبت قرابت کا کوئی مقدمہ پیش تھا کہ بھتیجی کی جگہ بھانجی کہنے میں فرق پڑ گیا یا شاید خواہ مدعی کا اس کے بھلے ہوئے

ہیں کوئی قطعہ جیسی ہونے میں کوئی نقصان تھا پھر ایسے لغو و فضول امر سے جس کے لئے معذور میں کوئی اثر نہیں اعتراض یعنی چہ۔

(۲۹) یہ بھی لغویت قول گواہ نہ کرے کہ اس نے واقعہ کی مدت قطعی آٹھ ماہ کی بیان کی ہے اور برکت حساب کہ تاریخ عقد ۲۴ اپریل ۱۹۹۸ء ہے تاہم زاد اسے شہادت کہ مئی ۱۹۹۸ء سے مدت سات ماہ نو دن ہوتے ہیں تو یہ شہادت متعلق کسی واقعہ ما قبل کے ہے۔

اولاً سخت حیرت ہے کہ یہاں جو فعل اظہار آتی تاسس میں صاف یہ لفظ ہیں مگر تھینا آٹھ ماہ کا ہر اکھاں تھینا کہاں قطعاً۔

ثانیاً اللہ عزوجل فرماتا ہے۔

الحج اشھر معلومتاً زمانہ حج چاند ماہ معلوم ہیں۔

اشھر بمعنی جمع فرمایا جس کا اقل تین ہے حالانکہ وہ صرف یک شوال سے دو ذی الحجہ تک دو مہینے دس دن اور امام شافعی کے نزدیک ختم تک دو مہینے نو دن ہیں۔ رد المحتار میں علامہ مصطفیٰ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما کے حاشیہ درمختار سے ہے۔

اطلق اشھر فی قولہ تعالیٰ الحج اشھر اشھر جمع کا اطلاق، اللہ تعالیٰ کے قول اشھر معلومت علی شھرین وبعض الثالث یہ معلومات میں دو ماہ اور ایک ماہ کے کچھ حصے پر کیا گیا ہے (ت)

جب دو مہینے نو دن کو تین مہینے کہنا جائز ٹھہرا تو سات مہینے نو دن کو آٹھ مہینے کہنے میں کیا گناہ ہوا، ہاں اگر محمد حسن خان قید لگاتا کہ پورے آٹھ مہینے ہوئے یا بے کم و بیش یا کامل و ضرور اعتراض کا محل تھا، معالم التنزیل میں ہے۔

شوال و ذوالقعدة و قسم من ذی الحجۃ و انما قال اشھر بلفظ الجمع لان العرب تسمی الوقت تاماً بقلیلہ و کثیرہ فیقول ما یتک یوم الخیس شوال، ذوالقعدہ اور نو ذی الحجہ ہیں، اس کے باوجود اشھر جمع کا لفظ فرمایا، کیونکہ عرب لوگ کچھ وقت کا تمام وقت پر اطلاق کرتے ہیں، وہ کہتا ہے میں جمعرات کو تیرے پاس آیا حساباً لاکر

وَأَمَّا آتَاكَ فِي سَاعَةٍ مِنْهُ وَيَقُولُونَ زِدْكَ
الْعَامَ وَأَمَّا نَحْنُ فَأَمَّا فِي بَعْضِهِ أَهْمٌ مُخْتَصِرًا.

آنا صرف ایک ساعت میں ہوا، یوں ہی کہتے ہیں میں
نے اس سال تیری زیارت کی حالانکہ زیارت کچھ حصہ
میں کی ہے (مختصر) (ت)

ولہذا جب احتمالی مجاز فرخ کرنا چاہا قرآن عظیم نے قید کمال بٹھا کر تھک عشرۃ کاملہ (یہ دس کامل ہیں۔ ت)
فرمایا کشف میں زیر قول تالی حولین کاملین (دو سال کامل۔ ت) لکھا تو کید کفر و تعالیٰ

تھک عشرۃ کاملہ لانه مسا یقتسام فیہ
فمقول اقامت عند غلات حولین و
لم تستكملہما

یہ دس کامل ہیں کیونکہ یہ ان امور میں سے ہے جو میں قیام
سے کام لیا جاتا ہے، تو کتا ہے میں نے فلاں کے
پاس دو سال قیام کیا حالانکہ تو نے پورے دو سال
نہ کیا۔ (ت)

شہادتوں پر دیگر اعتراضات کا بھی خاتمہ ہو گیا، اب قرآن سنئے،
قرآن (۲۰) واقعہ حیرت غیر خلاف عقل ہے، حوریت پر وہ نشین ناگتہ معزز نامی شخص کی بیٹی کا پایادہ
تنہا شب میں بلا اعانت شخص دیگر کے محلہ در سے باغ انگریز تک آنا پھر خواہش نکاح کی کرنا اور بلا علم
شرکت اعراد معوزین محلہ بکالت اجنب نا آشنا و شہادت اشخاص غیر شہتا سا نکاح ہونا اعلیٰ بل
بادر ہونے کے نہیں اور اس سے پہلے توکیل بوستان خان کی نسبت فرمایا دہا علیہا پردہ نشین شریف زادی
ہے اس جہا کی وجہ حیاتی کے ساتھ ایک شخص اجنب سے ایسے شرم کے وقت جو ذیل ترین عورت بھی ایسی
باتیں نہیں کر سکتی بلکہ خود رسم و رواج شرعاً محض عقل سلیم اس کو باور نہیں کر سکتی یہ جملہ کار سازی محض
صنعتی ہے۔

اولاً حریک شہادتوں کے خلاف قرآن پر حکم نامکون۔ ظاہر فرماتے ہیں،

ان البینۃ کاسمہا مبینۃ والاثبات بالشہادۃ
کالثبات بالمشاہدۃ۔

البینۃ اپنے نام کی بناء پر واضح کرنے والا ہوتا ہے
شہادت سے ثابت شدہ چیز مشاہدہ سے ثابت شدہ
کی طرح ہے (ت)

سہ معالم التنزیل علی ہامش تفسیر فی تزی تحت آیت الحجۃ اشہد

سہ القرآن الکریم ۱۹۶/۲

سہ الکشاف للخمیری تحت آیت حولین کاملین اعتقادات آفتاب قم ایران ۱/۴۰-۳۹۹

آدی جس طرح آنکھوں دیکھی بات کو محض اس بن پر زور نہیں کر سکتا کہ قرینہ اس کے خلاف ہے یوں ہی ثابت بالمشاہدہ کو، قرائن سے غایت درجہ اگر چہ گواہی کر بیان شہود میں ریب و تہمت پیدا ہو اور مکر مذہب ستیانا امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کتاب الاصل میں تحریر فرماتے ہیں کہ ریب و تہمت کے سبب گواہیاں رد نہیں ہو سکتیں۔

فی المعتقدات عن المحيط عن الاصل القاضي ہندیہ میں عیض سے اصل (بسط) کے حوالہ ہے
وان کان یتہمہم بالشہادۃ لا ترد بوجہ
التہمة۔
تہمت کی بنا پر شہادت مردود نہ ہوگی (دست)

شریعت زاویوں کا مکان سے جا کر با اختیار خود نکاح کر لینا اگرچہ رسم عام نہیں مگر شرعاً منع و حرام نہیں اگر تلاش کیجے تو رامپور ہی میں اس کی سبیس فیٹری ملیں گی اور رات کو پیادہ گلی کوچوں میں پھرنا تو وہاں بکثرت مشائع ہے جس طرح لکھنؤ میں، بریلی میں شریف خاندان اسے فرد عیب سمجھتے ہیں مگر رام پور میں اگر پر عیب ہے تو برائے گفتن ہے عملی طور پر اکثر خاندانوں میں عیب نہیں بلکہ وہاں بہت جگہ مشکنی وغیرہ کی تقریروں میں شب کو آپ ڈھول بجاتی ہوئی نکلنے کی رسم سچان میں کنواریاں یاہیاں جوان بڑھیاں سب طرح کی ہوتی ہیں اور بعض یہاں کیس تو مردانہ لباس پہن کر بچے کی بڑی لٹاکر نکلتی سسٹن گئی ہیں یہاں تک مسرور ہوا کہ بعض اُونچے گھر والیاں اسی وقت میں شرک پر مقتول ملیں و الحیاط باللہ سب العالمین مفتی و حاکم وہ دونوں پر لازم کہ جہاں کی نسبت حکم یا فتویٰ دیں خاص وہاں کے رسم و رواج پر لحاظ کریں دو سرادواج اگرچہ کیسا ہی عام ہو وہاں کے اپنے رواج کا معارض نہیں ہو سکتا۔

ثانیاً رسم و رواج کے قرائن تو اس وقت ڈھونڈنے کے خود اصل شخص مبعوث عنہ کے افعال و اقوال، حرکات و افعال پر اطلاع نہ ہو جب خود اس کی حالت معلوم، پھر دوسروں کے رواج سے اس پر حکم کیا معنی، یہاں دو باتیں حیرت خیز و تعجب انگیز اور عقل سلیم سے بعید بھی لگتی ہیں، ایک تو عصمت جہاں گیم کا پیادہ گھر سے تنہا چلا جانا، دوسرے اجنبی شخص بوستاناں خان سے جیسا کہ یہ گفتگو کہ بھائی بوستاناں میں نے تمہیں اپنے نکاح کا وکیل کیا، ان دونوں باتوں کی زندہ نظریں بدرجہا ان سے زائد خود عصمت جہاں گیم کے افعال و اقوال میں موجود یہی عصمت جہاں گیم مدعا علیہا یہی عورت پر وہ نشین ناکتہ ایسی معزز ذاتی شخص کی بیٹی یہی نوجوان کنواری شریف زاوی ابھی قریب زمانہ ہوا اس نکاح سے وہی بیٹے پہلے اپنے مکان

ہے، مشتبہہ کو چھوڑ دینا اصل کوئی وجہ نہ رکھتا تھا۔ لاجرم قرین قیاس یہی ہے کہ جیسا وہ کہتا ہے وہی واقع ہو اور اس نے اپنی دیانتِ خدادادگی سے بیان واقعہ میں کوئی قصص نہ کیا جو گزرا تھا بلکہ ہم و ہمیش وہی بیان کرو یا ورنہ وہ بناوٹ چاہتا تو اسے یہ کہتا بہت آسانیاں دیتا کہ عصمت جہاں بیگم ڈولی میں اپنی بھانجی کے پاس آئی اور نکاح کی خواستگار ہوئی، ہم نے دیوانی وحشیہ دونوں مقدموں کے کاغذات فریقین و خواہن فریقین کے اظہارات بتفصیل دیکھے اصل کسی حرف سے نہ تو عصمت جہاں بیگم کے دامن عصمت میں کوئی ٹوٹ البتاس نظر آتا ہے نہ بیان حسن رضا خاں میں کوئی امر بعید از قیاس، غیب کا علم عالم الغیب عز وجلہ کو ہے مگر رُودادوں کا ملاحظہ ہے رُودایت حالت واقعیہ بتاتا ہے کہ عصمت جہاں بیگم فرور اپنے نام کی عصمت جہاں ہے عاٹا اس پر کسی بد وضعی کا ثبوت نہیں مگر اس کی طبیعت خلقت خوش باش آزادی پسند لطیف و ظریف واقع ہوئی ہے وہ صدوں کا نکل درکنار محکومی و دست نگری سے بھی بیزار ہے جیسا کہ بیگم اس کی سوتیل ماں سے حسب عادت زمانہ بلکہ رواج عام ہر زمان اس عداوت کے رشتے سے عصمت جہاں بیگم کو اذیت پہنچتی تھی اور کچھ نہ ہو تو کم از کم وہ محض محکوم و دست نگر رکھی گئی تھی اس کی آزاد طبیعت اس قید و بند سے بھاگتی تھی جیسا کہ وہ خود اپنے اظہار میں درپردہ شاک ہے کہ میرے پاس روپیہ طالعہ نہیں رہتا ہے چپ مال بنائی ہے کہ کچھ چیز منگاسکتی ہوں ایسی چیز جس کو میرا جی چاہے اور یہ لوگ منع کریں نہیں منگاسکتی ہوں، انھیں وجہ سے وہ ایک بار تنگ آکر اسٹیشن تک فرار کر چکی و اس بار پکڑی گئی اور پھر اس کو اسی قید کا سامنا ہوا اور مظلون ہے کہ اب وہ فرار قید و تشدد میں اور اضافہ ہوا ہر وہ وقت کی منظر تھی اس کا باپ کبھی گیا اور سوتیل ماں کو سستلے کا زیادہ موقع ملا ہو گا اور اس نے اپنی آزادی قائم کرنے کا اچھا وقت پایا سوچی کہ ابکی بار بھی پہلا ہی سا فرار ہوا تو اسی طرح بیکار جانے کا وہ تہہ بیر کیجے کہ ہمیشہ کو آزاد ہو جائیے حسن رضا خاں سے اس کا بیڑا ہو چکا تھا جیسا کہ خود اس کی ماں نے اپنے ایک اظہار میں اقرار کیا ہے اسے سب کے ظاہر ڈولی منگاکر حسن رضا خاں کے یہاں جانے کا حسب رسم زمانہ کوئی موقع نہ تھا لہذا اس کا پاؤں ایک بار کھل چکا تھا رات آنے کی منظر تھی اس کے یہاں محو لا آٹھ یا نو بجے رات کو سو جاتے ہیں جیسا کہ خود اس نے اپنے اظہار میں لکھا ہے باپ گھر میں نہ تھا ماں بھائی نو بجے سو گئے اس نے دس بجے راہ مقصود لی اس کے بھائی نے سوتے وقت اچکن ٹولی اتار کر رکھ دی تھی یہ بھی کہ چاندنی رات ہے کہ صفر کی شہریں شب تھی اور ابھی راستہ چل رہا ہے جیسا کہ خود اس کی طرفہ کے اظہاروں میں ہے کہ راہ میں اس کے چچا وغیرہ لوگ ملے تھے اپنے باس میں کہیں پہچانی نہ جائے لہذا بھائی کی مشکر گزاری کے ساتھ اس کی اچکن ٹولی فریب بدن کی اور وہی ہوا جو وہ سمجھتی تھی کہ

اب کسی نے نہ پہچانا یہاں تک کہ وہ اپنی بھانجی کے گھر میں آگئی، یہاں کی عورتیں اجنبی جوان کو آتے دیکھ کر ضرور گھبراتی ہوں گی مگر یہ محل اس کے کھل جانے کا تھا اس کے اتنے کہنے پر کہ میں ہوں عصمت جہاں بیگم وہ گھبراہٹ اب اس تعجب سے بدل گئی ہوگی کہ تم اس وقت اس وضع میں کہاں، اور اس کا اس نے وہی جواب دیا جو گاجرا اپنی خود مختاری کے اظہار میں کہ چکی تھی کہ میری سوتیلی ماں مجھے زہر دے دیتی ہے میرا نکاح کر دو ورنہ پہلے کی طرح پھر چلی جاؤں گی وہ خوب سمجھ لی تھی کہ اس کی آزادی قائم کرنے کا اگر کوئی ذریعہ ہے تو یہی نکاح ہے کہ اس کے بعد وہ لوگ مجبور ہو جائیں گے، شوہر کا گھر اسٹیشن کا کمرہ نہ ہوگا جہاں سے ضامن شاہ خاں پکڑے جائیں اس نکاح کے لئے ضرور تھا کہ اس کے اعزہ و اقارب و اہل محملہ نہ بڑے جائیں کہ یہ تو بالکل برعکس مراد ہوتا تو اس کو یہاں قریب بے اصلی دعویٰ ٹھہرانا اصل مطلب سے غفلت پر مبنی ہے۔ تلاشی کے وقت ایک ٹوپی کا مدھی کے یہاں سے برآمد ہونا بھی اسی کا مؤید ہے کسی طرح قرین قیاس نہیں کہ لوگ ڈاکر ڈالنے جائیں اور فقط روپے آٹھ آنے کے دو استعمالی کپڑے لے کر چلتی ہیں پھر انہیں اپنے یہاں رکھ چوڑیں یہاں تک کہ کئی دن بعد تک سفی میں نکلیں حالانکہ کپڑا غورا پہنانے جانے کی چیز ہے، لاجرم وہ اسی طرح آتے جس طرح مدھی بیان کرتا ہے اور انہیں گھر میں رکھنے سے احتراز نہ کیا کہ خود پہننے والی ہی موجود تھی اور اس نے اپنی خوشی سے نکاح کیا تھا مدھی مطمئن تھا کہ فساد نہ اٹھے گا آخر کئی روز تک اس کے چچا بھائی خاموش رہے۔ تھانے میں بھی خبر نہ کی بلکہ عجیب اور بھائی اور بہنوئی خود یہاں آکر اس سے مل گئے جیسا کہ حبیب النساء بیگم و عصمت جہاں بیگم و نہال الدین خاں کے اظہار سے ثابت ہے وہ اقرار کرتا ہے کہ محمد رضا خاں مجھ کو اندر مکان کے لئے گئے تھے اور دوسرے اظہار میں یہ بھی لکھا ہے کہ محمد رضا خاں نے لاکھ سے کہہ دیا تھا کہ تمہارے بھائی آتے ہیں، کیا جو کوئی جھگا کر لا تھے اس کے بھائی کو یوں مکان کے اندر لے جاتا ہے، آگے نہال الدین خاں کا کہنا کہ بعد لے جانے کے محمد رضا خاں نے مجھ سے کہا کہ تم کیوں آئے ہو چلے جاؤ ہم تم کو ماریں گے، محض نام مقبول ہے، ان لوگوں کا منظور ہوتا تو پہلے ہی مکان میں کیوں جانے دیتے، ہاں شاید اس نے اندر جا کر اپنی بہن کو کچھ ہلکانا یا دھمکانا شروع کیا ہو، اس پر محمد رضا خاں نے ایسا کہا جو نیز مدھی کو اطمینان تھا کہ کسی نے فساد چاہا بھی تو عصمت جہاں بیگم جو ان عورت خود مختار ہے اس پر کسی کی ولایت جبر نہیں وہ اپنی عصمت پر تمکنت نہ رکھے گی، اور نہ ہی ایسا ہی، وہاں جو اس کا اظہار ہوا ہے اس میں سارا واقعہ کہ سنایا مگر جب بالجبر باپ کے یہاں بھیج دی گئی یہاں اسے پڑھایا ہوا سبق پڑھنا پڑا، اسی سلسلہ وار قرین قیاس واقعہ کو دیکھ کر کچھ بھی اس کا تعجب نہیں رہتا کہ عصمت جہاں بیگم نے کیونکر بوستان خاں سے خطاب کیل

کیا ہوگا مگر زیادہ تعجب تو اس کا ہے کہ عصمت جہاں بیگم کے اظہارات جہاں اس نے اجنبی مردوں حکام وغیرہ کے سامنے دھڑلے کی صفائی سے آٹھ دس صفحہ مطول پر لکھا ہے جس جن میں وہ عندلیب ہزار داستان بن کر چمکی ہے جن میں کہیں نہ تو اس کی تیوری پر میل آیا نہ اس کی ونگہ جسکی نہ اس کی زبان ہوگی ہے انھیں ملاحظہ فرما کر اتنی بات کو بعید از عقل سلیم کہا جاتا ہے کہ بھائی بوستان خاں میں نے تمھیں اپنے نکاح کا وکیل کیا، ان اظہاروں کا دیکھنے والا انگشت بدندان رہ جاتا ہے کہ کس نوجوان پر وہ فحش شریعت زادی جسے غیر مردوں سے بات کرنے کا اتفاق تو بالاسے طاق بقول اس کے یہ بھی نہیں جانتی کہ میرے مکان کے دروازہ کے سامنے کس کا مکان ہے وہ اور خاص اہلکاران حکومت کے سامنے جالاک وکیلوں کے بیچ در بیچ جرحوں کے مقابل پر کچھ ظاہری دکھائیاں صفائی سے نکل جانا پچ پوچھے تو بعید از عقل سلیم اسے کہتے اس کے ابتدائی اظہار پر پچھے دار بیان کا مسلسل دیکھ کر وکلاء مدعی کو گمان ہوا تھا کہ شاید اس کے قانون دان باپ نے اسے اظہار لکھ کر دے دیا ہے جسے پڑھ کر سنا رہی ہے جس کا جواب اس نے وہ چمک کر دیا کہ کاغذ دیکھنے والے پر لعنت ہے کتنا پہلو دار جواب ہے، معلوم نہیں اس کاغذ کو کہتی ہے جس کی نسبت وکیل مدعی نے شبہ کیا یا اس کاغذ کو جس پر اس کا اظہار لکھا جا رہا ہے اور وکیل و ذرہ کے پیش نظر ہے خیر یہاں تو شبہ صحیح تھا تو نہ ہے اصل مگر جرحوں کے جواب تو وہ لکھ کر نہ لا سکتی تھی وہاں اس کی تیز زبانیاں شیوا بیانیات قابل تماشہ ہیں اس کے باپ کی نسبت کو تو ال ریاست نے لکھا یا ہے کہ تمہارے بہ کار قانون دان مشہور ہے مگر موازنہ تو صاف کہہ رہا ہے کہ عصمت جہاں بیگم کا اظہار اس کے باپ کے اظہار سے کہیں زیادہ چاق و بالطریق ہے وہ ان اجنبی مردوں نہ صرف اجنبی بلکہ حاکمانہ اظہار لینے والوں اور مخالفانہ جرحیں کرنے والوں کے مجمع میں اپنی ظریف طبیعت کے رنگ کو بھی نہ بھولی نہ ہر یاد دہن سے کے لٹو جنھیں کھلا کر اسے اور اس کے سارے کو ہیوش کر دینا بتایا گیا ہے ان کی تعداد دو وزن تخمینہ سے وکلانے سوال کیا تھا جس کا جواب لکھاتی ہے کہتے نہیں بتا سکتی نہ یہ بتا سکتی ہوں کہ پانچ تھے یا پانچ سے زیادہ تھے، آٹھ تھے یا آٹھ سے زیادہ تھے، تھینے سے بھی نہیں بتا سکتی کہ دس تھے یا اس سے زیادہ تھے چار یا پانچ تخمینہ تھے، ان چار پانچ کا وزن نہیں بتا سکتی، نہ ایک لٹو کا وزن تخمینہ بتا سکتی ہوں کہ ماشہ بھریا تولہ بھریا چھٹا ٹک بھر تھا یا سیر بھر تھا یا من بھر تھا۔ سوال تھا کہ ایک لٹو کہتے قوانوں میں کھالیتی تھیں، جواب دیا یہ نہیں بتا سکتی، نہ یہ کہہ سکتی ہوں کہ ایک لٹو کے آٹھ یا دس یا بیس یا پچاس تولے ہوتے تھے۔ سوال تھا کہ لٹو کھانے کے کتنی دیر بعد یہاں سے روانہ ہوئی، کہا تخمینہ بھی نہیں بتا سکتی۔ وکیل نے پوچھا ایک گھنٹے بعد یا ڈیڑھ گھنٹے بعد۔ کہا میں کچھ

نہیں کہہ سکتی سب گھنٹے بعد، پھر ایک سوال کے جواب میں کہا آٹے میں اور کھانا کھانے کے وقت تک چار پانچ گھنٹے ہوئے یہ نہیں کہہ سکتی مجھ کو متشابہ تھا، وکیل نے پوچھا متشابہ آپ کو کیوں تھا، اسس پر بولی آپ نے لفظ "۵" زیادہ کر دیا مجھ کو کتاب سے بتا دو یہ میری کجھ میں نہیں آتا، زہر کے لٹہ دکھانے کے آثار سے سوال ہوا اس کا جواب دیتی ہے ہم کو یاد نہیں کہ کیلجے پر جلی تھی یا نہیں ہم کو یاد نہیں کہ پیٹ میں درد ہوا تھا یا نہیں، یہ بھی یاد نہیں کہ گلے میں سوزش ہوئی تھی یا نہیں، آئینہ ہمارے ہاتھ میں نہ تھا کہ میں دیکھتی کہ آنکھیں سُرخ ہو گئی تھیں یا کیا، گلے یا وہ نہیں کہ میرے گلے میں خشکی تھی یا نہیں، تین مہینے سے اونچا عرصہ ہوا۔ یہ بھی نہیں کہہ سکتی کہ کسی کو پیاس تھی کہ نہیں، میں نہیں کہہ سکتی میرے سر میں درد ہوا یا نہیں، میں نہیں کہہ سکتی کہ چکا چوند ہوا یا نہیں، نہ میں نے پاگل دیکھا نہ میں جانوں نہ کو دنا اچھلا جھٹون لڑا کھڑا پاؤں کا پھدکنا ناچنا، وہی بتا ہی ہوا میں ہاتھ مارنا، ان سب باتوں کو میں نہیں جانتی، یہاں تک کہ کھاتی ہے کس مرد نے کہا پلنگ پر لیٹ جاؤ میں لیٹ گئی پلنگ پر لیٹنے کے بعد صبح تک ہوش نہ ہوا صبح کو اٹھی جب معلوم ہوا کہ گلے خواب دے عزت کیا پایا جائے کی کیلوں پر خون تھا تھا یہ نہیں معلوم کس نے خراب کیا، جب تک منظرہ مڑمان کے قبضہ میں رہی منظرہ سے برا کام حسن رضا خاں ڈرا دھکا کر کرتا رہا، کچھ لوگوں کے اظہار اور دکلاؤں کی جستار میں بٹسے بڑے مرد گھبرا جاتے ہیں ذکر عورت ذکر کس نہ کہ پردہ نشین نہ کہ ناکتہ ذکر ایسے جھنڈے کی پٹی ہے یہ بھی خبر نہیں کہ اس کے دروازے کے سامنے کس کا مکان ہے ذکر ایسی گفتشائیاں یہ حرف گیریاں نہ کہ کیلوں کے خون تک کا صفائی سے بیان یہ سب ایس کی آزاد دنیا کی طبیعت کے چھپتے، پھر اسے اتنا کہنا کیا محال تھا کہ بھائی بوستان خاں! میں نے انھیں وکیل نکاح کیا غرض یہاں مدعا سے مدعی کے خلاف کوئی قرینہ نہیں بلکہ قرآن بھی اسی کی طرف ہیں۔

تنقیحات

فیصلے کے تمام اعتراضات متعلق دعویٰ و شہادات سے فردغ پایا اتنے مختصر لفظ تنقیحات کی نسبت بھی گزارش ہیں کہ ذی علم مجوز نے تین تنقیحیں کیں،

(۱) عصمت جہاں بیگم بالغہ کا نکاح اس کی رضا و ترمیل سے ہوا یا نکاح نہ ہوا اور وہ نابالغہ تھی اور حسن رضا خاں اس کا کفر نہ تھا۔

(۲) آیا پیش از نکاح بیڑا ہوا۔

(۳) آیا مدعا علیہا اپنے باپ کے گھر سے تنہا پہلے رات کو آئی یا بالجر مجبالی گئی۔ پچھلی دو تنقیحوں پر تجویز

دی ہے کہ میرا محمد حسن خاں کے کوئی شہادت نسبت امر دوم نہ گزری شہادت مذکورہ صحیح ہوتی تو بوجہ عدم کفایت کا لعدم تھی پس امر دوم بھی غیر ثابت ہے اور نسبت امر سوم بھی کوئی ثبوت سوا ایک حصہ بیان شفیق حیدر خاں کے پیش نہ ہوا وہ بھی غیر ثابت ہے اگر شہادت صحیح بھی گزرتی تو بوجہ عدم کفایت کا لعدم ہوتی ہماری رائے میں اوکلا امر اخیر کی نتیجہ قائم کرنی اور اس پر تجویز دینی ہی محض فضول تھی، اس محکمہ میں حسن رضا خاں کی طرف سے دعویٰ نکاح و عصمت تھا نہ کہ عصمت جہاں بیگم کی طرف سے دعویٰ حرم، تو آگاہ خوشی ہوایا بالجبر، اس کی بحث یہاں محض بیکار تھی، آگاہ کنار خود نکاح اگر بالجبر ہو صحیح و نافذ ہے کہ نکاح و طلاق میں اکراہ ان کی صحت میں دخل نہیں۔ درمختار کتاب الاکراہ میں ہے،

صاح نکاحہ و طلاقہ و عتقہ الخ۔ اس کا نکاح، طلاق اور عتق صحیح ہے الا (ت)

ثانیاً نتیجہ دوم اس سے زیادہ بحث و لغو تھی کہ نکاح میں بیڑا ہونے نہ ہونے کو تو اصل داخل ہی نہیں کیا اگر بیڑا پہلے ہو جاتا تو نکاح صحیح و جائز تھا، نہ ہوتا تو نہ تھا، پھر اسے معرض بحث میں لانا اور اس پر تجویز مٹانا یعنی چہ۔

مثالاً ان دو بیکار تنقیحوں کی جگہ پہلی تنقیح کے ہی دو جزر اخیر کو یعنی عصمت جہاں بیگم کا نابالغ نہ ہونا حسن رضا خاں کا اس کے لئے کفر نہ ہونا مستقل تنقیح کرنا تھا کہ نفس حکم میں شرعاً ان باتوں کو دخل عظیم تھا مگر وہ ایک بلہ اتفاقی کے ساتھ پہلی تنقیح میں ضماً ذکر کر دی گئیں اور مطلقاً ان کی نسبت تحریر فرمایا کہ ثبوت ذمہ مدعی و تردید ذمہ مدعا علیہا، حالانکہ ان میں جزر اخیر یعنی عدم کفایت کا بار ثبوت ذمہ مدعا علیہا تھا وہ اس میں مدعیہ تھی کہ اصل کفایت ہے لکن الناحی بنو اب و ام (کیونکہ تمام لوگ باپ اور ماں کی اولاد ہیں۔ ت)

سابعاً فیصلہ میں ان دونوں ضروری جزر نتیجہ کی نسبت کسی تجویز کا ذکر نہیں عدم کفایت کا تو کوئی ثبوت عصمت جہاں بیگم کی طرف سے نہ مگر راوہ قابل ثبوت تھی بلکہ وہ کاغذات دیکھنے میں آئے ہیں جن سے معاذہ عدم کفایت بالکس معلوم ہوتا ہے یعنی عصمت جہاں بیگم پر نسبت حسن رضا خاں کے ثبوت کم رقم ہے اور ضرور ذی علم مجوز نے بھی اس کی یہ مہمل بات ناقابل التفات جانی اور خود اس کی طرف سے اس کی بحث سے مطلق سکوت سے ظاہر کر دیا کہ وہ صرف برائے گفتن کچھ الفاظ تھے جن کے نیچے معنی نہ تھے بلوغ کے بارے میں مسل میں نظیر و مجرب دانیوں کے اظہار میں جن میں وہ کھاتی ہیں کہ عصمت جہاں بیگم جس کو ہم نے

ابھی دیکھا ہے عرصہ ڈھائی تین سال سے بالغ ہے، مجوز نے سوال فرمایا کہ بلوغ کے آثار بتاؤ، اس پر جواب دیا کہ جوان عورت کی چھاتیاں پوری ہوتی ہیں چنانچہ اس کی چھاتیاں پوری ہیں عارضہ جو عورت کو ہوتا ہے وہ عارضہ بھی اس کو موجود ہے اور اسی قسم کا ایک بیان بوستان خاں نے اپنے اظہار میں کیا ہے وہ کہتا ہے علامات بلوغ کے میں نے دیکھے ہیں کہ وہ میرے سامنے آئی تھی اس وجہ سے میں کہتا ہوں کہ وہ بالغ ہے وہ جسم عورت تھی اور سینہ کی چوڑائی وغیرہ اور جسم اس کا معمولی عورت سے زیادہ تھا اور چھاتیاں اس کی مثل انار برٹے کے تھیں نکاح ہونے کے بعد دیکھی تھیں یہاں اعتراض کو گنجائش تھی کہ جب ذی علم مجوز نے دایوں کے اس بیان پر کہ وہ ڈھائی تین سال سے بالغ ہے قناعت نہ کی تھی تو انہوں نے جو علامات بتائیں بدرجہ اولیٰ قابل قناعت نہ تھیں پستان کا ابھار شرعاً مثبت بلوغ نہیں۔ ردالمحتار میں ہے،

لا اعتبار لنبات العانة ولا اللحية واما نهود
الشدي فذلكما الحموي انه لا يحكم به في
ظاهر الرواية وكذا ثقل الصوت كما
في شرح النظم الهاملي ابوالسعود وكذا
شعر الساق والابط والشارب۔
زیر ناف بالوں یا اڑھی اُگنے کا اعتبار نہیں لیکن
پستانوں کا ابھرتا، تو حموی نے ذکر کیا ہے کہ اس
سے بلوغ کا حکم نہ کیا جائے گا ظاہر روایت میں۔
یوں آواز کا ثقل بھی جیسا کہ شرح نظم الہامی ابوالسعود
میں ہے اور یوں ہی پنڈلی، بقل اور موچوں کے
بال کا حکم ہے (ت)

اور عورتوں کا عارضہ نہیں معلوم انہوں نے حیض کو کہا یا کسی اور عارضہ نسائی کو، شہادت میں ایسی گول بات نہیں لی جاتی، تاہم اتنا ضرور ہے کہ اس کا بالغ ہونا ذی علم مجوز کو تسلیم ہے جب تو اس کی توکیل پر صحت نکاح کو موقوف فرمایا ورنہ نا بالغ کی توکیل و عدم توکیل یکساں ہے اور جب یہ دونوں بحثیں ذی علم مجوز کے نزدیک طے شدہ تھیں اور بیشک ثبوت نکاح و توکیل پر کافی شہادتیں گزر گئیں، صرف شہادت توکیل میں اتنا قصور عذر مغایب مجوز باقی رہا کہ عصمت جہاں یلم کو جلال خاں کے سامنے لا کر منہ دکھا کر شناخت کرائی جاتی، اگر وہ شناخت کر دیتا مقدمہ اس روش پر جو آج کل اسلامی ریاستوں اور خود رام پور میں شائع ہو رہی ہے بہرہ وجہ مکمل ہو جاتا اور فیصلہ جتنی مدعی لازم تھا۔ بالحد فیصلہ نام تمام و ناقص اور سرسری پیش اندخت ہے، اور جتنی وجہ شہادت مدعی وثبوت دعویٰ پر اعتراض فرمائے ہیں سب بے اصل ہیں، معتدم اس تکمیل کا محتاج ہے جس کا ہم نے ذکر کیا اور اس کے بعد فیصلہ جتنی مدعی ہونا لازم۔ واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ازلاہور محلہ بانارسکیاں مرسلہ مولوی عبداللہ صاحب ڈوکی ۲۳ شعبان ۱۳۲۲ھ

سوال اول کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس صورت میں کہ جس قاضی کو تعینہ قضا از جانب سلطان وقت یا از جانب عام رعایا حاصل ہو اور وہ از جانب مقلد خود ماذون بخلافت و نیابت بھی ہو وہ قاضی حاکم عدالت شریعت کو کسی مقدمہ خاص میں یہ تحریر لکھیں حال یہ کہ وہ حاکم عدالت شریعت بھی قاضی کے ماتحتوں میں سے ایک حاکم ہے (کہ اگر ہمیشہ گان زید کا حصہ مال زید میں جو قبضہ تحقیق دلوایا جائے) اور بعد چہند روز حاکم مذکور کو یہ تحریر بھیجے کہ فلاں مقدمہ کا فیصلہ بہت جلدی کر کے حکمانہ تعلیل میرے حضور میں پیش کریں پس حاکم شریعت نے بعد تحقیقات شرعی یا اتفاق مضیقان عدالت کل مذرات مدعا علیہ دفع کر کے ہمیشہ گان زید کو مترکہ زید میں ڈگری دلائی، اب یہ امر دریافت ہے کہ اس ڈگری دلانے کو حکم قاضی کہنا چاہئے یا کیا، اور اس حکم جمع علیہ کو تا وقتیکہ خلاف کتاب اللہ و سنت مشہورہ و اجماع نہ ہو خود حاکم شریعت مذکور یا قاضی دیگر اس کا نقص کر سکتا ہے شرعاً بعد ایک زمانہ کے یا نہیں، اور اگر حاکم مذکور نے حکم مذکور نقص کر کے خلاف حکم اول حکم دے دیا تو قابل اجراء شرعاً حکم اول رہے گا یا ثانی۔

سوال دوم، ایک شخص رئیس ریاست اسلام ہے جس کو عزل و نصب اہلکار و ملائین ریاست کا اختیار حاصل ہے اور اس کو قاضی ماذون یا خلافت بھی کہہ سکتے ہیں اس رئیس نے کسی ایسے شخص کو جو اس رئیس کا نائب فی التخریر ہے یہ حکم دیا کہ یہ شخص فلاں مقدمہ کا فیصلہ شرعی کرے اس کے بعد اس نائب نے اس مقدمہ میں فیصلہ شرعی کر دیا پس یافت طلب امر یہ ہے کہ یہ نائب رئیس کے اس حکم دینے کے بعد نیابت فی القضا کا منصب ادا ہو سکتا ہے یا نہیں اور اس نائب کا حکم شرعی دیا ہوا بجائے حکم رئیس کے ہے یا نہیں، نقص اس حکم کا رئیس یا وہ خود نائب کر سکتا ہے یا نہیں؛ بقینا ترجمہ ا۔

الجواب

(۱) والی ملک رئیس خود مختار حاکم اسلام یا بحال ضرورت حسب روایات جامع الفصولین و تشریفات و رد المحتار وغیرہ اتفاق رعایا سے قاضی مطلق بنایا ہوا یا ان کا مقلد قاضی ماذون یا خلافت جس مقدمہ میں کسی اہل قضا کے فیصلہ کا حکم دے وہ فیصلہ فیصلہ قاضی شرع ہے کسی کو اس کے نقص کا اختیار نہیں مگر جبکہ اپنے مذہب مقدمہ مفتی بہ کے خلاف واقع ہوا ہو تو منقضی ہوگا بلکہ راستا صحیح ہی نہ ہوا اگرچہ خلاف اجماع نہ ہو۔ رد المحتار میں ہے،

القاضی مامور بالحقم باجماع اقوال الا صاحب
فاذا حکم بغیرہ لم یصح حلیہ

قاضی امام صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ کے صحیح ترین قول پر
حکم کا امور ہے اگر اس کے بغیر حکم کیا تو وہ حکم صحیح

ترجمہ کا۔ (ت)

درمختار میں ہے،

لا یخیر الا اذا کان مجتهد ایل المقلد مستی
خالف معتد مذہبہ لا ینفذ حکمہ و ینقض
هو المختار للفتویٰ کما بسطہ المصنف فی
فتاواہ وغیرہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

اختیار نہ ہوگا مگر مجتہد کو بلکہ مقلد جب اپنے قابل اعتماد
مذہب کے خلاف حکم کرے گا تو وہ نافذ نہ ہوگا
اور اس کو کالعدم قرار دیا جائے گا، یہی فتویٰ کیئے
مختار ہے جیسا کہ مصنف غوف نے اس کو اپنے فتاویٰ
میں بسط کیا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (د)

(۲) فی الواقع وہ حکم میں استیجار شرائط صحت منقوض نہیں ہو سکتا ہاں اگر خلاف مذہب محمد ہر رد
کر دیا جائے گا اور نفاذ نہ پائے گا فتاویٰ علامہ قاسم بن قطلوبغا میں ہے،
لیس للقاضی المقلد ان یحکم بالضعیف
ولو حکم لا ینفذ اذہ مختصراً و تمامہ فی
فتاوانہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مقلد قاضی کو جائز نہیں کہ وہ ضعیف قول پر حکم
دے اور اگر اس نے ایسا کیا تو نافذ نہ ہوگا
اے مختصراً، اور اس کی مکمل بحث ہمارے فتاویٰ
میں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (د)

مسئلہ از ریاست رام پور محلہ بطور مدرسہ محمد رفیع خاں ۱۱ شوال ۱۳۲۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بمقام عبد العلی خاں ولد محمد عمر خاں بنام محمد رفیق خاں
ولد محمد سعید خاں حاکم دیوانی نے یہ فیصلہ صادر فرمایا ہے کہ مع نقول اخبارات گواہان فریقین حاضر حاضر
ہے یہ فیصلہ شرعاً صحیح و قابل بحال ہے یا باطل و قابل منسوخ؟ بتینوا تو جہودا۔

الجواب

کاغذات نظر سے گزرے یہ فیصلہ محض محل و محل واقع ہوا، عبد العلی خاں نے وقت و جہت عند البائع
و المشتري طلب مواشیت و اشہاد کا دعویٰ کیا رفیق خاں کا جواب بیان مندرج فیصلہ ہے اس میں اس طلب کا
نہ انکار نہ اقرار بلکہ جواب دعویٰ اس امر پر مبنی ہے کہ مدعی کو قبل رجسٹری علم بالبیع ہو چکا اور اس نے
نہ فقط تسلیم کیا بلکہ صراحتاً لینے سے انکار کر دیا یہاں جو مسئلہ اسناد الی الی ضعیفی فیصلہ میں نہ کور ہوا اور اس میں
شفیع کا مدعی ہونا ذکر کیا اس مسئلہ کے فہم میں سخت لغزش واقع ہوئی طلب خصوصیت سے پیشتر کی طرف

۱۴ درمختار کتاب القضاء ۲/۲ مطبع مجتبیٰ دہلی

۱۵ رد المحتار بحوالہ فتاویٰ علامہ قاسم بن قطلوبغا کتاب القضاء دار احیاء التراث العربی بیروت ۳۲۵

اسناد علم وہ اسناد الی الماضی نہیں کہ اس قدر سے توشیح کو چارہ نہیں، اگر عین وقت خصوصیت عند العاقبہ اپنا علم بالبیع بیان کرے اور شفیع کا مدعی برشفیع باطل ہو جائے گا کہ اس نے طلب مراثیت و اشہاد دونوں چھوڑ کر طلب خصوصیت سے آغاز کیا اور طلب واحد کو تینوں طلب کے قائم مقام کیا چاہتا ہے یہ باطل و مبطل شفیع ہے کما بینہ المصوفی خیر الدین الرہلی فی الفتاوی الخیرۃ لنفع البعۃ (جیسا کہ اس کو آقا خیر الدین الرہلی نے فتاوی خیرۃ لنفع البعۃ میں ذکر کیا ہے۔ ت) بکہ وہ اسناد الی ما قبل الاشہاد ہے اگر شفیع کہے کہ اشہاد سے پہلے مجھے علم نہ ہوا تھا تو میں نے کے ساتھ مصدق ہو گا اور مشتری پر مبینہ، اور اگر کہے کہ اس سے پہلے مجھے علم نہ ہوا اور میں نے طلب مراثیت کی توشیح پر مبنیہ کما حقنہ فیما علقنہ علی رد المحتار (جیسا کہ ہم نے رد المحتار پر اپنے حاشیہ میں اس کی تحقیق کی ہے۔ ت) مگر یہاں یہ مسئلہ اصلاً زیر بحث نہیں کہ جب طلب مراثیت و اشہاد عند البائع والمشتري کا اقرار انکار دعا علیہ نے کیا یہ سکوت ہے اور مذہب اصح میں سکوت بے آفت بھی انکار ہے، درختار میں ہے ۱

لو سکت کان انکاراً فقسمة البینۃ علیہ
اذا ان یکون اخرس، اختیار
بجواز ان میں ہے،

وبہ افیت لما ان الفتوی علی قول الشافعی
فیما یتعلق بالقضائیکہ
میں نے اسی پر فتویٰ دیا کیونکہ قضا کے متعلق
امام ابو یوسف کے قول پر فتویٰ ہوتا ہے (ت)

تصویرت دائرہ میں مدلی علی حالہ مدلی رہا اور بار ثبوت اسی پر ہوا اور اتنا خود مجوز کو بھی تسلیم ہے
اگرچہ اس کی وجہ دوسری بھی تو مدار مقدمہ جینہ مدلی سے ثبوت دعویٰ پر رہا اب اس کے گواہوں پر نظر ڈالنے تو ایک گواہی بھی اصلاً اس کے مفید نہیں، سید عطاء الحق و محمد علی خاں تو بالکل خلاف دعویٰ خلاف واقع شہادت دے رہے ہیں زمین بے عمارت بیع ہوئی اور اسی پر شفیع نے دعویٰ کیا مکان مشتری نے بعد شرار بنایا اور یہ دونوں گواہ شفیع کی طلب اس لفظ سے بیان کر رہے ہیں کہ مکان

۱۵۴/۲	دار المعرفۃ بیروت	کتاب الشفعۃ	۱۵۴/۲
۱۱۵/۲	مطبع مجتہبی دہلی	کتاب الدعوی	۱۱۵/۲
۲۰۳/۶	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	"	۲۰۳/۶

محمد قویٹی خاں نے جو یہاں ہے میں نے اپنے شفیع میں ویلا اس مکان کا میں شفیع ہوں۔ فیاض خاں کہتا ہے کہ اسد علی خاں یعنی بائع نے کاغذ رجسٹرار کے سامنے پیش کیا رجسٹرار صاحب نے کاغذ پڑھ کر سہیا تو عبد العلی خاں نے کہا کہ رفیق خاں نے جو زمین بھی ہے میں نے اپنے شفیع میں لی اور بیان کرنا ہے کہ کاغذ رجسٹرار صاحب نے اول سے آخر تک مدعی مدعا علیہ کو سنایا تھا یہاں طلب شفیع کو سنائے پر تم تب کرتا ہے اور سنا نا اول سے آخر تک کہتا ہے تو مواثبات کا ثبوت درکنار ظاہر مواثبات ثبوت ہوئی غالباً انھیں وجہ سے ذی ظلم مجوز نے بھی ان میں گواہوں کو نظر انداز کیا اگرچہ نہایت قابل افسوس یہ بات ہے کہ یہ گواہان مدعی ہو کر خود ان کے مقرر اور بیان مدعا علیہ کے موافق شہادت دے رہے ہیں اسے نظر انداز کرنا قرین انصاف نہ تھا کچھ بیان اس کا مقترب آئیگا ان شائد اللہ تعالیٰ، رہے تین گواہ اور فیصلہ کا سارا دار و مدار انھیں پر ہے ان میں رجسٹرار صاحب کی گواہی تو محض کا عدم ہے وہ طلب مدعی کے وقت بائع و مشتری کا موجود ہونا ضرور بیان کرتے ہیں مگر ان فتنوں کا ذکر ان کے مصداق کا۔ شہادت وہ ہے جو اپنے علم سے نا شخصی ہو اور وہ اتنا بھی نہیں کہتے کہ بائع و مشتری اگر میرے سامنے آتیں تو ان کو شناخت کروں گا بلکہ اسے بھی اس شرط پر مشروط کرتے ہیں کہ اگر یاد آئے تو شناخت کروں گا پھر مدعی نے نہ ان سے شناخت کرنے کی کوشش کی نہ ظاہر ہوا کہ انھیں یاد آئے یا نہیں تو ایسی گواہی محض پادریہا ہے وہ وقت رجسٹری نسبت حاضری تسلیم مشتری ہرگز اس کا اقرار نہیں کرتا کہ شفیع نے میرے سامنے طلب کی رجسٹری امر آئی نہیں امر مہد زمانی ہے اس ناقص گواہی کی تکمیل ذمہ مدعی تھی، وکلائے مدعا علیہ پر کیا ضرور تھا کہ گواہی مدعی کے رفع نقصان کی درخواست کرتے تو فیصلہ کی یہ تحریر کہ رجسٹرار صاحب کی بابت نسبت شناخت عاقدین کے دلیل مدعا علیہ کوئی درخواست پیش نہیں کی اور سکوت کیا تو یہ سکوت دلیل تسلیم کی ہے نہایت عجیب ہے جب گواہی مخالف میں صریح نقص موجود ہے تو سکوت اس بنا پر ہو گا کہ وہ خود ہی ناقص و نامکمل ہے ہیں اس میں گفتگو کی کیا حاجت، نہ یہ کہ سکوت کیجئے تو ناقص کو کامل مان لیجئے یہ کون سا قاعدہ عقل یا نقل کا ہے، نہیں نہیں بلکہ یوں کہتے کہ گواہی محض نامکمل تھی اور اس کی تکمیل اپنے تفسیح کے لئے مدعی پر لازم تھی تو مدعی کا سکوت صاف دلیل ہے کہ وہ اس کی تکمیل سے عاجز تھا یا کم از کم اس کو مکمل کرنا نہ چاہا اور ناقابل اسناد رکھا بلکہ غور کیجئے تو غالباً صاف ثابت ماننا پڑے کہ رجسٹرار صاحب کو نہ عاقدین یاد آئے نہ ان کی شناخت کر سکے، اظہار اس سے ظاہر ہے کہ وہ بوجہ عاقدین لئے گئے مقتد گواہوں نے ان حاضرین کو اشارہ سے بتایا رجسٹرار صاحب اگر پہچان سکتے تو صاف کہتے کہ وہ دونوں یہ میرا مولوی نعمت اللہ نے اتنا بھی نہ کہا کہ طلب مدعی کے وقت بائع و مشتری موجود تھے صرف اس قدر کہا کہ یہ یاد نہیں کہ سوا ملازمین رجسٹری اور بائع و مشتری اور عبد العلی خاں کے کوئی اور اس وقت تھا یا نہیں

قطع نظر اس سے کہ یہاں بائع و مشتری مستثنیٰ میں ہیں اور مجبور وغیرہ کے نزدیک مستثنیٰ سکوت غرض ہوتا ہے اور سکوت بیان نہیں تو بائع و مشتری کی نسبت گواہ کو کچھ یاد ہونا اصلاً ثابت نہ ہوا یہاں جب گواہ سنے یہ کہنا کہ یاد نہیں کر کوئی اور تھا یا نہیں، تو اس "یا نہیں" نے حکم کو مردود کر دیا اور یہ استثناء حکم مردود سے ٹھہرا جس کا حاصل یہ ہوا کہ مستثنیٰ لوگوں کی نسبت احد الامرین یاد ہے، ہوتا یا نہ ہوتا نہ یہ کہ خاص ہوتا یا نہ ہے، اس کی توزیع یوں ہو سکتی ہے کہ طرزیں رجسٹری کی نسبت جو نایاد ہو اور بائع و مشتری کی نسبت نہ ہوتا پس دونوں مذہب پر یہ شہادت بالاتفاق محل و ناکافی ہے معذرا مولوی غوث احمد کا بیان مراضہ دہی و دیگر گواہان مدعی کی تکذیب کرتا ہے وہ لفظ طلب یہ بیان کرتا ہے کہ صاحب مرقم گواہ رہنا کہ یہ بعد میں نے اپنے شفیع میں لیا اور صاف تصریح کرتا ہے کہ یہ لفظ کے تحت یعنی نقل بالمعنی نہیں نقل باللفظ ہے اور اسی پر قناعت نہ کی بلکہ صریح صحر کر دیا کہ یہی لفظ کے تحت حالانکہ مدعی و دیگر گواہان سب کے بیان میں لفظ طلب ان کے غیر اور ان سے زائد ہیں، نیا مدعی غاں کی گواہی اگر صاف بھی ہوتی تو ایک تنہا کیا قابلِ سماعت تھی مگر اس نے صحت علی غاں کہا ہے مجدد اسم کے سوا کوئی تیسرے تین تیز کا بیہوش نہ کیا نہ وقت اظہار اس کو اشارہ سے بتایا یہ اعتراض نہ تھا اس پر بلکہ باقی سب گواہوں پر بھی ہے فریقین میں کسی نہ کسی کی تیسری ہر ایک کے اظہار میں متروک نہ ہوئی ہے اور شرط ایسی نامعین گواہی معتبر نہیں، لہذا کرام تو حاضر پر اشارہ شرط بتاتے ہیں۔ مانگیری میں ہے،

يحتاج في الشهادة على المحاضر الى الاشارة الى المدعى عليه والمدعى الآخر۔
کسی حاضر پر اشارہ ضروری ہے الخ (ت)۔

اور آج کل عامیانہ روش میں جو تو صیغہ بلفظ مدعی و مدعا علیہ پر قناعت کی جاتی ہے ان شہود سنے یہ لفظ بھی بعض فریقین کی نسبت نہ کے تو صرف نام کیا کافی ہو سکتا ہے عبید اللہ علی غاں ہزاروں ہیں بالکل گواہان مدعی میں اصلاً کوئی گواہی قابلِ سماعت نہیں تو یہاں اس مسئلہ سے استناد کہ جینہ مشتری سے جینہ شفیع ادلی ہے محض باطل و بے معنی ہے پہلے جینہ جو بھی قلم جب قوا اولیت و عدم اولیت میں بحث کی جائے۔ علاوہ بریں روایات منقولہ فیصلہ اس صورت میں ہیں کہ جب یہ دعویٰ طلب کرے اور وہ انکار کرے اس کو علم ہوا اور طلب نہ کی فیصلہ میں درختار سے نقل کیا۔

انکار مشتری طلب المواشاة فانه يحلف
علم المدعى والمنكر طلب
مشتری نے مواشاة کے طلب سے انکار کیا تو
علم کے متعلق حلف لیا جائے اور اگر گواہی کے

الاشهاد حلف علی البينات ولو برہی قبینۃ
الشفیع الحق ین
طلب سے انکار کرے تو قبینہ پر حلف لیا جائے اور
اگر قبینہ پیش کریں تو شفیع کا قبینہ ادا
ہوگا۔ (ت)

نیز نفل کیا

مشتري ميگويد کہ توروز چيشنبہ دانست و طلب
نکرده قول قول مشتري بود لانه ينکر الطلب
والبينۃ علی الشفيع ین
مشتري کتاب سے تو نے جرات جان لیا اور مطالبہ
کیا تو مشتري کا قول مقبر ہوگا کیونکہ وہ طلب
کا منکر ہے اور بینہ شفیع پر ہے۔
(ت)

نیز عالمگیری سے لکھا

اقام المشتري بينۃ ان الشفيع علم
بالبیم ولم يطلب الشفعة و اقام
الشفيع البينۃ انه طلب حین علم
فالبينۃ بينۃ الشفيع ین
مشتري نے گواہی پیش کی کہ شفیع نے بیع کا
علم ہونے کے باوجود شفیع کا مطالبہ نہ کیا
اور شفیع نے گواہی پیش کر دی کہ اس نے علم
ہو جانے پر شفیع کا مطالبہ کیا ہے تو شفیع کی
گواہی مقبر ہے۔ (ت)

اسی طرح بقیہ عبارت میں تصویر مسئلہ دعوی طلب و انکار طلب میں ہے اور اس کی وجہ ظاہر ہے
کہ نفی مجرور پر گواہی مقبول نہیں فان البينات للاشبات کہا اشبتہ الاشۃ الاشبات (تو بیشک شہادت
اشبات کیلئے ہوتی ہے جیسا کہ ان کے مکثبات کرنا ہے) مگر یہاں مشتري یا اسکے گواہوں نے صرف انکار طلب پر قناعت
نہ کی بلکہ صاف یہ کہا کہ بعد بیع شفیع کو اطلاع دی گئی اور اس نے لینے سے صریح انکار کیا یہ شہادت نفی نہیں
شہادت اشبات ہے اور اس کی تادیب مقدم ہے اور گواہی گواہان شفیع اس کے معارض نہیں ہو سکتی
ای کا علم اس قدر محیط ہے جتنا شفیع سے وقت رجسٹری صادر ہوا انھوں نے برگزہ کہا کہ اس پہلے شفیع نے لینے سے
انکار نہ کیا تھا یا شفیع اس پہلے علم بالبیع ہوا تھا اور وہ ایسا کہہ سکتے تھے اور اگر کہتے تو مقبول شہادت ہو تا کہ اب انکی شہادت شہادت

سے در مختار	کتاب الشفعة	مطبع مجتبائی دہلی	۲۱۶/۶
سے فتاویٰ ہندیہ	باب الثالث	نورانی کتب خانہ پشاور	۱۴۴/۵

علی النقی ہوتی وانما البینات للاثبات (حالانکہ گواہی اثبات کیلئے ہوتی ہے) یہاں اگرچہ کلام بروحیہ دیگر ممکن مگر مقصود یہ ہے کہ روایات منقولہ فیصلہ یوں بھی صورت مقدمہ سے جدا ہیں نظر روئے اظہار یہی ہے کہ واقعہ میں شفعیہ کو پہلے سے علم ہو چکا تھا اب کہ نگاہِ عوام میں وقعت دعویٰ پیدا کرنے کے لئے اس کا منتظر ہوا کہ جب بینامہ رجسٹری میں پیش ہو تو رجسٹرار کے سامنے طلب بجائے تاکہ ایک قیمتی گواہ طلب کامل جائے ثنۃً خالصہ اسی میں اسی وقت حکمہ رجسٹری میں پہنچا جبکہ بینامہ رجسٹری دینے کو تھا اگر اسے پہلے سے کلام نہ تھا تو خالص بن کر بارگاہ وقت کی تعین کسی الہام کے ذریعہ سے ہوئی یا خواب سے اور خود اس کے گواہوں سے دو گواہ صاف بتا رہے ہیں کہ پیش از طلب اسے علم ہو لیا تھا، سید عطار الحق نے کہا کہ عبد العلی خاں قبل پیش ہونے بینامہ کے گھنڈہ بھرا دی یہ کہہ گئے تھے کہ میں طلب شفعہ کروں گا، محمد علی خاں کہتا ہے رجسٹری کے حکم کے باہر مجھ سے عبد العلی خاں نے کہا تھا کہ میں طلب شفعہ کروں گا، مشغوعہ کا کاغذ آج تصدیق ہو گا ایسی صریح باتوں کو جن سے خود گواہان مدعی بطلان شفعہ کی شہادت دے رہے ہیں نظر انداز کرنا بہت نامناسب تھا اس فیصلہ کے بطلان پر اور بھی وجوہ ہیں مگر جس قدر مذکور ہوا اظہار حق کہنے ان شاء اللہ تعالیٰ کافی و کافی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ از ریاست رامپور محلہ گھیر فتح محمد خاں مرسلہ سعید الرحمن خاں ۲۰ شعبان ۱۳۲۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین بیچ اس مسئلہ کے کہ مستحق زید نے جو مسلمان ہے مستحق بکر کے پاس جو ہندو ہے زیور فقری و زنی دو صد روپیہ بھر بالعرض ایک سو پندرہ روپیہ کے بشعر سود فیصدی دو روپیہ ہوا رہی کیا بکر نے جانچ و زن زیور کا کر کے فقری سمجھ کر رکھ لیا اور زر سود زید بکر کو ماہ بماء ادا کرتا رہا، اب جو زید نے بکر پر عدالت میں دعویٰ انفکاک زمین با داسے ایک سو پندرہ روپیہ زید رہی کے کیا تو بکر یہ عذر کرتا ہے کہ وہ زیور مر جو نہ فقری نہیں تھا بلکہ قسم جرمن سسلور کا تھا جو نہایت کم قیمت جنس بمقابلہ فقرہ کے ہے مگر بکر نے کوئی شہادت اس بارہ میں پیش نہیں کی زید کی طرف سے جو گواہ گزرے ہیں وہ متفق اللفظ زیور کا فقری ہونا بیان کرتے ہیں البتہ تفصیل زیور میں کچھ اختلاف بیانی ہے جو اس وجہ سے قابل لحاظ نہیں ہے کہ حسب دعویٰ زید زیور کا و زنی دو صد روپیہ ہونا مسئلہ بکر ہے۔ بکر کو صرف عذر قسم زیور یعنی فقرہ و جرمن سسلور ہونے میں ہے عدالت نے بلا کسی شہادت کے قول مرغن کو تسلیم کر کے فیصلہ دیا ہے جس کی نقل شامل استفتاء چڑا ہے اور زید نے بنا راضی اسی فیصلہ عدالت کے مزانعہ عدالت بالادست کیا ہے نقل وجوہات اپیل بھی منسلکہ استفتاء چڑا ہے بعد از حفظ فیصلہ عدالت دو وجوہات اپیل جبکہ فقہی تحریر فرمائیے کہ فیصلہ عدالت جو بکر الہ ایک روایت فقہ کے ہے صحیح و درست ہے یا غیر صحیح اور قابل منسوخی ہے یہ طوعاً فرمایا جائے کہ مرتبیں ہندو اور راہن

مسلمان ہے اور حسب رواج بازار جو کوئی زیور دہن رکھتا ہے اول جانچ اس کی بخوبی کر لیتا ہے کہ وہ کس قسم کا ہے اور کس مالیت کا ہے بوقت دہن مہر میں نے جانچ کر کے اور اس کو قسم فقرہ تسلیم کر کے دہن کیا تھا فقط۔

الجواب

فیصلہ نظر سے گزرا، سخت افسوس کے ساتھ کہا جاتا ہے کہ باستثنا اتنی بات کے کوئی علم فاضل مجز نے اس میں دو تحقیق قائم فرما کر ختم دوم خلاف مدعا علیہ تجویز فرمائی، باقی وہ سرتاپا باطل و خلاف شرع واقع ہوا، نتیجہ یہ ہیں۔

(۱) آیا مدعی نے زیور فقرہ مندرجہ عرض دعویٰ بعوض ماحضہ مدعا علیہ کے پاس دہن رکھا تھا کہ اب تک برقبضہ مدعا علیہ ہے، اب مدعی برادائے ماحضہ زیور طلب کرتا ہے ہاں جو اقرار تک نہیں کرتا ثبوت ذمہ مدعی۔

(۲) آیا زیور جرمی سلور کا تھا فقرہ کہہ کر مدعا علیہ کو دھوکا دے کر ماحضہ رے نے ثبوت ذمہ مدعا علیہ۔

نتیجہ اول کو فاضل مجز نے تین درجہ سے خلاف مدعی فیصلہ کیا،

وجہ اول جہالت شہادت کہ کسی شہادت سے تفصیل زیور مطابق عرضی دعویٰ بقسید وزن و قیمت ثابت نہیں جس کا اظہار مدعی ضروری ہے۔
وجہ دوم اختلاف باہمی شہود اور وہ دو ہیں،

(۱) پہلے گواہ نے مدعی کا دکان مدعا علیہ پر بہم راہی شفیق خاں آتا نہیں بیان کیا، گواہ نے دکان مدعا علیہ کا آتا بہم راہی شفیق خاں بیان کیا ہے، حالانکہ جلسہ واحد کے گواہ ہیں۔

(۲) گواہ نے ایک کاندہ مدعی کا لکھنا اور مدعی نے اس کے خلاف مدعا علیہ کا ایک رقمہ فارسی میں اپنے ہاتھ سے لکھ کر مدعی کو دینا تحسیر کر لیا ہے حالانکہ مدعا علیہ فارسی لکھنا نہیں جانتا، نہ مدعی نے مدعا علیہ کا رقمہ لکھنا عرضی دعویٰ نہ اظہار میں لکھایا بلکہ مدعی نے اپنے اظہار میں ایک شخص غیر سے رقمہ لکھنا مدعا علیہ کا استدرازی اپنا بیان کیا ہے حالانکہ توافق درمیان شہادت کے شرط ہے۔

وجہ سوم تناقض دعویٰ کہ مدعی نے جو تفصیل زیور عرضی دعویٰ میں تحریر کی اس کو مالیتی دوسروں پر یہ تحریر کی اور جو وزن ہر عدد کا تحریر کیا از روئے میزان کل زیور ماحضہ بھر ہوتا ہے اور جو

بیان مدعی عدالت میں تحریر جو اس میں وزن زیور دو سو روپیہ بھر ہونا لکھا یا ہے لغوی سیاق
مدعی بد اہتہ واضح ہے کہ فی زمانہ زیور فقہ دو سو روپیہ بھر قہمتی دو سو روپے کا کسی عنوان نہیں
ہو سکتا۔ یہ ہیں نتیجہ دوم کو خلاف مدعا علیہ فیصل فرمایا اور تصریح کی کہ امر مذکور بحق مدعا علیہ
غیر ثابت ہے کہ اس قول کی کہ مدعی زیور جرم سلسلہ فقرتی ظاہر کر کے دہن رکھا کوئی شہادت منجانب
مدعا علیہ نہ گزری نہ مثل آمدہ فوجہ داری میں کوئی ثبوت قول مدعا علیہ کا ہے اس وجہ سے کہ مصل ذکر
بر بنائے عدم پیروی خارج ہوتی ہے۔ تنقیح کی نسبت یہ تجویزیں دیکھ کر فرمایا لیکن چونکہ مدعا علیہ کو
اقبال ہے کہ مدعی زیور وزنی دو سو روپیہ بعض ماحضہ دہن رکھ کر روپیہ لے گیا مگر زیور
مرہونہ جرم سلسلہ کا ہے اور مدعی کو دعویٰ ہے کہ میں نے زیور چاندی کار کا یعنی خیر اس کے جو
عدالت میں مدعا علیہ نے پیش کیا قولاً تصفیہ یہ ہے کہ بصورت عدم ثبوت قول فریقین بحالت اقبال
فریقین بصراحت مذکورہ کس کا قول لائق اعتبار ہے، مسئلہ یہ ہے کہ جس ایسے دعویٰ میں کہ راہن کہے
میں نے زیور اس کا غیر رہی رکھا ہے اور مرتبہ لکھی رکھا ہے، قول مرتبہ معتبر ہے کہ وہ قابض
ہے (ترجمہ در مختار جلد رابع ص ۴۸۰) چونکہ نفس دہن و تعداد زر رہن میں اختلاف نہیں پس جبکہ
قول مرتبہ معتبر ہے مگر بخلت نہیں یہاں استدعا مدعا علیہ کی نسبت اخذ حلف مدعی کے نہیں تو
قابل نفاذ حکم حسب قول مدعا علیہ زیور مرہونہ یہی جرم سلسلہ کار با جو بادائے ماحضہ دعویٰ مدعی
لائق ڈگری ہے بنا براں حکم ہوا کہ دعویٰ مدعی واسطے دلائے جائے اسی زیور موجودہ
کے بادائے ماحضہ کے بحق مدعی ڈگری ہو انتہی تمام تجویز و فیصلہ کا حاصل
اسی قدر ہے، اس میں نتیجہ دوم خلاف مدعا علیہ تجویز ہونا ضروری و بجائے باقی تمام تجویز میں براہ بشریت
غلطی ہوئی۔ نتیجہ اول کو خلاف مدعی تجویز فرمانے کی تینوں وجہیں محض ناکافی۔ تناقض دعویٰ جس کا فرد
خود جانب مدعی عائد ہو ہرگز مانع صحت دعویٰ نہیں، پہلے وہ زیور فقہ وزنی ماحضہ کا مدعی تھا پھر صرف
وزنی ما بیان کیا اس میں اپنے ہی لئے ماحضہ بھر چاندی کی کی کر لی اسے جو مرہون رکھتے ہیں نہ تناقض

جس کا حاصل یہ کہ اب اس کا دعویٰ صرف دوسروں پر ہی موقوف ہے جو غور فقرہ کی نسبت زیادہ کا دعویٰ متروک ہو گیا نہ کہ تمام وکال باطل ہو گیا۔ جامع الفصولین جلد اول ص ۱۳۵ میں ہے ۱

التناقض على نفسه لا يمنع صحة الدعوى
لأنه ادعى ادلا حاكما المال لنفسه ثم
ادعى بعضه فقد ادعى النقص من الاول
فتسرع له

اپنے معاملہ میں تناقض صحت دعویٰ کے لئے مانع
نہیں ہے اس لئے کہ پہلے کل مال کا دعویٰ اپنے لئے
کیا پھر بعض مال کا تو یہ پہلے مال سے کم ہے تو
قابل سماعت ہو گا۔ (ت)

ایضاً ص ۱۳۴

ادعاء مطلقا فقال المدعى عليه ف
دفعه انه كان ادعاء بسبب فقال المدعى
انا ادعيه الآن بذلك السبب و تركت
دعوى الملك المطلق تسرع دعواه ثانيا
ويبطل المدعى له

کسی نے مطلقاً دعویٰ کیا تو مدعی علیہ نے دفعہ میں
کہا اس نے تو سبب سے متعلق دعویٰ کیا تھا
اس پر مدعی نے کہا میں اسی سبب کے متعلق دعویٰ
کر رہا ہوں اور پہلا مطلق دعویٰ ترک کرتا ہوں
تو سماعت دوبارہ ہو گی اور مدعی علیہ کا دفاع
باطل ہو جائیگا۔ (ت)

ایضاً ص ۱۳۵

ادعى عليه اربعة اشياء سماها فانكر فخلعت
ثم قال المدعى كنت اخذت الاثنين من
الاسبعة وبرهن على الاثنين تقبل له

ایک نے دوسرے پر چار چیزوں کا دعویٰ کیا وہ عاقل
نے انکار کر دیا اور قسم اٹھائی، پھر مدعی نے دعویٰ میں
کہا کہ میں نے دو چیزیں چار میں سے لے لی تھیں اور
باقیمانہ پر دو گواہ پیش کئے تو گواہی قبول ہو گی (ت)

ایضاً ص ۱۳۵

التناقض انما يمنع اذا تضمن البطلان حق
على احد

تناقض اس وقت مانع ہو گا جب اس سے کسی کا
کسی پر حق باطل ہوتا ہو۔ (ت)

۱۵۳/۱	۱۲۴/۱	۱۲۵/۱	۱۲۵/۱	۱۲۵/۱
اسلامی کتب خانہ کراچی	"	"	"	"
"	"	"	"	"
"	"	"	"	"
"	"	"	"	"

فتاویٰ غلامی ہے :

24

ادعی علی آخر نصف دار معین ثم ادعی بعد
ذلك جميع الدار لا يسمع وعلی القلب
یسمع

عالمگیری جلد چہارم ص ۲۵۰

لو ادعی انہالہ ورثہا من ابیہ ثم ادعی
ہو مع اخر انہما ورثاها من المیت و

ایک نے دوسرے پر کسی معین دار کے نصف کا دعویٰ
کیا پھر کل دار کا دعویٰ کر دیا تو یہ دعویٰ قابلِ سماعت
نہیں، اگر اس کا عکس ہو تو قابلِ سماعت ہوگا۔

کسی نے ایک جیل کے متعلق دعویٰ کیا یہ میری ہے
اور مجھے والد کی دراشت میں ملی ہے پھر اس نے

عہ و الصواب انہ یسمع فی الوجهین
جميعا الا اذا كان قال وقت دعوی النصف
لاحق لی فیہا سوی النصف فحينئذ
لا تسمع دعویا لا جميعا کذا فی المحيط
ہندیۃ ، اقول وذلک لکننا نقض الصوریۃ
بین قولیہ وقد عاد یدعی اکثر مما ادعی
اولا فبطل القولان بخلاف ما اذا ادعی
اولا جميع الدار ثم ادعی نصفها و قال
لاحق لی فیہا سوی النصف حیث تقبل
الدعوی الثانیۃ لانه من یاب ترک بعض
الدعوی والتناقض علی نفسه لا یضر
صحۃ الدعوی کما اصحناک من جامع
الفصولین ۱۲ منہ ۔

محکم درست یہ ہے کہ دونوں صورتوں میں قابلِ سماعت
ہے ہاں اگر نصف کے دعویٰ کے وقت یہ کہہ دیا ہو
کہ باقی میں میرا حق نہیں تو اس صورت میں دونوں
دعویے قابلِ سماعت نہ ہوں گے، جیسا کہ محیط میں
ہے اح ہندیہ میں کہتا ہوں یہ اس لئے کہ اس
صورت میں اسکے دونوں قول میں تناقض ظاہر ہے کہ
پہلے دعویٰ کے مقابلہ میں دوسرے میں زیادہ کا
دعویٰ ہے لہذا دونوں قول باطل ہوں گے اس کے
برخلاف جب پہلے کل دار کا دعویٰ ہو اور بعد میں
نصف کا اور ساتھ ہی کہہ دیا ہو کہ باقی میں میرا حق
نہیں ہے تو دوسرا دعویٰ قبول کیا جائے گا کیونکہ
پہلے دعویٰ کے بعض کو اس نے ترک کر دیا جبکہ
اپنے حق میں تناقض صحت دعویٰ کو مضر نہیں ہے

جیسا کہ قبل ازیں ہم نے آپ کو جامع الفصولین سے سنایا ہے ۱۲ منہ (ت)

۸۹/۴

مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ

سے غلامہ الفتاویٰ کتاب الدعویٰ الفصل الاول

۶۰/۴

نورانی کتب خانہ پشاور

الباب الثامن

سے فتاویٰ ہندیہ

اقاموا البينة على ذلك فقبل كذا ف
الخلاصة: یہ کسی دوسرے کے اشتراک سے دعویٰ کیا کہ یہ

حلی ان دونوں کو میت سے وراثت میں ملی ہے

اور اس پر انھوں نے گواہی پیش کر دی تو گواہی مقبول ہوگی۔ غلط صریح اسی طرح ہے۔ (ت)

مدعی کی گواہی بھی ہرگز ثابت نہیں چاندی کا نرخ کم ہونا اسے مستلزم نہیں کہ دوسروں کے کا قیمتی

نہ ہو سکے کیا صنعت کوئی چیز نہیں، کیا اس سے شے کی مالیت اضعافاً مضاعفہ نہیں ہو جاتی، دہلی کے

سادہ کاری کے چھٹے انگوٹھیاں نو گئے تقویۃً و زنی میں جواب کے مثل ہوتے ہیں اور قیمت کس درجہ زیادہ۔

ولہذا اشتراک ہے کہ ان کی زکوٰۃ خلاف جنس سے دی جائے تو قیمت صناعی کا اعتبار ہو گا نہ کہ وزن کا

معراج الدراریہ و نہر الفائق و رد المحتار وغیرہ میں،

لہ ابرق فضة و زنه مائتان و قیمتہ

ثلاثمائة۔ یہ کسی کا چاندی کا کوزہ جس کا وزن دو سو درہم ہے

اور اس کی قیمت تین سو درہم ہے (ت)

نیز جامع الرموز و شامی وغیرہ میں،

ابرق فضة و زنه مائة و درهم و قیمتہ

بصناعته مائتان۔ یہ چاندی کا کوزہ وزن سو درہم اور اس کی بناوٹی قیمت

دو سو درہم ہے۔ (ت)

و غیر ذلک تصریحات فقہائے کرام دیکھنے سے معلوم ہو سکتا ہے کہ سوروپے بھر زور کی بھی قیمت دوسروپے بلکہ

زائد ہو سکتی ہے نہ کہ دوسروپے بھر کی قیمت دو سوروپے ہونا محال ٹھہرے، اختلاف گواہان کی وجہ

اولیٰ تو سخت عجیب ہے، شفیق خاں کا اس وقت ہمراہ مدعی ہونا اگر ایک گواہ نے بیان کیا تو دوسرے نے

اس سے انکار تو نہ کیا کہ باہم اختلاف گمان کیا جائے اسے اصل مقدمہ سے کیا فعلی تھا جس کا بیان ہر

گواہ پر لازم ہوتا ہے اور بطریق باطل اگر لازم ہوتا بھی تو دوسرے کا بیان بوجہ ترک امر ضروری ناقص ٹھہرنا

اختلاف شہادت اس وقت بھی نہ کہہ سکے کہ ذکر عدم ذکر تخالف نہیں بلکہ ذکر و ذکر عدم، ہم بار بار فیصلہ

ریاست کے ایسے خود قرار دادہ اختلاف پر بحث کر چکے اور آیات قرآنیہ سننا چکے ہیں کہ ایک ہی قصے

کے بیان میں رب عز و جل نے ایک جگہ ایک بات ذکر فرمائی دوسری جگہ ترک فرمائی کیا معاذ اللہ اسے قرآن عظیم

سہ خاوی ہندیہ کتاب الدعوی الباب الثامن فورانی کتب خانہ پشاور ۴/۷۱

رد المحتار کتاب الزکوٰۃ باب زکوٰۃ المال داراجیاء التراث العربی بیروت ۲/۳۶

مکملہ جامع الرموز کتاب الزکوٰۃ مکتبہ اسلامیہ کتب خانہ قاسم ایران ۴/۳۱۱

رد المحتار کتاب الزکوٰۃ باب زکوٰۃ المال داراجیاء التراث العربی بیروت ۲/۳۶

کا اختلاف قرار دیا جائے گا حالانکہ رب عزوجل فرماتا ہے :

افلا يتدبرون القرآن ولو كان من عند غير الله لوجدوا فيه اختلافا كثيرا۔
کیا قرآن میں تدبر نہیں کرتے اگر یہ غیر اللہ کی طرف سے ہوتا تو وہ اس میں کثیر اختلاف پاتے۔ (مت)

اور اس کی تولا کھوں مثالیں طیس کی کر بہت باتیں جو قرآن عظیم نے ذکر قصص میں ترک فرمائیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و صحابہ کرام نے بیان فرمائیں، کیا یہ اللہ و رسول کا اختلاف بیان ٹھہرے گا و الیہا ذبا اللہ تعالیٰ اختلاف دوم کی بھی حالت اسی کے قریب ہے گواہ اول نے مدعی کا ایک کاغذ لکھا بیان کر کے صاف کہہ دیا کہ یا دہ نہیں کس نے لکھا تھا تو وہ اس کے کلام میں ذکر تحریر کا لعدم ہو گیا ایک شخص کے زیر نے فلاں کام کیا دوسرا لکھا یا دہ نہیں کس نے کیا تو اس میں کیا اختلاف بیان ہوا، معذرتاً اگر اس کا وہی قول لیجئے کہ مدعی نے ایک کاغذ لکھا تو اس کے کلام میں یہ کہاں ہے کہ مدعی علیہ نے کچھ نہ لکھا اس کا ترک ذکر ہے نہ ذکر نفی اور گواہ دوم مدعی علیہ کا ایک رقمہ لکھنا بیان کر کے کہتا ہے اور کوئی رقمہ نہیں لکھا گیا تھا یہ بظاہر اس قہر پر ہے کہ گواہ اول کے بیان میں مدعی کا کاغذ لکھنا بالجزم فرض کر لیں اختلاف نہ کر وہ فیصلہ سے زیادہ اختلاف محرم ہو سکتا ہے کہ وہاں اثبات تھا اس میں نفی ہے مگر ذی علم فاضل مجوز نے اسے قلم انداز فرمایا اور وہ جو اختلاف میں نہ لیا اور ایسا ہی چاہئے تھا کہ یہاں اثبات و نفی ایک شے پر وارد نہیں جس سے اختلاف پیدا ہو عرف نام سے آگاہ جانتا ہے کہ ایسی جیسے رقمہ صرف اس کاغذ کو کہتے ہیں جو سند کے لئے بطور حاکم و دستاویز تحریر ہو جائے گواہ اول نے لفظ رقمہ نہ لکھا کہ وہ رقمہ سے عام ہے اور خاص کی نفی عام کی نفی کو مستلزم نہیں، ممکن کہ عام و دوسرے فرد کے ضمن میں متحقق ہو یعنی مدعی نے کوئی رقمہ لکھا ہو بلکہ اور کوئی کاغذ مثل یادداشت فہرست زیور وغیرہ تحریر کیا ہو، اس میں کیا تناقض ہوا، ذی علم مجوز کا یہ فرمان کہ سالانہ مدعی علیہ فارسی لکھنا نہیں جانتا معلوم نہیں کس بنا پر ہے کیا مدعی علیہ کا زبان انکار ہوا وہ مان لیا یا اس کی نفی پر کوئی شہادت گزری حالانکہ ایسی نفی پر شہادت اصلاً مسوع نہیں، شخص غیر اور خود مدعی علیہ کے نیکے میں کیا منافات ہے اگر اطہار گواہ دوم میں یہ لفظ کہ اپنے ہاتھ سے لکھا نہ ہو جب تو ظاہر ہے کہ لکھوانے کو لکھنا کہنا برا بربوت شائع ہے خود اسی فیصلہ میں مجوز نے فرمایا کہ مدعی نے تفصیل زور و مرضی مدعی میں تحریر کی وزن ہر عدد کا تحسیر کیا حالانکہ عرضی مدعی غالباً دیکھتے ہیں نہ کہ خود مدعی۔ اور اگر اظہار میں اپنے ہاتھ سے لکھنے کا ذکر ہے جب بھی کیا دونوں کا لکھنا جمع نہیں ہو سکتا۔ کیا اکثر ایسا نہیں ہوتا کہ آدمی خود مسودہ کر کے جس کے متعلق ہے

اقام البينة فشهد الشهود بامت له
طريقا في هذه الدلائل ان شهادتهم
وان لم يجدوا الطريق لان الجهالة
انما تمنع قبول الشهادة اذا تعذر القضاء
بها وهما لا يتعذر فان عرض الباب
العظيم يجعل حكما لمعرفة الطريق
ام مختصرا.

دعوی کیا اور اس پر گواہ پیش کئے تو گواہوں نے
گواہی دے دی کہ اس جوہلی میں اس کا راستہ ہے
تو یہ شہادت جائز ہے اگرچہ جوہلی میں راستہ موجود
نہیں پاتے، کیونکہ جہالت و بخل شہادت کی قبولیت
میں مانع ہوتی ہے جب وہ قضا کو متعذر بنا دے
جبکہ یہاں متعذر نہیں ہے کیونکہ بڑے دروازے
کی چوڑائی سے راستے کا فاصلہ معلوم ہو سکتا ہے
ام مختصرا۔ (دست)

اسی میں ہے،
قدمت ما هو الاظهر الاشهر
مطلوبی دروالمختار میں ہے،
قدمه قاضی خان فکان هو المعتمد
قاضی نے اس مسئلے کو پختہ ذکر کیا ہے لہذا
میں قابل اعتماد ہے (دست)

عالمگیری میں ہے،
الاصح ان هذه الشهادة مقبولة على
كل حال كذا في المحيط
اور یہاں طریق حکم واضح ہے جسے عنقریب بیان کریں گے ان شاء اللہ تعالیٰ ظاہر ہے کہ شہادت
اس مسئلے کے درکار ہوتی ہے جس میں فریقین مختلف ہوں نہ کہ اس کے لئے جس میں اتفاق ہو
ایک سو پندرہ روپے کے عوض زیور دہن رکھا جانا اور اس کا وہ مورد ہے بھروزن میں ہونا مگر تن کو
خود قبول ہے تو وزن پر شہادت کی اصلا حاجت نہ تھی اختلاف اس میں تھا کہ زیور چاندی کا تھا یا

۵۱/۳	۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹	۱۰	۱۱	۱۲	۱۳	۱۴	۱۵	۱۶	۱۷	۱۸	۱۹	۲۰	۲۱	۲۲	۲۳	۲۴	۲۵	۲۶	۲۷	۲۸	۲۹	۳۰	۳۱	۳۲	۳۳	۳۴	۳۵	۳۶	۳۷	۳۸	۳۹	۴۰	۴۱	۴۲	۴۳	۴۴	۴۵	۴۶	۴۷	۴۸	۴۹	۵۰	۵۱	۵۲	۵۳	۵۴	۵۵	۵۶	۵۷	۵۸	۵۹	۶۰	۶۱	۶۲	۶۳	۶۴	۶۵	۶۶	۶۷	۶۸	۶۹	۷۰	۷۱	۷۲	۷۳	۷۴	۷۵	۷۶	۷۷	۷۸	۷۹	۸۰	۸۱	۸۲	۸۳	۸۴	۸۵	۸۶	۸۷	۸۸	۸۹	۹۰	۹۱	۹۲	۹۳	۹۴	۹۵	۹۶	۹۷	۹۸	۹۹	۱۰۰
۵۱/۳	۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹	۱۰	۱۱	۱۲	۱۳	۱۴	۱۵	۱۶	۱۷	۱۸	۱۹	۲۰	۲۱	۲۲	۲۳	۲۴	۲۵	۲۶	۲۷	۲۸	۲۹	۳۰	۳۱	۳۲	۳۳	۳۴	۳۵	۳۶	۳۷	۳۸	۳۹	۴۰	۴۱	۴۲	۴۳	۴۴	۴۵	۴۶	۴۷	۴۸	۴۹	۵۰	۵۱	۵۲	۵۳	۵۴	۵۵	۵۶	۵۷	۵۸	۵۹	۶۰	۶۱	۶۲	۶۳	۶۴	۶۵	۶۶	۶۷	۶۸	۶۹	۷۰	۷۱	۷۲	۷۳	۷۴	۷۵	۷۶	۷۷	۷۸	۷۹	۸۰	۸۱	۸۲	۸۳	۸۴	۸۵	۸۶	۸۷	۸۸	۸۹	۹۰	۹۱	۹۲	۹۳	۹۴	۹۵	۹۶	۹۷	۹۸	۹۹	۱۰۰
۵۱/۳	۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹	۱۰	۱۱	۱۲	۱۳	۱۴	۱۵	۱۶	۱۷	۱۸	۱۹	۲۰	۲۱	۲۲	۲۳	۲۴	۲۵	۲۶	۲۷	۲۸	۲۹	۳۰	۳۱	۳۲	۳۳	۳۴	۳۵	۳۶	۳۷	۳۸	۳۹	۴۰	۴۱	۴۲	۴۳	۴۴	۴۵	۴۶	۴۷	۴۸	۴۹	۵۰	۵۱	۵۲	۵۳	۵۴	۵۵	۵۶	۵۷	۵۸	۵۹	۶۰	۶۱	۶۲	۶۳	۶۴	۶۵	۶۶	۶۷	۶۸	۶۹	۷۰	۷۱	۷۲	۷۳	۷۴	۷۵	۷۶	۷۷	۷۸	۷۹	۸۰	۸۱	۸۲	۸۳	۸۴	۸۵	۸۶	۸۷	۸۸	۸۹	۹۰	۹۱	۹۲	۹۳	۹۴	۹۵	۹۶	۹۷	۹۸	۹۹	۱۰۰
۵۱/۳	۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹	۱۰	۱۱	۱۲	۱۳	۱۴	۱۵	۱۶	۱۷	۱۸	۱۹	۲۰	۲۱	۲۲	۲۳	۲۴	۲۵	۲۶	۲۷	۲۸	۲۹	۳۰	۳۱	۳۲	۳۳	۳۴	۳۵	۳۶	۳۷	۳۸	۳۹	۴۰	۴۱	۴۲	۴۳	۴۴	۴۵	۴۶	۴۷	۴۸	۴۹	۵۰	۵۱	۵۲	۵۳	۵۴	۵۵	۵۶	۵۷	۵۸	۵۹	۶۰	۶۱	۶۲	۶۳	۶۴	۶۵	۶۶	۶۷	۶۸	۶۹	۷۰	۷۱	۷۲	۷۳	۷۴	۷۵	۷۶	۷۷	۷۸	۷۹	۸۰	۸۱	۸۲	۸۳	۸۴	۸۵	۸۶	۸۷	۸۸	۸۹	۹۰	۹۱	۹۲	۹۳	۹۴	۹۵	۹۶	۹۷	۹۸	۹۹	۱۰۰
۵۱/۳	۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹	۱۰	۱۱	۱۲	۱۳	۱۴	۱۵	۱۶	۱۷	۱۸	۱۹	۲۰	۲۱	۲۲	۲۳	۲۴	۲۵	۲۶	۲۷	۲۸	۲۹	۳۰	۳۱	۳۲	۳۳	۳۴	۳۵	۳۶	۳۷	۳۸	۳۹	۴۰	۴۱	۴۲	۴۳	۴۴	۴۵	۴۶	۴۷	۴۸	۴۹	۵۰	۵۱	۵۲	۵۳	۵۴	۵۵	۵۶	۵۷	۵۸	۵۹	۶۰	۶۱	۶۲	۶۳	۶۴	۶۵	۶۶	۶۷	۶۸	۶۹	۷۰	۷۱	۷۲	۷۳	۷۴	۷۵	۷۶	۷۷	۷۸	۷۹	۸۰	۸۱	۸۲	۸۳	۸۴	۸۵	۸۶	۸۷	۸۸	۸۹	۹۰	۹۱	۹۲	۹۳	۹۴	۹۵	۹۶	۹۷	۹۸	۹۹	۱۰۰
۵۱/۳	۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹	۱۰	۱۱	۱۲	۱۳	۱۴	۱۵	۱۶	۱۷	۱۸	۱۹	۲۰	۲۱	۲۲	۲۳	۲۴	۲۵	۲۶	۲۷	۲۸	۲۹	۳۰	۳۱	۳۲	۳۳	۳۴	۳۵	۳۶	۳۷	۳۸	۳۹	۴۰	۴۱	۴۲	۴۳	۴۴	۴۵	۴۶	۴۷	۴۸	۴۹	۵۰	۵۱	۵۲	۵۳	۵۴	۵۵	۵۶	۵۷	۵۸	۵۹	۶۰	۶۱	۶۲	۶۳	۶۴	۶۵	۶۶	۶۷	۶۸	۶۹	۷۰	۷۱	۷۲	۷۳	۷۴	۷۵	۷۶	۷۷	۷۸	۷۹	۸۰	۸۱	۸۲	۸۳	۸۴	۸۵	۸۶	۸۷	۸۸	۸۹	۹۰	۹۱	۹۲	۹۳	۹۴	۹۵	۹۶	۹۷	۹۸	۹۹	۱۰۰
۵۱/۳	۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹	۱۰	۱۱	۱۲	۱۳	۱۴	۱۵	۱۶	۱۷	۱۸	۱۹	۲۰	۲۱	۲۲	۲۳	۲۴	۲۵	۲۶	۲۷	۲۸	۲۹	۳۰	۳۱	۳۲	۳۳	۳۴	۳۵	۳۶	۳۷	۳۸	۳۹	۴۰	۴۱	۴۲	۴۳	۴۴	۴۵	۴۶	۴۷	۴۸	۴۹	۵۰	۵۱	۵۲	۵۳	۵۴	۵۵	۵۶	۵۷	۵۸	۵۹	۶۰	۶۱	۶۲	۶۳	۶۴	۶۵	۶۶	۶۷	۶۸	۶۹	۷۰	۷۱	۷۲	۷۳	۷۴	۷۵	۷۶	۷۷	۷۸	۷۹	۸۰	۸۱	۸۲	۸۳	۸۴	۸۵	۸۶	۸۷	۸۸	۸۹	۹۰	۹۱	۹۲	۹۳	۹۴	۹۵	۹۶	۹۷	۹۸	۹۹	۱۰۰
۵۱/۳	۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹	۱۰	۱۱	۱۲	۱۳	۱۴	۱۵	۱۶	۱۷	۱۸	۱۹	۲۰	۲۱	۲۲	۲۳	۲۴	۲۵	۲۶	۲۷	۲۸	۲۹	۳۰	۳۱	۳۲	۳۳	۳۴	۳۵	۳۶	۳۷	۳۸	۳۹	۴۰	۴۱	۴۲	۴۳	۴۴	۴۵	۴۶	۴۷	۴۸	۴۹	۵۰	۵۱	۵۲	۵۳	۵۴	۵۵	۵۶	۵۷	۵۸	۵۹	۶۰	۶۱	۶۲	۶۳	۶۴	۶۵	۶۶	۶۷	۶۸	۶۹	۷۰	۷۱	۷۲	۷۳	۷۴	۷۵	۷۶	۷۷	۷۸	۷۹	۸۰	۸۱	۸۲	۸۳	۸۴	۸۵	۸۶	۸۷	۸۸	۸۹	۹۰	۹۱	۹۲	۹۳	۹۴	۹۵	۹۶	۹۷	۹۸	۹۹	۱۰۰
۵۱/۳	۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹	۱۰	۱۱	۱۲	۱۳	۱۴	۱۵	۱۶	۱۷	۱۸	۱۹	۲۰	۲۱	۲۲	۲۳	۲۴	۲۵	۲۶	۲۷	۲۸	۲۹	۳۰	۳۱	۳۲	۳۳	۳۴	۳۵	۳۶	۳۷	۳۸	۳۹	۴۰	۴۱	۴۲	۴۳	۴۴	۴۵	۴۶	۴۷	۴۸	۴۹	۵۰	۵۱	۵۲	۵۳	۵۴	۵۵	۵۶	۵۷	۵۸	۵۹	۶۰	۶۱	۶۲	۶۳	۶۴	۶۵	۶۶	۶۷	۶۸	۶۹	۷۰	۷۱	۷۲	۷۳	۷۴	۷۵	۷۶	۷۷	۷۸	۷۹	۸۰	۸۱	۸۲	۸۳	۸۴	۸۵	۸۶	۸۷	۸۸	۸۹	۹۰	۹۱	۹۲	۹۳	۹۴	۹۵	۹۶	۹۷	۹۸	۹۹	۱۰۰
۵۱/۳	۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹	۱۰	۱۱	۱۲	۱۳	۱۴	۱۵	۱۶	۱۷	۱۸	۱۹	۲۰	۲۱	۲۲	۲۳	۲۴	۲۵	۲۶	۲۷	۲۸	۲۹	۳۰	۳۱	۳۲	۳۳	۳۴	۳۵	۳۶	۳۷	۳۸	۳۹	۴۰	۴۱	۴۲	۴۳	۴۴	۴۵	۴۶	۴۷	۴۸	۴۹	۵۰	۵۱	۵۲	۵۳	۵۴	۵۵	۵۶	۵۷	۵۸	۵۹	۶۰	۶۱	۶۲	۶۳	۶۴	۶۵	۶۶	۶۷	۶۸	۶۹	۷۰	۷۱	۷۲	۷۳	۷۴	۷۵	۷۶	۷۷	۷۸	۷۹	۸۰	۸۱	۸۲	۸۳	۸۴	۸۵	۸۶	۸۷	۸۸	۸۹	۹۰	۹۱	۹۲	۹۳	۹۴	۹۵	۹۶	۹۷	۹۸	۹۹	۱۰۰
۵۱/۳	۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹	۱۰	۱۱	۱۲	۱۳	۱۴	۱۵	۱۶	۱۷	۱۸	۱۹	۲۰	۲۱	۲۲	۲۳	۲۴	۲۵	۲۶	۲۷	۲۸	۲۹	۳۰	۳۱	۳۲	۳۳	۳۴	۳۵	۳۶	۳۷	۳۸	۳۹	۴۰	۴۱	۴۲	۴۳	۴۴	۴۵	۴۶	۴۷	۴۸	۴۹	۵۰	۵۱	۵۲	۵۳	۵۴	۵۵	۵۶	۵۷	۵۸	۵۹	۶۰	۶۱	۶۲	۶۳	۶۴	۶۵	۶۶	۶۷	۶۸	۶۹	۷۰	۷۱	۷۲	۷۳	۷۴	۷۵	۷۶	۷۷	۷۸	۷۹	۸۰	۸۱	۸۲	۸۳	۸۴	۸۵	۸۶	۸۷	۸۸	۸۹	۹۰	۹۱	۹۲	۹۳	۹۴	۹۵	۹۶	۹۷	۹۸	۹۹	۱۰۰
۵۱/۳	۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹	۱۰	۱۱	۱۲	۱۳	۱۴	۱۵	۱۶	۱۷	۱۸	۱۹	۲۰	۲۱	۲۲	۲۳	۲۴	۲۵	۲۶	۲۷	۲۸	۲۹	۳۰	۳۱	۳۲	۳۳	۳۴	۳۵	۳۶	۳۷	۳۸	۳۹	۴۰	۴۱	۴۲	۴۳	۴۴	۴۵	۴۶	۴۷	۴۸	۴۹	۵۰	۵۱	۵۲	۵۳	۵۴	۵۵	۵۶	۵۷	۵۸	۵۹	۶۰	۶۱	۶۲	۶۳	۶۴	۶۵	۶۶	۶۷	۶۸	۶۹	۷۰	۷۱	۷۲	۷۳	۷۴	۷۵	۷۶	۷۷	۷۸	۷۹	۸۰	۸۱	۸۲	۸۳	۸۴	۸۵	۸۶	۸۷	۸۸	۸۹	۹۰	۹۱	۹۲	۹۳	۹۴	۹۵	۹۶	۹۷	۹۸	۹۹	۱۰۰
۵۱/۳	۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹	۱۰	۱۱	۱۲	۱۳	۱۴	۱۵	۱۶	۱۷	۱۸	۱۹	۲۰	۲۱	۲۲	۲۳	۲۴	۲۵	۲۶	۲۷	۲۸	۲۹	۳۰	۳۱	۳۲	۳۳	۳																																																																		

بزمین مسطور کا، اس کی نسبت دونوں گواہوں نے باہم اتفاق موافق دعویٰ شہادت ادا کی تو یہ جینہ وکس اقرار مرتب سے
 علی کر شہادت دیتی ہے کہ چاندی کا زیور وزن میں دوسرو پے بھر ماحض کے عوض مرہون تھا اب طریق حکم میں
 کیا تھا ہے شہادتیں جب کہ موافق قبول نہ رکھیں مجوز پر لازم ہو کہ دوسرو پے بھر نفرتی زیور ماحض سے کر
 راہن کو واپس دینا مرتب پر لازم کرے اعداد زیور کا شہادت سے تحقیق نہ ہونا مانع حکم نہ ہو گا کہ جنس شہنی
 مدعی مع وزن و قدر زر رہن معلوم ہو لی اسی قدر اس پر لازم حق کے لئے کافی و موافق ہے، معین الحکام
 ص ۱۴۴ میں ہے،

لوقالوا لشہدان لہ علیہ دراہم لا نعترف
 عدد ما فہی ثلثة ، و کذا الوشہد و انت
 علیہ درہمات جعلت ثلثة ثم حلفت علی
 شہادتہم لان الشہود قد بیئوا بالشہادتہم
 شینا معلوما و ہی الدرہم و یحلف مع
 شہادتہم لجواز ان یکون اکثر من
 ذلک علیہ

اگر گواہوں نے کہا ہم شہادت دیتے ہیں کہ اس کے
 دوسرے پر دراہم ہیں جن کی مقدار معلوم نہیں تو تین
 درہم کا حکم ہو گا اور یونہی اگر انہوں نے دراہم کی جگہ
 درہمات کہا یعنی جمع کی تصغیر بتائی تو بھی تین ہی ہونگے
 پھر قاضی اس شہادت کے ساتھ ساتھ مدعا علیہ سے
 قسم لے گا (کہ اس سے زائد نہیں) کیونکہ گواہوں
 نے ایک معلوم چیز کی شہادت دی یعنی دراہم جس کی

تعداد معلوم نہیں، قسم اس لئے لی جائے گی کہ ہو سکتا ہے تعداد تین سے زیادہ ہو۔ زائد کا انکار پر قسم ہو گی (ت)
 دیکھو فقط اتنی شہادت پر کہ مدعا علیہ پر مدعی کے کچھ روپے ہیں یا تھوڑے سے درہم ہیں حالانکہ گواہ
 صاف کہہ رہے ہیں کہ میں گنتی نہیں معلوم کر کئے روپے آتے ہیں شرع نے گواہی مقبول رکھی اور اقل درجہ
 یعنی تین روپے لازم کئے اور اسے ایک شے معلوم پر شہادت دینا مستند مایا
 یعنی روپے جس سے فقط جنس مدعی بہ کا علم ہوا کہ عدد وزن مجروح کا جس کے علم سے گواہوں نے صاف
 انکار کر دیا تو یہاں کہ شہادوں نے جنس بھی بتائی کہ چاندی کا تھا اور مجبوری وزن بھی بتایا کہ دوسرو پے بھر تھا
 اور خود یہ مجبوری وزن فریقین کو تسلیم بھی ہے یہ کیونکہ شہادت مجبور قرار پا کر رد ہو سکتی ہے۔ غرض تنقیح اولیٰ کی
 تجویز سراسر غلط واقع ہوئی، اس کے بعد فیصلے میں اور سخت بھاری غلطیاں ہوتیں جن کا اندازہ بھی دشوار
 ہے، ذی علم فاضل مجوز نے یہاں ہی اور مدعا علیہ کی شناخت میں غور نہ کیا عوام کا خیال یا عرف یہ ہے کہ جو
 کچھری میں پہلے آکر نالشی ہو مطلقاً مدعی مدعی ہے اور جواب دینے والا مدعا علیہ۔ مگر شرع مطہر میں ہزار بار

اس کا عکس ہو جاتا ہے جو نالاش لے کر آیا مدعا علیہ ٹھہرتا اور جواب دہندہ مدعی قرار پاتا ہے۔ ولہذا اعلیٰ فرماتے ہیں کہ مدعی مدعا علیہ میں تمیز کرنی ایک سخت محم و دشوار کام ہے جس میں غور کامل حاکم پر فرض تام ہے مثلاً زید غرو پر مدعی ہوا کہ اس پر میرے ہزار روپے قرض آتے ہیں، غرض کہ جواب دیا میں ادا کر چکا ہوں، اب غرو مدعی ہے کہ ادا اسے دین کا دعوئی کرنا ہے اور زید مدعا علیہ کہ انکار رکھتا ہے، ذی علم پر اس کے نظائر کا و فور محض نہیں، یہاں جب کہ مرتب نے دوسروں کے بھروسے کا زید اور دین لے کر ماحضہ قرض دینے کا اقرار کیا اور ہر شخص جانتا ہے کہ کوئی دنیاوار علی الخصوص وادستند والا ہندو ہرگز دوسروں کے مال رہن لے کر ماحضہ قرض نہ دے گا، ہندوؤں کا تو عام قاعدہ ہے کہ برابر قیمت کا زیور بھی ہرگز قبول نہیں کرتے جب تک مقدار دین سے زیور کا وزن نہ ہو، تو ظاہر یہی ہے کہ وہ زیور ضرور چاندی کا تھا اور ضرور ماحضہ سے زیادہ قیمت کا تھا جب تو ہندو نے اس پر ماحضہ رو سے دئے۔ اب اس کا یہ ادعا کہ راہن نے مجھے دھوکا دے کر جرمن زیور کا زیور چاندی کا بنا کر ماحضہ مجھ سے لے لئے محض خلاف ظاہر ہے جو بے شہادت صحیح ہرگز قابل قبول نہیں ورنہ ہر شخص ہمیشہ ایسے ہی دھوکے کا ادا کر کے لوگوں کا مالی ہضم کر لیا کرے کہ آج کل شہادتوں کا معیار شرع پر ٹھیک اترنا بہت دشوار ہے خصوصاً جہاں فضول و زوائد محض باتوں کے ذکر و عدم ذکر پر گواہیاں نہ ہوتی ہوں تو معاملہ خود ان کی قسم پر آکر پڑے گا جو ایسے پیچ کریں انہیں قسم کھاتے کیا لگتا ہے اور اس فیصلہ موجودہ کا سا فیصلہ ہوا تو قسم کی بھی حاجت نہیں یوں ہی مال ہضم ہے، کیا شرع مطلق اسے گوارا کر سکتی ہے حاشا وکلا، سخت مجب یہ ہے کہ فاضل مجرور خود معلوم تھا کہ جرمن سسلور کا زیور بتانے میں مرتب ہی شرعاً مدعی ہو گیا اور راہن اس بارہ میں مدعا علیہ ہے جب تو اس نتیجہ دوم کا بار ثبوت مرتب پر رکھا تھا ثبوت مدعی پر ہوتا ہے یا منکر پر۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

البینۃ علی من ادعی والیحیث علی من گواہی مدعی کے ذمہ اور قسم منکر پر ہے۔
انکر یہ (د)

تو قطعاً مانا کہ مرتب مدعی ہے اور قطعاً جانا کہ اس کا ثبوت دینا اس پر ہے اور صاف تصریح فرمائی کہ وہ اصلاً ثبوت نہ دے سکا اور ظاہر ہے کہ راہن نے جرمن سسلور ہونے کا اقرار نہ کیا نہ وہ اس پر قسم کھانے

- لے صحیح البخاری کتاب الرهن ۲۴۲/۱ و جامع الترمذی الباب الاحکام ۱/۱۹۰
مسند الدارقطنی باب فی المرأة تقتل اذا ارتقت نشر السنتہ ملتان ۲/۱۸
السنن الکبریٰ کتاب الدعوی والبیات دار صادر بیروت ۲۵۲/۱۰

سے منکر ہوا تو بنیہ اقرار نکولی تینوں طریقے معدوم اور محض اس مدعی یعنی مرتس کے ذبانی بیان پر جو منسلک ہونا مقبول۔ یوں ہوتو لوگوں کے جان و مال ہچک و کلف ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لو يعطى الناس بدعاؤهم لادعى ناسب علماء لوگ اگر اپنے دعویٰ پر دے دے جائیں تو لوگوں
دجال و اموالہم و لكن اليمين على المدعى کے خون اور مال کا دعویٰ کر بیٹھیں، ہاں یوں ہے کہ
علیہ السلام مدعا علیہ پر قسم ہے۔

اور یہیں سے ظاہر ہوا کہ روایت در مختار کو اس سے علاقہ نہیں وہاں ہے کہ مرتس خلاف ظاہر کا مدعی نہ ہوتا آپ ہی اس کا قول معتبر ہو گا کہ وہ قاضی ہے یہاں خود فاضل مجوز کو اعتراف ہے کہ مرتس امر خلاف ظاہر کا مدعی ہے جب تو نتیجہ دوم میں لکھا تھا کہ ثبوت ذمہ مدعا علیہ، کیا جس کی بات ظاہر کے مطابق ہو اس پر بار ثبوت ہو اگر ناسا ہے تو وہایت در مختار سے استناد و صراحت خود اپنی تجویز بار ثبوت کے خلاف ہے، اگر ادا مائے خلاف ظاہر کی حالت کہ بھی یہ روایت شامل جو توبنیوں کی ایک ایک دیا سلائی لاکھ لاکھ روپے کی ہو جائے، زید نے کسی جئے سے کچھ دین رکھ کر لاکھ روپے قرض لئے جب وہ قرض ادا کرنے لگے بنیا دیا سلائی کی ایک ڈبیا دکھائے کہ یہ دین رکھ کر لاکھ روپے مجھ سے لئے گئے تھے دیون گو او پیش کرے ان میں کسی لفظ زائد و بیکار کے ذکر و ترک کا اختلاف پڑ جائے جس سے عام شہادتوں کا حتمی ہونا سخت ہی دشوار ہے گو اہریاں تو یوں زد ہو گئیں اور اب قول مرتس کا معتبر ہے حکم ہو جائے کہ راہن کو ڈگری دی گئی مگر کسی، یوں کہ یہی دیا سلائی قابل نفاذ حکم ہے لاکھ روپے ادا کر کے دیا سلائی گھر کو لے جائے اس صورت کو باطل ماننے تو کیوں، حالانکہ روایت در مختار کا اطلاق اسے بھی شامل ہے اس میں اسی قدر توسعہ کر،

قال الراہن الرهن غیر هذا و قال للمرتهن یعنی راہن نے کہا مرہون اور چیز متقی، مرتس نے کہا
بل هذا هو الذى رهنه عندي فالقول بلکہ یہی متقی۔ تو قول راہن کا معتبر ہے کہ وہ قاضی
للمرتهن لانه القابض یحکم ہے۔

اس کا کھردر دینے اور دیاسلانی کی ڈبیر کا مسئلہ کیونکہ خارج کیجئے گا۔ دین میں بھی تھی یا اور چیز تھی یہاں بھی
صداق۔ لاجرم ہانسٹاپٹسے گا کہ یہ اس صورت کو شامل نہیں جس میں مرتہن خلافت ظاہر ادا کرے تو بعینہ یہی
حلفت یہاں بھی ہے، مرتہن خلافت ظاہر ہی کا مدعی ہوا ہے جب تو اس تنقیح کا بار ثبوت اس پر تھا، لاجرم
عالمگیر میں فرمایا:

الظاہر یکن بذلای المر قہن فیما قال ظاہر حال اس کو یعنی مرتہن کو مجبوراً قرار دینا ہے لہذا
فلا یقبل قوله اذا حجد الراہن ذلک اس کا قول معتبر نہ ہوگا جبکہ راہن اس کا انکار کر رہا
کذا فی المحيط

پھر اس سے بھی عجیب تر یہ ہے کہ اس روایت غیر متعلقہ کے بھی خلافت کیا گیا روایت میں قول مرتہن کیلئے
مانا ہے اور قول کسی کا معتبر ہونے کے یہ معنی ہیں کہ اس سے حلفت لیا جائے گا اگر حلفت مجھے اس کا قول
مقبول ہو خود فاضل مجوز کو اقرار ہے کہ قول مرتہن معتبر ہے مگر حلفت، صورت دائرہ میں بے حلفت ہی اسی
کا قول معتبر ہو گیا اور اس کا عند یہ تحریر فرمایا کہ مدعی نے اس کے حلفت کی استسناد عائد کی، سبحان اللہ اگر
مدعی نے استسناد عائد کی تھی اور مجوز کے دعوے میں مرتہن پر حلفت عائد تھا تو بلا حلفت فیصلہ کیونکر دے دیا کیا
اگر مدعی گواہ نہ دے سکے اور حلفت مدعا علیہ کی خود استسناد عاجبی نہ کرے کہ ان کچھ رویوں میں یہ معمول کا دستور
ہو رہا ہے تو اب قاضی کو حکم ہے کہ بلا گواہ و بلا حلفت خود بخود قول مدعا علیہ خلافت مدعی قبول کر کے فیصلہ دے دے
فتاویٰ امام قاضی خاں و اشباہ والنظائر و فتاویٰ خیرین میں ہے:

القاضی لا یقضی الا بالحجة وہی البینة قاضی صرف حجت کی بناء پر فیصلہ کرے گا اور دہ
اد الا قسار والنکول حجت گواہی یا اقرار یا قسم سے انکار ہے (مت)
پھر لطف یہ کہ ساری بلا تو مدعی پر چاہے کہ سرپرستی کہ ماحضہ، چہرہ دار دے کر دے روپے کا کھلونا لے لے
اور نام یہ فرمایا گیا کہ مدعی کی ڈگری ہوئی۔ بالجلد اس فیصلہ کا خسور کو نا لازم ہے بلکہ اسے تو خسور کرنا

۴۹۲/۵ فتاویٰ ہندیہ کتاب الزہد الباب الثانی عشر نورانی مکتب خانہ پشاور
۴۲۲/۴ فتاویٰ قاضی خاں کتاب الوقف فصل فی دعوی الوقف نوکشتور بکھر
۵۱/۲ فتاویٰ خیرین کتاب الدعوی وار المعرفہ بیروت
۳۳۶/۱ الاشباہ والنظائر الفی الثانی کتاب القضاہ والشہادات ادارۃ القرآن کراچی

بھی کیا کئے منسوخ تو وہ ہو چو کہ وجود بھی رکھتا ہو نہ یہ کہ تجویز کہ اصلاً کھنی اصل شرعی عقل عرفی سے لگاؤ نہیں رکھتی جس میں مرتن کو کہ مدعی ہو یا مقبول القول مانا گیا اور وہ بھی ایسا کہ اس کی زبی زبان بلا حلف مقبول ، نسأل الله العفو والعافية المصفاة بحمد الله تعالیٰ سے عفو معافی کا سوال کرتے ہیں انصاف کے طور پر یہاں طریق حکم یہ ہے کہ اگر گواہان راہن کی وہ دونوں شہادتیں بروجر شرعی گزر چکی ہیں تو ان سے زیور نقرئی وزنی دوسو روپے بھر ہونا ضرور ثابت ہے۔ مرتن پر لازم کیا جائے کہ چاندی کا زیور اسے وزن کا پیش کرے اگر وہ لے آئے اور اسی تفصیل کے مطابق ہو جو راہن نے بیان کی فہما اور اگر راہن کے کر یہ وہ زیور نہیں تو اب روایت در مختار اس مسئلہ سے متعلق ہوگی راہن تفصیل پر گواہ نہ لایا تو مرتن سے حلف لے، اگر وہ حلف کرے تو وہی نقرئی دوسو روپے بھر کا زیور کہ مرتن پیش کرے مرنہون قرار پائے راہن ماضی رو سے کہ وہ چاندی کا زیور لے لے، اور اگر مرتن زیور نقرہ سے منکر ہی رہے تو یہ ٹھہرے گا کہ زیور اس نے حلف کر دیا ایک سو پندرہ روپے بھر کے عوض تو مرتن کا دین ساقط ہو گیا باقی چھاپاسی روپے بھر چاندی راہن کو واپس دے۔ عالمگیری باب رہن الغنہ بالفنہ میں ہے۔

يجوز س هـ الدراهم والدنانير فان
س هـ نت بجنسها فهلك هـ هـ هـ
بمثلها من الدين وان اختلفا في
الجود وهذا عند ابى حنيفة رخص الله
تعالى عنه الخ. والله تعالى اعلم.

در اہم و دیناروں کا رہن رکھنا جائز ہے تو الزیور
بجنسہا رہن رکھے گئے ہوں تو ہلاک ہو جانے
پر ان کی مثل لازم ہوگی اگر چہ دونوں فسیق
جید اور رومی ہونے میں اختلاف بھی کریں اور یہ
تمام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاں ہے الخ
واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ از دیاست رام پور محلہ گھیر مردان خان درمضان المبارک ۱۳۲۵ھ

سوال اول، کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس صورت میں کہ ہندوہ
دعویہ دار مہر کی پورا اپنے سے بقدر عقد فقر الفس کے ہے اور پورا اس کا ابراہ دین مہر کا مجیب ہے
ثبوت ابراہ دین مہر میں دو مرد اور دعوتیں پند ہندہ نے گزرا تے ہیں جن کا حرف بحرف بیان نقل کر کے
گزارش ہے کہ بروایات فقہیہ بیان شہرہ مشہور فتویٰ ثبوت ابراہ دین مہر میں کافی ہے یا نہیں؟

سوال دوم : ہندہ دعویدار اس امر کی ہے کہ میری ماں کا نکاح بعد از مہر کا پس ہزار روپیہ بکر کے ساتھ ہوا ہے بکر سے بعد رخصتہ فراتھن دلا دیا جائے بکر مجیب ہے کہ تعداد مہر مجھے یاد نہیں مگر والدہ ہندہ نے مہر مجھے معاف کر دیا ابراہم مہر کی شہادت بھی پیش کی لیکن شہادت مذکور عند العداالت کافی و مثبت نہ ہوئی ہندہ ثبوت تعداد مہر میں یہ کہتی ہے کہ مجھے ثبوت تعداد مہر کا اس وقت دینا تھا جب کہ مدعا علیہ یعنی بکر کی پیشی تعداد مہر میں کلام کرتا بکر کو تعداد مستدعو یہ سے اقرار و انکار نہیں بلکہ سکوت ہے صرف ابراہم کا دعویٰ تھا جس کو ثابت نہ کر سکا، اب عند الشرع عدالت کو در صورت عدم ثبوت ابراہم مہر ڈگری بجی مدعیہ باوجود نہ ثابت کہنے تعداد دین مہر کے دینی چاہتے یا نہیں؟ بیعتنا تو جبروا۔

بیانات متعلق سوال اول

بیان مرد اول کا، گواہی اللہ کے واسطے دیتا ہوں کہ میں بکر کے یہاں بیٹھا تھا کہ عمرو بغرض فاتحہ پڑھنے کے آئے بعد فاتحہ کے عمرو نے زید برادر بکر سے دریافت کیا کہ بکر کی بی بی نے اپنا مہر بخش دیا یا نہیں میرے سامنے زید برادر بکر نے کہا کہ میرے اوپر کریم کے سامنے بخش دیا اور عمرو سے کہا کہ تم سب لوگ گواہ رہنا وقت ۱۲ بجے دن کے بعد کا تھا بکر کی بی بی کے مرنے کے دوسرے یا تیسرے روز کا یہ ذکر ہے خوب یا نہیں؟ سوال : عمرو نے دریافت کیا تھا کہ بکر کی بی بی نے مہر بخش دیا یا لڈن کی ماں نے؟ مجھے یاد نہیں کہ کیا کہا تھا جس کے جواب میں زید نے کہا کہ مہر بخش دیا، زید نے اور بھی چند مرتبہ ہمارے زور و بیان کیا کہ لڈن کی ماں نے مہر بخش دیا۔ سوال : بکر کی بی بی کے انتقال کو کس قدر مدت گزری؟ تخمیناً اٹھارہ بیس سال ہوئے۔ سوال : منجانب بکر اکرم مساقہ کے حقیقی بھائی تھے؟ جواب : میں جہاں تک خیال کرتا ہوں حقیقی تھے۔ بیان دوسرے مرد کا، اللہ کو حاضر ناظر جان کر گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے واسطے یہ کہتی ہیں کہ بی بی بکر کی بی بی کے میاں فیض اللہ شاہ کی بیٹی کی فاتحہ کو گیا تھا میں نے زید برادر بکر سے دریافت کیا کہ کریم کی بہن لڈن کی ماں نے مہر بکر کو بخش دیا زید اور کریم دونوں نے کہا لڈن کی ماں نے مہر معاف کر دیا اور یہ کہا کہ اس بات پر گواہ رہنا اٹھارہ بیس سال کا عرصہ گزرا وقت دو پہر کا تھا یہ واقعہ مرنے سے دوسرے دن کا ہے۔

بیان عورت کا، عرصہ تخمیناً بیس سال کا گزرا کہ بکر کی بی بی نے اپنے خاوند بکر کو مہر بخش دیا تھا تین مرتبہ سوال کیا کہ کس کو بخشا، جواب دیا بکر کو سوال مہر کی تعداد معلوم نہیں تعداد مہر کی بابت اس وقت ذکر میرے سامنے نہیں ہوا زید بکر کی بی بی تھیں مہر بخشے سے دو روز بعد انتقال ہو گیا وہی میں مبتلا تھیں

دو گھڑی رات گئی تھی عورتیں تھیں مرد کوئی نہیں، فقط ان کے بھائی موجود تھے، خالد نے منجانب بکر دریافت کیا کہ زید اس وقت کہاں تھے؟ کیا گھر میں موجود تھے؟ دوسری عورت کا بیان: گواہی دیتی ہوں اللہ کے واسطے میں بکر کے گھر ان کی بی بی کی دریافت عالی کے واسطے گئی تھی بکر کی بیٹی نے ان سے کہا ہنر کی بابت کیا کہتی ہو، انھوں نے آنکھ کھول اور کہا میں نے مہر بخش دیا اور میرے حقوق بھی ان سے بخشوا دیجیو، دو گھڑی رات گئی تھی، کس قدر مرد تھے؟ کوئی نہیں صوف عورتیں تھیں، جس نے پہلے گواہی دی ہے یہ تھیں؟ کہا موجود تھی مہر کے معاف کرنے سے دو روز بعد مر گئیں جس وقت مہر معاف کیا ہے اس وقت ہر شہد و اس باقی تھے۔

الجواب

(۱) بیانات شہود اور بعد نظر سے گزرے ان میں ایک بیان بھی اس قابل نہیں کہ اس کی جانب کچھ بھی التفات کیا جائے محض محل و محل ہیں۔ شہادت شہود و مشاہدہ و حضور و معاینہ سے ہے و لوں مردوں میں کوئی خود اپنے سامنے زور جبہ مدعا علیہ کا مہر معاف کرنا نہیں بیان کرتا بلکہ برادران زن و شوہا صرف برادر شوہر سے اپنا سُننا بیان کرتے ہیں اور معافی مہران مسائل استثنائے نہیں جن میں معافی بات پر شہادت دینی جائز ہے، بدایہ میں ہے،

لا يجوز للشاهد ان يشهد بشئ لم يعاينه الا النسب والموت والنكاح والدخول ولاية القاضی وهذا استحسان والقياس ان لا تجوز لان الشهادة مشتقة من المشاهدة وذلك بالمعاينة ولسم يحصل فساد كالبيم، وجبه الاستحسان ان هذه الامور تختص بمعاينة اسبابها خواص من الناس ويتعلق بها احكام متبقی على انقضاء القرون فلو لم يقبل فيها الشهادة بالتامع

گواہوں کو جائز نہیں کہ بغیر دیکھے کوئی گواہی دیں ماسوائے نسب، موت، نکاح، دخول یعنی جماع اور قاضی کی ولایت کے یہ استحسان ہے جبکہ قیاس یہ ہے کہ ان امور میں بھی جائز نہ ہو کیونکہ لفظ شہادت مشاہدہ سے مشتق ہے اور یہ معاینہ سے ہی ہو سکتا ہے جبکہ یہاں معاینہ نہیں ہے لہذا یہ امور بھی دیگر معاملات سے بیحد و غیر کی طرح ہوتے ہیں لیکن استحسان اس لئے کہ یہ امور اپنے اسباب کے معاینہ سے مختص ہوتے ہیں جن کا معاینہ خاص لوگ کرتے ہیں انہی اسباب کی بنا پر ان امور کے احکام زمانہ بھر باقی رہتے ہیں تو اگر ان میں سننے سننے پر شہادت

ادی الی الحرج و تعطیل الاحکام بخصلات
قبول نہ کی جائے تو حرج اور احکام کی تعطیل تک معاملہ
پہنچ جائے بخلاف بیع وغیرہ امور کہ ان کو ہر ایک
سناتا ہے۔ (ت)

بزازیہ میں کہ دربارہ مهر شہادت سماعی کی اجازت دی اس کے معنی یہ ہیں کہ مقدار مهر پر حاضران جلسہ
نکاح سے جماعت عظیم یا ثقتہ عادل دو مردوں یا ایک مرد و دو عورتوں کے بیان سن کر گواہی دینی جائز ہے کہ
جب نکاح پر شہادت بالتسامع روا ہوتی تو مهر بھی اس کا تابع ہے نہ یہ کہ کسی سنائی معافی مهر پر شہادت
جائز ہو مگر اس نے مهر کو گناہ ہے نہ کہ معافی مهر کو، اور ان دونوں میں فرق بدیہی ہے، در مختار میں ہے،
لا یشہد احد بمالم یحایثہ بالاجماع الا
فی عشرة منها العتق والولایۃ عند الشافی
والمهر علی الاصح بزازیہ رحمہ اللہ۔
کوئی بھی بغیر معاینہ شہادت نہ دے گا بالا جماع، مگر
صورت دس چیزوں میں جن میں حق، دلار اور مالک البرکات
معدنہ تھانے کے ان مهر بھی اصح قول کے مطابق
شامل ہے بزازیہ رحمہ اللہ۔ (ت)

خطادی میں ہے،

لان المہرتبہ للنکاح ذکرہ عبد البر
کیونکہ مهر نکاح کے تابع ہے، اس کو امام عبد البر
نے ذکر کیا ہے۔ (ت)

قرۃ العیون میں ہے،

لانه من توابع النکاح نکاح کا اصلہ یہ
کیونکہ نکاح کے توابع میں سے ہے لہذا اس کا
دی حکم ہے جو اصل کا ہے۔ (ت)

جامع الفصولین میں ہے،

الشہادۃ بالتسامع من الخارجین من مبین
یہ شہادت جائز و مقبول ہے کہ مہر اتنا ہے، اور
جماعۃ حاضرین فی البیت عند النکاح

۱۵۸/۲	مطبع یوسفی کھنڑ	کتاب الشہادات	۱۵۸/۲
۹۲/۲	مطبع مجبائی دہلی	•	۹۲/۲
۲۳۶/۳	دار المعرفۃ بیروت	•	۲۳۶/۳
۶۹/۱	مصطفیٰ البانی مصر	•	۶۹/۱

بأن المهر كذا تقبل لا ممن سمع من
غيرهم (یا المعنی)۔
دوگوں سے شہادت جائز نہیں،
(بالمعنی)۔ (ت)

اور بقرض باطل اگر یہاں شہادت بالسماح جائز بھی ہوتی تو جبکہ شاہدوں نے اپنی شہادت میں
سماح ہونے کی تصریح کر دی قابل قبول نہ رہی، ہدایہ میں ہے :

وینبغي ان يطلق أداء الشهادة ولا يفسر، أما
إذا فسر للقاضي أنه يشهد بالتسامع
لم تقبل شهادته كما أن معاينة اليد
في الاملاك مطلق للشهادة، ثم إذا فسر
لا تقبل كذا هذا

قبضہ معلوم سے ملکیت معلوم نہیں تو ملکیت میں یہ شہادت قبول نہ ہوگی، اسی طرح یہاں ہے۔ (ت)
درمختار میں ہے :

وان فسر الشاهد للقاضي ان شهادته
بالتسامع او بمعاينة اليد ردت على
الصحيح الا في الوقف والموت

ان دون شہادتوں کی حقیقت تو اس قدر ہے مگر شاہدین نے یہ چاہا کہ اپنی سماعتی گواہی کو شہادۃ
على الشهادة کے دائرہ میں لے آئیں اور غالباً اسی لئے بیان اصول میں یہ لفظ ذکر کئے کہ تم دو گواہ رہنا
تاکہ شرط تکمیل کی تکمیل کریں لیکن ان سے بہت باتیں رہ گئیں جن کے سبب یہ مقصد بھی پورا نہ ہوا اور شہادت
بدستور ناکارہ رہی،

اولاً اصول یعنی برادران زن و شوکا بیان شہادت نہیں حکایت ہے کہ ان کے بیانیوں میں گواہی
دیتا ہوں کا لفظ نہیں تو یہ شہادت علی الحکایۃ ہوتی جس کا حاصل وہی شہادت بالتسامع ہے
نہ کہ شہادۃ علی الشہادۃ۔ درمختار میں ہے :

۱۴۲/۱	اسلامی کتب خانہ کراچی	الفصل الثانی عشر	سہ جامع الفصولین
۱۵۸/۳	مطبع یوسفی لکھنؤ	کتاب الشہادات	سہ المسدایۃ
۹۳ و ۹۲/۲	مطبع مجتہدانی دہلی	"	سہ درمختار

کیفیتہا ان یقول الاصل مخاطباً للفرع
اشہد علی شہادی انی اشہد بکذا

اس کی کیفیت یہ ہے کہ اصل گواہ فرع کو خطاب
کرتے ہوئے کہے کہ میں یہ گواہی دیتا ہوں تو میری
اس گواہی پر گواہ بن جا۔ (ت)

رد المحتار میں ہے :

قوله انی اشہد بکذا اقیّد بقوله اشہد
لانه بدوئہ لا یسعه ان یشہد علی
شہادۃ

اس کا قول "انی اشہد بکذا" یہ اس کے قول
"اشہد" کے لئے قید ہے کیونکہ اس قید کے
بغیر وہ اپنی گواہی پر گواہ نہیں بنا سکتا۔ (ت)

در آیر و خطاوی میں ہے :

لابد ان یشہد عند کما یشہد عند
القاضی لیتقلد الی مجلس القاضی و
هو بالشین الثالثة

اصل کے لئے ضروری ہے کہ فرع کے سامنے اس
طرح شہادت دے جس طرح قاضی کے ہاں شہادت
دیتا تاکہ فرع اسی کو مجلس قضا میں لعل کر سکے اس
طرح کہ تیسرے شین یعنی اصل کی شہادت کو ذہر لے۔

ثانیاً اصل کا فرع سے یہ کہنا ضروری ہے کہ میری شہادت کا شاہد بنا برادران ذن و شہود دونوں کے کلام
میں شہادت پر اشہاد نہیں بلکہ صرف اتنا ہے کہ تم سب لوگ گواہ رہنا یا یہ کہ اس بات پر گواہ رہنا یہ اس
قدر کافی نہیں اور اس کی بنا پر جو شہادت علی الشہادت دی جائے مرد و سہ۔ رد المحتار میں ہے :

قید بقوله اشہد علی شہادی لانه لو قال
اشہد علی بذلک لم یجز لاحتمال ان
یکون الاشہاد علی نفس الحق المشہود به
فیكون امراً بالکذب وعلی لانه لو قال
بشہادی لم یجز لاحتمال
ان یکون امراً بان یشہد

اشہد بشہادی (میری شہادت پر شہادت دے) کے ساتھ اس لئے عقیدہ کیا کیونکہ اگر اس کی بجائے
بذلک (اس امر کی) کہے تو جائز نہ ہو گا کیونکہ اس
میں احتمال رہے گا کہ اصل واقعہ پر گواہ بنا رہا ہے
جو جوڑ کئے کا حکم قرار پائے گا، اور علی
شہادی (میری شہادت پر) سے عقیدہ اس لئے

۱۰۰/۲	مطبع مجتہائی دہلی	۱۰۰/۲	کتاب در مختار کتاب الشہادۃ باب الشہادۃ علی الشہادۃ
۳۹۳/۴	دار احیاء التراث العربی بیروت	۳۹۳/۴	کتاب رد المحتار
۲۵۹/۳	دار المعرفۃ بیروت	۲۵۹/۳	کتاب حاشیۃ الخطاوی علی رد المحتار

مشکل شہادتہ بالکذب ہے کیا کہ اگر علیؑ کی بیائے "شہادتی" نام کے ساتھ دے تو جائز نہیں کیونکہ احتمال رہے گا کہ اس کی شہادت جیسی شہادت دے جو کہ جھوٹ کا حکم قرار پائے گا۔ (ت)

اسی طرح حموی و موطاوی وغیرہ میں ہے۔

ثالثاً شاہد دوم کا بیان یہ ہے کہ زید اور کریم دونوں نے یہ کہا کہ لڑکے کی ماں نے مہر معاف کر دیا اور یہ کہا کہ اس بات پر گواہ رہنا۔ اس عبارت سے کچھ نہ کھلا اور یہ کہا کہ حفظ "معاف کر دیا" پر ہے یا دونوں نے کہا "پر"، بلکہ اول ہی قریب ہے، اس تقدیر پر یہ معنی ہوں گے کہ عورت نے مہر معاف کیا اور لوگوں سے کہا کہ میری اس گواہی پر گواہ رہنا، تو شاہد دوم کا بیان اس ٹوٹے پھوٹے بیان تکمیل سے بھی خالی ہے۔

بالجملہ وہ شہادتیں محض نامسوح ہیں۔ رقیہ عورتیں، اول تو وہ تنہا رہ گئیں اور تنہا دو عورتوں کی گواہی بالاجماع مقبول نہیں پھر ان کے بیانوں میں خود جو مخالفت اور مردوں کے بیان کی مخالفت ہے، اس سب سے قطع نظر بھی تو ان کی شہادت حراف کہ رہی ہے کہ یہ معافی مرض الموت میں ہوئی عورت وقی میں مبتلا تھی یہ اس کی حیادت کو کئی تھیں، اخیر وقت کی حالت تھی بیٹی نے پوچھا مہر کی بابت کیا کہتی ہو، انھوں نے آنکھ کھولی اور کہا میں نے مہر بخش دیا اور میرے حقوق بھی ان سے بخشے اور بچہ، دو روز کے بعد انتقال ہو گیا اور مرض الموت میں معافی وصیت ہے کہ وارث کیلئے ہے اجازت دیگر ورثہ نافذ نہیں۔ در مختار میں ہے۔

يعتبر حال العقد في تصرف منجز فان كان في الصحة فمن كل ماله والا فمن ثلثه ، والمراد التصرف الذي هو انشاء ويكوف فيه معنى التبرع وهبته ووصيته آله مختصراً۔

فوری نافذ ہونے والے معاملہ میں اس کے اجراء کا حال معتبر ہے اگر یہ وصیت میں ہو تو تمام مالی میں نافذ ہوگا ورنہ ثلث میں نافذ ہوگا، اور مراد وہ تصرف ہے جو بطور انشاء ہو اور اس میں تبرع، ہبہ یا وصیت کا معنی ہو، آله، مختصراً۔ (ت)

وطاوی میں ہے ،

والا برء والصدقة مثل ما ذکر قہستانیؒ اپنے حق سے کسی کو ہری کرنا اور صدقہ بھی مذکور کی
مثل ہوگا، قہستانی۔ (ت)

تو عورتوں کی شہادت بجا سے نافع ہونے کے مدعی ابراہ کو اور مضر ہے کہ وہ ابراہ ہو ابھی تو ایسے وقت ہوا
کہ بے اجازت مدعیہ مدعا علیہ کو مفید نہیں، کلام یہاں ہنوز اور باقی ہے مگر اس قدر بھی وضوح میں کافی
ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) جبکہ تجربات ابراہ نہ کر سکا حاکم ہندہ سے حلف لے اگر وہ حلف سے انکار کرے ابراہ ثابت
ہو جائیگا اور دعویٰ مدعیہ رد کر دیا جائیگا اور اگر حلف کر لے تو دعویٰ ابراہ باطل ہو گیا، اب ہندہ کا
دعویٰ مہر باقی ہے حاکم نظر کرے کہ پچاس ہزار کا مہر جس کا ہندہ دعویٰ کرتی ہے آیا مادہ ہندہ کے مہر
سے زائد تو نہیں، اگر زائد نہ ہو تو ہندہ ہرگز محتاج گواہان نہیں کہ مقدار مہر مثل تک زن و وارثان زن کا
بیان بے حاجت شہادت مقبول ہے کہ جو ہر موافقت مہر مثل ان کا قول موافقی ظاہر ہے اور جس کا قول
موافقی ظاہر ہو وہ مدعا علیہ ہے اور جو مدعا علیہ ہے باثبوت اس پر نہیں اس کے مخالف پر ہے یہاں تک
کہ اگر مہر مثل عورت یا اس کے ورثہ کا شاہد ہو یعنی ان کے دعویٰ سے مساوی یا زائد ہو اور مرد کی کا دعویٰ کچھ
اور فریقین گواہ دے دیں تو عورت کے گواہ سمجھے جاتے ہیں گئے کہ شہادت ثبات خفی کے لئے ہے نہ کہ اظہار
ظاہر کے واسطے، یہاں اگر تجر پچاس ہزار سے کم کسی مقدار کا قیاس بتاتا تو وہ مدعی تھا اس سے گواہ مانگے جاتے
اگر گواہان عادل سے مقدار اقل کا ثبوت دے دیتا تو ہندہ کو اسی قدر کا حصہ دیا جاتا اور گواہ نہ دے سکتا تو ہندہ
سے قسم لے کر اس کا دعویٰ ڈگری کر دیا جاتا اس صورت میں پچاس ہزار کے گواہ دے دیتی تو سن لئے جاتے کہ مدعی
کی جانب گواہ نہ تھے اور اگر کوئی گواہ نہ دیتی اد قسم کھانے سے بھی انکار کرتی تو اسی مقدار اقل کا حصہ پاتی جس کا
تجر مدعی ہوتا اب کہ تجر کی کا دعویٰ بھی نہیں کرتا تا اسے پچاس ہزار کی مقدار سے انکار ہے تو بیان ہندہ کہ
شہادت مہر مثل سے رد دشمن ہے صاف بے فزائم ہے اور اسے پوری ڈگری پانے کا استحقاق ہے، اور
اگر مہر مثل پچاس ہزار سے کم تھا تو اب ہندہ درہلہ زیارت فرد مدعیہ ہوگی، اور تجر کا کہنا کہ مجھے قصہ او مہر
یاد نہیں ہرگز جواب کافی و صحیح نہیں اسے یوں نہ چھوڑا جائے گا بلکہ حاکم اس سے سوال کرے آیا مہر پچاس ہزار کا
بندھا تھا، اگر وہ کہے اتنا تھا تو کچھ کم کر کے پوچھے جو مقدار مہر مثل سے ہنوز زائد ہو اگر وہ اس کی بھی نفی کرے تو اور
گٹھا کر دیا فت کرے یہاں تک کہ مقدار مہر مثل تک پہنچا اگر وہ اس کی بھی نفی کرے تو حاکم اس سے قسم لے اگر قسم

کھالے اور ہندہ اپنے دعویٰ کے گواہ نہ دے سکے تو حاکم صرف بقدر حصہ مهر مثل کے ہندہ کو ڈگری دے مثلاً مهر مثل تیس ہزار ہے اور بکر نے اس کی بھی نفی کی اور قسم کھالی اور ہندہ نے پچاس ہزار کے گواہ نہ دے تو ہندہ کو تیس ہزار کا حصہ دلایا جائے اور بکر قسم کھانے سے انکار کرے تو پورے پچاس ہزار کا۔ اور اگر بکر سوال حاکم پر انکار اقرار کچھ نہ کرے یہی کہتا رہے کہ مجھے یاد نہیں تو حاکم اسے جبر کرے کہ مقدار مہر بتائے اگر نہ مانتے قید کرے یہاں تک کہ کسی مقدار کی تعین کا مقر ہو اب اگر یہی پچاس ہزار قبول کئے تو ہندہ پوری ڈگری پائے اور اب بھی اسے اثبات مقدار کی حاجت نہ رہی اور اگر کم مانے تو حاکم غر کرے کہ جو مقدار اس نے مانی عورت کے مثل سے تو کم نہیں اگر کم نہ ہو تو اب مهر مثل بکر کا شاہد ہو گا اور وہ خالص مدعا علیہ رہے گا اور بار ثبوت ہندہ پر آئے گا اگر گواہان عادل دے دے گی پورے دعویٰ کی ڈگری پائے گی اور اس صورت میں اگر بکر اقل کے گواہ بھی دے گا تو اسی وجہ سے جو اوپر جانب ہندہ میں مذکور ہوئی شاہد ہاں ہندہ کے مقابل مسموع نہ ہونگے ہاں اگر ہندہ گواہ نہ لاسکی تو بکر کے گواہ سن لئے جائیں گے اور ہندہ مقدار اقل کا حصہ پائے گی اور دونوں گواہ نہ دے سکے تو بکر سے قسم لی جائے اگر قسم کھالے تو مقدار اقل کا حصہ ہندہ کو دلایا جائے اور قسم سے انکار کرے تو پھر بے حاجت گواہان پورا دعویٰ ڈگری ہو اور اگر یہ مقدار بکر نے مانی مهر مثل سے بھی کم ہے تو اب مهر مثل کسی کا شاہد نہیں اس لئے کہ دعویٰ بکر سے زائد اور دعویٰ ہندہ سے کم ہے اب ہاں میں جو گواہ دے دے گا اسی کا قول ثابت ہو گا اور وہ دونوں گواہ دے دیں تو مهر مثل کے حصہ کی ڈگری دی جائے گی اور کوئی نہ دے سکے تو بکر سے قسم لی جائے اگر انکار کرے تو ہندہ کا پورا دعویٰ ڈگری ہو اور قسم کھالے تو ہندہ سے قسم لی جائے اگر انکار کرے تو حصہ اقل دلائی جائے اور وہ بھی قسم کھالے تو مهر مثل کے حصہ کی ڈگری ہو۔ یہ سب تفصیل اس صورت میں ہے کہ ماورہ ہندہ کا مهر مثل معلوم ہو اور اگر نہ معلوم ہو تو حاکم کو اختیار ہے چاہے ہندہ سے پچاس ہزار کے گواہ طلب کرے چاہے اپنے معتمدوں کے ذریعہ سے عورت کا مهر مثل تحقیق کر کے کارروائی بالاعمال میں لائے۔

جامع الفصولین میں مکلفات امام ابی الیث سے ہے :

ادعت الغامض مہرہا علی وثقۃ زوجہا تصدق
 الی تمام مہر مثلہا عند ح لان مہر المثل
 ۱ کیا تو مهر مثل کی مقدار تک عورت کی تصدیق کی جائے گی
 ۲ یا حکم عندہ فمن شہد لہ فله القول ۲
 امام صاحب رحمہ اللہ قضا کے ہاں کیونکہ ان کے
 ہاں مهر مثل فیصل ہوتا ہے، تو مهر مثل جس کی تائید کرے گا اس کا قول معتبر ہوگا۔ (د)

قوله لمن شهد له مهر المثل ای قیسکون
القول لهما ان كان مهر مثلها كما قالت او
اکثر وله ان كان كما قال او اقل وانما
كان بينهما ای اکثر مما قال و اقل مما قالت
ولا یبینه تعدلوا و لزم مهر المثل کذا فی
الملتقى و شرحه ، قوله وان كان هذا بیان
لثالث الاقسام ، فانه اذا لم یقیما البینة او
اقاماها قد یشهد مهر المثل له ادلهما او
یکون بينهما فقد مر بیان القسمین الاولین
فی المسألتین ، و هذا بیان الثالث و قوله
فان خلفا راجع الی المسألة الاولى و قوله
او برهنا راجع الی الثانية لکن کان علیه
حذف قوله تعالفا لانه اذ برهنت لا تعالفت
قوله تعالفا فان نکلت المرأة و جب الف
واذا نکل یقضى بالفین ما عرفت ان ایهما
نکلت لزمه دعوی الاخر و سورة المسألة
فیما اذا اذاعت الالظین و ادعی هو الالف و
کان مهر المثل الف و خمس مائة و قوله
قضى به ای به مهر المثل اتم مختصرا۔

ما تن کا قول مهر مثل جس کی شہادت یعنی بیوی کی بات
مانی جائے گی جب مهر مثل اتنا ہو یا زاد ہو اور خاوند
کی بات مانی جائے گی جب مهر مثل اس کے قول کے
برابر ہو یا کم ہو ، اگر دونوں کے درمیان ہو یعنی مرد کے
دعوی سے زاد اور بیوی کے دعوی سے کم ہو ، تو
گواہی نہ ہونے کی صورت میں دونوں سے قسم ہوگی
اور مهر مثل لازم ہوگا۔ طے اور اس کی شرح میں یوں ہے
ما تن کا قول "ان کان" یہ تیسری قسم کا بیان ہے ،
تین قسمیں یہ ہیں (۱) دونوں نے گواہی پیش نہ کی
(۲) یا دونوں نے پیش کی اور مهر مثل کسی ایک
کی تائید کرے (۳) یا مهر مثل دونوں کے دونوں
کے بین بین ہو ، تو ما تن نے پہلے دونوں مسئلوں میں
پہلی دونوں قسموں کا بیان بتایا اور اب یہ تیسرے کا
بیان ہے ، اس کا قول "دونوں نے اگر قسم کھائی
یہ پہلے مسئلہ کا بیان اور اس کا قول "دونوں نے
گواہی پیش کی" یہ دوسرے کا بیان ہے لیکن
دونوں قسم دیں تو اسے قول کو حذف کرنا مناسب
تھا کیونکہ جب گواہی پیش کریں تو قسم نہیں ہوگی ،
اس کا قول "دونوں قسم دیں" تو عورت قسم سے
انکار کرے تو خاوند کا دعوی ہزار کا واجب ہوگا اور اگر خاوند قسم سے انکار کرے تو عورت کا دو ہزار
فیصلہ کن ہوگا جیسا کہ معلوم ہو چکا کہ جب ایک قسم سے انکار کرے تو دوسرے کا دعوی ثابت ہو جاتا ہے
یہاں مسئلہ کی صورت یہ ہے ، عورت کا دعوی دو ہزار ، مرد کا ایک ہزار جبکہ مهر مثل ڈیڑھ ہزار ہو ، اس کا
قول "اس پر فیصلہ دے" یعنی مهر مثل پر ، اتم مختصرا۔ (ت)

فتاویٰ قاضی خان و فتاویٰ عالمگیری میں ہے :

اذا ادعت مہرہا علی وارث زوجہا اکثر من مہر مثلہا امت کانت الوارث مقرر ابالنکاح یقول لہا القاضی اکان مہرہا کذا اکثر من مہر مثلہا فان قال الوارث لا ، یقول القاضی اکان کذا یدکر مہرا دون الاول فکنہ اکثر من مہر مثلہا ان قال لا یقول لہ القاضی اکان کذا الی ان یاتی القاضی علی مقدار مہر المثل ، فبعد ذلک اذا قال الوارث لا الزمہ القاضی مقدار مہر المثل و یحلفہ علی ان یأتی ہذا اذا کان القاضی یعرف مقدار مہر مثلہا فان کان لا یعرف یا صر انشاء بالسؤال ممن یحلفہ او یکلفہا اقامة البیئۃ علی ما تدعی یا جامع الفصولین میں ہے ،

مات قادت امراتہ العسی فحالت ورثتہ فعلم ان لک مہرا ولا تعلم قدرک یجبرون علی البیان ومعنی الجبر ان یحبسوا حتی یعروا بہ مقدار المہر بقیامہ الورثۃ مقام النزوج - واللہ تعالیٰ اعلم۔

جب عورت خاوند کے وارث پر مہر مثل سے زائد مہر کا دعویٰ کرے تو اگر وارث نکاح کا اقرار کرتا ہے تو قاضی کو چاہئے کہ وہ مہر مثل سے زائد کا وارث سے اقرار کر لے اگر وہ انکار کرے تو پھر پہلے سے کم کا اقرار کر لے اگر وہ انکار کرے تو اور نیچے آئے اور جب قاضی مہر مثل پر آجائے اور اس پر بھی وارث انکار کرے تو قاضی مہر مثل کو اس پر واجب کر دے اور زیادہ سے انکار پر اس سے قسم لے ، یہ جب ہے کہ قاضی مہر مثل معلوم کر چکا ہو اور اگر اسے مہر مثل کی مقدار معلوم نہیں تو قاضی کو چاہئے کہ وہ اہل کاروں کو حکم دے کہ وہ اس شخص سے پوچھیں جو اس عورت کے مہر مثل کی مقدار کو جانتا ہو ، یا پھر عورت کو پابند بنائے کہ وہ اپنا مہر مثل ثابت کرنے کیلئے گواہ پیش کرے جو مقدار ثابت کریں (ت)

خاوند فوت ہوا تو بیوی نے مقررہ مہر کا دعویٰ کیا تو دربار نے کہا کہ ہم جانتے ہیں کہ تیرا مہر ہے لیکن ہمیں مقدار کا علم نہیں تو ان کو مجبور کیا ہلے گا کہ وہ مقدار بتائیں ، اور جبر کا مطلب یہ ہے کہ ان کو مہر کی مقدار کے اقرار تک مجبور کیا جائے ، کیونکہ دربار خاوند کے قائم مقام ہیں۔ (ت) واللہ تعالیٰ اعلم

۹۱ مسئلہ از ریاست جاوہر ملک مالوہ محلہ شاہ گنج ڈاکخانہ کندہ منزلہ حضرت سید مقبول علیہ السلام صاحب
۲۵ شعبان ۱۳۲۶ھ

سوال اول : کیا فرماتے ہیں علمائے دین میں اس مسئلہ میں کہ زیر ایک شخص متمول و صاحب ازواج و اولاد و املاک تھا اس کے انتقال کے بعد باہم بعد چند برس کے بابت تقسیم ایک مکان کے جس میں مرتے دم تک زیر متوفی مع سب اولاد و ازواج کے رہتا تھا اور اسی مکان میں انتقال کیا نکلا رہتا ہوتا تھا تاکہ ایک پسر نے بقدر اپنے حصہ کے تقسیم کر پانے نالش کی ایک سو تیل بہن عذر دار جاوہر ہوتی کہ یہ مکان میرے باپ زید نے اپنی زندگی میں میری ماں فرید بیگم کو ہبہ کیا ہے ہبہ نامہ ضائع ہو گیا اور قبضہ میری ماں کا وقت ہبہ ہو گیا اور بعد ماں کے میں قابض ہوں اور تین گواہ قبضہ کے پیش کے جن کے بیان میں اختلاف کثیر ہے ایک کہتا ہے سات برس اور دوسرے کہتے ہیں بارہ تیرہ برس جو سب سے اور پسر خواہندہ تقسیم کو ہبہ سے لاعلمی و انکار ہے اور گواہان پسر خواہندہ تقسیم کے بیان بمضمون واحد نسبت عدم ہبہ اور ہونے قبضہ جمیع در شمار انتقال مورث سے آج تک نوید دعویٰ خواہندہ تقسیم ہے حالانکہ مکان مذکور میں دیگر در شمار بھی اب تک سکونت رکھتے ہیں اور مستحق تقسیم کا بھی کسی قدر اسباب اس مکان کی ایک کوٹھری میں اب تک رکھا تھا پس ایسی صورت میں قبضہ مشکوک میں از روئے شرعاً شریف ہبہ یعنی مادر و دختر بقول دختر بطور جائز تصور ہو سکتی ہے یا حالات صورت قبضہ سے ہبہ ناجائز ہوئی۔ بتیوا تو جرداً فقط۔

ملخص گواہی سید امیر شاہ : مکان قنارہ کو رسول خاں نے مسماۃ صنوبر بیگم مدعا علیہا کو ہبہ کیا ہے جس کو عرصہ بہت ہوا یعنی چھ سات سال کا ہوا ہبہ کی تکمیل میرے زور پر ہوئی اور اس وقت دوسری زوجہ جو شامل رہتی تھی علیحدہ کر کے مسماۃ صنوبر بیگم مدعا علیہا کا تنہا قبضہ کرا دیا تھا اور دوسری زوجہ کو پٹان ٹولی کے مکان میں برودہ باش کرا دی گئی تھی بعد نوشت ہبہ نامہ۔

ملخص گواہی سلطان ولد نذر محمد خاں : رسول خاں جمہدار نے اپنی حیات میں مکان متنازعہ کو صنوبر بیگم کو ہبہ کیا تھا ہبہ تحریری ہوا تھا اور جمہدار صاحب کے دستخط بھی ہوئے تھے ہبہ نامہ تحریر ہونے کے بعد قبضہ دلا دیا گیا تھا جمہدار نے قبضہ دلانے سے اول جو کچھ ان کا مال و اسباب تھا چوک میں بیچ دیا تھا۔ مدعا علیہا مدعا کو مدعا علیہا نے اس مکان میں رکھا ہے خوشحال خاں مدعا علیہا مدعا کی والدہ کی اجازت سے رہتے ہیں مکان کو ہبہ ہونے تیرہ سال گئے ہوں گے جمہدار نے اپنے مرنے سے چھ سات اول ہبہ نامہ لکھا تھا تاریخ یاد نہیں مکان متنازعہ کا کوئی حصہ مدعی کے قبضہ میں نہیں ہے مدعی کا والد کا سامان بعد قبضہ کے علیحدہ کر دیا میرے سامنے علیحدہ کر دیا تھا بعد کو ہم نے دستخط ہبہ نامہ پر کئے تھے۔

مخلص گواہی عید المجید خاں : مدعا علیہا ۱۔ کہ جمعہ آرنے مکان قنارہ ہبیہ کر دیا تھا انڈازاً بارہ سال کا عرصہ ہوا جب ہبیہ نامہ لکھا گیا تھا اس پر میری شہادت ہوئی تھی اس وقت مدعا علیہ ۲۔ کا قبضہ بھی مکان قنارہ پر کر دیا تھا جمعہ آرنے اس مکان کو خالی کر کے اپنا کل اسباب دوسرے مکان میں رکھوا دیا اور مستورات کو بھی اس مکان سے علیحدہ کر دیا اور ہمارے سامنے جمعہ آرنے کے کہنے میں نے مدعا علیہا کا قبضہ دلا دیا ہے اور یہ مکان آپ کو دیا مدعا علیہا ۳۔ اس وقت موجود تھیں اور ان سے یہ سب جمعہ آرنے کہہ دیا تھا مدعا علیہا کو ہبیہ نامہ سپرد کر دیا تھا مکان قنارہ میں اس وقت سولے مدعا علیہا کے اور کوئی نہیں تھا اور کوئی ہو تو مجھ کو معلوم نہیں یہ مجھے معلوم نہیں کہ سوائے زوہر خوشحال خاں و خوشحال خاں مدعا علیہا ۴۔ اور کون کون مکان مذکور میں رہتا ہے مدعا علیہا ۵۔ کو سب دستاویز سنائی گئی تو اس وقت مضمون سنا تھا مضمون ہبیہ نامہ کا یہ یاد ہے کہ یہ لکھا ہوا تھا کہ اور سب کو قحصر دے دیا ہے تم کو اب یہ مکان ہبیہ کیا جاتا ہے تم قبضہ کر لو جمعہ آرنے اردو میں اپنا نام لکھا تھا مجھے نہیں معلوم کہ زوہر خوشحال خاں و خوشحال خاں مکان قنارہ میں کس کی اجازت سے رہتے ہیں آیا مدعا علیہا ۶۔ نے اجازت دی ہے یا نہیں۔

اعترافات مفتی

سید امیر شاہ کی شہادت : معاینہ قبضہ مدعا علیہا ۱۔ اور مکان قنارہ ہبیہ وقت ہبیہ کرنے رسول خاں جمعہ آرنے کے مکان مذکورہ کو یوں بیان کیا ہے کہ دوسری زوہر کو جو شمال رہتی تھی علیحدہ کر کے مسماۃ منور بیگم کو تنہا قبضہ دلا دیا ہے اور رسول خاں کے اسباب سے مکان کو خالی کرنا نہیں بیان کیا ہے اور نہ رسول خاں کا فرد علیحدہ ہوا اس مکان سے بیان کیا ہے حالانکہ تمامیت قبضہ کے لئے واجب کے اسباب مقبوضہ جو اس مکان میں رہا ہوا اور خود ذات واجب سے اس مکان میں رہا ہوا کا خالی ہونا ضروری ہے ہبیہ میں وقت قبضہ کے ۔ اور رسول خاں کا اسباب مقبوضہ اس مکان میں ہونا وقت ہبیہ گواہوں کی گواہی سے ثابت ہے اور خود رہنا ان کا اس مکان میں سب کو ظاہر ہے اور بہرام خاں کی گواہی سے ثابت ہے کہ جمعہ آرنے تک اس مکان میں رہے ۔ سید امیر شاہ کی گواہی ہوئی اور معاینہ قبضہ ناقصہ کے لئے انکی شہادت معتبر نہیں ہے۔ سلطان خاں کی گواہی میں اور معاینہ قبضہ کے خود سلطان رسول خاں کا مکان مذکورہ سے واسطے قبضہ دلانے کے بیان نہیں کیا ہے اور یہ بیان کیا ہے کہ مدعی کی والدہ کا سامان بعد قبضہ کے علیحدہ کر دیا تھا اس سے یہ معلوم ہوا کہ مدعی کی والدہ کا سامان قبضہ دلانے کے وقت اس مکان میں رکھا تھا بعد کو علیحدہ کیا گیا اور قبضہ کے وقت مکان میں رہا ہوا مدعی کی والدہ کے سامان مقبوضہ کے ساتھ مشغول تھا، تو یہ بیان بھی

قبضہ ناقصہ کا ہوا لہذا یہ گواہی بھی معتبر نہیں۔

عبد الحمید خاں کی گواہی جو اوپر معائنہ قبضہ کی ہے اس میں یہ نقصان ہے کہ ذات رسول خاں سے خلواً اس مکان کا نہیں بیان کیا ہے اور یہ بیان کیا ہے کہ مکان متنازعہ میں اس وقت سوائے مدعا علیہا کے اور کوئی نہیں تھا اور کوئی ہو تو مجھے معلوم نہیں، اس تقریر سے معلوم ہوتا ہے کہ عبد الحمید خاں کو پورا علم مکان کے خالی ہونے کا نہ تھا تو یہ گواہی بھی قبضہ ناقصہ کی ہوئی۔ جائز ہے کہ اس مکان میں اور کوئی ہو سوائے موجب لہا کے اس کے ہونے کے سبب سے قبضہ موجب لہا کا نام نہ ہوا اور عبد الحمید خاں کی گواہی جو اقرار و اسباب پر ہے اور ہمارے سامنے جمعہ آراء ذکر کرنے کہا کہ میں نے مدعا علیہا کے قبضہ و لایا تو یہ گواہی اوپر اقرار قبضہ کے اور دونوں گواہوں سابق کی گواہی ہے اور پر معائنہ قبضہ کے اس اختلاف کے سبب سے یہ گواہی عبد الحمید خاں کی مقبول نہیں ہے۔ مثل اور خارجی تحقیقات سے ثابت ہے کہ مدعا علیہا اول اور ان کے شوہر بہرام خاں قدیم سے اسی مکان میں رہتے ہیں اور اپنے اموال اور اسباب کے قابض اور متصرف ہیں اس مکان میں اب بھی قبل بھی قابض اور متصرف تھے اور مکان موجب کا مشغول ہونا قبضہ موجب لہا کے وقت ایسے اسباب کے ساتھ کہ موجب لہا کے قبضہ میں نہ ہو دوسرے شخص کے قبضہ میں ہو مانع تمامیت قبضہ ہے اور کسی گواہ نے خلواً مکان کا مدعا علیہ مدعا اور اس کے شوہر اور دونوں کے اسباب سے بیان نہیں کیا اس صورت میں بھی مشابہ قبضہ ناقصہ کا ہوا کہ مانع ہے تمامیت قبضہ کا، مکان موجب اگر قبل از بہر موجب لہا کے قبضہ نامہ میں فرض کیا جائے تو انعقاد عقد ہبہ کے لئے ہر اشد قبول کرنا موجب لہا کا ایجاب ہبہ کو چاہئے فقط قبضہ قائم مقام قبول نہ ہوگا اور عقد ہبہ منعقد نہ ہوگی اس صورت میں سب گواہوں نے یہ بیان کیا رسول خاں نے ہمارے سامنے مکان متنازعہ کو مدعا علیہا کے قبضہ کیا یہ تو ایجاب ہی ہے اور یہ کسی نے نہیں بیان کیا کہ مدعا علیہا کے سامنے اس قبضہ کو قبول کیا یا نہیں، کیا تو ایجاب ہوئی بغیر قبول صریح کے، تو اس صورت میں عقد ہبہ منعقد نہ ہوا تو وہ مکان ہبہ کے سبب سے ملوک موجب لہا کا نہ ہوا، گواہان مذکورہ کی گواہی کے نقصانات سے اور مدعی کے متحدہ گواہوں کے بیان سے کہ جمعہ آراء کے اکثر اہل و خیال اور زوجات اس مکان مکان متنازعہ فیہ حیات رسول خاں اور بعد حیات رسول خاں سب مشترک رہتے تھے اور اس مکان میں سب قابض تھے اور قبضہ نامہ جو شرط ہبہ ہے وہ متحقق نہیں ہوا تھا مسماۃ صنوبر بیگم کے واسطے، لہذا میری رائے میں یہ آتا ہے کہ بابت مکان متنازعہ فیہ کا ہبہ مدعا علیہا کے کو ثابت نہیں ہے، مکان مذکور میراث کے طور پر وارثان رسول خاں پر تقسیم کیا جائے فقط دستخط مولوی محمد جلیل۔

سوال دوم: زید نے مکان کا ہبہ بنام مسماۃ آفریہ بیگم اپنی ایک سذو جہ کے بھلے ازواج کھلا ہر تہم

کی تحریر کے بعد مکان موجود پر دستور قبضہ واجب کا ماحیات واجب رہا یعنی واجب مع اپنے اطفال و ازواج کے مع اس توجہ کے جس کے نام یہ حکم مرتبہ وقت تک اس مکان میں رہا بعد وفات زید و ثناء زید یا باجمال و بلا شتر اک اس مکان پر بعض رتبہ اب وقت درخواست ہونے تقسیم مکان کے باہم شرکا کے وہ عید ظاہر ہو کر اذرنے شرع شریف جائز ہوگی یا ناجائز قرار پائے گی۔ مینوا توجہ روا۔

الحجاب

(۱) اس مقدمہ میں تحقیق حکم شرعی تنقیح چند مسائل پر موقوف فقہول و باللہ التوفیق (توہم کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کی توفیق سے۔ ت)

مسئلہ اولی ہمارے مشایخ مذاہب و جمہ اللہ تعالیٰ کو اختلاف ہے کہ قبول بھی مثل ایجاب رکن ہے یا نہیں،

<p>کافی، کفایہ، تنویر، در اور ہدایہ کے ہر میں اول کو اختیار کیا، اور اتعافی نے کہا کہ تحفۃ الفقہاء میں امام علاؤ الدین نے یہی فرمایا ہے اور حصر، مختلف، نہایہ، درایہ، عنایہ، عینی اور عام شروع میں ثانی کو اختیار کیا۔ اتعافی نے کہا کہ شیخ الاسلام خواہر زادہ نے مبسوط میں یہ فرمایا اور اسی پر ہدایہ کے کتاب الایمان میں اور کرماتی اور تاویلات اور محیط سرخسی نے اعتماد کیا ہے۔</p>	<p>مشی علی الاول فی الکافی و الکفایۃ و التنویر والدروہبۃ الہدایۃ و قال الاتعافی انہ قول الامام علاؤ الدین فی تحفۃ الفقہاء و مشی علی الثانی فی الحصر و المختلف و النہایۃ و الدرایۃ و العنایۃ و العینی و عامۃ الشروح قال الاتعافی انہ قول الاہل مشیخ الاسلام خواہر زادہ فی مبسوط و بہ جزئی فی کتاب الایمان من الہدایۃ و الکرماتی و التاویلات و محیط السرخسی۔</p>
--	--

(ت)

اور رائج و معتد و مقفی یہ ہے کہ قبول رکن نہیں غایت یہ کہ شرط ثبوت ملک ہو پھر قبضہ کہ مجلس میں ہو اگرچہ بے اذن صریح واجب یا باذن واجب ہو اگرچہ بعد مدت وہ اس قبول کا قائم مقام ہو جائیگا قول حق اور تحقیق یہ ہے کہ قبضہ بنفسہ شرط ثبوت ملک ہے اور وہی دولت قبول بھی ہو جائے گا، رہا پیش از قبضہ حاجت اس قدر ہے کہ قبولی کا منافی معنی رد و اعتناع نہ پایا جائے، امام ملک العلماء ابوبکر مسعود کاشانی نے برائے میں تصریح فرمائی کہ رکعت قبول قول امام زفر و قیاس ہے اور استسکان عدم رکعت ہے اور معلوم ہے کہ عمل ہمیشہ احسان پر ہے الا فی مسائل عدیدۃ لیست ہذا

منہا (مگر متعدد مسائل میں جن میں سے یہ نہیں ہے ۔ ت) اور فتاویٰ قاضی خان و نیز حاوی الفتاویٰ میں قبضہ ہو ہو ب ل بعد مجلس کو جب کہ باذن واجب ہو مثبت ملک ٹھہرایا اگرچہ ہو ہو ب ل نے قبول کر دم نہ کیا ہو اور صراحت فرمایا : بہ ناخذ (ہم یہی اختیار کرتے ہیں ۔ ت) یہ لفظ اعظم الفاظ افتا سے ہے کما فی الدلائل وغیرہا (جیسا کہ درو غیر میں ہے ۔ ت) قبضہ اگرچہ قائم مقام قبول ہے مگر قبول رکن ہوتا تو ماورائے مجلس پر موقوف نہ رہ سکتا ،

لان الايجاب لفظ واللفظ عرض والعرض
لا یستحق ضمانین فلا یکن ارتباط القبول بہ
الا اذا تحقق فی مجلسہ لان المشرع جعل
المجلس جامعاً للکلمات۔

کیونکہ ایجاب لفظ ہے اور لفظ عرض ہے اور
عرض دو زمانوں میں باقی نہیں رہتا لہذا قبول
کا اس سے ربط نہ ہو گا مگر جبکہ وہ اسی مجلس میں
متحقق ہو گیا مگر شریعت نے مجلس کو متفرقات کا

جامع قرار دیا ہے ۔ (ت)

خود ہدایہ و در مختار وغیرہ عام کتب میں تصریح فرمائی کہ اگر زید نے قسم کھائی ہے نہ کروں گا پھر عمر سے
کہا یہ شئی میں نے تجھے بہہ کی اور عمر نے بہہ قبول نہ کیا قسم ٹوٹ گئی کہ بہہ فقط اس کے ایجاب سے
متحقق ہو گیا اگرچہ عمر نے قبول نہ کیا اور اگر قسم کھائی کہ نہ بیچے گا پھر عمر سے کہا میں نے یہ شے تیرے ہاتھ
بیچی اور عمر نے قبول نہ کیا قسم نہ ٹوٹی کہ بیع بے ایجاب و قبول دونوں کے متحقق نہ ہوگی تو بے قبول
مستثنیٰ بیعنا صادق نہ آیا ۔ یہ غیر سری وجہ اس قول کی ترجیح کی ہے کہ عام کتب معتبرہ حتیٰ کہ ان میں بھی
جو رکنیت کی تصریح کرتی تھیں یہ مسئلہ یونہی مسطور ہے جس سے عدم رکنیت روشن و منصور ہے ۔

اما تعلیل الکفاية والكافي المحدث في الہبة
بانه اتى بما هو مقدورها واليمين انما
تنسحب على ما هو فعله وليس الايجاب
فينقوض بعد المحدث في الہبة
كما لا يخفى فانه ثمه ايضا لا يعد
یہ کہ حنث کی بحث میں کفایہ اور کافی کا یہ علت
بیان کرنا کہ وہ اپنا مقدور ہی بجا لا سکتا ہے
جبکہ قسم اس کے فعل پر ہی مرتب ہوتی ہے اور حنث
ایجاب ہی اس کا فعل ہے ، یہ علت بیع میں عدم
حنث کی وجہ سے سالم نہیں رہے گی جیسا کہ مخفی

۱۔ فتاویٰ ہندیہ بحوالہ حاوی الفتاویٰ کتاب الہب الباب الثانی فورانی کتب خانہ کراچی ۳۷/۴
فتاویٰ قاضی خان کتاب الہب نو کثور مکتبہ ۶۹۶/۴
۲۔ در مختار مقدمہ کتاب مطبع مجتہبی دہلی ۱۵/۱

الا على الايجاب ولا يحسن
به فيه وفاقا

نہیں، کیونکہ یہاں بھی وہ صرف ایجاب پر قادر ہے
حالانکہ اس میں بالاتفاق ایجاب سے حسن
نہیں ہے (ت)

نتائج الافکار میں ہے:

في البدائع اماركن الهبة فهو الايجاب
من الواهب فاما القبول من الموهوب
له فليس بركن استحسانا والقياس
ان يكون ركنًا وهو قول من فرق قول
قال المقبض ايضا ركن الخ.

بدائع میں ہے لیکن ہبہ میں رکن وہ واجب کا
ایجاب ہے جبکہ موهوب لہ کا قبول کرنا استحساناً
رکن نہیں ہے حالانکہ قیاس اس کے رکن ہونے
کا مقتضی ہے امام زفر رحمہ اللہ نقلے کے ایک
قول میں ہے کہ قبضہ بھی رکن ہے الخ (ت)

عالمگیری میں ہے:

وقال وهبت منك هذا العبد والعبد حاضر
فقبضه جازت الهبة وان لم يقل
قلت كذا في السقط ، ولو كان العبد غائبا
فقال له وهبت منك عبدي فلانا فاذهب
واقبضه فقبضه جاز وان لم يقل
قلت وبه ناخذ كذا فبالحاوي
للغناوي

اگر کسی نے کہا میں نے تجھے یہ عبد حاضر ہبہ کیا تو
اس نے قبضہ کر لیا تو ہبہ جائز ہو جائیگا اگرچہ موهوب
نے قبول کرنے کا قول نہ کیا ہو، سقط میں یوں ہے
اور اگر عبد غائب ہو تو یوں کہا کہ میں نے اپنا فلاں
عبد تجھے ہبہ کیا تو جا کر قبضہ کر لے اس نے قبضہ کر لیا تو
ہبہ جائز ہو گا اگرچہ موهوب نے "میں نے قبول کیا"
نہ کہا ہو، ہم نے اسی کو اختیار کیا ہے حاوی للغناوی
میں یوں ہی ہے (ت)

اسی طرح فتاویٰ امام اجل قاضی خاں میں ہے۔
اقول وبما قررنا ظهر ما في

اقول (میں کہتا ہوں) ہم نے جو تقریر کی اس

۴۸۰/۴	مکتبہ فوریرہ رضویہ سکس	کتاب الہبہ	لے نتائج الافکار فی کشف الرغز والاسرار
"	"	"	"
"	"	"	"
۳۷۶/۴	فوریانی مکتبہ خاندیشاورد	کتاب الہبہ و مالایکچہ	۳۷۶/۴
۲۹۶/۴	نو لکثور بکھنؤ	کتاب الہبہ	۲۹۶/۴

الصحیط من انه لا یشرط فی الهبة القبول وان استشكله فی البحر وذلک لانه ان اسید خصوص القبول بالقول فغیر لانها قطعاً وان اکتفی بالقبول دلالة فاشترط القبض مفعول عنه فانه یدل علیه فلا یكون شرطاً بحیالہ نعم یشرط ان لا یوجد منافیه کما اشرنا الیه .

محیط میں بیان کردہ یہ بات واضح ہو گئی کہ ہبہ میں قبول کرنا شرط نہیں ہے اگرچہ تاجر میں اس پر اشکال کیا ہے، یہ اس لئے کہ اگر قبول سے مراد خاص زبانی قبول کا لفظ کہنا مراد ہو تو یہ قطعاً ضروری نہیں ہے اور اگر دلالت قبول کرنا مراد ہے تو قبضہ کی شرط اس کو کافی ہے کیونکہ قبضہ قبول کرنے پر دل ہے لہذا ہبہ میں قبول کرنا کسی طرح شرط نہ ہوگا، ہاں یہ شرط ضرور ہے کہ وہاں قبولیت کے منافی کوئی چیز نہ پائی جائے جیسا کہ ہم نے پہلے اشارہ کیا ہے۔ (ت)

مشرقا و عقلاً و عرفاً جب تک مالک مکان خود مکان میں ہو اسی کا قبضہ ہے اس کا مال اسباب رکھا ہو تو اسی کا قبضہ ہے اس کے اہل و عیال رہتے ہوں تو اسی کا قبضہ ہے ولہذا اگر مکان ہبہ کیا اور ہنوز خود واہب یا اس کا اسباب یا اہل و عیال مکان میں ہیں ان سے تخلیہ نہ کیا اور موجود ہبہ سے کہتا ہے میں نے تجھے قبضہ دیا تو اس کا یہ کنایہ صحیح نہیں۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے :

لا یصح قوله اقبضتها وسلمت اذا كانت الواهب فیہ او اهلہ او متاعہ کذا فی التارخانیۃ

جب واہب خود یا اس کے اہل و عیال یا اس کا سامان مکان میں موجود ہو تو واہب کا یہ کہنا کہ قبضہ کر لیا میں نے سپرد کر دیا، مکان کے قبضہ کیلئے صحیح نہ ہوگا، تارخانیہ میں یوں ہے (ت)

اسی طرح اگر کوئی شخص مالک کی اجازت سے عاریت یعنی بے اجرت رہتا ہے تو جب بھی مکان قبضہ مالک ہی میں ٹھہرے گا کہ مرتین یا مستاجر کی طرح اس کا قبضہ مستعمل نہیں بلکہ قبضہ مالک ہی کی فرع اور اسی سے مستفاد ہے تو اس کا منافی نہ ہوگا بلکہ اس کی تقریر و تاکید کرے گا ولہذا اگر مکان جس میں بلا اجرت اور لوگوں کو سکونت دے رکھی ہے مالک نے اپنے نابالغ بچہ کو ہبہ کیا ہبہ کرتے ہی بلکہ پس ہو گیا ای لوگوں سے تخلیہ و رکار نہیں کران کا قبضہ خود قبضہ واہب ہے اور اپنے ولد صغیر کو ہبہ کرنے میں خود اپنا ہی قبضہ مطلوب ہے، امام زلیحی تبیین الحقائق میں فرماتے ہیں :

لو وهب من ابنه الصغير دارا ولا يملكها
ومتاعه فيها جازت النية ، وملكها الابن
بجرد قوله وهبتها له لانها في يده و
سكناه ومتاعه فيها لا ينافي يده بل يقصر
فتكون هي في قبضه وهو الشرط ، ولو كانت
يسكنها غيره باجرا لا يجوز لما ذكرنا راجع في
القاصب والمنتقم والمستاجر امت كل
واحد منهم قابض لنفسه وعامل لنفسه
بخلاف المودع لان يده يده المالك وان
كان بفيرا جازت النية وملكها الابن
بجرد العقد ذكره محمد رضي الله تعالى
عنه في المنتقم

اگر باپ نے اپنے نابالغ بیٹے کو مکان ہب کیا حالانکہ
باپ اس میں سکونت پذیر ہے یا باپ کا سامان
اس میں موجود ہے تو ہب جائز ہوگا اور یہ کہ بیٹے سے
کہ میں نے بیٹے کو یہ مکان ہب کیا بیٹا مالک ہو جائیگا
کیونکہ نابالغ کے لئے باپ کا قبضہ ہی کافی ہونے
کی وجہ سے مکان میں باپ کی رہائش اور سامان
قبضہ کے منافی نہیں ہے بلکہ قبضہ کا ثبوت ہے
لہذا یہ بیٹے کے قبضہ میں ہے یہی قبضہ شرط ہے اور
اگر اس مکان میں باپ کا غیر کوئی کرایہ دار ہو تو
قویہ قبضہ ہب کے لئے صحیح نہ ہوگا، اس کی وجہ ہم نے
ذکر کر دی ہے یعنی غاصب، رہن لینے والے،
امرت پر لینے والے کے بارے میں ذکر کیا کہ یہ
لوگ اپنی ذات کے لئے قابض اور عامل ہوتے ہیں، اس کے بخلاف امانت پاس رکھنے والا، اگر اس کا
قبضہ امانت کے طور پر مالک کا قبضہ قرار پاتا ہے، اور اگر باپ کے ہب کردہ مکان میں کوئی دوسرا غیر کرایہ رہائش پذیر
ہے تو ذکرہ صورت میں ہب جائز اور ہب کر دینے سے نابالغ بیٹا مالک قرار پائے گا۔ امام محمد
رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کو قطعاً میں ذکر فرمایا ہے۔ (۱۰۷)

اور قبضہ دلانے کے معنی شرعا و عقلا و عرفا یہ ہیں کہ اپنا قبضہ اٹھا کر اس کا قبضہ کر دیا جائے
ورنہ جب تک اپنا قبضہ موجود ہے اس کا قبضہ کیونکر ہوگا کہ شے اپنے منافی کے ساتھ جمع نہیں ہوتی
آخر نہ دیکھا کہ جب تک تخلیق نام نہ ہو و اہب کے اس قول کو کہ میں نے تجھے قابض کر دیا صحیح نہ مانا اور
کلام مدعی کا ہو خواہ شاہد خواہ کسی عاقل کا، وہ معنی صحیح ہی پر محمول ہوگا۔ جامع الفصولین فصل اربعین
میں ہے۔

مطلق کلام العاقل او تصرفه يحمل
على الصحة بقضية الاصل وكذا
عاقل کے کلام اور تصرف کو اصل قاعدہ کے مطابق
صحت پر محمول کیا جائے گا اور یوں ہی اس کی

الشهادة على هذا

شہادت کر بھی۔ (ت)

ترتیباً جب شہادت دیں کہ واہب نے جہ کیا اور قبضہ کرا دیا اس کے یہی معنی ہیں کہ اپنا قبضہ اٹھا کر مرہوبہ کو قابض کر دیا اور اوپر معلوم ہو چکا کہ جب تک وہ خود یا اس کا سبب یا اہل و عیال یا کوئی ساکن جو بلا اجر اس کی اجازت سے رہتا ہو مکان میں موجود ہے واہب کا قبضہ نہ اٹھا تو قبضہ دانا صادق نہ ہو احسا لاکہ شہود قبضہ دلانے کی گواہی دے رہے ہیں تو بالضرورت اس شہادت کے یہی معنی ہیں کہ تخلیہ تام ہو گیا اور واہب نے متابع واہب و اہل و عیال واہب وغیرہم جملہ مذکورین جن کی بقا قبضہ واہب کی بقا ہو اس وقت مکان میں نہ تھے بالجملہ قبضہ دلانے کی شہادت بعینہ تحلیہ و ذرائع کی شہادت ہے جس کے بعد اس کے ذکر مریع کی اصل حاجت نہیں جس طرح حاکم کے حضور نکاح کی گواہی میں شہود کا اتنا کتنا کافی ہے کہ فلاں مٹی نے فلاں مٹی علیہا سے نکاح کیا تمام شرائط کی تفصیل کہ اس وقت دو مرد یا ایک مرد و دو عورتیں عاقل بالغ سامع فہم موجود تھے اور مجلس واحد میں انہوں نے ایجاب و قبول کیے وغیرہ نک بیان کرنے کی حاجت نہیں لان الشئ اذا ثبت ثبت بلوا منہ (کیونکہ جب کوئی چیز ثابت ہوتی ہے تو وہ اپنے لوازمات سمیت ثابت ہوتی ہے۔ ت) ولہذا شہادت بہرہ فراہ دعویٰ جہ کی تصویروں میں جہاں دیکھتے علماء نے کرام قدس امراہم نے اسی قدر پر قناعت فرمایا ہے کہ جہ کیا اور قبضہ دے دیا اس کے ساتھ یہ نہیں پڑھاتے کہ اور واہب خود بھی مکان سے الگ ہو گیا اور اپنا مال و اسباب بھی نکال لیا اور اپنے اہل و عیال کو بھی جدا کر دیا اور جو لوگ بلا اجارہ اجازت رہتے تھے ان کو بھی ہٹا دیا اس کے بعد قبضہ کرا لیا، تو جو وہی ہے کہ یہ سارا بیان اُتھکنے میں آگیا کہ قبضہ کرا دیا جیسے جملہ شرائط نکاح اس لفظ میں آگئے کہ نکاح کیا جامع الفصولین آخر فصل ۱۱ میں ہے۔

شہد احد ہما کہ ایں بخواست ایں زنی را ایک نے شہادت دی کہ اس نے عورت کو نکاح
و شہد الآخر کہ ایں زن خود را بایں داد تقبل کہ پیشکش کی ہے اور دوسرے نے یوں شہادت
دی کہ عورت نے خود اپنے آپ کو اس کے نکاح میں دیا تو یہ شہادت مقبول ہوگی۔ (ت)
خزانۃ المفتیین میں ہے۔

قال هذه امرأتی او قال هذه منکوحتی مرد نے کہا یہ میری بیوی ہے، یا کہا میری منکوحہ
و شہد وانہ کانت تزوجہا تقبل اور گواہوں نے شہادت میں کہا کہ اس نے اس

ایضاً دعویٰ الہیۃ والصدقۃ ہم القبط
فیہما مستویان
فتاویٰ قاضی خاں

نیز ہر اور صدقہ کے دعویٰ کے ساتھ قبضہ لینے کا دعویٰ
ہر تو دونوں کا حکم مساوی ہے۔ (ت)

دار فی ید رجل فاقام رجل البینۃ انہ
اشترى امان فلان غیر ذی الید بالفت
درہم و هو یمکنہا و نقد الثمن و اقام
آخر البینۃ انہ فلان اخر و ہبہا
منہ و قبضہا۔

ایک شخص کے مقبرہ مکان کے متعلق دوسرے نے
گواہ پیش کئے کہ یہ مکان میں نے قابض شخص کے
غیر سے ہزار روپے کے عوض خرید لیا ہے وہ مالک ہے اور اس
کی قیمت نقد ادا کی ہے اور دوسرے ایک شخص
نے اسی مکان کے متعلق گواہ پیش کئے کہ فلاں
دوسرے شخص نے یہ مکان مجھے ہر کیا اور قبضہ دیا ہے۔

پس صحت مستفسرہ میں سید امیر شاہ و عبد الحمید خاں کی شہادتیں کہ ہر دو معاینہ قبضہ کی ہیں قبضہ
تامر بتا رہی ہیں اور ان پر یہ اعتراض نہیں ہو سکتے کہ رسول خاں کی ذات و متاع سے تخلیہ نہ بیان کیا
بیشک بیان کیا کہ قبضہ دلانے کے خود بھی معنی ہیں یونہی بھرام خاں اور اس کی زوجہ اور ان کے اسباب
سے بھی تخلیہ اسی میں آگیا کہ جو باہارت مالک بلا اجرت رہتا ہو اس کا قبضہ بھی قبضہ مالک ہے تو قبضہ دلانا
اس سے تخلیہ کو مستلزم کنا حققنا انفا (جیسا کہ ابھی ہم نے تحقیق کی ہے۔ ت) بلکہ زیادات صاحب
محیط و فصول عمادی و بحر الرائق و منہ الغفار و در مختار و معجمی و غیرہ معتبرات میں تو یہاں تک تصریح ہے
کہ غیر واجب کے ملک و اسباب سے محبوب کا مشغول ہونا تمامی ہر کا سرے سے مانع ہی نہیں
فصول و ہندیہ میں ہے۔

اشتغال الموهوب بملك غیر الواهب هل
يمنع تمام الہیۃ ذکر صاحب محیط فی
الباب الاول من ہبۃ الزیادات انہ
لا یمنع

کسی محبوب چیز کا واجب کے غیر کی ملکیت میں
معدوم ہونا کیا ہر کے تمام ہونے سے مانع ہے
صاحب محیط نے زیادات کے ہر کے باہل میں
ذکر کیا کہ مانع نہیں ہے۔ (ت)

۱۔ فتاویٰ ہندیہ کتاب الدعویٰ الباب التاسع فورانی کتب خانہ پشاور ۸۶/۴
۲۔ فتاویٰ قاضی خاں ۲ فصل فی دعویٰ الملك السبب نوکشر رکھنو ۲۸۶/۴
۳۔ فتاویٰ ہندیہ بحوالہ الفصول العادیۃ کتاب الہب الباب الثانی فورانی کتب خانہ پشاور ۳۸۶/۴

شغلہ بغیر ملک و اہبہ لایمنہ تمامہا ینہ و اہبہ کی ملکیت کے غیر میں مصروف ہونا مانع نہیں ہے۔ (ت)

اور جب کہ کلام شاہ اس حکم سے کہ ہم بیان کر چکے جملہ موانع صحت از تخاص پر محمول اور وقت قبضہ مجرد کسی شخص غیر محبوب لہ کامکان میں موجود ہونا مانع تمامی قبضہ نہیں جب کہ نہ وہ قبضہ مستقل رکھتا ہو جیسے مہتمن و مستاجر، نہ اس کا قبضہ قبضہ مالک ہو جیسے اہل و عیال و مودع و مستعیر، کہ مانع قبضہ غیر ہے نہ کہ مجرد وجود غیر، اور ہر شخص کہ مکان میں ایک ساعت کے لئے موجود ہو مکان کا قابض نہیں کہلاتا کیا سائل کہ سوال کئے آنے یا نوکریا ملاقات کے لئے آنے والا دوست و غیر ہم قابضان مکان کہنے جاتا ہے، ہرگز نہیں، جبہ المجید خاں کا کہنا کہ اس وقت سواہر علیہا کے اور کوئی نہ تھا اور کوئی ہو تو مجھے معلوم نہیں ہرگز شہادت قبضہ تامہ میں خلل اخذ نہیں، ہاں اگر وہ یہ کہتا کہ اس وقت اور کسی کا بھی قبضہ ہو تو مجھے معلوم نہیں تو بیشک بیان اول کے منافی ہوتا۔ قبضہ صنوبر یکم کی شہادت قزوہ صاف ادا کر چکا جس کے یہی معنی ہیں کہ اور کوئی قابض نہ تھا پھر کسی غیر قابض کا ہونا اگر اسے معلوم نہ ہو بلکہ سچا سچ شخاص غیر قابضین کا ہونا معلوم ہو تو کیا ضرر ہے، کیا محبوب لہ کے قبضہ لینے وقت اگر اس کے نوکر چاکر یا عزیز اقربا یا تحمل شہادت کے لئے بعض اہل محسد و غیر ہم ساتھ ہوں تو قبضہ تامہ نہ ہوگا کس نے لازم کیا ہے کہ محبوب لہ اس وقت تنہا مکان میں چھوڑ دیا جائے کوئی فرد بشر اس کے پاس نہ جانے پاسے، اور جب یہ دونوں شہادتیں معاینہ قبضہ کی ہیں اور معاظرہ حبہ کا ہے تو مدت میں اختلاف کہ ایک چھ سات سال دوسرا بارہ سال بتاتا ہے کچھ مضر نہیں۔ فتاویٰ قاضی خاں و فتاویٰ عالمگیری میں ہے،

ان اختلفوا فی عقد لایثبت حکمہ الا بطل
القبض کا اہبہ والصدقۃ والرهون
فان شہدوا علی معاينة القبض و
اختلفوا فی الايام والبلدان جازمت
شہادۃہم فی قول ابی حنیفہ و ابی یوسف
مرفی اللہ تعالیٰ عنہما ولو شہدوا علی
ایسا عقد جس میں قبضہ کے ثل کے بغیر حکم ثابت نہیں ہوتا جیسا کہ ہے، صدقہ اور رہن تو اس میں اگر گواہوں نے قبضہ دیکھنے کی شہادت دی اور وقت اور مقام میں گواہوں کا اختلاف ہوا ہو تو امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ شہادت قبول کی جائے گی اور گواہوں کے

اقرار الراءن والمتصدق والواهب
بالتقبض جازية الشهادة في قولهم
واهب، صدقة کرنے والے اور راہن کے اس
اقرار پر کہ قبضہ دے دیا تو بالاتفاق سب کے
قول میں یہ شہادت مقبول ہوگی۔ (ت)

فتاویٰ صفری میں ہے،

لو شهد ابرهن واختلفا في زمانه او مكانه
وهما يشهدان على معاينة القبض
تقبل وكذا اشراء وهبة وصدقة
اگر دونوں گواہوں نے یہی رکھنے کی شہادت
دی اور مکان و زمان میں اختلاف کیا تو قبضہ
دیکھنے کی گواہی دی تو شہادت مقبول ہوگی اور
یہ بھی خریداری، صدقہ اور ہبہ کا حکم ہے۔ (ت)

بالجملہ یہ دونوں شہادتیں ہبہ ہونا اور حضور پر بیگم کا قبضہ تامہ ہو جانا بروجر کافی بیان کر رہی ہیں
ان کے مقابل جانب مدعی کی شہادت کہ واہب کا اسباب مقبوضہ وقت ہبہ اس مکان میں تھا
یہ تو اصل وار و نہیں کہ موہوب کا وقت ہبہ ملک واہب سے غلو ضرور نہیں وقت قبضہ موہوب لہ
ضرور ہے اور وقت ہبہ وقت قبضہ سے مقدم ہے تو اس شہادت کو ان شہادات سے کچھ مس نہیں
اور یہ شہادتیں کہ واہب تادم مرگ اس مکان میں رہا یا ہرام خاں اور اس کی زوجہ ہمیشہ سے اس
میں رہتی ہیں، ان کا حاصل اگر ہے تو اتنا کہ تخلیہ ہوا حضور پر بیگم کا قبضہ تامہ نہ ہوا تو یہ سب
شہادتیں نفی پر ہیں اور نفی پر شہادت مقبول نہیں جب تک متواتر نہ ہو جسے شہر کا ہر چھوٹا بڑا عالم جاہل
جانتا ہو اور عام لوگوں کی گواہیاں اس پر گزر جائیں۔ فتاویٰ صفری و جامع الفصولین و معین الخ کام
میں ہے،

لا تقبل لانها قامت على النفي لانت
قولهما كان في مكان كذا نفى معنى
ولكان اثباتا بصورة اذ الغرض نفى
ما قامت عليه البينة الاولى
شہادت قبول نہ کی جائیگی کیونکہ یہ نفی پر شہادت
ہے کیونکہ گواہوں کا کہنا کہ فلاں مکان میں تھا،
اگرچہ یہ صورت اثبات ہے مگر معنی غرض یہ ہے کہ
پہلی گواہی سے جو چیز ثابت ہوئی ہے اس کی
نفی کی جائے۔ (ت)

۱۔ فتاویٰ ہندیہ کتاب الشہادات الباب الثامن فورانی کتب خانہ پشاور ۵۹/۲
۲۔ فتاویٰ صفری

۳۔ جامع الفصولین بحوالہ فتاویٰ صفری الفصل الثانی عشر اسلامی کتب خانہ کراچی ۱۷۲/۱

شہادتوں میں اس کا عدم بیان ورنہ اگر بیان عدم ہوتا جب بھی مضرت تھا کہ قبضہ جو مجلس ہبہ میں ہو اگرچہ بے اذن و اہب یا باذن و اہب ہو اگرچہ مجلس ہبہ کے بعد وہ مطلقاً مثبت ملک ہو ہو بہو ہو اور یہی دلیل قبول ہے اگرچہ ہو ہو بہو نہ نے صراحت قبول ہبہ نہ کیا ہو۔ فقہ علی البیہین میں امام قاضی خاں سے اور عادی الفتاویٰ و فتاویٰ عالمگیریہ وغیرہ میں ہے،

وهذا النص الهندية لوقال وهبت منك هذا العبد والعبد حاضر فقبضه جازمت الهبة وانت لم يقل قبلت كذا الخ الصلح، ولو كان العبد غائباً فقال له وهبت منك عبيدي فلانا فاذهب واقبضه فقبضه جازوان يقل قبلت وبه ناخذ كذا في الفتاوى

یہ ہندیہ کی عبارت ہے، اگر کسی نے کہا یہ عہدہ میں نے تجھے ہبہ کیا، عہد حاضر تھا ہو بہو نہ نے اسی وقت عہد کو قبضہ میں لے لیا تو ہبہ صحیح ہو جائیگا اگرچہ بانی میں نے قبول کیا، نہ کہا ہو جیسا کہ ملتقط میں ہے اور اگر عہد غائب اور کہا فلاں عہد میں تجھے ہبہ کیا جا کر قبضہ کر لو پس اس نے قبضہ کر لیا تو اگرچہ بانی قبول کرنے کی بات نہ کی ہو تو بھی ہبہ جائز ہے،

بارہوی حنفی ہے، الفتاویٰ میں یوں ہے، (ت)
اسی طرح امام فقیہ النفس قاضی خاں نے اسے یہ ناخذ (ہم اسے ہی اختیار کرتے ہیں۔ ت)
فرمایا، سوال میں بیان گواہان کا خلاصہ لکھا ممکن کہ پورا بیان دیکھنے سے کوئی اور بات پسیدہ ہو مگر جس قدر خلاصہ ہمارے سامنے پیش ہوا اس میں سید امیر شاہ و عبد الحمید خاں کی شہادتیں اعتراضات سے پاک ہیں اگر بیان کامل میں کوئی بات مضرت شہادات نہیں اور یہ دو گواہیاں قابل قبول شہادہ اور ہر دو شرعی گزرتی ہوں تو ضرور ہبہ مکان بھی حضور بیگم ثابت ہے اور مکان تقسیم سے بری۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) سائل کو تحریر ہبہ نامہ سے اعتراف ہے قبضہ ہو ہو بہو نہ میں کلام ہے اور قاضی ریاست نے مدعیہ ہبہ و قبضہ کا دعویٰ سماعت کیا اور اس پر گواہ نے جیسا کہ سوال اول سے ظاہر ہے اور ہم اس کے جواب میں واضح کر آئے کہ ان میں دو شہادتیں اگر ہر دو مقبول شرعی گزری ہوں تو ہبہ تام ثابت ہے اور سماعت قبضہ ہو ہو بہو نہ لہا سے پہلے اور بعد آج تک اور دن کا اس میں رہنا بستنا قابلین

ہونا ظلم صحت یہ نہیں تو اس قدر پر اس سوال دوم کے لئے کوئی منشا باقی نہیں، ہاں اگر یہ گواہیاں شرعاً
مخدوش و نامقبول ہوں تو ان گواہیوں پر کہ اب تک و احب کا قبضہ ہا اب بھی التغات نہ ہو گا کہ شہادت
علی النقی معتبر نہیں بلکہ مدعیہ کی درخواست پر خواہندہ تقسیم سے حلف لیا جائے گا کہ اس کے علم میں
واحب نے کبھی محبوب لہا کو قبضہ نہ دلایا اگر وہ حلف سے انکار کرے گا میرا ثابت ہو جائے گا اور حلف
کرے گا تو میرا ثابت قرار پا کر مکان میں سے اس خواستگار تقسیم کا حصہ جبراً کر دیا جائے گا، واللہ
تعالیٰ اعلم۔

۹۲ مسئلہ از ریاست دامپور بنگلہ آزاد خان مرشد مفتی لطف اللہ صاحب خلعت مفتی محمد سید اللہ صاحب
۱۴ ذیقعد ۱۳۲۶ھ

بخدمت مبارک جناب مولانا مخدوم و مکرم ذی الجہد و الکرم جناب مولوی احمد رضا خاں صاحب
دام محمدکم! بعد سلام مسنون التماس ہے کہ ایک شخص نے دعویٰ عاریت زور کا کیا ہے اس میں صفت وزن
اور قیمت کا اظہار کیا ہے شہود نے مطابق گواہی دی ہے لیکن وزن نہیں بیان کیا ہے اسی نقصان کے
نظر سے شہادت مقبول نہیں ہوتی ہے مدعی عذر دار نے روایت ذیل فتاویٰ عالمگیری میں پیش کی ہے،
ان وقعت الدعوی فی حین غائب لا یسد دی اگر کسی ایسی چیز کے متعلق دعویٰ ہو جو غائب ہو
مکانہ بان ادعی رجیل علی رجیل انہ
غصب منہ ثوبا او جاریۃ و لا یدری
انہ قائم او هالک ان بین الجنس والصلۃ
والقیمۃ فندعوا مسموعۃ و بیفنتہ
مقبولۃ۔
اور معلوم نہ ہو کہ کہاں ہے یوں کہ کسی نے دوسرے
کے خلاف دعویٰ کیا کہ اس نے میرا کپڑا یا لونڈی
غصب کر رکھی ہے معلوم نہیں کہ موجود ہے یا ضائع
ہو گئی ہے اور مدعی نے اس پر شہادت میں جنس،
صفت اور قیمت بیان ہو تو اس کا دعویٰ مسموع
اور گواہی مقبول ہوگی۔ (ت)

ظاہر ہے کہ روایت ہذا متعلق بخصب ہے کیا یہی حکم عاریت میں بھی جاری ہو سکتا ہے یعنی
مثل غصب کے عاریت میں بھی اگر شہود وزن کا ذکر نہ کریں جب بھی شہادت مقبول ہوگی چو کہ نظر عالی نہایت
وسیع ہے اور محققانہ مسک ہے لہذا آپ کی خدمت با محفلت میں تصدیق دیا جاتا ہے کہ جواب با صواب
سے آگاہ فرمایا جائے مقدمہ کی تاریخ ۱۱ دسمبر ۱۹۰۶ء مقرر ہے، اسبہ کہ درود جواب سے

قیل میعاد شرف حاصل ہوگا۔

شاہکار نیاز مند دیرین (رحمۃ اللہ علیہ) از ریاست رام پور، دسمبر ۱۹۰۸ء

الجواب

اللهم لك الحمد (یا اللہ! تمام حمدیں تیرے لئے ہیں۔ ت) اصل مقصود دعویٰ و شہادت دونوں میں تعین مدعی ہے کہ قضا ممکن ہو فان القضاء بمجهول غیر معقول (مجهول چیز کا فیصلہ عقل کے خلاف ہے۔ ت) در مختار میں ہے ۱

شرطها ای شرط جواز الدعوی معلومیۃ المال المدعی اذ لا یقتضی بمجهول
اس کی شرط یعنی دعویٰ کی شرط یہ ہے کہ وہ مال معلوم ہو جس کا دعویٰ کیا گیا ہے کیونکہ مجهول چیز کا فیصلہ نہیں ہوتا۔ (ت)

پھر برہشتی حاضر ہو اس کی طرف اشارہ تعین کے لئے کافی ہے۔ جامع الفصولین میں ہے ۱
تسمی الدعوی بحضوره عند الاشارة الیه
مدعی کے حاضر ہونے پر اس کی طرف اشارہ سے دعویٰ مسموع ہوگا اور اس صورت میں دعویٰ میں چیز کے اوصاف، وزن اور اس کی نوعیت بیان کرنے کی ضرورت نہیں رہتی۔ (ت)

اسی میں ہے ۱

لو كان میت حاضر ولا یشترو ذکر اوصافہ
اگر کسی موجود حاضر چیز سے متعلق دعویٰ ہو تو اس کے اوصاف کو ذکر کرنا شرط نہیں (ت)

یہاں تک کہ دہری بیان نہ کرنا درکنار اگر غلط و خلاف واقع بیان کیا ضرر نہ کرے گا لان التسمیۃ تلفو عن الاشارة (کیونکہ اشارہ کی وجہ سے اوصاف کا ذکر لغو ہو جاتا ہے۔ ت) بزازیر میں ہے ۱
ادعی حدید او ذکر انه عشرة اصاب
حاضر ہو ہے کہ اشارہ کر کے دعویٰ کیا اور بیان کیا کہ یہ دس من ہے جبکہ وہ بیس من یا آٹھ من نکلا تو فاذا هو عشرون او ثمانية تقبل الدعوی

۱۱۵/۲	مطبع مجتہائی دہلی	کتاب الدعوی	۱۵ در مختار
۷۷/۱	اسلامی کتب خانہ کراچی	الفصل السادس	۱۷ جامع الفصولین
۷۹/۱	" " "	"	۱۸ " "

والشهادة لان الوزن في المشارة المية لغوية
دعوی اور شہادت دونوں مقبول ہیں کیونکہ مشار المیہ
پہیز میں وزن کا بیان لغو ہوتا ہے۔ (ت)

اور جو شئی حاضر نہ ہو اس میں جنس و قدر بالجلد اس قدر اشار کا بیان ضروری ہے جن سے اس کی
پوری تعیین بقدر امکان و احتیاج حاصل ہو، کنز الدقائق و تبیین الحقائق میں ہے،

(لا یصح الدعوی حتی ینکر شیئاً معلوم جنسه و قدره) لان قائم تھا الالزام
کونی دعوی صحیح نہیں ہوتا جب تک شئی کو ذکر کر کے
اس کی جنس اور قدر کو بیان نہ کیا جائے کیونکہ دعو
کا مفاد گواہی کے ذریعے الزام ثابت کرنا ہے جبکہ
الزام اور گواہی مجہول چیز ہی متحقق نہیں ہو سکتے
اس لئے دعوی صحیح نہ ہوگا۔ (ت)

قرۃ العیون میں ہے،

معلومیۃ الحال المدعی ای ببيان جنسه
وقدره بالاجماع لان الفرض الزام المدعی
علیه عند اقامة البینه ولا الترافیما
لا یعلم جنسه و قدره بلکہ

جس مال کا دعوی ہو اس کی جنس اور مقدار بیان
سے معلوم ہونا بالاجماع ضروری ہے کیونکہ فرض
یہ ہے کہ مدعی علیہ کو گواہی کے وقت الزام دیا جائے
جبکہ جنس اور قدر معلوم ہوئے بغیر الزام متحقق نہیں
ہوگا۔ (ت)

اور تلامہ ہے کہ سونے چاندی میں قدر وہی وزن ہے، جامع الفصولین میں ہے،
فی الذہب والفضۃ المقدرہ هو الوزن
سونے اور چاندی کے دعوی میں ضروری بیان
وزن کا ہے۔ (ت)

تو بیان وزن ضروری ہے اور بغیر اس کے دعوی ہوا شہادت صحیح نہیں، بحر الرائق میں ہے،
اشار باشتراط معلومیۃ الجنس و
جنس اور قدر کے معلوم ہونے کی شرط میں انھوں

۱۔ فتاویٰ برازیہ علی ہاشم الفاضل البینہ کتاب الدعوی

۲۔ تبیین الحقائق کتاب الدعوی الطبعہ الکبریٰ بولاق مصر ۲۹۱/۴

۳۔ قرۃ عیون الاخیار مصطفیٰ ابابنی مصر ۳۱۹/۱

۴۔ جامع الفصولین الفصل السادس اسلامی کتب خانہ کراچی ۵/۱

القدر الى انه لا بد من بيان الوضوح في
الموضوعات

نفس اشارہ کیا ہے کہ دوزی چیز میں دوزی کا بیان
ضروری ہے (ت)
عبارت عالمگیری سے اس مقدمہ میں استناد صحیح نہیں اور لا غصب و غارت میں فرق ظاہر ہے
کہ غصب ان مشتبہ اشیا سے ہے جن کے دعویٰ میں قدر سے جہالت تحمل کی جاتی ہے، رد المحتار
میں ہے،

يستثنى من فساد الدعوى بالمجهول دعوى
الرهن والغصب لما في الخاتمة معزيا
الى رهن الاصل اذا شهدوا انه سرق
عند ثوباء لم يسوا الثوب ولم يعرضوا
عينه جازات شهادتهم والقول للمرتفعين
في اى ثوب كان وكذا في الغصب اذا
قال دعوى بالاولى او بغيره

محمول چیز کے دعویٰ کے حکم سے رهن اور غصب
کا دعویٰ مستثنیٰ ہے کیونکہ غارت میں اصل (جسٹس)
کے رهن کے حوالہ سے ہے کہ جب گواہوں نے شہادت
میں کہا کہ اس شخص نے فلاں کے پاس کپڑا رهن رکھا
ہے اور کپڑے کا نام ذکر نہ کیا اور نہ ہی گواہ کپڑے
کو جانتے ہیں تو یہ شہادت جائز ہوگی اور کپڑے کے
قیمت میں مرتفع کا قول مقبرہ ہوگا کہ وہ کون سا کپڑا ہے
اور غصب میں بھی حکم یہی ہے اور (شہادت میں جہالت جب قابل اعتبار ہے) تو یہاں دعویٰ میں جہالت اور
جائز ہوگی (مکمل)

ولذا اس میں ذکر قیمت کی بھی حاجت نہیں، خود اسی عبارت عالمگیری میں کلام منقول سوال کے متصل
ہی تھا،

وان لم يبين القيمة اشار في عامة الكتب
انها مبدوعة كذا في الظهيرية

دعویٰ میں اگر قیمت کا بیان نہ ہو تو عام کتب میں
دعویٰ کے مسموع ہونے کا اشارہ ہے بعد کیا کہ
ظہیریہ میں ہے (ت)
ثانیاً روایت مذکورہ کہ بعض ائمہ اس صورت پر محمول کرتے ہیں کہ مدعا علیہ غصب کا مقرر ہو اور
عامہ مشائخ رحمہم اللہ تعالیٰ اگرچہ یہ تخصیص نہیں کرتے مگر ان کے نزدیک وہ قبول دعویٰ و شہادت مرتفع

۱۹۵/۷	ایک ایم سعید کمپنی کراچی	کتاب الدعوی	ملہ بحر الرائق
۲۲۰/۲	دار احیاء التراث العربی بیروت	"	ملہ رد المحتار
۵/۲	نورانی مکتب خانہ پشاور	ملہ البانی	ملہ فتاویٰ ہندیہ

حتیٰ جس مدعا علیہ میں ہے یعنی تاکہ حاکم اسے جس کرے کہ شہتی مدعی حاضر لائے نہ کہ ابتداء اسی قدر شہادت پر ڈگری دی جائے۔ جامع الفصولین میں ہے،

لو ادعی عینا غائباً لا یعرف مکانہ
بان ادعی انہ غضب منہ ثوباً او قنا
ولا یدری قیامہ او ہلاکہ فلو
بین الجنس والصفة والقیمة تقبل
دعواه ، ولو لم یبین قیمته
اشارف عامة الکتب الی
انہا تقبل فانہ ذکر فی کتاب
الرہن لو ادعی انہ رہن عنده
ثوباً و هو ینکر تسمہ دعواه ، و ذکر
فی کتاب الغصب ادعی انہ
غصب منہ امة وبرہن یتسم
وبعض مشایخنا قالوا انما تسم
دعواه لو ذکر القیمة وهذا هو
تاویل ما ذکر فی الکتاب و
قال الفقہ الاعمش رحمہ اللہ
تاویل ما ذکر فی الکتاب ان
الشہود شہدوا علی اقرار
المدعی علیہ بالغصب فثبت
غصب القن باقرار المدعی حق
الحبس والحکم جمیعاً ، و عامة
المشایخ علی ان هذه الدعوی والبینة
تقبل ولكن فی حق الحبس واطلاق
رحمہ اللہ تعالیٰ فی الکتاب یدل علیہ ومعنی الحبس

کسی ایسی موجود غائب چیز کا دعویٰ کیا جس کے
مقام کا علم نہیں جیسا کہ کسی دوسرے پر کپڑے یا
غلام کو غصب کرنے کا دعویٰ کیا اور کہا معلوم نہیں
کہ وہ غصب قائم ہے یا ہلاک ہو گیا ہے تو ایسی
صورت میں اگر مدعی نے اس چیز کی جنس، صفت
اور قیمت کو بیان کیا تو دعویٰ مقبول ہوگا اور اگر قیمت
کا ذکر نہ کیا تو عام کتب میں مقبول ہونے کا اشارہ
ہے، کیونکہ انہوں نے کتاب الرہن میں ذکر کیا کہ
ایک نے اگر کپڑے کے رہن کا دعویٰ کیا تو مدعی علیہ
نے انکار کیا تو مدعی کا دعویٰ مسکوت ہوگا، اور انہوں
نے کتاب الغصب میں یوں ذکر کیا ہے ایک شخص نے
دعویٰ کیا کہ فلاں نے میری لونڈی غصب کی ہے اور
گواہ پیش کرے تو یہ دعویٰ مسکوت ہوگا اور بعض
مشائخ نے ذکر کیا کہ اگر قیمت ذکر کی تو دعویٰ مسکوت ہوگا
یہ کتاب میں مذکور کی تاویل ہے اور فقہ ابوالمشس
رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کتاب الغصب میں مذکور کی
تاویل یہ ہے کہ گواہوں نے مدعی علیہ کے غصب کے
اقرار پر شہادت دی ہو تو اقرار کی بنا پر غلام کا
غصب قید اور حکم دونوں میں ثابت ہوگا جبکہ
عام مشائخ نے یوں ذکر کیا کہ یہ دعویٰ اور گواہی قبول
ہوگی لیکن صرف حبس میں، جبکہ کتاب میں مصنف
رحمہ اللہ تعالیٰ کا مطلق بیان اس کی تائید پر
دلائل کرتا ہے اور جس کا معنی یہ ہے کہ مدعی علیہ

ان یجمعہ حتی یحضرہ لیحد البینۃ علی عینہ فلو قال لا اقدر علیہ حیث قدر حالوقد را حضرہ ثم یقضی علیہ بقیۃ استدلالہ
کو قید میں اس وقت تک رکھا جائے جب تک وہ غلام کو حاضر نہ کر دے تاکہ حاضر ہو جائے پرگو اہوں سے دوبارہ غلام کی تعین پر شہادت لی جائے اگر اس دوران قیدی کے کمر میں اس کو حاضر کرنے پر قادر نہیں ہوں تو اس وقت تک قید رکھا جائے کہ اگر قدرت ہوتی تو وہ ضرر حاضر کر دیتا اس انداز سے کہ بعد تیسرے مرحلہ پر قاضی اس پر قیمت کا حکم دے گا (ت)
ثالثاً اگر ان سب سے قطع نظر ہو تو اس عبارت میں صورت ثوب و کینز فرض کی ہے اور وہ ہوز و نا ہے نہیں ان میں جنس و صفت و قیمت ہی تعین کرنے والے تھے اس سے یہ لازم نہیں آسکتا کہ زیور میں بھی ذکر وزن ضروری نہ ہو حالانکہ وہ نمونہ ہے اور کتب مذہب میں تصریح ہے کہ بیان قدر و کیل و وزن ضروری ہے کما تقدّر (جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔ ت) آخر نہ دیکھا کہ اگر دعویٰ ایسے ریشمی کپڑے کا ہو جو وزن سے بکنا ہے بیان وزن لازم ہے، اسی حکمگیر میں ہے ۱

اذا ادعی دیبا جافان کان عیناً یشتط الاشارة الیہ وعند ذلک لا حاجة الی بیان الوزن وصاروا صافہ وان کان دینا ففیہ اختلاف المشایخ هل یشتط ذکر الوزن فعا متهم یشتط وهو الصحیح ذخیرۃ او مختصراً۔
اگر دیبا ج کپڑے کا دعویٰ ہو تو اگر سامنے حاضر ہو تو اس کی طرف اشارہ کرنا دعویٰ میں شرط ہے اس صورت میں وزن اور دیگر اوصاف کو بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے اور اگر وہ دیبا ج حاضر نہیں تو اس صورت میں مشایخ کا اختلاف ہے کہ کیا وزن کا بیان ضروری ہے جبکہ تمام فقہائے اسی کو شرط قرار دیتے ہیں اور یہی صحیح ہے، ذخیرہ، مختصر۔ (ت)

اسی میں ہے ۱

اذا ادعی جوهل لا بد من ذکر الوزن اذا کانت غائباً وکان المدعی علیہ منکر اکون ذلک فی بد کذا فی السراجیۃ۔
جب جواہر کا دعویٰ ہو تو وزن کا ذکر ضروری ہے جبکہ جواہر غائب ہو اور مدعی علیہ منکر اکون ذلک کرتا ہو، سراجیہ میں یوں ہے۔ (ت)

۴۳/۱	اسلامی کتب خانہ کراچی	الفصل السادس	ملک جامع الفصولین
۶/۲	نورانی کتب خانہ پشاور	کتاب الدعوی ابواب الثانی	ملک فتاویٰ ہندیہ
۴/۲	" "	" "	ملک " "

جامع الفصولین میں ہے،

فی دعویٰ الیٰ بیاج ھل یشترط ذکر الوزن
الصحیح انه یشترط و ذکر فی جفت انه ف
دعویٰ الیٰ بیاج والجوھل یشترط ذکر الوزن
و بیاج کے دعویٰ میں کیا وزن کا ذکر شرط ہے جبکہ صحیح
یہ ہے کہ شرط ہے جامع الفتاویٰ میں ذکر کیا کہ دعویٰ بیاج
اور جوہر میں وزن کا ذکر شرط ہے (ت)

یہ سب اس صورت میں ہے کہ دعویٰ استرداد عاریت کا ہو اگر دعویٰ استملاک کا تھا یعنی
انتازیر اسے عاریتہ دیا تھا اس نے تکلف کر دیا تو اب یہ بعینہ دعویٰ غصب ہے اور اس کا حکم وہ ہے
کہ اوپر مذکور ہے،

وذلك لان الامانات تنقلب مضمونات
بالتعدی والامین یعود بہ غاصبا۔ والله
سبحنہ وتعالیٰ اعلم۔
یہ اس لئے کہ امانتیں دخل اندازی کی بنا پر
مضمون ہو جاتی ہیں اور امانت رکھنے والا غاصب
قرار دیا جاتا ہے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ از ریاست رامپور مرسلہ سید مسعود شاہ صاحب تحفۃ راہ و رچی خانہ انگریزی ریاست رامپور
در ربیع الآخر ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ سستی زید نے ایک منزل مکان
منہدر (یعنی ہر چار جانب دیوار پائے مشکستہ بعد رساڑے تین درمہ بلند موج و تختیں) چار سو پچیس روپے
اراضی مسی بکر سے خرید کر کے مکان بختہ تعمیر کیا اور پس پشت مکان فو تعمیر کے ۱۲ اگرہ عرض اور سراسر طول اراضی
برائے آبچک چھوڑی۔ مسی عمر و نے جس کا مکان پس پشت پر سے جزو اراضی آبچک میں داخلیت
تاجا تڑ کیا اس کے تخلیہ کا زید نے عمر و پر دعویٰ کیا عمر و نے یہ جواب دہی کی اراضی مدعا بر ملکیت مدعی نہیں بلکہ
میری ملک ہے اور دستاویز پر میری گواہی نہیں ہے عمر و نے کوئی ثبوت اپنی ملکیت کا اور باطل
ہونے دستاویز بیعنامہ کا پیش کیا عدالت نے جوہر پیش اراضی کی کرائی تو بموجب تعداد مندرجہ
بیعنامہ کے اراضی مدعیہ آبچک مکان مدعی پائی گئی مگر عدالت نے دعویٰ مدعی کو اس بنا پر نا منظور
فرمایا کہ اس مقدمہ میں شہادت بالبعینہ یا اقبال یا نکول نہیں ہے جس پر مدار فیصلہ ہونا چاہئے زید نے
شہادت دستاویز بیعنامہ کو کافی تصور کر کے شہادت بالبعینہ پیش نہیں کیا ورنہ وہ بہت سی شہادتیں
بالبعینہ پیش کر سکتا تھا اور اب بھی پیش کر سکتا ہے اس صورت میں عدالت کو دعویٰ نامسکور فرمانا چاہیے

یا زید کو ہدایت واسطے پیش کرنے شہادت بالبینہ کے فرمانی لازم تھی اور اب عدالت مراغہ میں شہادت بالبینہ مدعی کہ جس کو اس نے عدالت ابتدائی میں پیش نہیں کیا ہے پیش کر سکتا ہے یا نہیں جو واسطے حق رسی و انصاف کے ضروری ہے فعل فیصلہ ہر اہ اس استغنا کے پیش کی جاتی ہے۔

الجواب

تجويز ملاحظہ ہوئی، ذی علم مجوز کا یہ فرمانا کہ ثبوت دعویٰ کا جینہ سے ہوتا ہے یا اقرار مدعا علیہ یا نکولی عن الخلف سے، یہاں ان تین وجوہ شرعیہ سے کوئی نہیں بہت صحیح ہے مگر ساتھ ہی یہ لحاظ بھی ضرور تھا کہ جس طرح ثبوت دعویٰ غیر ان تین کے نہیں ہو سکتا تو ہی قضا سے قاضی بھی غیر ان تین اور چوتھی یحییٰ کے ناممکن ہے ان تین سے کوئی ہو تو مدعی کو ڈگری دے اور ان کے بدلے مدعا علیہ کی یحییٰ ہو تو ڈسمس (DISMISS) کرے اور چاروں نہ ہوں تو عالم ڈگری ڈسمس کچھ نہیں کر سکتا اصل فیصلہ نہیں دے سکتا اور دے گا تو وہ فیصلہ بھی باطل و نامسموع ہو گا کہ حکم کے چارگان ہیں ان میں سے جو رکن مفقود ہو حکم باطل و مردود ہے ان چاروں میں ایک طریق حکم ہے اور وہ حقوق العباد میں انہیں چار اشیاء میں منحصر، تو جہاں ان میں سے کچھ نہ ہو طریق مسدود اور فیصلہ غلط و مردود۔ درمختار میں ہے ۱

اركانه ستة على نظم ابن الفرس
بقوله
قاضي فیصلہ کے چار رکن ہیں جن کو ابن الفرس نے
اپنی نظم میں یوں بیان کیا ہے

اطراف کل قضیۃ حکمیۃ	ہر فیصلہ کے معاملہ میں چار پہلو ہیں
ست یلوح بعدھا التحقیق	جن کے بعد تحقیق واضح ہوگی
حکم و محکوم بہ و لہ	حکم، محکوم بہ، محکوم لہ
و محکوم علیہ و حاکم و طریق	محکوم علیہ، حاکم اور وجہ حکم

روا المختار میں ہے ۱

ای لا تكون محلا لثبوت حق المدعی فیہا وعدہ
الابا لاستجاء هذه الشروط المستة والطریق
فیہا یرجم الی حقوق العباد المحضة عبارة عن
الدعوی والحجة وھی اما البینة او الاقرار
او العین او النکول عنه آخر ملتقطاً۔

یعنی کسی عمل میں مدعی کے حق یا عدم حق کا ثبوت ان
چھ شرطوں کے پاسے جانے کے بغیر نہیں ہو سکتا
اور خالص حقوق العباد میں فیصلہ کا طریقہ، دعوی
اور حجت یعنی گواہی یا اقرار یا قسم یا انکار قسم ہے (ت)

فتاویٰ قاضی خاں پھر بحر الرائق پھر فتاویٰ خیرہ میں ہے۔

انما ینفذ القضاء عند شرائط من الخصوة
و غیرها فاذا لم توجد لم ینفذ
کسی مقدمہ وغیرہ میں فیصلہ اپنی شرائط پائے جانے
پر نافذ ہوگا جب تمام شرائط پائے جائیں
تو نافذ نہ ہوگا (ت)

نیز فتاویٰ علامہ خیر الدین رحلی میں ہے۔

صرح فی البحر فی مواضع متعددة انه
لا یعمل بالتأفیذ الواقعة فی منامنا
لعدم استیفائها لشرائط الحکمة التي
نص علیها ابن الفرس فی الفواکد البدیة بقوله
حکم و محکوم به و له
و محکوم علیه و حاکم و طریق
بحر میں متعدد مواضع پر تصریح ہے کہ ہمارے زمانہ
میں تاؤ اکثر فیصلے قابل عمل نہیں کیونکہ ان میں فیصلہ
کی تمام شرطیں جمع نہیں ہیں جن کو ابن الفرس نے
فواکد البدیر میں یوں بیان کیا ہے :
حکم ، محکوم بہ ، له و محکوم علیه و
حاکم و طریق۔

یہاں تین چیزیں ہیں یعنی جینہ، اقرار، نکولی کا نہ ہونا خود مجوز کو تسلیم اور چوتھی یعنی عین کا نہ ہونا بھی
واضح نہ مدعی نے طلب حلف کیا نہ حاکم نے نہ مدعا علیہ سے حلف مانگا نہ مدعا علیہ نے حلف کیا تو
بغیر اصل کسی طریق شرعی کے مجوز کو فیصلہ کرنے کا کیا اختیار تھا ایسا ہی اختیار فرض کیا جائے تو دعوی
پیش ہوتے ہی تحریر فرما دینا تھا کہ حکم ہوا کہ دعوی مدعی نامسموع ہوا آخر اس پر یہی تو الزام ہوتا کہ بلاوجہ
شرعی دعوی نامسموع کیا وہ الزام اب بھی حاصل ہے تو زمین پیمائش کرانے اور مدعا علیہ کے دس
گواہ سننے سے سوا تطویل لا طائل کے کچھ مفاد نہ ہوا جب شرعاً بیعتا میں گزروں کی تعداد نکلی ہوئی کوئی
محبت شرعیہ نہ تھی اور فی الواقع وہ اصلاً محبت نہیں تو پیمائش کرانی محض فضول ہوئی، شرع مطہر نے
گواہ مدعی پر رکھے ہیں اور قسم مدعا علیہ پر تو مدعا علیہ یعنی منکر سے ثبوت انکار پر گواہ لینا کوئی معنی نہ رکھتا تھا
حدیث میں ارشاد ہوا :

البینة علی المدعی والیمین علی من انکر بحیث
گواہی مدعی کے ذمہ اور قسم منکر کے ذمہ ہے (ت)

۱/۲ ۹/۲ ۲۳-۲۴/۲ ۲۵/۲ ۲۶/۲ ۲۷/۲ ۲۸/۲ ۲۹/۲ ۳۰/۲ ۳۱/۲ ۳۲/۲ ۳۳/۲ ۳۴/۲ ۳۵/۲ ۳۶/۲ ۳۷/۲ ۳۸/۲ ۳۹/۲ ۴۰/۲ ۴۱/۲ ۴۲/۲ ۴۳/۲ ۴۴/۲ ۴۵/۲ ۴۶/۲ ۴۷/۲ ۴۸/۲ ۴۹/۲ ۵۰/۲ ۵۱/۲ ۵۲/۲ ۵۳/۲ ۵۴/۲ ۵۵/۲ ۵۶/۲ ۵۷/۲ ۵۸/۲ ۵۹/۲ ۶۰/۲ ۶۱/۲ ۶۲/۲ ۶۳/۲ ۶۴/۲ ۶۵/۲ ۶۶/۲ ۶۷/۲ ۶۸/۲ ۶۹/۲ ۷۰/۲ ۷۱/۲ ۷۲/۲ ۷۳/۲ ۷۴/۲ ۷۵/۲ ۷۶/۲ ۷۷/۲ ۷۸/۲ ۷۹/۲ ۸۰/۲ ۸۱/۲ ۸۲/۲ ۸۳/۲ ۸۴/۲ ۸۵/۲ ۸۶/۲ ۸۷/۲ ۸۸/۲ ۸۹/۲ ۹۰/۲ ۹۱/۲ ۹۲/۲ ۹۳/۲ ۹۴/۲ ۹۵/۲ ۹۶/۲ ۹۷/۲ ۹۸/۲ ۹۹/۲ ۱۰۰/۲ ۱۰۱/۲ ۱۰۲/۲ ۱۰۳/۲ ۱۰۴/۲ ۱۰۵/۲ ۱۰۶/۲ ۱۰۷/۲ ۱۰۸/۲ ۱۰۹/۲ ۱۱۰/۲ ۱۱۱/۲ ۱۱۲/۲ ۱۱۳/۲ ۱۱۴/۲ ۱۱۵/۲ ۱۱۶/۲ ۱۱۷/۲ ۱۱۸/۲ ۱۱۹/۲ ۱۲۰/۲ ۱۲۱/۲ ۱۲۲/۲ ۱۲۳/۲ ۱۲۴/۲ ۱۲۵/۲ ۱۲۶/۲ ۱۲۷/۲ ۱۲۸/۲ ۱۲۹/۲ ۱۳۰/۲ ۱۳۱/۲ ۱۳۲/۲ ۱۳۳/۲ ۱۳۴/۲ ۱۳۵/۲ ۱۳۶/۲ ۱۳۷/۲ ۱۳۸/۲ ۱۳۹/۲ ۱۴۰/۲ ۱۴۱/۲ ۱۴۲/۲ ۱۴۳/۲ ۱۴۴/۲ ۱۴۵/۲ ۱۴۶/۲ ۱۴۷/۲ ۱۴۸/۲ ۱۴۹/۲ ۱۵۰/۲ ۱۵۱/۲ ۱۵۲/۲ ۱۵۳/۲ ۱۵۴/۲ ۱۵۵/۲ ۱۵۶/۲ ۱۵۷/۲ ۱۵۸/۲ ۱۵۹/۲ ۱۶۰/۲ ۱۶۱/۲ ۱۶۲/۲ ۱۶۳/۲ ۱۶۴/۲ ۱۶۵/۲ ۱۶۶/۲ ۱۶۷/۲ ۱۶۸/۲ ۱۶۹/۲ ۱۷۰/۲ ۱۷۱/۲ ۱۷۲/۲ ۱۷۳/۲ ۱۷۴/۲ ۱۷۵/۲ ۱۷۶/۲ ۱۷۷/۲ ۱۷۸/۲ ۱۷۹/۲ ۱۸۰/۲ ۱۸۱/۲ ۱۸۲/۲ ۱۸۳/۲ ۱۸۴/۲ ۱۸۵/۲ ۱۸۶/۲ ۱۸۷/۲ ۱۸۸/۲ ۱۸۹/۲ ۱۹۰/۲ ۱۹۱/۲ ۱۹۲/۲ ۱۹۳/۲ ۱۹۴/۲ ۱۹۵/۲ ۱۹۶/۲ ۱۹۷/۲ ۱۹۸/۲ ۱۹۹/۲ ۲۰۰/۲ ۲۰۱/۲ ۲۰۲/۲ ۲۰۳/۲ ۲۰۴/۲ ۲۰۵/۲ ۲۰۶/۲ ۲۰۷/۲ ۲۰۸/۲ ۲۰۹/۲ ۲۱۰/۲ ۲۱۱/۲ ۲۱۲/۲ ۲۱۳/۲ ۲۱۴/۲ ۲۱۵/۲ ۲۱۶/۲ ۲۱۷/۲ ۲۱۸/۲ ۲۱۹/۲ ۲۲۰/۲ ۲۲۱/۲ ۲۲۲/۲ ۲۲۳/۲ ۲۲۴/۲ ۲۲۵/۲ ۲۲۶/۲ ۲۲۷/۲ ۲۲۸/۲ ۲۲۹/۲ ۲۳۰/۲ ۲۳۱/۲ ۲۳۲/۲ ۲۳۳/۲ ۲۳۴/۲ ۲۳۵/۲ ۲۳۶/۲ ۲۳۷/۲ ۲۳۸/۲ ۲۳۹/۲ ۲۴۰/۲ ۲۴۱/۲ ۲۴۲/۲ ۲۴۳/۲ ۲۴۴/۲ ۲۴۵/۲ ۲۴۶/۲ ۲۴۷/۲ ۲۴۸/۲ ۲۴۹/۲ ۲۵۰/۲ ۲۵۱/۲ ۲۵۲/۲ ۲۵۳/۲ ۲۵۴/۲ ۲۵۵/۲ ۲۵۶/۲ ۲۵۷/۲ ۲۵۸/۲ ۲۵۹/۲ ۲۶۰/۲ ۲۶۱/۲ ۲۶۲/۲ ۲۶۳/۲ ۲۶۴/۲ ۲۶۵/۲ ۲۶۶/۲ ۲۶۷/۲ ۲۶۸/۲ ۲۶۹/۲ ۲۷۰/۲ ۲۷۱/۲ ۲۷۲/۲ ۲۷۳/۲ ۲۷۴/۲ ۲۷۵/۲ ۲۷۶/۲ ۲۷۷/۲ ۲۷۸/۲ ۲۷۹/۲ ۲۸۰/۲ ۲۸۱/۲ ۲۸۲/۲ ۲۸۳/۲ ۲۸۴/۲ ۲۸۵/۲ ۲۸۶/۲ ۲۸۷/۲ ۲۸۸/۲ ۲۸۹/۲ ۲۹۰/۲ ۲۹۱/۲ ۲۹۲/۲ ۲۹۳/۲ ۲۹۴/۲ ۲۹۵/۲ ۲۹۶/۲ ۲۹۷/۲ ۲۹۸/۲ ۲۹۹/۲ ۳۰۰/۲ ۳۰۱/۲ ۳۰۲/۲ ۳۰۳/۲ ۳۰۴/۲ ۳۰۵/۲ ۳۰۶/۲ ۳۰۷/۲ ۳۰۸/۲ ۳۰۹/۲ ۳۱۰/۲ ۳۱۱/۲ ۳۱۲/۲ ۳۱۳/۲ ۳۱۴/۲ ۳۱۵/۲ ۳۱۶/۲ ۳۱۷/۲ ۳۱۸/۲ ۳۱۹/۲ ۳۲۰/۲ ۳۲۱/۲ ۳۲۲/۲ ۳۲۳/۲ ۳۲۴/۲ ۳۲۵/۲ ۳۲۶/۲ ۳۲۷/۲ ۳۲۸/۲ ۳۲۹/۲ ۳۳۰/۲ ۳۳۱/۲ ۳۳۲/۲ ۳۳۳/۲ ۳۳۴/۲ ۳۳۵/۲ ۳۳۶/۲ ۳۳۷/۲ ۳۳۸/۲ ۳۳۹/۲ ۳۴۰/۲ ۳۴۱/۲ ۳۴۲/۲ ۳۴۳/۲ ۳۴۴/۲ ۳۴۵/۲ ۳۴۶/۲ ۳۴۷/۲ ۳۴۸/۲ ۳۴۹/۲ ۳۵۰/۲ ۳۵۱/۲ ۳۵۲/۲ ۳۵۳/۲ ۳۵۴/۲ ۳۵۵/۲ ۳۵۶/۲ ۳۵۷/۲ ۳۵۸/۲ ۳۵۹/۲ ۳۶۰/۲ ۳۶۱/۲ ۳۶۲/۲ ۳۶۳/۲ ۳۶۴/۲ ۳۶۵/۲ ۳۶۶/۲ ۳۶۷/۲ ۳۶۸/۲ ۳۶۹/۲ ۳۷۰/۲ ۳۷۱/۲ ۳۷۲/۲ ۳۷۳/۲ ۳۷۴/۲ ۳۷۵/۲ ۳۷۶/۲ ۳۷۷/۲ ۳۷۸/۲ ۳۷۹/۲ ۳۸۰/۲ ۳۸۱/۲ ۳۸۲/۲ ۳۸۳/۲ ۳۸۴/۲ ۳۸۵/۲ ۳۸۶/۲ ۳۸۷/۲ ۳۸۸/۲ ۳۸۹/۲ ۳۹۰/۲ ۳۹۱/۲ ۳۹۲/۲ ۳۹۳/۲ ۳۹۴/۲ ۳۹۵/۲ ۳۹۶/۲ ۳۹۷/۲ ۳۹۸/۲ ۳۹۹/۲ ۴۰۰/۲ ۴۰۱/۲ ۴۰۲/۲ ۴۰۳/۲ ۴۰۴/۲ ۴۰۵/۲ ۴۰۶/۲ ۴۰۷/۲ ۴۰۸/۲ ۴۰۹/۲ ۴۱۰/۲ ۴۱۱/۲ ۴۱۲/۲ ۴۱۳/۲ ۴۱۴/۲ ۴۱۵/۲ ۴۱۶/۲ ۴۱۷/۲ ۴۱۸/۲ ۴۱۹/۲ ۴۲۰/۲ ۴۲۱/۲ ۴۲۲/۲ ۴۲۳/۲ ۴۲۴/۲ ۴۲۵/۲ ۴۲۶/۲ ۴۲۷/۲ ۴۲۸/۲ ۴۲۹/۲ ۴۳۰/۲ ۴۳۱/۲ ۴۳۲/۲ ۴۳۳/۲ ۴۳۴/۲ ۴۳۵/۲ ۴۳۶/۲ ۴۳۷/۲ ۴۳۸/۲ ۴۳۹/۲ ۴۴۰/۲ ۴۴۱/۲ ۴۴۲/۲ ۴۴۳/۲ ۴۴۴/۲ ۴۴۵/۲ ۴۴۶/۲ ۴۴۷/۲ ۴۴۸/۲ ۴۴۹/۲ ۴۵۰/۲ ۴۵۱/۲ ۴۵۲/۲ ۴۵۳/۲ ۴۵۴/۲ ۴۵۵/۲ ۴۵۶/۲ ۴۵۷/۲ ۴۵۸/۲ ۴۵۹/۲ ۴۶۰/۲ ۴۶۱/۲ ۴۶۲/۲ ۴۶۳/۲ ۴۶۴/۲ ۴۶۵/۲ ۴۶۶/۲ ۴۶۷/۲ ۴۶۸/۲ ۴۶۹/۲ ۴۷۰/۲ ۴۷۱/۲ ۴۷۲/۲ ۴۷۳/۲ ۴۷۴/۲ ۴۷۵/۲ ۴۷۶/۲ ۴۷۷/۲ ۴۷۸/۲ ۴۷۹/۲ ۴۸۰/۲ ۴۸۱/۲ ۴۸۲/۲ ۴۸۳/۲ ۴۸۴/۲ ۴۸۵/۲ ۴۸۶/۲ ۴۸۷/۲ ۴۸۸/۲ ۴۸۹/۲ ۴۹۰/۲ ۴۹۱/۲ ۴۹۲/۲ ۴۹۳/۲ ۴۹۴/۲ ۴۹۵/۲ ۴۹۶/۲ ۴۹۷/۲ ۴۹۸/۲ ۴۹۹/۲ ۵۰۰/۲ ۵۰۱/۲ ۵۰۲/۲ ۵۰۳/۲ ۵۰۴/۲ ۵۰۵/۲ ۵۰۶/۲ ۵۰۷/۲ ۵۰۸/۲ ۵۰۹/۲ ۵۱۰/۲ ۵۱۱/۲ ۵۱۲/۲ ۵۱۳/۲ ۵۱۴/۲ ۵۱۵/۲ ۵۱۶/۲ ۵۱۷/۲ ۵۱۸/۲ ۵۱۹/۲ ۵۲۰/۲ ۵۲۱/۲ ۵۲۲/۲ ۵۲۳/۲ ۵۲۴/۲ ۵۲۵/۲ ۵۲۶/۲ ۵۲۷/۲ ۵۲۸/۲ ۵۲۹/۲ ۵۳۰/۲ ۵۳۱/۲ ۵۳۲/۲ ۵۳۳/۲ ۵۳۴/۲ ۵۳۵/۲ ۵۳۶/۲ ۵۳۷/۲ ۵۳۸/۲ ۵۳۹/۲ ۵۴۰/۲ ۵۴۱/۲ ۵۴۲/۲ ۵۴۳/۲ ۵۴۴/۲ ۵۴۵/۲ ۵۴۶/۲ ۵۴۷/۲ ۵۴۸/۲ ۵۴۹/۲ ۵۵۰/۲ ۵۵۱/۲ ۵۵۲/۲ ۵۵۳/۲ ۵۵۴/۲ ۵۵۵/۲ ۵۵۶/۲ ۵۵۷/۲ ۵۵۸/۲ ۵۵۹/۲ ۵۶۰/۲ ۵۶۱/۲ ۵۶۲/۲ ۵۶۳/۲ ۵۶۴/۲ ۵۶۵/۲ ۵۶۶/۲ ۵۶۷/۲ ۵۶۸/۲ ۵۶۹/۲ ۵۷۰/۲ ۵۷۱/۲ ۵۷۲/۲ ۵۷۳/۲ ۵۷۴/۲ ۵۷۵/۲ ۵۷۶/۲ ۵۷۷/۲ ۵۷۸/۲ ۵۷۹/۲ ۵۸۰/۲ ۵۸۱/۲ ۵۸۲/۲ ۵۸۳/۲ ۵۸۴/۲ ۵۸۵/۲ ۵۸۶/۲ ۵۸۷/۲ ۵۸۸/۲ ۵۸۹/۲ ۵۹۰/۲ ۵۹۱/۲ ۵۹۲/۲ ۵۹۳/۲ ۵۹۴/۲ ۵۹۵/۲ ۵۹۶/۲ ۵۹۷/۲ ۵۹۸/۲ ۵۹۹/۲ ۶۰۰/۲ ۶۰۱/۲ ۶۰۲/۲ ۶۰۳/۲ ۶۰۴/۲ ۶۰۵/۲ ۶۰۶/۲ ۶۰۷/۲ ۶۰۸/۲ ۶۰۹/۲ ۶۱۰/۲ ۶۱۱/۲ ۶۱۲/۲ ۶۱۳/۲ ۶۱۴/۲ ۶۱۵/۲ ۶۱۶/۲ ۶۱۷/۲ ۶۱۸/۲ ۶۱۹/۲ ۶۲۰/۲ ۶۲۱/۲ ۶۲۲/۲ ۶۲۳/۲ ۶۲۴/۲ ۶۲۵/۲ ۶۲۶/۲ ۶۲۷/۲ ۶۲۸/۲ ۶۲۹/۲ ۶۳۰/۲ ۶۳۱/۲ ۶۳۲/۲ ۶۳۳/۲ ۶۳۴/۲ ۶۳۵/۲ ۶۳۶/۲ ۶۳۷/۲ ۶۳۸/۲ ۶۳۹/۲ ۶۴۰/۲ ۶۴۱/۲ ۶۴۲/۲ ۶۴۳/۲ ۶۴۴/۲ ۶۴۵/۲ ۶۴۶/۲ ۶۴۷/۲ ۶۴۸/۲ ۶۴۹/۲ ۶۵۰/۲ ۶۵۱/۲ ۶۵۲/۲ ۶۵۳/۲ ۶۵۴/۲ ۶۵۵/۲ ۶۵۶/۲ ۶۵۷/۲ ۶۵۸/۲ ۶۵۹/۲ ۶۶۰/۲ ۶۶۱/۲ ۶۶۲/۲ ۶۶۳/۲ ۶۶۴/۲ ۶۶۵/۲ ۶۶۶/۲ ۶۶۷/۲ ۶۶۸/۲ ۶۶۹/۲ ۶۷۰/۲ ۶۷۱/۲ ۶۷۲/۲ ۶۷۳/۲ ۶۷۴/۲ ۶۷۵/۲ ۶۷۶/۲ ۶۷۷/۲ ۶۷۸/۲ ۶۷۹/۲ ۶۸۰/۲ ۶۸۱/۲ ۶۸۲/۲ ۶۸۳/۲ ۶۸۴/۲ ۶۸۵/۲ ۶۸۶/۲ ۶۸۷/۲ ۶۸۸/۲ ۶۸۹/۲ ۶۹۰/۲ ۶۹۱/۲ ۶۹۲/۲ ۶۹۳/۲ ۶۹۴/۲ ۶۹۵/۲ ۶۹۶/۲ ۶۹۷/۲ ۶۹۸/۲ ۶۹۹/۲ ۷۰۰/۲ ۷۰۱/۲ ۷۰۲/۲ ۷۰۳/۲ ۷۰۴/۲ ۷۰۵/۲ ۷۰۶/۲ ۷۰۷/۲ ۷۰۸/۲ ۷۰۹/۲ ۷۱۰/۲ ۷۱۱/۲ ۷۱۲/۲ ۷۱۳/۲ ۷۱۴/۲ ۷۱۵/۲ ۷۱۶/۲ ۷۱۷/۲ ۷۱۸/۲ ۷۱۹/۲ ۷۲۰/۲ ۷۲۱/۲ ۷۲۲/۲ ۷۲۳/۲ ۷۲۴/۲ ۷۲۵/۲ ۷۲۶/۲ ۷۲۷/۲ ۷۲۸/۲ ۷۲۹/۲ ۷۳۰/۲ ۷۳۱/۲ ۷۳۲/۲ ۷۳۳/۲ ۷۳۴/۲ ۷۳۵/۲ ۷۳۶/۲ ۷۳۷/۲ ۷۳۸/۲ ۷۳۹/۲ ۷۴۰/۲ ۷۴۱/۲ ۷۴۲/۲ ۷۴۳/۲ ۷۴۴/۲ ۷۴۵/۲ ۷۴۶/۲ ۷۴۷/۲ ۷۴۸/۲ ۷۴۹/۲ ۷۵۰/۲ ۷۵۱/۲ ۷۵۲/۲ ۷۵۳/۲ ۷۵۴/۲ ۷۵۵/۲ ۷۵۶/۲ ۷۵۷/۲ ۷۵۸/۲ ۷۵۹/۲ ۷۶۰/۲ ۷۶۱/۲ ۷۶۲/۲ ۷۶۳/۲ ۷۶۴/۲ ۷۶۵/۲ ۷۶۶/۲ ۷۶۷/۲ ۷۶۸/۲ ۷۶۹/۲ ۷۷۰/۲ ۷۷۱/۲ ۷۷۲/۲ ۷۷۳/۲ ۷۷۴/۲ ۷۷۵/۲ ۷۷۶/۲ ۷۷۷/۲ ۷۷۸/۲ ۷۷۹/۲ ۷۸۰/۲ ۷۸۱/۲ ۷۸۲/۲ ۷۸۳/۲ ۷۸۴/۲ ۷۸۵/۲ ۷۸۶/۲ ۷۸۷/۲ ۷۸۸/۲ ۷۸۹/۲ ۷۹۰/۲ ۷۹۱/۲ ۷۹۲/۲ ۷۹۳/۲ ۷۹۴/۲ ۷۹۵/۲ ۷۹۶/۲ ۷۹۷/۲ ۷۹۸/۲ ۷۹۹/۲ ۸۰۰/۲ ۸۰۱/۲ ۸۰۲/۲ ۸۰۳/۲ ۸۰۴/۲ ۸۰۵/۲ ۸۰۶/۲ ۸۰۷/۲ ۸۰۸/۲ ۸۰۹/۲ ۸۱۰/۲ ۸۱۱/۲ ۸۱۲/۲ ۸۱۳/۲ ۸۱۴/۲ ۸۱۵/۲ ۸۱۶/۲ ۸۱۷/۲ ۸۱۸/۲ ۸۱۹/۲ ۸۲۰/۲ ۸۲۱/۲ ۸۲۲/۲ ۸۲۳/۲ ۸۲۴/۲ ۸۲۵/۲ ۸۲۶/۲ ۸۲۷/۲ ۸۲۸/۲ ۸۲۹/۲ ۸۳۰/۲ ۸۳۱/۲ ۸۳۲/۲ ۸۳۳/۲ ۸۳۴/۲ ۸۳۵/۲ ۸۳۶/۲ ۸۳۷/۲ ۸۳۸/۲ ۸۳۹/۲ ۸۴۰/۲ ۸۴۱/۲ ۸۴۲/۲ ۸۴۳/۲ ۸۴۴/۲ ۸۴۵/۲ ۸۴۶/۲ ۸۴۷/۲ ۸۴۸/۲ ۸۴۹/۲ ۸۵۰/۲ ۸۵۱/۲ ۸۵۲/۲ ۸۵۳/۲ ۸۵۴/۲ ۸۵۵/۲ ۸۵۶/۲ ۸۵۷/۲ ۸۵۸/۲ ۸۵۹/۲ ۸۶۰/۲ ۸۶۱/۲ ۸۶۲/۲ ۸۶۳/۲ ۸۶۴/۲ ۸۶۵/۲ ۸۶۶/۲ ۸۶۷/۲ ۸۶۸/۲ ۸۶۹/۲ ۸۷۰/۲ ۸۷۱/۲ ۸۷۲/۲ ۸۷۳/۲ ۸۷۴/۲ ۸۷۵/۲ ۸۷۶/۲ ۸۷۷/۲ ۸۷۸/۲ ۸۷۹/۲ ۸۸۰/۲ ۸۸۱/۲ ۸۸۲/۲ ۸۸۳/۲ ۸۸۴/۲ ۸۸۵/۲ ۸۸۶/۲ ۸۸۷/۲ ۸۸۸/۲ ۸۸۹/۲ ۸۹۰/۲ ۸۹۱/۲ ۸۹۲/۲ ۸۹۳/۲ ۸۹۴/۲ ۸۹۵/۲ ۸۹۶/۲ ۸۹۷/۲ ۸۹۸/۲ ۸۹۹/۲ ۹۰۰/۲ ۹۰۱/۲ ۹۰۲/۲ ۹۰۳/۲ ۹۰۴/۲ ۹۰۵/۲ ۹۰۶/۲ ۹۰۷/۲ ۹۰۸/۲ ۹۰۹/۲ ۹۱۰/۲ ۹۱۱/۲ ۹۱۲/۲ ۹۱۳/۲ ۹۱۴/۲ ۹۱۵/۲ ۹۱۶/۲ ۹۱۷/۲ ۹۱۸/۲ ۹۱۹/۲ ۹۲۰/۲ ۹۲۱/۲ ۹۲۲/۲ ۹۲۳/۲ ۹۲۴/۲ ۹۲۵/۲ ۹۲۶/۲ ۹۲۷/۲ ۹۲۸/۲ ۹۲۹/۲ ۹۳۰/۲ ۹۳۱/۲ ۹۳۲/۲ ۹۳۳/۲ ۹۳۴/۲ ۹۳۵/۲ ۹۳۶/۲ ۹۳۷/۲ ۹۳۸/۲ ۹۳۹/۲ ۹۴۰/۲ ۹۴۱/۲ ۹۴۲/۲ ۹۴۳/۲ ۹۴۴/۲ ۹۴۵/۲ ۹۴۶/۲ ۹۴۷/۲ ۹۴۸/۲ ۹۴۹/۲ ۹۵۰/۲ ۹۵۱/۲ ۹۵۲/۲ ۹۵۳/۲ ۹۵۴/۲ ۹۵۵/۲ ۹۵۶/۲ ۹۵۷/۲ ۹۵۸/۲ ۹۵۹/۲ ۹۶۰/۲ ۹۶۱/۲ ۹۶۲/۲ ۹۶۳/۲ ۹۶۴/۲ ۹۶۵/۲ ۹۶۶/۲ ۹۶۷/۲ ۹۶۸/۲ ۹۶۹/۲ ۹۷۰/۲ ۹۷۱/۲ ۹۷۲/۲ ۹۷۳/۲ ۹۷۴/۲ ۹۷۵/۲ ۹۷۶/۲ ۹۷۷/۲ ۹۷۸/۲ ۹۷۹/۲ ۹۸۰/۲ ۹۸۱/۲ ۹۸۲/۲ ۹۸۳/۲ ۹۸۴/۲ ۹۸۵/۲ ۹۸۶/۲ ۹۸۷/۲ ۹۸۸/۲ ۹۸۹/۲ ۹۹۰/۲ ۹۹۱/۲ ۹۹۲/۲ ۹۹۳/۲ ۹۹۴/۲ ۹۹۵/۲ ۹۹۶/۲ ۹۹۷/۲ ۹۹۸/۲ ۹۹۹/۲ ۱۰۰۰/۲

ہدایہ و بحر الرائق میں ہے :

لَقَوْلِهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْبَيْتَةُ
عَلَى الْمَدْعَى وَالْيَمِينِ عَلَى مَنْ أَتَكَرَّ قَسَمًا وَ
الْقِسْمَةُ تَنَافَى الشَّرَكَةُ ۚ

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد کے مطابق ،
جو ایسی مدعی کے ذمہ اور قسم انکار کرنے والے کے
ذمہ ، یہ تقسیم ہے اور تقسیم اشتراک کے منافی

ہے ۔ (ت)

پھر تجویز میں فرمایا کہ ان کے اظہارات کے ملاحظہ سے ثابت ہے کہ دروازہ مدعا علیہ بدستور جملے قدیم
پر ہے اور مدعی نے جو دیوار مکان خود تعمیر کی ہے بجائے بنیاد قدیمی تعمیر کی ہے ۔ ” صراحت شہادت علی النفی
کا قبول کرنا ہے دروازہ مدعا علیہ جاسے قدیم پر ہونے کا اسی قدر حاصل کہ مدعا علیہ نے ملک مدعی میں
کوئی تصرف نہ کیا ، یونہی دیوار مدعی بجائے بنیاد قدیم تعمیر ہونے کا اسی قدر محصل کہ مدعی نے کوئی آبجیکٹ
نہ چھوڑی جس میں مدعا علیہ تصرف کرتا تو یہ صاف صاف نفی پر شہادتیں تھیں کہ اعتبار معنی کا ہے نہ کہ لفظ کا ۔
ہدایہ و کافی و بحرہ غیرہا میں ہے :

الاعتبار للمعاني دون الصور فان المودع
اذا قال رددت الوديعة فالقول قوله
مع اليمين وان كان مدعيًا للرد محسوسًا
لانه ينكر الخصمات ۚ

معانی کا اعتبار ہے صورتوں کا نہیں ، کیونکہ جب
امانت رکھنے والا کہے کہ میں نے امانت واپس
کر دی ہے تو اس کی بات قسم کے ساتھ مان
لی جائے گی اگرچہ صورتاً وہ واپس کرنے کا دعویٰ

کر رہا ہے ، وجہ یہ ہے کہ واپسی کا دعویٰ کر کے اپنے ذمہ سے ضمان کا انکار کر رہا ہے ۔ (ت)
بلکہ یہاں معنی و صورت ہر طرح نفی ہے کہ قدم خود مفہوم سببی ہے یعنی حادث و جدید نہ ہونا ۔ بالآخر جس
قدر کارروائی اس مقدمہ میں واقع ہوئی سب محض بیکار و بے اثر و بیگانہ و بے اثر ہوئی ۔ میں نہیں کہتا
کہ غلط فیصلہ ہوا ، یہ توجیب کہا جائے کہ فیصلہ ہوا اور اس میں غلط ہو ۔ یہاں تو سرے سے فیصلہ
ہوا ہی نہیں ، یہ تجویز جس کا نام عوام میں فیصلہ رکھا جائے ہرگز فیصلہ ہی نہیں ، ایک کاغذ سادہ
ہے کہ فیصلہ کے چھ رکھی شرع منظر نے مقرر فرمائے اور یہاں رکن ششم معدوم ہے اور بغیر رکن کے
وجود شئی محال جس کی تصریحیں ابھی کتب معتدہ سے گزریں تو مقدمہ جنوں روز اول پر ہے مدعی بلاشبہ

گواہ دے سکتا ہے اور ان کا مشن محاکم پر فرض ہے اگر وہ نہ سنے تو دوسرے محکمہ میں اس کے گواہ
سنے جائیں۔ معین الحکام میں ہے:

المواضع التي تصرفات الحكام فيها ليست
بحكم ولا غيرهم من الحكام تفيدها
والنظر فيها على انواع كثيرة وانا اذكر
عشرين نوعاً (ان قال) النوع التاسع
التصرف في انواع العجاج بان يقول
لا اسم البينة لانك حلفت قبلها مع
عليك بها وقد تركت على احضارها
فغفيرة من الحكام ان يفعل ما تركه
وه مقامات جہاں حکام کے تصرفات، حکم و فیصلہ
نہیں بنتے اور دوسرے محاکم کو ان میں تبدیلی اور
غور کا اختیار ہے، یہ کثیر اقسام ہیں اور میں بہتیں
اقسام ذکر کر رہا ہوں، اور آگے فرمایا، نویں قسم،
بحث کی انواع میں تصرف ہے، یوں کہ قاضی
کے حکم میں تیسرے گواہوں کی شہادت نہ سنوں گا
کیونکہ قبل ازیں تو گواہوں کو جاننے اور ان کو
پیش کرنے پر قدرت کے باوجود قسم دے چکا ہے
تو اس حکم کو تبدیل کرنے کا دوسرے محاکم کو
اختیار ہے (ت)

محاکم اپیل کو اختیار ہے کہ خود گواہ سنے اور مقدمہ حسب شرع ترتیب دے یا محکمہ ابتدائی کو واپس
بجھے کہ بعد تکمیل شرعی و اسماع گواہان مدعی و دلائل فیصلہ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم
مسئلہ از ریاست بہاولپور ملک پنجاب تحصیل منجن آباد ڈاکخانہ صادق پور موضع وارہ سراج الدین
مرسلہ پرنور محمد صاحب ولد پیر محمد الدین صاحب ذات چشتی ۳۰ رجب المرجب ۱۳۲۷ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اسی مسئلہ میں کہ پیر صدر الدین نے ۱۲۸۶ھ میں ایک طلاق
مسماۃ رنگ بھری سے نکاح کیا اس وقت رنگ بھری کے دو نابالغ بیٹے اللہ بخش والہی بخش موجود
اور تیسرا جوان بیٹا اللہ روتا تھا صدر الدین نے وقت نکاح مذکور سے رنگ بھری کو شل ازدواج کے پڑے
میں رکھا جب تک وہ بے پردہ اپنے پیشہ حرام میں تھی، یہ دونوں بچے کہ خود سال تھے ماں کے
ساتھ پیر مرحوم کے یہاں رہے جن میں ایک کی شادی بھی پیر مرحوم نے کر دی رنگ بھری کا بڑا بیٹا
اب تک الگ سا اپنے پیشہ حرام میں ہے صدر الدین مرحوم کے دو بیٹے زور خانہ انی مسماۃ نور مسکن

سے تھے بدرالدین و سراج الدین میر مرحوم کی کچھ جائداد علاقہ ریاست بہاولپور اور کچھ پاکستان شریف علاقہ انگریزی میں حسب تفصیل ذیل تھی :

علاقہ ریاست ، وارڈہ پیران کل ، چک قمر الدین ۳۴۳ حرم ، بلاڑہ پیرنی بخش حرم ، بلاڑہ صدر الدین کل .
علاقہ انگریزی ، وارڈہ پیران کلاں ، بلاڑہ پیران حرم ، شیخ پور ملکیت ایک جاہ :

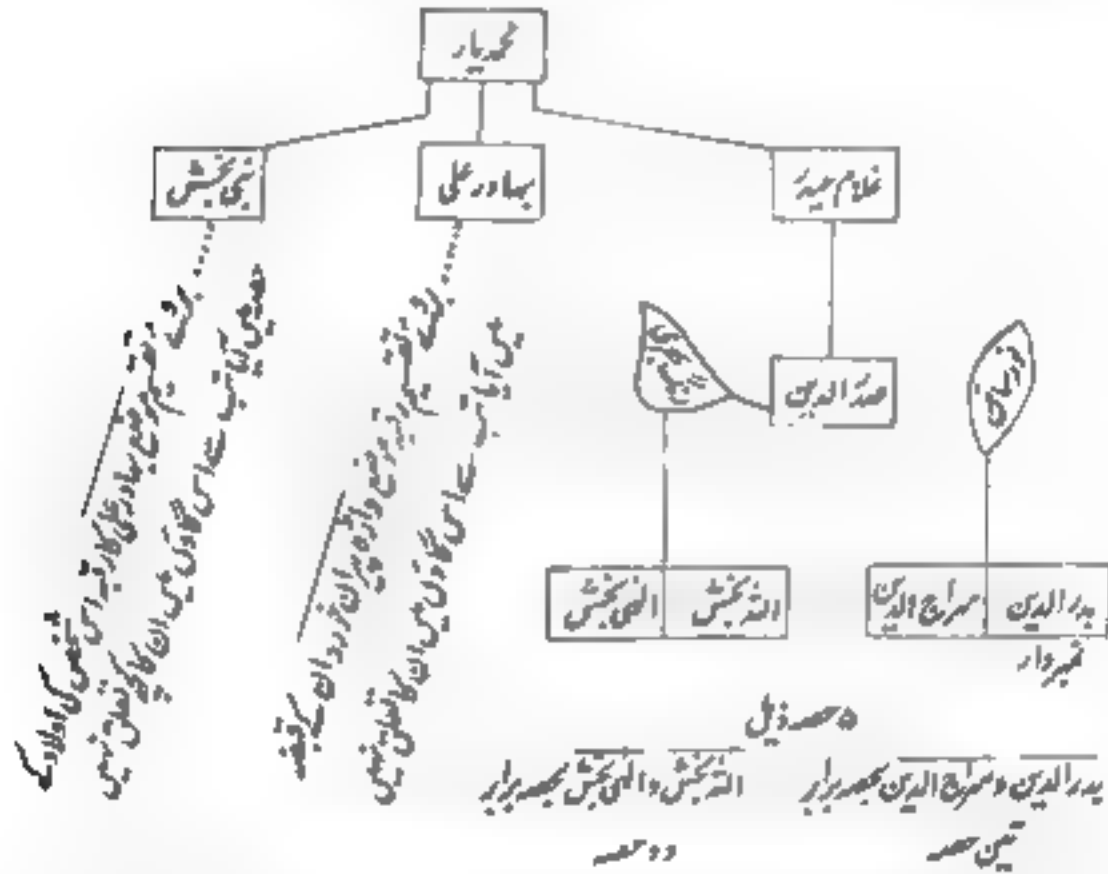
صدر الدین نے ۱۳ شوال ۱۳۰۹ھ مطابق ۱۱ مئی ۱۸۹۲ء میں انتقال کیا اللہ بخش والہی بخش نے اپنے آپ کو پسران متوفی قرار دے کر ضلع منٹگری میں بعض جائداد واقع علاقہ انگریزی کا داخلہ راج چاہا ، جون ۱۸۹۲ء میں عنایت اللہ پٹواری کے سامنے بدرالدین و فریق دوم کے بیانات ہوئے جن میں بدرالدین نے ان کے پسران صدر الدین جسنے سے انکار اور انھوں نے اس کا اظہار کی شیخ لطافت علی نائب تحصیلدار نے ۲۴ ستمبر ۱۸۹۲ء کو ایک نقل رواج عام اقوام عیشتی کے بنابر جو بغرض مل حلقہ حاضر ہے چہاں وہ لوگوں کو فروند صدر الدین قرار دے گا اندراج نام کا حکم دیا بدرالدین نے عیشتی عسکریز الدین ، اکسٹرا اسسٹنٹ منسٹر کے یہاں اپیل کی بالآخر تنہا بدرالدین نے کسی دباؤ یا مصلحت سے راضی نامہ کر لیا جس میں کل حسب زاد ہر دو علاقہ کا ذکر ہے مگر جب محکمہ نے بدرالدین کا بیان یا تو اس نے صرف جائداد علاقہ انگریزی کی نسبت تصدیق ہو نا بیان کیا اور فریق دوم نے بھی اس کا یہ بیان سن کر تسلیم کیا اس بنا پر ۲۵ فروری ۱۸۹۳ء کو وہ مقدمہ وہاں فیصل ہو گیا جائداد واقع علاقہ انگریزی کے چک میں نام اللہ بخش والہی بخش اور چک میں نام سراج الدین و بدر الدین مسند راج ہوا سراج الدین اس راضی نامہ میں شریک نہ تھا ، نہ وہ وہاں موجود تھا مگر بدرالدین نے اس اظہار سے کہ وہ میرا حقیقی بھائی ہے میرا اس کا نفع نقصان مشترک ہے اس کی طرف سے راضی نامہ کر لیا ، اس ضلع نامہ کی بنا پر فریق ثانی نے یکم جون ۱۸۹۳ء کو جائداد واقع ریاست کے داخلہ خارج کی بھی درخواست تحصیل منچن آباد میں دی جس کی کارروائی ملاحظہ کاغذات سے ظاہر ہوئی جس میں بیان کیا جاتا ہے کہ بدرالدین و سراج الدین نے ۲۲ اگست ۱۸۹۳ء کو دعوی اللہ بخش و والہی بخش تسلیم کیا اور ۳ اکتوبر ۱۸۹۳ء کو کاردار نے حکم دیا کہ محکمہ بندوبست میں درخواست دے کر اندراج نامہ کرالیں لیکن انھوں نے کوئی درخواست نہ دی نہ اندراج نامہ جو اس وقت کار بندوبست جاری تھا بلکہ دسمبر ۱۸۹۲ء میں ختم ہو چکا تھا بجائے اس کے ۲۹ دسمبر ۱۸۹۲ء کو فریق ثانی نے پھر اسی تحصیل منچن آباد میں درخواست اندراج نامہ دی جو ۲۳ مارچ ۱۸۹۹ء کو جوہر عدم پیروی خارج ہوئی جب ۱۹۰۶ء میں بندوبست جدید ہوا مدعیوں نے یہاں چارہ جوئی کی ۲۵ جون ۱۹۰۶ء کو داخلہ راج منظور ہو کر جنوری ۱۹۰۶ء کو محکمہ مشیرت مال سے منسوخ ہو گیا پھر ۲۷ مئی ۱۹۰۷ء کو مدعیان نے نظامت بہاولپور میں نالیش دہلی

والد ہمارے نے ہم کو بطور دوسرے فرزند ان کے پرورش کی سب کچھ خرچ نہیں کیا، چاہتے ہیں کہ ہم چاروں کا نام
بجھہ برابر دے دیا جائے لہذا کھاتہ ہذا براد حکم مناسب پیش کرتا ہوں، ۹ جون ۱۸۹۲ء عنایت اللہ پٹواری۔
(۲) رواج عام اقوامِ ہندوستانی پر گزشتہ پاک پٹن ضلع منٹگری کتاب جلد ۱ صفحہ ۱۸۷ موجودہ دفتر فارسی محافظہ
منہرجہ صحت لغات ۹۰، ہمراہ عورت کین مثل کوئی دوجائی و ترکھانی و پھانی کے نکاح بموجب شرع شریف
کے جائز ہے اگر کوئی صاحب جائداد ہمراہ ایسی عورت کے نکاح کرے تو اولاد اس کی مثل عورت ہم گفت
کے مالک ہوتی ہے۔ اگر ایسی عورت بدون نکاح رہے اور اس سے اولاد پیدا ہو تو ایسی اولاد حسرام کی
ہوتی ہے ان کو وراثت سے کچھ حصہ نہیں ملتا (نظائر) موضع وارڈ پیران میں سستی صدر الدین نے ہمراہ عورت
بیوہ قوم پیرنی کے نکاح کر لیا ہے اولاد اس کی بعد وفات صاحب جائداد کے مالک ہوگی۔

(۳) راضی نامہ مدظلہ گہری اکسٹراسسٹنٹ کمشنر ضلع منٹگری مایا نکہ بدر الدین و سراج الدین و
اللہ بخش والی بخش پیران پیر صدر الدین ہیں حسب ذیل مواضعات واقع علاقہ انگریزی و واقع ریاست
بہار و پور خاص ملکیت پیر صدر الدین صاحب والد منٹگران کی ہے ہم فریقین کل جائداد زرعی پر وقت وفات
والد صاحب سے قابض ہیں اسی لئے ہم فریقین نے برضا مندی خود آپس میں اس طرح تصفیہ کیا ہے کہ
کل جائداد منہرجہ بالا علاقہ انگریزی و ریاست کے پانچ ٹھکے، تین حصے بدر الدین و سراج الدین
کو دیں گے اور دو حصے کل جائداد زرعی سے اللہ بخش والی بخش کو دیں گے، جس قدر زیادہ نصف سے
بدر الدین و سراج الدین کو دیا گیا اس کا سبب یہ ہے کہ وہ بسبب سرکاری کے بڑے ہیں، سراج الدین
اس وقت موجود نہیں اس کی طرف سے مجھے بدر الدین ذمہ دار ہے کہ وہ اور میں بدر الدین حقیقی بھائی ہیں
۲۵ فروری ۱۸۹۲ء۔

(۴) بیان بدر الدین و تصدیق حیا نسبت راضی نامہ مذکورہ، استفسار بدر الدین و صدر الدین
باقرا ص ۲۵ فروری ۱۸۹۳ء صدر الدین متوفی ہمارے والد کی جائداد زرعی علاقہ تحصیل پاکپتن میں
حسب ذیل ہے، وارڈ پیران کلاں ساقم بلاڑہ پیران سوم حصہ شیخوپور میں ایک چاہ کی راضی،
والد مرگیا جب سے میرا اور سراج الدین میرے برادر حقیقی اللہ بخش والی بخش برادران سوتلی والدہ
ہماری کا قبضہ جائداد پر علی الحساب یہ سبب تنازع رہا ہے، اب برضا مندی یہ فیصلہ کیا ہے کہ کل پانچ
حصے کے تین پانچوں مجھے اور سراج الدین کو ملے اور دو پانچوں اللہ بخش والی بخش کو، جو زیادہ حصہ
نصف سے مجھے اور سراج الدین کو دیا ہے وہ بوجہ اس کے ہے کہ میں اور سراج الدین بڑے بھائی ہیں
سراج الدین پادریاست میں ہے اور میرا اور اس کا نفع نقصان مشترک ہے لہذا میں اس کی جانب سے

ذمہ دار ہوں۔ بدرالدین بقلم خود۔ دستخط صدر الدین اسسٹنٹ کلکٹر درجہ اول۔ استغفار اللہ بخش و
 الہی بخش پسران صدر الدین باقرار صانع ۲۵ فروری ۱۸۹۳ء۔ بدرالدین برادر کلاں اپنے کا بیان
 ہم نے سنایا صحیح اور منظور ہے۔ اللہ بخش و الہی بخش بقلم خود۔
 (۵) شجرہ نسب حقوق مکان موضع واڑہ پیران کلاں تحصیل پاکپن ضلع منٹگمری مرتبہ ۱۸۹۳ء
 شیخ قریشی المعروف چشتی



بموجب حکم ۲۵ فروری ۱۸۹۳ء حصص ملکیت بر خلاف حصہ جدی کے رکھی قرار پائے۔
 (۶) درخواست ابتدائی مشمولہ مسل نمبری ۲۳ موضع واڑہ صدر الدین تحصیل منٹگمری آبا و بابت ۱۸۹۳ء غلطی راج
 منظر ان برادر حقیقی و سراج الدین و بدر الدین برادران سوئیٹے ہمارے کا راضی نامہ ہوا۔ نقل فیصلہ پیش
 کر کے ملتمس کہ موضع مذکورہ کا ۱/۲ حصہ ہمارے نام داخل فرما دیا جائے، یکم جوی ۱۸۹۳ء العبد اللہ بخش و
 الہی بخش پسران صدر الدین اللہ بخش بقلم خود۔ بیان سائی لیا جائے برادر تشکیل مسل حوالہ قانون گوہو۔
 یکم جون ۱۸۹۳ء ذیقعدہ ۱۳۱۱ھ

(۷) بیان اللہ بخش مشمولہ مسل نمبری ۲۳۔ نام اپنا اللہ بخش باپ کا نام صدر الدین عمر تحفینا ست سال حاضر آکر لکھوایا کہ مظہر اور الہی بخش برادر مظہر و بدر الدین و سراج الدین پسران شیخ صدر الدین ہر چہ دارث حصہ برابر ہیں بدر الدین و سراج الدین نے ملکیت موضع بلاڑہ صدر الدین میں ہمارا نام درج نہیں کرایا اس باعث مکرار تھا برادری میں تصفیہ ہمارا ہو چکا ہے بموجب راضی نامہ ۲ حصہ بنام مظہر و الہی بخش داغخارہ فرمایا جائے، اللہ بخش بقلم خود بعد تصدیق حکم ہوا کہ باجراے پروانہ بدر الدین و سراج الدین و الہی بخش بنا بر قلعندی بیان طلب کیا جائے۔ یکم جون ۱۸۹۳ء، آج قسمل پیش ہوئی حکم ہوا کہ فریقین مقدمہ طلب ہو کر بیان ان کا قلعندی کیا جائے، ۱۳ جون ۱۸۹۳ء مسل پیش ہوئی آج تک نہ فریقین مقدمہ حاضر ہوتے ہیں نہ رپورٹ پیشکار شامل مسل ہوئی لہذا حکم ہوا کہ مقرر پیشکار کو حکم جائے کہ جلد مطلوب بگان کو بھجوا دیں، ۲۹ اگست ۱۸۹۳ء۔

(۸) پروانہ بنام پیشکار صادق پور مشمولہ مسل نمبری ۲۳۔ اندریں مقدمہ ۱۳ جون کو طلبی سند فریقین برادر قلعندی بیانات کی گئی تھی، آج تک ان کی جانب سے نہ رپورٹ شامل مسل ہوئی نہ فریقین حاضر آئے ہیں لہذا کمر قلعی ہے کہ آپ فی الفور فریقین کو بھجوا دیں، ۲۹ اگست ۱۸۹۳ء فریقین کو باخذ چھلکہ روانہ کار داری میں کیا جائے، ۶ ستمبر ۱۸۹۳ء حکم سے اطلاع پائی سراج الدین بیمار ہے بروکت صحتیابی میں کے حاضر ہو جائیں گے، ۶ ستمبر ۱۸۹۳ء العبد بدر الدین العبد اللہ بخش، جناب عالی مطلوب بگان کو ہدایت احضار کی گئی اور العبد کرائے گئے ہیں سراج الدین سخت بیمار ہے بعد شفا حاضر ہو گا، ۸ ستمبر ۱۸۹۳ء۔

(۹) بیان بدر الدین وغیرہ مشمولہ مسل نمبری ۲۳ واقع ۲۲ اگست ۱۸۹۳ء، سوال اللہ بخش و الہی بخش پسران صدر الدین نے لکھوایا ہے کہ تم نے کل حکیت صدر الدین کی حکم بندوبست میں اپنے نام درج کاغذات موضع بلاڑہ صدر الدین کرائے سے حالانکہ مظہر ان بھی دارث ہیں منگمری سے فیصلہ ہو چکا ہے کہ ۲ حصہ مظہر ان اور ۲ حصہ تمہارا قرار پایا ہے نام مظہر ان درج کاغذات فرمایا جائے تم کو اس ایذا دی میں کیا عذر ہے؟

(جواب) مظہر ان کو کسی طرح کا عذر اس ایذا دی میں نہیں ۲ حصہ میں نام اللہ بخش و الہی بخش کا ایذا فرمایا جائے، العبد بدر الدین بقلم خود، العبد سراج الدین۔ چونکہ اس ایذا دی میں فریقین کو کچھ عذر نہیں میسر یہ مسل بعینہ دراشت وائے دراشت کا فیصلہ حکم بندوبست میں ہو چکا ہے فریقین کو ہدایت ہو کہ درخواست ایذا دی نام گذرانک حسب ضابطہ ایذا دی کرا دیں مسل پیشی سے خارج ہو کر داخل دفتر ہو۔ مورخہ ۲۳ اکتوبر ۱۸۹۳ء۔ چونکہ یہ مسل ماہ اکتوبر میں داخل دفتر نہ ہوئی

اب داغل و قمر ہو ۲۳ نومبر ۱۳۱۳ھ

(۱۰) سند مولوی نور الدین توگروی نکاح خواں شیخ صدر الدین و رنگ بھری پیش کردہ مدعا علیہم پر حکام واضح باد کہ بتاریخ ۲۸ ستمبر ۱۳۱۳ھ مقدس ایس خادم الشریع عقد نکاح پر صدر الدین چشتی ولد پیر غلام حیدر چشتی در موضع کلاچی رو بروئے گواہان قمر الدین نبردار کلاچی و اکبر علی ساکن کلاچی و مولوی غلام قادر ساکن جنم شاہ با رنگ بھری کنجری ولد نامعلوم بستہ اللہ بخش والہی بخش قبل ازیں نکاح پیدا بودند، تحریر ۲۲ ربیع الاول ۱۳۱۰ھ العبد نور الدین توگروی گواہ شد غلام قادر ساکن جنم شاہ

(۱۱) سند مولوی تذکرہ پیش کردہ مدعیان، بر علماء و حکام واضح باد کہ صدر الدین ولد پیر غلام حیدر چشتی را بطور نصیحت چند سال قبل از نکاح مشہورہ گفتہ کہ با رنگ بھری نکاح کردہ یا نہ، صدر الدین گفت من خفیہ از برادری رو بروئے دو کس گواہان مسماۃ مذکورہ نکاح کردہ ہوں کہم آئندہ میں شمار کہ میں کار بہتر کردہ۔ تحریر ۲۶ ربیع الاول ۱۳۱۰ھ خادم الشریع نور الدین توگروی۔ حشمت علی اقرار المقر۔

مدعی حضرات کی پیش کردہ سند از مولوی مذکور علماء و حکام پر واضح ہو کہ صدر الدین ولد پیر غلام حیدر چشتی کو نکاح مذکورہ سے قبل چند سال بطور نصیحت کہا تھا کہ تم نے رنگ بھری سے نکاح کیا ہے یا نہیں کیا، صدر الدین نے جواب میں کہا کہ میں نے برادری سے خفیہ دو گواہوں کی موجودگی میں مسماۃ مذکورہ سے نکاح کیا ہے تو میں نے کہا کہ تمہیں آفریں ہے کہ تم نے یہ کام بہت اچھا کیا۔ تحریر ۲۶ ربیع الاول ۱۳۱۰ھ خادم الشریع نور الدین توگروی و حشمت علی۔

(۱۲) بیان مولوی غلام قادر مسل نمبری فیصلہ ۹ جولائی ۱۹۰۶ء تحصیل منچن آباد غلط بند و بست باقرار صالح نام اپنا غلام قادر ولد مولوی جان محمد عمر سے سال مکہ جنم شاہ تحصیل پاکپتن، عرصہ تکینت از تین سال کا گزرا ہو گا کہ پیر صدر الدین کا نکاح اللہ بخش والہی بخش کی والدہ رنگ بھری سے مولوی نور الدین صاحب نے رو بروئے مظہر، قمر الدین، اکبر علی شاہ پڑھا تھا اس وقت اللہ بخش سات آٹھ سال کا تھا قرآن شریف مولوی صاحب مذکور سے پڑھا کرتا تھا اللہ بخش تین چار سال کا تھا۔ یہ ہر دو شخص اللہ بخش الہی بخش اس نکاح سے پہلے موجود تھے جب پیر الدین وقاسم علی کو اس شہادت کی ضرورت پیش آئی کہ یہ دونوں لڑکے قبل از نکاح موجود تھے اور مولوی صاحب مذکور سے انہوں نے تحریر حاصل کی تو شہادت کے دستخط میں نے کر دیئے میرے دستخط اس کا غلط موجود ہیں مظہر کو بھی حال معلوم ہے العبد مولوی غلام قادر۔

(۱۳) دربارہ درخواست ابتدائی مدعیان در تحصیل منجی کیا و مشمول مسل نمبری ۱۴ گزارش ہے کہ
 ۱۵ اشوال سنہ ۱۲۹۲ میں پیر صدر الدین پدر فریقین کا انتقال ہو گیا ہم چار برادران کا بابت تقسیم ترکہ پدری
 تنازع ہو کر تالش کی نوبت پہنچی جو بتاریخ ۳ فروری سنہ ۱۲۹۳ فیصلہ اکثر ۱۱ سسٹنٹ ضلع مظفری داخلہ راج
 حسب ذیل اطلاق آنزو سے آب و ریاست بہاولپور بدر الدین و سراج الدین اللہ بخش و الہی بخش ہو کر
 عہدہ آمد ہوا ان اطلاق ریاست ہذا میں قبضہ ادا سے مالگزاری (۱/۵) و کاشت پر داشت ۱/۵ حصہ
 مرقع پر موجود ہے لہذا عارض کو ۱/۵ بلارہ بدر الدین بنام مظہران داخلہ راج فرمایا جائے ۲۹ دسمبر سنہ ۱۸۹۸
 اللہ بخش و الہی بخش بقلم خود، بمراد تکمیل حوالہ قانونگو ہو اور بذریعہ پروانہ اسامیاں طلب کی جائیں،
 ۲۹ دسمبر سنہ ۱۸۹۸

(۱۴) حکم ظہری پرچہ کھتونی مشمولہ مسل نمبری ۱۴۔ آج مسل پیش ہوئی، پایا گیا کہ فریقین نے بعد
 دینے درخواست باوصف اجراء کے پر دی نہیں کی لہذا حکم ہوا کہ مسل مقدمہ بعد پر دی خارج ہو
 ۲۳ مارچ سنہ ۱۸۹۹۔

(۱۵) درخواست در بند و بست جدید۔ درخواست غلطی بند و بست بموجب فیصلہ سطح عزیز الدین
 کلکٹر ضلع مظفری، اگرچہ حقیقت پر از وقت و فوات پریم قبضہ مالگزاری بموجب فیصلہ مذکور العہدہ ہمارا چلا آتا
 ہے بموجب غلطی بند و بست داخل خارج کا فوات سرکاری نہ ہوا چونکہ اب دوران بند و بست ہے لہذا
 مستعدی کہ داخلہ راج ہمارے نام بموجب فیصلہ انگریزی و پرچہ مالگزاری ۱/۵ حصہ فرمایا جائے۔ نقل
 فیصلہ و پرچہ ملکیت شامل درخواست ہے و یکم جنوری ۱۹۰۶۔ مستعدی اللہ بخش و لد پیر صدر الدین۔

(۱۶) بیان اللہ بخش بعد درخواست مذکور، نام اپنا اللہ بخش و لد پیر صدر الدین ذات چشتی عمر عظیم
 سال بتکر بیان کیا والد مظہر فوت ہو چکا ہے اسی کے چار پسر تھے بدر الدین سراج الدین فوت ہو چکے ہیں
 غلطی بند و بست سے بعد فوت صدر الدین کے بدر الدین سراج الدین کا داخلہ راج وراثت ہو کر عہدہ آمد
 ہو گیا اور مظہر و الہی بخش کے نام اندراج نہ ہوا ضلع انگریزی میں مقدمہ دائر ہوا جس سے یہ قرار پایا کہ
 ۱/۵ حصہ مظہر و الہی بخش کے لئے جائیں جس کی نقل شامل درخواست ہے چاہتا ہوں ۱/۵ حصہ پر داخلہ راج
 فرمایا جائے۔ اللہ بخش ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ ۲ جنوری ۱۹۰۶۔

(۱۷) درخواست تقرر ثنائی مشمولہ مسل ۱۶ موجود ۲۷ اپریل ۱۹۰۸۔ کل مقدمہ سپرد ثنائی کر کے
 اعتراضات قانونی و رواجی چھوڑ دئے گئے ہیں لکھ دیتے ہیں کہ اگر موجودہ روئے داد مسل سے مدعیان کا
 اولاد صحیح النسب ہو تو پیر صدر الدین موصوف سے ثابت ہو جائے تو مجھ مدعا علیہ کو واپسی جائداد سے

کچھ انکار نہ ہوگا اگر ان کا شرعاً نسب ثابت نہ ہو تو پھر ان کا میراث سے کچھ تعلق نہ ہوگا اور بشرط اولاد صحیح النسب ہونے کے فتوئے ثنائان مطلق ہوگا اور یہیں کچھ عذر نہ ہوگا، ۱۸ جون ۱۹۰۸ء، بمقام صادق پور روبرو افسر صاحب مال مولوی عبدالکب۔ العبد اللہ بخش مدعی بقم خود، العبد الہی بخش مدعی بقم خود، العبد احمد شاہ مدعا علیہ بقم خود۔ تحریر ہوا کہ مولوی صاحبان تمام موضع چک بجوگا نوالہ میں جمع ہو کر بموجب روئے ادمسل کے فتویٰ دیں۔ امور تنقیح بحث طلب یہ ہیں کہ آیا مدعیان پر صدر الدین کی اولاد صحیح النسب ہے یا نہیں۔ دوسرا رضی نامہ مصدقہ ضلع غلگہری کا شرعاً کیا اثر ہے و فیصلہ کثرت رائے ثنائان پر کیا جائے گا فتویٰ چار یوم کے اندر داخل ہو۔ ۱۸ جون ۱۹۰۸ء دستخط افسر مال۔

(۱۸) فتویٰ مولوی عبدالرحیم وغیرہ مشمولہ مسل نمبری ۱۶۔ مدعیان نے ایک صلح نامہ از جانب والدہ و چچ مدعا علیہا پیش کیا جس میں صریح لکھا ہے کہ مدعیان پر صدر الدین کے بیٹے ہیں۔ علاوہ بری معتبر شہادت سے ثابت ہے کہ پر صدر الدین مورث مدعیان کو اپنا بیٹا تسلیم کرتا تھا بدرالدین و سراج الدین نے تحصیل میں بھی مدعیان کو اپنے بھائی پر صدر الدین کے بیٹے قرار دے کر لکھوایا ہے کہ بیشک حسب مضمون صلح نامہ ریاست میں بھی ملکیت کا غلطہ آ رہا ہونا چاہیے۔ علاوہ آئندہ سے اب میں بھی پٹواری کے سامنے سراج الدین و بدر الدین نے مدعیان کو اپنے بھائی لکھوایا ہے۔ رواج عام اقوام چشتی اور شجرہ نسب جو ضلع غلگہری میں لکھا ہے مدعیان پر صدر الدین کی اولاد اور وارث لکھے ہیں اور اس پر پر صدر الدین اور بعض شاہان نفی نسب کے ثبوت نسب پر مواہیر موجود ہیں شہادت مدعا علیہا نفی پر مستعمل ہیں اور شہادت نفی مقبول نہیں ہوتے۔ پس وجہ اقرار پر صدر الدین بولدیت مدعیان اور تسلیم بدر الدین و سراج الدین اخوت مدعیان کو فتویٰ شرعی یہ ہے کہ مدعیان کا نسب پر صدر الدین سے ثابت ہے۔

اذا اقر وارث واحد بمواسث
کمن ترک ابنا فاقر باخ لا یثبت
نسبه عندہما و قال
ابویوسف یثبت و مبہ
اخذ الکفرخ لامنہ
لما قبل فی المیراث قبل
فی النسب وان کام اکثر
من واحد بان کان ساجلین

جب ایک وارث دوسرے کے وارث ہونے کا
اقرار کرے جیسا کہ میت کا بیٹا اپنے بھائی کا
اقرار کرے تو شیخی رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک
بھائی کا نسب ثابت نہ ہوگا اور امام ابو یوسف
رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ نسب ثابت ہو جائے گا
اور امام کفری نے اسی کو اختیار کیا ہے کیونکہ
ایک کے اقرار سے جب وارث ہونا ثابت ہو جاتا
ہے تو نسب میں اس کا قول تسلیم کیا جائے گا اور

اور جلاوا امرائیتی فصاعداً ایقبت المنصب
باقی ارہم بالاجماع نکال النصاب و
يستحق حفظه من نصيب المقر المحمدي
قرة العيون۔

ایک سے زائد ورثہ شریعتاً دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں
کسی کے وارث ہونے کا اقرار کریں تو اس اقرار
سے نسب بالاجماع ثابت ہو جائے گا کیونکہ شہادت
کا نصاب کامل ہے اور اقرار کرنے والوں کے حصہ
میں یہ بھی شریک ہوگا ۱۲۸۱ھ قرة العیون (د)

مولوی نور الدین صاحب نکاح خزان کی تحریر سے ثابت ہوتا ہے کہ بوقت نکاح ثانی مدعیان موجود تھے
اور دوسری تحریر میں ہے کہ نکاح مشہور سے پہلے پر صدر الدین کا نکاح مخفی والدہ مدعیان کے ساتھ تھا
پھر نکاح مخفی جو روبرو گواہان کے ہو معلن ہو جاتا ہے اور شرعاً جائز نافذ ہے باپ نے جب اقرار
کیا کہ یہ میرا بیٹا ہے اور ماں اس کی آزاد ہے تو یہ اقرار فرزند کی اقرار ہوگا اس صورت کے منکوحہ ہونے پر
در مختار، طحاوی، قنیہ ۱۲ نور الدین العبد عبد الرحیم اول مدس عربی خاتوا مبارک شریف، اللہ بخش
چک نادر شاہی، احقر العباد جمال الدین بعت خود۔

(۱۹) فتویٰ مولوی عطاء محمد مشرک مسل نمبری ۱۶۔ ملاحظہ مسل سے ظاہر کہ مدعیان نے بابت اثبات
نسب و وراثت تین امر پیش کئے، ایک شہادت، دوسرا اقرار پر صدر الدین بذریعہ نقل رواج عمام
جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اولاد موجودہ صدر الدین از رنگ بھری وارث ہوں گے اس رواج عام پر ہر
صدر الدین بھی ہے گو اس میں نام اللہ بخش والہی بخش نہیں لیکن اولاد بحسب الظاہر رنگ بھری و
صدر الدین بغیر ان دونوں کے اور کوئی نہیں لہذا ضرورتاً یہی قصور کئے جائیں گے، تیسرا صلنامہ جس
میں پدر الدین کی طرف سے اقرار صریح ہے لیکن اقرار سراج الدین نہیں ثابت ہونا کہ سراج الدین
موقع پر نہ تھا۔ ایسا ہی کسی اور جگہ مسل مقدمہ سے اقرار سراج الدین ثابت نہیں جس وقت تحصیلدار
مکن آباد نے مخاطب ہو کر فرمایا تم کو اس ایذا دی میں کوئی عذر ہے تو سراج الدین نے بیان کیا
کہ کوئی عذر نہیں، اس سے تسلیم صلنامہ بھی جائز ثابت ہوتا ہے نہ ہی ثبوت نسب جیسا کہ استفہام
تحصیلدار و جواب سے ظاہر ہوتا ہے۔ لیکن احقر کو یہ نسبت ہر ایک امر ان تینوں میں سے ہی ثبوت
نسب اعتراض ہے۔ امر اول شہادت۔ مکن شہادت شرعی میں لفظ اشہد یا اس کا
ہم معنی چنانچہ گو اہی میدہم ہے۔ در مختار،

رکنہا لفظ اشہد لا غیر لتضمنہ معنی ،
 مشاہدۃ و قسم و اخبار لئلا یقال فکانہ یقول
 اقسام باللہ لقد اطلعت علیہ ذلک و
 اما الخبریہ و ہذا المعانی مفقودۃ فی
 غیرہ فتعین ^{یہ}
 کسی دوسرے لفظ میں نہیں پائے جاتے لہذا یہی لفظ شہادت متعین ہوگا۔ (ت)

رد المحتار میں ہے ،

ولا یخلو عن معنی التعبد اذ لم یقتل
 غیرہ ^{یہ}
 اور شہادت عبادت سے خالی نہیں جبکہ شارع
 کی طرف سے دوسرا کوئی لفظ اس عبارت میں
 منقول نہیں ہوا (ت)

تنویر الابصار ،

لزم فی کل لفظ اشہد بلفظ المضارع
 بالاجماع لقبولہا والعدالة لوجوبہ ^{یہ}
 تمام گواہوں میں اشہد کا لفظ مضارع بالاجماع
 لازم ہے قبولیت کے لئے اور گواہوں کی عدالت
 وجوب کی بنا پر ضروری ہے (ت)

قرۃ العیون میں ہے ،

حتى یوقال اعلموا یتقن لا تقبل
 شہادۃ لان النصوص ناطقة بلفظ
 الشہادۃ فلا یقوم غیرہا مقامہا ^{یہ}
 حتی کہ اگر گواہ نے "میں جانتا ہوں" یا "یقین
 رکھتا ہوں" کہہ دیا تو قبول نہ ہوگا کیونکہ تمام نصوص
 لفظ الشہادۃ کو بیان کر رہی ہیں اس کی جگہ
 دوسرا لفظ قائم مقام نہ بنے گا (ت)

مولوی اسحق دہلوی کا غیر ضروری کہنا لفظ اشہد کو مخالف نصوص فقہاء و ما ثور ہے اور لیس

۹۰/۲	مطبع مجتہائی دہلی	کتاب الشہادات	۱۔ در مختار
۳۶۰/۲	دار احیاء التراث العربی بیروت	"	۲۔ رد المحتار
۹۱/۲	مطبع مجتہائی دہلی	"	۳۔ در مختار شرح تنویر الابصار
۵۶/۱	مصطفیٰ البابی مصر	"	۴۔ قرۃ عیون الاخبار

ظاہر ہے کہ شہادت مندرجہ مسئل میں لفظ اشہد یا اس کے ہم معنی کا کہیں نام و نشان نہیں لہذا یہ شہادت قبول کرنا شرعاً ناجائز ہے۔ امر ثانی اقرار صدر الدین مع فعل رواج عام میں یہ اعتراض ہے کہ دفاتر سلطانہ اور سجلات محاضر کے امور مندرجہ تہ مجتہدین کے یا محافظ دفاتر کے ہاتھ محفوظ رہیں۔ اگر فریقین معتد مر یا اجنبی کے ہاتھ میں آجائیں تو مجتہد نہیں ہوتے۔ شامی جلد ۲ ص ۳۲۱

سجل القاضی لا یزود عادیۃ حیث کانت قاضی کے دفتری امور کے کاغذات سجل سازی محفوظ عند الامناء بخلاف ما کانت سے عادیۃ اس وقت محفوظ ہوتے ہیں جب وہ بید الخصم نہ

امین لوگوں کے پاس محفوظ ہوں بخلاف جب وہ مخالف فریق کے ہاتھ میں ہوں۔ (متن)
چونکہ نقل رواج عام بذریعہ مدعیان پہنچی اور اصل سجل کا ملاحظہ نہ ہوا مجتہد شرعی نہ ہوگی۔ امر ثالث صلیب میں یہ اعتراض ہے کہ فقط اقرار بدر الدین بہ ثبوت نسب ثابت ہوتا ہے سراج الدین کا اقرار بہ نسب کسی جگہ سے ثابت نہیں پس اقرار ایک بدر الدین بوجہ دو سراج الدین ثبوت نسب نہیں ہو سکتا۔ تنویر الابصار

لواقر سجل بنسب فیہ تحصیل علی غیرہ اگر ایک شخص کسی کے نسب کا اقرار کرے جس سے لا یصلح الاقرار ومن مات ابوه فاقتر دوسرے کے بعد پر زور پڑے تو یہ اقرار صحیح باخر شارکہ فی الاثر و لیس یثبت نہ مانا جائے گا، اگر کسی کا والد فوت ہوا اور اپنے نسبہ سے (منخفضاً) بھائی کا اقرار کرے تو یہ بھائی اس کے ساتھ

وراثت میں شریک ہو گا لیکن اس ایک کے اقرار سے والد سے نسب ثابت نہ ہوگا (مختصاً) (۱) عبارت قرۃ العیون سے مطلب مولوی صاحبان ثابت نہیں، عبارت مذکورہ سے مقصود بیان اس صورت کا ہے کہ مقر وارث واحد ہو کہ اس کے ساتھ کوئی وارث نہ ہوا، اگر وارث دیگر ہو تو ثبوت نسب اقرار واحد شخص سے بموجب روایت امام ابو یوسف بھی نہیں ہو سکتا۔ خود قرۃ العیون کی اس سطر سے پہلے ملاحظہ فرمائیے :

قال فی البدایۃ ان الخوارث لو کان کثیرا بدائع میں فرمایا اگر وارث کثیر ہوں تو ایک کے کسی

فافر واحد منهم باخر و نحوه لا یتثبت
نسبه ولا یوث معهم ولو اقر منهم
رجلان احدی و امرأتان یتثبت نسبه
بالاتفاق ، ولو كانت الوارث واحد
فاقر به یتثبت عند ابی یوسف خلافا
لابی حنیفة و محمد و بقول ابی یوسف
اخذ الکفرخی و ظاهر المتن علی ترجیح
قولهما کما لا یخفی قرۃ العیون ج ۲ ص ۱۳۱۔
کے قول کو امام کرخی نے یہاں ہے جبکہ ظاہر متن نے صاحبین کے قول کو ترجیح دی ہے جیسا کہ حنفی
نہیں ہے۔ قرۃ العیون جلد ۲ ص ۱۳۱ (ت)

چونکہ صورت مقدمہ میں بدرالدین کے ساتھ دو سرا وارث سراج الدین ہے تو اقرار بدرالدین ایکلہ
کا بموجب روایت امام ابو یوسف بھی مثبت نسب نہ ہوگا، مگر وہ تقریرات مولوی نور الدین قابل اعتبار
نہیں کیونکہ ان تقریرات سے نہیں جڑا جہت ہو باقی رہا اقرار بکنی جائداد تو اقرار بدرالدین سے ضرور
شرکت فی الوراثة اس کے حق میں ثابت ہے سراج الدین کا قول رو بر شے تحصیلدار بظاہر تسلیم صلح نامہ
بکنی جائداد ہے و لہذا استقلال کلام و عدم ضمیر راجع کلام مستأنف ہوگی یعنی براقراد نہ ہوگی، بہر حال
شرکت فی الوراثة در کل جائداد یا در حصہ بدرالدین بموجب ضمانت و ثابت ہوگی اور بموجب صلح نامہ
اقرار بدرالدین مستحق وراثت علی حسب صلح نامہ ہوں گے۔ خادم الشریع عطا محمد مدرس پھوگٹا نوالا بقلم خود فقط
(۲۰) رپورٹ نشان مشمولہ مسل نمبری ۱۶۔ گزشتہ ہے کہ سوائے تحقیقات جدیدہ کے مظہر ان
فیصلہ نہیں کر سکے اور اب تحقیقات جدیدہ کا موقع نہیں رہا کہ احمد شاہ دعا علیہ نے محکمہ پریذیڈنسی میں
واسطے منسوخی ثنائین کے عرضی دی ہے اور بیان کیا ہے کہ مسل واسطے ملاحظہ کے محکمہ مذکورہ صدر
میں طلب کی گئی ہے اس واسطے تحقیقات جدیدہ ملٹی کی گئی پھر جب حکم ہو تحقیقات کی جائیگی (۲۱) جون
۱۹۰۵ء العبد اللہ بخش چک نادرسا ہی العبد عطا محمد مدرس عربیہ پھوگٹا نوالا، العبد عبد الرحیم
اولی مدرس عربیہ مہاراج شریف۔

(۲۱) نفل عرضی غسوثی ثلثان مشرکہ مسل نمبری ۱۶۔ جناب عالی افسر صاحب مال نے منی دعا علیہ کو ثلث مقرر کرنے کو ارشاد فرمایا تھا لیکن سائل نے انکار کیا تھا اور اس میں رضامند نہیں تھا۔ اہل الت موصوف نے مجھ سے جبراً اقرار نامہ ثلثی داخل کرالیا ہے جس میں سائل با نکل رضامند نہیں جیسا کہ پہلے سے رضامند نہیں تھا لہذا التاس ہے کہ تقرر ثلثی غسوت فرمایا جائے اور جیسی کارروائی قبل از تقرر ثلثی تھی ویسی ہی جاری کی جائے ۲۱ جون ۱۹۰۸ء فدوی احمد شاہ ولد سراج الدین بقلم خود۔

نفلی حکم پر ریڈنٹ، مسل کا ملاحظہ کیا گیا اور خواست تقرر ثلثان دستخط شاک ہے، ایک اعلیٰ افسر کی نسبت بدظنی کی کوئی وجہ ہے اس لئے ناقابل التفات قرار دے کر مسل برادر کارروائی ضابطہ واپس جائے۔ دستخط پر ریڈنٹ صاحب۔

الجواب

اللهم هداية الحق والصواب (یا اللہ! حق اور درستی عطا فرما۔ ت) قبل اس کے کہ ہم بتوفیق الہی یہاں حکم شرعی بیان کریں اتنی گزارش فریقین مقدمہ و حکام سب سے ضرور کہ معاملہ اہل اسلام کا ہے ریاست مسلمانوں کی ہے ابتدا ہی ہر فریق پر فرض تھا کہ حکم شرع پر گردن دکھتا، حکام پر فرض تھا کہ شرع مطہر کے موافق فیصلہ کرتے۔

قال الله تعالى فلا وربك لا يؤمنون حتى يحكموك
فيما شجر بينهم ثم لا يجدوا في انفسهم
حرجا مما قضيت ويسلموا تسليما

(اللہ تعالیٰ نے فرمایا) اسے نبی! تیرے رب

کی قسم وہ مسلمان نہ ہوں گے جب تک اپنی باہمی

نزاع میں تجھے حاکم نہ بنائیں پھر جب کہ تو حکم فرمائے

اتنی اپنے دلوں میں تسلی پائیں اور دل سے مان لیں۔

(اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا) کیا تو نے انھیں نہ دیکھا

جن کا دعویٰ ہے کہ وہ ایمان لائے قرآن مجید اور

انگلی کتابوں پر، پھر یہ چاہتے ہیں کہ مخالفان خدا و

رسول کی بات پر فیصلہ رکھیں حالانکہ انھیں تو ان سے

منکر ہونے کا حکم تھا اور شیطان چاہتا ہے انھیں دوہرے

کے گمراہی میں ڈال دے (ت)

وقال تعالى الم ترالى الذين يزعمون انهم

اعنوا بما انزل اليك وما انزل من قبلك

يريدون ان يتحاكموا الى المطاعون

قد امروا ان يكفوا به ويريد الشيطان ان

يضلهم فضلا بعيدا

وقال تعالى يا ايها الذين امنوا ادخلوا في السلم كافة ولا تتبعوا خطوات الشيطان انه لكم عدو مبين
(اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا) اے ایمان والو! اسلام میں پورے پورے آجاؤ یعنی ہر بات میں احکام اسلام کی پیروی کرو اور شیطانی راہ کے پیچھے نہ جاؤ بیشک وہ تمہارا صریح دشمن ہے۔

وقال تعالى ومن لم يحكم بما انزل الله فاولئك هم الفاسقون وقال تعالى فاولئك هم الظالمون
(اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا) جو شریعت مطہرہ کے مطابق حکم نہ کریں تو وہی لوگ فاسق ہیں (اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا) وہی لوگ ظالم ہیں۔

اب کہ معاملہ ثالثی تک پہنچا اور اہل علم ثالث کئے گئے اور ان سے فتویٰ طلب ہوا تو خود ہی تمام ہادی چٹٹ گئی اور صرف شرع مطہر پر بنائے کار رہی و لہذا اقرار نامہ میں فریقین نے لکھ دیا تھا کہ کل مقدمہ سپرد ثالثان کر کے اعتراضات قانونی اور رواجی چھوڑ دئے گئے ہیں۔ اب صرف اتنا دیکھا رہا کہ فتویٰ ثالثان صحیح و مطابق قواعد شرعیہ ہے یا نہیں اور اس جلع میں صرف قواعد شریعت مطہرہ پر نظر لازم، قانونی یا رواجی جھگڑوں کی طرف اصلاً التفات نہیں، ذیہ کہ معاذ اللہ شرعی احکام کو تاویلات و دراز کار کر کے قانون و رواج کی طرف ڈھکال کر یہ ان تمام آیات کریمہ کے صریح مخالف ہو گا، واللہ العالی۔

اب ہم بیان حکم شرعی کی طرف متوجہ ہوتے ہیں وہاں الترفیع، کاذبات ملائمہ ہوئے یہ فیصلہ کہ ثالثوں نے کیا اور اسی پر انصراف نے ہمارے حکم رکھا شرعاً محض باطل ہے اس کا بطلان بہت درجہ سے ہے، ایک یہ کہ فیصلہ کرنے والے شرعاً ثالث ہی نہ تھے، نہ ان کو اصلاً فیصلہ کا اختیار تھا نہ ان کا فیصلہ کسی راہ چلتے اجنبی کی بات سے زیادہ وقعت رکھتا ہے۔

دوم اگر وہ ثالث فرض بھی کئے جائیں جب بھی انہیں خاص اس فیصلہ کا اختیار تھا جو انہوں نے دیا۔

سوم اس سے بھی قطع نظر ہر توان کا فیصلہ بوجہ باہمی اختلاف رائے کے نامعتبر ہے۔ چہاں ہم ان سب سے درگزریے اور نفیس فیصلہ کو دیکھتے جو تین ثالثوں نے کیا تو وہ خود ہی یکسر مخالف شرع و واقع ہوا۔ اب ان سب وجوہ کو توفیق اللہ تعالیٰ بیان کرتے ہیں۔

وجہ اول: بچوں کو فیصلہ کا اختیار اس وقت ہوتا ہے کہ ان کے حکم دینے تک فریقین ان کے
 بیچ ہونے پر راضی رہیں، اگر ایک فریق بھی بچ کے حکم دینے سے ایک آن پہلے اس کی ثالثی پر ناراضی ظاہر
 کرے فوراً وہ ثالثی سے نکل جائے گا اور اسے حکم دینے کا کچھ اختیار نہ رہے گا اور حکم دے تو اصلاً نہ سنا جائیگا
 یہاں تک کہ ہمارے علماء فرماتے ہیں اگر تمام ترتیب و تکیل مقدمہ کے بعد جب صرف حکم دینے کی دیر رہی تھی ثالث
 نے ایک فریق سے کہا میرے نزدیک حجت تجھ پر قائم ہوگئی میں تجھ پر حکم دیا چاہتا ہوں اس نے کہا میں تیرے
 ثالثی سے راضی نہیں، بس یہ کہتے ہی ثالث کو اختیار جاتا رہا اب وہ کچھ حکم نہیں کر سکتا۔ درمختار جلد ۴
 صفحہ ۵۲۰ میں ہے ۱

دینفر واحد ہما بنقضہ ای التحکیم بعد
 وقوعہ

کر سکتا ہے (ت)

رد المحتار جلد ۴ صفحہ ۵۲۲ میں ہے ۱

لکل منها عزلہ قبل الحکم یث
 ثالث کے فیصلہ سے قبل کوئی ایک فریق بھی ثالث
 کو معزول کر سکتا ہے (ت)

فتاویٰ عالمگیری جلد ۳ ص ۱۳۱ میں محیط ہے ۱

لو وجہ الحکم القضاء علی احد ہما
 یرید بہ ان الحکم قال لاحد الخصمین
 قامت عندی الحجۃ بما ادعی علیک من
 الحق ثم ان الذی توجه علیہ الحکم عزله
 ثم حکم علیہ بعد ذلک لا ینفذ حکمہ
 علیہ

یہاں کہ احمد شاہ نے قبل حکم ثالثان ثالثی سے اپنی ناراضی بذریعہ عرضی ظاہر کی ثالثی فوراً خسوخ ہوگئی
 اور ثالثی کا فیصلہ ایسا ہی ہو گیا جیسے راہ چلتا کوئی اجنبی کچھ کہہ جائے اور اس کی نسبت یہ عندہ کہ

۸۲/۲	طبع مجتہدانی دہلی	۸۲/۲	لے درمختار کتاب القضاء باب التحکیم
۳۵۰/۴	دار احیاء التراث العربی بیروت	۳۵۰/۴	لے رد المحتار " "
۳۹۸/۴	خزانہ قصہ خوانی پشاور	۳۹۸/۴	لے فتاویٰ ہندیہ " ایاب الرابع والعشرون خزانہ قصہ خوانی پشاور

درخواست تقرر ثالث احمد شاہ کی دستخطی ہے کچھ بجار آمد نہیں، احمد شاہ نے عرض میں فقط یہی بیان دیا کہ مجھ سے جبراً تقرر ثالث کر لیا ہے میں رضامند نہ تھا بلکہ صاف لکھ دیا ہے کہ مسائل بالکل رضامند نہیں جیسا کہ پہلے رضامند نہ تھا، اس کا اس قدر لکھنا منسوختی ثالثی کے لئے کافی ہے پس ثالثی باطل محض ہو گئی اور یہ فیصلہ اصلہ قابل التفات نہیں۔

وجہ دوم، بالفرض اگر ثالثی باقی بھی رہتی تو اس مسئلہ مسلسل سے ظاہر کہ مدعا علیہم میں ایک دوا کا خراجش نابالغ بھی ہے اور جب کہ فیصلہ کی مدعیان دیا گیا تو اس کا ضرر اسے بھی پہنچے گا اور ثالثوں کو کوئی اختیار نہیں کہ ایسا فیصلہ دیں جس کا اثر نابالغ پر پڑے۔ رد المحتار جلد ۳ ص ۴۲ میں ہے،

لا يصح حكمه بما فيه ضرر على الصغیر . نابالغ کے خلاف ضرر رساں فیصلہ حکم نہیں دے سکتا بخلاف القاضي .

اور وجہ اس کی ظاہر کہ ثالثی کا حاصل فریقین کا باہمی ایک صلح کر لینا ہے احمد شاہ کو کیا اختیار کہ ایسا صلح کرے جس سے اس کے نابالغ بھائی کو نقصان پہنچے۔ رد مختار صفحہ ۳۵۲ میں ہے،

(التحكيم) صلح معنی فلا يصح تعلیقہ . تحکیم یعنی کسی کو ثالث بنانا معنی صلح ہے لہذا اس کی تعلیق و اضافت جائز نہیں یہ امام ثانی معنی امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہے اور اسی پر فتویٰ ہے، جیسا کہ خانیکہ کی قضایا میں ہے،

کما فی قضاء الخانیة .

رد المحتار میں ہے، قال فی الدرر فانه تولیة صورة و صلح معنی اذ لا یصار الیہ الا بتراضیہما لفظ الخصومة بینہما .

وجہ سوم، ہم پہلے کہ چکے ہیں اور خود فریقین نے تسلیم کیا کہ قانونی و رواجی باتیں سب بالائے طاق رکھی گئیں معاملہ صرف شرعیات مطہرہ کے سپرد ہے اور یہی فرض تھا، اب شرع مطہر کا حکم سنئے

۳۳۹/۴	س۱ رد المحتار	کتاب القضاء	باب التحکیم	دار احیاء التراث العربی بیروت
۵۳/۲	س۲ رد مختار	کتاب البیوع	باب المتفرقات	مطبع مجبائی دہلی
۲۲۸/۴	س۳ رد المحتار	باب ما یبطل بالشروط الفاسدة	دار احیاء التراث العربی بیروت	

ثانی جب متعدد اشخاص کے سپرد کی جائے تو ان کا وہی حکم مسلم و قابل اعتبار ہوگا جو وہ سب باتفاق رائے فیصلہ کریں اور اختلاف پڑے تو ان میں کسی کا حکم قابل لحاظ نہیں ایسے مقامات میں کثرت رائے پر نظر نہیں ہو سکتی جہاں کوئی اختیار متعدد اشخاص کو سپرد کیا گیا ہو مثلاً چند شخصوں کو وکیل کیا تو ان سب کی رائے متفق ہونا ضرور ہے یا متعدد اشخاص کو اپنے مال کا وصی کیا تو ہر تصرف ہوگا سب کی مجموعی رائے سے ہو سکے گا یا چند اشخاص کو وقف کا متولی کیا تو اس میں بھی بعض یا اکثر کی رائے سے کچھ نہ ہو سکے گا جب تک سب کی رائے متفق نہ ہو بعینہ ہی حالت ثانیوں کی ہے اور ان سب کی دہریسی ہے کہ اختیار دینے والا مجموعہ کی رائے پر راضی ہوا تھا نہ کہ بعض کی۔ اشبہاء والنظار صفحہ ۲۵۱ میں ہے،

الشئ المفوض الی اثنين لا یملکہ احدہما
کالوکیلین والوصیین والناظرین و
القاضیین والحکیمین یتلہ
جو چیز دو کو تفویض کی جائے ایک واحد مالک نہ ہوگا
جیسا کہ دو وکیل، دو وصی، دو ناظرین، دو قاضی
اور دو ثالث۔ (ت)

ہدایہ جلد دوم ص ۱۳۲ میں ہے،

اذا وکل وکیلین فلیس لاحدہما ان
یتصرف فیما وکلا بہ دون الآخر وھذا فی
تصرف یتحتاج فیہ الی المرأی کالبیوع والمظلم
وغیر ذلک لان الموکل راضی برأیہما
لا برأی احدہما یتلہ
جب کسی نے دو وکیل بنائے تو جس معاملہ میں
دونوں وکیل ہیں ایک وکیل دوسرے کے بغیر
اس میں تصرف نہیں کر سکتا، یہ ان امور میں ہے
جن میں مشورہ کی ضرورت ہوتی ہے جیسے بیع اور
خلف وغیرہ، کیونکہ موکل دونوں کی رائے پر راضی
ہے ایک کی رائے پر نہیں (ت)

اسی کے صفحہ ۵۶۷ میں ہے،

الولاية ثبتت بالتفویض فی راضی وصف
التفویض وهو وصف الاجتماع اذ هو
شرط مفید یتلہ
ولایت تفویض سے ثابت ہوتی ہے لہذا
تفویض کے وصف کی رہایت ضروری ہے اور
یہ دونوں کی اجتماعی رائے کا وصف ہے (ت)

۱۸ تا ۱۶ / ۲ ادارۃ القرآن کراچی
۱۹۱ / ۳ مطبع یوسفی لکھنؤ
۶۹ / ۴ نہ نہ نہ
۱۸ تا ۱۶ / ۲ ادارۃ القرآن کراچی
۱۹۱ / ۳ مطبع یوسفی لکھنؤ
۶۹ / ۴ نہ نہ نہ
۱۸ تا ۱۶ / ۲ ادارۃ القرآن کراچی
۱۹۱ / ۳ مطبع یوسفی لکھنؤ
۶۹ / ۴ نہ نہ نہ

لکھوائے ہیں۔ سخت عجیب ہے اولاد وہ اگر ہے تو صرف بدرالدین کا بیان جس میں اقطار سراج الدین کا نام نہ نشان۔

(۲) اس کے کس لفظ کس حرف میں بدرالدین نے اللہ بخش و افلی بخش کو اپنا بھائی کہا اس نے تو صاف اس کے خلاف یہ بیان کیا کہ وہ دونوں قبل از نکاح پیدا ہوئے ہیں اس سے اتنا بھی نہ کھڑا کہ نطفہ پر صدرالدین سے پیدا ہوئے۔ کچھ بیان جو بلا نکاح رکھی جاتی ہیں عقیدہ نہیں ہوتیں کیا خبر ان کی اولاد کس سے ہے، نہ ہرگز اس بیان میں بدرالدین نے معاذ اللہ صراحت اپنے باپ کو زنا کی طرف نسبت کیا کچھ کو لے کر چلا جانا گانا ناچ دیکھنے سننے کے لئے بھی ہو سکتا ہے کچھ زنا ہی ضرور نہیں، اور بغرض غلط اگر بدرالدین کی یہی مراد مانی جائے تو یہی ان کے بھائی ہونے کا اقرار کہاں ہوا، ایسی اولاد بے نکاح کو شرع اس صاحب نطفہ کی اولاد کب مانتی ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں،

الولد للغاشی وللعاهر الحجبہ

(۳) بالغرض اس میں اگر سراج الدین کا بھی نام ہوتا اور بھائی ماننے کی صریح تصریح بھی، جب بھی کیا محبت ہو سکتا کہ یہ نہ سراج الدین کا بیان ہے نہ بدرالدین کا بلکہ ایک بیواری کا قول ہے کہ انہوں نے ایسا بیان کیا جس کی عدالت بھی معلوم نہیں، کیا شرع میں کسی کا اقرار ایک شخص واحد مہول العداۃ کے بیان سے ثابت ہو سکتا ہے ہرگز نہیں،

قال اللہ تعالیٰ واشھدوا ذوی عدل منکم

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اپنے میں سے دو عادل گواہ بناؤ۔ (ت)

پڑاریوں کی سنیکڑوں پر پڑیں اپنے تھوڑے سے خاندے کے لئے خلاف واقع گزرا کرتی ہیں ہر شخص جسے زمینداری سے تعلق رہا ہے اسے اپنے تجربے سے جانتا ہے میں نہیں کہتا کہ عنایت اللہ نے ایسا کیا مگر تمہیں ظنی اور چینی ہے اور محبت شرمیہ دوسری چیز۔

کاخذ دوم رواج عام

(۴) رواج عام کی نسبت ثنائیوں کا فرمانا کہ اس میں دعویٰ کو پر صدرالدین نے وارث لکھا ہے

صحیح البخاری کتاب البیوع و کتاب الوصایا قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۷۶ و ۳۸۳

مسند امام احمد بن حنبل ترجمہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ والفکر بیروت ۱/۵۹

سۃ القرآن الکریم ۲/۶۵

بہت سخت عجب ہے رواج عام کی عبارت سامنے موجود ہے اس میں نہ مذہبوں کا نام ہے نہ مذہبوں کی مان کا نام، صرف اس قدر ہے کہ "صدر الدین" نے ہمراہ عورت بیوہ قوم پیرنی کے نکاح کر لیا ہے اولاد اس کی بعد وفات صاحب جائیداد کے مالک ہوگی "اس سے کیا ثابت ہوا کہ کون عورت اور کس کی اولاد پر اقرار اگر ہے تو محض مجہول کے لئے ہے جس کی جہالت سخت فاحشہ ہے بیوہ عورت قوم پیرنی لاکھوں ہیں اور ایسے مجہول کے لئے اقرار بالاتفاق باطل ہے۔ چارے جلد دوم صفحہ ۱۶۵ میں ہے،

جہالة المقر به لا يمنع صحة الاقرار لان الحق قد يلزمه مجهولا بامت التفت ما لا يدري قيمته بخلاف الجهالة في المقر له لان المجهول لا يصلح مستحقا له

جس چیز کا اقرار کیا جائے وہ مجہول ہو تو مانع اقرار نہیں کیونکہ حق مجہول ہوتے ہوئے بھی لازم ہو جاتا ہے یوں کہ اقرار کیا کہ چسپیز تلف کی ہے جس کی قیمت معلوم نہیں بخلاف مقر لہ یعنی جس کے حق میں اقرار کیا ہو کیونکہ مجہول شخص مستحق نہیں بن سکتا۔ (دست)

بحر الرائق جلد ہفتم ص ۲۷۲ میں ہے،

جہالة المقر له مانعة من صحته ان تفاحشت كل واحد من الناس على كذا

مقر لہ کی جہالت فاحشہ اقرار کی صحت کے لئے مانع ہے اس میں تمام لوگ شامل ہیں۔ (دست)

تبیین الحقائق شرح كنز الدقائق جلد خیم ص ۲ میں ہے،

لو كان المقر به مجهولا لا يمنع صحة الاقرار بخلاف الجهالة في المقر له سواء تفاحشت او لا لان المجهول لا يصلح مستحقا هكذا ذكر شمس الانثة وذكر شيخ الاسلام في مبسوطه والناظمي في واقعاته انها اذا تفاحشت لا يجوز ان لم تفاحش جازية

اگر مقر بہ یعنی جس چیز کا اقرار ہو، مجہول ہو تو وہ اقرار کی صحت کے لئے مانع نہیں بخلاف مقر لہ کے خواہ یہ جہالت وسیع ہو یا نہ ہو کیونکہ مجہول شخص مستحق نہیں ہو سکتا، شمس الانثہ نے یوں ذکر کیا، جبکہ شیخ الاسلام نے اپنی مبسوط میں اور ناظمی نے اپنی واقعات میں فرمایا کہ اگر جہالت فحش ہو تو مانع ہے اور یہ جہالت کھل نہ ہو تو مسترد ہوتا ہے۔ (دست)

۲۳/۳	مطبع یوسفی لکھنؤ	کتاب الاقرار	لے الہدیہ
۲۵۰/۴	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	"	لے بحر الرائق
۲/۵	المطبعة الجبرية الاميرية بلاق مصر	"	لے تبیین الحقائق

اسی طرح خاؤنی عالمگیر یہ جلد چہارم ص ۵۹ میں ہے۔

اشباہ والنظار صفحہ ۲۵ میں ہے الاقرار للمجهول باطل الا (مجهول شخص کے لئے اقرار باطل ہے) اس پر ثالث چہارم یعنی مولوی عطاء محمد صاحب نے جو یہ خیال کیا کہ ”گو اس میں نام اللہ بخش والہی بخش نہیں ہے لیکن چونکہ اولاد بحسب الظاہ رنگ بھری و صدر الدین کی بغیر ان دونوں کے اور کوئی نہیں، لہذا ضرورتاً یہی تصور کئے جائیں گے، میں اس کے لئے بھی شرع میں کوئی اصل نہیں پاتا، اولاً کیا اگر کوئی اقرار کرے کہ ایک شخص ساکن ہندوستان کے ہزار روپے مجھ پر قرض آتے ہیں تو جو کوئی ہندوستانی اس پر دعویٰ کرے کہ کھڑا ہو گا ہم باور کر لیں گے کہ وہ یہی ہے جس کی نسبت اقرار کیا تھا نہیں بلکہ ضرورتاً ثبوت دینا ہو گا اس قدر شدید جہالت و رکنا رزید اگر کئے خالد کے مجھ پر سو روپے آتے ہیں پھر خالد نامی ایک شخص مدعی ہو کہ میں خالد ہوں میرے روپے آتے ہیں ہرگز اس قدر سے ثبوت دعویٰ نہ ہو گا اور مقرر کا اس کے حق میں انکار کرنا حلف کے ساتھ مان لیا جائے گا۔ وجہز امام کروری پھر رد المحتار جلد دوم صفحہ ۵۵، میں ہے،

اذا اقر بمال لمسمی فادعی رجل انہ
هو انکر یصدق بالحدیث مالہ علی ہذا
الحال بلکہ
جب ایک نے کسی مسیحی شخص کے حق میں مال کا
اقرار کیا اور دوسرے نے دعویٰ کیا وہ مسیحی میں
ہوں لیکن اقرار کرنے والا اس کا انکار کرتا ہے
تو انکار کی قسم کے ساتھ تصدیق کی جائے گی کہ مدعی کا اس پر یہ مالی نہیں ہے۔ (ت)

تو جب صراحتاً نام لے دینے سے بھی ثبوت نہ ہو گیا کہ ایک نام کے ہزاروں ہوتے ہیں تو اتنی سہولت
مجهول بات کہ یہ وہ پر فی کیا مفید ثبوت ہو سکتی ہے اگر کئے یہاں ثبوت کا پتہ یوں چلتا ہے کہ آئندہ
رنگ بھری سے پیر صدر الدین نے نکاح کیا ہے اور وہ قوم کی پر فی ہے یوں ہم نے سمجھ لیا کہ وہ عورت
یہی ہے، ہم کہیں گے کیا ثبوت ہے کہ تحریر و ارجاع عام کے وقت رنگ بھری نکاح صدر الدین میں تھی
اور ہو بھی تو غایت درجہ ایک قرینہ ہے جسے مغنی نے خود ظاہر کیا اور ہدایہ و فہرہ تمام کتابوں میں تصریح
ہے کہ،

الظاہر یصلح حجة للدفع ظاہر محال دفاع کا دلیل ہو سکتا ہے

یعنی ظاہر سے مستدلانہ دعا علیہ کو مفید ہو سکتا ہے مدعی کو اصل مفید نہیں اور یہاں اللہ بخش والہ بخش مدعی میں تو ظاہر انھیں کیا بکار آمد ہو سکتا ہے اگر کچھ رواج عام کی تاریخ ۱۲۸۵ھ اور نکاح کی تاریخ ۱۲۸۶ھ کہ مولوی نور الدین نکاح خواں نے اپنی تحریر میں لکھائی دونوں کے ملائے سے معلوم ہوتا ہے کہ وقت تحریر رواج رنگ بھری نکاح پر صدر الدین میں تھی تو اس کا جواب عنقریب آتا ہے کہ تحریر مولوی نور الدین اصل شہادت میں لئے جانے کے قابل نہیں نہ اس پر کوئی التفات ہو سکتا ہے اور یہ امر خود مفتی موصوف کو بھی مسلم ہے۔

(۵) ثانیاً بلکہ رواج عام کی عبارت قویہ کہہ رہی ہے کہ وہ عورت جس کی نسبت اقرار تھا رنگ بھری نہ تھی کوئی اور تھی اس میں عورت کو بیوہ لکھا ہے اور بیوہ وہ جس کا شوہر مر گیا ہو رنگ بھری کوئی تھی پر صدر الدین سے نکاح کے ہونے تک اسی اپنے پیشہ ناجائز میں تھی ایسی عورت کو بیوہ نہیں کہتے۔ حسن اتفاق سے ۵ اربھان معلوم مسئلہ روز چہار شنبہ کو فریق دوم شیخ اللہ بخش جی چمن آباد سے ہمارے پاس آئے ہم نے اس خیال پر کہ شاید اہل پنجاب میں بیوہ کا کوئی اور محاورہ ہو فریق اول ان کے ہمراہی سے پہلے ہی دریافت کر لیا تھا مزید الطینان کے لئے ان فریق دوم سے بھی استفسار کیا انھوں نے بھی جواب دیا کہ بیوہ اسی کو کہتے ہیں جس کا پہلا خاوند مر گیا ہو۔ ہم نے پوچھا تمھاری والدہ کا پر صدر الدین سے پہلے کسی اور شخص سے بھی نکاح ہوا تھا، کہا کوئی نہیں، تو صاف ظاہر ہوا کہ رواج عام کی تحریر رنگ بھری سے متعلق نہیں، اس کا جواب فریق دوم کو کچھ بن نہ آیا مگر اسعد شاہ فریق اول کی طرف اشارہ کر کے کہا یہی بتا دے کہ پر صدر الدین نے اور کسی عورت سے نکاح کیا تھا، اس کا جواب ان کو دے دیا گیا کہ تم مدعی جو تمھاری دلیل کی تصحیح تمھارے ذمہ ہے دعا علیہ پر اس کا کوئی بار ثبوت نہیں، ہو چکی کوئی عورت بیوہ جس سے پر صدر الدین نے نکاح کیا اور لا ولد مر گئی ہو۔

(۶) فرض کیجئے کہ رواج عام میں رنگ بھری کا صاف نام اور پورا پتہ لکھا ہوتا پھر بھی کیا کام آتا، یہ مطلب تو ہو نہیں سکتا تھا کہ رنگ بھری کی جو اولاد ہو مطلقاً پر صدر الدین کی وارث ہوگی اگرچہ نطفہ پر صدر الدین سے نہ ہو آخر رنگ بھری کا بیٹا اللہ دتا بھی تو ہے اسے کیوں نہیں وارث

نہڑا ہے، تو بالضرورۃ مطلب یہ ہے کہ رنگ بھری کی اولاد نطفہ پیر صدر الدین سے ہو وہ پیر موصوف کی وارث ہوگی، اب یہ بیان ایک شرطیہ کی حیثیت میں آگیا جس سے یہ بھی ظاہر نہیں ہوتا کہ پیر صدر الدین کے رنگ بھری سے کوئی اولاد ہے یا نہیں، اگر فرض کیجئے کہ رنگ بھری کے بچے سرے سے ہوتا ہی نہیں جب بھی واجب العرض میں یہ لکھا سکتے تھے کہ نطفہ پیر صدر الدین سے اس کی اولاد پیر موصوف کی وارث ہوگی جس کا مطلب وہی ہوتا ہے کہ اگر ہو، اور اس میں سر یہ ہے کہ رواج عام و واجب العرض ایک قاعدہ و قانون وضع کرنا ہوتا ہے جس پر آئندہ جزئیات کی بنا ہو جیسا کہ خود صاحب افسر مال نے فقرہ ۱۲ میں فرمایا کہ یہ ایک رواج عام مثال قرار دی گئی جس پر آئندہ فیصلجات خاندان کی وراثت کا مدار ہے اور ظاہر ہے کہ ایسی عام باتیں حکم شرطیہ میں ہوتی ہیں یعنی ایسا ہو تو یہ ہو گا نہ کہ کسی واقعہ کی خبر دینا کہ ایسا ہو گیا مثلاً درمختار جلد سوم صفحہ ۴۶۲ میں ہے :

ما یكون كفرا اتفاقا یبطل الصل والنکاح
یعنی جربات بالاتفاق کفر ہے وہ اعمال و نکاح
و اولادہ اولاد نہ تائیے
سب کو باطل کر دیتی ہے اور اس کی اولاد
ولد الزنا ہے۔

اس کے یہ معنی نہیں کہ جس سے کفر صادر ہو خواہی خواہی اس کے لئے کوئی منکوحہ و اولاد ہے بلکہ وہی مطلب ہے کہ اگر اس کے کوئی منکوحہ ہو تو نکاح جاتا رہے گا اگر اس کے بعد اس سے اولاد ہوگی تو ولد الزنا ہوگی بعینہ یہاں بھی یہی معنی ہیں۔ نظیر کے لئے بیان واقعہ تو وہ ہے کہ پیر صدر الدین نے ایسی عورت سے نکاح کر لیا ہے پھر وہی قانونی حکم پر تفریع ہے کہ پیر صدر الدین سے اگر اس کے اولاد ہوئی تو وارث ہوگی ظاہر ہے کہ اس قدر محصل رواج تسلیم کرنے پر بھی کچھ ثابت نہ ہوا کہ اللہ بخش والہ بخش کس کے نطفہ سے ہیں، عبارت رواج عام بر تقدیر تصریح نام بھی اتنا بتاتی کہ اولاد رنگ بھری جو نطفہ پیر صدر الدین سے وارث ہوگی یہ کسی نے بتایا کہ یہ دونوں نطفہ پیر صدر الدین سے ہیں تو تحریر رواج عام سے استناد محض بے معنی ہے۔

(۷) یہاں سخت استعجاب اس کا ہے کہ فیصلہ صاحب افسر مال فقرہ ۱۲ میں عبارت رواج عام سے ایک فقرہ یہ نقل ہوا ہے کہ ”اس کی اولاد دینہ موجود ہے“ اور یہی فقرہ لطافت علی صاحب تحفیلہ انگریزی کے فیصلہ میں ہے ہمارے سامنے رواج عام کی دو نقلیں باضابطہ موجود ہیں ایک ضلع قشگر ہے

آئی ہوئی اور دوسری ریاست سے لیکن دونوں میں اس فقرے کا اصل پتہ نہیں اب اصل عبارت رواج عام اگر فی الواقع اس فقرے سے خالی ہے جب تو امر ظاہر ہے ورنہ اس کا ہونا ان وجوہ کا سبب جو اوپر گزریں اور آئندہ آئی ہیں ثبوت نسب عیان میں تو بکار آمد نہیں مگر ایسی تحریرات کے نامعتبر و ساقط ہونے کے لئے جس کی بحث ہم ابھی کیا چاہتے ہیں ایک کافی نظیر قابل یادداشت ہے۔

(۸) یہ سب اس وقت ہے کہ وہ فعل جو مدعیوں نے پیش کی شرفا سند میں نے لینے کے قابل فرض کر لی جائے ورنہ درحقیقت وہ محض لاشیء ہے، مولوی ملا محمد صاحب کا اس پر اعتراض بہت ٹھیک ہے فی الواقع محاضرہ سجلات جہاں قابل اعتبار ہوتے بھی ہیں تو اسی قدر کہ عالم مجرزا اپنے دفتر پر جو اس کے تحفظ میں اس کے مہر و نشان کے ساتھ زیر نگہبانی ہے اعتماد کر سکتا ہے مدعی مدعا علیہ جو کاغذ پیش کریں بے شہادت مقبولہ شرعیہ اصلاً قابل التفات نہیں، رد المحتار جلد ۴ ص ۸، ۹ میں ہے،

الديوان وضع ليكون حجة عند الحاجة فيجعل
في يد من له ولاية القضاء وما في يد الخصم
لا يؤمن عليه التضييع بزيادة أو
نقصان إليه

نیز صفحہ مذکورہ میں ہے،

قال ابو العباس يجوز الرجوع في الحكم
المأدوا ويت من كان قبله من الامناء
اي لان سجل القاضي لا يزور عادة حيث
كان محفوظا عند الامناء بمخلاف ما كان
بيد الخصم إليه

اسی کی جگہ نہ کر صفحہ ۴۴۹ میں ہے،

ويجب تقييده ايضا بما اذا كانت

یہ قید بھی ضروری ہے کہ جب وہ ریکارڈ قاضی کے

دفتر محفوظاً عندہ، فلو كانت كتابته
فيما عليه فدفتر خصمه فالظاهر
انه لا يعمل به خلاف لما بعثه ط
لان الخط خطأ يزور كذا المكاتبات
كاتب والدفتر عند الكاتب لاحتمال كون
الكاتب كتب ذلك عليه بلا علمه

فتاویٰ خیرہ ج ۲ ص ۱۷ میں ہے،

والخط لا يعتمد عليه ولا يعمل به
ولا يعمل بكتوب الوقت الذي عليه
خطوط القضاة الماضيين لان القاضي
لا يقضى الا بحجة وهي البيعة والقرار
والنكول كما في الاقرار الخاتمة

پاس محفوظاً ہو، تو اگر ایکس کے خلاف تحریری ریکارڈ
اس کے مخالف کے پاس ہو تو ظاہر یہ ہے کہ اس
پر عمل نہ ہوگا۔ خطاوی کی بحث اس کے خلاف ہے
کیونکہ خطا میں جعل سازی ہو سکتی ہے اور یوں ہی
اگر قاضی کا کاتب ہو اور ریکارڈ کاتب کے پاس
ہو تو احتمال ہے کہ کاتب نے قاضی کے علم کے
بغیر دوسرے کے خلاف لکھ دیا ہو۔ (ت)

خط پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا اور نہ ہی اس پر عمل
کیا جاسکتا ہے اور گزشتہ قاضیوں کے خط سے
لکھا ہوا وقت نامہ قابل عمل نہیں کیونکہ فیصلہ جمت
کی بناء پر ہی قاضی کر سکتا ہے اور شرعی جمت
صرف گواہی، اقرباء و قسم سے انکار ہے جیسا کہ
خانیہ کی بحث اقرار میں ہے (ت)

بیحد اسی طے سرح اشباه والنظائر صفحہ ۲۰۵ میں ہے، درایہ جلد دوم ص ۱۰۴ میں ہے،

انما الخلاف فيما اذا وجد القاضي شهادته
في ديوانه او قضيته لان ما يكون في
قنطرة فهو تحت ختمه ويؤمن عليه من
الزيامة والنقصان فحصل له العلم
بذلك، ولا كذلك الشهادة في الصلح
لانه في يد غيره

اختلاف صرف اس صورت میں ہے کہ جب قاضی
ریکارڈ یا فیصلہ میں کسی شہادت کو پائے اور اگر ریکارڈ
قاضی کے خاص ٹھروالے کس میں ہو تو کی بیشی سے
محفوظ سمجھا جائے گا تو اس سے قاضی کو علم ہو جائیگا
کسی کا غلط لکھی ہوئی شہادت کا معاملہ ایسا نہیں
کیونکہ وہ غیر کے تصرف میں ہے (ت)

سہ رد المحتار کتاب القضاہ باب کتاب القاضي الى القاضي دار احیاء التراث العربی بیروت ۲۵/۴

سہ فتاویٰ خیرہ باب التحکم دار المعرفۃ بیروت ۱۹/۲

سہ الہدایۃ کتاب الشہادت فصل ما یتم الا شہادۃ علی ضربین مطبعہ یوسفی کھنؤ ۱۵۷/۴

اسی طرح رد المحتار جلد ۴ ص ۵۸۰ میں ہے۔ فتح القدر جلد ۵ ص ۱۹ میں ہے،

انی اری انه اذا کان محفوظا ما مونا علیہ من التفریکان یكون تحت ختمه فی غریبته
من التفریکان یكون تحت ختمه فی غریبته
المحفوظة عنده ان یتجمع العمل بها
بمخلاف ما اذا کان عند غیره لانت الخط
یشبه الخط

میری رائے ہے کہ یہ جیب محفوظ اور تغیر سے اطمینان
ہو کہ اس کے پاس محفوظ بینک ہر ذرہ میں ہو تو
اس پر عمل کو ترجیح ہے بخلاف جبکہ وہ غیر کے پاس ہو
کیونکہ خط دوسرے خط کے مشابہ ہو سکتا ہے
(ت)

(۹) یہیں سے ظاہر ہوا کہ فیصلہ صاحب افرام فقہ ۲۵ میں جو اس کاغذ کے اعتبار پر قول شیخ
ابو الجاسس سے استناد کیا، جاسے خود نہیں شیخ ابو الجاسس کے کلام میں کلروں یعنی کاتبوں محسوس روں کا
ذکر نہیں بلکہ اصناء فرمایا ہے اور اس سے مراد خود قضاء ہیں جس پر قبضہ کا لفظ دالی ہے یعنی قاضی
اپنے سے پہلے اصناء کے دفروں پر عمل کر سکتا ہے جب کہ وہ ان کے پاس محفوظ رہا ہو، ولہذا رد مختار
میں اس کے بعد خیر سے نقل کیا،

ان کان للوقت کتاب فی سجل القضاء وهو
فی ایدیہم اتیم ما فیہ استحسانا
جبہ وقت کی کتاب قاضی کے ریکارڈ میں ہو اور اس
کی ثروانی اور قبضہ میں ہو تو استحسانا اس کے
مندرجات کی اتباع کی جائیگی (ت)

اور اگر امین سے عام بھی مراد ہو تو ذخائر زمانہ کچھ اسنائے شرعیہ ہی کے ہاتھ میں محفوظ نہیں رہتے بلکہ محافظ
دفتر وغیرہم اکثر مسلم بھی ہوتے ہیں جو شرعی محسوس طرح امین نہیں ہو سکتے، نہ ان کی حفاظت پر اعتماد،
نہ ان کے قول یا فعل پر اعتبار، یہی حالت نقل نویسوں اور قاریوں اور سامعین کی ہے اور جو کوئی
پکھریوں کی کارروائی سے آگاہ ہے وہ ایسے کاغذات پر دستخط حکام کی بھی حقیقت جانتا ہے،
کارکن لوگ عام ازیں کہ مسلم ہوں یا کافر، لغت ہوں یا فاسق، انھوں نے کام کیا اور کاغذات کا ایک
انبار حاکموں کے سامنے دستخطوں کے لئے رکھ دیا، حاکم کو ایک اجمالی حالت کے سوا تفصیل پر بھی
پوری اطلاع نہیں ہوتی، نہ کہ قول کے ایک ایک حرف کا خود مقابلہ کرنا یہ تو قطعاً تہیں ہوتا، نہ وہ ایسے
متفرقات کی طرف توجہ کی فرصت پاسکتے ہیں پھر دستخط حاکم ہونے نے کیا فائدہ دیا، اب یہیں دیکھئے

لے فتح القدر کتاب الشهادات فصل فی کیفیت الادارہ مکتبہ نور رضویہ سکر ۲۱۵/۶

لے رد المحتار کتاب القضاء دار احیاء التراث العربی بیروت ۳۰۹/۴

صاحب افسر مال عبارت رواج عام سے یہ فقرہ نقل کرتے ہیں کہ "اس کی اولاد ذریعہ موجود ہے" اور ہمارے سامنے دو نقلیں باضابطہ حاضر ہیں ایک میں بھی ان نقلوں کا پتہ نہیں تو معلوم ہوا کہ نقل میں کمی بیشی ہو جاتی ہے اور وہ صالح اعتقاد نہیں۔

(۱۰) علامہ شامی نے جہاں شیخ ابو العباس کا یہ کلام نقل کیا اس کے متصل ہی یہ افادہ فرمایا کہ "و فرجب بروجر کا علی زیر نگہداشت حاکم محفوظ ہو اس کا اعتبار بھی صرف بقدرورت ان مقدمات میں ہے جن کو زمانہ مدیدہ گزر چکا، شاید وہی کا انتقال ہو گیا، تازہ معاملہ ان میں داخل نہیں، و شرع کی اسی اصل کلی کے نیچے ہے کہ لا یعتد علی الخط ولا یعمل بہ (خط پر اعتماد اور عمل نہ کیا جائیگا۔) نہ اسے کاغذ پر نہ اعتماد ہو نہ اس پر اعتبار ہو سکے، عبارت شیخ ابو العباس کے متصل کلام فتاویٰ خیرین جو ابھی ہم نے ذکر کیا نقل کر کے فرماتے ہیں،

والظاہر ان وجہ الاستحسان ضروریۃ
احیاء الاوقات ونحوها عند تعدد
الزمان بخلاف السجل المجدید لامکان
الوقوف علی حقیقۃ ما فیہ باقرار المخصص
او البینۃ فلذا لا یعتد علیہ

استحسان کی وجہ ظاہری طور پر یہ ہے کہ قدیم
اوقات اور اس جیسے امور کو تازہ رکھنے کے لئے
ضرورت ہے برخلاف جدید ریکارڈ کے کہ اس میں
حقیقت پر اطلاع فریق کے اقرار یا گواہی ہے
ممکن ہے اس لئے اس پر اعتماد نہیں کیا جائیگا۔

(۱۱) صاحب افسر مال نے فقرہ ۲۵ میں ایسے کاغذات کو کتاب القاضی الی القاضی کے قبیل سے مان کر معتبر ٹھہرانا چاہا ہے، یہ فقرہ بہت قابل قدر ہے، ہم بخوبی تسلیم کرتے ہیں کہ ایسے کاغذات جو کچھ یوں سے آئیں کتاب القاضی الی القاضی کے قبیل سے ٹھہرائے جائیں مگر اب یہ دیکھنا رہا کہ کتاب القاضی الی القاضی کی شرائط سے مقبول ہو سکتی ہے، تمام کتب میں تصریح ہے کہ اس کا قبول صرف اس صورت میں ہو سکتا ہے کہ قاضی شرع جسے سلطان اسلام نے فصل مقدمات کے لئے مقرر کیا ہو اس کے سامنے مثلاً کوئی شرعی گواہی گزری اس نے دوسرے شہر کے قاضی شرع کے نام خط لکھا کہ میرے سامنے اس مضمون پر شہادت شرعیہ قائم ہوئی اور اس خط میں اپنا اور مکتوب الیہ کا نام و نشان پورا لکھا جس سے اختیار کافی واقع ہوا، وہ خط دو گواہان عادل کے سپرد کیا کہ یہ میرا خط قاضی فلاں شہر کے نام ہے وہ باحیاط اس قاضی کے پاس لائے اور شہادت ادا کی کہ آپ کے نام یہ خط فلاں قاضی فلاں شہر نے ہم کو دیا اور ہمیں

گواہ کیا کہ یہ خط اس کا ہے اب یہ قاضی لکھ اس شہادت کو اپنے مذہب کے مطابق ثبوت کے لئے کافی سمجھے
 تو اس پر عمل کر سکتا ہے اور بہتر یہ ہے کہ قاضی کا تب خط لکھ کر ان گواہوں کو سنا دے یا اس کا مضمون
 بتا دے اور خط بند کر کے ان کے سامنے سر مہر کر دے، اور اول یہ کہ اس کا مضمون ایک کھلے ہوئے
 پرچہ پر الگ لکھ کر بھی ان شہود کو دے دے کہ اسے یاد کرتے رہیں یہ اگر مضمون پر بھی گواہی دیں کہ خط میں
 یہ لکھا ہے اور سر مہر خط اس قاضی کے حوالے کریں یہ زیادہ احتیاط کے لئے ہے ورنہ خیر اسی قدر کافی ہے
 کہ دو مردوں یا ایک مرد و عورتوں عادل کو خط سپرد کر کے گواہ کر لے اور وہ با احتیاط یہاں لاکر شہادت دیں
 بغیر اس کے اگر خط ڈاک میں ڈال دیا یا اپنے آدمی کے ہاتھ بھیج دیا تو ہرگز مقبول نہیں اگرچہ وہ خط اسی
 قاضی کا معلوم ہوتا ہو اور اس پر اس کی اور محکمہ قضا کی مہر بھی لگی ہو اور اس کے سرا اور شرائط بھی
 ہیں کہ ہم نے اپنے فتاویٰ کتاب الصوم میں ذکر کیں۔ در مختار میں ہے :

القاضی یکتب الی القاضی بحکمہ وان لم
 یحکم کتب الشہادۃ لیحکم المکتوب الیہ
 بہا علی ما یشاء وقرأ الکتاب علیہم او
 اعلیہم بما فیہ و ختم عندہم وسمی
 الیہم بعد کتابۃ عنوانہ وھو ان یتب
 فیہ اسمہ واسم المکتوب الیہ شہرتہما
 واکتفی الشافی بان یشہد ہم انہ کتابہ و
 علیہ الفتوی ولا یقبل کتاب من محکم
 بل من قاض مولی من قبل الامام
 (ملخصاً)۔

ایک قاضی اپنے فیصلہ کو نفاذ کے لئے دوسرے
 قاضی کی طرف بھیجے گا، اور فیصلہ نہ کیا ہو تو شہاد
 لکھ بھیجے گا تاکہ مکتوب الیہ قاضی شہادت پر اپنی
 رائے سے فیصلہ دے، بھیجنے وقت قاضی گواہوں
 کو خط سنائے گا یا اس کا مضمون بتا کر مہر
 لگائے گا، عنوان اور پتہ لکھ کر گواہوں کے سپرد
 کر دے گا، چٹھی میں اپنا اور مکتوب الیہ قاضی کا
 نام اور گواہوں کی شہادت قلمبند کرے گا جبکہ
 دوسرا (مکتوب الیہ) قاضی گواہوں سے شہاد
 لینے پر اکتفا کرے گا کہ یہ فلاں قاضی کا خط ہے

فتویٰ اسی پر ہے صرف باقاعدہ سرکاری قاضی کی چٹھی قبول ہوگی ثالث کی چٹھی قبول نہ ہوگی (ملخصاً)۔
 در مختار میں ہے :

لا یقبلہ ایضاً الا بشہادۃ رجلین اور جل
 وامرأتین لامن الکتاب

مکتوب الیہ قاضی چٹھی کو دو مردوں یا ایک مرد
 اور دو عورتوں کی شہادت کے بغیر قبول نہ کرے گا

قد يرد إذا الخط يشبه الخط والحقاقه
يشبه الخاتم فلا يثبت الا بحجة
تامة

کیونکہ چٹھی میں جعل سازی ہو سکتی ہے بوجہ اس
کے کہ خط خط کے اور دھڑکے مشابہ ہوتا ہے لہذا
چٹھی کا مل شہادت کے بغیر پایہ ثبوت کو نہ پہنچے گی۔

ظاہر ہے کہ یہ کاغذات اصلاً ان شرائط پر نہیں آتے تو ان کا رد واجب ہوا اور ان کا قبول کرنا محض غلط
شرعیات کاغذات کے متعلق یہ بیان ہم نے ان چار نمبروں میں کئے ان تمام کاغذات کے رد کو کافی و
دائی ہیں جن سے شائشوں نے استناد کیا ہے لہذا ہمیں آئندہ کاغذات کے متعلق زیادہ بحث کی ضرورت
نہ ہوگی ان چار نمبروں کے بیانات سمجھ لینے والا بے تکلف جان سکتا ہے کہ ان میں سے کوئی کاغذ اس
پیمانے پر نہیں ہو شرعیات مطہرہ میں ورنہ اس کاغذ بادی سے زیادہ وقعت نہیں رکھتے۔ میں نہیں کہتا
کہ مدعیوں کی طرف کے جو کاغذ ہیں انہیں کی یہ حالت ہے بلکہ فریقین کے کاغذی ثبوت کی یہی کیفیت ہے
کہ شرعیات مطہرہ کے دربار میں وہ ایک کاغذی ثبوت سے زیادہ نہیں، ہم اگر اپنے بیان میں کسی کاغذ سے
استناد کریں گے تو وہ الزاماً ہو گا نہ کہ تحقیقاً۔

(۱۲) مجھے رواج عام کی نسبت زیادہ تحریر کی ضرورت نہیں البتہ صرف افسر مال کے اس فقرہ
کے متعلق کہ اس تحریر سے ثابت ہوتا ہے کہ کل مالکان کی موجودگی میں یہ واقعہ قلبند ہوا اور اللہ بخش و
الہی بخش کا صحیح النسب ہونا امر محقق تھا اور کسی کو شک و شبہ نہیں تھا یہاں تک کہ یہ ایک رواج عام
مثال قرار دے گئے جس پر آئندہ فیصلجات کاغذات کی وراثت کا مدار ہے، لطافت حل صاحب تحصیلدار
کی ایک تحقیقات کا بیان کر دینا مناسب ہے وہ اپنے فیصلہ ۲ ستمبر ۱۹۲۱ء فقرہ پنجم میں لکھتے ہیں کہ
عام تحقیقات اور موقع سے ظاہر ہے کہ ہر الدین کو خصوصاً اور اقوام حشری گرد و نواح کو عموماً بطا اپنی
شرافت کے یہ امر نہایت ناگوار ہے کہ پیرنی زادگان یعنی حذر داران کو جائیداد میں حصہ دیا جائے۔ اس
تحقیقات کو بیان موصوف صاحب افسر مال سے ملا کر دیکھنا اس خیال کی ایک واضح راہ دیتا ہے کہ
مدعیان وہ نہیں جن کی نسبت معززان قوم حصہ دار ہونے پر راضی ہو چکے اور غائبان کے لئے اسے ایک
نظیر بنا چکے یہ وہی معززان قوم تریں جن میں ان کو حصہ دے جانے پر عام ناراضی ہے تو ضرور ہے
کہ وہ مدعیان کو صرف پیرنی زادہ سمجھتے تھے نہ کہ پیر زادہ اور رواج عام میں اس اولاد پیرنی کی نسبت
رضا مندی دی گئی ہے جو پیر زادہ یعنی نطفہ پیر صدر الدین سے ہو۔

(۱۳) احمد شاہ کا اس کتاب پر اعتراض ذکرنا جس سے صاحب افرمال نے فقہ ۲۵ میں استناد کیا ہے بالبدلتہ اس بنا پر نہیں کہ وہ اپنے علم و یقین سے جانتا ہے کہ پیر صدر الدین نے یہ تحریر لکھی یا اس پر فہر کی وہ تحریر احمد شاہ کی ولادت سے بھی پہلے کی ہے اس کا سکوت اس عام غلطی کی بنا پر ہے جو آج کل لوگوں میں پھیل ہوئی ہے کہ ایسے کاغذات کو جو کچھ لوں سے بے شرائط کتاب القاضی الی القاضی آتے ہیں رواجا و قانوناً مستند سمجھے جاتے ہیں اس کے ذہن میں بھی وہی رواج و قانون تھا یہ شرعی مسئلہ کہ فتویٰ دینے والے عالموں اور فیصلہ کرنے والے حاکموں پر بھی مخفی رہا، احمد شاہ اسے کیونکر جان سکتا تھا بلکہ اگر اسے معلوم بھی ہوتا تب بھی وہ کچھری میں ایسے اعتراض کا موقع نہ پاتا کہ قانونی بات کی مخالفت پر کیونکر کھڑا ہو سکتا تھا اسب کہ بالالتفات فریقین تمام رواجی و قانونی باتیں ترک کر دی گئیں اور معاملہ شریعت مطہرہ کے سپرد ہوا وہ مبنی جس کی بنا پر احمد شاہ معترض نہ ہوا تھا زائل و باطل ہو گیا یہ تو اعتراض سے اس کا سکوت ہے اگر وہ اسی عام غلط فہمی پر بنا کر کے اس کاغذ کے مستند ہونے کی تصریح بھی کر دیتا جب بھی وہ اقرار کہ بتلے باطل پر مبنی تھا شرعاً باطل ہوتا، جامع الفضلین و الشہداء و النظائر صفحہ ۱۱۹ میں ہے،

اقربا الطلاق بناء علی ما اُخفی بہ المفسی
کسی شخص مخفی کے فتویٰ کی بنا پر طلاق کا اقرار کیا پھر
ثم تبين عدم الوقوع خانه لا یقع
واضح ہوا کہ طلاق کا وقوع نہیں ہوا تو طلاق واقع نہ ہو گی۔ (د)

یہ بحث یاد رکھنے کی ہے کہ اور کاغذات کی نسبت بھی اگر احمد شاہ کے ہم اعتراض سے استناد ہو تو سب کا یہی جواب شافی و کافی ہے۔

کاغذ سوم صلح نامہ پیر بدر الدین

(۱۴) یہ کاغذ مدعیوں کا سب سے زیادہ مایہ الاستناد ہے ہر محکمہ میں اپنے دعوٰی کی بنا پر اسی پر رکھی ہے اور عموماً فیصلہ کرنے والوں نے بھی اسے کوئی بڑی چیز سمجھا یہاں تک کہ اگر خلاف بھی کیا تو بڑے اعتباری بلکہ اور وجہ سے، اس سب کا غشاء وہی ہے کہ آج کل ہندیوں کے ذہن میں رواج قانون کے باعث قانونی باتیں اصول مسئلہ کے طور پر جی ہوتی ہیں اگرچہ شرع مطہر میں ان کی کچھ اصل نہ ہو مدعیان و قانونی حکام سے تعجب نہیں عجیب تو ان اہل علم سے ہے جن سے شرعی سوال ہوا اور شریعت کا حکم

تامة الله

کے بغیر پاپہ ثبوت کو نہ پہنچے گا (ت)
دیکھو کیسی صاف تصریحیں ہیں کہ ایسی جملہ تحریرات نہ سہ کاغذ ہیں جن میں سیاہی سے نقش بنے ہوں
ہیں اور وہ شرع میں حجت ہونا اور کنار اصلاً التامات کے قابل نہیں۔

(۱۵) دو دین قضاۃ یعنی دفتر حکام لیجئے تو ہم ۹۷ میں رد المحتار و دہایہ و فتح القدیر وغیرہ سے
بیان کر آئے کہ دفتر حکام وہی معتبر ہے جو خاص ان کی حفاظت میں ان کے مہر و نشان کے نیچے ہو اور یہ
کہ آج کل کے محافظہ دفتری مسلمانوں کے ساتھ بھی خاص نہیں نہ کہ ثقف عادل کے ساتھ اور نہ کہ جو نقل فریق
کے ہاتھ میں ہو ہرگز قابل اعتماد نہیں۔

(۱۶) میں یہ بھی گزرا کہ دفتر حکام کا اعتبار بھی بضرورت ان مقامات میں ہے جن کو زمانہ دراز گزرا
اور ان پر ثبوت شرعی نہیں مل سکتا جہاں کہ معاملہ تازہ ہے حاکم خود اپنے دفتر پر کارروائی نہ کرے گا بلکہ انھیں
طرق شرعیہ میں واقعہ و کول کی طرف رجوع ضروری ہوگی اس پر رد المحتار کی عبارت گزری، نیز اسی میں ہے
لابد من تقييد بتقاد من العهد كما قلنا
تقديم زمانہ کی قید ضروری ہے جیسا کہ ہم نے بیان
کیا ہے فقہار کرام کے کلام میں تطبیق دیتے ہوئے یہ

(۱۷) خواص صاحب الفہرست نے ان کاتبات کا بہت اچھا فیصلہ کر دیا کہ انھیں کتاب القاضی الی القاضی
کے باب سے سمجھا جائے واقعی کچھری سے آئی ہوئی نقلیں اگر محمول ہو سکتی ہیں تو اسی پر اور تمام کتب مذہب
کا اتفاق ہے کہ کتاب القاضی الی القاضی بے شہادت عادلہ کاظم ہرگز معتبر نہیں اگرچہ اس پر قاضی کے
دستخط اور دار القضاہ کی مہر بھی ہو، اس پر عبارات کتب ۱۷ میں گزریں۔

(۱۸) بلکہ انصافاً صلحنامہ کی عبارت کتاب القاضی الی القاضی کی حد تک پہنچ ہی نہیں سکتی، شہادت
ہونا نہ ہونا بالائے طاق، صلحنامہ حاکم نے خود لکھا، نہ اس کے سامنے لکھا گیا، نہ مسل میں یہی بیان ہے
کہ پیر بدر الدین نے حاکم کے سامنے اس کے ٹکھنے یا اس پر دستخط کرنے سے اقرار کیا بلکہ حاکم کے سامنے
استفسار پر جو اس کا بیان ہونا ذکر کیا جاتا ہے اور جس پر فریق کی تصدیق بھی موجود ہے وہ بیان تحریر صلحنامہ
سے قاصر ہے صلحنامہ میں کل جائداد ریاست و انگریزی کی نسبت تصفیہ ہونا مذکور ہے اور بیان استفسار
میں صرف جائداد علاقہ انگریزی ذکر ہے جس سے شبہ کیا جاسکتا ہے کہ پیر بدر الدین نے قطع زاع در رفع فساد

کے لئے جائداد علاقہ انگریزی میں مدعیوں کو دو خمس دینا گوارا کر لیا کہ وہ قلیل و کم حیثیت ہے بڑا حصہ اس کا اور ریاست کی دافر جائداد اپنے اور اپنے بھائی کے لئے کافی تھی، راضی نامہ میں کاتب نے خود فریق کی تحریک سے تمام جائداد کا ذکر دیا جو تو وہ کچھ موثر نہیں ہو سکتا ہمارے علماء تحریر فرماتے ہیں کہ اعتبار اس کا ہے جو قسبک لکھنے والے نے اپنی زبان سے کہا اس کا کچھ اعتبار نہیں جو کاتب نے لکھا، فتاویٰ خیرہ جلد ۱ صفحہ ۱۲۸ میں ہے۔

العبرة بما تلفظ به الواقع لا لما كتب الكاتب واقع کے تلفظ کا اعتبار ہے نہ کہ کاتب کی لکھائی کا
فمن عبارات علماءنا العبرة لما هو الواقع جیسا کہ ہمارے علماء کرام کی عبارات میں ہے کہ
في نفس الامر صرف نفس الامر واقع کا اعتبار ہے۔ (د ت)

چرا الدین کا لکھا ہوا نام کوئی دلیل شرعی نہیں کہ اسی کے قلم سے سب سے نشان خط ملنے کا کوئی اعتبار، چاہے وہ عالمگیری وغیرہ صدف کتب مذہب میں تحریر ہے کہ الخط يشبه الخط (خط خط کے مشابہ ہوتا ہے۔ ت)
اس کی کچھ عبارتیں اوپر بھی گزریں، نیز اشباہ والنظائر صفحہ ۳۶۱ وغیرہ میں ہے۔

فاستكتب وكان بين الخطين مشابهة اس نے کچھ لکھا یا اور ڈھٹوں میں واضح مشابہت
ظاهرة دالة على انها خط كاتب واحد ہے کہ ایک ہی کاتب کے معلوم ہوتے ہیں تو مالی
لا يحكم عليه بالمال في الصحيح معاملات میں اس لکھائی پر فیصلہ نہ دیا جائے گا صحیح
قول میں۔ (د ت)

اور بالفرض مستند اسی نے کئے جب بھی کچھ بعید نہیں کہ اس نے صرف جائداد انگریزی کی نسبت کہا اور کاتب نے جزیاء غلط لکھ کی نسبت لکھ دیا اور اس نے اس اعتماد پر کہ جیسے لکھا وہی لکھا ہو گا خاص نکر نہ کی اور دستخط کرتے ایسا ہو گا کچھ دور نہیں۔ چاہے جلد دوم ص ۵۷۱ میں ہے۔

اذا كتب كتاب الشراء على وصي كتب كتاب کوئی شخص جب وصی کا تقرر کر کے اس کو خریداری کا
الوصية على حدة وكتاب الشراء على اختیار لکھانا چاہتا ہے تو اسے چاہیے کہ وصیت نامہ
حدة لا من ذلك احوط ، و لسو اور اس کا اختیار نامہ علیہ لکھائے کیونکہ اس میں

سلف فتاویٰ خیرہ کتاب الوقت دار الفکر بیروت ۱۳۹-۴۰/۱
سلف الہدایہ کتاب الشہادۃ فصل ما یتمم الشاہدۃ علی غیر من مطبع ریسفی بکونو ۱۵۷/۳
سلف الاشباہ والنظائر النسخ الثالث احکام المکتبۃ ادارۃ القرآن کراچی ۱۹۸/۲

کتب جملۃ عسی ان یکتب الشاہد شہادتہ
فی آخر من غیر تفصیل فیصیر ذلک
حملاً لہ علی الکذب یہ
احتیاط ہے، اگر دونوں کو اکٹھا لکھو یا تو ہو سکتا ہے
کرگاہ اپنی شہادت آخر میں بغیر تفصیل درج کرے
جس کی بنا پر وہ تحریر جھوٹ پر محمول ہو جائے (ت)

اسی کے ہامش پر کافی امام نسفی سے ہے،

کتب اشتری من فلان وصی فلان و اشہد
علیہ قوما و فیہم من لم یشہد علی الایضہ
فریمایشہد بالکل فیکون حملاً لہ علی
الکذب یہ
کاتب نے یوں لکھا کہ فلاں نے فلاں سے چسپین
خریدی اور کچھ لوگوں کی گواہی بھی لکھی اور ان گواہوں
میں کوئی ایسا شخص بھی تھا جو وصیت کے وقت
موجود نہ تھا تو ہو سکتا ہے کہ وہ خریداری کی شہادت

میں وصیت کی شہادت بھی کہہ دے تو اس سے گواہ کو جھوٹ پر آمادہ کرنا لازم آتا ہے (ت)

کیا ہم غلامیہ نہیں دیکھتے ہیں کہ اس نے مجوز کے سامنے صرف جائداد انگریزی کا اقرار کیا ہے تحریر
مصلحانہ کے بعد حاکم کے سامنے بیان اس کی تصدیق و تحقیق کے لئے ہوتا ہے نہ یہ کہ فیصلہ تو مسترد
پایا ہو ایک ہزار پر اور بیان میں اقرار کرے پانچ سو کا پھر فریق بھی منکر تصدیق کرے کہ یہ بیان صحیح ہے۔
(۱۹) ان سب امور سے اگر قطع نظر بھی کی جائے تو اس کا حاصل کتنا، صرف اس قدر کہ پیر بدر الدین

نے بدعیوں کو اپنا بھائی تسلیم کیا مولوی عطاء محمد صاحب کا اس پر اعتراض بہت صحیح ہے کہ جب وارث
متعدد ہوں تو ایک کے اقرار سے مورث پر نسب نہیں ثابت ہو سکتا یہ اگرچہ خود اپنے اقرار پر مانو
جبکہ اس پر قائم رہے مگر دوسروں پر اس کا اثر کچھ نہیں پڑ سکتا امام ابو یوسف کی روایت اول تو خلاف
مذہب امام عظیم مختار ہونی مسلم نہیں، نہ جہ اخذ انکو فی کف سے اس کا منقہ یہ ہونا ثابت اور
یہ ایک لفظ دیکھنا اور ظاہر المتون علی ترجیح قولنا چھوڑ دینا بس عجیب ہے۔

ثانیاً وہ روایت صریحہ اس صورت میں ہے کہ ایک ہی وارث ہو اور وہ دوسرے کی نسبت
وراثت کا اقرار کرے اور دو یا زیادہ وارثوں میں سے ایک نے اقرار کیا تو بالاتفاق نسب ثابت
نہ ہوگا، ثانیوں کی نظر نے یہاں کوتاہی کی، اسی قرۃ العیون کو اگر ایک ورق پہلے دیکھتے تو یہ دھوکا
نہ ہوتا۔ وہ عبارت مولوی عطاء محمد کے فیصلہ میں گزری، اور جامع الفصولین جلد ۲ صفحہ ۵۴

سہ الہدایہ کتاب الوصایا باب الوصی و ما ینکحہ
مطبوع یوسفی مکتبہ
۶۹۴/۴
سہ خواشانی الہدایہ مع الہدایہ
۶۹۴/۴

میں ہے :

الوارث لو واحد افاقریبن اقرانیت لایثبت
نسبه من الیبت خلا فلا یوسف وانشافی
واجتمعوا انه یشارکہ فی اکلاہ لانا معجود
تعمیل النسب علی الغیر لایقبل کما لو اقریہ
فی حیاتہ او علی انسان آخر او کانت فی
الورثۃ غیرۃ ۱۱۰
بغیر دلیل معتبر اور مقبول نہیں جیسا کہ زندہ شخص کی طرف یا دوسرے شخص کا نسب یا وارثوں میں کوئی دوسرا
بھی ہوا ۱۱۰ دت

۱۱۰ مسئلہ مسل سے واضح ہے کہ اس اقرار میں پیر سراج الدین شریک نہ تھا بلکہ وہ اسی تحریر کے وقت
موجود بھی نہ تھا اس کی طرف سے اگر اس اقرار کا رد ثابت نہیں تو اس کی تسلیم کا بھی پتہ نہیں غایت درجہ
سکوت ہے، اور شرع کا قاعدہ مقرر ہے کہ لاینسب الی ساکت قول کسی ساکت کی طرف کوئی قول منسوب
نہ ہوگا۔ ت) جامع الفصولین و استنباہ والنظار و رد المحتار وغیرہ میں اس کی تصریح ہے یعنی سکوت
کرنے والے کو کسی بات کا قائل نہیں ٹھہرایا جاتا متشعے صورتیں جو ان کتابوں اور ان کے شروع و حواشی میں
ذکر کی ہیں یہ مسئلہ ان میں داخل نہیں۔ اظہار تحصیل منہجی آباد سے جو صاحب افسر مال سفیر سراج الدین کا
بھی اس اقرار کو تسلیم کرنا نکالا ہے اس کا حال ان شاء اللہ عنقریب آتا ہے۔

(۲۰) شرع مطہر میں ایسے رشتے کا اقرار جس میں اپنے غیر پر نسب لازم کرنا ہو جیسے کسی کو اپنا بھائی
بتانا کہ اس میں باپ پر نسب لازم کیا گیا خود اس مقرر کے مال میں بھی اتنا ضعیف و کمزور مانا گیا ہے کہ جب
ہم کوئی دور کے رشتہ کا ضعیف سا ضعیف وارث موجود ہو بلکہ کوئی رشتہ دار بھی صرف مولی الموالاة
ہو اس وقت تک یہ شخص جس کے نسب کا اقرار کیا ہے خود مقرر کے ترکہ میں سے کچھ نہیں پاسکتا تمام کتب
میں اس کی تصریح ہے، ایسے واضح اور مشہور مسئلہ کو چھوڑ کر روایت امام ابو یوسف کے وہ معنی قرار دینا
اور اسے مفتی پر ٹھہرانا سخت عجیب ہے۔ غلطادی ج ۳ ص ۳۴ میں ہے :

ان کان للمقرر وارث معلوم غیر الن وجین اگر اقرار کرنے والے کے اپنے قریب بعید کوئی بھی

قریب او بعید فہو اولیٰ بالیہراث من
المقرلہ لانہ لما لم یثبت نسبہ منسبہ
لا یزاحم الوارث المعروف ولا مزاحمة
اذا کان الوارث احد الزوجین وان لم یکن
لہ وارث مزاحم استحق المقرلہ میراثہ
لان للمقرلہ ولایۃ التصرف فی مال نفسه
عدم الوارث ینہ
مقرلہ مقرک وراثت کا حقدار ہے کیونکہ مقر کو اپنے مال میں تصرف کی ولایت ہے۔ (۱)

جامع الرموز صفحہ ۶۱۳ میں ہے :

ولو اقر رجل بنسب من غیر ولاد قریب
بینہما کالآخر والعم والجد وابن الابن
لا یصح اقراسہ بالنسب ینہ
اگر مقر (اقرار کرے) نے ولادت کے علاوہ کسی
قریبی رشتہ کا اقرار کیا جیسے بھائی، چچا، دادا،
پوتا ہونے کا۔ تو یہ اقرار نسب صحیح نہ ہوگا۔ (۲)

ایضاح شرح اصلاح للعلامۃ ابن کمال پاسا فلی ص ۲۶ میں ہے :

لا یصح لنافیہ من تحبیل النسب علی
غیر فلا یرث الا عند عدم وارث معروف
قریب یا کان او بعید ینہ
صح اس لئے نہیں کہ اس میں غیر پر نسب طعن
ہے تو کسی قریب یا بعید معروف وارث کی
عدم موجودگی میں ہی مقرلہ وارث ہو سکے گا

اگر ایک اس کے اقرار سے نسب ثابت ہو جاتا تو وارث قوی کا ضعیف تر وارث سے محروم کر دینا
کیا معنی رکھتا بلکہ واجب ہوتا کہ اس سے نیچے درجے کے جتنے ورثاء ہوں سب اس کے آگے محروم ہوں
لیکن ایسا قطعاً نہیں تر ثابت ہوا کہ نسب ثابت نہ ہوا۔

(۲۱) ایسے نسب کا اقرار اگرچہ مقر کے مال پر نافذ ہو مگر یہ ایک فقہی فتویٰ ہے اور حکم یا قاضی کو
مطلقاً اختیار نہیں ہوتا کہ وہ صورت مقدمہ میں جو حکم مسئلہ پائیں اس پر فیصلہ کر دیں ان کا حکم اس حد

لے ماسئۃ الطحاوی علی الدر المختار کتاب الفرائض دار المعرفۃ بیروت ۳۴۳/۲

لے جامع الرموز کتاب الاقرار مکتبۃ الاسلامیہ گنبد قاموس ایران ۲۵۸/۲

لے ایضاح شرح اصلاح

ہمک محدود رہتا ہے جس قدر انھیں قاضی یا حکم کرنے والے نے اختیار دیا ہے مثلاً تعلیق قضایں سلطان نے یہ قید لگا دی کہ تجھے فلاں روز قضا کا اختیار دیا تو اسی دن اس کا حکم حکم قاضی ٹھہرے گا دوسرے دن کچھ نہیں یا یہ تخصیص کر دی کہ تجھے فلاں مکان میں اختیار قضا ہے تو وہ اس مکان کے اندر ہی قاضی رہے گا اس سے باہر کچھ اختیار نہیں رکھتا یا یہ شرط لگا دی کہ تجھے فلاں قبیلے یا فلاں فلاں اشخاص پر قاضی کیا تو وہ انھیں کا فیصلہ کر سکتا ہے ان کے مادر میں مثل اور رعایا کے ہے علیٰ ہذا القیاس جو قید لگا دی جائے اس کے ساتھ مقید رہے گا کہ وہ بذاتہ خود والی نہیں بلکہ دوسرے کے ولایت دینے سے ولایت پاتا ہے تو وہ جس شرط کے ساتھ اختیار دے گا اسی کے ساتھ متعلق رہے گا بعینہ یہی حال حکم کا ہے قاضی کی تولیت جانب فریقین سے تو فریقین ٹائٹل کو جن شرائط کا بند کرینگے اسی قدر انھیں اختیار فیصلہ ہوگا باقی میں وہ ایک راہ چلتے اجنبی کے مثل ہیں، اسبابہ ص ۲۲۳ میں ہے ۱

القضاء يجوز تخصيصه وتقييده بالن زمان
والمكان واستثناء بعض الخصومات كما
في الخلاصة ۱۰

در مختار جلد چہارم ص ۵۳ میں ہے ۱

القضاء يتخصص بزمان ومكان و
خصوصية حقی لوامر السلطات لعدم
سماع الدعوى بعد خمسة عشر سنة
فسمها المرفقة ۱۰

رد المحتار صفحہ ۱۰۷ میں ہے ۱

قال في الفتح الولاية تقبل التقييد و
التعليق بالشروط كقوله اذا وصلت الى
بلدة كذا فانت قاضيا و الاضافة
كجعلتك قاضيا في اس الشهور و

فتح میں فرمایا کہ ولایت شرط سے تعلیق و تقييد کو
قبول کر سکتی ہے مثلاً سلطان کا یہ کہنا کہ جب تم
فلاں شہر پہنچ جاؤ تو تم وہاں کے قاضی ہو جاؤ گے
اور اضافت و نسبت کو بھی قبول کر سکتی ہے کہ میں نے

والاستناد كجعلتك قاضيا الا في قضية - تجھے فلاں ماہ کے شروع سے قاضی بنایا، اور ولایت
فلان ولا تنظر في قضية كذا (ملخصاً) استقامہ کو بھی قبول کر سکتی ہے مثلاً فلاں کہہ جائے کہ
میں نے تجھے فلاں کیس کے ماسوا میں قاضی بنایا یا یوں کہ فلاں کیس کو زیر غور نہ لانا۔ (ت)
نیز صفحہ ۵۳۱ میں ہے ۱

يكون القاضي معزولاً عنها لما علمت امت - قاضی کی قضاء خاص ہو سکتی ہے اس لئے وہ
انقضاء يتخصص به اس تخصیص کی بناء پر معزول ہوتا ہے (ت)
در مختار صفحہ ۵۳۹ جلد ۴ میں ہے ۱

التحكيم تولية الخصمين حاكماً يحكم بينهما - ثمالی دو فریقوں کا کسی کو حاکم بنانا کہ وہ ان دونوں
میں فیصلہ کرے۔ (ت)

یہاں فریقین نے اقرار نامہ ثمالی میں یہ قید لگا دی تھی کہ اگر ان کا شرعاً نسب ثابت نہ ہو تو ان کا میراث سے
کچھ تعلق نہ ہوگا اور بشرط اولاد صحیح النسب ہونے کے فتویٰ ثمالی ناظر ہو گا جس کا صاف حاصل یہ تھا کہ نسب
ثابت نہ ہو تو دربارہ وراثت انھیں حکم کا اختیار نہیں ثمالی چہارم نے کہ ثبوت نسب نہ مانا اور وراثت مال کی
نسبت فیصلہ دیا معلوم نہیں یہ کس اختیار سے تھا۔ یہی ہے ظاہر ہوا کہ صاحب الفہر مال کا فقرہ ۵۵ میں فیصلہ
ثمالی چہارم سے یہ استناد کہ اصل مطلب کی بات یعنی وراثت مال انھوں نے بھی مان لی ہے اسی قدر کافی
ہے ایک محض ہے اثر جز سے استناد ہے۔

کاغذ چہارم شجرہ نسب

(۲۲) شجرہ نسب جو منگھری سے آیا اس کی نسبت علاوہ ان اعتراضوں کے جو ایسے کاغذات کی
نسبت مکرر کر چکے اور ثابت کر دیا گیا کہ وہ شرعاً استناد و رکناز افتقات کے بھی قابل نہیں یہ شجرہ محاکم کی کسی
اپنی تحقیقات پر مبنی نہیں بلکہ اسی صلح نامہ بدرالدین پر اس کی بناء ہے اور ہم دلائل قاہرہ سے ثابت
کر آئے کہ وہ اپنی ذاتی نامعتبری کے علاوہ ثبوت نسب کے بارہ میں محض پہل ہے تو یہ شجرہ کہ اس پر مبنی تھا

۱۔ رد المحتار کتاب القضاء فصل فی الجبیس و ارا حیار التراث العربی بیروت ۳۴۲/۴
۲۔ " " " " " " " " ۳۴۳/۴
۳۔ در مختار باب التحکیم مطبع مجتبائی دہلی ۸۲/۶

اسی کی طرح باطل دے علی ہے ہاں جائداد انگریزی میں بدرالدین کی طرف سے قطع نزاع کے لئے اس کے یہ الفاظ قابل لحاظ ہیں کہ "حصہ ملکیت بر غلاف حصہ جدی کے" رسمی قرار پایا۔

کاغذ پنجم ۹ اظہار منحن آباد

(۲۳) کاغذات کے متعلق جو نفیس جلیل ابھارت شرعیہ ہم بار بار لکھ آئے اور ثابت کر آئے کہ شرع مطہر ایسے نرے کاغذی جمع خرچ پر امنہ لحاظ نہیں فرماتی وہی مجلس اس کاغذ کے بھی مہمل و بیکار ہونے کے لئے کافی تھیں مگر اس کاغذ کی حالت نے ان عظیم بھڑوں کی اور بھی تائید و تصدیق کر دی اور خود ہی ایک واضح نظیر ہو کر ننان حال سے صاف بنادیا کہ دیکھو شرع مطہر حکم ہے وہ ایسی وجہ سے نری کاغذی بات کو نامعتبر فرماتی ہے یہ کم جون سنہ ۱۲۹۳ کو اللہ بخش نے تحصیل منحن آباد میں درخواست دی کاردار صاحب نے طلبی فریقین کا محکمہ دیا ۱۳ جون کو پھر پیشی ہوئی اب مکرر حکم طلبی تحریر ہوا ۲۹ اگست کو پیشی ہوئی اور کاردار صاحب نے لکھا کہ اب تک نہ فریقین آئے نہ کوئی رپورٹ پیش کار کی شامل ہوئی اب حکم تائیدی طلبی کا بھیجا گیا ۹ ستمبر کو باخذ پھلکہ طلبی ہوئی ۷ ستمبر کو فریقین کی اطلاع یابی اور سراج الدین کی بیماری کاغذ تحریر ہوا ۱۸ ستمبر کو پیشکار نے اسی مضمون کی رپورٹ تحصیل میں بھیجی اور قویہ کارروائی ہو رہی ہے ۱۷ دھ ۲۲ اگست کو بدرالدین اور سراج الدین حاضر ہو گئے اظہار بھی دے گئے حکم بھی ہو چکا مقدمہ ختم بھی ہو گیا مسل داخل دفتر بھی ہو گئی اور ۲۹ اگست کو پھر کاردار صاحب شاکی ہیں کہ ۱۳ جون سے اب تک کوئی نہیں آیا اس خراب پریشان کی کیا تعبیر کہی جائے ۲۲ سے ۲۹ تک ایسی مدت بھی تو طویل نہ گزری تھی کہ کاردار صاحب اور تمام اہل محکمہ کسی کو یاد نہ رہا کہ ابھی فریقین حاضر ہو کر اظہار دے چکے ہیں مقدمہ ختم ہو چکا ہے اب یہ دوبارہ پیشی کیسی اور مکرر طلبی کس لئے، اور پھلکوں کی شدت کس بنا پر، ناچار صاحب افسر ہائی کو بھی فقرہ عطا میں تسلیم کرنا پڑا کہ اہلہ ایسی بد عنوانیاں بطور خود کر لیتے ہیں حاکم کو اطلاع بھی نہیں ہوتی اور احکام جاری کر دیتے ہیں اور خود ہی حکم اخیر بھی لکھ دیتے ہیں کبھی یہ کہ داخل دفتر ہو کبھی یہ کہ بندہ دبست میں پیروی کرو اور یہ بھی تصریح فرماتی کہ دفتر والوں سے سازش ہو کر بھی ایسی کارروائیاں ہو جاتی ہیں اور یہ بھی کہ میدان اہلہوں کی سبز چراگاہ ہے جب یہ سب کچھ ثابت ہے تو کون سی دلیل قائم ہے کہ یہ دوبارہ طلبی اور بار بار کی پیشیوں کے احکام بھی اہلہوں کے بطور خود لکھے ہوئے ہیں اور ۲۲ اگست کا اظہار و حکم ان کی سبز چراگاہ سے دور محفوظ ہے حاکم دستخطوں کو دیکھا جائے تو وہ ان احکام پر بھی ہیں نہ نرے دستخط شرع میں کوئی حجت کہ سیکڑوں بن سکتے ہیں

اوپر متعدد کتابوں سے اس کی تصریح گزری غرض دفتر والوں کو خود مختاریاں مانے بغیر چارہ نہیں اور انھیں پیش خویش کچھ تحریریں سے خاص کر لینے اور غلام تحریر کو ان سے محفوظ ماننے کی کوئی وجہ نہیں، یہی مشناعتیں تو ہیں جن کے سبب شرع مطہر نے ان کا دریا ہی بھلا دیا اور سبز چراگا ہوں کا راستہ یک قلم بند فرمایا۔

(۲۴) پھر اس پر کاردار صاحب کا جو حکم بتایا جاتا ہے کتنے مزہ کا ہے ایک فریق داخلہ راج کی درخواست کرتا ہے دوسرے کو کہتے ہو کہ وہ بلا عند قبول کر رہا ہے پھر بند و بست میں درخواست دینے پر اسے فوری کرنا کیا معنی رکھتا ہے یہ اظہار اگر واقعی ہوتا تو کاردار صاحب فوراً حکم انتقال دیتے اور اسی کا موقع تھا جیسا کہ خود صاحب افسر مال کو فقرہ منا میں تسلیم ہے کہ کاردار کو انتقال کا حکم دینا تھا "غرض یہ حکم اگرچہ فریقین راضی ہوں مگر انتقال ابھی نہ ہونا چاہئے بلکہ بند و بست جاری ہے اس میں درخواست دو ایک ایسا عجیب حکم ہے جس کی نظیر انھیں سبز چراگا ہوں میں مل سکتی ہے جاہلوں تک میں تو مثل مشہور ہے کہ دہل راضی تو کیا کرے گا قاضی۔ لہذا قرین قیاس یہی ہے کہ ہر ستمبر تک فریقین کی حاضری نہ ہوتی جیسا کہ مسل سے واضح ہے اور یہ ۲۲ اگست کا اظہار اور بے معنی حکم اسی دفتری سازشوں اور سسہز چراگا ہوں کی سیاہ کاری ہے۔

(۲۵) لطف یہ کہ بند و بست اس تاریخ سے پہلے کبھی کا ختم ہو چکا تھا اور کاردار صاحب یہ ہدایت کریں کہ بند و بست جاری ہے اس میں درخواست دو، دیکھو فیصلہ صاحب افسر مال فقرہ منا، پھر اگر یہ تسلیم کیا جائے کہ بند و بست اس وقت جاری تو مدعیوں کا اس میں درخواست دینا کیا معنی بدولت الدین کی رضامندی کو وہ ایک بار آزمائے تھے کہ بقول ان کے راضی نامہ کر کے کار بند نہ ہوئے اور ان کا اندراج نام نہ کر لیا جس پر انھیں تحصیل میں عرضی دینی پڑی کیا انھوں نے نہ سنا تھا کہ آزمودہ رآنمودن چل سست (آزمائے ہوئے کو آزمائے جا سکتا ہے۔ مت) اب دونوں بھائی اقرار کیا چکے اور بند و بست جاری تھا تو مدعی ہرگز اپنا کام بچتہ کر لینے سے نہ بیٹھے، پھر فوری یہ کہ جب چھ سال بعد بند و بست جدید میں غلطی کی اصلاح چاہی تو اس درخواست میں بھی مدعیوں نے اس اقرار و تسلیم ہر دو برادران کا کوئی ذکر کیا بلکہ جسٹس مار منڈگوری ہی کو دستاویز بنایا اگر تحصیل منجے آباد میں دونوں بھائیوں نے یوں بلا عند ران کے نام انتقال تسلیم کر لیا ہو تو سب سے زیادہ بنائے کار اسی پر رکھنی تھی نہ یہ کہ درخواست میں اس کا نام تک نہیں۔

(۲۶) صاحب افسر مال فقرہ منا میں اپنے یہاں کے محکموں کے سخت شکی ہیں اور وہاں کے انتقالات کو بہت سنگلاخ دشوار گزار راہ جاتے ہیں مگر سختیاں دیں پیش آتی ہیں جس سے منازعت ہو مزاحمت ہو، کیا اس کی کوئی نظیر بتائی جاسکتی ہے کہ فریقین راضی نامہ کر لیں ایک فریق

اس کا اجرا چاہیے دوسرا بخیر قبول کرنے بایں ہمہ بار بار کی تحریکوں کے بعد سولہ سال تک معاملہ جنوزہ و زاول نہیں یہ اسی امر کی تائید کرتا ہے کہ اگر واقعہ ہو تو اس قدر ہو گا کہ پیر بدر الدین نے بھگڑا کاٹنے کے لئے علاؤ الدین کی طرف سے چھوٹا حصہ کسی طور کا جیسا مصالحوں میں ہوتا ہے، نہ جبری حصہ جیسا برابر کے بھائیوں کو دیا جاتا ہے مدعیوں کو دینا گوارا کیا، پیر سراج الدین نے بھی اس پر سکوت کیا مگر ریاست کی جائداد نہ کبھی دینی چاہی نہ اس میں مزاحمت ترک کی نہ مدعیوں کے پاس کوئی کافی ثبوت تھا وہ ارادہ کوستے تھے اور بیٹھ رہتے تھے تحصیل پنچ آباد میں درخواست دی اور حاضر نہ ہوئے، بقول مدعیان محکمہ بندوبست کی ہدایت ہوئی اور وہاں نہ گئے اس کے بعد تحصیل میں پھر درخواست دی اور پیروی کو نہ آئے یہ سب قرائن ان کے بے اصل دعویٰ کے ہیں اور کچھ بھی قرینہ نہ ہوتا تو بابت ثبوت ان کے ذمہ تھا جس سے وہ آج تک سبکدوش نہ ہوئے بالجلد اس کا ناخجسم کی حالت سب سے زیادہ ردی ہے ثبوت میں اس کا نام لینا شرع تو خیر عقل عرفی ہے بھی میل نہیں رکھتا۔

کاغذ ششم ۱۱ تحریر مولوی نور الدین

(۶۷) رے کاغذ کی ہے اعتباری تو واقعی قاہرہ سے بار بار ہم ثابت کر آئے ہیں کہ یہ کاغذ ایک شہادت ہے کوئی فیصلہ نہیں کسی کاغذ محکمہ کی نقل نہیں کوئی تمسک نہیں جن میں کاغذی ثبوت بر غلاف اصول شرع اس کا مقابلہ ہو سکے گئے ہیں جو کسی واقعہ کی شہادت ادا کرنا چاہے وہ ایک پرچہ پر لکھ کر کسی فریق کو دے دے اور فریق اسے محکمہ میں پیش کرے کہ یہ فلاں کا بیان ہے جس کے ساتھ اتنی شہادت بھی نہ ہو کہ فلاں نے ہمارے سامنے یہ کاغذ لکھا یہ دستخط اسی کے ہیں اس نے ہمارے سامنے کئے محض فریق کے زبانی بیان پر وہ کاغذ شہادت میں لے لیا جاتے ایسا تو شاید قانون و رواج میں بھی نہ ہو گا شرع کا حکم تو پہلے ہی سن چکے کہ بھروسے نہ کرنا۔

(۶۸) صاحب افسر مال نے فقرہ ۹ میں مولوی نور الدین پیش کردہ مدعیان علیہ کیوں مشکوک ٹھہرایا کہ اس میں اہتمام کیا گیا ایک روپیہ کے کاغذ پر لکھا کی گئی حالانکہ فریق مقدمہ جسے روایا اپنی سند کے اس میں روایا انتظام کی کو شک نہیں ہو سکتی شاید اگر سادہ پرچہ لکھا جوتا تو اس پر یہ شک ہوتا کہ کچھ کاغذ کا کیا اعتبار مگر انصافاً اگر شک جاتا ہے تو تحریر پیش کردہ مدعیان زیادہ محل ریب ہے نور الدین کی اپنے دل کی لکھی ہوئی اتنی ہی بات ہے جو اس نے تحریر اول میں لکھی کہ نکاح میں نے پڑھایا اور یہ دونوں وقت نکاح موجود تھے اگر اس وقت اس کے ذہن میں یہ ہوتا کہ میرے پڑھائے ہوئے نکاح

سے پہلے خفیہ نکاح ہو لیا تھا تو وہ ضرور اسے ذکر کرتا یا کم از کم ایسا لفظ نہ لکھتا جس کے علم کے خلاف مدعیوں پر نہ تھی برا اثر ڈالتا مگر جب وہ تحریر دے چکا اور مدعیوں کو اس سے اپنا ضرر ظاہر ہوا تو تیسرے دن یہ دوسری تحریر پسیدہ کی گئی یا جس طرح ممکن ہو ایک عاجز مولوی سے لی گئی۔

(۲۹) نرسے کا فدی ثبوت ماننے والوں کو یہ کہنا پڑے گا کہ وہ توں تحریریں مولوی نور الدین کی ہیں اور اس نے یا تو پہلی تحریر میں اختصائے ہی کیا اور مدعا علیہ کی خاطر یا کسی طبع سے مدعیوں کو ضرر پہنچانا چاہا یا دوسری تحریر میں خلافِ حق بات بنائی اور مدعیوں کے لحاظ خواہ کسی لاپرواہی سے مدعا علیہ کو نقصان رسائی چاہی بہر حال اس کی شہادت ساقط ہو گئی اور اس کی بات قابلِ التفات نہ رہی۔

(۳۰) بالجلہ مدعیوں کا یہ کاغذ پیش کرنا ان کو نافع فکیر نہ ہوا مگر ان کے ضرر کا دورہ ازہ کھول گیا اس کاغذ سے ظاہر ہو گیا کہ وہ اپنی ماں کے نکاح مشہور کے وقت اپنا موجود ہونا تسلیم کرتے ہیں اور اسس لا علاج مرض کا یوں مدوا اچاہتے ہیں کہ نور الدین کہتا تھا کہ پیر صدر الدین نے کہا تھا کہ ایک نکاح خفیہ و دگر دہوں کے سامنے پہلے ہو لیا تھا نکاح مشہور کے وقت ان کا موجود نہ ہونا تو یہ خود مان چکے، رہا یہ کہ پہلے کوئی خفیہ نکاح ہوا تھا اس کا ثبوت دینا ان پر عامہ ہوا جس سے وہ آج تک عمدہ برآ نہ ہوئے، عمدہ برآ نہ ہونا درکنار اس کی طرف رخ بھی نہ کیا اور کیونکر رخ کر سکتے تھے کہ اس کا چارہ ان کی قدرت میں نہیں، کیا فقط نور الدین کا بیان نکاح کو ثابت کر دے گا کیا شریع میں اس کی کوئی نظیر ہے کہ صرف ایک شاہ کے بیان اقرار سے نکاح ثابت ہو جائے تمام کتب اور خود قرآن عظیم میں قصرت ہے کہ کم از کم دو گواہوں کی ضرورت ہے تو مدعیان نہ نکاح مشہور سے پیدا ہوئے نہ نکاح خفیہ ثابت کر سکے پھر کس بنا پر وارث بن بیٹھے۔

(۳۱) فرض کیجئے کہ نکاح خفیہ مان بھی لیا جائے تو اس کی کوئی مدت بیان میں نہ آئی کہ کب اور نکاح مشہور سے کتنا پہلے ہوا نور الدین نے صرف چند سال کہا جس کا صدق تین بلکے اردو کا چند دو سال پر بھی ممکن، اور گواہ نکاح مولوی غلام قادر کا بیان ہے کہ نکاح مشہور کے وقت اللہ بخش آٹھ سال اور الہی بخش چار برس کا تھا فرض اس قدر میں شک نہیں کہ حالت مبہم ہے اور تحریر مولوی نور الدین سے کچھ نہیں ثابت ہو سکتا کہ ان کی ولادت بعد نکاح خفیہ ہوئی، نہ اقرار پیر صدر الدین میں اس کا کچھ تذکرہ۔ صدر الدین نے اتنا ہی تو کہا کہ پہلے نکاح خفیہ کر چکا ہوں، یہ کب کہا کہ مدعی اسی نکاح خفیہ سے پیدا ہیں، مدعی درکنار اس نے نکاح خفیہ و مشہور کے بیچ میں اپنی کوئی اولاد ہونے کا اصلاً ذکر نہ کیا پھر خفیہ نکاح سے مدعیوں کا پیر صدر الدین کی اولاد ہونا کیونکر ثابت ہوا عجب ہے کہ صاحب افسر مال نے فقرہ علو میں ایسے مہمل کاغذ کو جواب دہ انی شکن فرمایا جو انصافاً خود اپنے پیش کرنے والے ہی کو ضرر رساں ہے۔

(۳۲) ثانی صاحب اور صاحب افسر مال نے فقرہ ۹ و ۱۰ میں یہ تو کھا کہ صحت نکاح کے لئے دو گواہ کافی ہیں اسی قدر سے اعلان ہو جاتا ہے، بیشک ہو جاتا ہے، اور ضرور کافی ہیں مگر اس طرف کسی صاحب نے توجہ نہ فرمائی کہ دو گواہوں کے سامنے ہونے کا ثبوت بھی تو درکار ہے یا بلا ثبوت رجحاناً الغیب مان لیا جائے گا کیا ان گواہوں نے خود اکثر ثبوتوں یا صاحب افسر مال کے سامنے شہادت دی کیا انہوں نے اپنی شہادت پر دو شاہ عدل اپنے نائب کو کے بھیجے اور انہوں نے برائعات شرائط شرعیہ شہادۃ علی الشہادۃ ادا کی یا کیا ہر ایک بھی نہ ہوا دو گواہ ہونے کا ثبوت کیا ہے پر صدر الدین کا اقرار، ان کے اقرار کا ثبوت کیا ہے، مولوی نور الدین کا بیان، ان کے بیان کا ثبوت کیا ہے؟ ایک کاغذ میں کچھ حرف لکھے ہوئے ہیں، اس کاغذ کا ثبوت کیا ہے؟ صرف مدعیوں کا بیان، تو حاصل یہ ہے کہ نئی مدعیوں کی نہان نکاح خفیہ کی گواہ ہے اور اسی کی بناء پر اسے مانا گیا ہے حالانکہ حق

باطل سست آنچہ مدعی گوید
(جو کچھ مدعی نے کہا ہے وہ باطل ہے۔)

ایسا ثبوت اگر مان لیا جائے تو نہ عرضی دعویٰ ہی پر کیوں نہ مدعیوں کو ڈگری دیا جائے کر سے آخر وہ اس میں بھی تو کہا کرتے ہیں کہ ہم حق پر ہیں ہمارا بیان سچا ہے غرض اس کاغذ کا سند میں نام لینا بھی شرعاً عقلاً عرفاً کسی طرح کوئی معنی نہیں رکھتا۔ اگرچہ تمام کاغذی سندوں کے محاب سے فراغ پایا اور واضح ہو گیا کہ ان میں ایک چہرہ بھی قابل استناد نہیں۔ اب امر ہضم کی طرف چلتے۔

سند، مختم شہادات

(۳۳) شہادتوں پر مولوی عطاء محمد صاحب کا اعتراض بہت حق و بجا ہے فی الواقع شرعاً طہر نے حقوق العباد میں لفظ اشہد یا اس کا ترجمہ کہ گواہی می دہم یا گواہی دیتا ہوں دکن شہادت قرار دیا ہے بغیر اس کے ہرگز شہادت محقق نہیں ہو سکتی خالی خبر ہوگی جو یہاں اصلاً قابل اعتناء نہیں، تمام کتب مذہب میں اس کی تصریح ہے، پر آریہ جلد دوم ص ۱۰۱ میں ہے:

ولا ید فی ذلک کلمۃ من العداۃ ولفظۃ الشہادۃ
فان لمریض کوا الشاہد لفظۃ الشہادۃ وقال
اعلموا ان یتقن لمرقبہل شہادۃ ۱۰
ان سب میں عدالت اور لفظ شہادت ضروری ہے
اگر گواہ نے لفظ شہادت نہ کہا اور میں جانتا ہوں یا
مجھے یقین ہے کہ شہادت مقبول نہ ہوگی۔ (ت)

اسی میں ہے،

اما لفظة الشهادة فلاق النصوص نطقاً
باشتراطها اذا امر فيها بهذه اللفظة
ولان فيها زيادة توكيد فان قوله اشهد
من الفاظ اليمين (كقوله اشهد بالله) فكانت
الامتناع عن الكذب بهذه اللفظة اشداً
لفظ الشهادة قرأ اس لئے کہ تمام نصوص نے اس کو شرط
کہا ہے کیونکہ شہادت کا حکم اسی لفظ سے بیان
ہوا ہے اور اس لئے کہ اس لفظ میں تاکید زیادہ
ہے کیونکہ شاہد کا اشہد کہنا، یہ قسم کے الفاظ
میں سے ہے (جیسے اشہد باللہ قسم ہے) لہذا
اس لفظ میں جبروت سے امتناع زیادہ قوی ہے (ت)

فتح الحقیقہ جلد ۱۰ صفحہ ۱۰۰ میں ہے :

وقد وقع الامر بلفظ الشهادة في قوله تعالى
واقيموا الشهادة لله وقوله عليه الصلوة
والسلام اذا رايت مثل الشمس فاشهد
فلزم لذلك لفظ الشهادة
ان الله تعالى ارشاد اقيموا الشهادة (شہادت قائم
کرو) اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد
اذا رايت مثل الشمس فاشهد (یعنی جب سورج
کے مثل دیکھ لے تو شہادت دے) تو اس سے لفظ

شہادت لازم ہوا کیونکہ یہاں لفظ شہادت سے حکم دیا گیا ہے۔ (ت)

فتاویٰ عالمگیری جلد ۳ صفحہ ۵۰ میں ہے :

واما ركنها فلفظ اشهد ببعض الخبر دون
القسم هكذا في التبيين
اسی طرح بحر الرائق جلد ہفتم ص ۶۱ میں ہے ، در مختار و رد المحتار و قرۃ العیون کی جہاں میں فتوے مولوی عطاء اللہ
صاحب میں گزریں اور خود تکیہ عبارات کی کیا حاجت جبکہ علماء نے قرآن عظیم ہی کا نص اس پر ذکر فرمایا ۔

(۳۴) صاحب افسر مال کا فرقہ ۲۵ میں اسس نامکن الجواب اقراض پر یہ اعتذار پیش کرنا کہ
فقہائے لفظ اشہد کی شرط تو ضرور نکافی مگر اس کی علت یہی ہے کہ اشہد میں معنی قسم میں تو معنی قسم جس
لفظ سے پورے کوئے جائیں شرط حاصل ہو جائے گی سخت عجیب ہے جس کی نظیر یہی ہو سکتی ہے کہ نماز

۱۵۵/۲	طبع یوسفی مکتبہ	کتاب الشہادۃ	لہ البدایۃ
۲۵۶/۶	مکتبہ زورید رضویہ سکس	کتاب الشہادات	لے فتح الحقیقہ
۲۵۰/۲	نورانی کتب خانہ پشاور	الباب الاول	لے فتاویٰ ہندیہ

کے لئے شرع میں ہست تو ضرور مقرر ہے جس میں قیام و رکوع و سجود و غیرہ ارکان ہیں مگر ان سب سے مقصود تعظیم الہی ہے تو وہ جس طرح حاصل ہو نماز ادا ہو جائے گی کچھ ان ارکان کی ضرورت نہیں، شہادت میں لفظ اشہد شرط نہیں بلکہ فقہائے اسے رکعت شہادت لکھا ہے جیسا کہ فقہین الحنفی و بکر الرائی و عالمگیریہ سے گزرا اور کوئی شے بغیر اپنے دکن کے تحقق نہیں ہو سکتی۔

(۲۵) سخت عجب یہ ہے کہ کتابی صاف تصریحیں کر رہی ہیں اور کوئی لفظ اس کے قائم مقام نہیں ہو سکتا، در مختار سے گزرا،

هذه الصلوة مفقودة في غيره فتعيب ^۱ یہ معنی اس کے غیر میں مفقود ہے تو یہ متعین ہے۔ (ت)
اسی طرح بکر الرائی جلد ۷ ص ۶۱ میں قرۃ العیون سے گزرا، لا یقوم غیرہا مقامہا (دوسرا اس کے قائم مقام نہیں ہو سکتا۔ ت)

بکر الرائی جلد ۷ ص ۶۸ میں ہے،

شرط لجسم انواعها لفظ اشہد بالعضایع تمام اقسام شہادت میں لفظ اشہد مضارع
فلا یقوم غیرہ مقامہ وقد مان لفظها ہے لہذا دوسرا لفظ اس کے قائم مقام نہیں
ہو سکتا جبکہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ یہی لفظ
رکن ہے۔ (ت)

پھر اس کا مطلب یہ ٹھہرانا کہ کچھ اس لفظ کی خصوصیت نہیں بالکل دی کورات سے تفسیر کرنا ہوگا۔
(۲۶) یہ بھی محض غلط ہے کہ اس کی علت معنی قسم ہے بلکہ معانی کثیرہ کا اجتماع جن میں سے ایک
معنی قسم بھی ہے، در مختار کی عبارت گزری،
تفتت معنی مشاہدۃ و قسم و اخبار
لحال ^۲ کہ مشاہدہ قسم اور حساب کے معنی کو متضمن
ہے۔ (ت)

فتح القدیر جلد ۱ صفحہ ۱۱ میں ہے :

۹۰/۲	مطبع مجتہائی دہلی	کتاب الشہادات	۱۔ در مختار
۵۶/۱	مطبع البابائی مصر	" "	۲۔ قرۃ العیون الاختیار
۶۲/۷	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	" "	۳۔ بکر الرائی
۹۰/۲	مطبع مجتہائی دہلی	" "	۴۔ در مختار

لفظة الشهادة اقوى في اقامة تاكيد متعلقها
من غيرها من الالفاظ كالعلم واليقين لما فيها
من اقتضاء معنى المشاهدة والمعاينة التي
من جملتها الحس اليه

شهادات كالفاظ اپنے متعلق کی تاکید میں دوسرے ہم معنی
الفاظ کی نسبت اقویٰ ہے جیسے کہ لفظ 'میں جانتا ہوں'
مجھے یقین ہے، کے مقابل میں، کیونکہ شہادت کا لفظ
مشاہدہ اور معاینہ جس کا مرجع جس ہے، کو چاہتا
ہے۔ (ت)

بکرم الگیری سے گزر اگر اشہد بمعنی خبر رکھ ہے۔ بمعنی قسم۔
(۲۷) یہ بھی ہرگز مسلم نہیں کہ کچھ لوگوں میں علت کے معنی پورے کرانے جاتے ہیں کہیں یہ کھلایا جاتا ہے پچ
کھوں گا خدا میری مدد کرے کہیں یوں کہ خدا کو حاضر ناظر جان کر پچ کہوں گا ان الفاظ کو عین سے کچھ تعلق نہیں
اور اگر وہی لفظ کھلوا سے جائیں جو صاحب افسر مال نے لکھے کہ خدا کی قسم میں پچ کہوں گا تو یہ عین منعقدہ ہوئی
یعنی آئندہ کی نسبت جس کے خلاف کرنے پر پندرہ سیر گیوں یا تین روزوں میں کام نکل سکتا ہے بخلاف
اشہد کہ اس میں عین غموس ہے کہ سلطنت ہفت اقلیم یا لاکھ روزے بھی اس کا کفارہ نہیں ہو سکتے
تو اس میں اس کے معنی کا ادا ہو جانا کیونکر ممکن۔

(۲۸) دوسرا لفظ صاحب افسر مال نے یہ لکھا کہ خدا کو حاضر ناظر سمجھ کر شہادت دینا گایہ بھی ایک
وعدہ ہے جو کسی اشہد کے معنی پورے نہیں کر سکتا، طار قصر یہ فرماتے ہیں کہ شہادت بلفظ مضاعف
بمعنی حال لازم ہے درختار سے ابھی گزرا و اخبار للحال (حال کی خبر دینا ہے۔ ت) رہا المختار
ج ۲ ص ۵۷۳ میں ہے،

فلو قال شهدت لایجز لان الماضي مرفوع
للاخبار عما وقع فیکون غیر مخصیص فی
الحال یہ

اگر اس نے شہادت "بلفظ ماضی" کہا تو ناجائز
ہے کیونکہ ماضی گزشتہ واقعہ کی خبر کے لئے وضع
کیا گیا ہے تو یہ ماضی 'حال کی خبر دینا' (ت)

جب صیغہ ماضی معتبر نہ ہو جو عین میں مثل صیغہ حال ہے حلفت باللہ اور احلف باللہ کا ایک
ہی حکم ہے تو شہادت دوں گا صیغہ استقبال کیا حیثیت رکھتا ہے جس کا حاصل یہ ہو گا کہ یہ قسم کھاؤں گا

۴۵۶/۶	المکتبة النورية الرضوية سکر	کتاب الشهادات	۱۷ فتح القدر
۹/۲	مطبع مجتبائی دہلی	"	۱۷ در مختار
۳۷۰/۴	دار احیاء التراث العربی بیروت	"	۱۷ رد المختار

کیا اس کھنے سے قسم ہو جاتی ہے یا جھوٹ سے باز رہ سکتا ہے۔^{۳۶۳}

(۳۹) اور اصل حقیقت امر یہ ہے کہ تعین لفظ اشہد میں جو علتیں توجہ میں بیان میں آئیں از قبیل نکات و لطائف ہیں وہ ایک حکم تعبدی ہے یعنی شرع مطہر نے خاص اسی لفظ کو معین فرمایا لہذا اب اسی سے تمجاز جاتا نہیں۔ رد المحتار جلد ۳ ص ۵۷۳ و بجز الراقی جلد ۳ ص ۶۰-۶۱ میں ہے۔

اقتضیٰ علیہ اتباعا لکما شہد ولا یخلو عن معنی التعبد اذ لم ینقل عن غیر ینقل

اس نے اس پر اقتضای کیا، منقول و ماثور کی پیروی کرتے ہوئے جبکہ یہ تعبد کے معنی سے خالی نہیں، اور اس کا غیر منقولی نہیں۔ (ت)

تو اس کی علت کا کش کرنا اور اس کا دوسری جگہ اجرا چاہنا سرے سے باطل ہو گیا، ان تقریرات سے آفتاب کی طرح روشن ہو کر ہندی کچھریوں میں جہاں لفظ اشہد نہیں کہلاتے اور ان کے معنی الفاظ مذکورہ یا ان کے اشل سے حلف لیتے ہیں وہ نہ ہمارا اصول شرع سے مطابقت نہیں کما سکتا۔ ہشتی اگر اپنی ضد سے مکمل ہو سکتی ہو کہ ان کی اگر بات سے تکمیل ہو سکتی ہو تو ان الفاظ میں اصول شرع کو محل سمجھیں، انگریزی و ہندی کچھریوں میں مثبت کلمے ہوتے دعوے اگر شرعاً غیر مثبت ٹھہریں تو کیا استعمال ہے بلکہ اصول شرع کے اتباع نہ کرنے سے شرعاً ان کا غیر مثبت ہونا خود ہی لازم، نہ یہ کہ ان کو مثبت بنانے کے لئے اصول شرع تبدیل کر دیئے جائیں یہاں کی کچھریوں میں کفار کی گواہیاں مسلمانوں پر عموماً سُننی جاتی ہیں اور ان پر فیصلے ہوتے ہیں اور وہ دعوے مثبت ٹھہرائے جاتے ہیں اسے کون سے اصول شرع سے تطبیق دی جائے گی حالانکہ رب العزت جل و علا فرماتا ہے،

لن یجعل اللہ للکفرین علی المؤمنین سبیلاً ۱۰

نحوہ صاحب افسر عالی اپنے اسی فیصلہ فقرہ ۱۳ میں فرماتے ہیں: قبضہ کی بابت ریلا رام پیشکار اور قلام حیدر خاں پیشکار کی شہادت شامل مسل ہے اور ان کی شہادت سے قیامت ہے کہ قبضہ رہا پس دو معزز اہلکاروں کی شہادت معتبر شہادت ہے ہمارا فرض ہے کہ اس کو قبول کریں اور یقین کے ساتھ قبول کریں حالانکہ شرع مطہر اسے حرام بتاتی ہے فاسق کی نسبت قرار شاد ہوا،

یا ایہا الذین آمنوا ات جادکم فاسق بنیاً فتبینوا ان تصیبوا قلوبہا

بجھالۃ فتصیبوا علی ما فعلتم ندامت میں نہ ہو۔
 ذکر کفار و العیاذ باللہ العزیز العفار۔

(۴۰) صاحب افسر مال فقرہ ۷ میں اس شہادت مدعیان کو متر از حقیقی بندتے ہیں کہ یہ شہادت
 قوت تک پہنچ چکی ہے جس کے خلاف ہونے کا احتمال نہیں اور عجب یہ کہ مدعیوں کے تیس گواہ کے معتدل
 مدعا علیہ کے پینتالیس گواہوں کو لفظ "پندرہ" سے تعبیر فرماتے ہیں جس کی انتہا تو تک ہے یہ محل جرح کہ
 وہ یا اجیر ہیں یا اس فریق کے جتھے والے ہر طرف کے گواہوں پر ہو سکتی ہے جو ان میں معزز ہوتے ان پر طغرائے
 اور باقیوں کو اجورہ داری کا الزام لگا دینا کیا دشوار ہے، ان الزامات کی راہ تو شرعاً مطہرے گواہوں میں داخل
 ہونے کی شرط لگا کر بند فرمائی تھی جب یہ شرط اٹھ گئی بلکہ گواہ کے مسلمان ہونے کی بھی قید نہ رہی تو ہر گز الزام
 آسان ہے جس میں دونوں فریق کی حالت یکساں ہے بلکہ اس نوٹ کی بناء پر جو صاحب افسر مال نے
 اپنے آخر فیصلہ میں دیا جس میں مدعیوں کو اخلاقاً و عادتاً مدعا علیہ سے بہت بہتر بتایا اور مدعا علیہ کو چالباز
 کمینہ عادت کا آدمی شریر و غیر با افعال ضعیف سے یاد فرمایا احتمال طغرائے گواہان مدعیان کی طرف زیادہ
 قائم ہوتا ہے ظاہر ہے کہ خوش اخلاق و نیکو سیر آدمی کا اجتماع بھاری ہوتا ہے مکار شریر چالباز سے لوگ
 نفرت کرتے ہیں اگرچہ لطافت علی صاحب تحصیلدار نے جو تحقیقات موقع لکھی وہ اس کا عکس ظاہر کرتے ہیں
 اور معزز خاندان چشتیان کہ مدعیوں سے نفرت بناتے ہیں ہر حال یہ زائد و خارج از بحث باتیں ہیں، کلام
 اس میں ہے کہ وہ قوتاً جس میں خلاف کا احتمال بھی نہ رہے اس کے یہ معنی نہیں جس میں فریقین کے انتخاب
 کو کوئی دخل ہو ہر فریق اپنی مرضی کے گواہ چھانٹ چھانٹ کر اسم نویسی کرے یہ تیس بتائے وہ پینتالیس لے آئے
 بلکہ قوتاً کے یہ معنی ہیں کہ وہاں کے تمام لوگ چھوٹے بڑے عالم جاہل سب اس امر سے واقف ہوں کہ عام
 لوگ یک زبان و متفق اللسان ایک ہی بات کہیں۔ خاؤی عالمگیری جلد ۲ ص ۱۵۶ میں اس کے معنی
 یہ لکھے ہیں کہ :

ان تاتی العاۃ و تشہد بذلک فیؤخذ
 بشہادۃ ہم کذا فی الذخیرۃ
 اگر عام لوگ یہی بات کہیں اور یہی شہادت دیں
 تو یہ شہادت قبول کرنی جائے گی، جیسا کہ ذخیرہ
 میں ہے۔ (ت)

نیز اسی کے صفحہ ۵۳ پر اس کی تشریح یوں فرمائی :

کونہ ظاہر استغنیاء عرفہ کل صغیر و
کبیر و کل عالم و جاہل کذا فی الذخیرۃ .
اس کے ظاہر استغنیاء ہونے کی وجہ سے کہ اس کو
ہر شے اچھوٹا ، عالم اور جاہل جانتا ہے جیسا کہ
ذخیرہ میں ہے ۔ (ت)

ظاہر ہے کہ یہاں ایسا نہیں فرست گواہان کے ملاحظہ سے ظاہر ہے کہ ایک ہی خاندان کے لوگ مدعی کے
گواہ ہیں کچھ لوگ مدعا علیہ کے ایک ہی بستی کے کچھ لوگ دوسرے قصبہ میں کچھ لوگ اُدھر کے ، ایک بھائی اُدھر کا
گواہ ہے تو دوسرا حقیقی بھائی دوسری طرف کا ۔ بھانجا مدعیوں کا گواہ ہے تو ناموں مدعا علیہ کا ۔ تو اترا حقیقی کی
صورت ہوتی تو معاملہ بدیہیات سے ہو جاتا کہ متواترات اقسام بدیہی سے ہیں اور بدیہی پر دلیل قائم کرنا
بے معنی ، تو صاحب انفرمالی کو اپنے فیصلہ میں نمبر ابتائی کے علاوہ کہ متعلق واقعات ہیں انکیس نمبر بحث کے
کیزی لکھنے پر تھے یا اُدھر تو اترا ہو جاتا تو ہم کو ۳۱ کے مقابل ۲ نمبر لکھنے کی کیا ضرورت ہوتی ۔ برازیہ اور قرۃ العیون
ج ۲ ص ۶۰۰ میں ہے ۔

فی المحيط ان تواتر عند الناس و علم الكل
یقضی بغير اخ ذمت لانه يلزم تكذيب الثابت
بالضرورة والضروریات محال علی خلافها
پرفوری معلوم شدہ کہ تکذیب لازم آئے گی جبکہ ضروری بدیہی امر میں شک کا دخل نہیں ہو سکتا ۔ (ت)

(۴۱) اگر ۲۰ گواہ ہونے کے سبب شہادت مدعی ہی متواتر ہو گئی تو شہادت مدعا علیہ بدرجہ اولیٰ
متواتر ہوگی کہ اس کے ۵ گواہ ہیں اور اب وہ اعتراض جو ثلثوں اور مجز نے فقرہ ۲۲ میں اس پر کیا
کہ وہ شہادت نفی ہے اور نفی پر شہادت مقبول نہیں باطل ہو جائے گا کہ شہادت جب متواتر ہو قیضاً مقبول
ہے اگر نفی پر ہو ۔ فتاویٰ ظہیریہ و فتاویٰ برازیہ و الاشباہ والنظائر صفحہ ۲۱۳ میں ہے ، تقبل بینة النفی
المستواتر نفی پر متواترات کہ بطور دلیل قبول کیا جائیگا ۔ (ت) در مختار جلد ۲ ص ۶۰۰ میں ہے ،

شهادة النفی المستواتر مقبولة

لہ فتاویٰ ہندیہ کتاب الشہادات ابواب التاسع نورانی محبت خانہ پشاور ۵۱۵/۲

ملک قرۃ العیون الاخبار کتاب الشہادة باب القبول و عدم مصطفیٰ ابائی مصر ۱۴۱/۱

ملک الاشباہ والنظائر بکوالہ ظہیریہ و برازیہ النفی اثباتی کتاب المقاضات والشہادة ادارة القرآن کراچی ۲۵۲/۱

ملک در مختار کتاب الشہادات باب الفضول و عدم مطبع مجتہبی دہلی ۹۸/۲

(۴۲) بحمد اللہ تعالیٰ آفتاب سے زیادہ روشن ہو کہ ثالثوں نے جتنی سندوں پر بنائے فیصلہ رکھی سب محض ناکارہ و بے اعتبار ہیں، روئے داد مسل بدعیوں کا نسب اصل ثابت نہیں کرتی سخت محل افسوس یہ ہے کہ ثالث صاحبوں نے خود یہ سمجھ لیا تھا کہ مسل کے موجودہ کاغذات و شہادات ناکافی ہیں اور بے تحقیقا مزید کے حقیقت معاملہ سمجھ میں نہیں آ سکتی ملاحظہ ہو رپورٹ ثالثان کاغذات ۲ گزارش ہے کہ سولے تحقیقات جدید کے مظہر ان فیصلہ نہیں کر سکتے ہیں یہاں ثالثوں نے روئے داد مسل پر فیصلہ کرنے سے صاف صاف استعفا دے دیا یا باوصف اس کے بلا تحقیق جدید فیصلہ کیا اس سے زیادہ عجیب تر یہ ہے کہ صاحب افسر مال خود موقع پر تحقیقات کے لئے تشریف لے گئے اور علاقہ کے تمام سرکردہ اشخاص اور پشتیوں کو طلب کیا مگر بے تحقیقات جدید کہ اسی کی شرعاً ضرورت تھی معاملہ پر بنائے روئے داد ناکافی مسل سپرد ثالثان کراویا۔ دیکھو فیصلہ افسر مال فقرہ ۲۷، میں نہیں کہتا کہ بدعیوں کا ادلاء پیر صدر الدین نہ ہونا ثابت ہے غیب کا علم اللہ عزوجل کہے ہاں یہ ضرور کہتا ہوں کہ ان کا ادلاء پیر صدر الدین ہونا ثابت نہیں تمام کاغذات و شہادات موجودہ مسل ان کا نسب ثابت کرنے میں عاجز و قاصر ہیں ان کا دعویٰ نامسموع ہونے کے لئے ثبوت عدم و دکار نہیں عدم ثبوت کافی ہے اور وہ بلا شبہ حاصل، لہذا دعویٰ مدعیان باطل یہاں اور ابحاث فقہیہ بھی باقی ہیں مگر جس قدر گزارش ہوا ذی انصاف قبیح شرع کے لئے اس قدر بہت ہے وہاں التوفیق، ذات سبحتہ و تعالیٰ اعلم۔

۹۵۱ھ از دولت پور ضلع بلند شہر مسلہ رئیس بشیر محمد خان صاحب ۱۳۲۹ھ شعبان

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ دو شخصوں میں زہد ہر کا جھگڑا ہے ان دونوں شخصوں نے اہل اسلام کے دو شخصوں کو پٹخ اور ایک کو سرخ اس جھگڑے کے فیصلے کے واسطے باقاعدہ بنادیا، پنچان و سرپنچ صاحب نے بالاتفاق اپنی اور نیز اپنی جماعت کثیر اہل اسلام پابند صوم و صلوات سے ایک فیصلہ تجویز کر دیا، فیصلہ سنانے کے قبل پنچان و سرپنچ و نیز دیگر شریک راستے اہل اسلام نے ہر دو فریق کو کہ جن کی جانب سے پٹخ و سرپنچ بنائے گئے تھے یہ تجویز سنادی کہ جو فیصلہ ہم دو فریق کو سنادی گئے وہ تم دونوں کو بخوشی خاطر قبول و منظور ہو گیا نہیں، اور اس فیصلہ میں خواہ کسی فریق کا کیسا ہی نقصان کثیر ہو وہ برداشت کرنا ہوگا ہر دو فریق نے نہایت رضامندی سے اس تجویز کو قبول اور منظور کیا اس کے بعد پنچان و سرپنچ صاحب نے باواز بلند مجمع کثیر میں اس فیصلہ کو جو باہم زامی تھا ستایا ایک فرقہ نے اس کو منظور کر لیا اور ایک فرقہ نے اس کو نامنظور کیا، اب جس فرقہ نے اس کو نامنظور کیا تو از روئے شرعاً شریعت کے اس معاہدہ کی تکمیل جو بروقت فیصلہ سنانے کے ہر دو فریق سے منظور کرائی گئی اس پر عمل کرنا چاہئے یا نہیں؟

(۲) دو شخصوں میں تبادلہ جائیداد پر جھگڑا تھا ان دونوں شخصوں نے اس کے فیصلہ کے واسطے دو پنچان

ایک سرپنچ بنائے، پینچ و سرپنچ صاحبان نے دونوں شخصوں سے چار چار ہزار روپیہ جعہ کرایا اور ایک جماعت کثیر اہل اسلام کے روبرو حلف شرعی و خدا و رسول کو درمیان و کلام مجید درمیان کر کے یہ وعدہ ہر دو شخصوں سے کرایا کہ جو تم دونوں شخصوں میں سے ہمارا فیصلہ کیا ہو انہما نے گاہم اس کا روپیہ ضرور دوسرے کو دے دیں گے ان دونوں شخصوں نے جی کی جائداد کا جھگڑا تھا اس بات کو قبول و منظور کر لیا اور پختہ حمد و سپان شرعی کے ساتھ یہ کہہ دیا کہ اگر ہم میں سے جو کوئی فیصلہ کئے ہوئے کو نہ مانے اس کا روپیہ آپ دوسرے کو دیتا، ہم کو یہ بات قبول و منظور ہے، اب پتھان و سرپنچ صاحبان نے اپنا فیصلہ کیا ہوا دونوں شخصوں کو سنایا، ایک نے منظور کر لیا اور ایک نے نہیں منظور کیا، جس نے کو نہیں منظور کیا اس کا روپیہ حسب وعدہ نیز پینچ یا سرپنچ صاحبان کے دوسرے کو دینا جائز ہے یا نہیں؟

(۳) اگر کسی شخص کو پینچ یا سرپنچ کسی فیصلہ کے لئے بنایا جائے تو وہ صرف یک طرفی شہادت و ثبوت خفیہ پر اپنی تجویز کر سکتا ہے یا نہیں اور ایسی تجویز جائز ہے یا نہیں؟
(۴) اگر پینچ سرپنچ نے ایک فریق سے جو جلع ناما جائز کے سارو اتفاق کر کے فریق دوم کے خلاف فیصلہ دیا ہو تو ایسے شخصوں کا فیصلہ کیا ہوا اذروئے شرع جائز ہو گا یا ناجائز؟
(۵) اگر کوئی شخص قرآن مجید یا حدیث میں لے کر قسم کھائے اور پھر اس قسم کے خلاف کرے تو ایسا شخص قابل قاضی و حاکم بنانے کے ہے یا نہیں اور اس کا فیصلہ مانا جاسکتا ہے یا نہیں؟
(۶) حاکم و قاضی کو شہادت لینا باقاعدہ ضرور ہے یا نہیں یا صرف اس کا ذاتی علم فیصلہ کرنے کے واسطے جائز ہے یا ناجائز؟

(۷) اذروئے شرع شریف کے رشوت لینا کیسا گناہ ہے اور رشوت لینے والا حاکم و قاضی و شاہد معتبر ہے یا غیر معتبر، اس کا فیصلہ کیا ہوا قابل تسلیم ہے یا نہیں؟

الجواب

(۱) اگر فیصلہ مطابق شرع ہو ہر فریق کو ماننا لازم ہے اور باطل و خلاف شرع ہو تو کسی پر اس کی پابندی نہیں،

قال الله تعالى انت الحكم الا الله - الله تعالى لا ريب له، حكم صرف الله تعالى
لا سبہ (ت)

اور ماننے نہ ماننے پر کوئی خاص معاہدہ کر لیا ہو تو اس کی پابندی ضروری نہیں کہ ایک عملی شرط ہے کوئی عقد شرعی نہیں۔

شرط اللہ احق و اوثق قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔
اللہ تعالیٰ کی شرط کردہ زیادہ پختہ اور قوی حق ہے
یہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

(۲) وہ شرط حرام باطل تھی اور وہ روپیہ ہر ایک کو اس کا واپس دینا فرض اور دوسرے کو دینا حرام۔

قال اللہ تعالیٰ لا تأکلوا اموالکم بيسئلكم
بالباطل تے واللہ تعالیٰ اعلم۔
اللہ تعالیٰ نے فرمایا آپس میں ایک دوسرے کے مالی کو باطل طور پر مت کھاؤ۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

(۳) شہادت شرعی میں موت مدعی سے لی جاتی ہے مدعا علیہ سے گواہ لینا کچھ ضرور نہیں اور گواہان قبولی شرعی کے ساتھ اگر کسی خفیہ تحقیقات سے اطمینان کر لیا تو اس میں بھی عرج نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں،

البينة على المدعى واليمين على من انكره
سواء الدارقطني والبيهقي وابن عساكر
عن عبد الله بن عمر رضى الله تعالى عنهما
قال النودى سند البهقي حسن وصحيح۔
گواہی مدعی کے ذمہ اور قسم منکر پر ہے۔ اس کو دارقطنی، بیہقی اور ابن عساكر نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے۔ امام نووی نے فرمایا: بیہقی کی سند حسن اور صحیح ہے۔ (ت)

اگر حاکم نے غیوت شرع ناجائز بے ضابطہ کارروائی کی تو وہ جس حد کی ناجائز ہوگی اس کے قابل اس پر حکم ہوگا سائل نے کوئی تفصیل نہ بیان کی کہ صورت خاصہ کا حکم دیا جاتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم
(۴) انہار سائل سے معلوم ہوا کہ طبع ناجائز سے مراد کچھ نے کر فیصلہ دینا ہے ایسا فیصلہ مطلقاً رد ہے۔

صحیح البخاری کتاب الشروط باب الشروط فی الزواجر قیومی کتب خانہ کراچی ۳۷۷/۱
سنن القرآن الکریم ۱۸۸/۲

صحیح البخاری کتاب الزمان ۲۳۲/۱ و جامع الترمذی ابواب الاحکام ۱۶۰/۱ و سنن الدارقطنی ۲۱۸/۲
سنن الکبریٰ للبیہقی کتاب الدعوی والبیعات دار الفکر بیروت ۲۵۲/۱

و بعد اعتبار ہے۔ فتاویٰ امام قاضی خاں میں ہے :

اجمعوا انہ اذا ارتقی لا ینفذ قضاءہ فیما ارتقی لہ واللہ تعالیٰ اعلم۔
فتاویٰ نے اجازت کیا ہے کہ قاضی نے جس فیصلہ میں رشوت

لی ہے وہ فیصلہ نافذ نہ ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔
(۵) حلف کا حکم جواب سوال چہرہ میں گزرا، اگر شرعاً اس قسم کا خلاف اسے کرنا چاہئے تھا تو اس پر کچھ الزام نہیں اور وہ حاکم و قاضی بنائے جانے میں خلل نہیں اور اگر ناجائز تھا تو ایسے گرفتاری حاکم نہ بنایا جائے اور اگر بنایا گیا تو اس کا فیصلہ اس پر بھی مانا جائے گا اگر مطابق شرع ہو، فتح القدر میں ہے :

ان الفسق لا یوجب العزل فلولایۃ قائمۃ وقضائہ بحق قلم لا ینفذ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔
قاضی کا فسق موجب عزل نہیں تو اس کی ولایت قائم اور فیصلہ حق ہے تو کیونکر نافذ نہ ہوگا واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۶) فتویٰ اس پر ہے کہ قاضی و حاکم کا ذاتی علم فیصلہ کے واسطے کافی نہیں، نہ اسے اس پر فیصلہ دینا جائز، اشتباہ میں ہے :

الفتویٰ علی حد مر العمل بعدہ لقاضی فی زمانہ میں آج فتویٰ یہ ہے کہ قاضی کے علم پر عملی فیصلہ پر عمل جائز نہیں ہے جیسا کہ جامع الفصولین میں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔
فتاویٰ نے اس پر عمل جائز نہیں ہے جیسا کہ جامع الفصولین میں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۷) رشوت لینا مطلقاً گناہ کبیرہ ہے لینے والا حرام الخوار ہے مستحق سخت عذاب نار ہے، دینا اگر مجبوری اپنے اوپر سے دفع ظلم کو ہو تو حرج نہیں اور اپنا آقا و مرل کرنے کو ہو تو حرام ہے اور لینے دینے والا وہ دونوں جہنمی ہیں اور دوسرے کا حق دبانے یا اور کسی طرح ظلم کرنے کے لئے دسہ تو سخت قرعہ حرام اور مستحق شدہ غضب و انتقام ہے :

فی وصایا الہندیۃ عن فتاویٰ اکامہا ہرندیہ کے وصایا میں امام قاضی خاں کے فتاویٰ سے قاضی خاں است بذل المال لاستخراج منقول ہے کہ دوسرے پر اپنے حق کو حاصل کرنے کے لئے

سہ فتاویٰ قاضی خان کتاب الدعوی والبیانات ڈکشنری لکھنؤ ۳/۴۶۰
سہ فتح القدر کتاب ادب القاضی المکتبۃ النوریۃ الرضویہ سکھر ۶/۲۵۸
سہ الاشتباہ والنظار الفہم الثانی کتاب القضاء والشہادت ادارۃ القرآن کراچی ۱/۳۵۳

حق له على آخر رشوة وان بذل لدفع
الطمع عن نفسه وماله لا يكون رشوة الله
والسألة تحتاج الى زيادة تقير وتحرير
وتنقيح وتنقيح لا تنفع له الآن وبالله
التوفيق۔

مال خرچ کرے تو ثروت ہے اور اگر اپنے پر
ہونے والے ظلم یا اپنے مال پر ناجائز و حسل کو
ختم کرنے کے لئے مال خرچ کرے تو یہ رشوت
نہ ہوگی اور یہ مسئلہ تقریر، چھان بین،
تفتیش اور تحقیق کو چاہتا ہے جس کی فی الحال فرصت
نہیں، وبالله التوفيق (ت)

رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم فرماتے ہیں،
لعن الله الراشي والمرشئي والرائش الذي
يسئلي بينهما۔ رواه الامام احمد عن
ثوبان رضي الله تعالى عنه۔

اللہ کی لعنت رشوت دینے والے اور لینے والے
اور ان کے دلال پر۔ اسے امام احمد رحمہ اللہ
نے ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا (ت)

قاضی و شاعر کا مسئلہ جواب ششم و ہفتم میں گزرا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۰۲۔ ازراپور چمک سید علی خاں مرسلہ محمد ایاز صاحب ٹھیکہ دار ۱۳۲۹
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے دعویٰ زر قرضہ اپنے کاہنم بکر دائر کیا حاکم
نے ڈگری زر قرضہ ہنام بکر صادر فرمایا مگر اپنی تجویز میں قسط بندی کر دی، دریافت طلب یہ امر ہے کہ شرعاً
حاکم کو بدون رضا مندی مدعی اختیار قسط بندی کا حاصل ہے یا نہیں؟

الجواب

حاکم کو نہ ہرگز اپنی طرف سے قسط بندی بے رضا مندی مدعی کر دینے کا اختیار نہ اس کی اس
قسط بندی کا کوئی اعتبار، بلکہ وہ ایک لغویات محض ناقابل التفات ہے، حاکم کا فرض ہے کہ جب
دعویٰ اس کے نزدیک ثابت ہو جائے فوراً مطابق دعویٰ حکم دے اگر تاخیر کرے گا فاسق و معزول
و مستحق تعزیر ہوگا،

الاولیٰ لرجاء الصلح بین الاقارب
الثانیۃ اذا استعمل المدعی کسباً
مصلحت دینا اقارب میں صلح ہے یا مدعی جب
اس کا اظہار کرے، جیسا کہ الاشباہ
سلفہ فتاویٰ ہندیہ کتاب الوصایا الباب الخامس فی الوصی الخ فورانی مکتب خانہ پشاور ۱۵۰/۶
سلفہ مسند امام احمد ترجمہ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ دار الفکر بیروت ۲۶۹/۵

۴۱۔ فی الاشباہ ولا حاجة الى استثناء ثالثه
 ذکرها وهو ما اذا كان عنده فيه ريبه لان
 الكلام اذا ثبت الامر۔

میں ہے اور تفسیر سے کہ استثناء کی حاجت
 نہیں ہے اور وہ یہ کہ جب قاضی کو اس میں شک
 ہو، کیونکہ یہ کلام اس صورت میں ہے جب قاضی

کے ہاں معاملہ ثابت ہو جائے، (ت)

ذکرِ خلافتِ دعوتی اپنی طرف سے کوئی بات بڑھا دے۔ غزالیوں میں ہے،

یجب علی القاضی الحکم بمقتضی الدعوی
عند قیام البینة علی سبیل الغور فلو اخر
اشم و یعزل و یعزر كما فی جامع الفصولین

قسط بندی ایک قسم اہل ہے اور اہل حق دیری ہے۔ ہادیہ و غانیہ و اشباہ و غیرہ میں ہے۔

الاجل حق المديون فله ان يسقطه بكتة

کرنے کا حق ہے۔ (ت)

تقریر مدیون کے لئے ایک ایسے حق کا اثبات کرنا ہے جس کا کوئی ثبوت نہ تھا، نہ جینہ نہ اقرار نہ نکول، تو بلا ثبوت اثبات محض باطل و نامقبول۔ خانیہ و اسٹیم و تحریہ و غیرہ میں ہے :

القاضی لایقنی الابالعبۃ وہی البینۃ
او الاقرار والنکول یکہ

طرز یہ کہ ثبوت درکنار خود دیون جس کے لئے محکم نے یہ حق ثابت کرنا چاہا اس حق کا اپنے لئے مدعی نہ تھا بلکہ عاقلانہ نے کہا تھا کہ یہ مطالبہ مجھ پر قسط بندی سے واجب ہے اور ظاہر ہے کہ دعویٰ شرط قضا ہے بلا دعویٰ خود قضا کر بیٹھنے کا حاکم کو کیا اختیار ہے اور اگر مراد انشاء تجیم ہو یعنی دین تو مومل با قسطانہ قضا کر میں اس کی قسط بندی کرتا ہوں تو یہ منصب قضا سے محض بیگانہ ایک مشورہ ہے جس کا قبول کرنا کسی پر واجب نہیں نہ اسے پاس مال پر کچھ اختیار ہے نہ یہ کہ جبر پہنچتا ہے کمال تو تیرا واجب ہے مگر ابھی نہ لے، غایت

سنة الإنباء والنظار الغن الثاني كتاب العتاة والشاة
ادارة القرآن كراچی ۳۶۰/۱

سے غزیریں البصار مع الاشياء والتظار والحق الثانی ~ ~ ~ ~ ~ ۳۶/۱

سنة الاستيلاء والنقل في كتب المداينات ~ ~ ~ ٢٨٨

٢٣٥/١ ~ ~ ~ كتاب القضاة والشهادات

یہ کہ دیون کو بزرگم خود کم استقامت سمجھا ہو مگر یہ سمجھ بھی محض ہے اصل ہے کہ بیان سائل سے معلوم ہوا کہ یہ دین ایک عقد بیع کا ٹکس تھا اور ایسی حالت میں اسے بلا ہینہ ناقابل ادا مان لینا صحیح نہیں۔ خانیہ و ہندیہ وغیرہ جہاں ہے ان کا ان الدین واجباتہ لا عما هو مال کا القرض و ثمن المبيع القول قول مدعی اليسار مسودی ذلک عن ابی حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ و علیہ الفتوی لان قدرته کانت ثابتة بالمبدل فلا یقبل قوله فی زوالی تلافی القدرة۔

یہ کہ دیون کو بزرگم خود کم استقامت سمجھا ہو مگر یہ سمجھ بھی محض ہے اصل ہے کہ بیان سائل سے معلوم ہوا کہ یہ دین ایک عقد بیع کا ٹکس تھا اور ایسی حالت میں اسے بلا ہینہ ناقابل ادا مان لینا صحیح نہیں۔ خانیہ و ہندیہ وغیرہ جہاں ہے ان کا ان الدین واجباتہ لا عما هو مال کا القرض و ثمن المبيع القول قول مدعی اليسار مسودی ذلک عن ابی حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ و علیہ الفتوی لان قدرته کانت ثابتة بالمبدل فلا یقبل قوله فی زوالی تلافی القدرة۔

اس النشأے تا جیل کا حاصل اگر دائن کو منع کرنا ہے تو یکشت اپنا دین نہ لے تو یہ حرج مکلف پر عہد و جہ شرعی ہے اور وہ باطل ہے اور اگر اس کا حاصل دیون سے یہ کہنا ہے کہ تو مثلاً مہینہ دیکھے اتنا ادا کیا کر تو اسیا دائن غور کے تو تا جیل نہ ہوگی اور جس وقت چاہے یکشت لے سکے گا نہ کہ غیر دائن جسے دین سے کوئی تعلق نہیں پر اسے دین کو موجد کر دے۔ اسباب میں ہے۔

قال الدائن للمديون اذهب وامطني كل ۲۳ اگر وصول کرنے والا دیون سے کہے کہ جا ماہانہ اتنی شہر کڈا فلیس بتا جیل کا نہ احرار بالاعطاد۔ قسط دے دیا کر، قریہ ہست کا بیان نہیں ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۰۳ از شہر بریلی محلہ روہیلے کولہ مسئلہ جناب حکم امجازہ ولی خاں صاحب زید مجددی ار رمضان ۱۳۲۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید بنام بکر بابت غلہ قیمتی بیسے بایں دعویٰ دے کہ میرا غلہ ناجائز طور پر لے لیا ہے دلیا جاتے، بکو کو لینے غلہ سے اقبال ہے مگر وہ کہتا ہے کہ میرا قرضہ بذمہ زید چاہئے تھا میں نے یہ غلہ قیمتی بیسے مذکورہ بالا اپنے قرضہ میں لیا ہے اس قسم کا بیان بکر انکار دعویٰ مدعی ہے یا نہیں اور زید ثبوت نہ پیش کر کے خواستگار حلف بکر سے نہ بکر پر شرعاً حلف متوجہ ہوتا ہے یا نہیں؟ بیتنوا بالکتاب و توجروا یوم الحساب (کتاب یعنی قرآن کریم

سے بیان کیجئے روز حساب اجر دے جاؤ گے۔ (ت)

الجواب

صورت مستفردہ میں بکرو دعویٰ زید یعنی غلے لینے کا مقرر اور اپنے قرضہ کا مدعی ہے یہاں زید کے ذمہ کوئی ثبوت دینا رہا نہ بکرو حلف آسکتا ہے،

لأنه مقر ومصدق وكلاهما لا حلف عليهما والله تعالى اعلم وعلمه جل مجدته اتم واحكم۔
کیونکہ یہ اقرار کرنے یا دعویٰ کرنے والا ہے جبکہ ان دونوں پر قسم نہیں ہے واللہ تعالیٰ اعلم و علمه جل مجدته اتم واحکم۔ (ت)

مسئلہ ۱۰۴ از قصبہ شاہ آباد ضلع ریاست رامپور مرسلہ قمر علی خاں عرف چند خاں ۱۸ ربیع الاول ۱۳۳۳

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس صورت میں کہ زید و عمرو و جبر نے چند دیہات سرکاری اجارہ پر لئے بعد کو باہم شرکار میں تقسیم دیہات آپس میں ہو گئی جس کے حصہ میں جو دیہہ آیا وہ اس کی اسے جمع سرکاری کا ذمہ دار رہا اقرار نامہ تقسیم لکھ کر تصدیق ہو گئی، اس اقرار نامہ میں زید نے یہ لکھا کہ میں ایک ہزار روپے کی قرضہ یعنی توفیر کے بکر کو با قسط ادا کر دے گا، اب بکر اس ایک ہزار روپے کا دعویدار ہے، زید عذر کرتا ہے کہ ایک رقم تبسم کا مجھ سے اقرار کر لیا ہے ہر شخص اپنے حصہ کے دیہات پر قابض ہے، یہ ہزار مجھ پر کیسے چاہئیں جو دیہات مدعی کے لئے نامزد ہوئے وہ قبضہ مدعی میں بعد تقسیم میرے قبضہ میں نہ آئے نہ ان کی توفیر مجھے ملے ان کی توفیر بکر مدعی پاتا ہے لہذا زید توفیر بذمہ مدعا علیہ کیسے چاہئے، دریافت طلب یہ امر ہے کہ شرعاً ایسا اقرار مقرر لازم الوفا ہے یا نہیں؟ نقل اقرار نامہ ہر شے سوال ہے۔

الجواب

ملاحظہ اقرار نامہ بیان سائل سے واضح ہوا کہ یہ دیہات ریاست سے ان تین شخصوں نے مستاجرانہ لئے تھے ریاست نے زر منافع ۵ اہزار پیشگی ای سے لیا اس میں سے قریب نصف زید نے دیا اور بکرو نے کہ ہندو ہے کچھ نہ دیا مگر ریاست زر مستاجری پر ضمانت لیتی ہے یہ کفالت تنہا جائیداد بکر سے ہوئی لہذا اسے شریک کیا گیا وقت تقسیم ۸ روپے کا حصہ زید کا قرار پایا اور ۴ روپے کا باقی شریکی کا۔ جو دیہات بکر کو دئے گئے ان کی چوٹی میں کہ بکر کو ملتی بعد ایک ہزار روپے کی تھی لہذا زید نے یہ اقرار نامہ لکھ دیا، یہ نہ کوئی عقد شرعی ہے نہ اقرار شرعی، نہ بکر کا زید پر کچھ آتا ہے نہ زید کہتا ہے کہ اس کا بکر پر اتنا آتا ہے، نہ کسی ثالث کا دین کہ بکر پر آتا ہو زید اس کی کفالت کرتا ہے محض ایک عمل تحریر ہے جس کا حاصل ایک وعدہ ہے بمعنی سے زائد نہیں ایسے وعدہ کی وفا پر جبر نہیں ہو سکتا نہ بکر کو اصل مطالبہ کا استحقاق ہے۔ ہندیہ و اشتیاد

و بزازہ وغیرہ میں ہے،

لا یجبر علی الوفاء بالوعدۃ - واللہ وعدہ وفاقی پر جبر نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔
(اعلمت)

مسئلہ ۱۵ ازراپور محلہ بارہ درہ محمد خان مسئلہ جناب عبداللہ خان صاحب ۲۹ جمادی الآخر ۱۳۳۳ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین درمیان اس مسئلہ کے کہ ہندو تین نابالغ لڑکے لڑکیوں
کی نانی ہے اور زید ان نابالغ بچوں کا باپ ہے، سیدہ ان نابالغ بچوں کی ماں، زودہ فوت ہو گئی، ان نابالغ
بچوں کی جائیداد غیر منقولہ علاقہ انگریزی میں واقع ہے۔ ہندو نے اس جائیداد کی نگرانی وغیرہ کے لئے برہما مندی زید
شرعیٹ ولایت حاصل کر لیا ہے۔ اب ہندو نے ہر ولایت انھیں نابالغان اور باستقلال حصول سرٹیفکیٹ
ازعلاقہ انگریزی زید پر نابالغان کی طرف سے مہر کی نالیش کی ہے۔ زید نے عدالت جج ریاست، اپور میں
ان نابالغ بچوں کے ولی دوران مقدمہ ہونے کی درخواست کی ہے، اور بچہ باپ زید کا یعنی دادا نابالغان
درخواست کرتا ہے کہ شرعاً مجھے حق ولایت نابالغان حاصل ہے لہذا دوران مقدمہ کے لئے ولی نابالغان
مقرر کر دیا جاوے، یہ تینوں درخواستیں متضاد ہیں، مفتیان شرع متین سے یہ دریافت طلب ہے کہ
مستأدہ ہندو جو سرٹیفکیٹ ولایت باجارت باپ نابالغان علاقہ انگریزی میں حاصل کر چکی اس کی ولایت
ریاست ہذا کے مقدمات میں مقابلہ زید مدعا علیہ قائم و برقرار رہے گی یا زید مدعا علیہ ولی دوران مقدمہ
ان نابالغ بچوں کا مقرر ہو سکتا ہے یا بکر دادا ولی دوران مقدمہ مقرر ہو سکتا ہے اور اس کی نسبت
دو صورتیں ہیں اگر زید ولی مقرر نہ ہو تب یہ ولی قائم ہو سکے گا یا زید کے ولی قائم ہونے کی حالت میں اس کو
حق ولایت نابالغان حاصل ہے بھراست روایات کتب فقہ حجاب عنایت ہو۔ فقط المرقوم ۱۱ جون ۱۹۱۲ء

الجواب

صورت مستفسرہ میں زنانی کوئی شے ہے نہ وہ سرٹیفکیٹ کوئی چیز، زید اپنی ولایت منتقل
کر سکتا تھا نہ باپ کے ہوتے دادا کو استحقاق ولایت ہے۔ یہ کارروائیاں سب مہمل و بے معنی ہیں
ہاں اگر زید پر سیدہ کا حصر آتا ہو اور انکار کرے تو قاضی شرع اپنی طرف سے جیسے چاہے نابالغوں پر دمی

لے فتاویٰ ہندیہ کتاب الاجارہ الباب السابع نورانی کتب خانہ پشاور ۴۲۴/۲
الاشیاء والنظام الفنی الثانی کتاب المحرر والاباحہ دار الفکر آن کراچی ۱۱۰/۲
المعقود الدریۃ مسائل وفوائد شتی من المحرر والاباحہ ادب بازار قندھار افغانستان ۲۵۲/۲

کرے یہ بھی دعویٰ کر سکے گا اور اگر ذیہ مہر کا مقرر ہے جب تو اس پر نابالغوں کی طرف سے دعویٰ ہر نافی کرے
خواہ داد اخذ کوئی اصل قابل سہاعت نہیں۔ جامع الصغائر فصل النکاح میں ہے :

ما ت عن زوج واولاد صغار وعلی الزوج
المهر فان اقر الزوج بالمهر لم یؤخذ منه
لان الاکاب یملک حفظ مال صغیرا وان
الکر یوصب العاضی وصیاً فیثبت علیہ
المهر ویؤخذ منه ویدفع الی الوسی فانہ
بالکسارۃ تظہر خیانتہ وعند ظہور الخیانة
یکون للقاضی ولایة دفع مال الصغیر الی
وصی غیرہ۔ واللہ سبحنہ وتعالی اعلم۔
ہر گئی جبکہ خیانت کے ظاہر ہو جانے پر قاضی کو اختیار مل جاتا ہے کہ بچوں کا مال وصی کے سپرد کرے
واللہ سبحانہ وتعالی اعلم (د)

مسئلہ ۱۰۶۔ از ریاست رامپور متصل اصطلیل سرکاری عیسید گاہ دروازہ عرسلہ حسن جہاں بیگم
۱۵۔ رجب ۱۳۴۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ نانی نابالغین نے نابالغین کی طرف سے
برفاقت ابن زید نابالغان کے باپ پر نابالغین کی والدہ متوفیہ کے دین مہر کی تالش کی ہے اور زید
دین مہر سے منکر ہے اور چاہتا ہے کہ میں ولی دوران مقدمہ مقرر کیا جاؤں اور نیز والدہ زید بھی خواستگار
ہے حالانکہ داد کی حالت بھی ٹھیک نہیں ہے اور خرافت تلف جائداد نابالغین کا پورا انہ لیشہ ہے اور نانی
مشفقہ ایضہ ہے اور مصلحہ ہے پس استفسار اس امر کا ہے کہ ان تینوں میں سے ولی دوران مقدمہ
کون ہو سکتا ہے ؟ جیتوا تو جہودا۔

الجواب

مصریت مستفسرہ میں جبکہ زید مہر کا منکر ہے تو وہ اس مقدمہ میں ہرگز ولی نہیں ہو سکتا بلکہ عالم
پر لازم ہے کہ کسی دوسرے امین متدین کا اگر گواہ کو نابالغوں پر دعویٰ کرے اگر داد ٹھیک نہیں اور اس سے

ضرر نابالغان کا اغیشہ ہے اور نانی ایندھن مشفقہ ہے تو وہی باپ دادا سے احق ہے ورنہ قاضی شرع
جسی کو مناسب چاہئے۔ جامع احکام الصغار میں ہے :

ما بنت عن زوج واولاد صغار وعلى الزوج المهر فانكر ينصب القاضي وصيا فيثبت عليه المهر ويؤخذ منه ويدفع الى الوصي فانه يانكساره فظهر خيانتة وعند ظهور الخيانة يكون للقاضي ولاية دفع حال الصغير الى وصي غيره۔
بیوی نے خاوند اور نابالغ بچے وارث چھوڑے اور خاوند کے ذمہ مہر باقی ہے اور خاوند انکار کرتا ہے تو قاضی کسی کو وصی مقرر کرے جو مہر کو ثابت کر کے وصول کرے کیونکہ مہر کا انکار کر کے خاوند نے خیانت کر دی جبکہ خیانت کے ظہور پر قاضی کو مال وصول کر کے کسی وصی کو دینے کا اختیار مل جاتا ہے (ت)

اسی عبارت سے واضح ہوا کہ اگر قاضی کے نزدیک ثابت ہو جائے کہ مہر آتا تھا اور زید منکر ہوا تو نہ فقط اسس مقدمہ یا مہر کے بارہ میں بلکہ تمام احوال نابالغان سے زید کی ولایت اٹھا دی جائے گی لہذا اور خیانتہ و انعدام صیانتہ فخرج عن امانتہ (خیانت ظاہر ہونے اور حفاظت معدوم ہو جانے پر امانت سے محروم ہو گیا۔ ت) اور جہذا احوال نابالغان نانی مسکونہ ایندھن کو سپرد کئے جاتیں گے یا جو اسے قاضی میں اصلح والنسب ہو۔ وائتہ تعاضل اعلم

مشتملہ از ریاست رام پور محلہ گھر شرف الدین خان متصل فیضانہ کمنہ مستولہ غلام جعفر خان صاحب
۱۸ محرم الحرام ۱۳۳۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی منکوحہ غولہا کو طلاق منخلہ دی بعد ازاں منکوحہ زید یہی بیان دے دیا کہ بوقت عقد نکاح مبلغ سوا لاکھ روپیہ اور پچیس اشرفیاں محمد شاہی تعداد دین مہر مقرر ہوئے تھے امدید کل دین مہر بڑہ زید اس وقت تک واجب الادا ہے، بنا بریں میرا کل دین مہر زید سے دلایا جائے زید مدعا علیہ مجیب ہوا کہ تعداد دین مہر یا وغیرہ کہ بوقت عقد نکاح کس قدر تھے ہوا تھا مگر نکاح ہوا اور مدعی نے کل دین مہر یا فتنی اپنا بڑا نہ صلاح مدعا علیہ اللہ کے واسطے معاف و ابرا کر دیا مدعی نے چند کس گواہ پیش کئے اور سب نے بیان کیا کہ بوقت عقد نکاح سوا لاکھ روپیہ اور پچیس اشرفیاں محمد شاہی دین مہر کے مقرر ہوئے تھے اور

کسی گواہ نے یہ بیان نہیں کیا کہ دین مہربان تک بذمہ زیدہ علیہ واجب الادا ہے صرف گواہان مدعیہ نے اسی قدر بیان کیا کہ سوا لاکھ روپے اور پچیس اشرفیاں محمد شاہی وقت عقد نکاح کے دین مہر مقرر ہوا تھا تو ایسی حالت میں گواہی گواہان مدعیہ کے معتبر ہوں گی یا نہیں اور مدعیہ دلاپا نے مہر مذکورہ کے مستحق ہونگی یا نہیں، اور اگر عورت ثبوت مہر پر گواہ پیش کرے اور مرد ابراء مہر پر گواہ پیش کرے تو شرعاً کس کے گواہ اولیٰ بالقبول ہوتے ہیں۔ جتنا تو جروا۔

الجواب: صورت مستور میں موافق روایت مفتی بڑا کے شرعاً شہادت گواہان مدعیہ معتبر اور مقبول نہیں اور مدعیہ دلاپا نے مہر کے مستحق نہیں۔

قال فی رد المحتار مناقلاً عن العناية اذ عت
الصراة الف المهر بانها واجبة على الزوج
الى يومنا هذا وقال الزوج انك قد ابرأتني
منها فاقامت الصراة شهودا وشهدوا بان
المهر لم يبينوا انها واجبة عليه الى
يومنا هذا لم تقبل شهادتهم على الاصل
والله تعالى اعلم. العبد المحجوب محمد
شجاعت علی مدرس مدرسه ارشاد العلوم.
درر الحکام میں عناية سے منقول ہے عورت نے
خاوند پر مہر کے ہزار کا دعویٰ کیا کہ آج اس کے ذمہ
ہے اور خاوند کہتا ہے کہ تو نے اس میں کچھ سے
مجھے بری کر دیا ہے تو عورت نے گواہ پیش کئے
جنہوں نے ہزار مہر کی گواہی دی اور بیان میں
انہوں نے آج تک باقی ہونے کی بات نہ کی تو
صحیح قول کے مطابق یہ گواہی قبول نہ ہوگی، واللہ
تعالیٰ اعلم. العبد المحجوب محمد شجاعت علی مدرس مدرسه
ارشاد العلوم (ت)

الجواب صحیح محمد عبدالغفار قال۔

الجواب صواب ابرالاضال محمد فضل حق۔

فی الواقع صورت مستور عن شہادت شہود مدعیہ ناکافی اور بروقت تعداد میں شہود اثبات مہر و ابراء کے شہود
ابراء اولیٰ بالقبول ہیں۔ واللہ سبحانہ اعلم محمد منور السلی۔

الجواب

صورت مذکورہ میں گواہان زن کی شہادت دربارہ مقدار مہر مسیٰ مقبول و معتبر ہے جس مقدار کا وہ دعویٰ
کرتی ہے اگر اس کے ہر شے سے زائد ہے جب تو ظاہر ہے کہ وہ دربارہ زیادات مدعیہ ہے اور یہ شہادت

اس کے دعویٰ کے مطابق گزری تو بحال استہماع شرائط معروف و ضرور واجب المقبول ہے،

لَا تَنْهَانَا عَنْ دَعْوَانَا بِالْبَيِّنَةِ وَالْبَيِّنَةِ كَأَسْمَاءَ
مَبِينَةٍ وَالشَّاهِدَاتِ بِشَهَادَةِ عَدْلَيْنِ كَالثَّابِتِ
بشهادة العین۔

چیز ایسے ہے جیسے آنکھ کے مشاہدہ سے ثابت ہوتی ہے۔

اور اگر ہر مثل کے برابر اس سے کم ہے جب بھی شہادت مفید و مقبول ہے اگرچہ عورت اس صورت میں
صرف مدعا علیہ ہے کہ اگر گواہ نہ دیتی اسے طعن کرنا پڑتا اور ایسی جگہ طعن سے بچنے کے لئے مدعا علیہ کے
گواہ مسموع ہیں، درر الاحکام باب المهر میں ہے،

ان اقامت بینه قبلت وان اقامها الزوج
قبلت ايضا لان البينة تقبل لدى البينين
كما اذا اقام المودع بینه على مرد
المودعة الى المالك تقبل بینه

امین امانت مالک کوہ اپس کرنے پر شہادت
پیش کرے تو قبول کی جائیگی (ت)

بلکہ اگر ہر مثل معلوم نہ ہو اور شوہر اس مقدار کو ہر مثل زمانے تو عورت کو آپ ہی گواہ دینے کی حاجت
ہوتی کہ اتنا مهر تحایر وہی شہادت ہے جو اس سے شرع طلب فرماتی تو عدم قبول کی وجہ کیا ہے یا یہ گواہ
دیتی کہ اس کا ہر مثل اس قدر یا اس سے زائد ہے، پھر اسے طعن کرنا پڑتا کہ اس قدر مهر مقرر ہوا تھا
اس شہادت نے اس شہادت اور طعن دونوں سے غنی کر دیا، بہر حال مفید و واجب المقبول ہوتی۔
فتاویٰ امام قاضیخان و فتاویٰ علیگیر میں ہے،

هذا اذا كان القاضي يعرف مقدار مهر مثلها
فان كان لا يعرف يا مرامناه بالسؤال ممن
يعلم او يكلفها اقامة البينة على ما تدعي بینه
ير اس صورت میں جب قاضی ہر مثل کی مقدار جانتا ہو
تو اگر اسے معلوم نہ ہو چاہے کہ وہ اپنے قابل اعتماد کلمہ
کو کہے کہ وہ معلومات والوں کو پوچھیں یا قاضی عورت
کو پابند کرے کہ وہ اپنے ہر مثل کے دعویٰ کو ثابت کرنے کے لئے گواہ پیش کرے۔ (ت)

در مختار میں ہے :

يشترط في ثبوت مهر المثل انجاد ساجدين
او رجل وامرأتين ولفظ الشهادة فامتن
لم يوجد شهود عدول فالقول للسزوج
بيمينه

جاریہ میں ہے :

من تزوج امرأة ثم اختلفا في المهر
فالقول قول المرأة الى تمام مهر مثلها
عبارت فسوبہ بدر الحکام و عتایہ کہ :

ادعت المرأة الف المهر یا نھا واجبة علی
النزوج الی یومنا هذا وقال النزوج انك
قد ابرأتني منها فاقامت المرأة شهودا
وشهدوا بالث المهر ولم یسینوا انھا
واجبة علیه الی یومنا هذا السم تقبل
شهادتهم علی الاصح

مهر مثل ثابت کرنے کے لئے دو مردوں یا ایک مرد
اور دو عورتوں کی گواہی اور اس میں لفظ شہادت
شرط ہے اور اگر عدول گواہ نہ ملیں تو خاوند کا قول
قسم لے کر تسلیم کیا جائے۔ (ت)

اگر زوجین ہر میں اختلاف کریں تو ہر مثل کی حد تک
بیوی کی بات معتبر ہے (ت)

عورت نے ہزار مہر کا دعویٰ کیا کہ یہ آج تک خاوند
کے ذمہ واجب ہے اور خاوند کہتا ہے کہ تو نے
بکھڑے مجھے بری کر دیا ہے تو عورت نے گواہی پیش
کی تو گواہوں نے ہزار کی گواہی دی اور آج تک
زوجین واجب ہوئے کہ بیان نہ کیا تو صحیح قول پر
گواہی قبول نہ ہوگی۔ (ت)

اگر ان میں اسی طرح جو جب بھی مسئلہ دائرہ سے متعلق نہیں وہاں کلام اس صورت میں ہے کہ عورت جس مقدار
مہر کا دعویٰ کرتی ہے شوہر کو وہ مقدار تسلیم ہے اور مصافی کا نہ کچھ شہود نے اب تک مہر ذمہ شوہر پر واجب
ہونے کا ذکر نہ کیا تو ان کی شہادت کو دعویٰ زوج سے نہ کچھ منس نہ ہوا، رہی مقدار مہر زوج کو خود اس کا
اقرار تھا اور مقرر شہادت مسکور نہیں،

الا فی اربع لیس هذا منها کما
فی البحر بل فی کل موضع
مگر چار میں کہ یہ ان میں سے نہیں ہے جیسا کہ بحر
میں ہے بلکہ ہر ایسے مقام میں جہاں اگر گواہی نہ ہو

۲۰۲/۱

مطبوعہ مجتبیٰ دہلی

باب المهر

کتاب النکاح

سہ در مختار

۳۱۴/۲

المکتبة العربیہ کراچی

"

"

سہ الہدایہ

سہ الدرر الحکام

يشوقه ضرر من غير المقرولاها فيكون
هذا اصلا كما فيه ايضا قول والوجه
فيه ان الاقرار حجة ملزمة بنفسه من
دون حاجة الى قضاء القاضي ولذا يصح
في غير مجلس القضاء ونصر ان القضاء
على المقر قضاء مجازا والشهادة انما هي
يسمى القاضي فيلزم فاقصتها على المقر
سعى في تحصيل الحاصل وهو باطل
بخلاف ما اذا افادت فائدة لم يفد لها
الاقرار وهي التعدية لان الاقرار حجة
قاصرة .

تو وہاں غیر مقر کی طرف سے ضرر کا خطرہ ہو ، تو یہ
قاعدہ ہر جگہ جیسا کہ یہ بھی اسی میں ہے اقول (میں
کہتا ہوں) اس میں وجہ یہ ہے کہ اقرار ایسی حجت
ہے جو معاملہ کو خود لازم کرتی ہے بغیر قاضی کی قضاء
کے ، اسی لئے یہ اقرار مجلس قضاء کے بغیر بھی صحیح
ہوتا ہے اور فقہاء نے نص کی ہے اقرار پر قاضی کا
کارروائی کو مجازاً قضاء کہا جاتا ہے جبکہ شہادت کو
قاضی جس کو حکم کو لازم کرتا ہے تو مقر پر گواہی کو پیش
کرنا تفصیل حاصل ہے جو کہ باطل ہے بخلاف اس
صورت کے جس میں شہادت سے ایسا مستندہ
حاصل ہو جو اقرار سے نہ ہوتا ہو اور وہ فائدہ مسلم
کو متعدی بنانا ہے کیونکہ اقرار ناقص حجت ہے (ت)
یہاں تک کہ بعد شہادت اگر مدعا علیہ اقرار کر دے تو حاکم پر بنائے اقرار حکم کرے گا ذکر پر بنائے شہادت ۔

بحر الرائی میں ہے ،

لو برهن المدعى ثم اقر المدعى عليه بالملك
له يقضى له باقراره لا ببينة اذ البينة
انما تقبل على المنكر لا على المقر انتهى اقول
ووجه ظاهر لما قد هنا لانه لما اقر قبل
القضاء لنزاع الحق من دون النزاع فلم يسبق
صالح لالزام والقضاء بالشهادة التهام
توقى خود بغیر الزام کے لازم ہو جائے گا تو اقرار کے بعد قاضی کی طرف سے لازم کرنے کا جواز نہیں رہتا
جبکہ شہادت کی بنا پر فیصلہ الزام ہوتا ہے ۔ (ت)

جب مدعی گواہی پیش کر چکا ہو اور اس کے بعد
مدعی علیہ مدعی کی ملکیت کا اقرار کرے تو قاضی اقرار
کی بناء پر فیصلہ دے گا کیونکہ گواہی صرف منکر کے
خلاف قبول کی باقی ہے اقرار پر نہیں اور اقول
(میں کہتا ہوں) اس کی وجہ ظاہر ہے جس کو ہم نے
بیان کیا ہے کہ جب قضاء سے قبل اقرار کر دے گا
تو قاضی خود بغیر الزام کے لازم ہو جائے گا تو اقرار کے بعد قاضی کی طرف سے لازم کرنے کا جواز نہیں رہتا

اس وجہ سے وہاں شہادت زن نامقبول تھی بکلاف مسئلہ دائرہ کے یہاں شوہر اس مقدمہ کا مقر نہیں تو گواہان زن ضرور قابل قبول ہیں مگر اس کے یہ معنی نہیں کہ اسی قدر پر عورت کو ڈگری دی جائیگی بلکہ شوہر سے ابرار پر گواہ طلب کئے جائیں گے اگر اس نے گواہان شہرعی سے ابرار ثابت کر دیا اور عورت کی طرف سے اس کا کوئی دفع صحیح نہ پایا گیا یا وہ گواہ نہ دے سکا اور عورت کا حلف چاہا اور عورت نے حلف سے انکار کر دیا تو ان دونوں صورتوں میں عورت کا مطالبہ رد کر دیا جائے گا اور اگر عورت نے عدم ابرار پر حلف کر لیا تو اپنے پورے مطالبہ کی ڈگری پاسے کی جس قدر اس نے شہادت سے ثابت کر دیا اب وہ گواہی اس کے کام آئے گی۔ عقود الدریۃ میں ہے :

بینة البراءة اولى من البينة على المال
ان لم يؤثر خا او اس خ احدھا فقط او ارضا
سواء ببينة المطلوب على انك اقربت
بالبراءة اولى من بينة الطالب على
انك اقربت بالمال بعد اقراری بالبراءة
وبينة الطالب اولى ان قال انك اقربت
بالمال بعد دعواك اقراری بالبراءة۔

برائۃ پر گواہی مال پر گواہی سے اولیٰ ہے جب
دونوں فریق یا ایک فریق نے تاریخ نہ بیان کی ہو
یا دونوں نے ایک ہی تاریخ بیان کی ہو مطلب
شخص کی گواہی کہ تو نے برائت کا اقرار کیا، اولیٰ ہے
طالب کی اس گواہی سے کہ تو نے مال کا اقرار
میرے برائت کے اقرار کے بعد کیا ہے اور طالب کی یہ گواہی
اولیٰ ہے کہ تو نے مال کا اقرار اپنے اس دعویٰ کے
بعد کیا کہ میں نے تیرے لئے برائت کا اقرار کیا ہے۔ (بتنا)

جامع الفصلین فصل عاشر میں ہے :

بینة الابراد اولى من بينة انت له عليه
كذا في الحال بیه

اسی میں وہیں ہے :

الاصل ان الموجب والسقط اذا تعاضا
يؤخر السقط اذا السقوط يكون بعد الوجوب۔

قاعدہ یہ ہے کہ جب موجب اور سقط کا مقابلہ ہو جائے
تو سقط کو مؤخر قرار دیا جائے گا کیونکہ سقوط بعد
از وجوب ہوتا ہے (ت)

۳۵۸/۲	ارگ بازار قندھار افغانستان	کتاب الشہادۃ	لہ العقود الدریۃ
۱۲۳/۱	اسلامی کتب خانہ کراچی	الفصل العاشر	جامع الفصلین
۱۴۶/۱	"	"	"

یہاں سے سوال دوم کا جواب بھی واضح ہو گیا کہ جیسا براہِ جہنم پر مرتج ہے اگرچہ گواہانِ زن یہ تصریح بھی کر دیتے کہ آج تک مہر واجب الادا ہے،

فانهم انما يقولون بالاستصحاب فمخاها نفى الابراء والايفاء ولا شهادة على النفي بل انما يرجع نفيمهم الى علمهم وعدم العلم ليس علما بالعدم، والله سبحانه وتعالى اعلم۔

کہ وہ استصحاب کا قول کرتے ہیں تو اس کا معنی یہ ہوا کہ برائت اور ادائیگی نہ ہوئی ہے جبکہ کسی نفی پر شہادت جائز نہیں بلکہ ان کی برائت ان کے علم کی نفی کی طرف راجع ہوتی ہے جبکہ علم نہ ہونا نہ ہونے کا علم نہیں ہے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۱۰۵۔ ازراہِ مہر محلہ گنج از جانب سبزہ فروشاں معرفت سہن کنوڑا ۱۴ شعبان ۱۳۳۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ قسمی ائمہ دین کے ذمہ کسی بھروسے چودھری کی دو اشرفیاں مبلغ تیس روپیہ کی واجب الادا ہیں جب اس نے طلب کیں تب جواب دیا کہ میں بھروسے چودھری کو عبد الکریم اور نور محمد اور نسوہ کے سامنے دے چکا جب اس نے دریافت کیا تو انھوں نے بالاتفاق کہا کہ ہمارے سامنے ہرگز تم نے نہیں دیں تم غلط کہتے ہو جب دیکھا کہ سب نے انکار کیا اور میرا جھوٹ کھلا تو اللہ دین نے کہا اچھا میں ان اشرفیوں کے مبلغ تیس روپیہ بروقت حساب کتاب کے مجراؤں کا اور یہ اقرار چند آدمیوں کے سامنے کیا کہ جس میں چھ آدمی اور اکل اور اشخاص مذکورین موجود تھے پھر جب وقت حساب کا ہوا تو پھر انکار کر دیا اور اس اقرار سے رجوع کیا اور قسم کھا کر کہتا ہے کہ میں تو تینوں شخصوں مذکورین کے سامنے ادا کر چکا میں نہیں دوں گا، تو اب ایسی صورت میں کہ جب اقرار گواہوں کے سامنے اشرفیوں کے تیس روپیہ ادا کرنے کی بابت کر چکا اور پھر انکار کیا تو یہ انکار بعد اقرار معتبر ہو گا یا وہی اقرار معدوم کہ جس کا ثبوت گواہوں سے ہے قائم رہے گا اور اللہ دین کے ذمہ تیس روپیہ اشرفیوں کے بھروسے چودھری کے واجب الادا ہوں گے یا نہ؟ جینز اتو جروا۔

الجواب

یہ امر دین ہے اور معاملہ حقوق العباد کا ہے احتیاط لازم ہے یہاں جو بھروسے چودھری نے اگر بیان کیا اس میں یہ سوال تھا کہ اللہ دین قسم کھاتا ہے اس کی قسم معتبر ہے یا نہیں اور اس کا جواب ٹپا گیا تھا کہ جب وہ ادا کر دینا بتاتا ہے کہ دین کا اقرار کر چکا اور ادا کا دعویٰ کیا تو اب وہ مدعی ہے اور چودھری مدعا علیہ اور مدعی کی قسم معتبر نہیں بلکہ وہ گواہوں سے ثبوت دے کہ ادا کر چکا اگر ثبوت نہ دے سکے اور

چودھری کا حلف مانگے تو چودھری پر حلف آئے گا کہ مجھے ادا نہ کئے میرا مطالبہ اس پر اب تک ہے اگر
چودھری قسم سے انکار کرے تو کچھ نہ پائے اور قسم کھائے تو ڈگری دیا جائے۔ رہے چودھری کے گواہ کہ تو نے
نہیں دئے اعلان معتبر نہیں کہ شہادت نفی ہے اور نفی پر گواہی مقبول نہیں اور یہاں یہ ٹھہرانا کہ گواہ کے ہوتے
حلف کی ضرورت نہیں محض بے معنی ہے، نہ چودھری پر گواہ ہیں نہ اللہ دین پر حلف،

وہذا کلمہ ظاہر لمن له ادنیٰ العار بخدۃ
الفقہ الشریع فلم یکن لیسقہ فیہ الاتیاب
ولکن لاحول ولا قوۃ الا بتوفیق العزیز
الوہاب۔

یہ تمام ظاہر ہے اس شخص پر جس کو فقہ شریعت کی
خدمت میں ادنیٰ حصہ بھی ہے تو اس میں شک
نہیں ہونا چاہئے، لیکن اقدام اور وقت اللہ تعالیٰ
کی توفیق کے بغیر نہیں۔ (د)

اس قدر صورت کا تو حکم یہ تھا اور سوال میں اکثر عبارات سائلین اپنے فہم کے لائق بالمعنی فہم
کرتے ہیں اور جہاں اختلاف لفظ سے حکم بدلتا ہے وہاں ان کے سبب وقت واقع ہوتی ہے اور حق یہی
دشوار ہو جاتی ہے خصوصاً بہت خدا نام ترس و کلائے مغفلہ ساختہ الفاظ تعلیم کرتے ہیں جن سے کمی
پوری ہو جاسکتے اور یہ محنت مزملہ اقدام ہے والیما دبالہ تعالیٰ، پس اگر شہادات عادلہ شریعہ متفقہ سے ثابت
ہو کہ اللہ دین نے وہ لفظ کہہ کر اچھا میں ان اشرافیوں کے قیس روپے وقت حساب مجراؤں کا، یہ تو ضرور
اقرار ہے کہ اسی زرمذنی کا دینا مانتا ہے اور اقرار کے بعد انکار مسکوت نہیں، روپے دینا ہوں گے اور
اگر اتنا کہنا ثابت ہو کہ اچھا میں تیس روپے وقت حساب مجراؤں کا تو اسے اقرار ٹھہرانا محل تامل ہے،
ظاہر عبارت سوالیہ یہ ہے کہ یہ کلام جتنا ہے اور مجراؤں کا دہرہ ہے اور دہرہ کہ کلام جتنا میں ہوا قرار
نہیں اور اچھا کہ بعد منازعت کہا معنی قبول عطا قطعاً طنز اس کا احتمال رکھتا ہے اور قبول عطا قبول وجوب
نہیں اور اقرار قبول وجوب ہے اور اب زرمذنی کی طرف اشارہ نہیں اور مجراؤں کا دینی ہونا چاہتا ہے
اور کلام جتنا میں کوئی مال دادنی مانتا بھی اقرار نہیں فیثبت فیہ۔

فناوی قاضی خان میں ہے :

الاصل فیہ ان الکلام اذا خرج علی
وجہ الکناۃ عن المال الذی
ادعاه المدعی یکون اقتساراً وجہ
قال لیس فی الاصل الا ان علی علیک فقال
ساعطیکما او غدا اعطیک او فامتنعنا و امتنعنا

قاعدہ یہ ہے کہ مدعی علیہ کی ایسی کلام جس سے
مدعی کے دعویٰ مال کا کیا یہ بنتا ہو تو وہ اقرار ہوگا
ایک شخص دوسرے کو کہے کہ وہ ہزار جو میرا تیرے
ذمہ ہے اس کو ادا کر، تو وہ جواب میں کہے دوں گا
یا یکل دوں گا یا ان کو وزن کرنا انکو گنتی کر تو یہ مدعی کی

كان اقراراً بالملك، ولو قال التزمت او
انتمقد لا يكون اقراراً بل
فتاویٰ ہندیہ میں ہے،

اذا قال مرابطان ده درم وادنى سست قال
لا يلزمه شئ ماله يقل هو على اوقف
مرقبتي او ذمتي او هو دين واجب
او حق لازم كذا في الظهيرية - والله
تعالى اعلم -

مسئلہ ۹۔ مستولہ محمد عبدالقیوم صاحب زمیندار قادور پور چنگنہ سرحد ریاست دارالاسلام ٹونک
۲۲ ربیع الاول ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں، زید کی بیوی ہندہ اپنے شوہر کی
تیرہ چودہ برس بعد ایک دستاویز جو کہ بحیثیت ہبہ کے ہے پیش کرتی ہے اور بیان کرتی ہے کہ میرے شوہر
نے اپنی حیات میں یہ دستاویز مجھے لکھ دی تھی اس پر ایک مفتی کے دستخط بھی ہیں لیکن باضابطہ اس کی
تصدیق سرکاری دفتر میں نہیں ہوئی ہے نہ وہ اصل دستاویز یا اس کی نقل سرکاری دفتر میں رکھی گئی
ہے البتہ مفتی صاحب کے دستخط بحیثیت تصدیق کے ہیں و نیز اس جائداد کا جھگڑا ابداً انتقال زید کے
ہوا تھا لیکن اس وقت اس نے اس تحریر کو پیش نہیں کیا ایسی صورت میں کیا وہ دستاویز مافی جلد کے
قابل ہو سکتی ہے اور شریعت پاک اس تصدیق شدہ دستاویز و نیز متذکرہ کو جس کی نقل یا اصل سرکاری
دفتر میں نہیں رکھی گئی ہے صحیح تسلیم فرما کر ہندہ کو خاندان بخش سکتے ہیں۔ بیان کر دو تم اور اجر پاؤ تم فقط۔

الجواب

کوئی دستاویز ثبوت میں پیش نہیں کی جاسکتی جب تک اس کے ساتھ شہادت نہ ہو۔ علماء
فرماتے ہیں،

لا یحصل بالكتاب لان الخط يشبه
لکھائی پر عمل واجب نہیں کیونکہ خط ایک دوسرے

الخط والخاتم يشبه الخاتم كما في الاشياء والهداية والهندية وغيرها۔
کے مشابہ ہوتا ہے اور محمد دوسری عمر کے مشابہ ہوتی
ہے جیسا کہ اشياء، ہدایہ اور ہندیہ وغیرہ

میں ہے۔ (ت)

خصوصاً اس حالت میں کہ بعد موت جگہ ابھی جو اور اس نے دستاویز پیش نہ کی اب اتنے برسوں کے
بعد ظاہر کرتی ہے دستاویز درکنار ایسا دعویٰ ہی قابلِ سماعت نہیں،

به يفتي قطعاً للتزوير والتلبیس كما في الخيرية والعقود الدرية وغيرها۔ واللہ
اسی پر فتویٰ ہے تاکہ جعل سازی اور تلبیس کا خاتمہ
ہو سکے جیسا کہ خیرہ، عقود الدریہ وغیرہ میں ہے۔
واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۱۱۳۲ مرحلہ قاضی حسام الدین صاحب از قلعہ رادیر ضلع مشرقی خاندیس ۱۵ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۲
ایک شخص فوت ہوا اور اس کے تین لڑکے عاقل و بالغ ہیں اور لیاقت میں تینوں مساوی ہیں تو ایسی
حالت میں قضا کا کون مستحق ہے، خلف اکبر کا رتبہ حتیٰ برادران خورد سے کم ہے یا زیادہ؟

الجواب

کوئی منصب نہ میراث ہے نہ بڑے چھوٹے پر موقوف، جو لائق تر ہو وہ کیا جاسے، اور سب مساوی
ہوں تو منصب دینے والا جیسے چاہے دے دے، اور اگر ان سب سے کوئی اجنبی زیادہ لائق ہے
تو وہ ہی مستحق ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۱۳۳ مرحلہ میان جان شاہ خلیفہ و بالاشین حضرت حاجی غلام احمد صاحب مرید میان محمد علی شاہ
صاحب سکینہ ریاست رامپور محلہ بندیرہ بخت خانی ۱۸ ذیقعدہ ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید لاوارث نے اپنے مکان
مملوک و مقبوضہ کی نسبت اپنے مریدوں سے ایک مرید بکر نامی کو جو دس سال کی عمر سے اس کی اطاعت و
خدمت گزار میں شبانہ روز بسر کرتا تھا خرقہ خلافت و تبرکات وغیرہ عطا فرما کے اس کو اپنی سجادہ نشینی

سے الاشياء والنظار مہر عزیزون البصائر کتاب القضاء والاشیاء ادارة القرآن کراچی ۲۳۸/۱

الہدایہ کتاب القاضی الی القاضی مطبع یوسفی لکھنؤ ۱۳۹/۳ و ۱۵۷

فتاویٰ ہندیہ کتاب القضاء الباب الثالث والعشرون فرائی کتب خانہ پشاور ۳۸۱/۳

مسئلہ فتاویٰ خیرہ کتاب الدعوی دار المعرفہ بیروت ۲۸/۲

کی خدمت تفریض کی اور ساتھ ہی اس کو یہ وصیت کی کہ یہ مکان تجھ کو ہبہ کرتا ہوں میرے انتقال کے بعد تم اس مکان میں اپنی سکونت رکھ کر مکان مذکورہ میں میرا عود میرے پیر و مرشد نیز دیگر اولیاء و پیران عظام کی علی الدوام فاتحہ عرس بطریق فقہ اہل بیت سے سال بسال کرتے رہنا اور میرے مرید بغرض شرکت عرس پر و نجات وغیرہ سے آئیں ان کو مکان مسطور میں مقیم کر کے ان کے خورد و نوش کا بھی انتظام کرنا اور جس طرح کہ میں اور اہل و اشغال و چہلہ کشی وغیرہ خود کرتا اور اپنے مریدوں وغیرہ کو تحقیق اور سلسلہ و طریقت پیری و مریدی وغیرہ کی تعلیم دیتا رہتا ہوں یہی معمول رکھنا اور زید نے بخیالی کم استطاعتی و بے بضاعتی اپنے سجادہ نشین بچہ کے مکان مذکورہ کی نسبت بیع کی ممانعت کر کے رہن کی اجازت دی، بعد اس وصیت کے زید نے مکان مذکورہ پر جو کا قبضہ کامل طور سے کر دیا، جو ایک تارک الدنیا فقیر ہے، وصیت پر و مرشد کو بہانہ و دل قبولی و منظور کر لیا اور زید نے اس وصیت کے کئی سال بعد سفر آخرت اختیار کیا اگر زید کی وصیت کے موافق زمانہ اٹھارہ سال سے مکان مذکور پر بلا شرکت غیر سے قابض و متصرف ہے اور جملہ خداست کی بجا آوری میں مامور و مشغول ہے بلکہ سبب انہدام مکان مذکور و نیز برائے سرانجام فاتحہ عرس بیاعتنا تعلقہ سنی مکان مسطور کو رہن کر کے حسب وصیت زید جمیع امور است موقوفہ کو بجالانا مقدم سمجھا ہے ان امور مذکورہ کے اکثر و بیشتر لوگ و اہل علم بخوبی واقف و مشاہد ہیں، اب ایک عمر و نامی شخص دینا دار جو اپنے کو متولی زید کے پیر و مرشد کے مزار کا قرار دیتا ہے جو جو طبع نفسانی و بکر ص مفاد دینا دی اس وصیت زید کو اٹھارہ سال کے بعد کا عدم ظاہر کر کے یہ کہتا ہے کہ زید مجھ کو یہ وصیت کر گیا ہے کہ مکان مسطور فروخت کر کے میرے پیر و مرشد کے مزار کی مرمت و روشنی وغیرہ کرنا، پس صورت مذکورہ بالا میں مکان مقبوضہ اٹھارہ سالہ مراہبہ شرعاً قبضہ بکر سے علیحدہ ہو کر فروخت ہو سکتا ہے یا نہیں اور خواہش نفسانی عمر و دینا دار کی موافق شرع شریف کے جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب

سائل منظر ہے کہ عسمر و وہیں کا ساکن ہے اور مدت و راز سے زید کو اس مکان پر قبضہ کے تصرفات مانگنا مثل ہدم و تعمیر وغیرہ کرتے دیکھ رہا ہے اور اب تک ساکت رہا اب ۱۸ سال کے بعد اس وصیت کا مدعی ہوا، پس صورت مستفہرہ میں عمر و کا دعویٰ اصلاً قابل سماعت نہیں۔ فتاویٰ امام شیخ الاسلام ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ غزالی قمر تاشی میں ہے،

سئل عن رجل له بيت في داس سوال ہوا ایسے شخص کے متعلق کہ ایک چوبلی کے
لیکنہ مدۃ مزید علی ثلاث سنوآت کرہ میں تیس سال سے زائد مدت سے مقیم ہے

اور شخص مذکور اس کمرہ میں ہر طرف کا تصرف کرنا بنانا
کرنا چلا کر رہا ہے اس کے پڑوس میں دوسرا شخص
سے جو مذکورہ مدت سے اس کے تصرفات مذکورہ
کو دیکھ رہا ہے، تو کیا اس پڑوسی کو اس کمرہ کے
کل یا بعض پر دعویٰ کا حق ہے باوجودیکہ وہ سبب
کچھ تصرفات دیکھتا رہا ہو۔ جواب دیا کہ اس کے
دعویٰ کی سماعت نہ ہوگی مفتی بہ قول کے مطابق (ت)

تصرفات مذکورہ پر اطلاع کے باوجود خاموشی دعویٰ
کے لئے مانع ہے، مآقن کا قول "زراعت و تعمیر"
سے مراد تمام ایسے تصرفات جو صرف مالک کے لئے
جائز ہیں یہ دونوں بطور تمثیل ذکر کئے، اس کا قول
اس کا دعویٰ نہ سنا جائے گا یعنی ہر جنبی کا خواہ
پڑوسی ہو۔ (ت)

تصرفات پر اطلاع ہی دعویٰ سے مانع ہے کسی مدت
یا موت کی قید کے بغیر یہ بات فقہائے ذکر کی ہے
یہ حکم سرکاری پابندی کی بنا پر نہیں ہے بلکہ اجتہاد کا
حکم ہے جس کو فقہائے بالاتفاق بیان کیا ہے مطلقاً
واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

ولہ جار بجانیہ والراجل المذكور فی
البیت متصرف فی البیت المزبور ہدھا
وعمارۃ مع اطلاع جارس علی تصرفہ فی
المدة فهل اذا ادعى البیت او بعضہ بعد
ما ذکر من تصرف الرجل المذكور فی البیت
ہدھا ویناؤ فی المدة المذكورة تسع دعواہ ام لا جواب
لا تسع دعواہ علی ما علیہ الفتویٰ

وجیز کردہی میں ہے، علیہ الفتویٰ قطعاً لا طماع الفاسدۃ (اس فتویٰ فاسد طبع کو ختم کرنے
کے لئے ہے۔ ت) رد المحتار میں ہے،

مجرہ السکوت عند الاطلاع علی التصرف
مانع من الدعوی قولہ شرعاً و بناء المراد
بہ کل تصرف لا یطلق الا للعالم فہما
من قبیل التمثیل قولہ لا تسع دعواہ
ای دعوی الاجنبی ولو جاراً

عقود الدیر میں ہے،

مجرہ الاطلاع علی التصرف مانع من
الدعویٰ ولم یقید وہ بحدۃ ولا بموت
ولیس مبنیاً علی النعم السلطانی بل
هو حکم اجتہادی نص علیہ الفقہاء
ملتقطاً، واللہ تعالیٰ اعلم۔

۱۳۱۱/۲ کتاب الدعوی ارگ بازار قندھار افغانستان ۴/۲

۱۳۱۱/۲ کتاب الدعوی ارگ بازار قندھار افغانستان ۴/۲

۱۳۱۱/۲ کتاب الدعوی ارگ بازار قندھار افغانستان ۴/۲

۱۳۱۱/۲ کتاب الدعوی ارگ بازار قندھار افغانستان ۴/۲

مسئلہ ۱۱۲ از انجمن فائزہ لاہور ۱۳ ذی الحجہ ۱۳۲۲ھ

امیر یا امام یا صدر قوم کو شرعاً مسلمانوں کا مشورہ لینے کے بعد کثرت رائے کا اتباع لازمی ہے یا اس کے اختیار ہوگا کہ وہ اپنی رائے پر عمل کرے خواہ وہ رائے کثرت رائے کے خلاف ہی ہو مثلاً انجمن یا مجلس کی صورت میں اس کے متعلقہ کاموں کے لئے ماتحت مجلسیں ہر فن کے ماہرین کی بنیادی گئی ہوں اور کل اس عام مجلس کا ایک صدر یا امام یا امیر بھی منظور کر لیا گیا ہو تو خاص فن کی مجلس کے فیصلہ کے خلاف صدر مجلس مذکور کو ان کی رائے حاصل کر لینے کے بعد یہ اختیار ہوگا کہ ان کے فیصلہ کے خلاف حکم دے دے اور وہ قابل اتباع ہو یا نہیں یعنی زیر جو اس دعوے کا حامی ہے کہ صدر کو کثرت رائے کا اتباع لازمی نہیں وہ اپنے دعویٰ کے ثبوت میں فقر کائنات حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مثال پیش کرتا ہے کہ بعض اوقات صحابہ علیہم الرضوان سے مشورہ لینے کے بعد بھی اپنی ذاتی رائے پر عمل کیا اور کلام قدیم میں بھی انھیں الفاظ میں حکم آیا کہ :

و شاورہم فی الامر فاذا عزمتم فتوحکم علی اللہ علیہ
اور کاموں میں ان سے مشورہ لو اور جو کسی بات کا ارادہ پکا کر لو تو اللہ پر بھروسہ کرو۔ (ت)

یعنی اپنی عزیمت پر عمل کرنے کا اختیار دے دیا زید یہ بھی کہتا ہے کہ آت کل کی مجلسوں میں کثرت رائے کا اتباع ایک زمانہ حال کے غیر مذاہب کے رویہ کا اتباع ہے جو درحقیقت مضر ہوتا ہے مثلاً کثرت رائے آت کل کے ایسے مسلمان کی جو مذہبی اتباع میں نہایت کمزور ہوتے ہیں کسی شرعی معاملہ میں جوہ آرام طلبی و مصلحت زمانہ کے خلاف ہو جائے تو کیا اس شرعی مسئلہ کے خلاف کرنا جائز ہو جائے گا ؟ غرض کہ زید کے مقابل میں یہ استدلال کرتے ہیں کہ یہ خاصہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے تھا بعد میں امت مرحومہ کو اتباع سواہ اعظم کا حکم دیا گیا اور من مشن مشن فی الناس (جو جماعت سے علیحدہ رہا وہ جہنم میں علیحدہ کیا گیا۔ ت) کا وعید سنایا گیا اور لا تبعتم (مقلد علی الضلالۃ) میری امت گمراہی پر جمع نہیں ہوگی۔ ت) کی کسوٹی دی گئی اتباع اولہ شرعی میں قرار پایا جس پر اہل سنت و جماعت کے مذاہب

۱۵۹/۲ القرآن الکریم

۱۱۵/۱ دار الفکر بیروت کتاب العلم

۱۱۳-۱۵/۱

الدر المنقش فی الاحادیث المشترکہ حدیث ۴۵۹ المكتبة الاسلامی بیروت ص ۱۹۰

اربعہ کی بنیاد ہے، نیز زید کے جواب میں یہ کہتے ہیں کہ ہر ایک امر کے متعلق اس کے اہل فن کی مجلسیں مقرر کر دی گئی ہوں قرآن کا فیصلہ کیوں اجماع کا حکم نہ رکھے گا اور اس کے خلاف صدر کو عمل کرنے کا کیوں اختیار ہونا چاہئے کیونکہ صدر آخر ایک شخص ہے اس کو ایک مجلس کے متفقہ فیصلہ توڑ دینے کا اختیار دینا خالی از خطر نہیں ہو سکے گا اس کے مفسدہ اور مصلحت پر بھی نظر رہنا چاہئے، براہ کرم ان کے جواب سے باطلہ شریعہ بہت جلد مطلع فرمادیں۔

المستفتی
سلیم اللہ خان جنرل سیکرٹری انجمن نعمانیہ لاہور

المستفتی
ساجد الدین احمد سیکرٹری انجمن نعمانیہ لاہور

المستفتی
نور بخش قناشل سیکرٹری انجمن نعمانیہ لاہور

الجواب

دلیل کو زید نے بیان کی، بجائے خود صحیح ہے۔ خصائص بے دلیل صحیح اختتام ثابت نہیں ہوتے،
مواہب شریف میں ہے،

الخصائص لا تثبت الا بدلیل صحیح قالہ
فی مشورہ تقریب الاسانید
بہ بات اخوں نے تقریب الاسانید کی شرح میں
ذکر کی ہے۔ (د)

اسی طرح فتح الباری وغیرہ میں ہے۔ یوں تو ہر فضل عطائی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی سے
خاص ہے کہ وہی اصل و منبع و مبداء مرجع ہر فضل ہیں سے

و حصل آیاتی المرسل الکرار بہا فانما اتصلت من نورہ بہم
انما مثلوا صفاتک للمسا
(جو معجزات مرسلین لائے ہیں وہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نور سے ان تک پہنچے
وہ لوگوں کے لئے آپ کی صفات کے منظرینے جس طرح ستاروں کیلئے پانی منظرینے ہیں)

۱۔ المواہب اللدیہ المقصد الرابع الفصل الثانی المکتب الاسلامی بیروت ۶۰۰/۲
۲۔ " " " " " " " " ۵۸۲/۲
۳۔ المجملۃ النہائیہ فی الدلائل القویہ حروف المہمزہ دار المعرفۃ بیروت ۴۴/۱

مگر حقائق عطا کئے محمدیہ میں یہ فضیلت کہ بعد مشورہ بھی اپنی رائے پر اکتفا جائز ہو علامہ کرام نے خصائص حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نہ گناہ البتہ وجوب مشورہ کو خصائص والا سے شمار کیا کما فی النموذج اللیبب للاصحاب السیوطی والمواہب للاصحاب القسطلانی (جس طرح کہ امام سیوطی کی انموذج اللیبب اور امام قسطلانی کی مواہب میں ہے۔) بلکہ ہمارے علامہ کرام نے ہر عالم ذی رائے کے لئے اس کے علوم کی تصریح فرمائی کہ مشورہ کرے پھر عمل اپنی ہی رائے پر کرے اگرچہ سب رائے وہندوں کے خلاف ہو یعنی جبکہ مشورہ سے اپنی رائے کی غلطی ظاہر نہ ہو، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو محتاج مشورہ نہیں بلکہ ہر امر میں اپنے رب کے سوا تمام جہان سے غنی و بے نیاز ہیں حضور کا مشورہ فرمانا غلاموں کے اعزاز بڑھانے اور انہیں طریقہ اجتہاد سکھانے امت کے لئے سنت قائم فرمانے کے لئے تھا وہ خود فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم،

أما ان الله ورسوله لفيتان عنهما ونكت جعلها الله رحمة لامتى فمن استشار منهم لم يبدأ برشد او ضل تركها لوربعه مرغيا۔ مرواه ابن عدي والبيهقي في الشعب بسند حسن عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما۔
واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مشورہ سے مستغنی ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے مشورہ کو میری امت کیلئے رحمت بنایا ہے تو جو مشورہ کرے گا وہ رہنمائی کو معدوم نہ پاسے گا اور جو نہ کرے گا وہ خطا کو معدوم نہ پاسے گا۔ اس کو ابن عدی اور بیہقی نے شعب میں سنن حسن کے ساتھ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے۔ (ت)

امام حسن بصری فرماتے ہیں،
قد علم الله انه مابه اليهم من حاجه،
ونكده اراد ان يستن به من بعده۔
مرواه سعيد بن منصور في سننه وابن المنذر و ابى حاتم والبيهقي۔
اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ان کے مشورہ کی حاجت نہیں لیکن ارادہ فرمایا کہ آپ کے بعد آپ کی سنت جاری کی جائے، اس کو سعید بن منصور نے اپنی سنن میں اور ابن منذر، بیہقی اور ابو حاتم نے روایت کیا ہے۔ (ت)

لے شعب الایمان للبیہقی حدیث ۴۴۵ دار الکتب العلمیہ بیروت ۶/۴۴
در مشورہ بکوالہ للبیہقی وابن عدی وشاورم فی الامم کے تحت مکتبہ آیہ اللہ علی قم ایران ۲/۹۰
لے المواہب اللذریہ المقصد الرابع الفصل الثانی المکتب الاسلامی بیروت ۲/۶۰۱

امت کے لئے فائدہ مشورہ یہ ہے کہ تلاقی انظار و افکار سے بار بار وہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ صاحبِ رائے کی نظر میں نہ تھی اس کا انشکار ہے اور بعد مشورہ بھی کوئی بعد یہ امر کہ اپنی رائے میں ترمیم کرنا واضح نہ ہوا تو رائے کو مشورہ بنے بغیر اسے اتنی بالاتباع ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں،
 استفت قلبك وان افئاك المفتون۔ رواہ
 البخاری واحمد فی الترمذی عن وابصة
 بن معبد الجعفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
 اپنے دل سے قوی لے اگرچہ مفتی حضرات کچھ فتویٰ
 دیں۔ اس کو بخاری نے تاریخ اور احمد نے
 حضرت و البصر بن معبد جعفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے
 روایت کیا ہے۔ (ت)

ہمارے امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک اس کے حق میں کثرت رائے کا کچھ اعتبار نہیں بلکہ
 ذی رائے ہے تو اپنی ہی رائے کا اتباع کرے اگرچہ تمام رائے دہندہ خلاف پر ہوں اور غیر کے لئے بھی
 یہ ہے کہ جو ان میں اعلیٰ و افخر و اودع ہے اس کی رائے پر چلے اگرچہ وہ اکیلا اور اس کے خلاف پر کثیر
 ہوں۔ معین الکلام میں ہے،

ان كان في المصنف قوم من اهل الفقه شادهم،
 لان الله تعالى احرم رسوله صلى الله تعالى
 عليه وسلم بذلك، فان اتفقوا على شئ
 وكان رأيهم كراهم فصل المحكم والمن
 اختلافوا نظر الى اقرب الاقوال من الحق
 وامضى ذلك وان كان من اهل الاجتهاد،
 ولا يعتبر السن ولا كثرة العدد لان الاصغر
 والواحد قد يوفق للصواب في حادثة
 حال يوفق الاكبر والمجاعة۔
 اگر شہر میں اہل فقہ ہوں تو ان سے مشورہ کرے
 کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ تعالیٰ
 علیہ وسلم کو مشورہ کا حکم فرمایا پس اگر ان کا کسی معاملہ
 پر اتفاق ہو اور اس کی رائے ان کی رائے کے
 مطابق ہو تو حکم حاصل ہو گیا اور اگر ان کا اختلاف
 ہو تو اقرب الی الحق قول کو پا کر اس پر عمل کرے
 اگرچہ وہ اہل اجتہاد میں سے ہو، عمر اور عہدہ کی
 کثرت کا اعتبار نہیں کیونکہ کبھی کم عمر اور دوسرے شخص
 کسی حادثہ میں درستگی کو پالیتا جس کو بڑا اور
 جماعت نہیں پاتے۔ (ت)

اسی طرح حنیفا پھر ہند میں ہے ۔

(وزاویہ منبغی ان یکون هذا علی قول ابی حنیفۃ
رضی اللہ تعالیٰ عنہ اما علی قول محمد
رحمہ اللہ تعالیٰ فتعتبوا کثرة العدد
ثم قال وان لم یکن القاضی من اهل
الاجتہاد وقد وقع الاختلاف بین اهل
الفقہ اخذ بقول من هو افقہ و
اوسع عندہ۔)

نیز معین الحکام میں ہے ،

وان اختلفوا علی الامر فرأی بعضهم
ما یا ، ورأی بعضهم رایا غیرہ لم یصل
مع اکثرهم ولكن یظن فیما اختلفوا فیہ ،
خاسرا وصرا یا قضی بہ وانفذہ لم یرکب
ینبغی للقاضی ان یفعل ذلک اختلف
علیہ المشاورون من الفقہاء۔

اور انہوں نے یہ زائد بات کی کہ یہ امام ابو حنیفہ
رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہونا مناسب ہے لیکن
امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول پر کثرت عدد
کا اعتبار ہے ، اور پھر فرمایا اگر قاضی اہل اجتہاد
میں سے نہ ہو تو فقہار کرام کے اختلاف کی صورت
میں زیادہ فقیر اور پرہیزگار کے قول کو
اپنا لے ۔ (ت)

اگر مشورہ دینے والوں میں اختلاف ہو کسی کی رائے
کچھ اور کسی کی رائے کچھ ہو تو اکثریت کی رائے پر عمل
نہ کرے بلکہ خود کر کے درست رائے قائم کرے
اور اس پر عمل کرے ہوتے فیصلہ دے کر نافذ
کرے ، اور قاضی کو بھی یہی کرنا چاہئے جب مشورہ
دینے میں فقیر لوگوں میں اختلاف پایا جائے (ت)

عمر و حجر وغیرہا کے استدلال محض باطل ہیں اتباع سواد اعظم کا حکم اور من شذ مشذ فی الناس
(جو جدا ہوا وہ جہنم میں گیا۔ ت) کی وحید صرف دربارہ عقائد ہے مسائل فرعیہ فقہیہ کو اس سے کچھ علاقہ
نہیں صحابہ کرام سے اللہ ارہمکم رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کوئی مجتہد ایسا نہ ہوگا جس کے بعض اقوال
خلافت جمہور نہ ہوں سیدنا ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مطلقا جمع زر کو حرام ٹھہرانا ، ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ
تعالیٰ عنہ کا زوم کو اصل حدیث نہ جاننا ، عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا مسئلہ ربا ، امام اعظم
رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مسئلہ عدت رضاع ، امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا مسئلہ متروک التسمیہ وغیرہ ،

۱۱۵/۱	دار الفکر بیروت	۳۱۴/۳	نورانی کتب خانہ پشاور	۱۲	معین الحکام	۱۳	المستدرک للحاکم
			مصطفیٰ البابی مصر	۳۳	فصل فی جمیع الضعفاء للنظر فی حکم القاضی		کتاب العلم
							۱۱۵/۱

امام ہانک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مسئلہ طہارت سورکب و قیود غسلات سنیع، امام احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مسئلہ نقص وضو طم جزور وغیرہ کثرت مسائل کثیرہ کو جو اس وعید کا مورد جانے خود تشذیف التائس (جو جدا ہوا جہنم میں ڈالا گیا) کا سختی بلکہ اجماع امت کا مخالف اور نولہ ماتولی و فصلہ جہنم و سادات مصیبتاً (ہم اس کو پھیر دیں گے جب وہ پھرا، ہم اس کو جہنم میں ڈال دیں گے اور وہ برا ٹھکانا ہے۔) کا مستوجب ہو گا اور حدیث اجماع اور بھی بعید تر۔ اجماع میں ایک وقت کے تمام مجتہدین کا اتفاق درکار ہے ایک کے خلاف سے بھی اجماع نہیں رہتا اور کسی مجلس کے فیصلہ کو اجماع ٹھہرانا سخت سے سخت نادانی ہے شہر بھر کے فقہاء کا اتفاق تو اجماع درکنار فقیہ کے مقابل اصلاً محبت نہیں ہوتا، نہ کہ اراکین مجلس کا فیصلہ جن میں اکثر بے علم ہوتے ہیں بلکہ بہت جگہ کل۔ بدائع میں ہے:

ان اشکل علیہ حکم العادۃ استعمل رأیہ
فی ذلك وعمل بہ والا فضل ان یشاور
اہل الفقه فان اختلفوا اخذ بما یؤدع
الی الحق ظاہر اوان اتفقوا علی سماع
یخالف س رأیہ عمل برأی نفسه ایضاً
لکن لا ینبغی ان یجعل الخ (ملخصاً)

اگر کسی عادت میں مشکل پیش آئے اپنی رائے
کو عمل میں لائے اور افضل یہ ہے کہ اس مسئلہ میں اہل فقہ سے
مشورہ کرے، اگر ان میں اختلاف ہو تو جو ظاہر
طور پر حق کے قریب ہو اسے اختیار کرے اور اگر
وہ اس کی رائے کے خلاف کسی رائے پر اتفاق
کریں تو اس کو اپنی رائے کا ترک جائز نہیں لیکن
مجلس مناسب نہیں (خاتم)

محیط میں ہے:

اتفقوا علی شیء ورأی القاضی بخلاف
س رأیہم لا ینبغی ان یترک رأی نفسه
معین الحکام میں ہے:

اگر ان کا اتفاق قاضی کی رائے کے خلاف ہو تو
قاضی کو اپنی رائے ترک کرنا جائز نہیں ہے (بتنا)

جب شہر کے فقہاء کا کسی رائے پر اتفاق ہو اور
فاذا اجتمع فقہاء البلد علی شیء

لہ المستدرک للحکم کتاب العلم دار الفکر بیروت ۱۱۵/۱

کتاب القرآن الحکیم ۱۱۵/۲

کتاب بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع کتاب ادب القاضی ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۵/۵

کتاب محیط

وكان رأيه خلاف ذلك فلا ينبغي ان
يجعل بالحكم حتى يكتب فيه الى غيرهم
ويشاورهم ثم ينظر الى احسن ذلك فيعمل
به ، لان المشورة بالكتاب من الغائب
بمنزلة المشورة بالخطاب من الحاضر ،
فان خالف رأيه رأيهم قضى برأى
نفسه ، لان رأيه اصوب عند وراى
غيرة ليس بصواب

رأى پر عمل درست ہے اور دوسرے کی رائے اس کے ہاں درست نہیں ہے۔ (ت)

یہ دلائل پر کلام تھا ، رہا حکم فاقول ، ہاذا التوفيق اس میں تفصیل کثیر ہے ، معاملہ دائرہ
دو قسم ہے ، شرعی یا اس کا غیر۔ یہاں شرعی سے مراد وہ امر ہے جس سے حکم و تجدید شرعی متعلق ہو
اختیار مکلف پر نہ چھوڑا گیا ہو اور غیر سے وہ جسے شرع نے ہمارے اختیار پر دکھا ہے مثلاً چاندی پانڈی کے
عرض بیچنے میں مساوات لازم فرمادی ہے کی بیشی کا اختیار نہیں اور سونا چاندی کے عوض بیچنے میں کوئی حد مقرر
نہ فرمائی ، عاقدین کو اختیار ہے کہ پندرہ کی اشرفی ہزار روپیہ کو لیں دیں خواہ ایک پیسے کو ،

لقوله صلى الله تعالى عليه وسلم اذا اختلف
النوعان فليعملوا كيف شئتم

جب دو مختلف جنس ہوں تو پھر جیسے چاہو فروخت
کر دو۔ (ت)

توپر ہڈ کی قیمت پندرہ روپے ہونا حکم شرعی نہیں لیکن روپے کو بدلے سر اگیا رہی رائے پانڈی ہونا حکم
شرعی ہے قسم اول میں پھر وہ صورتیں ہیں ، کتب میں اس کا حکم مصرع ہے یا عادتہ جدیدہ ہے کہ اس کا
حکم نص میں فقہ سے نکالنا محتاج نظر فقہ ہے پھر جس کا حکم مصرع ہے وہ ایک ہی حکم ہے جس سے تجاویز
نا جائز یا وہ فوں طرح کے حکم ہیں اور مکلف کو روا ہے ان میں جس پر چاہے عمل کرے ، پہلی صورت یہ کہ
حکم واحد متفق علیہ ہو یا اگرچہ اختلاف ہے مگر قول راجح و معتد ایک ہی ہے خواہ یوں کہ فتویٰ ایک ہی

لے معین الحکام
الکتاب الیوم الکلبہ اسلامیہ ریاضی ۲/۲
الکتاب الیوم الکلبہ اسلامیہ ریاضی ۲/۲
الکتاب الیوم الکلبہ اسلامیہ ریاضی ۲/۲

جانب دیا گیا یا دوسری جانب کی ترجیح ان وجہ پر کہ خادم فقہ جانتا ہے ضعیف و مضلل ہے بہر حال دوسرا قول ناقابل اخذ ہے ،

فان الحكم والفتيا بالقول المرجوح جهل
وخرق للاجماع درمختار عن تصحيح
تو بالتحقیق فتویٰ اور فیصلہ مرجوح قول پر کرنا جہالت
سے اور اجماع کے خلاف ہے ، یہ درمختار میں
علامہ قاسم کی تصحیح القدوری کے حوالہ سے

ہے ۔ (ت)

اس صورت میں اسی حکم کا اتباع واجب ہے خواہ وہ راستہ صدر ہو یا راستے اراکین کل یا بعض ہو یا
سب کے خلاف ہو اذ لا حکم لاحد مع الشیخ المصطفي (شریعت مطہرہ کے مقابلہ میں کوئی حکم
معتبر نہیں ۔ ت) اور دوسری صورت یہ کہ دونوں قول بلا ترجیح آرا ہوں یا ترجیح دونوں طرف متکافی ہو
یہ صورت قسم دوم سے ملتی ہے کہ ایسی حالت میں مکلف مختار ہے جس پر چاہے عمل کرے ۔ (درمختار
میں ہے :

في وقف البحر وغيره متى كانت في المسألة
قولان مصححان جاز القضاء والافاء
بأحد ههنا۔
بحر وغیرہ وقف میں ہے ، جب کسی مسئلہ میں دو
مختلف قول ہوں اور وہ صحیح قرار دئے گئے ہوں
تو ان میں ایک پر فتویٰ اور قضا جائز ہے (ت)

ردالمحتار کتاب القضاء میں ہے :

ومثله يقال في المقلدين فيما لم يصدر حوا
في الكتب بتوجيه واعتقاد كذا
اور جس کا حکم کتب میں نہیں تو اب چار صورتیں ہیں یا تو صدر و اراکین سب فقہ متفقہ صاحب نظر و
تصرفات صحیح ہیں یا صرف صدر یا صرف اراکین کل یا بعض یا کوئی نہیں بہر حال اس میں جو ایسا نہ ہو اس
کوہے کہ کچھ اعتبار نہیں صدر ہو یا رکن تو شکل چارم میں صدر و اراکین سب کی رائے امر شرعی میں
مطلوبہ معطل ہے اگرچہ ایک ہی رائے پر متفق ہوں بلکہ ان پر فرض ہے کہ اہل علم فقہ متفقہ کی طرف رجوع

۱۵/۱	مطبع مہتابی دہلی	مقدمۃ الکتاب رسم المعنی	۱۵/۱	ردالمحتار
۱۴/۱	"	"	۱۴/۱	"
۳۰۳/۴	دار احیاء التراث العربی بیروت	کتاب القضاء	۳۰۳/۴	ردالمحتار

اور اس کے ارشاد پر عمل کریں۔

قال الله تعالى فاسئلو اهل السنن كرامت
كنتم لا تعلمون
اگر تم نے فرمایا، اگر تم نہیں جانتے تو
اہل ذکر سے پوچھو۔ (ت)

در مختار میں ہے :

ولا يخلوا الوجود عن يمين هذا
حقيقة لا ظنا ولا على من لم يميز ان يرجع
ظن نہیں حقیقی علم والوں سے وجود خالی نہیں ملاوہ
ازیں اگر خود تمیز نہ کر سکے تو برائت ذمہ کے لئے تمیز
والوں کی طرف رجوع کرے۔ (ت)

اور شکل دوم میں جبکہ صدر متفقہ اور اراکین خالی ہیں تو اس پر واجب ہے کہ جو حکم وہ کتب معتبرہ سے
بعذر کامل اور قصص بالغ سمجھا اس پر حکم دے، رائے اراکین کی کثرت بلکہ اجماع کا بھی اصلاً لحاظ نہ کرے
اور خود اراکین کو روا نہیں کہ اس کا خلاف کریں کہ یہ علم کا مقابلہ جمل سے ہو گا اور وہ جمل مرکب ہے،
قال تعالى فلم تعاجوني فيا ليس لكم به
عسلو
اگر تم نے فرمایا، مجھ سے اس معاملہ میں کیوں
بجھٹ کرتے ہو جس کا تمہیں علم نہیں ہے (ت)

اور شکل سوم میں صدر کی رائے کوئی چیز نہیں پھر اگر اراکین میں بومتفقہ ہیں ایک رائے پر
متفق ہیں اسی پر حکم کرے، اور مختلف ہیں تو جسے ان میں افتہ و اورع سمجھے اس کا اتباع کرے کما
قد مناه عن المحيط والهندية (جیسا کہ ہم نے پہلے محیط اور ہندوستان سے
بیان کیا ہے۔ ت)، سراجیہ پھر تنویر و نور میں ہے :

اذا اختلفت هفتیان في جواب حادثة اخذ
بقول اخفهما بعد ان يكون اورعهما
جب کسی حادثہ میں دو مفتیان کا اختلاف ہو
تو ان میں افتہ اور پرہیزگار کے قول کو اختیار
کرے (ت)

اور اگر افتہ میں متعارب اور ورع میں یکساں ہیں تو اب کثرت رائے کی طرف میل کرے فان مظنة

سہ القرآن الکریم ۶/۲۱

سہ در مختار مقدمۃ الکتاب رسم المفتی مطبع مجتہائی دہلی ۱۵/۱

سہ القرآن الکریم ۶۶/۲

سہ در مختار شرح تنویر الابصار کتاب القضاء مطبع مجتہائی دہلی ۴۲/۲

الاصابة فيها اكثر عند من لا يعلم وهو اعذر له عند ربه عن وجب (کیونکہ اکثریت کی رائے میں درستگی کا احتمال زیادہ ہے یہ چیز نہ جانتے والے کے لئے عند اللہ بڑا عذر ہے۔ ت) اور اگر کثرت بھی کسی طرف نہ ہو مثلاً چار متفقہ ہیں دو ایک طرف دو ایک طرف، تو جس طرف دل گواہی دے کہ یہ احسن یا احوط فی الدین ہے اس طرف میل اولیٰ ہے ورنہ مختار ہے جس پر پاسے عمل کرے اور اب یہ صورت قسم دوم کی طرف راجع ہو جائے گی۔ معین الحکام میں ہے،

ذكر الحسن بن زياد في ادب القاضي له
الجاهل بالعلم اذا استفتى فقيهاً فافتاه
بقول احد اخذ بقوله ولا يسه ان يتعدى
الى غيره، وان كان في المصنفين
كلاهما سوا يأخذ عنهما، فان اختلفا
عليه فلينظر ايها يقم في قلبه انه اصبها
وسعه ان يأخذ به، فان كانوا ثلثة فقبلا
واتفق اثنان اخذ بقولهما ولا يسو امت
يتعدى الى قول الثالث۔

حسن بن زياد نے اپنی ادب القاضي میں ذکر کیا ہے
کہ کوئی جاہل جب کسی فقیہ سے سوال کرے اور
وہ اسے کسی ایک قول پر فتویٰ دے تو وہ اس
فتویٰ کو اپنائے اور غیر کی طرف جانے کی اس کو
اجازت نہیں۔ اگر شہر میں دو مساوی فقیہ ہوں
تو دور سے پاسے رجوع کرے، اگر دونوں میں
اختلاف ہو تو اسے چاہئے کہ غور کرے جس کی بات
دل میں درست لگے اس کو اپنائے تو یہ جائز ہے
اور اگر شہر میں تین فقیہ ہوں اور وہ کی رائے متفق ہو
تو ان کی بات کو اپنائے اور تیسرے کی طرف رجوع
کی گنجائش اسے نہ ہوگی (ت)

رد المحتار میں ہے،

قال في الفتح وعندى انه لو اخذ بقول
الذي لا يميل اليه قلبه جاز لان ذلك
الميل وعدمه سواء الخ۔

فتح میں کہا ہے کہ اگر اس قول کو اپنایا جس کی طرف
قلبی میلان نہیں تو میرے نزدیک جائز ہے کیونکہ
اسکا میلان اور عدم میلان برابر ہیں الخ (ت)

اقول (میں کہتا ہوں امام حسن بن زیاد کا ذکر کر کے
قول اس کے معارض ہے جبکہ وہ ہمارے امام عظیم

اقول عامر ضہ ما ذکر الامام الحسن
بن زياد وهو من ائمتنا المجتهدين

معین الحکام
المرکز الثانی من اراکلی القضاء المقضی بہ
معین الحکام
کتاب القضاء
دار احیاء التراث العربی بیروت
۳۰۳/۴

تلامذۃ امامنا الاعظم فالأخذ به أولى من
بحث المحقق۔

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مجتہد تلامذہ میں سے ایک امام
ہیں تو محقق صاحب کے قول کے مقابلہ میں اس
امام کے قول کو اپنانا بہتر ہے (ت)

شکل اول میں صدر مستفاد کو اپنی رائے پر عمل چاہئے کثرت رائے خلاف پر نظر نہیں کیا قد منہ
عن معین الحکام والحیط والعلمگیریہ (جیسا کہ ہم پہلے معین الحکام، حیط اور عالمگیریہ سے اس کا
ذکر کر آئے ہیں۔ ت) ہاں اگر اراکین میں کوئی اس سے افتہ و اعلیٰ ہے اور اس کے خلاف کے سبب
اس کی رائے میں تزلزل آگیا تو رد ہے کہ اس افتہ کا اتباع کرے خواہ اب بھی اپنی ہی رائے پر قائم
رہے، یہ صورت بھی قسم دوم سے ملتی ہو جائے گی۔ حیط و ہندیہ میں ہے،

ان اشار ذلك الرجل الى شئ ورأى القاضى
بمخلاف رأيه فالقاضى لا يترك رأى
نفسه فان اهتم القاضى برأيه لسمات
ذلك الرجل افضل وافقه عنده لو قضى
برأى ذلك الرجل امر جواز يكون في سعة
من ذلك وان لم يهتم القاضى برأيه
لا ينبغى له ان يترك رأى نفسه بل
اگر یہ شخص قاضی کو کسی چیز کا مشورہ دے اور قاضی
کی رائے اس کے خلاف ہو تو قاضی اپنی رائے
کو ترک نہ کرے اور اگر قاضی اپنی رائے کو اس
بنا پر اہم نہ سمجھے کہ وہ شخص اس سے افتہ اور افضل
ہے تو اس بنا پر اگر اس شخص کی رائے پر عمل کرے
تو مجھے امید ہے قاضی کو یہ گنجائش ہے اور اگر قاضی
اس شخص کی رائے کو اہم نہیں سمجھتا تو اسے اپنی رائے
کا ترک مناسب نہیں ہے۔ (ت)

در مختار میں ملقط سے ہے،

قضى بما رآه صوابا لا بغیره الا ان يكون
غیر اقوى فی الفقه ووجوه الاجتهاد فيجب
ترك رأيه برأيه بل
اپنی رائے پر قاضی فیصلہ دے مگر جب غیر کی رائے
کو افتہ اور درجہ اجتناب میں اقویٰ فستد
دے تو اس کے مقابلہ میں اپنی رائے کا ترک قاضی
کو جائز ہے۔ (ت)

رد المحتار میں ہے،

لکن هذا اذا اتهم برأى نفسه ففى الهندية
عن المحيط، ونقل ما ذكرناه بمعناه۔
لیکن یہ تب جائز ہے کہ اپنی رائے کو اس کے مقابلہ
میں باہم نہ جانے، تو ہندو میں محیط سے معنادہ نقل
کیا جس کو ہم نے ذکر کیا ہے۔ (ت)

یہ احکام قسم اول کے تھے۔

قسم دوم میں یعنی جہاں جہاں شرط اسے اختیار دیا گیا ہے تین صورتیں ہیں، ایک یہ کہ وہ
انجمن کسی وقت سے متعلق ہو اور یہ امر دائرہ شرط و واقف میں داخل۔ اس صورت میں جو شرط واقف کا
مقتضی ہو اس پر عمل کیا جائے خواہ رائے صدر یا اراکین یا بعض کے موافق ہو یا سب کے خلاف کہ
شرط واقف مثل نص شارح واجب الاتباع ہے کیا نص و اعلیہ الا فیما استثنی وهو مفصل فی
الاشیاء والظہر و حواشی الدرر وغیرہا (جیسا کہ انہوں نے اس پر نص فرمائی ہے ماسوائے ان
استثنائی صورتوں کے جن کی تفصیل اسبابہ، غمزہ اور حواشی الدرر وغیرہ میں ہے۔ ت) دوم چہذہ سے
اس کی کارروائی ہو اور امر دائرہ متعلق بمال، اس صورت میں چہذہ و ہندوں کی رائے کا اتباع ہے
صدر و اراکین ان کے خلاف اجازت صرف مالی کے مختار نہیں لانہ الحال فی هذه الصورة لا یخرج
عن ملک المعطین کما حققناه فی کتاب الوقف من فتاونا (کیونکہ عطیہ دینے والوں کی ملکیت سے
اس صورت میں مال خارج نہ ہوگا جیسا کہ ہم نے اپنے فتاویٰ کی کتاب الوقف میں اس کی تحقیق کی ہے۔ ت)
جیسے قسم اول سے دوسریں ملتی ہیں۔ قسم دوم ہوئی تحقیق جو میں قسم دوم سے یہ صورتیں راجع بر قسم اول ہیں کہ
بعارض وقت و ملک غیر ان میں جانب شرع سے تحدید جوگی تخییر نہ رہی۔ سوم ان دونوں کے علاوہ یعنی
وقت ہو تو امر دائرہ کسی شرط واقف سے تعلق نہ ہو یا چہذہ کا کام ہو تو امر دائرہ متعلق بمال نہ ہو یا چہذہ و ہندوں
کی طرف سے انجمن کو اذن عام ہو حقیقتاً یہی صورتیں قسم دوم میں ہیں یہاں اگر اس امر میں صدر ذی رائے
نہیں اور اراکین جیسا کہ سوال میں ہے ماہر فن جب تو ظاہر کر دیاں سے اپنی رائے پر وثوق ہے معنی
ہے غایت یہ کہ کسی خاص معاملہ میں کسی وجہ سے رائے اراکین میں اسے کوئی شبہ نہ ہو تو اور متدین ماہرین
سے تفتیش کر کے اطمینان کر لے، بالحدکہ یہ صورت شکل سوم کے مقارب اور احوالہ یہاں ویسی ہی طرز عمل
مناسب، ہو ہیں اگر صدر خود بھی اس امر کا ماہر ذی رائے ہے تو یہ صورت شکل اول کے مشابہ ہوگی مگر
اذا انجا کسی طرف کوئی مطالبہ شرعی نہیں، بہر صورت یہاں مصلحت صدر کو یہی مناسب ہے کہ کثرت رائے

پر عمل کرے کہ باعث وحشت و بددلی اراکین و بدانتظامی مجلس نہ ہو، علماء نے تشریح مشورہ و نزول کرید
و شاورہم فی الامر کی ایک مصلحت یہ بھی لکھی ہے کہ معاملہ میں ہے،

قال قتادة ومقاتل فان ساداة العرب حضرت قتادہ اور مقاتل نے فرمایا، عرب مشرادل
كانوا اذا لم تشاور في الامر شق ذلك سے جب مشورہ نہ ہوا تو ان کی یہ بات گراں گزری کہ
عليهم فامر الله تعالى بنبيه صلى الله اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ
تعالى عليه وسلم ان يشاورهم فان ذلك عليه وسلم کو ان سے مشورہ کا حکم فرمایا کیونکہ
اعطفت لهم واذهب لاضغانهم واطيب اس سے ان پر شفقت کا اظہار اور ان کے
لنفوسهم لہ دل کی خلش دور، اور ان کے نفوس مطمئن ہونے

کا سامان ہوگا۔ (ت)

اور شک نہیں کہ ابتداء ترک مشورہ میں وہ ایجاب نہیں جو بعد مشورہ رائے اکثر پر عمل نہ کرنے میں اور
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: بشروا ولا تنفروا (خوشخبری دو اور نفرت پیدا
نہ کرو۔ ت) ہاں اگر خلاف میں کوئی مصلحت اس مصلحت سے عظم اور اس کے ترک میں کوئی مفسدہ
اس مفسدہ سے اشد ہو تو من استل بیلیتین اختار اھونھما (جو دو مصیبتوں میں جتنا ہر تو آسان
کو اپنائے۔ ت) پر عمل کرے۔

هذا كله ما ظهر لي اخذ من كلامهم یہ تمام بحث وہ ہے جو میں نے ان کے کلام سے
وارجو ان يكون منتهى المقال في هذا ظاہر یا کہ حاصل کی، تو مجھے امید ہے کہ اس
المقام وبالله التوفيق۔ مقام میں یہ بحث کی انتہا ہے، اور توفیق صرف
اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ (ت)

سۃ القرآن الکریم ۱۵۹/۳		
سۃ معالم التنزیل علی ہاشم قسیر الخازن تحت آیت و شاورہم فی الامر مصطفیٰ البانی مصر ۲۳۹/۱		
سۃ صحیح مسلم کتاب الجہاد قدیمی کتب خانہ کراچی ۸۲/۲		
صحیح البخاری کتاب العلم ۱۶/۱		
سۃ الاسرار المرفوۃ حدیث ۸۵۲ دارالکتب العلمیۃ بیروت ص ۲۱۵		
عہد اصل کی جرات، پرچی نہ جاسکی پھر بھی مطلب میں خلل نہیں۔		

تنبیہ: کسی امر کو قسم دوم سے ٹھہرانے میں احتیاط بلخ و نظر غائر و کار ہے، مسلمانوں کے
 کم کام ایسے نکلیں گے جن میں شرع مطہر کی طرف سے ابتدائاً خواہ بوجہ عارض کوئی تحدید نہ ہو، اب یہیں
 دیکھئے کہ خالص قسم دوم میں بلایع اکثر اہل زمانہ کے سبب تغیر کا اندیشہ پیدا ہو کر ایک تحدید شرعی تکلیفی
 تو حکم کے لئے علم و فہم کامل سے چارہ نہیں اور حق یہ کہ مسلمان بے علم دین یا یک قدم نہیں چل سکتا اللہ
 عزوجل علم دے اس پر عمل دے اس کو قبول فرمائے بجاۃ حبیبہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
 وعلى آله وصحبه اجمعین والحمد لله رب العالمین، واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم۔
 ۱۳۔ علمہ از ریاست رامپور محلہ پیلا تالاب مرسلہ مولوی ہدایت الرسول صاحب
 ۲۰۔ ربیع الآخر شریف ۱۳۳۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں، عکرو نے پختہ مکان بنایا جس کا دروازہ شارع عام
 پر واقع ہے اس مکان پر بالا خانے بھی تعمیر کئے، ان بالا خانوں میں اسی شارع عام کی طرف چار
 چھوٹی چھوٹی کھڑکیاں بھی ضرور رکھی ہیں اسی سمت میں شارع عام سے فاصلہ پر بزرگ مکان واقع
 ہے، ان کھڑکیوں کی وجہ سے بزرگ کو اپنی بے پردگی کی شکایت واقع ہوئی اور اہل محلہ سے کہا کہ ان کھڑکیوں
 کے سامنے آڑ کر ادینا چاہئے جس سے ہمارے مکان کا سامنا نہ رہے۔ عکرو نے اہل محلہ کے کہنے سے
 ان روشندانوں پر جستی چادر سے ایسا سا بیان ڈال دیا کہ سو ایچے کی سڑک کے اور کچھ نظر نہیں آتا
 پھر روشندانوں میں اسے کی سلاخیں لگا دیں اور آڑنگوں سے خوب مضبوط جڑوا دیا کہ کسی طرح وہ چادر
 اٹھ نہ سکے، اب بحالت موجودہ ان سے کسی کے مکان کا سامنا مطلقاً نہ رہا، یہ سب کچھ کر کے بزرگ کو
 دکھایا گیا جس کو ابھی طرح جانچ کر بزرگ نے اہل محلہ کے سامنے اپنی رضامندی ظاہر کی اور ہر اضنی طرفیں
 وہ کھڑکی نما روشندان قائم ہو چکی جو عرصہ ۳ برس سے بدستور قائم ہیں فی الحال بزرگ نے ایک رنجش تازہ
 کی وجہ سے ان سہ سالہ قائم شدہ روشندانوں کی مسدودی کا دعویٰ اس بے اصل اور خلاف واقعہ
 اظہار پر کیا ہے کہ مذکورہ کھڑکیوں کے سائبان اٹھا کر اس کے مکان کی بے پردگی کی جاتی ہے حالانکہ
 وہ سائبان مطابق بیان بالا نہایت مضبوط جڑے ہوئے ہیں جس کا اٹھانا ناممکن ہے، چنانچہ اس
 کا معائنہ حاکم عدالت کو بھی کرا دیا گیا ہے اور نیز اگر موجودہ استحکام سے اور کوئی زیادہ استحکامی حالت
 تجویز کی جائے تو عکرو اس کے لئے بھی تیار ہے۔ عرض یہ ہے کہ بزرگ اندر سے سائبان اٹھا کر جھانکنے کا دیم
 بے اصل واقعہ کہلے۔ اس واقعہ صحیح کو عرض کر کے امیدوار حکم شرعی کا ہوں۔ مینو اتوجہ روا۔

الجواب

جب صورت واقعہ یہ ہے کہ سوال میں مذکور ہوئی تو اس صورت میں بکر کا دعویٰ باطل و نامسموع اور ہمارے ائمہ متقدمین و متاخرین کے اجماع سے مردود و مدفوع ہے، ہمارے جمیع ائمہ کرام رضی اللہ عنہم کا اصل مذہب تو یہ ہے کہ ہر شخص اپنی ملک خاص میں جس سے دوسرے کا حق متعلق نہ ہو ہر قسم تصرف کا اختیار رکھتا ہے اگرچہ اس سے بالفتح دوسرے کا ضرر لازم آتا ہو، بہت اکابر نے اسی پر فتویٰ دیا۔ درمختار میں ہے،

ظاهر الرواية عدم المانع مطلقا وبه
اقتى طائفة كالامام ظهير الدين و
ابن الشحنة والدة ورجحه في الفتح
وفي قسمة المجتبى وبه يفتى واعتمد المصنف
شبه فقال وقد اختلف الافتاء وينبغي
ان يعول على ظاهر الرواية.

ظاہر روایت مطلقاً عدم منع پر ہے اسی پر ایک
جماعت مثلاً امام ظہیر الدین، ابن شحنہ اور ان کے
والدہ کا فتویٰ ہے اور فتح میں اسی کو ترجیح دی ہے
اور مجتبے کی قسمت کی بحث میں یہ یفتی یعنی اسی
پر فتویٰ ہے "فرمایا، اور مصنف نے اسی پر اعتماد
کرتے ہوئے وہاں فرمایا کہ فتویٰ مختلف ہے اور
مناسب یہی ہے کہ ظاہر روایت پر اعتماد کیا جائے۔"

بکر الرائق میں ہے،

وذكر العلامة ابن الشحنة ان في حقه
ان المنقول عن ائمتنا الخمسة ابي حنيفة
وابي يوسف ومحمد وزفر والحسن
بن زياد انه لا يمنع عن التصرف في ملكه
وان اضرب بجارس قال وهو الذي اميل
اليه واعتمده واقتى به تبعا لوالدي شيخ
الاسلام رحمه الله تعالى.

علامہ ابن شحنہ نے فرمایا کہ میری یاد میں ہے کہ
ہمارے پانچوں ائمہ ابو حنیفہ، ابو یوسف، محمد
ذکر اور حسن بن زیاد رحمہم اللہ تعالیٰ سے ثابت
ہے کہ کسی کو ذاتی ملکیت میں تصرف منع نہیں
کیا جائے گا اگرچہ پڑوسی کو ضرر ہو۔ اور سنہ ۱۰۱۵
اسی کی طرف میرا میلان ہے اور اعتماد ہے
اور اپنے والد شیخ الاسلام کی اتباع میں میرا
یہی فتویٰ ہے۔ (ت)

محقق علی الاطلاق نے فتح القدر میں فرمایا: والوجه لظاهر الرواية (معتبر وجہ ظاہر روایت کے لئے ہے۔ ت) اور معلوم ہے کہ فتویٰ جب مختلف ہو تو ظاہر الروایۃ پر عمل واجب ہے۔
کما فی البحر والخیوة ورد المختار وغیرہا جیسا کہ بحر، خیرہ اور رد المحتار وغیرہ عام کتب عامۃ الاسفار میں ہے۔ (ت)

اس تقدیر پر تو دعویٰ سرے سے بے بنیاد ہے مگر تاخرین نے بنظر مصلحت و حدیث: لا ضرر ولا ضرار۔ رواہ احمد عن جابر۔ ضرر رسائی جائز نہیں۔ اس کو احمد نے جابر سے واجب حاجۃ عندہ وعن عبادۃ ربہ فی اللہ اور ابن ماجہ نے ان سے اور عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے پسند حسن۔ (ت)

بلکہ استحسان دفع ضرر بین پر نظر کی ہے اقول غیر فقیر اس سے یہ گمان کرتا ہے کہ بین کے معنی ہیں ظاہر واضح، تو کیسا ہی ضرر کسی حالت میں ہو جبکہ مخفی نہ ہو مالک کو اپنی ملک میں تصرف سے باز رکھنے کا پروا نہ ہے حالانکہ یہ محض وہم و دوسرے قسم ہے۔ شرع مطہر نے ملک کی وضع اطلاق تصرف کے لئے فرمائی ہے مالک کو اس کی ملک میں تصرف سے روکنا کیا ضرر نہیں، اور حدیث فرماتی ہے، لا ضرر ولا ضرار (مفسر رسائی جائز نہیں۔ ت) تو کیا وجہ ہے کہ مطلقاً دوسرے کے ضرر کو خود مالک کے ضرر پر ترجیح دی جائے حالانکہ یہ ترجیح بلا مزعج بلکہ بار بار ترجیح مروج ہے کہ مالک صاحب حق ہے اور صورت یہ مفروض ہے کہ دوسرے کا اس ملک سے حق متعلق نہیں کما فی السفل لرجل العلو لا یشو (جیسے نچلا حصہ ایب کا ہو اور بالا فی حصہ دوسرے کا۔ ت) ایک شخص کے مکان میں نہایت وسیع سایہ دار گنجان درخت ہے اس کے برابر ایک محتاج کا گھر ہے جس پر سایہ اس درخت ہی کا ہے بلاشبہ اس کے قطع میں جار کا اضرار ہے مگر ہرگز مالک اس سے منزع نہیں ہو سکتا۔ فتح القدر و جامع الفصولین میں فرمایا:

واللفظ الجامع من أجل له شجرة يستظل بها جابرہ اما دقلعها لا یمنع منه ولو تضرر به جاسما اذ رب الشجرة بالقطع یمنعه عن الانتفاع کسی شخص کا درخت ہو اور اس کا پڑوسی اس سے سایہ حاصل کرتا ہے اور مالک درخت اکھاڑنا چاہتا ہے تو پڑوسی کے ضرر کی وجہ سے مالک کو اکھاڑنے سے باز رکھا جائے گا، ہو سکتا ہے کہ درخت

بلکہ ہے

کاماک اپنی ملکیت سے پڑوسی کو انتفاع سے روکنا
چاہتا ہو۔ (ت)

خادم فقہ سمجھتا ہے کہ یہاں چار شرطیں ہیں جن کے اجتماع سے وہ ضرر جتنی متحقق ہوگا،
شرط اول: وہ ضرر کثیر فاحش ہو یعنی دایرہ بار کو گرا دے یا بالکل قابل انتفاع نہ رکھے دیوار کو زور کرنا
اول میں داخل ہے اور حاجتِ اصلیت سے باز رکھنا دوم: محقق نے فتح میں فرمایا،

فصل فی الضرر علی الصلوة والسلام کا ارشاد لا ضرر
ولا ضرار (یعنی ضرر رسانی جائز نہیں) عام
فصوص البعض ہے کیونکہ بہت سے ضرر ایسے ہیں
جن سے یقیناً ممانعت نہیں ہے مثلاً تعزیرات اور
حدود اور مسلسل آگ سے کچر پکانا جس سے دھوئیں
کا پھیلنا بعض جگہ گھٹن پیدا کرتا ہے تو اس سے ایسے
پڑوسیوں کو ضرر ہوتا ہے جو اپنے فقر کی وجہ سے کھانا نہیں
پکاتے نہ ضرر یا جگہ پڑوسیوں میں بغض جلتے سکی وجہ سے ضرر پہنچتا
ہو، جیسا کہ ہم آپ کو کاماک کا اپنے درخت کو کاٹنے
پر ضرر بتا رہے ہیں، تو ضروری ہے کہ مذکور حدیث
میں ضرر سے خاص ضرر مراد لیا جائے اور وہ جس سے
پڑوسی کے مکان گرنے کا خدشہ ہو یا اس طرح کا جو
کوئی واضح ضرر ہو۔ حاصل یہ ہے کہ قانون کے مطابق
ملکیت والا اپنی ملکیت میں جو چاہے تصرف کر سکتا ہے
کیونکہ وہ خالص اپنی ملکیت میں تصرف کر رہا ہے
اگرچہ اس سے دوسرے کو ضرر بھی ہوتا ہے یہ قیاس و
قانون ایسی جگہ نافذ نہ ہوگا جہاں پڑوسی کو واضح طور
پر ضرر پہنچتا ہو، یہی ضرر جس سے دوسرے کے مکان

قوله صلى الله تعالى عليه وسلم لا ضرر
ولا ضرار لا شك انه عام مخصوص
للقطع بعدم امتناع كثير من الضرر
كالغاسير والحدود وهو اظنه طبع ينتشر
به دخان قد ينجس في خصوص اماكن
فيتمسك به جيرانه لا يطبخون فقهم
خصوصا اذا كان فيهم مريض يتضرر به و
كما ارياك من الضرر يقطع الشجرة
المملوكة للقاطع فلا بد
ان يعمل على خصوص من الضرر
وهو ما يؤدى الى هدم بيت الجار
ونحوه من الضرر البين الفاحش والحاصل
ان القياس ان يفعل صاحب الملك
ما بدا له مطلقا لانه يتصرف في
خالص ملكه وان كان يلحق
الضرر بغيره لكن يترك القياس
في موضع يتعدى ضرره الى
غيره ضرر فاحشا، وهو المراد

بالین وهو ما يكون سببا للهدم وما
يوهن البناء سبب له او يخرج عن الانتفاع
بالكلية وهو ما ينجم من الحوائج الاصلية
كسد الضوء بالكلية ، واختاروا الفتوى
عليه واما التوسع الى منع كل ضرر ما فيسد
باب الانتفاع بملك الانسان كما ذكرنا
قريباً (ملقطاً)۔

مگرتے یا کمزور ہونے کا خطرہ ہو، مراد ہے یا ایسا
ضرر کہ دوسرے کو اپنی ملکیت کے انتفاع سے بالکل
محروم کر دے وہ یہ کہ اس کو اپنی حوائج اصلیه
سے روک دے، مثلاً بالکل روشنی کا ختم ہو جانا،
غبار کرانے اسی پر فتویٰ کو مختار قرار دیا ہے
لیکن یہ کہ ہر ضرر کو منوع قرار دینے تک تو وسیع تو
انسان کو اپنی ملکیت سے انتفاع سے محروم کر دیگی
جیسا کہ قریب ہی ہم نے ذکر کیا ہے (ملقطاً)۔ (ت)

اسی طرح محروم دیر میں عاشری اشباہ علامہ بری زادہ سے ہے۔

مشروط دوم: اس ضرر میں اس کا فصل مستقل ہو فعلی جار کو اس میں دخل نہ ہو ورنہ اصل لحاظ نہ رہگا
مثلاً اس کی چھت سے جار کے زمانہ کا سامنا نہیں مگر زمانہ کے پاس کوئی باغیچہ اور مکان ہے اس کا
سامنا ہے یا اس کی چھت سے جار کی چھت ملی ہوئی ہے اور آڑ نہیں کہ عورتیں اس باغیچہ یا اپنی چھت پر
آئیں اور یہ اپنی سقف پر جائے تو بے پردگی جو یہ ضرر میں محسوب نہیں کہ زمانہ کا سامنا نہیں عورتیں
ایسی جگہ کیوں آئیں یہ جار کا فصل ہوا۔ نتیجہ الحامیہ میں ہے،

لا یدخل طبقه فیها طاقه قديمه مقابله لقصور
سواق حادین فی دار جاسه عمره و فقام
عمره و یکلفه سدا الطاقه شرعا عما انھا
تشرق علی القصور والسواق المذکورین
و الحال انھا لیس محل قرار نسائہ
و جلوسهن بل محله سفلی الدار، فھل
لیس له تکلیفہ بذلک۔
جگہ میں ہے تو ایسی صورت میں محروم کی یہ حق نہیں کہ وہ کھڑکی والے کو بند کرنے پر مجبور کرے۔ (ت)

فتاویٰ امام فقیر البراہین رحمہ اللہ تعالیٰ پھر فتح القدیر و جامع الفصولین میں ہے :

واللفظ له لولا يقع بصورة في دار جارية ولكن يقع بصورة عليهم لو كانوا على السطح لا يمنع اذ استويا في الضرر لانه است كان يقع بصورة عليهم يقع بصورة عليهم ايضا في السطح كذا
لفظ جامع الفصولین کے ہیں، اگر مکان والے کی نظر پڑوسی کے گھر میں نہیں پڑتی لیکن اگر پڑوس والے چھت پر اور کھلی جگہ ہوں تو نظر پڑتی ہے تو ایسی صورت میں پڑوسی کو منع کرنے کا حق نہیں ہے جبکہ دونوں اس ضرر میں برابر ہیں کیونکہ جب ایک کی نظر پڑے گی تو دوسرے کی بھی ان پر نظر پڑے گی جب چھت پر ہوں گے۔ (د ت)

اسی طرح وجہ گردی میں ہے۔

شروط سوم : وہ ضرر ثابت و متحقق ہو محمل و متوقع معتبر نہیں مثلا چھت کے قریب بلند دیوار میں تابان ہیں کہ اگر سیر می لگا کر اوپر چڑھ کر جھانکے تو ہمایہ کے زندہ کا سامنا ہو اس کا اعتبار نہ ہوگا اور وہ روشندان ہندہ کہے جاتے ہیں۔ عقود الدریہ میں ہے :

مثل في رجل له قاعة رفيعة البناء ملاصقة لدار جارية ففتح في اعلاها بالقرب من شققها قسميتين للضيوف فقط ليس فيهما اشرف على حريم الجار الا بالصعود اليهما بسلم عال قاص جارية الآن يكلفه سدّهما بدون وجه شرعي فهل يمنع الجار من ذلك الجواب نعم
ان سے ایک شخص کے متعلق سوال ہوا کہ اس کا بڑا بلند مکان ہو اس کے ساتھ ملا ہوا پڑوسی کا مکان ہے تو بلند محل والے اس شخص نے روشنی کے لئے چھت کے قریب اپنے مکان میں دو روشندان پڑوسی کی طرف نکالے جبکہ ان روشندانوں سے پڑوس کے اہل خانہ کو جھانکنے کا کوئی ذریعہ نہیں ماسوائے اس کے کہ بلند سیر می لگا کر ان سے جھانکا

جیسے تو اب پڑوسی خود کر کے ان روشندانوں کو کسی شرعی وجہ کے بغیر بند کر لے تو کیا پڑوسی کو اس سے روکا جائیگا، جواب دیا کہ ہاں پڑوسی کو اس مطالبہ سے منع کیا جائے گا۔ (د ت)

شروط چہارم : وہ ضرر ناممکن الا حراز ہو یعنی جس تصرف سے یہ ہوا ہے اس کے ازالہ کے اور کوئی چارہ کار نہ ہو ورنہ منع تصرف لازم نہ ہوگا۔ بحر الرائق میں کتاب الاستحسان امام ابو بکر رازی

سے ہے :

الذی اراد اکاشاً مجاورة للدور فاراد صاجها
ان یعنی فیہا تنورا للخبز الدائم کما یکون
فی الدکانیین اور حی للطحین او مہد قات
للقصاصین لم یجزلان ذلک یضرب بحیرانہ
ضرباً فاحشاً لا یمکن التحریض عنہ فانہ
یاتی منہ الدخان الکثیر الشدید ،
وورح الطحین وودق القصاصین یوہن
النساء بخلاف الحمام فانہ لا یفسد الا
بالنداء و یمکن التحریض عنہ بانہ
یعنی حائل ما بینہ و بین جاسرہ و بخلاف
المتنور الصغیر المتعاد فی البیوت

ایک مکان کو دوسرے مکان سے ملا ہوا ہر ایک
مکان والا اپنے مکان میں دائمی کاروباری تنور
روٹیوں کے لئے یا آٹا پیسنے کے لئے چکی یا دھوبی گھاٹ
بنائے تو جائز نہ ہوگا کیونکہ اس سے پڑوس کو
گھلا ضرر ہے جس سے بچنا ممکن نہیں ہے کیونکہ
کثیر و شدید دھواں وہاں سے اُسے گا اور چکی
اور دھوبی گھاٹ سے پڑوس والے مکان کی عمارت
کمزور ہوتی ہے اس کے برخلاف حمام ہر تو جائز
ہے کیونکہ اس سے رطوبت کا نقصان ہے لیکن
اس سے بچنا ممکن ہے کہ اپنے اور پڑوس کے
درمیان دیوار بنادے ، اسی طرح گھر طے تنور جو
کے عادات گھروں میں ہوتے ہیں وہ بھی جائز ہے (ت)

جب یہ اصل منع ہوئی مسئلہ وارد کی طرف چلے ، یہ تو پہلے معلوم ہوا کہ ہمارے جملہ ائمہ مذہب
رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے مذہب مذہب صحیح مزج پر تو دعویٰ بکسر سے ہے بنیاد ہے اور بہت اکابر
اس صورت کو فتوائے متاخرین سے بھی جہانمانتے ہیں اور اس پر وہی اصل حکم ائمہ جانتے ہیں کہ بالا خانے
میں دروازہ و در پیر نکالنے سے اصل منع نہ کیا جائے گا جس کی بے پردگی ہو وہ اپنا پردہ بنا لے اپنی
دیوار اونچی کر لے ۔ امام عطاء الدین نے فصول میں بالآئکہ قول متاخرین اختیار کیا ، اس مسئلہ میں
عدم منع ہی کو مؤید فرمایا اور محقق علی الاطلاق نے اسے مقرر رکھا ، فتح میں بعد نقل مسئلہ مذکورہ فتاویٰ
امام سمرقندی میں فرمایا ،

قال فی فصول العبادی و علی قیاس
السؤال المتقدمة وھی انت لا یمنع
صاحب الساحة من ان یفتح صاحب العلوکوة
فصول عمادی میں فرمایا ، پہلے مسئلہ پر قیاس کے
طور اور وہ یہ کہ صحن والا بالا خانے والے کو
روشن دان اور کھر کی نکالنے سے منع نہیں کر سکتا

يتنبه ان يقال في هذه ليس للجاس حق المنع
من الصعود وان كان بصيرة يقع في
دار جاسرة الا ترى انك محمد ارحمه
الله تعالى لم يجعل لصاحب الساحة
حق منع صاحب البناء عن فتح الكوة في
علوه مع ان بصيرة يقع في الساحة

اس بنا پر یہ حکم مناسب ہے کہ پڑوسی کو یہ حق
نہیں کہ دوسرے کو اپنے مکان پر چڑھنے سے منع
کرسے اگرچہ چھت پر جانے سے پڑوسی کے گھر نظر
پڑتی ہو، آپ دیکھتے نہیں کہ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ
نے صحن والے کو حق نہیں دیا کہ وہ بالاخانہ والے
کو کھر کی نکالنے سے منع کرسے حالانکہ ظاہر ہے
کہ اوپر کھر کی سے صحن میں نظر پڑتی ہے۔ (ت)

کتاب الحیطان امام عمام شہید و بحر الرائق و خلاصہ و جہز کردہ ری و انقرویہ و غیرہ میں ہے
لو فتح صاحب البناء في علو بيتائه بابا او
كوة لا يملك صاحب الساحة منعه بل له
ان يبني ما يستر جهته

ارباب الفتری میں ہے

مرجل وكل وكيلا عن زوجته باع لها
قطعة ارض لجاسه له ان يفتح طبقات
مطلية على حوش الموكلة المذكورة وليس
لها ان تمنعه فان استصرت منه تبذ
جد اراقى امرضها احد ملخصا.

محسوس کرتی ہے تو اسے چاہئے کہ وہ اپنی زمین میں پردہ کے لئے دیوار بنائے (ت)

ان کے حکم سے بھی بکر کو کچھ اختیار دعویٰ نہیں۔ رہا قول مقصدرات و غیرہ جس میں اس صورت کو داخل
فوتائے متاخرین مانا اور بیشک ہمارے بلاد میں یہی اوفی و وارفتی ہے اس قول پر بھی بکر کو اصلاح راہ دعویٰ
نہیں کہ جب ان پر جست کے سائبان جڑوا دے جن کے بعد صرف بزرگ کا سائبان رہا تو ہر کثیر فاحش درکنار

۱۔ فتح القدر مسائل مشورۃ من کتاب القضاء مطبع نوریہ رضویہ سکرم ۲۱۵/۶

۲۔ فتاویٰ انقرویہ کتاب القضاء مسائل الحیطان ارگ بازار قندھار افغانستان ۳۶۶/۱

۳۔ فتاویٰ ہزاریت علیٰ ہش فتاویٰ النبیۃ کتاب الحیطان الفصل الاول نورانی کتب خانہ پشاور ۲۱۲/۶

۴۔ ارباب الفتری

مر سے بزرگ کا ضرر ہی زربا اس قول میں یہ ہے کہ :

اذا كانت النكوة لنظر وكانت الساحة محل
الجلوس للنساء يمتنع وعليه الفتوى -

اگر کھڑکی دیکھنے کی غرض سے بنائی اور پڑوسی عورتوں
کی نشست گاہ صرف وہی صحن والا برآمدہ ہے

تو اس صورت میں کھڑکی بنانے سے منع کیا جائے گا اور اسی پر فتویٰ ہے (ت)۔
یہاں وہ کہ نظر آتا ہے محل جلوس زنان نہیں بزرگ ہے اور وہ کہ محل جلوس زنان ہے نظر نہیں آتا تو نہ دیکھ
و نہ بیکہ نظر ہو نہ محل محل فساد - عقود الدیہ میں ہے :

سئل فی رجل له طبقة فب دارة لها
ثلاث شبابيك مطلات علی الشارع فقط
قاصر رجل من اهل المحلة يعارض فی اعادة
الشبابيك المذكورة فهل یس له
معارضة فی ذلك الجواب نعم له

سوال ہوا کہ ایک شخص کی حویلی میں اس کا بالا خانہ
ہے جس میں تین کھڑکیاں ہیں جن سے صرف بزرگ
پر نظر پڑتی ہے تو اہل محلہ میں سے ایک شخص اٹھ کر
مذکورہ کھڑکیوں پر اعتراض کرے تو کیا اس
معارض کو حق اعتراض تو نہیں ! الجواب ہاں
اسے حق نہیں ہے - (ت)

بالجملہ صورت مستوفی میں دعویٰ بزرگ ہمارے اندر متعذرین و معنائے متاخرین کسی کے قول پر
اصلاً قابلِ سماعت نہیں نیز بیان مذکور سے ظاہر ہوا کہ اس حالت میں اس کا انسداد چاہنا شرط
چہارم سے مردود ہے کہ ضرر ممکن التوڑ تھا اور اس کا چارہ کار غروٹے کر دیا جسے حسب بیان سائل
بگڑنے بھی قبول کیا اور تین سال تک اس پر راضی رہا اور یہ گمان کہ اگرچہ سائبان قبضوں سے
بگڑ دے گئے مگر قبضے اکھڑوا سکے ہیں اور ایسا کیا تو پھر بے پردگی ہوگی شرط سوم سے مردود ہے کھلے
ہوئے طلچے تک سیرھی لگا کر چڑھ جانا آسان ہے یا جڑے ہوئے قبضے اکھڑوا کر سائبان اٹھا دینا
جب اس صورت کا احتمال قریب مسومع نہ ہو ایہ احتمال بعید کیونکر مسومع ہو سکے گا اور اگر ایسے
محل احتمالات مان لئے جائیں تو درپے مٹی یا چوکوں سے بند کر دینا کیا نافع ہوگا جو مضبوط جڑے ہوئے
قبضے اکھڑوا کر سائبان اٹھا دینا کیا وہ مٹی کی چھاپ میں روزن نہیں کر سکتا یا ایک آدھ چوکا نہیں نکال سکتا
بلکہ غالباً یہ اس سے آسان تر ہوگا تو دعویٰ انسداد محض تعنت ہوا اور متعنت کا دعویٰ مسومع نہیں ہو سکتا
یہ تو حکم ہے ، رہا بزرگ کا دہم اس کا علاج اور نیز اس سے زیادہ استحکام کے سوال کا جواب وہی ہے تو

محرر مذہب و مئی اللہ تعالیٰ عنہ سے کتاب الاصل میں باب قسمۃ الدار سے کچھ پہلے فرمایا،

لو فتح صاحب البئر في مملوئته بابا لم يكن
لصاحب الساحة مشقة ولصاحب الساحة
ان يبني في ملكه ما يستريح
یعنی عمر و کو اجازت دی جائے کہ اپنے دیوچوں پر سے سائیاں بائکل اتار کر دریچے پورے کھول دے اور بکری سے
کہا جائے کہ تو اپنے مکان کا پردہ بنالے کہ عمر و کو اس پر اینٹیں نکال کر جھانگنے کا قابو نہ ہوگا اور بے پردگی کا
وہم جاتا رہے گا اور اگر اب بھی اندیشہ ہو کہ بکری نے اپنی دیوار اونچی کی تو عمر و اپنے مکان کو سہ منزل کر کے اس میں
دریچے نکالے گا اور پھر بے پردگی ہوگی تو قاطع ہرگز نہ وہم پر ہے کہ بکری اپنے صحن پر جست کی چادریں ڈال کر
پاٹ لے کہ پھر عمر و تو عمر و آسمان کی فطر سے بھی تحفظ ہو جائے گا ولا حولہ ولا قوۃ الا باللہ العلیٰ العظیم
وصلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا و مولینا محمد و آلہ و صحبہ اجمعین آمین، واللہ تعالیٰ اعلم۔

رسالہ

الہیۃ الاحمدیۃ فی الولاية الشرعیۃ والعرفیۃ (شرعی اور عسفی ولایت کے بارے میں احمدی ہبہ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مسئلہ از گروہ ضلع راولپنڈی مدرسہ قاری عبد الرحمن صاحب ۷ جمادی الاخرہ ۱۳۳۳ھ
جناب عالی مدظلہ العالی ان دونوں فتوؤں کی نسبت جناب کی کیا رائے ہے یعنی واقعی غیر مسلم مسلمانوں کا
قاضی ہو سکتا ہے جیسا کہ مفتی عبد اللہ صاحب نے تحریر فرمایا ہے (نقل فتویٰ مطبوعہ مستشار العلماء)
حضرت مطبوعہ فاروقی دہلی سید عبد السلام، ۲۹ جون جمع کردہ لطف الرحمن ساکن کرناٹ متعلق ابطال وقعت
نواب عظمت علی خاں جاگیر دار کرناٹ جن کو ڈپٹی کمشنر کرناٹ نے بحیثیت جج دیوانی حکماً مجبور کر دیا تھا اس کے بعد
انہوں نے دفعہ مورخہ ۲۵ اگست ۱۹۰۸ء رجسٹری شدہ ۲۵ ستمبر ۱۹۰۸ء لکھا اس فتوے میں یہ ثبوت
دینا چاہیے کہ جج انگریز قاضی شرع ہے اور اس کے احکام مثل قاضی شرع مثبت احکام شرعیہ ہیں اس
کے ساتھ دوسرا فتویٰ اسی مستشار العلماء کا چھپا ہے کہ جب جج قاضی شرع ہے اور قاضی کا جبر جائز تو
عظمت علی خاں مجبور ہو گئے اور وقت باطل ہے ۱۲۔

سوالی، کیا فرماتے ہیں علمائے حنفیہ اس بات میں کہ ہندوستان میں بیچ عدالت دیوانی کا جو انگریز جو شرع محمدی کے بموجب قاضی ہے یا نہیں؟ بیٹنوا تو جروا۔

الجواب: حنفی مذہب کے رُو سے ملک ہندوستان کی موجودہ حالت میں دیوانی عدالت کا جج مسلم بمنزلہ شرعی قاضی کے ہے اور اس کے فیصلے اسی طرح شرعاً قابل نفاذ ہوں گے جس طرح ایک مسلمان قاضی کے ہو سکتے ہیں بشرطیکہ وہ فیصلے مذہب اسلام کے مطابق اور شریعت محمدی کے موافق ہوں۔

ثبوت: حنفی مذہب کی کتابوں میں خود کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ قاضی کا منصبی فرض اور بحیثیت قاضی ہونے کے اس کا اصل کام یہ ہے کہ وہ بذریعہ اس طاقت اور قوت کے جو بادشاہ کی طرف سے اسے حاصل ہو عام اس سے کہ وہ بادشاہ مسلم ہو یا غیر مسلم حقدار کی حق رسی کر دے جبکہ اس کا حقدار ہونا اسلامی احکام اور شرعی قوانین کے مطابق ثابت ہو پھر یہ ثبوت قاضی کو خود اپنے علم سے حاصل ہو یعنی جبکہ وہ طور اسلامی مسائل اور شرعی احکام سے پرہیز و واقف ہو یا یہ بات بذریعہ کسی لائق مفتی کے فتویٰ دینے کے اسے حاصل ہو یعنی جبکہ وہ خود اسلامی مسائل اور شرعی احکام سے واقف نہ ہو۔ شیخ الاسلام برہان الدین مرغینانی فرماتے ہیں:

تو صحیح یہ ہے کہ اجتماع کی شرط اولیٰ ہونے کی ہے لیکن جاہل کا تقرر تو ہمارے نزدیک یہ صحیح ہے امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا اس میں اختلاف ہے وہ فرماتے ہیں قضاء کا معاملہ اس قدر قدرت کا متقاضی ہے جبکہ علم کے بغیر قدرت اس پر نہیں ہو سکتی اور ہمارا دلیل یہ ہے کہ جاہل کو دوسرے کے فتویٰ پر عمل ممکن ہے اور قضاء کا مقصد اس سے حاصل ہو جاتا ہے اور وہ حقدار کو حق دینا ہے۔ ہدایہ ج ۶ ص ۳۶۰۔

فالصحيح ان اهلية الاجتهاد شرط الادوية
فاما تعييد المجاهل فصحيح عندنا خلافا
لشافعي رحمه الله وهو يقول ان الامر
بالقضاء يستدعي القدرة عليه ولا قدرة
دون العلم ولنا انه يمكنه ان يقضي
بفتوى غيره ومقصود القضاء يحصل به
وهو ايفال الحق الى مستحقه - هداية
ج ۶ ص ۳۶۰۔

محقق شیخ ابن الہمام فرماتے ہیں:

وقد اختلفت في قضاء الفاسق فاكثروا
الائمة على انه لا تصح دلاية كاشافعي

فاسق کی قضا میں اختلاف ہے اکثر ائمہ کرام کی رائے ہے کہ یہ صحیح نہیں مثلاً امام شافعی رحمہ اللہ

وغیرہ کمالاً تقبیل شہادتہ، وعن علماؤنا
الثلاثة فی النواذر مثله لکن الغزالی قال
اجتمع هذه الشروط من العدل والاجتهاد
وغیرهما متعذر فی عصرنا فخلوا العصر
عن المجتهد والعدل فالوجه تنفیذ
قضاء حاکم من ولاہ سلطان ذو شوکة
وان کان جاھلاً فاستأوهو ظاهراً
المذهب عندنا، فلو قلنا الجاهل الفاسق
هم ویحکم بفتوی غیرہ۔ فتح القدیر
جلد ۶ ص ۳۵۷۔

وغیرہ فرماتے ہیں کہ جس طرح فاسق کی شہادت مست
قابل قبول نہیں اسی طرح اس کی ولایت بھی صحیح نہیں
ہے اور ہمارے تینوں ائمہ کا تو اور میں ہی قوی ہے
لیکن غزالی نے فرمایا کہ عدالت، اجتہاد اور دیگر
شرائط کا جمع ہونا ہمارے زمانہ میں دشوار ہے
کیونکہ یہ زمانہ عدل و اجتہاد سے خالی ہے تو صحیح
طوریہ ہے کہ صاحب شوکت سلطان جس کو بھی
ولایت سونپ دے اس کی قضاء نافذ ہوگی
اگرچہ وہ جاہل فاسق ہو اور ہمارا ظاہر مذہب یہی
ہے تو اگر وہ سلطان، جاہل فاسق کا تقرر کرے
تو صحیح ہوگا اور وہ قاضی دوسرے کے فتوے پر فیصلے دے گا۔ فتح القدیر جلد ۶ ص ۳۵۷۔ (ت)

نیز محقق موصوف فرماتے ہیں،

فالصحيح انما ليست شرطاً للولاية بل
للاولوية فاما تقليد الجاهل فصحیح
عندنا ويحكم بفتوى غيره خلافاً
للشافعي ومالك واحمد وقولهم
رواية عن علماؤنا نص محمد في
الاصول ان المقلد لا يجوز ان
يكون قاضياً ولكن المختار خلافه
قالوا القضاء يستدعي القدرة
عليه ولا قدساً بدو من العلم
قلنا يمكنه القضاء بفتوى
غیره ومقصود القضاء و

تو صحیح یہ ہے کہ اجتہاد ولایت کی شرط نہیں ہے
بلکہ اولیٰ ہونے کی شرط ہے لیکن جاہل کا اقتدار تو
ہمارے نزدیک یہ صحیح ہے اور غیر کے فتوے پر
فیصلے دے گا۔ امام شافعی، امام مالک اور امام
احمد رحمہ اللہ تعالیٰ کا موقف اس کے خلاف ہے
اور ہمارے ائمہ سے بھی یہ قول مروی ہے، امام محمد
رحمہ اللہ تعالیٰ نے اصل (مبسوط) میں اس پر نص
فرمائی ہے کہ کوئی مقلد قاضی نہیں بن سکتا لیکن مختار
اس کے خلاف ہے، ائمہ فرماتے ہیں کہ قضا کا منصب
اس پر قدرت کا امتصاصی ہے جبکہ علم کے بغیر
قدرت نہیں ہوتی، ہمارا جواب یہ ہے کہ بے علم کو

ہو ایصال الحق الی مستحقہ و رفع
الظلم یحصل بہ فاشترطہ ضابطہ
فتح القدیر جلد ۶ ص ۳۵۹۔
ہو سکتا ہے لہذا اجتہاد کی شرط بے مقصد ہے۔
فتح القدیر جلد ۶ ص ۳۵۹۔ (ت)

و یكون من اهل الاجتهاد والصحيح
ان اهلية الاجتهاد شرط الاولوية كذا
في الهداية حتى لو قلد جاهل وقص
هذا الجاهل بفتوى غيره يجوز
كذا في المنتقى جلد ۳ ص ۳۰۴۔

عبد الرحمن آفندی مجمع الانهر شرح ملتقى الابحر میں فرماتے ہیں
وفي الشرح اجتماع هذه الشرائط من
الاجتهاد والعدالة وغيرها متعدد
في عصرنا لخلو العصر عن المجتهد و
العدل فالوجه تنفيذ قضاء كل من
دلائل سلطان ذو شوكة وان كان جاهلا
فاستقام جلد ۲ ص ۱۵۱۔

علامہ ابن عابدین کتاب رد المحتار میں فرماتے ہیں
قوله والفاستق اهلها سيا في بيان الفسق
والعدالة في الشهادات و افصح
بهذه الجملة دفعا للتوهم من

۱۔ فتح القدیر کتاب ادب القاضي مکتبہ فوریہ رضویہ سکس ۶/۶۰ - ۳۵۹
۲۔ فتاویٰ ہندیہ کتاب ادب القاضي ابواب الاول نورانی مکتبہ خاندکراچی ۳۰۴/۳
۳۔ مجمع الانهر شرح ملتقى الابحر کتاب القضاء دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۵۱/۲

قوم ختم ہو جو یہ کہتے ہیں کہ فاسق قاضی بننے کی صلاحیت نہیں رکھتا لہذا اس کی قضاء صحیح نہیں ہے کیونکہ فسق کی وجہ سے اس پر اعتقاد نہیں کیا جاسکتا یہ قول تینوں اماموں کا ہے جسے طحاوی نے اختیار کیا ہے، امام عینی نے فرمایا اس قول پر فتویٰ مناسب ہے خصوصاً موجودہ زمانہ میں، اور اس میں کہتا ہوں کہ اگر اس قول کا اعتبار کیا گیا تو پھر قضا کا دروازہ بند ہو جائے گا خصوصاً ہمارے اس زمانہ میں، لہذا مصنف جس قول پر قائم ہے وہی صحیح ہے، خلاصہ میں ایسے ہے اور یہ سب سے اصح قول ہے جیسا کہ عمادیہ میں ہے تہر۔ جلد ۲ ص ۳۳۰ (ت)

تجزہ میں فرمایا کہ اس سے معلوم ہوا کہ کافر کا تقرر صحیح ہے اگرچہ اس کے کفر کی بنا پر مسلمان پر اس کی قضاء صحیح نہ ہوگی اور، اور یہ اس روایت کی ترجیح قرار پائے گی جس میں کافر کی تولیت کو صحیح کہا گیا ہے یہ اس فتویٰ سے مانوس ہے جس میں یہ ہے کہ قاضی کے مرتد ہو جانے پر وہ معزول متصور نہ ہوگا، یہ مصنف کے مدد جواز والے موقف کے خلاف ہے جس کو انھوں نے تحکیم کے باب میں بیان کیا ہے اور تلخ میں ہے کہ جب غلام کا تقرر ہوا ہو اور وہ آزاد ہو گیا تو اس پہلی تقرری پر ہی اس کی قضا جائز ہوگی نئی تقرری کی ضرورت نہیں اس کے برخلاف جب بچے کی تقرری ہوئی اس کے بعد وہ بالغ ہو جائے،

قال ان الفاسق ليس باهل للقضاء فلا يصح قضاؤه لانه لا يؤمن عليه لفسقه وهو قول الثلاثة واختاره الطحاوي، قال العيني وينبغي ان يفتى به خصوصاً في هذا الزمان اذ اقول لو اعتبر هذا لانسد باب القضاء خصوصاً في زماننا فلذا كان ما جرى عليه المصنف هو الاصح كذا في الخلاصة وهو اعظم الاقوال كما في العمادية نهج جلد ۲ ص ۳۳۰ -
یہ خلاصہ میں ایسے ہے اور یہ سب سے اصح قول ہے جیسا کہ عمادیہ میں ہے تہر۔ جلد ۲ ص ۳۳۰ (ت)

قال في البحر وبه علم ابي تقييد الكافر صحيح وان لم يصح قضاؤه على المسلم حال كفره اذ وهذا ترجيح لرواية صحة التولية اخذ من كون الفتوى على انه لا ينعزل بالردة خلافا لما مشى عليه المصنف في باب التحكيم من رواية عدم الصحة وفي الفتوح قلد عبد فعتق جباناً قضاؤه بتلك الولاية بلا حاجة الى تجديد بخلاف تولية صبي فادرك، ولو قلد كافر فاسلم قال

محمد ہر علی قضاۃ فصار الکافر العبد
والفرق ان کلا منہما لہ ولایۃ وید مانع
وبالعتق والاسلام یرتفع ، اما النصیبی
فلا ولایۃ لہ اصلا۔ رد المحتار جلد ۴
صفحہ ۳۲۹۔

اگر کافر کی تقرری ہوئی پھر وہ مسلمان ہو جائے تو
امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ پہلی تقرری ہی
قضا کرے گا تو یوں کافر عبد کی طرح حکم پاسے گا
اور ان دونوں اور نیچے میں فرق یہ ہوگا کہ یہ دونوں
ولایت کے اہل تھے لیکن ان کا کفر اور غلام ہونا عمل قضا
سے مانع تھا اور اب وہ ختم ہو گیا ہے لیکن نابالغ ولایت کا اہل ہی نہیں تھا اس لئے بروز کے بعد دوبارہ تقرری
ضروری ہے۔ (ت)

نیز فرماتے ہیں ،

فی النعانیۃ اجمعوا انہ اذا ارتقی لا یفتد قضاؤہ
فیما ارتقی فیہ ام قلت حکایۃ الاجماع
منقوضۃ بما اختارہ البزدوی واستحسنہ
فی الفتوح وینبغی اعتقادہ للضرورة فـ
هذا الزمان۔ والابطال جیسے القضا یا
الواقعة الآن لانه لا تخلو قضیۃ من
اخذ القاضی الرشوة السیاسة بالمحصول
قبل الحكم او بعد فیلزم تعطیل الاحکام
وقد مر عن صاحب النهج ترجیح احث
الفاستق اهل للقضاء انہ لو اعتبر العداۃ
لافسد باب القضاء فکذا یقال لہنا ینال المحاکم
جلد ۴ ص ۳۳۵۔

خاتیر میں ہے کہ فقہائے بالا جماع فرمایا کہ قاضی نے
جس کیس میں رشوت لی ہے اس میں اس کی قضا
نافذ نہ ہوگی ، میں کہتا ہوں یہ اجماع امام بزدوی کے
مختار اس قول سے جس کو فتح میں مستحسن قرار دیا اور
(فی زمانہ ضرورت کی بنا پر اس پر اعتماد مناسب ہے)
سے ٹوٹ جائیگا اور زاجماع کے پیش نظر آج تمام
فیصلے باطل ہو جائیں گے کیونکہ کوئی کیس بھی قاضی کے
اس عنوان کی رشوت جس کو وہ محصول کہتے ہیں ، سے
خالی نہیں ہے جس کو وہ فیصلہ سے قبل یا بعد وصول
کر لیتے ہیں اس تمام فیصلے کا محصل ہونا لازم آئے گا
جبکہ صاحب تہر کی یہ روایت گزر چکی ہے جس میں انہوں
نے فاستق کی اہلیت قضا کو ترجیح دی اور کہا ہے کہ
اگر عدالت کا اعتبار کیا جائے تو پھر قضا کا دروازہ ہی بند ہو جائے گا ، یہاں یہی کہا جاسکتا ہے (ت)
علامہ جمال الدین تلمیخی کراہ اب امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک باطل کی قضا درست نہیں ہے

فرماتے ہیں،

ولنا ان المقصود اتصال الحق الى المستحق
وهو يحصل بالعمل بفتوى غيره - تبیین
الحقائق ج ۴ ص ۱۷۹۔
ہماری دلیل یہ ہے کہ قنار سے مقصود یہ ہے کہ مستحق
کو اس کا حق دیا جائے تو غیر کے فتویٰ پر عمل سے یہ
ماصل ہو جاتا ہے۔ تبیین الحقائق ج ۴ ص ۱۷۹ (ت)

شیخ الاسلام علامہ الدین خفصہ کی درمختار میں فرماتے ہیں،

ويجوز قضاء القضاء من السلطان العادل
والجائز ولو كان اذكرة مسكين وغيره الا
اذا كان يمنع عن القضاء بالحق في حرمه
جلد ۳ ص ۳۳۹۔
مسکین وغیرہ نے ذکر کیا ہے کہ سلطان عادل ہو یا
ظالم ہو بلکہ کافر بھی ہو تو اس کی طرف سے قاضی
کی تقرری جائز ہے مگر وہ جب قاضی کو حق پر فیصلہ
سے منع کرے تو پھر تقرری حرام ہوگی۔ جلد ۴
ص ۳۳۹۔ (ت)

علامہ شامی کتاب رد المحتار میں فرماتے ہیں،

قوله ولو كان اذرة في التشاؤمية الاسلام
ليس بشروط فيه اي في السلطات القاضى
يقبل ج ۴ ص ۳۳۹۔
ماقن کا قول "اگرچہ کافر ہو" تا آراء غامضہ میں ہے کہ
قاضی کی تقرری کرنے والے سلطان کیلئے مسلمان
ہونا شرط نہیں ہے۔ ج ۴ ص ۳۳۹۔ (ت)

روایت مندرجہ بالا میں سے روایت نمبر ۱۰۳ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ قاضی کا فرض منصبی
یہی ہے کہ حقدار کی حق دے اور مظلوم سے رفع ظلم کر دے جس کے لئے نہ اس کے عالم ہونے کی ضرورت
ہے اور نہ مفتی پر ہیز گار ہونے کی، اگر خود عالم ہو تو غیر، ورنہ دوسرے کے فتویٰ دینے سے اپنے اس
غرض کو پورا کرے گا اور ظاہر ہے کہ ایسا کرنا طاقت کے ذریعہ سے ہو سکتا ہے جو بادشاہ وقت کا عطیہ ہوا
روایت نمبر ۲۰ سے معلوم ہوتا ہے کہ قاضی میں علم اور اتقا کی شرط اس لئے چوڑی گئی ہے کہ ایسے
قاضی کا ملنا جو عالم ہو اور علم کے ساتھ اتقا بھی رکھتا ہو مشکل اور سخت مشکل ہے، روایت نمبر ۸۱

عہ صریح حلفی ہے جس کی بنا کی طرف نسبت ۱۲۔

۱۷۹/۴	المطبعة الكبرى الاميريه بولاق مصر	کتاب القضاء	۱۷۹/۴
۴۳/۲	مطبع مجتہبی دہلی	"	۴۳/۲
۲۰۸/۴	دار احیاء التراث العربی بیروت	"	۲۰۸/۴

سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ علم اور افتاء کی شرط مان لی جاسے تو فیصلوں کا دروازہ ہی بند ہو جائے گا، روایت
نمبر ۱۱ سے بالخصوص یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ رشوت لے کر فیصلہ کیا ہوا یا وجود باوجود باطل ہونے کے متاخرین
نے اس لئے جائز اور نافذ مان لیا ہے کہ ایسا نہ کرنے میں فیصلوں کا دروازہ ہی بند ہو جاتا ہے کیونکہ قاضی
غیر فقیہ کا وجود ہی غلط ہے، روایت نمبر ۱۱ سے معلوم ہوتا ہے کہ قضا کا عہدہ اور اس کے اختیارات
دینے کے لئے دینے والے بادشاہ کا مسلمان ہونا ضروری نہیں ہے۔ روایت نمبر ۱۱ سے معلوم ہوتا ہے
کہ غیر مسلم میں قاضی ہونے کی کافی یہ وقت ہے اگرچہ مسلمانوں پر اس کے احکام نافذ نہیں ہوتے، جب
روایات مندرجہ بالا سے معلوم ہو گیا کہ قاضی کے لئے علم اور پرہیزگاری کی شرط کو فقہائے متاخرین نے
اس لئے چھوڑ دیا ہے کہ اس کے ماننے سے فیصلوں کا دروازہ بند ہو جائے گا تو ظاہر ہے کہ ملک ہندوستان
میں اسلام کی شرط ماننے سے بھی فیصلوں کا دروازہ بند ہو جائیگا اور مسلمانوں کے لئے یا کم از کم اسی جگہ
کے مسلمانوں کے لئے جہاں کا قاضی (جج) مسلمان نہ ہوتی رسی کی کوئی صورت نہیں رہے گی کیونکہ گورنمنٹ
کو تمام اہل مذاہب سے یکساں تعلق ہے اور اس لئے مسلمان قاضی مقرر کرنے کی پابندی نہیں ہو سکتی تو
جس جگہ کا قاضی مسلمان نہ ہو گا وہاں یہ مشکل ضرور پیدا ہوگی اور اس میں کچھ شک نہیں کہ حقدار کی حق رسی
کی طاقت اور اس کا عمل میں لانا جو منصب قضا کا اصل مقصد ہے جس طرح ایک مسلمان سے باوجود
عالم پرہیزگار نہ ہونے کے ممکن ہے اسی طرح ایک غیر مسلم قاضی سے بھی ممکن ہے، لہذا اس ضرورت کو
مد نظر رکھتے ہوئے کہ ہر جگہ مسلمان قاضی کا ملنا متعذر اور سخت مشکل ہے نیز اس بات کو کہ قضا کی اصل
غرض ایصالِ حق کے حاصل ہونے میں مسلم اور غیر مسلم دونوں یکساں ہیں، شرعاً یہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ ملک
ہندوستان میں دیوانی عدالت کا جج بموجب شرع محمدی کے قاضی ہو سکتا ہے عام اس سے کہ وہ مسلم یا
غیر مسلم اور مسلم ہونے کی شرط کا اسی ملک تک محدود ہونا ضروری ہے جہاں اسلامی گورنمنٹ ہو، لہذا
ماستقر علیہ سائن (یہ وہ ہے جس پر میری رائے ٹھہری - بت) واللہ بالصواب -

کتبہ العبد المذنب المفتی محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ

الجیب مصیب	صحیح الجواب	الجواب صحیح
احمد علی عفی عنہ	محمد حسن عفی عنہ	محمد اکرام الحق
الجواب صحیح	الجواب نعم الجواب	الجواب صحیح
محمد عمر خاں عفی عنہ	محمد یار عفی عنہ امام مسجد طلانی لاہور تعلیم	غلام رسول مدرس مدرستہ حمیدیہ
قد اصحاب من اجاب محمد عالم مدرس مدرستہ حمیدیہ		

اس زمانے میں نیکو بشر طیکہ وہ موافق شرع کے حکم دے بغیر قاضی کا حکم دیا جاسکتا ہے۔

محمد لطیف اللہ مرزا بن مفتی حیدر آباد دکن ساکن علی گڑھ ۱۹۹۲ء ۱۲ مئی

الجواب صحیح محمد امانت اللہ غفر اللہ عنہ کس مدرسہ اسلامیہ علی گڑھ ۱۲ مئی ۱۹۱۲ء

اظہار صحیحہا وعلی اللہ یحدث بعد ذلک امر (میرے گمان میں صحیح ہے ہو سکتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے بعد کوئی صورت پیدا فرمائے۔ ت) الفقیر محمد ابراہیم عقی عن نمبر دار کمال وقاضی تحصیل کرنا لہجہ خود ۲۴ جون ۱۹۱۲ء

الجواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم، الحمد للہ لا ولی سواہ والصلوة والسلام عدد العلم والکلم علی الاولی بالمومنین من انفسہم وعلی آلہ وصحبہ واولیائہ وحزبہ اجمعین آمین!

بسم اللہ الرحمن الرحیم، سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کیلئے جس کے سوا کوئی مددگار نہیں، اور علم اور کلمات کی تعداد برابر صلوة وسلام ہو اس ذاتِ گرامی پر جو مومنوں کی جانوں سے بھی ان کے قریب ہے اور آپ کی آل واصحاب واولیاء اور جماعت سب پر، آمین! (ت)

مولانا! وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ۔ فقیر ان فتوؤں کی نسبت اس سے بہتر کیا کہہ سکتا ہے جو حضور اقدس سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حدیث ذیل میں ارشاد فرمایا:

اذا اُتیت الامورانی غیرا ہلہ فانظر الساعۃ۔ جس وقت امور نا اہلوں کے حوالے کئے جائے لیں گے رواۃ البخاری عن ابی ہریرۃ رصف اللہ تعالیٰ عنہ۔

توقیامت کا انتظار کرو۔ اس کو بخاری نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ (ت)

یہ فقرے محض اجتہاد پر مبنی ہیں اور اجتہاد بھی وہ جو آج تک ابو حنیفہ و شافعی و کربنار ابو بکر صدیق و عمر فاروق کو بھی میسر نہ ہوا نہ ہو سکتا تھا رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین یعنی نص قطعی قرآن عظیم کے مقابل بے اصل و محض جامع قیاس بے اساس، نسأل اللہ العفو والعافیۃ (ہم اللہ تعالیٰ سے معافی اور عافیت کا سوال کرتے ہیں۔ ت) تحقیق حق کے لئے تمہید چہ مقامات سرور مند، فاقول و باللہ التوفیق (میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ تعالیٰ سے ہے۔ ت) مقدمہ اولیٰ حقیقت امر یہ ہے کہ ولایت مجبرہ جس کی تعریف ہے تنفیذ القول علی غیرہ شاء اد ابی (دوسرے پر اپنا قول نافذ کرنا

دو مانے یا نہ مانے۔ ت) دو قسم ہے عرقیہ و زہریہ کہ بادشاہ کو رعایا حکام کو حکو میں پر ہوتی ہے اسی کے سبب سلاطین کو والیائی ملک کہا جاتا ہے اور شرعیہ و فقیہہ کو حقیقۃ اللہ عزوجل پھر اس کی عطا سے اس کے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہے و بس، جس کی حقیقت ذاتیہ کا بیان اس آیت کریمہ میں ہے: **ما لہم من دینہ منہ** (اللہ تعالیٰ کے سوا ان کا کوئی ولی نہیں۔ ت) اور حقیقت عطائیہ کا بیان اس آیت کریمہ میں **النسب اولى بالمؤمنین من انفسہم** (نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مومنوں کی جانوں سے بھی ان کے قریب ہیں۔ ت) اور دونوں کا جمع اس آیت کریمہ میں:

وما کان لمؤمن ولا مؤمنة اذا قضی اللہ ورسولہ امر ان یکون لہم الخیرۃ منی امرہم ومن یعص اللہ ورسولہ فقد ضلّ ذللاً مبیناً

و سلم کی نافرمانی کو سہ گناہ کھلی گراہی کا مرتکب ہو گا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریح و تفریض و امانت سے اُسے ہے جسے اُنھوں نے جتنی بات میں اپنی ولایت اصلیت سے اختیار نکل عطا فرمایا تا ذون مطلق کو مطلق اور تا ذون امر خاص کو اس امر خاص میں جس کا بیان کریمہ الذی بیداء عقدۃ النکاح (وہ جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے۔ ت) اور کریمہ واسمعوا اطیعوا (سنو اور اطاعت کرو۔ ت) میں ہے اور ان انواع ثلاثہ یعنی ذاتیہ و عطائیہ و ظلیہ کا اجتماع اس کریمہ میں **اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم** (اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور اولی الامر کی۔ ت) اقول یہی سر ہے کہ نوع دوم پر اطیعوا مکرر آیا کہ ذاتیہ و عطائیہ دو حقیقتیں ہیں اور نوع سوم کو اسی اطیعوا دوم کے نیچے مندرج فرمایا کہ ظلال اصل سے جدا کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔

مقدمہ دوم ۱۔ دونوں ولایتوں میں بحسب مناشی و نتائج و لوازم و مقاصد ہر فرق ہیں ان کی بہت تعبیرات ہیں۔

۶/۲۳	۱۸/۲۹	۱۸/۲۹	۲۳/۶
۲۳۴/۲	۲۳/۲۹	۲۳/۲۹	۲۳۴/۲
۵۹/۲	۱۶/۲۲	۱۶/۲۲	۵۹/۲

- (۱) ولایت عرفیہ ظہور و مستی سے حاصل ہوتی ہے اور شرعیہ بطلانے شرع۔
- (۲) عرفیہ ملکی مسئلہ ہے اور شرعیہ مذہبی و دینی۔
- (۳) عرفیہ مقصد سلاطین ہے اور شرعیہ مقصد خاص دین۔
- (۴) عرفیہ عالم اسباب میں احکام تکوینیہ الہیہ کا آلہ ہے یعنی کن لا تکن یہ امر واقع ہو یہ نہ ہو اور شرعیہ احکام تشریعیہ الہیہ کا مشکو کن مکن یہ کویر نہ کر دے۔
- (۵) عرفیہ تعریفات کے ثمرات حسیہ کی مثر ہوتی ہے اور شرعیہ معانی دینیہ کی۔
- (۶) عرفیہ سے شے غیر موجود و موجود ہوتی ہے اور شرعیہ سے حکم شرعی غیر حاصل حاصل۔
- (۷) عرفیہ دنیا میں موثر ہے اور شرعیہ عقبی میں معتبر۔
- (۸) عرفیہ کی نافرمانی قوانین سلاطین کی خلافت و رزی ہے اور شرعیہ کی نا حفاظی اللہ عز و جل کی معصیت۔
- (۹) عرفیہ کا لفظ عام ہے کہ بادشاہ کی برزیت پر ہے مسلم ہو یا کافر اور شرعیہ کا لفظ خاص کہ اس سے صرف مسلمانوں کو کام ہے۔
- (۱۰) عرفیہ کا عمل خاص ہے کہ ہر بادشاہ کی فکر و تک محدود اور شرعیہ کا عمل دنیا کے اسلام پر عام ہے شرق میں ہو یا غرب میں۔
- (۱۱) عرفیہ فوج و سپاہ و تیغ و سلاح کے سایہ میں ہے اور شرعیہ فقیر و محتاج کو بھی بعت و عطا حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ظلی عطیہ زیر تمام مضامین اور ان دونوں ولایتوں میں عموم و خصوص میں و جہ ہونا اس مثال سے روشنی سلطان نے زید کی قاصرہ کا اپنے پسے سے نکاح کر لیا اور زید راضی نہیں اس نے انکار کر دیا اس تعریف کے تمام ثمرات حسیہ دنیا میں مرتب ہو جائیں گے ہشتی غیر موجود موجود ہو جائے گی یعنی عورت کہ پہلے قبضہ میں نہ تھی اب آجائے گی دوسرا شخص مزاحمت پر قدرت نہ پائیگا مزاحمت کرے گا مستوجب غضب سلطانی و منزلتے نافرمانی ہوگا، عورت مزاجیگی تو یہ بزم زوجیت اس کا ترک لے گا پھر اگر بادشاہ نو مسلم ہے تو اسے واقع میں بھی نکاح و مباح جانے لگا اور اپنے تعریف کو صحیح و صاف مانے لگا، یہ تمام امور احکام تکوینیہ الہیہ سے صادر ہو جائیں گے مگر احکام تشریعیہ کہ نکاح شرعی بولایت شرعیہ سے پیدا ہوتے اصلاً محقق نہ ہونگے نہ وہ عورت اس کے لئے شرعاً حلال ہوگی نہ بعد مرگ ایک کو دوسرے کا مال وراثتہ جائز ہوگا کہ باپ کے سامنے سلطان کو دربارہ نکاح و ولایت شرعیہ نہ تھی تو نکاح نکاح فقہی ہو اور ولی شرعی کے ذمہ سے باطل ہو گیا،
- لان الولاية الخاصة اقوى من كبر الخواص ولاية عام ولاية من اقوى ہے

الولاية العامة صكاً في الاشياء وغيرها
اقول يعني الظلية اما الاصلية فما كان
 لظن ان يقاوم الاصل بل يضمحل دونه
 ولذا لو تزوج النبي صلى الله تعالى عليه
 وسلم قاصدة من اجل من قاصد من اجل قسم
 النكاح ولم يكن لابيها خيرة اصلا
 بل كذلك لو تزوج صلى الله تعالى عليه وسلم
 بجلاء قلاً بالغاً من امرأة كذا بدو سن
 وضاهما لزم النكاح ولم يكن لهما الخيرة
 من النفسهما كما نصوا عليه وقد نطق
 به القرآن العزيز۔

جیسا کہ الاشياء وغیرہ میں ہے اقول (میں
 کہتا ہوں) ولایت ظلیہ ایسے ہے لیکن ولایت
 اصلیتہ تو ظلیہ اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی بلکہ وہ
 اصلیتہ کے مقابلہ میں کمزور ہوتی ہے اور اسی لئے
 اگر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کسی قاصدہ (نابالغہ
 و مجنونہ و لونڈی) کا نکاح کسی قاصر مرد سے کر دیں
 تو ان کے والدین کو قطعاً کوئی اختیار نہ رہے گا،
 اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ نکاح لازم و نافذ
 ہوگا بلکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کسی عاقل بالغ
 مرد کا کسی عورت سے نکاح کر دیں تو ایسے ہی لازم
 نافذ ہوگا اور اس مرد و عورت کو اپنے ہارے میں
 کوئی اختیار نہ ہوگا جیسا کہ فقہار کرام نے تصریح فرمائی ہے اور قرآن پاک نے اسی کو بیان کیا ہے (ت
 اور اگر زید نے اپنی قاصدہ کا نکاح فرد سے کر دیا اور سلطان کے ناراضی ہے اسی نے حکماً اس
 نکاح کو ناجائز رکھا اور شخصت سے روک دیا خدا اللہ اس تصرف کے تمام معانی شرعیہ ترتیب پاتیں گے
 عورت کہ اس کے لئے حلال نہ تھی حلال ہو گئی حکم غیر موجود شرعی ہو گیا دوسرا اگر بے افتراق بوقت و طلاق
 اس سے نکاح کرے گا مستحق غضب جبار و مزائے نار ہوگا عورت مر جائے گی تو قتل و حکم نہ جیت اس کے ترک
 کا شرعاً بقدر حد تک ہوگا، یہ تمام باتیں احکام تشریعیہ الہیہ سے ثابت ہو جائیں گی مگر احکام تکوینیہ کہ ولایت
 عرفیہ سے آتے اصلاً حاصل نہ ہوں گے نہ وہ عورت اس کے قبضہ میں آئے گی نہ یہ دعویٰ ارث کر سکے گا کہ سلطان
 کے سامنے باپ کو کیا اختیار اور یہ نکاح کہ اسے سلطان میں خلاف قانون تھا قانوناً باطل ہو چکا،

لان الولاية العامة املك من الموكالية
 الخاصة في الدنيا۔
 زیادہ قوی ہے (ت

اسی قیاس پر حد با صورتیں ہیں، اور ہمیں سے ظاہر ہوا کہ ولایت عرفیہ میں تنفیذ سے مراد تحصیل ثمرات حمید
 دنیویہ ہے اگرچہ احکام شریعہ حاصل نہ ہوں اور ولایت شرعیہ میں مراد اثبات معانی شرعیہ دینیہ ہے اگرچہ

موانع صوریہ ذائل نہ ہوں۔

مقدمہ سوم : دونوں ولایتوں کے جو فرق بیان ہوئے ان کا لحاظ ہر عاقل پر دوام واضح کرے گا ایک یہ کہ ہر سلطنت کو اسلامی ہو یا غیر اسلامی اپنے ملک پر ولایت قسم اول ہوتی ہے دوسرے یہ کہ یہی ولایت مطلع نظر سلاطین ہے اسی میں منازعت ان کے نزدیک بادشاہ کی مخالفت قرار پاتی ہے ، وہ یہی ولایت چاہتے ہیں کہ فوج و لشکر و تیغ و تبر کی لازم و ملزوم ہے نہ وہ کہ ہر فقیر مفلس بے زر و سہ پر کے لئے موسوم ہے ولایت قسم دوم کسی ماسلم سلطنت کو مقصود ہونا تو کوئی معنی ہی نہیں رکھتا کہ قصداً اتباع شرع سے ناشی ہے ماسلم کو مذہب اسلام کی کب پیروی ہے صد یا سال سے خود مسلمان بادشاہوں کا مقصد اصلی وہی ولایت عرفی ہے وہ اپنے ملک کا نفاذ چاہتے ہیں اگرچہ حکم شرعی نہ ہو جیسا کہ ہزاروں کارناموں سے واضح ہے تو کوئی ماسلم سلطنت کیونکر پابند ولایت شرعیہ ہو سکتی ہے ولایت قسم اول کو مقصد سلاطین ہے بلاشبہ ہندوستان میں گورنمنٹ انگلشیہ کو بلا نزاع حاصل ہے جس میں کسی فرق کو خلاف نہیں اور خود گورنمنٹ کو اس قدر منظور ہے اس نے کبھی نہ کہا کہ مجھے ہر فرق کے دین و مذہب میں مداخلت ہے بلکہ اس کے خلاف ہمیشہ یہی اعلان کیا اور کرتی ہے کہ جہاں کسی قوم کے دین و مذہب میں دست اندازی نہیں اور یقیناً ہر ایسی گورنمنٹ جسے اللہ تعالیٰ اقل معاشش بر و چرکال اور ملک داری کا سلیقہ عنایت فرمائے اسے یہی شایان ہے حکام و رعایا سب جانتے ہیں کہ گورنمنٹ والی ملک ہے اس کا حکم یہاں نافذ ہے جو چیز وہ جسے دل سے مل جاتی ہے منع کر دے رک جاتی ہے رعیت اس کا حکم مانتی اور اس کا خلاف مضر جانتی ہے ، یہ وہی وجود و عدم کشتی کے ثمرات ہر سے کہ نتائج ولایت عرفیہ ہیں مگر ہرگز نہ حکام کا دعویٰ نہ رعایا کا خیال کہ گورنمنٹ کسی کے دین و مذہب میں دست اندازی و مداخلت رکھتی شریعت کے احکام غیر موجود ہو جو در دیتی یا کرنا چاہتی ہے۔ اب یہی دیکھنے کو گورنمنٹ روزانہ سود کی ڈگریاں دیتی ہے اس کا حرف یہ مطلب ہے کہ مدعا علیہ اتنی رقم مدٹی کو دے یہ ہرگز نہیں کہتی کہ مسلمان سود لینے دینے کو شرعاً حلال جانیں یا ڈگری کے سبب اس لینے والے کے لئے سود کا اذرو سے شریعت اسلامیہ مباح جانیں ، اسی طرح تمام احکام میں اسے اپنے ملک میں تعمیل حکم سے کام ہے اور اسی میں اس کی اطاعت ہے نہ یہ کہ ان احکام کو آخرت میں بھی بکار آدے کچھ جو کام ولایت شرعیہ کا ہے اور قانون کو عین شریعت اسلامیہ مانو اسی پر نہ وہ کسی کو مجبور کرتی ہے نہ اس سے اسے اصلاحت ، تو بلاشبہ گورنمنٹ والی ملک ہی بننا چاہتی ہے اور وہ ضرور والی ملک با اختیار ہے مگر کسی مذہب و ملت کی والی دین بننا نہیں چاہتی نہ اس سے اسے سرکار ہے تو اس کے خلاف ٹھہرانا خود گورنمنٹ کے بارے میں غلط بیانی اور اس

کے خلاف غشاواں اٹھا رہے۔

مقدمہ چہارم: شریعت مطہرہ اسلامیہ علیٰ صابہا و آکل افضل الصلوٰۃ والتحیۃ نے ولایت عرفیہ کو جس سے آدمی والی ملک اور عاکم و بادشاہ وقت ہو جاتا ہے اور رعایا کو اس کی پابندی لازم ہوتی ہے اس کے حال پر چھوڑا ہے، اسے مسلم نامسلم کسی سے خاص نہ فرمایا جس طرح وہ عرف میں کسی سے خاص نہیں اس لئے کہ وہ زیر اثر احکام مکرغیر ہے جسے خدا و اسے ملے اور شریعت کی بحث صرفت احکام تشریعیہ سے ہے،

قال اللہ تعالیٰ قل اللہم ملک ملک توئی
اللہ تعالیٰ نے فرمایا، آپ فرمادیجئے اے ملک کے
الملك من تشاء وتنزع الملك ممن
ملک تو مجھے پاس ہے ملک عطا فرما سنے اور جس سے
تشاء ہے
پاس ہے واپس لے لے۔ (ت)

اس من تشاء میں کوئی خصوصیت اسلام کی نہیں، ولہذا قرآن مجید نے زمانہ یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام میں بادشاہ مصر کو جا بجا بلفظ ملک تعبیر فرمایا،

وقال الملك انی امرئ و قال الملك انتوئی
بادشاہ نے فرمایا میں دیکھ رہا ہوں، بادشاہ نے کہا
بکہ انا کان لیاخذ اخاه فی دین الملك
اسے میرے پاس لاؤ، بادشاہ کے دین میں بھائی
کو پکڑنا جائز نہیں۔ (ت)

اور وہ غلط تعبیر سے پاک و منزہ ہے، یوں ہی حضرت بلقیس کو ان کے اسلام سے پہلے قول ہر ہد میں بلفظ انی وجدت امرأۃ تعذکھم (میں نے ایک عورت کو ان کا بادشاہ پایا۔ ت) ذکر فرمایا اور وہ تقریر علی الغلط سے ظاہر و مبرا ہے، تو ثابت ہوا کہ بادشاہ اگرچہ نامسلم ہو ضرور والی ملک اور ولایت قسم اولی رکھتا ہے مگر مسلمان ہو ولایت قسم دوم دینیہ شریعیہ جس سے مسلمان کے حق میں حکم غیر موجود شرعی نہ بن سکتا ہو جائے اور دینی حیثیت سے آخرت میں اس کے کام آئے صرف مسلمان کے ساتھ خاص فرمائی ہے اور کلمہ حصر و تصریح فقہی دونوں طریقوں پر اسے صاف فرمادیا ہے کہ کسی کو مجال تاویل و اہمال نہ رہے اول اس آیت کریمہ میں انما ولیکم اللہ ورسوله والذین آمنوا (تمارا ولی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور وہ لوگ جو ایمان لائے تھے، اور اس آیت کریمہ میں ولین وجعل

۲۶/۳	سُورَةُ الْاَنْكَاثِ	۲۳/۱۲
۵۴/۱۲	سُورَةُ الْاَنْكَاثِ	۵۶/۱۲
۲۳/۲۷	سُورَةُ الْاَنْكَاثِ	۵۵/۵

اللہ للکفرین علی المؤمنین سبیلاً (اور اللہ تعالیٰ نے کافروں کو مومنوں پر ہرگز اختیار نہیں دیا۔ ت)
یہاں قطعاً وہی سبیل دینی شرعی مراد ہے کہ سبیل دنیوی کا انتفاع خلاف مشاہدہ و اشہاد ہے، قرآن عظیم
اس معنی کی آیات سے مشحون ہے۔ علی علی الدین پھر شامی میں ہے،

الکافر لایل علی ولدہ المسلم لقولہ تعالیٰ کافر اپنے مسلم بیٹے کا ولی نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ
ولن یجعل اللہ للکفریت علی المؤمنین نے فرمایا: اور اللہ تعالیٰ نے کافروں کو مومنوں پر
سبیلاً دینے

نہایہ پھر عالمگیریہ پھر طحاوی پھر ابن عابدین میں ہے،

تعلیل الذمی لیحکم بین اهل الذمة صحیح ذمی کا تقرر ذمیوں میں فیصلہ کرنے کے لئے صحیح ہے
لابین المسلمین وكذلك التحکیم مسلمانوں میں فیصلہ کرنے کے لئے نہیں، اور
ثالثی کا بھی یہی حکم ہے (ت)

تیزیر الابصار میں ہے،

لو حکما عبد افاعتق او صبیاً فبلغ او ذمیاً اگر ذیقین نے کسی غلام کو ثالث بنایا اب وہ آزاد
فاسلم ثم حکم لا ینفذ ہو گیا یا نابالغ کو بنایا تو وہ بالغ ہو گیا یا ذمی کو
بنایا تو وہ مسلمان ہو گیا پھر اس کے بعد وہ فیصلہ کرے
تو تا فذ نہ ہو گا۔ (ت)

در مختار کتاب الشہادات میں ہے،

شرطها الولاية فی شرط الاسلام لو الذمی شہادت کی شرط ولایت ہے اگر دماغ علیہ مسلمان ہو
علیہ مسلمائش تو گواہ کا مسلمان ہونا شرط ہو گا۔ (ت)

سۃ القرآن الکریم ۱۴۱/م

۳۱۲/۲	دار ایثار التراث العربی بیروت	باب الولی	کتاب النکاح	سۃ المختار
۳۴۸/م	"	"	باب التحکیم	سۃ المختار بحوالہ الحنفیہ علی النہایہ کتاب النکاح
۲۰۶/۳	دار المعرفہ بیروت	باب التحکیم	کتاب القضا	عاصیۃ الطحاوی علی الدر المختار
۸۲/۲	مطبع مجتہدی دہلی	"	کتاب القضا	سۃ در مختار شرح تیزیر ابصار
۹۰/۲	"	"	کتاب الشہادات	سۃ در مختار

اور کتاب القضاء میں ہے ،

أهل الشهادة وشرط أهليتها شروط
أهليته فإن كلا منهما من باب
الولاية له

قاضی کی اہلیت وہی ہے جو شہادت کی اہلیت ہے
اور شہادت کی اہلیت وہی ہوگی جو دعا علیہ کی
اہلیت ہوگی کیونکہ یہ دونوں امر ولایت سے
متعلق ہیں۔ (ت)

ہدایہ میں ہے ،

لا ولاية لكافر على مسلم لقوله تعالى ولن
يجعل الله للكافرين على المؤمنين سبيلاً

کافر کو مسلمان پر ولایت نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا
ارشاد ہے ، اللہ تعالیٰ نے کافروں کو مؤمنوں
پر ہرگز اختیار نہیں دیا۔ (ت)

اسی کی شہادات میں ہے ،

لا تقبل شهادة الذمی علی المسلم لانه
لا ولاية له بالاضافة اليه

مسلم کے خلاف ذمی کی شہادت قبول نہ ہوگی کیونکہ
اسی کو مسلمان پر ولایت نہیں ہے۔ (ت)

مختصر امام قدوری میں ہے ،

لا تصح ولاية الفاضل حتى يجتمع في الموقف
شرايط الشهادة

قاضی کی ولایت اس وقت تک صحیح نہ ہوگی
جب تک میں شہادت کی شرائط پائی جائیں۔ (ت)

ہدایہ میں ہے ،

لا تصح حكم القضاء يستقي من حكم
الشهادة لامت كل واحد منهما من
باب الولاية فكل من كانت اهلا
لشهادة يكون اهلا للقضاء وما يشترط

کیونکہ قاضی کا فیصلہ شہادت کے حکم سے مستفاد
ہوتا ہے کیونکہ یہ دونوں امر از قبیل ولایت ہیں
تو جو شہادت کا اہل ہو گا وہی قضا کا اہل ہو گا
تو جو چیز شہادت کی اہلیت میں شرط ہے وہ قضا

۴/۱	مطبع مجتہائی دہلی	کتاب القضاء	لے در مختار
۲۹۸/۲	مطبع نرسنگی کھنؤ	باب الاولیاء والاخفاء	لے الہدایہ کتاب النکاح
۱۶۲/۳	" "	باب من یقبل شہادۃ الخ	لے الہدایہ کتاب الشہادت
۲۸۳	مطبع مجیدی کانپور	کتاب اولیاء القاضی	لے المختصر قدوری

لاہلیۃ الشہادۃ یشترط لاہلیۃ القضاء	کی اہلیت میں شرط ہوگی۔ (د)
فتاویٰ امام قاضی خاں میں ہے :	
لاولایۃ للصبی والمجنون ولا المملوک	تابالغ، مجنون، غلام اور کافر کو مسلمان پر ولایت
ولا الکافر علی المسلم	نہیں (د)
بدائع حکم العلام مسعود کاشانی میں ہے :	
لاشہادۃ للکافر علی المسلم اصلاً	مسلم کے خلاف کافر کی شہادت معتبر نہیں (د)
اسی میں ہے :	
لاولایۃ للکافر علی المسلم لانه لا موارث	کافر کو مسلمان پر ولایت نہیں کیونکہ دونوں میں وراثت
بینہما، ولان الکافر لیس من اہل الولایۃ	نہیں، اور اس لئے کہ کافر کو مسلمان پر ولایت
علی المسلم لان الشرح قطع ولایۃ الکافر	کی اہلیت نہیں ہے کیونکہ شریعت نے مسلمانوں
علی المسلمین قال اللہ تعالیٰ ولن یجعل	پر کافر کی ولایت کو ختم کر دیا ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا
اللہ للکفرین علی المؤمنین سبیلاً، وقال	اللہ تعالیٰ نے کافروں کو مومنوں پر ہرگز اختیار نہیں دیا۔
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الاسلام یصلو	اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اسلام تکلیف
ولا یصلی الخ۔	ہر گام مظہر نہیں الخ۔ (د)
اسی میں ہے :	
الصلاۃ للقضاء لہا شرائط منها العقل	قضاء کی صلاحیت کے لئے چند شرائط ہیں ان میں
و البلوغ والاسلام فلا یجوز تقلید المجنون	سے عقل، بلوغ، اسلام ہے تو مجنون، تابالغ اور
و الصبی والکافر، لان القضاء من باب	کافر کی تقرری جائز نہ ہوگی کیونکہ قضاء از قبیل ولایت
الولایۃ بل هو اعظم الولایات وهو کلا	ہے بلکہ اعظم ولایات میں سے ہے جبکہ ان لوگوں کو
لیست لہم اہلیۃ ادنی الولایات وہی	دولت میں سے ادنیٰ ولایت جو شہادت میں ہے

سہ الہدایہ	کتاب ادب القاضی	مطبع رسنی مکتبہ	۱۳۲/۳
سہ فتاویٰ قاضی خاں	کتاب التکاح	فصل فی الاولیاء نوکشتہ مکتبہ	۱۶۳/۱
سہ بدائع الصنائع	کتاب الشہادت	فصل فی الشرائط فی اقل ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	۲۶۶/۶
سہ " "	کتاب التکاح	فصل فی ما بیان شرائط الجواز " "	۲۳۹/۲

تذوق الارحام، اور وہ بھی نہ ہوں تو مولی الموالاة کا کیا ہوا کاخذ۔ تنویر الابصار میں ہے،

34

الولی فی النکاح العصبیۃ بنفسہ بشرط
اسلام فی حق مسلمۃ فان لم تکن
عصبۃ فالولاية للام ثم للاخت ثم لولد الام
ثم لذوی الاس حار (ثم موطر)
الموالاة اھدر (ثم للسلطان ثم القاضي
نص علیہ فی منشورۃ یلہ (ملخصاً)
قاضی جس کی سند قضاء میں تصریح کر دی گئی ہو نکاح صنفار کی ولایت پر، اس کو ولایت حاصل ہوگی (ملخصاً)۔ (ت)

ولهذا قالوا ان القاضي لا یزوج الیتیم والیتیمۃ
الا عند عدم ولی لهما فی النکاح ولو اذ جم
معتم اواما اذ معتقاً
اسی لئے انھوں نے فرمایا کہ قاضی یتیم لڑکے اور لڑکی
کا نکاح نہیں کر سکتا مگر جب ان کا کوئی ولی نکاح
موجود نہ ہو اگرچہ یہ ولی ذمہ غرم یا ماں یا آزاد کرنے
والا ہو۔ (ت)

در مختار میں ہے،

فلو زوج الابعد حال قیام الاقرب توقف
علی اجازتہ یتیم
اگر یتیم شخص نے اقرب کی شہر میں موجودگی کے باوجود
نکاح کر دیا تو اقرب کی اجازت پر نکاح موقوف رہے گا۔

عہ اقول قید المحرم لا مفہوم لہ وکانت
ینبغی عکس الترتیب فان المعتق مقدم
علی الام والام علی ذی رحم ۱۲ منہ غفر لہ۔
عہ اقول (میں کہتا ہوں) یہاں محرم کی قید مفہوم
ہے باقتر ہے اور مناسب تھا کہ ترتیب میں یوں
عکس ہو تاکہ آزاد کرنے والا ماں سے اور ماں ذی غرم
سے مقدم کرتے، کیونکہ ترتیب یوں ہے ۱۲ منہ غفر لہ

لے در مختار شرح تنویر الابصار کتاب النکاح باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱۹۳۰-۹۴/۱
لے الاشباہ والنظائر الفن الاول القاعدة السادسة عشر ادارة القرآن کراچی ۱۹۱/۱
لے در مختار کتاب النکاح باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱۹۲/۱

دوسری نظیر ادا قاف میں وقف میں متولی شرعی کا تصرف معتبر اور اس کے ہوتے سلطان اسلام و قاضی کا تصرف بے اثر۔ فتاویٰ امام رشید الدین پیر اشباہ میں ہے :
لا يملك القاضي التصرف في الوقف مع وجود قاضی وقف میں تصرف کا مالک نہیں ہوگا جبکہ نافذہ ولو من قبلہ یہ اس کا متولی موجود ہو اگرچہ یہ متولی اسی وقت قاضی کا مقرر کردہ ہو۔ (ت)

فتاویٰ وبری پیر غوثی علامہ قاسم بن قطلوبغا پیر لسان الحکام میں ہے :
لا تدخل ولاية السطان على ولاية المتولى وقف میں متولی کی ولایت کے خلاف سلطان کی في الوقف یہ ولایت مؤثر نہ ہوگی۔ (ت)
تیسری نظیر اموال قاضی میں کہ لایا گئے اموال پھر اس کے ولی شرعی مقدم ہیں اور سلطان قاضی ساتویں درجہ میں۔ فقیر پیر اشباہ میں ہے :
لا يملك القاضي التصرف في مال الميسقيم وصی کی موجودگی میں یتیم کے مال میں قاضی تصرف مع وجود وصيه ولو كان منصوبه یہ کا مالک نہیں ہے اگرچہ یہ وصی اس نے ہی مقرر کیا ہو۔ (ت)

در مختار میں ہے :

وليد ابو ثم وصيه ثم وصی وصيه ثم جدہ المصحب ثم وصيه ثم وصی وصيه ثم السوالی ثم القاضي یہ	اس کا دلی باپ پھر وصی پھر وصی کا وصی پھر حقیقی دادا پھر اس کا وصی پھر اس کے وصی کا وصی ، پھر دانی پھر قاضی (ت)
عنه كان عليه ان يقول والقاضي بالسواذ لانه والسوالی في مرتبة واحدة ايهما تصرف جانر ۱۲ منه غرض له ۔	عنه يوں کہنا لازم تھا ، والقاضي ، یعنی دادا کے ساتھ ، کیونکہ قاضی اور والد کا مرتبہ یہاں مساوی ہے دونوں میں جو بھی تصرف کرے جائز ہے ۱۲ منہ غرض کہ

۱۔ الاشباہ والنظائر بحوالہ فتاویٰ رشید الدین ابن الاوزار قاعدہ ۱۲ ، ادارۃ القرآن کراچی ۱۹۲/۱
۲۔ لسان الحکام مع معین الحکام الفصل العاشر فی الوقف مصطفیٰ البابی مصر ص ۲۹۶
۳۔ الاشباہ والنظائر ؛ ابن الثانی کتاب الوصایا ادارۃ القرآن کراچی ۱۲۵/۲
۴۔ مختار ، کتاب الناذون مطبعہ مجتہدانی دہلی ۲۰۳/۲

لہذا حدیث میں ارشاد ہوا،

السلطان ولی من لا یدلہ ^۱ سلطان اس شخص کا ولی ہوگا جس کا کوئی ولی نہ ہو۔ (ت: شریعتِ مطہرہ نے جس حکم کو اس قدر محدود فرمایا ہوا ہے اتنا وسیع کر دینا شریعتِ جدیدہ قائم کرنا ہوگا۔ ان دونوں مقدمات سے واضح ہوا کہ جو ولایت گورنمنٹ کی مقصود و مدعا ہے شرعِ مطہر اس کا انکار نہیں فرماتی اور جو ولایت شرعِ مطہر مسلمان پر مسلمان کے لئے خاص فرماتی ہے گورنمنٹ کو نہ اس سے بحث نہ اس کا دعویٰ، تو کیا نہ کہا جائے گا کہ اس کی مخالفت شرع اور گورنمنٹ دونوں پر تہمت، فسأل اللہ السلامة (ہم اللہ تعالیٰ سے سلامتی کی دعا کرتے ہیں۔ ت)

مقدمہ پنجم : اوپر معلوم ہوا کہ مقصود کبھی وجودِ شکی ہو تا ہے کبھی حدودِ حکم شرعی قاضی کے یہاں جو مقدمات دائر ہوتے ہیں دونوں قسم کے ہیں اکثر قسم اول کے ان کی تنفیذ بمعنی اول و منع موانع ثمرات حسیہ مقصود ہے، مثلاً،

(۱) زید نے عسکر کی جائداد دہالی۔

(۲) قرعہ لیا اور ادا نہیں کرتا۔

(۳) چیز بیچی اور قبضہ نہیں دیتا۔

(۴) مولیٰ لی اور قیمت نہیں دیتا۔

(۵) ترکہ میں حق ہے اور قابض نہیں ہونے دیتا۔

(۶) مورت نے وصیت کی تھی وارث نہیں مانتا۔

(۷) شوہر رخصت کرالایا اور نان نفقہ نہیں دیتا۔

(۸) طلاق باتیں دے دی ہے اور نہیں چھوڑتا۔

(۹) چسینہ عاریت لی تھی اور واپس نہیں کرتا۔

(۱۰) وقف میں ناجائز تصرف کر رہا ہے وغیرہ وغیرہ۔

ان عام صورتوں میں کہ روزانہ جن کی بابت پڑتی اور جن کے مقدمات دائر ہوتے رہتے ہیں حقدار کی حق رسی اور مظلوم سے دفعِ ظلم صرف تنفیذ بمعنی اول مانگتی ہے کہ معافی شریعہ تو خود موجود ہیں

۱/۲۰۴ لے سنن ابوداؤد کتاب النکاح باب الاول آفتاب عالم پریس لاہور

۱/۱۳۰ جامع الترمذی ابواب النکاح باب ماجاء لا نکاح الا بولی ایں کمپنی دہلی

اوپر معلوم ہوا کہ اس تنفیذ کے لئے ولایت قسم دوم کی حاجت نہیں آتھی نہ وہ اس کے لئے کافی، بلکہ ولایت قسم اول کی حاجت، اور نہ وہ ہی یہاں وادری کے لئے نہیں ہے۔ دوسرے وہ جن میں مسلمانوں کے کسی کام میں معنی شرعی غیر موجود کا اپنی ولایت و نیابت حضرت رسالت علیہ افضل الصلوٰۃ والتحمیۃ سے پیدا کرنا ہو مثلاً،

(۱) جمعہ و عید میں کسی کو امام بنانا۔

(۲) کسی کو خطیب جمعہ مقرر کرنا کہ ہر مسلمان صالح امامت نماز پنجگانہ، جمعہ و عید میں کی امامت نہیں کر سکتا۔

جمعہ کا خطیب پڑھ سکتا ہے نہ اس کے پڑھنے پر جانے سے نماز صحیح ہو جب تک ماذون میں جہۃ السلطان نہ ہو جہاں اذن سلطان ناممکن ہو بلکہ ولایت نصب عامہ مسلمانین معتبر ہے کما نص علیہ فی تنویر الابصار والدار المختار وعامة الاسفار (جیسا کہ اس پر تنویر الابصار، در مختار اور عام کتب میں تصریح ہے۔ ت) تو لیاقت خطبہ و امامت مذکورہ ایک معنی شرعی دینی ہے اور پیش از اذن سلطان مثلاً زید کو حاصل نہیں، اذن دیتے ہی ثابت و محقق ہو جاتا ہے کی اس کے لئے قطعاً ولایت قسم دوم درکار

(۳) زن و شوہران کریں۔

(۴) عینیں بعد مراضہ و تاجیل یکسال و انعقاد سے اجل و طلب زن طلاق نہ دے تو دونوں صورتوں میں یہ نیابت ولی مطلق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان میں تفریق کرنا یعنی خود منکوحہ غیر کو طلاق پائی دے دینا اور شوہر ہانے یا نہ ہانے نکاح ثابت کا اس کے قول سے قطع ہو کر شرعاً زوج کا زوجہ زوج کا زوجہ پر ہمیشہ کے لئے حرام ہو جانا ایسا کہ اگر اس کے بعد قربت کریں تو نہ فقط دنیا میں بلکہ اللہ عز و جل کے نزدیک بھی حرام کار بٹھریں جب تک از سر نو نکاح نہ کریں اور صورت لعان میں تو نکاح بھی نہیں کر سکے جب تک مرد و زن دونوں اہلیت لعان پر باقی رہیں اور شوہر خود اپنی تکلیف نہ کرے۔ در مختار میں ہے،

فان التعلیٰ بابت بتفریق المحاکم فیستو ادشان
قبل تفریقہ لہ

اگر دونوں نے لعان کر لیا تو حاکم کی تفریق سے بائز
ہر جائیگی اور قاضی کی تفریق سے قبل مرد و عورت
ایک دوسرے کے وارث ہوں گے۔ (ت)

رد المحتار میں ہے،

تکون الفرقة تطليقة بائنة عندهما
وقال ابو يوسف هو تحريم
طرفین کے نزدیک تاحضی کی تفریق طلاق بائز ہوگی
جبکہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ

ابدی تحریم ہے۔ (د ت)

مؤبدیہ

ہر ایہ میں ہے،

سیاق فی بابہ انہا حرمة مؤبدہ مادامہا
اہلا لللعان فاذا اخرجنا عن اہلیۃ اللعان
او احدہما لہ ان یشکحہا وکذا لو اکذب
نفسہ حد ولہ ان یشکحہا۔
اپنے آپ کو جھوٹا قرار دیا نہ نکاحی جائیگی اور اس کو جائز ہو گا کہ وہ عورت سے دوبارہ نکاح کر لے۔ (د ت)
در مختار باب العنین میں ہے،

ہانت بالتفریق من القاضی ان ابی طلاقہا
بطلبہا یکہ
قاضی کی تفریق سے عورت بائنہ ہو جائے گی اگر
مرد طلاق دینے سے انکار کرے یہ تفریق بری کے
مطالبہ پر ہوگی۔ (د ت)

(۵) قاصرہ نے بغور بلوغ اپنے نفس کو اختیار کیا نکاح سے نہ نکل، شوہر کو اب بھی اس سے وطی
حلال ہے، ایک مرد جائے گا دوسرا ترکہ پائیگا مگر بعد مرافقہ و تفریق قاضی عندہ حرام ہو جائے گی اور
بے تجدید نکاح علت نہ رہے گی اب ایک مرد سے گا دوسرے کو ترکہ نہ ملے گا۔ جب سوا پہر عالمگیر میں ہے،
یحل للزوج ان یطأھا ما لم یفسق
القاضی بینہما یکہ
روا مختار میں ہے،

یتواتران فی ہذا النکاح قبل ثبوت
فسخہ
اس نکاح کے فسخ ہونے سے قبل دونوں ایک دوسرے
کے واسطے بنی گئے۔ (د ت)

۵۸۹/۲	دار احیاء التراث العربی بیروت	کتاب الطلاق باب العنان	۱۰۰
۲۵۳/۱	مطبع معتبات دہلی	کتاب الطلاق باب العنین	۱۰۰
۲۸۵-۸۶/۱	نورانی مکتبہ پشاور	بجوال البیض کتاب النکاح ابواب الراج	۱۰۰
۳۰۴/۲	دار احیاء التراث العربی بیروت	کتاب النکاح باب الولی	۱۰۰

(۶) اپنے حکم سے اختلافی مسئلہ کو اتفاق کر دینا اور مجتہدین کا اختلاف اٹھا کر متفق کر لینا مثلاً مرد و عورت دونوں شافعی المذہب میں مروی ہے کہ نکاح طلاق کا نتیجہ ہے نکاح کر کے تو نتیجہ طلاق، پھر نکاح کر لیا، زوجین کے مذہب میں طلاق نہ ہوئی کہ امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک عین مصداق باطل ہے انھیں باہم قربت حلال ہے، بعد عورت نے دہائی کر دیا حکم حنفی المذہب نے صحت عین و وقوع طلاق و مینونت زن کا حکم کیا اب حدیث ان میں حرمت ثابت ہو گئی ایسی کہ امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی یہی فرمائیں گے کہ دونوں اجنبی و اجنبیہ ہیں بے نکاح جبریدہ سے ہاتھ لگانا ہمیشہ ہمیشہ کو حرام ہے اور اگر زوجین حنفی ہوں نہ نکاح ہوتے ہی حرمت پر طلاق بائن ہو گئی لوقوعہ قبل الخلوۃ (کیونکہ یہ طلاق قبل از دخول ہے۔) ان دونوں کے مذہب میں حرمت ثابت ہو گئی کہ اضافت عین ہمارے نزدیک صحیح ہے اب مثلاً عورت نے قاضی شافعی کے یہاں دعویٰ کر دیا قاضی نے بطلان عین و عدم طلاق کا حکم دیا اب عند اللہ ان میں علت ثابت ہو گئی ایسی کہ ہمارے امام رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی یہی فرمائیں گے کہ یہ دونوں زوج و زوجہ ہیں یہاں تک کہ اس کے حکم سے چلے جو وطنی کہ چکا تھا اب اس پر بھی حکم علت ہو گیا۔ بحسب الاراء پھر رد المحتار میں ہے۔

قال ان تزوجت فلا تہی طلاق مثل
فتزوجها فخاصمتہ الی قاض شافعی و
ادعت الطلاق فحکم بانہا امرأت و امت
الطلاق لیس بشئ حل لہ ذلک ، و لسو
وطئہا الزوج بعد النکاح قبل الفسخ ثم
فسخ یكون الوطی حلالا اذا فسخ و لا فسخ
لا یحتاج الی تجدید العقد
وطی کر لی تو حلال ہو گی اور جب عین و تعلیق فسخ ہو گئی تو اب تجدید نکاح کی حاجت نہیں۔ (ت)

وجہ یہ کہ قصاص شرعی نے کہ حقیقت حکم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے سلطان و قاضی حضور کے نائب و حکم رسا ہیں اختلاف مجتہدین کو اٹھا دیا اور ہر امام و مجتہد پر اس واقعہ میں اسی کو حکم الہی جاننا لازم ہو گیا۔

(۷) قاصر وقاصرہ حج کے لئے کوئی ولی نہیں اپنی ولایت یعنی ولی مطلق التبعی اولیٰ بالمومنین من انفسہم (نبی مومنوں کی جانوں سے زیادہ ترولی ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ ت) کی نیابت سے ان میں نکاح کر کے تمام دینی احکام مثلاً قربت کی علت کہ پہلے حرام تھی فقہ کا وجہ کہ پہلے لازم نہ تھا وراثت کا اثبات کہ پہلے ثابت نہ تھی عند اللہ موجود و متحقق کر دینا وقت تقدیر نقلہ (اس کی نقل گزر چکی ہے۔ ت)

(۸) زید نے اپنی ملک خاص بجا ملت صحت نفس و ثبات عقل و قف صحیح شرعی کی اور متولی شرعی مقرر کر کے اس کے قبضہ میں دے دی تمام مفتی بے مذاہب پر وقت صحیح و لازم ہو گیا اور زید کا اس میں کوئی حق ملک نہ رہا اس کے بعد وارثوں نے دعویٰ کیا یا خود زید ہی نے درخواست فسخ دی اور حاکم نے اس کے فسخ کا حکم دیا بشرطیکہ وقف پر رجسٹری نہ ہو چکی تھی اور قاضی مذہب مفتی پر بقضا سے مقید نہ تھا جس طرح قضاۃ زمانہ مقید ہیں بلکہ خود امام مجتہد تھا جواب صد ہا سال سے کوئی نہیں یا سلطان نے اسے مذہب حنفی میں امام اعظم پر قضا کے لئے مقرر کیا تھا اگرچہ فتویٰ اس کے خلاف پر ہو یا اسے مذہب امام پر مطلقاً قضا یا خلاف میں جسے چاہے اختیار کی اجازت دی تھی جو اس زمانہ میں نہیں تو ان شرائط کے ساتھ ایسے قاضی کے حکم سے اس وقف بے رجسٹری کا زائل اور ملک زائل کا عند اللہ حاصل ہو جانا۔ درمختار میں ہے۔

الطلق القاضی بغير الوقف غیر المسجل
لوارث الوقف فباع صحیح و کامل حکم
ببطلان الوقف لعدم تسجيله
حتى لو باعه الواقف او بعضه
او رجه عنه ووقفه لجهة اخرى
وحکم بالشافی قبل المحکم بلزوم
الاول صم الشاف لوقوعه فی محل
الاجتهاد کما حققه المصنف
واقف به تبعا لشيخه و
قاصر عن الهداية والسلا

اگر قاضی نے بے رجسٹری وقف کو اس کے وارث
کے لئے فروخت کی اجازت دے دی اور فروخت
کو دیا تو یہ بیع صحیح ہو گا اور قاضی کا یہ حکم اس وقف
بے رجسٹری کو باطل کرنا قرار پائے گا حتیٰ کہ واقف
نے خود اس کو یا اس کے بعض کو فروخت کر دیا یا
پہلے وقف سے رجوع کر کے کسی دوسرے عنوان
سے دوبارہ وقف کر دیا اور قاضی نے دوسرے
عنوان کے وقف کو پہلے وقف سے قبل لازم کر دیا
تو دوسرے وقف کا حکم صحیح ہو گا کیونکہ قاضی کا یہ
حکم محل اجتہاد میں واقع ہوا ہے جیسا کہ مصنف نے

ابی السجود لکن حملہ فی النہر علی القاضی
المجتہد اھ وکتبت علیہ ما نصہ اقول
وکن ذلک القاضی المقول المقدر لیقضی
بمذہب ابی حنیفہ مطلقاً وکن الماذون
لہ ان یقضی بہ مطلقاً او بما شاء فی
المکلفیات وھذا ظاہر جہد الافعیام
المانع وھو کونہ معزولاً بالنسبۃ الی
القول الضعیف

فیصلہ دے، ان کا فیصلہ بھی ایسا ہی نافذ ہوگا، یہ بالکل ظاہر ہے کیونکہ قاضی کے معزول ہونے والا
ضعیف قول بھی یہاں نہیں ہے جو مانع بنے۔ (ت)
رد المحتار میں ہے،

یوقضی الحنفی بصحۃ بیعہ فحکمہ
باطل لانہ لا یصح الا بالصحیح المتفق بہ
فھو معزول بالنسبۃ الی القول الضعیف
و ما ائقی بہ قارئ الہدایۃ من صحۃ الحكم
ببیعہ قبل الحكم یوقفہ فمحمول علی
ان القاضی مجتہد

حکمی علی الدرر پھر ابن عابدین میں ہے،
ومثل القاضی المجتہد من
قلد مجتہد ایراکا اھ اقول

اس کی تحقیق فرمائی اور اس پر اپنے شیخ کی اتباع
اور قاری الہدایہ اور مظاہر المسکین کی اتباع میں فتویٰ دیا
لیکن پھر میں اس کو انہوں نے مجتہد قاضی کی رتبے
پر محمول کیا اھ۔ میں نے اس پر حاشیہ لکھا جس کی عبارت
یہ ہے، میں کہتا ہوں کہ کسی باختیار قاضی کا مقرر کردہ
مقلد قاضی کہ وہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے
مذہب پر مطلقاً فیصلہ دے اور وہ قاضی جس کو
مطلقاً اجازت ہے کہ خلافیات میں اپنی صوابدید پر

اگر حنفی قاضی نے اس وقت کی بیع کی صحت کا حکم
دیا تو اس کا حکم باطل ہوگا کیونکہ اس کے حکم کی
صحت صرف صحیح معنی پر قول پر ہوگی، تو یہ قاضی ایک
ضعیف قول کی بناء پر معزول قرار پائے گا اور جو
قاری الہدایہ نے وقف کے حکم نامہ سے قبل بیع
کے حکم کی صحت پر فتویٰ دیا ہے تو وہ اس بات پر
محمول ہے کہ وہ قاضی مجتہد ہو۔ (ت)

مجتہد قاضی کی طرح ہے وہ قاضی جس کو اپنی رتبے
میں کوشاں کے طور پر مقرر کیا گیا ہے اھ اقول

۳۸۵/۱	مطبوعہ مجتبائی دہلی	کتاب الوقف	لے در مختار
			لے جہد المحتار علی رد المحتار
۳۹۲/۲	دار احیاء التراث العربی بیروت	کتاب الوقف	لے و لے رد المحتار

ای اذ المرئین مقبول بالقضاء بالمعقوبہ فی المذهب
الحنفی کقضاء قاض ما نأمنه وهو ظاهر والأکثر وجوباً
ما وقع الضار منه فانه اذ المصلحة القضاء بالمعقوب
کیف یصلح بتعلیل مذهباً آخر فہم حاصلہ الخ ما
کتبت وبالله التوفیق۔

(میں کہتا ہوں) یعنی جب وہ مذہب حنفی میں مفتی پر
قول پر قضاء کا پابند نہ بنایا گیا ہو جیسا کہ ہمارے
زمانہ کے قاضی۔ اور یہ ظاہریات بہت دور نہ ضرر
والی چیز کی طرف رجوع کرنا لازم آئے گا، کیونکہ مرجوع قول پر قضاء صحیح نہ ہو تو دوسرے مذہب کی تقلید
کیجئے صحیح ہوگی، لہذا حاصل وہی بہت جو میں نے لکھا ہے، اور توفیق صرف اللہ تعالیٰ سے ہے۔ (ت)
(۹) بعض حجرت خود حکم شرع ثابت ہیں جیسے مجنون لودنا کچھ بچے کا ہر تصرف قولی اور معتمد و صبی عاقل
کا دائرہ میں النفع والضرر سے مجر ہونا کہ وہ اس کی اہلیت ہی نہیں رکھتے اور بعض وہ ہیں کہ حکم حاکم ثابت
ہوتے ہیں جیسے صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک دیون کو بوجہ دین اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ
کے قول صحیح مفتی پر پر سفیہ کو بوجہ سفہ ممنوع التصرف کر دینا یہ حجرت حکم حاکم بھی تنفیذ کی طرح دو قسم ہے،
اول حتمی کہ ایک آدمی ایک فعل سے حکماً باز رکھا جائے بغیر اس کے کہ کوئی معنی جدید شرعی
حادث ہو۔

دوم شرعی کہ اس کے سبب تصرف کا حکم شرعی مسدود ہو جائے، انسان کی اہلیت کو عطا
رہب العزت ہے باطل و بے اثر ہو کر بہائم سے ملتی ہو جاتا ہے۔
اول تیسرے ولایت قسم اول کا ہے اور دوم علی الاختلاف ولایت قسم دوم کا۔ اس دوم کی ولایت
شرعیہ ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک تو اصلاً سلطان اسلام کو بھی نہیں۔ چاہیے میں
اسی کو ترجیح دی کہ فرماتے ہیں،

قال ابو حنیفۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
لا یحجر علی المحر العاقل البالغ السفیہ
و تصرف فی مالہ جائز وان کان
مبذراً مفسدا یتلف مالہ ،
وقال ابو یوسف و محمد رحمہما
اللہ تعالیٰ یحجر علی السفیہ
و یمنع من التصرف فی
مالہ لألف حنیفۃ رضی اللہ
تعالیٰ عنہ ان فی سلب ولایتہ اھدار

امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ
حرج عاقل بالغ بیوقوف کو مجر (یعنی تصرفات سے
روکنا) جائز نہیں ہے اور اس کا اپنے مال میں
تصرف کرنا جائز ہے اگرچہ وہ فسرل غریبی اور فاسد
کرتے ہوئے مال کو تلف کر دے اور امام ابو یوسف
اور امام محمد رحمہما اللہ تعالیٰ نے فرمایا السفیہ بیوقوف
کو مجر قرار دینا اور مال میں تصرف کرنے سے روکنا
جائز ہے، امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی دلیل یہ ہے
کہ اس کی ولایت کو ختم کرنا، اس کی آدمیت کو

آدمیتہ والمحاقۃ بالبہائم وهو شذو
ضری من التبیذیر فلا یتحمل الاعطب
لہنم الادنی اللہ مختصرا وقد قدم قول
الاصار واخوردلیلہ واجاب عن دلیلہما
وکذلک فعل فی الحجر بسبب الدین۔
کی دلیل کو آخر میں لاکر صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ کی دلیل کا جواب دیا اور مصنف نے دین کے سبب تجوری
کے عمل میں بھی یہی طریقہ اختیار فرمایا۔ (ت)

اور صاحبین رحمہما اللہ کے طور پر بھی بہت مواقع میں سلطان اسلام کا تجر بھی صرف حسی ہوتا ہے
نیز شرعی، مثلاً مفتی ماجن وطیب جاہل و مکاری مفلس پر حجر کہ حکم سلطان بھی صرف صورت ہو گا شرعاً
ان کے تصرفات صحیحہ باطل ہو جائیں گے۔ در مختار میں ہے،

لا یحجر علی حرم مکلف بسفد و فسق و دین
وغفلة بل یمنع مفتی ماجن یعلم الخیل
الباطلة کتعلیم السدۃ لتبیین من
من وجہا و تسقط عنہا الزکاة وطیب
جاہل و مکاری مفلس ہے

حرم مکلف کو بیوقوف، فسق، دین اور غفلت کی
وجہ سے حجر نہ کیا جائے گا بلکہ ماجن مفتی جو لوگوں کو
باطل چیل سکے تا ہر مسئلہ بیوی کو خاوند سے علیحدگی
اختیار کرنے کے لئے مرتد ہونے اور اس سے
زکوٰۃ ساقط کی تعلیم دینا، نیز جاہل طیب اور مکاری
مفلس کو روک دیا جائیگا۔ (ت)

رد المحتار میں ہے،

قوله بل یمنع اشارہ الی انہ لیس المراد
بہ حقیقۃ الحجر وهو المنع الشرعی
الذی یمنع نفوذ التصرف
لأن المفتی لو افت بعد
الحجر و اصاب حیث

ما تن کا قول ”بلکہ منع کیا جائے گا“ اس بات کی
طرف اشارہ ہے کہ یہ مانع حقیقی پابندی نہیں
بلکہ اس سے مراد شرعی مانع ہے جو تصرف
کے فساد کو روکتی ہے کیونکہ اگر وہ مفتی مجبور والی
کاروائی کے بعد فتویٰ درست دے تو جائز ہے

وكذا الطيب لباع الادوية نفذا قد دل
ان السراء المنعم الحصى كما في الدار رحمت
البدائع عليه
اور یہ نہی وہ طیب اگر وہ فروخت کرے تو یہ کاروائی
نافذ ہوگی تو اس سے معلوم ہوا کہ یہ منع محض حسی کاروائی
ہے جیسا کہ وہیں بدائع سے نقل کیا گیا ہے (ت)
اسی قبیل سے ہے سلطان کا ایام گرائی میں یا فروج کے لئے اشیاء کا بھاد کاٹ دینا کہ اگر بائع
پر ضائع مشتری زیادہ کو پہنچے شرعاً جائز و نافذ ہے گا آخرت میں مستحق عذاب نہ ہوگا اگرچہ دنیا میں سلطان
اسے مزا دے اور اگر اس سلطان مقرر کردہ بھاد پر محض بخوف سلطان بیچے تو وہ شے مشتری کیلئے عند اللہ
حلال نہ ہوگی۔ در مختار میں ہے،

لا يصح حاكم لقوله صلى الله تعالى عليه
وسلم لا تسروا غائب الله هو المسعر
القابض الباسط الرزق الا اذا تعدى
الاسباب عن القيمة تعدى فاحشا فيصير بشرة
اهل الرأي وفي الاختيار شتم اذا مسعر و
خاف البائع ضرب الامام لو نقص لا يحل
للمشترى اى اذا باع الخوف كما حبر
القيمتان في سقط نظر الشامي و تحقيقه
في جند المستار۔
حاکم بھاد مقرر کرے کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ
والسلام کا فرمان ہے بھاد مقرر نہ کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ
ہی بھاد بنائے والا ہے وہی تنگی دہی و مسست
وہی رزق دینے والا ہے، مگر جب تجارت قیمت میں
غش گرائی کریں تو پھر حاکم اہل اراستہ سے مشورہ
کے بعد بھاد مقرر کرے تو جائز ہے، اور اختیار میں ہے
پھر جب حاکم بھاد مقرر کر دے اور بائع کو حاکم
کی سزا کا خوف ہو اگر اس نے مال کم بھاد پر دیا تو مشتری
کو اس بھاد خریدنا جائز نہیں اور یعنی جب بائع

محض خوف کی وجہ سے (بغیر رضا) فروخت کرے تو مشتری کو جائز نہیں جیسا کہ قسطنطینی نے یہ تعبیر
کی ہے، تو اب علامہ رشیدی کا اعتبار ساقط ہو گیا اور اس کی تحقیق جہد المستار میں ہے (ت)

(۱۰) بے اذن و رضا سے دیون اس کی جائداد زبردستی میں نیلام کر دینا ضرر و حرجاً بلکہ سلطنت
موجہ ہو جائے گا، کلام اس میں ہے کہ شرعاً بھی وہ بیع صحیح و نافذ اور شعی بیع مشتری کے لئے عند اللہ
حلال ہو جائے گی اس پر خواہ اس کے در ثبوت کہ اس کے بعد اسے اپنی ملک صحیح شرعی جانیں آخرت میں
کچھ مواخذہ نہ ہو گا یہ مختلف فیر ہے ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو اسے سلطان اسلام کیلئے بھی

جائز نہیں مانتے، ہر آیت میں اسی کو ترجیح دی اور اس پر دلیل قاطعہ ارشاد کی، فرماتے ہیں،

قال ابو حنیفۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ لا الحجۃ فی الدین لان فی الحجرا ہدار اہلیستہ فلا یجوز لہ دفع ضرر خاص فان کان لہ مال لم یتصرف فیہ الما کم لانه تعباراً لاعن تواض فیكون باطلا بالنسب، وقالا اذا طلب غرماء المفلس، حجرا القاضی علیہ و باع ماله ان امتنع من بیعہ، قلنا المستحق قضاء الدین و البیع لیس بطریق متعین لذلك کیف و ان صح البیع کان الحبس اضراً ابھما بتأخیر حق الدائن و تعذیب المديون فلا یكون مشروعاً و ماہم مختصراً۔

امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں دین میں کسی کو مجبور نہ کروں گا کیونکہ حجر میں آدمی کی اہلیت معطل ہوتی ہے لہذا کسی مزرع خاص کو ختم کرنے کے لئے اہلیت کو ختم کرنا جائز نہیں ہے اگر ایسے شخص کا مال ہر تو حاکم اس میں تصرف نہ کرے کیونکہ یہ اس کی رضا کے بغیر تجارت قرار پائیگی جو ناجائز اور بذریعہ نفع باطل ہے، اور صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر مطالبہ والے حضرات قاضی سے مطالبہ کریں کہ اس پر عسبر (مالی تعزیر میں پابندی) لگا دے اور اس کے مالی کو جبراً فروخت کر دے تو قاضی ایسا کرے، ہم امام صاحب رحمہما اللہ کی طرف سے کہتے ہیں مطالبہ والوں کا حق صرف دین کی ادائیگی ہے انہ مطلوب کے مال کو فروخت کرنا و احد طریقہ نہیں ہے یہ کیسے ہو سکتا ہے جبکہ اگر اس کے مالی کی فروخت جائز ہو تو اس کو قید کرنا دہرا ضرر ہوگا، ایک حق والوں کے حق میں تاخیر اور دوسرا مدیون کو سزا دینا، تو یہ ناجائز ہے اح مختصراً (ت)

غایہ میں ہے،

لکنہ (ای الحبس) مشروع بالاجتماع فلم یصح البیع لہ

لیکن یعنی قید کرنا بالاجماع مشروع ہے تو مال کا فروخت کرنا جائز نہ ہوگا۔ (ت)

صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ کے مفتی بر قول پر کہ بشرائط اجازت ہے صریح احداث حکم جدید شرعی و تبدیلی توقف بنفاذ و حرمت بجلت کی حاجت ہے۔ یہ دو تئیں مثالیں مقدمات قسم دوم کی ہیں ان میں تنفیذ یعنی دوم درکار ہے اور نیا حکم شرعی کہ اب تک حاصل نہ تھا حاصل کرنے کی ضرورت ہے تو اس کے

عند اقتضای مقبول اور آخرت میں بکار آمد ہونے کے لئے ولایت قسم اول کافی نہیں بلکہ قطعاً ولایت قسم دوم کی حاجت ہے اور وہ بھی باختلاف صورت مختلف کہ ہر امر محتاج ولایت شرعیہ میں ہر ولی شرعی حتیٰ کہ سلطان اسلام کے احکام سے بھی حکم موجود شرعی نہیں بدلتا نہ حکم جدید شرعی حادث ہو جس کے نظائر بیان ہوئے، تو قسم دوم میں مطلقاً وایمان ملک مولدینا درکنار مطلقاً وایمان شریع بھی مراد نہیں بلکہ خصوصی مواضع میں شرع مطہر سے ثابت ہونا درکنار کہ شریعت سے اس امر میں غلطی کو حکم جدید شرعی پیدا کرنے کا اختیار بخشا ہے بغیر اس کے شریعت پر اجتراء اور وہ پہلی تو وسیع قطعاً شرع مطہر پر افتراس ہے۔ والیہا باللہ تعالیٰ۔

تبلیغیہ : ان تمام تقریرات و مسائل سے روشن ہو گیا کہ کسی امر میں کسی کے لئے ولایت شرعیہ ہونا ہم مسلمانوں کا ایک دینی مذہبی مسئلہ ہے جو خاص لحاظ سے شریعت پر مبنی ہے کہیں ہر فقیر مفلس کے لئے ہے اور کہیں سلطان اسلام کو بھی نہیں تو اس کے انکار کو انکار سلطنت سے کوئی علاقہ نہیں، آخرت دیکھا کہ صمد با جگہ حکم شریعت سے خود سلطان اسلام بلکہ خلیفہ المسلمین کے لئے بھی ولایت شرعیہ نہ مانی اس سے ان کے سلطان بادشاہ و حاکم وقت و والی ملک ہونے کا انکار نہ ہوا کہا لایخفی (جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔ ت) و بالذات التوفیق۔

مقدمہ ششم : جس طرح بعض جرح محتاج حکم حاکم بین پھر حکم سے کہیں جرحی حاصل ہوتا ہے کہیں شرعی جس کا بیان گزرا، یوں ہی تعلیق قضا کہ ملک جرح ہے دست نگر حکم والی ہے اور اس میں بھی تقسیم حسی و شرعی یا دنیوی و دینی ہے قضا سے دنیوی کے لئے تو صرف منجانب والی تو رہے جس ہے اگرچہ نہ وہ والی مسلم ہو نہ یہ مولیٰ، کہ جس ملک میں جس مذہب و ملت کے احکام جیسے حاکم مقرر کریں گے ضرور وہ حکم پر قادر اور اس حکم و ہاں نافذ، اور وہاں کی رعایا پر بحکم وایمان ملک لازم القبول ہوگا، یہ وہی ولایت قسم اول ہے اور تمام مقدمات قسم اول کے لئے کافی و کافی ہے لیکن قضا سے دینی شرعی کہ ولایت قسم دوم ہے اور مقدمات قسم دوم یعنی مسلمان کے حق میں احکامات حکم جدید شرعی نافع آخرت کیلئے درکار ہے اس کے لئے جس طرح مولیٰ یا مقلد یا فسخ یعنی اس قاضی کا مسلم ہونا شرع مطہر سے لازم مانا جس کا روشن ثبوت گزرا، یہ نہیں مولیٰ یا مقلد یا کسر یعنی وہ والی شہر حاکم ذی اختیار صاحب فوج و خزانہ جس کے حکم کی طرف اس کا نصب و عزل ممتنع ہو اس کا اسلام بھی لازم ہے کہ قضا و ولایت مستقلہ نہیں بلکہ ولایت مقلد سے مستفاد، اور عدم مفید وجود نہیں ہو سکتا۔ فتح القدر میں ہے : اذ السم یکن سلطانت ولا من یجوز التقلد منه کما فی بعض مبالاد جب کوئی سلطان ہو اور نہ ہی کوئی ایسا حاکم جس کی طرف سے قاضی کی تقرری ہو سکے جیسا کہ

مسلمانوں کے وہ علاقے جہاں کفار نے غلبہ پایا ہے تو وہاں کے مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ اپنے کسی ایک پر اتفاق کر کے اس کو والی قرار دیں تو وہ کسی کو قاضی مقرر کر دے اور وہ لوگوں میں فیصلے کرے اور یہی وہ مسلمان کسی کو جعد کا امام مقرر کریں جو جعد کی نماز پڑھائے۔ (ت)

المسلمین غلب علیہم الکفار یجب علیہم ان یتفقوا علی واحد منهم یجعلونه والیا فیولی قاضیا ویكون هو الذی یقضی بینہم وکذا ینصبوا لہم اماما ینصوب بہم الجمعة

جامع القصرین میں ہے :

محل مصرفہ وال مسلم من جمعة الکفار تجوز فیہ اقامة الجمع والاعیاد واخذ الخراج وتقليد القضاء وتزويج الايامی لاستیلاء المسلم علیہم وامانی بلاد علیہا ولایة کفار فیجوز للمسلمین اقامة الجمع والاعیاد ویصیر القاضی قاضیا بتراضی المسلمین ویجب علیہم طلب وال مسلم

ہر ایسا شہر جس میں کفار کی طرف سے کوئی مسلمان والی مقرر ہو اس شہر میں جعد وعیدین کا قیام، خراج وصول کرنا، قاضی کی تقرری اور تنظیم بچوں کا نکاح جائز ہوگا کیونکہ اس طرح مسلمانوں کا ان پر غلبہ ثابت ہے اور لیکن وہ علاقے جہاں کفار ہی والی ہوں وہاں مسلمانوں کی رضامندی سے مقرر شدہ قاضی ہی با اختیار قاضی ہوگا تو وہاں مسلمانوں کو جعد وعیدین کا قیام جائز ہوگا اور مسلم والی کے لئے جعد و جہان پر واجب ہوگا۔ (ت)

در مختار میں ہے :

لو فقد وال لغلبة کفار وجب علی المسلمین تعیین وال وامام للجمعة، فتحرک

اگر غلبہ کفار کی بنا پر مسلمان والی مفقود ہو تو مسلمانوں پر اپنے طور کسی قاضی اور جعد وعیدین کے امام کا تقرر واجب ہوگا، فتح (ت) بعینہ اسی طرح معراج الدرایہ و تاج خانہ و رد المحتار و غیرہ میں ہے کہ ان کی عبارت ہے

۱/ ۲۶۵	مکتبہ نوریہ رضویہ سکس	کتاب ادب القاضی	۱ فتح القدیر
۱۲/ ۱	اسلامی کتب خانہ کراچی	الفصل الاول	۲ جامع القصرین
۲/ ۴۳	مطبع مجتبیٰ دہلی	کتاب القضاء	۳ در مختار

بعوضہ تعالیٰ عنقریب آتی ہیں، نہر القاضی میں عبارت فتح القدر نقل کر کے فرمایا،
 هذا هو الذي تطلبه النفس اليه فاليست بذلك
 یہی وجہ ہے جس پر نفس مطمئن ہوتا ہے تو اس پر اعتماد
 چاہئے۔ (ت)

ابن عابدین نے اسے نقل کر کے فرمایا،
 الاشامة بقوله هذا الى ما افادته كلامه الفقه
 اس کے قول "هذا" سے فتح کے کلام سے جو
 مما عدم صحة تعلد القضاء من كافر يله
 فائدہ حاصل ہوا کہ کافر کی طرف سے قاضی کی
 تقرری صحیح نہیں ہے کی طرف اشارہ ہے (ت)
 اور یہ خود نفس محرر المذنب سیدنا امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کتاب الاصل میں ہے کہ کیا میں ان شاء اللہ
 تعالیٰ (جیسا کہ ان اشارات تعالیٰ آگے آئے گا۔ ت) یہ تمام نص میں صریح و واضح قاطع ہیں کہ قضاے
 شرعی یعنی مذکور کے لئے مولیٰ و مولیٰ دونوں کا اسلام ضرور ہے اقول وبالله التوفيق (میں کہتا ہوں اور
 توفیق اللہ تعالیٰ سے ہے۔ ت) ہاں اس کے لئے بادشاہ ملک کا مسلمان ہونا ضرور نہیں جیسے شاہ ناسلم
 کے زیر حکم کوئی اسلامی ریاست کا والی جس کی مسند نشینی بحکم و منظوری بادشاہ ناسلم ہوتی ہو کسی مسلمان کو اپنی
 رعایا پر عہدہ قضاء سے قاضی شرعی ہو جائے گا اگرچہ با واسطہ اس کی قضا بادشاہ ناسلم کی طرف مستند
 ہوتی کہ اسے والی شہر نواب مسلمان نے مقرر کیا اور وہ نواب بادشاہ ناسلم کا مقرر کیا ہوا ہے اور مقلد
 مقلد مقلد ہے بلکہ وہ نواب مسلمان والی شہر صاحب فوج و خزانہ خود ایک اعلیٰ درجہ کا قاضی ہے۔
 در مختار میں ہے،

ثم الوالی بالطریق الاولیٰ پھر والی بطریق اولیٰ۔ (ت)

شامی میں ہے،

ای ثبوت الولاية للوالی اذلی لان القاضی
 یعنی والی کے لئے ثبوت ولایت بطریق اولیٰ ہرگز
 یستندھانہ
 کیونکہ قاضی اس سے تقرر پاتا ہے (ت)

۳۰۸/۴	دار احیاء التراث العربی بیروت	کتاب القضاء	لہ رد المحتار بحوالہ النہر
۳۰۸/۴	" " "	"	لہ ~
۲۰۳/۲	مطبع مجتبائی دہلی	کتاب الماؤون	لہ رد مختار
۱۱/۵	دار احیاء التراث العربی بیروت	"	لہ رد المختار

اور پر ظاہر کہ اس کا تقرر بلا واسطہ منظوری بادشاہ نامسلم ہوا تو نظر پر استفادہ و سبب و قضا
تعلقہ قضا میں سلطان غیر مسلم کہہ سکتے ہیں اگرچہ یہاں حقیقت امر یہ ہے کہ ولایت قراب والی ملک اپنی ولایت
عربیہ یعنی غلبہ و استیلا سے مستفاد ہے کہ شرع منظر نے والی مسلم کے لئے صرف اسے بھی سبب حصول
ولایت معتبرہ عند الشرع مانا ہے۔ فتاویٰ امام قاضی خاں پھر بجز الراجی پھر رد المحتار میں ہے:

السلطان يصير سلطانا بامر من بالبيعة
مع من الاشراف والاعيان وبان ينفذ
حكمه على من عيسته خوفا من قهره
فان بويهم ولعن ينفذ فيهم حكمه لعجزه
عن قهرهم لا يصير سلطانا فاذا صار
سلطانا بالبيعة فجاءت الامت كان له
قهر و غلبة لا ينزل اليه

سلطان کی تقرری دو چیزوں سے حاصل ہوتی ہے
ایک اشراف اور اعیان حکومت کی بیعت، اور
دوسرا رعیت پر اس کے دبدبے کی بنا پر اس کے
حکم کا نافذ ہونا، تو اس کی بیعت ہوتی لیکن
رعیت پر دبدبہ قائم نہ ہونے کی وجہ سے اس کا
حکم نافذ نہ ہو سکا تو سلطان زمین کے کا تو جب
سلطان بن گیا اور اپنے دبدبے اور غلبہ کی بنا
پر ظلم کیا تو معزول نہ قرار پائے گا۔ (ت)

فصول عمادیہ پھر ہندی میں ہے:

ذكر في الفتاوى ايضا تجوز صلوة الجمعة
خلف التغلب الذي لا منشور له من الخليفة
اذا كانت سيرته في مراعيته سيرة الامراء بحكم
فيما بين رعيته بحكم الولاية لامت
بهذا استثبت السلطنة فيمنع حق الشرط.

فتاویٰ میں بھی مذکور کہ ایسے سلطان کی اقتدا میں عہدہ جاز ہو گا جو خود
غلبہ پاکر خلیفہ کی منظوری کے بغیر اقتدار پر فائز
ہو گیا بشرطیکہ رعیت میں امراء کی کسی سیرت قائم
کر چکا ہو وہ اپنی ولایت کی بنا پر رعیت میں حکم
نافذ کر چکا ہو کیونکہ اس سے سلطنت قائم ہو گئی
تو شرط تحقق ہو گئی۔ (ت)

خلاصہ پھر بجز الراجی پھر لطاوی پھر ابن عابدین میں ہے:

التغلب الذي لا عهد له أي لا منشور
له امت كان سيرته فيما بين الرعية
خليفة کی منظوری کے بغیر غلبہ پانے والے نے
رعیت میں امراء کی کسی سیرت قائم کر لی اور اپنی

سيرة الامراء ويحكم بينهم بحكم الولاة بتجوز
الجمعة بحضرتہ علیہ
ولایت کی بنا پر حکم تسلیم کروا چکا ہو اس کی موجودگی
میں عہد قائم ہو سکے گا۔ (ت)

غایت یہ کہ اس کی ولایت عرفیہ طریقہ شریعت سے مستفاد یعنی حکم امیر المؤمنین نہیں تو یہ ایک
لواب کیا آج صد ہا سال سے تمام روئے زمین کے سلاطین اسلام ایسے ہی ہیں اپنے استیلا ہی
کے باعث سلطان اسلام ہیں وہ اسے بھی حاصل اور منگوری بادشاہ اس کی معین ہے نہ کہ غل ربا بوجہ
منگوری سبب اس کی قضاء کو تقلید بادشاہ غیر مسلم کی طرف منسوب کر سکتے ہیں یہی دونوں صورتیں عبارت
مسکین

يجوز لهذا القضاء من السلطان العادل
والجائز سواد كاث كافرا او مسلما
كذا في الاصل
اور عبارت ہند یہ ،

ذكر في المتن والاسلام ليس بشروط
فيه اي في السلطان الذي يقد كذا
في التارخانية
ملقط میں ذکر کیا کہ سلطان میں اسلام شرط
نہیں ہے یعنی جو سلطان قاضی کی تقرری کرے۔
تارخانیہ میں یونہی ہے (ت)

میں مراد ہیں اور اس پر دلیل قاطع یہ کہ مسکین نے اسے اصل سے نقل کیا ، اصل بسوط امام محمد رضی اللہ
تعالیٰ عنہ کا نام ہے ، بسوط کی عبارت یہ ہے جو رد المحتار کتاب الصلوة میں بحوالہ معراج الدرایہ منقول
البلاد التي في ايدى الكفار بلاد الاسلام
لا بلاد الحرب لانهم لم يظهروا
فيها حكم الكفر بل القضاة و
الولاة مسلمون يطيعونهم عن
ضرورة او بدونها وكل مصرفيه وال

له رد المحتار كتاب الصلوة باب الجمع وارا حياء التراث العربي سيرة
سنة شرح الكثر لمل مسكين على ايش فتح المعين كتاب القضاء ايج ايم سید کینی کراچی
سنة فتاویٰ ہندیہ کتاب ادب القاضي الباب الاول نورانی مکتبہ خاندہ پشاور

من جهتهم يجوز له اقامة الجتمع و
الاعياد والحد وتقليد القضاء لاستيلاء
المسلم عليهم فلو الولاية كفاراً يجوز
للمسلمين اقامة الجمعة ويصير القاضي
قاضياً بتراضى المسلمين و يجب عليهم ان
يلتزموا اواليا مسلماناً

کفار کی طرف سے مقرر کردہ والی جو توحید، عیدین اور
حد کا قیام اور قاضیوں کا تقرر اسے جائز ہے کیونکہ
مسلمانوں کا کفار پر غلبہ ہے، تو اگر وہ والی کفار ہوں
تو مسلمانوں کو جمعہ کا قیام جائز ہو گا اور مسلمانوں
کی رضا مندی سے قاضی ہو تو وہ با اختیار قاضی
ہو گا اور مسلمانوں پر مسلمان والی کے لئے کوشش
لازم ہے۔ (ت)

اور حنفیہ نے اسے تائید غائبہ سے نقل کیا، تائید غائبہ کی پوری عبارت یہ ہے جو رد المحتار کتاب القضاء
میں منقول ہے،

الاسلام ليس بشرط فيه اى فى السلطات
الذى يقلد و بلاد الاسلام التى
فى ايدى الكفرة لا شك انها
بلاد الاسلام لا بلاد الحرب لانهم
لم يظهروا فيها حكم الكفرة والقضاة
مسلمون والملوك الذين يطيعونهم
عن ضرورة مسلمون ولو كانت عن
غير ضرورة منهم ففساق وكلام فيه
وال من جهتهم تجوز فيه اقامة
الجمع والاعياد واخذ الخراج و
تقليد القضاة وتزويج الايام
لاستيلاء المسلم عليه، واما بلاد
عليها ولاية كفار فيجوز للمسلمين
اقامة الجتمع والاعياد ويصير القاضي

اسلام اس میں شرط نہیں یعنی اس سلطان میں
جو قاضی کی تقرری کرتا ہے اور جو مسلمانوں کے
علاقے کفار کے قبضے میں ہیں جیسا کہ بلاد اسلام
ہیں نہ کہ بلاد حرب، کیونکہ کفار وہاں احکام کفر
غالب نہیں کرتے جبکہ وہاں قاضی مسلمان ہیں
اور وہاں کے ملوک اگر کفار کے ماتحت ضرورت کی
وجہ سے ہیں تو وہ مسلمان ہیں اور اگر بغیر ضرورت
ماتحت بنے ہوئے ہیں تو وہ فاسق ہیں اور وہ تمام
شہر جن میں کفار کی طرف سے مسلمان والی مقرر ہیں
وہاں جمعہ وعیدین کا قیام اور خراج کی وصولی اور
قاضیوں کا تقرر اور عقیقہ بچوں کا نکاح جائز ہے
کیونکہ یہاں مسلمان کو ولایت حاصل ہے لیکن وہ
بلاد جہاں کفار والی ہوں تو وہاں مسلمانوں کو جمعہ و
عیدین کا قیام جائز ہے اور وہاں مسلمانوں کی

قاضیا بتراضی المسلمین فیجب علیہم
ان یلتقسوا والیا مسلما منهم لہ

بارہی رضامندی سے مقرر شدہ قاضی کا اختیار

قاضی ہو جائے گا تو مسلمانوں کو لازم ہو گا کہ =
کوئی ایسا مسلمان والی بنائے کیلئے کوشاں رہیں۔
ان نفیس و جلیل عبارات نے صاف صاف ایسے شہروں کی تعین قسمیں فرمائیں : ایک وہ ملک جس میں
بادشاہ مسلمان ہے مگر نا مسلمان حکومت کے زیر اثر ہو گیا ہے جیسے آج کل بخارا شریف۔ اس کا بیان
کتاب الاصل میں آوید و نہا اور تاتار خانیہ میں ففساق تک ہے۔ دوسرے وہ کہ ریاست
کا اختیار صاحب فرج و خزانہ اسلامی ہے اور بادشاہ غیر مسلم، اس کا بیان دونوں عبارتوں میں وکل معو
سے (استیلاء المسلمہ علیہم تک ہے۔ تیسرے وہ کہ ان پر والی بھی مسلمان نہیں عام ازیں کہ بادشاہ نا مسلم
نے تنہا اپنا قبضہ رکھا ہو یا کوئی غیر اسلامی ریاست قبول کی ہو جیسے رجاڑہ۔ اس کا بیان دونوں عبارات
کے بقید میں ہے جواز عقد قضا کے شرعی و صورت پیشیں سے خاص فرمایا اور رسوم میں بعینہ وہی جو فتح القدیر
و جامع الفضولین سے گزرا مارٹ دیا کہ اب قضا کے شرعی تراضی مسلمین پر ہے گی اب بھی اگر عقد قضا
شرعی صحیح ہو تو اس شخص اور اس تغزلی حکم کے کیا مینے تھے اور عبارت امام محقق علی الاطلاق نے تو اس
مضاد صریح کو اور بھی اوضح و اصرح فرمایا کہ،

اذا لم یکن من یجوز التقلید منہ الخ۔ جب کوئی ایسا نہ ہو جس کی طرف سے قاضی کی تقرری
ہو سکے الخ (ت)

توروشن ہو اگر نا مسلم سے عقد قضا شرعی انہیں و صورت و سلطنت موبی مسلم میں ہے کہ پہل صورت میں
بادشاہ مسلم اور دوسری میں فراب مسلم ہے، صورت سوم میں یہ حکم ہرگز نہ رکھا اور صراحتہ اس کا عدم جواز
ظاہر فرمادیا تو مسکین و ہندیہ کہ انہیں اصل و تاتار خانیہ کا والدے رہے ہیں قطعاً ان کی یہی مراد لازم شد
حوالہ باطل اور نقل خلاف اصل ہو جائے گی ان دونوں کے اختصار شدہ نے امارت وہم کی جس کے
سبب بحر الرائی نے قول مسکین نقل کر کے عبارت مذکورہ فتح القدیر و جامع الفضولین سے اس کا رد
فرمایا کہ،

فی فتح القدیر ما یخالفہ (واثر ما سلفنا) فتح القدیر میں ہے جو اسکے مخالف ہے (اور جو ہم نے

شم قال) ویؤیدہ ما فی جمیع الفصولین (ونقل ما قد منا) پہلے بیان کیا اسکو نقل کیا پھر کیا جامع الفصولین کا بیان اس کی تائید کرتا ہے اور ہمارے پہلے بیان کو نقل کیا (د)

یوں ہی درمختار نے قولی مسکین وکوک کے کلام فتح سے اس کا تعقب کیا اور نہر الفائق نے کلام فتح نقل فرما کر اسی پر اعتماد لازم بتایا، یہ سب کچھ کلام مسکین میں حوالہ کتاب الاصل دیکھنے پر ہوا جو محمد رحمہ اللہ ہیبت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کتب ظاہر الروایۃ سے ہے اس درجہ قوت عظیمہ کے بغیر یہ بھی ان اکابر حقیقی نے اس پر اعتماد فرمایا مگر بجز اللہ تعالیٰ عبارت اصل یہ نہیں ہندیہ کی منقول عنہا تادار خانہ کی اصل عبارت دیکھنے سے تمام سبب شبہات وادہام کا پردہ چاک کر کے حق کا چاند چکا دیا،

والحمد للہ رب العالمین ہکذا ینبغی التحقیق واللہ تعالیٰ ولی التوفیق۔
تمام قرینیں اللہ تعالیٰ کے لئے جو سب جہانوں کا پالنے والا ہے، تحقیق یوں چاہئے، اور اللہ تعالیٰ زیادہ علم والا توفیق کا مالک ہے (د)

مقدمہ، مستقیم، ایک صورت ضرور پیش آتی ہے کہ والی بھی مسلمان نہ ہو اور واضح ہوا کہ عام احکام جن کی روزانہ حاجت پڑتی ہے ان میں تو صرف ولایت قسم اول درکار ہے ولایت شرعیہ پر توقف نہیں مگر مسلمانوں کی دینی ضرورتیں وہ بھی آتی ہیں جن کے لئے بغیر ولایت شرعیہ سلطان اسلام بھی کافی نہیں ان میں خاص خاص حاجتوں کے لئے فریقین راضی ہوں تو حکم مقرر کر سکتے ہیں مگر بعض جگہ حکم کافی نہیں یا ایک فریق حکم پر راضی نہیں، وہاں کیا مجھے کہ دینی حکم کے لئے دنیوی طریقہ کافی نہیں اس طریقہ پر ہر جہاں اجازت شرع احکام شرعیہ کا احداث کر سکے اور آخرت میں کام دے اس کے لئے تمام کتب مذکورہ اور خود محمد رحمہ اللہ ہیبت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ حکم دیا کہ مسلمان اپنی ایسی دینی حاجتوں کے لئے اپنی تراویح سے ہی امور کا قاضی شرع مقرر کر لیں اور ایک لفظ یہ فرمایا کہ کوئی مسلمان والی تلاش کریں کہ وہ قضائے شرعی کا افادہ کرے اس صورت دوم کا وجوب تو یہاں حسب نص قرآن عظیم ساقط ہے قال اللہ تعالیٰ فاتقوا اللہ ما استطعتم و قال اللہ تعالیٰ لا یكلف اللہ

نفسا الا وسعها۔ صرف وسعت کے مطابق کسی کو تکلیف دینا ہے۔ (ت)

بلکہ وجہ درکار یہاں اس کا جواز بھی نہ ہونا چاہیے کہ اس میں اٹارت فتنہ ہے اور فتنہ چارے نہیں، اس میں اسلام و مسلمین کا ذلت پریش کرنا ہے اور یہ روادانہیں محصور ت ادلے یعنی اپنی ان دینی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے اپنی تراضی سے ان امور کا قاضی مقرر کر لینا اور نصب امام و خطیب جمعہ و امام عیدین و تفریق لسان و عینی و نزدیک قاصدین و قاصرات بلادی و فتح نکاح بنیاد بلوغ و امثال ذلک امور جن میں کوئی مزاحمت قانونی نہیں اس کے آمر رکھنا بلا شبہہ غیر ہے گورنمنٹ نے کبھی اس سے مانعت نہ کی جن قوموں نے اپنی جماعتیں مقرر کر لیں اور اپنے معاملات مالی و دیوانی قسم اول بھی باہم طے کر لیتے ہیں گورنمنٹ کو ان سے بھی کچھ تعرض نہیں اور ایسے مقدمات جو عاقل لوگ مصارف و داد و شس سے بچنے کے لئے باہمی چپایت فیصلہ کر لیتے ہیں گورنمنٹ ان کو کب مایع آتی ہے مگر یہ کہنے کہ خود مسلمان کو اپنے دینی امور دینی طور پر ہونے منظور نہ ہوں تو گورنمنٹ کو اس سے کیا بحث۔ تم مسلمان ہو، دین تمہارا ہے، تم جانو تمہارا کام۔ پھر اگر ان خاص امور کے لئے شرعی قاضی بہ تراضی مقرر کئے ہوئے کا حکم نفاذ بمعنی اولی ہوتا نہ دیکھئے تکمیل حکم شرعیوں کر لیجئے، اس کے بعد مقدمات قسم دوم بھی قسم اول کی طرف عائد ہو جاتیں گے تکمیل نفاذ حسی کے لئے گورنمنٹ نے لاکھوں روپے ماحوار کے صرف سے کچھ بایں کھول رکھی ہیں تنفیذ وہاں سے ہو جاتے گی، یوں دونوں مقصد دین و دنیا حاصل ہیں اور بفضلہ تعالیٰ تمام حاجتیں رواد اور ضرورتیں زائل ہیں واللہ الحمد، بلکہ مسلمان اگر اپنے دین کو دین سمجھیں اور امور شرعیہ بطریقہ شرعیہ انجام دینا چاہیں تو تلاش کی بھی حاجت نہیں، ہر قطرہ ضلع میں جو عالم سنسنی صحیح العقیدہ متدین ہو حکم شرعی کی تکمیل اس کے یہاں کر لیں اور تنفیذ کے لئے گورنمنٹ محکمے کھلے ہوئے ہیں، غاوی امام عباسی پھر عدلیہ ندیہ امام عبد الغنی نابلسی رحمہما اللہ تعالیٰ میں اسی ولایت شرعیہ کی نسبت ہے،

اذا خلا الزمان من سلطان ذي	جب زمانہ باکفایت سلطان سے خالی ہو تو
كفاية فالامور مؤكدة الى العلماء ويلزم	معاملات علماء کے سپرد ہوتے ہیں اور امت پر
الامامة الرجوع اليهم ويصيرون	ان کی طرف رجوع لازم ہوتا ہے اور علماء والی
ولاة فاذا عسر جمعهم على	بجھلتے ہیں، تو جب لوگوں کو ایک عالم کی طرف
واحد استقل حبل قطر	رجوع دشوار ہو تو ہر علاقہ اپنے اپنے عالم کی طرف

باتباع علمائے فان کثروا فالسحاب رجوع میں مستقل ہوگا، تو اگر علماء علاقہ میں کثیر
اعلہم^۱ ہوں تو بڑا عالم قابل اتباع ہوگا۔ (ت)

بجاء اللہ تعالیٰ ان مقدمات جلیلہ نے ان فتوؤں کے حرف حرف کا بطلان آفتاب سے زیادہ روشنی
کر دیا جس کے بعد کسی ذی فہم کو کوئی حالت منظرہ باقی نہ رہی پھر بھی زیادت ایضاح قضاہ صریح کے لئے ہر جگہ
زود کامرود سے تعلق بتا دینا اور بعض افاضات تازہ کا اضافہ کرنا النسب واولیٰ، فاقول و بہ اللہ
التوفیق (تو میں کہتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے توفیق ہے۔ ت)۔

اول، کلام حاکم نامسلم کی ولایت شرعیہ میں تھا جسے بادشاہ نامسلم نے مقرر کیا سبکی نے
اسی سے سوال کیا تھا مجیب نے اسی سے جواب دیا اور ثبوت کی سرخی دے کر جو گیارہ جہاں میں گناہیں ان
میں پہلی تو معتقد بالفتح اور اخیر کی دو معتقد بانکسر سے متعلق ہیں۔ ان دو کا بیان شافعی مقدمہ ششم
میں گزرا کہ انہیں یہاں سے متعلق سمجھنا نادانی و بے فہمی ہے وہ صرف اس صورت سے متعلق ہیں
کہ ریاست اسلامی کا والی مولیٰ ہو اور بادشاہ نامسلم۔

دوم، بغرض باطل اگر یہ دو عام ہوتیں ہرگز نام نہ ہوتیں کہ کلام قضاہی نامسلم میں ہے ان
دو نے اگر بغرض غلط بادشاہ نامسلم سے تقلد قضاے شرعی مسلم کے لئے مطلقاً جائز رکھا تو نامسلم کے لئے
جواز کیونکر ہو گیا، کیا قاضی مسلم و نامسلم کا شرعاً ایک حکم ہے،

قال اللہ تعالیٰ افنجعل المسلمین کالجورین^۲ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، کیا ہم مسلمانوں کو مجرموں
کا حکم کیف تحکمون^۳ کی طرح کر دیں، تمہیں کیا ہوا کیسیا فیصلہ کرتے ہو؟

سوم، رہیں وہ تو ان میں سے آٹھ میں نامسلم کا نام تک نہیں، پہلی تیسری چوتھی نویں جاہل
کا ذکر ہے اور پھٹی آٹھویں میں فاسق اور دوسری پانچویں میں جاہل و فاسق دونوں کا۔ کیا جاہل و
فاسق مسلمان نہیں یا مسلم و نامسلم شرعاً یکساں ہیں، جو حکم ان کے لئے شرع نے مانا ہوا ان پر قیاس
کر کے نامسلم کے لئے بھی ثابت ہو جائے گا، کیا ایسا تعدیہ شرع پر تعدی نہیں و منہ بتصد
حد و اللہ (جو اللہ تعالیٰ کی حدود سے تجاوز کرے۔ ت) کا کیا حکم ہے۔

۱۔ المحیۃ النذیرۃ الخلق الخامس من الاخلاق الستین الخ المکتبۃ النوریۃ الرضویۃ فیصل آباد ۱/۲۵

۲۔ القرآن الکریم ۲۵/۶۸

۳۔ ۲۲۹/۲

چہارم: طفریک کہ یہاں جاہل سے مراد ہر غیر مجتہد ہے کہ اسے مجتہد کے مقابل اطلاق کیا ہے خود عبارت ہدایہ منقولہ فتویٰ میں ہے۔

الصحيح ان اهلية الاجتهاد شرط الاولوية
فاما تعليل الجاهل فصحيح عندنا۔
صحیح یہ ہے کہ اجتہاد دانے ہونے کی شرط ہے تو
لیکن جاہل کی تقرری (قضا کے لئے) تو ہمارے
نزدیک صحیح ہے۔ (ت)

بائیں معنی آج تمام دنیا کے عالم اور خودی مفتی اور ان کے اساتذہ واساتذہ اساتذہ صد ہا سال سے سب جاہل ہیں کہ کوئی مجتہد نہیں اور ان کے طور پر ان کا اور جو بس دہنود و نصاریٰ و یہود سب کا ایک حکم ہے کیا یہ قابل تسلیم عقل سلیم ہے۔

پنجم: گیارہ میں یہ دستل قلم جس بے حلقہ و بیگانہ تھیں مگر سب میں لطیف تر وہ ایک یا قیامند عبارت رد المحتار یعنی ساقی ہے جو اول تا آخر سراسر مذہب خودی کا رد و ابطال ہے اور مفتی کو اس سے استناد کا خیال ہے مفید و نامفید میں فرق نہ کرنا ایسا دشوار نہ تھا جیسا خود مفسر کو مفید سمجھنے میں اشکال ہے، بکر الرائق میں قویہ فرمایا کہ اگر سلطان اسلام کسی نامسلم کو اپنے حکم سے قاضی کر دے جب بھی تا وقتیکہ وہ مسلمان نہ ہو جائے، مسلمان پر اس کی قضا صحیح نہیں کہ فرمایا،

لم يصح قضاؤه على المسلم۔
حالی کفر ہے۔
کافر کی قضا حالت کفر میں مسلم پر صحیح
نہیں ہے۔ (ت)

اور اس سے استناد اس پر ہوتا ہے کہ اگر بادشاہ نامسلم بھی نامسلم کو قاضی کر دے اور وہ نامسلم ہی رہے جب بھی مسلمانوں پر اس کی قضا قضاے شرعی ہے، محبت تعلیق کے معنی یہ رہتے کہ اگر بعد تعلیق مسلمان ہو جائے گا تعلیق جدید کی حاجت نہ ہوگی نیز قبل اسلام غیر مسلمین پر اس کی قضا صحیح ہو جائے گی نہ یہ کہ مسلمین پر قضاے شرعی ہو، اسی رد المحتار کے اسی صفحہ میں ہے،

تنبيه، فلهذه من كلامهم حكم القاضي
النصوب في بلاد الدول في
تنبیه، فقہاء کے کلام سے شام کے خلافت
بلکہ دروز میں مقرر قاضی کا حکم واضح ہو کہ دروز

۱۳۲/۲	مطبع یوسفی	کتاب ادب القاضی	لکھنؤ	لکھنؤ
۲۵۹/۹	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	کتاب القضا	کراچی	کراچی
۲۹۸-۹۹/۲	دار احیاء التراث العربی بیروت	کتاب القضا	بیروت	بیروت

القطر الشامي ويكون درزيا ويكون نصرانيا
فكل منهما لا يصح حكمه على المسلمين فان
الدرزي لا ملية له كالمناقة والتنديت و
ان سمى نفسه مسلما وهذا كالد بعد كونه
منصوباً من طرف السلطان او ما هو به بذلك
والا قالوا قل انه ينصبه امير تلك الناحية
ولا ادري انه ما دون له بذلك امر لا حول
ولا قوة الا بالله العلي العظيم

یا نصرانی ہر تو اس کی قضاء مسلمانوں پر جائز نہیں
کیونکہ دروزی کی کوئی ملت نہیں ہے جیسا کہ مناقق
اور زندیق کی ملت نہیں ہے اگرچہ اپنے آپ کو
مسلمان کہتے، یہ تمام اس صورت میں جب اس
کو سلطان کی طرف سے مقرر کیا گیا ہو یا ایسے کو
مقرر کرنے کا امور ہو اور اگر واقع یہ ہو کہ اس علاقہ
کے کسی امیر کی طرف سے دروزی قاضی مقرر شدہ ہو
اور معلوم نہیں کہ وہ امیر اس بات کا ماذون ہے
یا نہیں لا حول ولا قوة الا بالله العلی العظیم (ت)

شششہر، یہ اول بھارت تھا آخر یہ ہے کہ قلع نے فرمایا کافر و غلام اگرچہ ایک نوع ولایت رکھتے
ہیں مگر ان میں صحت و نفاذ سے مانع موجود ہے جب تک یہ آزاد اور وہ مسلمان نہ ہو گا ان کی قضاء صحیح و
نافذ نہ ہوگی یعنی اس کی مطلقاً اور اس کی مسلمان پر کر فرمایا،

له ولاية وبه مانع وبالعتق والاسلام
يرتفع
اس کو ولایت ہوئی اور غلامی اور کفر اس کو مانع تھا
اب عتق اور اسلام حاصل ہو جانے پر مانع ختم
ہو گیا۔ (ت)

اور اس سے استثناء اس پر کیا جاتا ہے کہ اس کی قضا مطلقاً قضا سے شرعی ہے، صحت تعلیل کے وہ معنی
بھی اس میں واضح فرما دئے تھے کہ،

لو قلد كافر القضاء فاسلم قال محمد هو
على قضائه فصار الكافر كالعبد
اگر کفر کی حالت میں قاضی مقرر ہو تو مسلمان ہو گیا،
امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وہ پہلی تقرری پر
قاضی ہے تو یہ کافر غلام کی طرح ہوا۔ (ت)

اور عبد (غلام) میں فرمایا،

۲۹۹/۲	دار احیاء التراث العربی بیروت	کتاب القضاء	لے رد المحتار
۲۵۰/۶	مکتبہ ذریعہ رضویہ سکس	کتاب ادب القاضی	لے فتح القدر
۳۵۰/۶	"	"	لے "

قلد عبد فعتی جانرانی یقینی بطلبک المولایة
من فی حجة الی تجدید الیہ
عبد تھا جو قاضی مقرر ہوا اب وہ آزاد ہو گیا تو اس
پہلی تقرری ولایت پر اس کی قضاء جواز ہو جائیگی
نئی تقرری کی ضرورت نہ ہوگی۔ (ت)

ہفتم: طرز تریہ کہ اس روایت ہفتم کا خود حاصل یہ بتایا کہ غیر مسلم میں قاضی ہونے کی کافی
لیاقت ہے اگرچہ مسلمانوں پر اس کے احکام نافذ نہیں ہوتے مگر اگر یہ طہرے کے صراط
خود گرفتہ و خود نڈانڈ کہ چلیست
(اپنے کئے ہوئے کو خود نہیں جانتا کہ کیا ہے۔ ت)

تو اس کی بات جدا ہے۔

ہشتم: کافی لیاقت سے اگر مراد مطلق قضاء کی لیاقت تو صحیح ہے کہ نامسلم کو نامسلم پر
ولایت شرعیہ مل سکتی ہے جیسے اپنے نابالغ بچوں پر۔ در مختار میں ہے:
لکافر ولایۃ علی کافر مثله اتفاقاً یجوز
کافر کو اپنے جیسے کافر پر ولایت بالاتفاق حاصل
ہوگی۔ (ت)

اسی میں ہے:

الکافر یجوزنا تقلیدہ القضاء لی حکم بہین
اہل الذمۃ یجوز
اہل ذمہ میں فیصلہ کئے کافر کو قاضی معتمد کرنا
جائز ہے۔ (ت)

مگر اس سے مسلمانوں کے دینی امور میں ان پر ولایت شرعیہ کیونکر لازم، اور اگر امام مراد تو محض باطلی اور
فصوص قطعیہ قرآن عظیم و تصریحات جملہ ائمہ و کتب کے خلاف ہے جس کا بیان مقدمہ چہارم میں گزرا۔ غرض ثبوت
کی یہ حالت تھی کہ گیارہویں دس بیگانہ و بیکار اور ایک ہر اپا مخالف و ضار، استنباط کا حال اسی سے
آشکار کہ الشجرة تنبت عن البشعة (درخت اپنے پھل کی اطلاع دیتا ہے۔ ت)۔

نہم: روایت ۸، ۳، ۱ سے یہ نتیجہ نکلا کہ قاضی کا فرض منصبی یہی ہے کہ حقدار کی حق رسی اور
مظلوم سے رفع ظلم کرنے جس کے لئے نہ عالم کی ضرورت نہ پرہیز گاری کی۔ اس سے مراد اگر صرف تنفیذ بمعنی

۳۵۴/۶	کتبہ نویریہ رضویہ سکھر	کتاب ادب القاضی	لے فتح القدر
۱۹۳/۱	مطبع مجتبیٰ دہلی	کتاب النکاح باب الولی	لے در مختار
۴۱/۲	" " "	کتاب القضاء	لے در مختار

اول ہے تو حصر باطل، بلکہ اس کا فرض منصبی یہ بھی ہے کہ مسلمانوں کے لئے احکام شرعیہ ناماحصل حاصل کر دے قیامت ان کے لئے مواخذۃ الہیہ سے نجات کی صورت کرے۔ ائمہ مجتہدین کے اختلاف اٹھا کر مختلف فیہ کو مجمع علیہ کرے۔ اور اگر مراد عام ہے تو یہ قسم دوم ہرگز صرف دنیوی طاقت کا کام نہیں اس کے لئے مولیٰ و مولیٰ دونوں کا اسلام لازم اگرچہ عالم دستی ہو تاخیر ورنہ جو جیسا کہ مقدمہ ششم میں گزرا۔

دہم ۵ روایت ۸۰۶۰۵۰۲ سے یہ لیا کہ قاضی میں علم و اتقا کی شرط اس نے چھوڑ دی کہ ایسے قاضی کا مانتا نہ تھا۔ مشکل ہے، علم و اتقا کی شرط مان لی جائے تو فیصلوں کا دروازہ ہی بند ہوا، اور اس پر یہ قیاس کیا کہ ہندوستان میں اسلام کی شرط ماننے سے بھی فیصلوں کا دروازہ ہی بند ہو جائے گا لہذا اسلام کی قید بھی اڑا دی۔ خود اس فتویٰ کی روایت ۲۰۱، ۲۰۲ میں تصریح ہے کہ علم شرط ادویت ہے نہ شرط صحت۔ یہی حال اتقا کا ہے، فصول امام استرغشی پھر غایۃ البیان امام اتقائی میں ہے ۱

کون القاضی عدلا لیس بشرط ایضا حتی قال اصحابنا رضی اللہ تعالیٰ عنہم انت الفاسق یصلح ان یکون قاضیا والعدالة شرط الاولیة فی ظاہر الروایة ۱
قاضی کا عادل ہونا بھی شرط نہیں ہے حتیٰ کہ ہمارے اصحاب رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے فرمایا ہے شک فاسق قاضی بننے کی صلاحیت رکھتا ہے جبکہ عدالت اولیٰ ہونے کی شرط ہے ظاہر الروایۃ میں ہے ۱

الفاسق اهل للقضاء حتی لو قلنا یصلح الا انه لا ینبغی ان یقلد هذا هو ظاہر المذهب وعلیہ مشایخنا رحمہم اللہ تعالیٰ وقال الشافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ الفاسق لا یجوز قضاءہ
فاسق قاضی بننے کی صلاحیت رکھتا ہے حتیٰ کہ اگر وہ ہو جائے تو صحیح ہے مگر یہ مناسب نہیں کہ اس کی تقرری کی جائے، یہی ظاہر مذہب اور ہمارے مشائخ رحمہم اللہ تعالیٰ اس پر اعتماد کرتے ہیں البتہ امام شافعی رحمہم اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ فاسق کی قضاء درست نہیں ہے۔ (ت)

یہ الخ لک العلماء میں ہے ۱

کذا العدالة عندنا لیست بشرط لجواز یونہی تقرری کے لئے عدالت شرط نہیں لیکن کمال

لہ غایۃ البیان
لکھ الہدیۃ

کتاب ادب القاضی

مطبع دکنی کھنر

۱۳۲/۳

التعلیل لکنها شرط الکمال فی جواز تقلید
 الفاسق و تمنع قضایا ۱۵ اذ السم یجاء و
 فیها حد الشرع و عند الشافعی رحمہ اللہ
 تعالیٰ شرط الجواز ان یت

کے لئے یہ شرط ہے لہذا فاسق کی تقرری اور اس
 کی قضاء کا نفاذ جائز ہے جب اپنے فیصلوں میں
 اس نے شرع سے تجاوز نہ کیا ہو، اور امام شافعی
 رحمہ اللہ تعالیٰ کے ہاں عدالت جواز قضاء کے لئے

شرط ہے۔ (ت)

اور اسلام قطعاً شرط صحت ہے جس کا ثبوت قرآن عظیم و فصوص ائمہ سے گزرا اولویت کی شرطوں سے اگر درگزر
 کی گئی تو اس سے شرط صحت کو بھی اڑا دینے کا جواز کیونکر لازم آیا یعنی علماء نے غیر اولیٰ کو صحیح مانا ہے لہذا ہم
 باطل کو حق ماننے لیتے ہیں کیونکہ جیسا خلافت اولیٰ ویسا ہی باطل ایک ہی بات ہے۔

یا متمدن ہم، نماز فاسق کے پیچھے مکروہ ہے پھر بھی جمعہ میں جہاں ایک ہی جگہ جمعہ ہوتا ہو علماء نے
 بضرورت اس کراہت سے درگزر کی ہے، فتح القدیر میں ہے،

فی الدرایۃ قال اصحابنا لا یبغی المن
 یقتدی بالفاسق الا فی الجمعة لان فی
 غیرہا یجد اصحابا غیرہ اذ یعنی انہ فی
 غیر الجمعة بسبیل من ان یتحول الی مسجد
 اخر ولا یأثم فی ذلک ذکرہ فی الخلاصۃ
 و علی هذا فیکره فی الجمعة اذا تعددت
 اقامتها فی المصر علی قول محمد وھو
 المقتی بہ لانه بسبیل من التحول حیث یشذ بہ

درآیر میں ہے کہ ہمارے اصحاب رحمہم اللہ تعالیٰ
 نے فرمایا کہ فاسق کی افہار جمعہ کے بغیر مناسب نہیں
 کیونکہ جمعہ کے ماسراناؤں کے لئے امام وہ سرا
 مل جاتا ہے یعنی غیر جمعہ میں گنجائش ہے کہ وہ دوسرا
 مسجد میں چلا جائے تو گنہگار نہ ہوگا۔ اس کو خلاصہ
 میں بیان کیا تو اس وجہ کی بنا پر جمعہ میں بھی ایسے
 امام کی اقتدار مکروہ ہوگی جب جمعہ شہر میں متعدد
 جگہ ہوتا ہو جیسا کہ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول

ہے اور وہی مفتی بر قول ہے کیونکہ اس صورت میں بھی اسے دوسرے امام جمعہ کے لئے گنجائش ہے (ت)
 لہذا اگر کہیں صرف باہل مسلمان ہوں جن کو سورۃ فاتحہ بھی صحیح یاد نہیں، جیسے دیہات بلکہ قصبات
 بلکہ ہندوستان کے شہروں میں لاکھوں آدمی اسی طرح کے ہیں اور کوئی پادری صاحب شوقیہ طور پر فاتحہ
 اور چند سورتیں ٹھیک یاد کر چکے ہوں تو اس فتوے کی رائے میں بضرورت ان پادری صاحب کو

امام کر کے جو پڑھ لیں گے کہ علامہ نے بھروسہ شرط اولیت سے درگزر کی تھی یہ بھروسہ شرط اسلام
اڑادیں گے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ سَاجِدُونَ۔

دوازدہم : فاقداً لطوری میں اختلاف ہے کہ تاخیر کرے یا تشبہ، درمختار میں ہے،
یوتخربا عندہ وقالا یتشبہ بالمصلین امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک جو غر کرے
وجوباً نہ یعیید بہ یفتی و الیہ صرح اور صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک نمازیوں کے
ساجدہ بلے تشبہ کرنا واجب ہے پھر بعد میں اعادہ کرے

اسی پر فتویٰ ہے، اور امام صاحب کا اس طرف رجوع صحیح ثابت ہے۔ (ت)
بالجملہ اس پر اجماع ہے کہ نماز نہیں پڑھ سکتا مگر اس فتوے کے طور پر بے وضو ہی نمازیں پڑھا کرے
کہ اس سے زائد ضرورت کس کی ہوگی اور ضرورت سے اس فتوے نے شرائط صحت بھی ساقط کر لی ہیں۔
سید ذہبی ۱ روایت ۸ سے یہ واضح بتانا کہ رشوت نے فیصلہ بالا جماع باطل و صحت عجیب
ہے حالانکہ خود اس روایت کی عبارت منقولہ فتویٰ میں اس کا رد موجود ہے کہ اجماع کیسے ہو سکتا ہے
حالانکہ امام فخر الاسلام بزدی کا مختار یہ ہے کہ وہ فیصلہ نافذ ہے، اور اسی کو امام محقق علی الاطلاق
نے فتح میں ترجیح دی۔

چار دہم : مختلف فیہ مسئلہ میں بالفرض ایک طرف ترجیح نہ بھی ہوتی عمل ضرورت میں
اسے اختیار کرنے سے کیونکہ لازم آتا کہ اسے سند بنا کر دوسری جگہ بزم ضرورت اپنی رائے سے نصوص
قطعیہ قرآن حکیم و اجماع جمیع ائمہ کے خلاف چلے نہ کہ وہ مسئلہ جس میں فتوے ائمہ مختلف ہو اس میں
ایک جانب کو ضرورت کے باعث بالمختصر من معنیہ کر لینے کو رد قرآن و اجماع کی حجت بنالغی و لا حول
ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

پانزدہم : بفرض باطل بطلان فیصلہ رشوت پر اجماع ہی ہوتا تو فیصلہ قطعاً اہل سے
عمل میں صادر ہوا تھا امر خارج و جہ بطلان ہوتا جو انتہائی کوشش کے بعد یہ بتایا گیا ہے کہ قضا عمل
لوجہ اللہ ہے اور جب رشوت نے کو قضا کی، عمل اپنے لئے ہوا نہ کہ اللہ عز و جل کے لئے، فتح القیہ
میں ہے۔

حاصل امر الرشوة فیما اذا قضی رشوت کی بحث کا حاصل یہ ہے کہ حق فیصلہ میں

بحق ایجابها فسقه وقد فرض ان الفسق
لا یوجب العزل فولایتہ قائمہ وقضاؤہ
بحق فلو لا ینفذ وخصوص هذا الفسق
غیر مؤثر وغایۃ مادجہ بہ انه اذا ارتفع
عامل لنفسه یعنی والقضاء عمل
لله تعالیٰ

رشرت لی تو اس کا حکم فسق ہے اور مفروض یہ
ہے کہ وہ معزولی کا موجب نہیں تو اس کی ولایت
قائم ہے تو اس کا حق فیصلہ کیوں نہ نافذ ہو گا اور
یہ خاص فسق فیصلہ کے لئے مؤثر نہیں ہو گا، اور
انتہائی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ جب قاضی رشرت
لے گا تو گویا وہ اپنی ذات کے لئے عامل ہوا جبکہ
قضاء کا محل اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے ہوتا ہے (ت)

رد المحتار میں ہے :

قال في التمهيد في البحار انت خبير
بان كون خصوص هذا الفسق غير مؤثر
ممنوع بل يؤثر بملاحظة كونه عيلا
لنفسه وبهذا يتخرج ما اختاره السرخسي
أقول یہ کہ محقق علی الاطلاق نے نکالا اور اس پر اعتماد نہ فرمایا واقعی اصلاً لائق اعتماد
نہیں کہ عمل لوجہ اللہ تعالیٰ نہ ہونے سے اخلاص گیا، اور عدم اخلاص نفی ثواب کرتا ہے نہ کہ
نفی صحت۔ رد المحتار میں ہے :

بحر کی اتباع میں نہ میں کہا تجھے علم ہے کہ اس خاص
فسق کا غیر مؤثر ہونا ممنوع ہے بلکہ اپنے لئے عامل
ہو جانے کے پیش نظر یہ مؤثر ہو گا، اس اعتبار سے
امام سرخسی کے مختار کو ترجیح حاصل ہو جائیگی (ت)
اخلاص شرط للثواب لا للصحة
یہاں تک کہ اگر کسی سے کہا جائے اس وقت کہ نماز پڑھ تجھے ایک اشرفی دیں گے وہ اسی نیت سے نماز
پڑھے فرض ساقط ہو جائے گا اگرچہ ثواب نہ پاسے گا نہ اشرفی کا مستحق ہو گا۔ رد مختار میں ہے :
قيل لشخص صل انظروا ذلك دينار
فصلی بهذه النية ينبغي
انت تجزئہ ولا يستحق
ایک شخص کو کسی نے کہا تو ظہر کی نماز پڑھے تو تجھے
دینار ملے گا، تو اس نے اس نیت سے نماز پڑھی
تو مناسب حکم یہ ہے اس کی نماز جائز قرار پائیگی

۲۵۸/۶	کتاب ادب القاضي	مکتبہ فوریہ رضویہ سکھر	۲۵۸/۶
۳۰۴/۴	کتاب القضاء	دار احیاء التراث العربی بیروت	۳۰۴/۴
۲۷۸/۱	کتاب الصلوة باب شروط الصلوة	” ” ” ”	۲۷۸/۱

الدینار

اور دینار کا مستحق نہ ہوگا۔ (ت)

اشباہ میں ہے :

اما الاجزاء فلما قد مضى الى ان لا يدخل
القرض في حق سقوط الواجب واما عدم
استحقاق الدينار فلان اداء القرض لا يدخل
تحت عقد الاجارة بل
نماز کو جائز کہ جس نے جیسا کہ ہم پہلے بتا چکے ہیں
کو دینا کا رعب واجب کے سقوط میں قرض پر اثر انداز
نہیں ہوتی، باقی رہا استحقاق دینار کا معاملہ تو وہ اس
لئے کہ فرض کی ادائیگی عقد اجارہ کے تحت داخل
نہیں ہوتی۔ (ت)

بلکہ اب فتویٰ جواز اجرت امامت پر ہے اور شک نہیں کہ اجیر عامل لنفسہ ہے نہ کہ عامل للفقہائے حالانکہ اس
کی نماز قطعاً صحیح ہے نہ ہر حال قضا بدشوت میں جو کچھ غلط ہے امر خارج میں ہے اہلیت برقرار ہے تو جہاں
اہلیت شرعاً منتفی ہے اس کا اس پر قیاس کیونکر ممکن۔

مشانود ہمسہ : یہ بھی غلط ہے کہ فیصلہ مذکورہ بدشوت میں قول متقدمین بطلان ہے اور متاخرین
نے نفاذ مانا بلکہ قول بطلان اختیار امام شمس الدین برہسہسی ہے اور قول نفاذ اختیار امام محمد بن حنفیہ بن زوی
کران کے معاصر بلکہ ان سے وفات میں مقدم ہیں، امام بن زوی کی وفات شریف ۴۸۲ھ میں ہے اور
امام شمس کی حدود سن ۴۸۰ھ یا حدود سن ۴۸۱ھ میں۔

ہفد ہمسہ : یہ بھی غلط ہے کہ قائلان نفاذ نے نفاذ اس ضرورت سے مانا ہو کہ اب سب
حکام بدشوت قرار ہیں نہ مانیں تو فیصلہ کا دروازہ بند ہو جائے امر مرت علامہ شامی نے اپنے زمانے کی نسبت
لکھا جو اسی تیرہویں صدی میں تھے جن کے انتقال کو ابھی اسی سال ہوئے ہیں ۱۲۵۲ھ میں وصال فرمایا۔
قائلان نفاذ کے دلائل واضح وہ ہیں کہ گزرے۔

ہسجد ہمسہ : یہ ضرورت زمانہ امام محمد بن حنفیہ بن زوی کے حالانکہ در مختار میں معروض
مفتی ابو سعید ہے :

لما وقع التساوى في قضاة من صانف
في وجود العدالة ظاهراً و من دالاً
جب ہمارے زمانے کے قاضی حضرات ظاہراً
عدالت میں مساوی ہوں تو حکم ہے کہ علم، دیانت

بیتقدیم الافضل فی العلم والدیانة اور عدالت میں جو افضل ہو اس کو ترجیح دی جائے۔
والعدالة یلہ (د)

اس پر اسی رد المحتار میں فرمایا :

هذا كان في زمانه وقد وجد التساوي في یران کے زمانہ میں تھا حالانکہ اب ہم عدالت میں
عدل صہا الآن فلینظر من یقدم ۱ سب مساوی ہیں تو اب ترجیح میں غور کرنا ہوگا۔

مفتی ابوالسعود دوسویں صدی ہجری کے آخر میں تھے ۹۸۲ھ میں انتقال فرمایا، جب ان کے زمانہ تک
تمام قاضی نظام العدالت تھے تو زمانہ امام اجل بزدوی میں کہ ان سے پورے پانسو برس پہلے تھا سب
رشوت خوار کیے ہوئے۔

نور دہم : اپنے زمانے تیرہویں صدی کی نسبت جو علامہ شامی نے کلمہ بھی محل نظر ہے قضاء
اگر محصل سلطنت کے لئے لیتے تھے جیسے یہاں کورٹ فیس لی جاتی ہے تو وہ رشوت قاضی کیونکر ہو سکتی ہے
اور اگر اپنے ہی لئے لیتے تھے جب بھی رشوت میں اس کا آنا مشکل کہ یہ محصل عام طور پر لیا جاتا ہے
نہ کہ خاص اس فریق سے جس کے موافق فیصلہ دینا ہے اور رشوت کسی کا کام بنانے کے لئے لی جاتی ہے
ذکر مطلق، یوں ہی اجرت، تو وہ لینا محض ایک غصب ہوگا جو فسق ہے اور فسق مانع نفاذ نہیں۔

بسمتہم و فتوے میں یہ عبارت علامہ شامی فکذا ایقال ہذا (یہاں بھی یوں کہا جائے گا کہ)
تک نقل کی اس کے متصل انہوں نے فرمایا، وانظر ما ذکر فی اول باب التحکیم اسے دیکھو جو ہم
شروع باب تحکیم میں ذکر کریں گے اسے چھوڑ دیا۔ شروع باب تحکیم میں یہ فرمایا ہے :

تنبيه ، فی البحر عن السبزانیة قال تنبیہ ، برازیسے کجریں ہے فرمایا، بعض علماء
بعض علما ثنا اکثر قضاة عهدنا فی نے فرمایا ہے کہ ہمارے علاقہ کے اکثر قاضی حضرات
بلادنا مصالحوں لانہم قتلوا و اس زمانہ میں ثالث ہیں کیونکہ انہوں نے رشوت
القضاء بالرشوة و یجوز ان یجعل کے ذریعہ تقرری حاصل کی ہے ان کے ہاں مقدمہ
حاكما بترافع القضية و اعترض بان پیش کرنے پر ان کا ثالثی فیصلہ قرار پاسے گا اور یہ

۱/۲	مطبوعہ مجتہبائی دہلی	کتاب القضاء	۱۰ در مختار
۳۰۰/۴	دار اخیار التراث العربی بیروت	"	۱۰ رد المحتار
۳۰۴/۴	"	"	۱۰ و گہ

اللہ بینا و بین قضاء نہ ماننا افسوس
علینا دیننا و شریعت نبینا صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم لعینین منہم الا
الاسم والہم اسمہ۔
انہوں نے ہمارا دین اور ہمارے ہی صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم کی شریعت کو فاسد کیا اب
ان میں دین و شریعت کا صرف نام و رسم باقی
ہے۔ (ت)

سبحان اللہ! انہر کرام و علمائے اعلام تو اسلامی سلطنتوں میں سلطان مطلقین کے تھے ان کے
فرمائے بعض حیران ہوں کہ ان کو کیونکر قاضی شرعی مانا جائے بعض تصریح فرماتے ہیں کہ وہ قاضی نہیں بنے ہیں
پھر اسے بھی رد فرمادیں کہ پانچ گنا بھی ٹھیک نہیں انھیں قاضی ضرورت ماننا جیسا کہ علامہ شامی کا اس
عبارت میں خیال تھا بعض شافعیہ کا قول کہیں سلف صالح سے نقل کریں کہ قاضی شرعی کبریتِ احمد سے بھی
زیادہ نادر ہے اور یہاں یہ حکم بالجزم ہے کہ اگرچہ ناسلم سلطنت ہو اگرچہ ناسلم حکام ہوں سب قاضی
شرعی ہیں فبطن مقلب القلوب والایصار۔

بست و دوم: اس ضرورت سے انہر غافل نہ تھے، عقیدہ مہتمم دیکھو کہ خود مکرر مذہب
امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس صورت ضرورت کو ذکر فرمایا اور اس کا علاج بتلایا جسے ہم نے موافق
قانون وقت کر دکھایا پھر زعم ضرورت کی کیا گنجائش رہی اور محض باتباع ہوا مخالفت قرآن و تبیل شریعت
واقع ہوئی والعیاذ باللہ صاب العین۔

بست و سوم: انجب خاص جزیرہ کتب مذہب اور خود ارشادات محمد مذہب رضی اللہ تعالیٰ
عنہ میں صاف صاف بالتحریک موجود تھا تو اس کے خلاف اور تمام نصوص کے خلاف اور خود قرآن عظیم
کے خلاف مفتی کو اجتہاد لایعنی و قیاس بے معنی کے کیا معنی، اور ایسی جگہ ہذا احما استقر علیہ دانی (برہن)
راے اسی پر قائم ہوئی ہے۔ (ت) کی صدا لگائی کس نے مانی۔

بست و چہارم: بالفرض تصریح جزئیں نہ بھی ہوتی تو اجتہاد کی یاقوت کس گھر
سے آتی۔

بست و پنجم: انہم بر علم قرآنی کے مقابل اجتہاد کیسا۔
بست و ششم: بغرض باطل کوئی جزئیہ نادرہ شاذہ ہوتا بھی تو ظاہر الروایۃ و نصری
متواترہ و تصریحات متطافرہ اور خود آیات متکاثرہ کے مقابل مردود ہوتا اور اس پر فتویٰ دینا حسب

تقریب علماء کرام جبل و خرق اجماع ہوتا، تصحیح القدوری پھر درختا دیں ہے،
الحکمہ والفتیاء بالقول المرجوع جہل مرجع قول پر فیصلہ اور فتویٰ جہالت اور اجماع
و خرق لاجماع علیہ کے خلاف ہے۔ (ت)

جہاں کہ وہ بھی ہاتھ میں نہیں اس کی سخت شاعت کس درجہ ہمیں۔

بست و ہشتم، بغرض محال اگر مرجع نہیں کوئی قول مساوی بھی گھڑ لیا جاتا جب بھی اس
کے سبب ابطال و قف روا نہ ہوتا کہ مسائل مختلف فیہا میں فتویٰ اس پر واجب ہے جو وقف کے لئے
الفتح ہو، نہ اس پر کہ وقف کا لفظ ہو کما نصوا علیہ فی غیر ما کتاب (جیسے کہ کثیر کتب میں
فقہاء کرام نے تصریح فرمائی۔ ت)

بست و ہشتم، مفتی و مصرفین و مستفتی و اہل معاملہ سب صاحبوں سے خیر خواہانہ معروضی۔
اللہ عز و جل فرماتا ہے،

فبشر جہاد الذین یستمعون القول فیتبعون
احسنہ اولئک الذین ھدینہم اللہ واولئک
ھم اولوا الالباب علیہ
اور فرماتا ہے،

والذین اذا فعلوا فاحشۃ او ظلموا انفسھم
ذکروا اللہ فاستغفروا الذنوب ھم و من
یغفر الذنوب الا اللہ و لم یصر و اعلم
ما فعلوا و ھم یعلمون اولئک جزاؤھم
مغفرۃ من ربھم و جنت تجرعب من
تحتھا الانھر یخلدین فیھا و نعم اجر
العلمین علیہ

اور جنت ان کے لئے تیار کی گئی ہے کہ جب کوئی
بری یا گناہ کرے یا گناہ کرے یا گناہ کرے
کی بخشش مانگیں اور اللہ کے سوا کون گناہ بخشنے اور
اپنے کئے پر دانتہ ہٹ کر کہیں ان کا بدلہ ان کے
رب کی طرف سے معافی ہے اور یا غ جہنم کے نیچے
نہیں ہیں ہمیشہ ان میں رہیں اور کام والوں کا کیا
اچھا نیک۔

ابوداؤد، ترمذی نے صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں،

ما اصرحت استغفرلہ جس نے معافی مانگ لی اس نے ہٹ نہ کی۔

امیر المؤمنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں،

ان الحق قدیم ولا یبطل الحق شئ و
مراجعة الحق خیر من التساوی فی
الباطل یبطل برأۃ الدار قطنی و البیہقی و
ابن عساکر عن ابی العوام البصری۔
بیشک حق قدیم ہے حق کو کوئی چیز باطل نہیں کرتی
حق کی طرف رجوع باطل پر قائم رہنے سے بہتر
ہے اس کو دارقطنی، بیہقی اور ابن عساکر نے
ابو العوام البصری سے روایت کیا ہے۔

یہ فرمان امیر المؤمنین نے اپنے قاضی ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ارسال فرمایا۔

خوشی و شادمانی ہے انھیں جو سنیں اور گردن رکھیں انسان سے غطا مستبعد نہیں مگر خیر المخطائین
التوابون خطا کار کی خیر اس میں ہے کہ توبہ کرے، رواہ احمد والترمذی وابن ماجہ والحاکم
وصحیحہ عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (اس کو احمد،
ترمذی، ابن ماجہ اور حاکم نے صحیح کہہ کر انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے انھوں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
سے روایت کیا ہے۔) حق کی طرف رجوع سے عار و سر نہ ابلیس ہے اس کا ساتھ بہتر یا اس کے
ارشاد کی اطاعت جو قرآن مجید میں فرما چکا کہ خطا پر اصرار نہ کیا تو میں نے تمہارے لیے جنت تیار کر رکھی ہے
شیطان سمجھتا ہے کہ رجوع کی تو علم و عقل کو بٹا لے گا۔ شمس جھٹکے گا اور اللہ سچا کہ اچھی بات سن کر ماننے
والے ہی ہدایت پر ہیں اور وہی عقل والے ہیں اللہ توفیق دے۔

بہت و فہم : یہ فرتے چپ کر شائع ہوئے ان کا فرد متحی ہوا، کہاں دہلی کرناں کہاں
راولپنڈی گولہ جہاں سے یہاں آیا، اس کا ازالہ مضی و مصدقین سب پر فرض ہے، جیسے یہ فتوے شائع
ہوئے یوں ہی ان کا بطلان، اسی سے رجوع ملک میں شائع کریں، اسی میں اللہ کی رضا ہے اللہ کے
رسول کی رضا ہے، خلق کے نزدیک عزت و وقعت ہے، حق پسند کا لقب ملنا بڑی دولت ہے رسول اللہ

۱۹۵/۲	جامع الترمذی	ابواب الدعوات	احادیث شعی من ابواب الدعوات	ایم کینی دہلی
۲۰۶/۲	سنن الدارقطنی	کتاب الاقضية والاحکام	نشر السنۃ طتان	
۴۳/۲	جامع الترمذی	ابواب صفۃ القیامۃ	ایم کینی دہلی	

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں،

اذا عملت سیئۃ فاحذر عندھا توبۃ
السرب بالسر والعلانیۃ بالعلانیۃ
الامام احمد فی الزہد والطبرانی فی الکبیر
عن معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ
جب تو گناہ کرے تو فوراً توبہ کر، خفیہ کی خفیہ اور علانیہ
کی علانیہ۔ (اس کو امام احمد نے زہد میں اور طبرانی
نے کبیر میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ
سے بسند حسن روایت کیا۔ ت)

بسند حسن۔

افسوس کہ چھاپنے والے صاحب نے تمہید میں لکھا تھا بغرض اطلاع عام مسلمان اور علیٰ حنفیہ
ہندوستان عرض کیا جاتا ہے اور آخر میں لکھا تھا یہ مضمون اہل اسلام ہند اور علیائے حنفیہ کے
روبرو پیش کرنا ہے، ممکن کہ قریب مباحث دیوبند و تھانہ بھون بھیا اور جواب موافقی کا یا سکوت رہا ہو یہاں
اب تین برس کے بعد ایک بندہ خدا نے بھیا اور اس کے صحت و بطلان سے استفادہ کیا اولیٰ ہی آجاتا
تو مفتی و مصدقین پر حق جملہ کھل جاتا، ماننا نہ ماننا جب بھی توفیق پر تھا اب بھی توفیق پر ہے،
وحسبنا اللہ ونعم الوکیل واللہ یبدی
ہیں اللہ تعالیٰ نے کافی ہے اور وہ اچھا وکیل ہے
من یشاء الی صراط مستقیم۔
اور اللہ تعالیٰ ہی جسے چاہتا ہر ایت فرماتا ہے

سیحہ: اشاعت فتوے میں لکھا ہے کہ جائداد کرنال کے واقعہ حکا مجر و منوع التفرقہ کرنے گئے
تھے اور حکام رجسٹری کو لائسنس کی گئی تھی کہ ان کی کسی دستاویز انتقال پر رجسٹری ذکر کریں اس کے احکام
اعتناعی کرنال، مظفر نگر، الہ آباد تین محکموں سے ۲۴ اگست لغایت ۲ ستمبر سن ۱۹۵۷ء صادر ہو چکے تھے،
پھر بھی یہ لکھا ہے کہ انھوں نے ۲۵ اگست ۱۹۵۷ء کو اپنی جائداد کا وقف نامہ لکھا اور ۲۵ ستمبر ۱۹۵۷ء کو
اس پر رجسٹری ہوئی۔ احکام اعتناعی کے بعد رجسٹری کیے ہوئے تو وہ بھی حکم ہے جس سے ناک عبسہ
مقصود ہو یا بطور خود کسی اہلکار کی حکم عدولی بہر حال یہ قانونی بحث ہے شریعت مطہرہ کے حکم میں بلاشبہ
وہ وقف صحیح ہو کر تکم و نافذ لازم ہے جائداد ملک واقف سے خارج ہو کر خالص ملک الہی عسند و جل
ہوگی، اور اب ان فتوؤں کی رد سے ورثہ واقف کو باطل کر کے اس پر مالکانہ قابض ہو گئے اس کا
وہ بالی عند اللہ مفتی و مصدقین کے سر پہ بچائے جائداد ملک اس مال خدا میں جتنے تعریقات مالکانہ
نسلاً بعد نسلاً ہوا کریں گے ہمیشہ ان کا وہ بالی مفتی و مصدقین کی زندگی میں اور بعد موت قبر میں پہنچا ہے گا

خود قترے نے تسلیم کیا ہے کہ احکام قانونی شرعاً ہی مفید ہیں جو مطابق شرع ہوں نامسلم تو نامسلم خود قاضیان اسلام بلکہ سلاطین اسلام اگر کوئی چیز زیادہ کو برخلاف حکم شرع دلا دیں وہ ہرگز اس کے لئے حلال نہ ہو جائے گی احکام سلاطین دنیا تک ہیں آخرت میں کام نہیں آسکتے، سلاطین درکنسار خود صاحب شریعت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں،

انکم تفتخسون الی فاعل بعضکم ان یکن
الحن بحجۃ من بعض فاقضی لہ
علی نحو ما اسمع فمن قضیت لہ
بعق مسلم فاما ہی قطعة عن النار
قلیاً أخذھا اولیٰ ترکھا لہ سواہ الاثمة
مالک واحمد والمستہ عن امر مسلمہ
راضی اللہ تعالیٰ عنہا۔

نہ ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا ہے۔ (ت)

مفتی و مصدقین پر فرض ہے کہ جس طرح اپنے غلط فتوے سے یہ آتش دوزخ کا ٹکڑا اور شکر دلا یا دینھی اپنی صحیح و لوجہ اللہ کو ششوں سے انھیں اس سے بچانے کی فکر کریں ورنہ انھما علیک اثم الاسیمین (کاشتکاروں کا گناہ بھی پر ہے۔ ت) اللہ واحد قہار سے ڈریں اور ولیہم انھما و انھما لہم و لیست ان یوم النقیمة عما کانوا یفترقون (اور وہ اپنا جو مجاوا اپنے بوجہ کے ساتھ مزید بوجہ اعطائیں گے اور ضروران سے قیامت کے روز ان کی افتراء بازی پر سوال ہوگا۔ ت) کی جاگز آفت سے پرہیز کریں۔ یہ ضرور ہے کہ بہت ابھائے و نسب کو ملا ہوا مال چھوڑنا سخت و شرار بلکہ ناممکن ہوتا ہے مگر زمانہ اللہ کے ڈروالے بندوں سے خالی نہیں اور نصیحت نفع دیتی ہے و ذکر فان الذکر تنفع المؤمنین (آپ یاد دہانی کرائیں تو بیشک یاد دہانی مومنوں کو نفع دے گی۔ ت) ابلیس کہ دشمن راہ خدا ہے دوسروں کے بتانے میں آپ کے باطل

۱۔ صحیح مسلم کتاب الاقضية
۲۔ صحیح ابن ماجہ کتاب الحیل و کتاب الاحکام
۳۔ موطا امام مالک کتاب الاقضية
۴۔ مسند احمد بن حنبل
۵۔ القرآن الکریم ۱۳/۲۹

فتوہوں کا حیلہ سکھائے گا کہ اتنے مولوی حلال کر رہے ہیں عذاب ہے تو ان کی گردن پر، مگر جب آپ حضرات خود ہی خوف خدا کر کے حق حکم ان پر ظاہر کریں گے تو کیا عجیب کہ اللہ عزوجل اپنے بندوں کو حرام مال سے بچنے اور وقت خدا پر تصرف نہ کرنے کی توفیق بخشے اور جب وہ کسی جاگیر دار ہیں تو شاید اسی پران کا ذریعہ رزق مضمر نہ ہو اور ہو تو رزق اللہ عزوجل کے ذمہ محرم پر ہے حرام کھانے سے فاقہ لاکہ جگر بہتر ہے اور اس میں حکام کی کچھ مخالفت نہیں جس پر ڈگری ہو وہ مجبور کیا جاتا ہے جس کی ڈگری ہو اگر خدا سے ڈرے اور اس مال کو چھوڑ دے حکام کو ہرگز اس سے تعرض نہ ہوگا۔ کیا اچھا ہو کہ روز قیامت اللہ واحد و قہار کے حضور کھڑے ہونے سے ڈریں اور قلیل و ذلیل و فانی مال چھوڑ کر جلیل و عزیز و باقی ثواب لیں۔ بہر حال مفتی و محدثین پر اپنے فرض سے ادا ہونا فرض ہے یہ محض خالص اسلامی عرض ہے۔ ویکس کو بنیاد خدا سبقت کرتا اور رضائے الہی و ثواب عقبی و ثنائے دنیا کا مستحق ٹھہرتا ہے۔ اللہ عزوجل توفیق دے،

فستذکون ما قولکم و اخوض امری تو عنقریب یاد کرو گے جو تمہیں کہہ رہا ہوں، میں
الی اللہ ان اللہ بصیر بالعباد و حسبنا اپنا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتا ہوں، تحقیق
اللہ و نعم الوکیل۔ اللہ تعالیٰ بندوں کو دیکھتا ہے، ہم کو اللہ تعالیٰ

کافی ہے۔ (ت)

وصلی اللہ تعالیٰ و بارک و سلم علی سیدنا و مولانا محمد و آلہ و صحبہ و ابنہ و حزبہ
اجمعین آمین و الحمد للہ رب العالمین، واللہ سببخنہ و تعالیٰ اعلم و علمہ
جل مجدہ اتم و حکمہ عزمانہ احکم۔

مسئلہ ۱۱۵ از ریاست رامپور محلہ لال قبر مرسلہ سید احمد حسن ص ۲۷ شرال المکر ۱۳۳۳ھ
کیا فیلسفے ہیں غلامے دیں اس مسئلہ میں کہ ہندو نے ۱۵ نومبر سنہ ۱۹۱۵ء کو ایک مکان خرید
۱۷ جنوری سنہ ۱۹۱۵ء کو خریدنے اس پر دعویٰ شفعہ کیا اور ۸ جنوری کو علم بیع ہوتا اور اسی وقت طلب
مراثیت و اشہاد بجالا بیان کیا اور اس پر پانچ گواہ دیئے ہندو نے سات گواہ تسلیم شفعہ کے
پیش کئے حاکم نے ان گواہوں پر اعتماد فرما کر دعویٰ رد کر دیا مدعی نے اپیل کی اور گواہان ہندو پر
بہت سی جرمیں نکالیں اور ان کے متعلق دو فتوے داخل کئے سائل نے بریلی دارالافتاء سے

فتویٰ چاہا اس پر فیصلہ و اظہارات مجلہ گراہی فریقین کی نقول یا ضابطہ لانے کا حکم ہوا، سائل نے نقول حاصل کیں اور حسب الحکم مع نقل ہر دو فتوئے مدخلہ مدعی حاضر دارالافتا میں امید کہ بعد ملاحظہ حکم شرعی سے خالصاً اور بالذات اطلاع عطا ہو۔ یقیناً تو جبروا۔

الجواب

اللهم هداية الحق والصواب نقول مذکورہ مطلوبہ دارالافتا مدخلہ سائل ملاحظہ ہو میں یا ضابطہ فقہیں اس لئے طلب کی تھیں کہ تجربہ سے سائلوں کا اختلاف رد و داد اظہار کر کے فتویٰ لینا ثابت ہو لیا تھا جس میں سراسر اضاعت وقت و دارالافتا تھی، فیصلہ و اظہارات کا ملاحظہ ہنگامہ اولین بتاتا ہے کہ مدعی اپنے دعویٰ شفعہ کو رد و بد شرعی ثابت کرنے میں محض ناکام رہا، عند الشریع دعویٰ واجب الرد ہے جیسا کہ ذی علم فاضل مفتی نے کیا۔ تمام اباحت کہ دونوں فتووں میں ظاہر کی گئیں ان پر فرداً فرداً نظر اور ہر باطل کا ابطال مستقل ایک وقت چاہتا تھا مگر ہر دو فتوے مدخلہ مدعی خود ہی رد دعویٰ کو کافی وافی ہیں ان سے زیادہ ثبوت کی حاجت نہیں کہ وہ خود مسئلہ مدعی ہیں لہذا انھیں وجہ مقبولہ مدعی و مفتیان مدعی سے بطلان دعویٰ ثابت کر کے صرف ایک رد و بد شرعی اور اضافہ کریں جس کی طرف فیصلہ میں بھی توجہ مبذول نہ ہوئی۔

وجہ اول: پہلے فتوے میں گواہ ہندو سید ابوالقاسم پر یہ اعتراض ہے کہ اس کے بیان میں مدعی بہا کا تعین نہیں، مدعی بہا یہاں مکان ہے اس کی تعیین کے دو طریقے ہیں، ایک نشان دہی، دوسرے بیان حدود۔ دونوں اس کے بیان میں نہیں، ایسی حالت میں گواہی کیونکر مقبول ہو سکتی ہے اور اس پر قاضی خاں کی تین عبارتیں پیش کیں، سید ابوالقاسم کے بیان میں وعدہ نشان دہی ہے کہ مکان کو موقع پر بتا دوں گا۔ پانچوں گواہان مدعی نے بھی صرف وعدہ نشان دہی کیا ہے، وجہ وہ کافی نہیں تو مدعی کی پانچوں گواہیاں مدعا بہا سے خالی اور واجب الرد و نامقبول ہوتی ہیں کہ ان میں نہ بیان حدود ہے نہ نشان دہی، بلکہ رحمت علی خاں نے ہر اتر کہا ہے منظر حدیں مکان متنازعہ کی نہیں بتا سکتا، منظر حدیں دیکھے نہیں گیا تھا، گواہیوں میں وقت طلب شفعہ جانب مکان اشارہ مدعی کا بہ بیان نہ گواہ کا استشارہ ہوا نہ بیان حدود۔ مدعی نے اس وقت اشارہ کیا ہو گواہ تو نہیں بتاتے کہ وہ کون سا مکان ہے جس کی طرف اشارہ کر کے طلب مواثبت کی تھی فتویٰ مدعی کو تسلیم ہے کہ اسکی

تعیین کے دو ہی طریقے تھے، نشاندہی یا بیانِ حدود، اور وہ دونوں ہی منقود، لیسہ اپانچوں
گو اہیاں مردود۔

وجہ دوم: عجیب یہ کہ گواہی ہندو میں مکان خود مدعی بہ نہیں بلکہ اس کا دعویٰ تسلیم شفعہ
کا ہے مکان صرف متعلقہ دعویٰ سے ہے تو جہاں وعدہ نشاندہی کافی ہو کہ صرف ایک شے متعلق
دعویٰ کی تعیین نہ ہونے سے فتوے مدعی نے شہادتوں کو ناممکن القبول بنایا تو یہاں کہ خود مکان ہی
مدعی بہ ہے وعدہ نشان وہی تا کافی ہو کہ بیانِ گواہان میں اس کا عدم تعیین کیوں نہ ان تمام شہادات
کو واجب الرد کرے گا۔

وجہ سوم: فتوے نے گواہان ہندو محمد صدیق خاں، محمد سعید خاں، محمد علی خاں پر بھی
یہی عدم تعیین مدعی بہ کا اعتراض کر کے فرمایا اس لئے شہادت ان کی بالجمول شرعاً لغو و باطل ہے
اور اس پر قاضی خاں اور عالمگیری کی عبارتیں پیش کیں۔ یہ سب سے عجیب تر ہے ان تینوں کے
اظہار خود موقع پر ہوئے اور نقول میں ہر ایک کے ساتھ صاف تصریح ہے کہ نشاندہی کر دی تو ادلائے ان
کی شہادت کہ بالجمول کہنا کیسا صریح لغو و باطل ہے۔

ثانیاً عجیب بالفعل نشاندہی بھی تعیین کر کافی نہ ہوتی تو پانچوں گواہان مدعی کے بیان میں کہ نشاندہی
کا صرف وعدہ ہے سو درجہ زائد ان کو شہادت بالجمول و لغو و باطل کرے گا۔

وجہ چہارم: وہی کہ گواہی مدعا علیہا میں مکان مدعی بہ نہیں جب یہاں نشاندہی
کافی نہ ہوتی شہادات مدعی میں کہ خود مکان مدعی بہ ہے وعدہ کس درجہ باطل و ناکام ہو گا۔

تنبیہ: ان افادوں کے بعد دارالافتاء کو اس بحث کی طرف توجہ کی اصلاً حاجت نہیں
کہ اس عدم تعیین کا جواب فیصلہ میں یہ فرمایا کہ تسلیم اسقاط ہے اس میں تعیین کی ضرورت نہیں اور
فتوے نے اس پر رد کیا کہ اس حالت میں ہے کہ اسقاط بالافاضہ صریح ہوا ہو ورنہ تسلیم لغو اور
بعد تسلیم اختیار دعویٰ حاصل، اور اس پر عالمگیری کی عبارت پیش کی، اگرچہ یہ جواب ہرگز صحیح نہیں۔

ادلاء عبارت عالمگیری تسلیم دلائل میں ہے مثلاً خبر بیع سن کر خاموش رہنا اٹھ جانا یا
مشتري سے حید کی خریداری یا بیہ یا اجارہ کی خواہش، اور یہاں تسلیم ان لفظوں میں بیان ہوتی ہے
کہ اچھی بیگم نے مکان خرید لیا میں بہت خوش ہوا، اس کے لینے سے میں خوش ہوں، مناسب ہے
اچھا کیا، یہ دلائل تسلیم کی شق میں کیونکر جاسکتے ہیں۔

ثانیاً دلائل تسلیم میں بھی صرف علم شیعہ یا بیع درکار ہے نہ کہ تسلیم میں تعیین حدود جس پر

یہاں بحث ہے، خود اسی عبارت عالمگیری میں تسلیم صریح اٹایا جوی ہجواہ میں فرمایا،
سواء علم بالبیع اولہ یصلو ان کا منہ بیع کے بعد ہو تو بیع کا حکم ہو یا نہ ہو برابر
بعد البیع ہے۔ (ت)

اور دلالت میں فرمایا،

لا یسقط حقه ثمنہ الا بعد العلوۃ وہاں حق سب قضا نہ ہو گا مگر علم کے بعد۔
وجہ پنجم: فتوے نے گواہ ہندو سید اپنے میاں کی شہادت پر یہ اعتراض کیا کہ تعین و
تعریف مدعی و مدعا علیہ کی کرنا گواہ پر ضروری ہے بلا اس کے گواہی نامعتبر ہے اور تعریف و تعین بصورت
موجودگی مدعی و مدعا علیہ وقت اداسے شہادت اشارہ سے چاہئے یہ بیان مقصود ہے اور اس پر عالمگیری کی
جہادت پیش کی۔ گواہ کے لفظ یہ ہیں، اس میں پیار سے میاں صاحب مدعی حاضر عدالت نے فرمایا یہ مکان تم
نے اچھی بیگم کے نام خریدیا ہے مناسب ہے۔ اگر مدعی کا نام اور یہ صفت کہ مدعی اور یہ صفت کہ حاضر عدالت
ان تینوں کا اجتماع تعین و تعریف کے لئے کافی نہیں بلکہ پورے حضور مدعی خاص اشارہ ہی لازم تھا تو مدعی
کے پانچوں گواہوں میں بعینہ یہی حالت ہے ایک نے بھی مدعی کی طرف اشارہ نہ کیا سب نے پیار سے میاں
مدعی حاضر عدالت ہی کہا ہے یا براہ مدعی سید وزیر علی نے آتا اور بڑھایا جن کو شہادت مل گئے ہیں تو
ثابت ہوا کہ ہر ایک فتوے مدعی پانچوں گواہوں کی گواہیاں مردود ہیں۔

وجہ ششم: دوسرا اعتراض اسی گواہ پر عدم تعین مدعا علیہا سے کیا کہ بصورت
عدم موجودگی عام آدمی کی تعین ولایت وغیرہ سے چاہئے تھی وہ بھی محقق ان کے بیان میں نہیں ہے لہذا
شہادت ان کی شرعاً ہرگز قابل قبول نہیں اس پر بھی وہی عبارت عالمگیری سند ہے، یہاں اتنا متفرق
حضور ہے کہ سید اپنے میاں نے صرف اچھی بیگم کہا اور گواہان مدعی سوا سہ سید وزیر علی کے بیان
میں بھی اگرچہ اچھی بیگم کی ولایت مذکور نہیں مگر خبر و طلب یعنی شاہ علی حیدر کے اخبار اور مدعی کے طلب
شفیع میں بیان زوجیت ہے، مخبر نے کہا مکان مدعی میاں کی بی بی اچھی بیگم نے مول لیا انہ مدعی نے کہا
جس قیمت کو یہ مکان مدعی میاں کی بیوی اچھی بیگم نے مول لیا، فتویٰ میں یہ عبارت عالمگیری اس لفظ
ہم نقل فرمائی،

مگر افسوس کہ شوہر کا نام دون میاں لیا اور شاہ حیدر علی کے بیان میں بھی یوں ہی کہا کہ مکان اچھی بیگم
 دون میاں کی بی بی نے خرید لیا، یہ نام لینا نہ لینے سے بدرجہا بدتر ہوا نہ لیا جاتا تو مدعا علیہا میں ایک فتوہ
 جہالت رہی اور نام بدل دیا تو مدعا علیہا خود بدل گئی کہ وہ اچھی بیگم بنت ایوب شاہ جو مدعی میاں کی بی بی ہے
 یقیناً اس اچھی بیگم بنت ایوب شاہ کی غیر ہے جو اسی وقت میں دون میاں کی بی بی ہوا، اس کے بیان کو بھی
 یہی فتوئے مدخلہ مدعی کافی ہے، مدعا علیہا کے گواہ محمد شاہ خاں کے بیان میں یہ جملہ واقع ہوا منطوق
 اچھی بیگم مدعا علیہا کو جانتا ہے اس کے باپ کا نام ایوب علی ہے، اس پر فتوے نے اعتراض فرمایا کہ
 ان کے بیان میں ایک نقصان یہ بھی ہے کہ انہوں نے ولایت مدعا علیہا کی غلط بیان کی ہے کہ جس کا
 یہ شاہ ہے اس کو خود تسلیم ہے لہذا اس کی گواہی کمرنگ قابل قبول ہو سکتی ہے اور اس پر عائشہ گیری کی سند
 دی، یوں ہی یہاں بھی سید وزیر علی کی نسبت کہا جائے گا کہ ان کے بیان میں ایک نقصان یہ بھی ہے کہ
 انہوں نے زوجیت مدعا علیہا کی غلط بیان کی ہے کہ جس کا یہ شاہ ہے اس کو خود تسلیم ہے لہذا اس کی گواہی
 کمرنگ قابل قبول ہو سکتی ہے بلکہ انصافاً ایوب شاہ و ایوب علی میں وہ تباہی نہیں جو مدعی میاں و دون میاں میں
 ہے ممکن کہ نام ایوب علی شاہ ہوا اور اختصاراً کسی نے ایوب شاہ کہا کسی نے اخیر کا لفظ غلطی کم کر کے ایوب علی
 بخلاف مدعی و دون کو قطعاً دو متغایر نام ہیں بہر حال اسی وجہ ششم پر بھی پانچوں شہاد استب مدعی
 رد ہیں۔

وجہ ہفتم: مدعی کے فتوئے اولیٰ نے جملہ شہادات مدعی کو ان چھ وجوہ سے باطل کیا نہیں
 کہ مجموعہ پر چھ ہوں بلکہ ہر گواہی چھ وجوہ سے مردود ہے، اب اس فتوے میں بعض شہادتوں پر وہ اعتراض
 اور ہیں کہ وہ بھی مدعی کی بعض شہادات پر وارد ہیں یوں ہی بعض دیگر کا ابطال مدعی کے فتوئے دوم سے ہے
 یوں مل کر ان فتوؤں نے ساتویں وجہ سے جملہ شہاد است مدعی باطل کی ہیں ان کا
 بیان مٹنے،

اول شہادت محمد شاہ خاں پر تبدیلی نام کا اعتراض کہ اس سے سخت تر شہادت سید وزیر علی پر
 وارد ہے۔

دوہ: شہادت منور حسین پر اس کا جرم بیان غلط ہونے سے اعتراض کہ اس نے کہا
 مجھے حسن وصول ہو گیا تھا حالانکہ واقع میں اس وقت تک وصول نہ ہوا تھا فتوے نے اس کی نسبت

کہا تھا کہ عدالت کو بھی تسلیم ہے ہم نے فیصلہ میں کہیں اس کی صریح تسلیم نہ پائی بلکہ جواب وہ دیا ہے کہ بر تقدیر
و قریب بھی شہادت سے دفع مضرت کرے جس کا بیان عنقریب آتا ہے بہر حال یہ اعتراض گواہ مدعی احسان خاں
بلکہ نئے مرزا پر بھی ہے ان کے کلام میں بھی تناقض ہے نئے مرزا نے کہا منظر گل نور خاں کے چہرہ پر قریب
مکان متنازع بیٹھا ہوا تھا اس کو عرصہ کوئی ڈھائی مہینہ کا ہوا پھر کہا منظر چہرہ کے نیچے بیٹھا تھا اور آدمی
چہرہ پر تھے اسے اگر استدراک ہی کئے تو احسان خاں نے ادا کیا جب سے منظر اس جلسہ میں آیا اور
جب تک گیا منظر سے کسی کی بات نہ ہوئی، بعد کو لکھا یا منظر گل نور خاں سے باتیں کر رہا تھا یہ ضرور تناقض
ہے اور تناقض میں کذب سے مفر نہیں کہ دونوں باتیں سچی نہیں ہو سکتیں عالمگیری میں بسوٹا ہے۔
لم تقبل شہادۃہما لانا یتیقن بکذب
احدھما
ہونے کا بھی یقین ہے۔ (ت)

فیصلہ نے منور حسین خاں کی طرف سے وہ جواب دیا کہ وہی احسان خاں اور نئے مرزا پر سے اس اعتراض
کا جواب ہوتا یعنی یہ امر صلب شہادت سے خارج ہے اور شرعاً نقص غیر مشہود بہ مضر شہادت نہیں اور
اس پر یہ عبارت شرح وقایہ تحریر فرمائی۔

الاکذاب فی غیر المشہود بہ لا یمنعہ
القبول
مشہود بہ کے غیر میں جھٹلانا قبولیت کے لئے
مانع نہیں ہے۔ (ت)

یہ عبارت اگرچہ چنداں متعلق نہ ہو کہ کلام کذب میں ہے نہ اکذاب میں بلکہ اس کے لئے یہ عبارت
مخاصہ و ہندیہ ہے کہ

التناقض فیما لا یحتاج الیہ لا یمنعہ
غیر ضروری معاملہ میں تناقض مضر نہیں ہے (ت)
مگر فتاویٰ مدعی نے خود بھی کذب و اکذاب میں فرق نہ کر کے اس کا یہ رد کیا کہ بصورت غسوب ہونے گواہ
کے صریح جھوٹ کے ساتھ گواہی اس کی نامقبول ہے خواہ یہ لغوی یا فی اس کی مشہود بہا سے خارج
ہو یا نہ ہو اور اس پر یہ عبارت عالمگیری پیش کی۔

فی العیون شہد الرجال علی آخر
عیون میں ہے کہ دو گواہوں نے ایک شخص کے

۱۔ فتاویٰ ہندیہ کتاب الشہادات الباب الثامن نورانی مکتب خانہ پشاور ۵۰۸/۲

۲۔ شرح الوقایہ - باب قبول الشہادۃ و عن ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۶۹/۲

۳۔ فتاویٰ ہندیہ بحوالہ الخلاصۃ کتاب الشہادات الباب الثالث نورانی مکتب خانہ پشاور ۲۶۰/۲

بالف وانہ قد قضا خصمانہ و قال الطالب لی علیہ الف وما قضا فی شیمثا والشہود اذہموا فی الشہادۃ علی القضا تقبل شہادۃ تہما انت عدلا و لو قال شہادۃ تہم بالالف حق و بالقضاء یا طبل لا تقبل شہادۃ تہما لانہ نسبہما الحب الفسق کذا فی المحیط (ملتقطا)۔

ذم ہزار کی گواہی دی اور کہا کہ پانصد اس نے ادا کر دئے ہیں جبکہ مدعی کہتا ہے کہ میرا اس کے ذمہ پورا ہزار ہے ابھی اس نے کچھ بھی ادا نہیں کیا اور گواہوں کو ادائیگی کے متعلق شہادت میں وہم ہوا ہے تو ان کی شہادت قبول ہوگی بشرطیکہ دونوں گواہوں کو عادل قرار دیا گیا ہو اور اگر اگلی مدعی نے کہا ان گواہوں کی ہزل کی تعلق گواہی حق ہے اور ادائیگی کے متعلق شہادت باطل ہے تو گواہوں کی شہادت مقبول نہ ہوگی کیونکہ اس صورت میں اسی نے گواہوں کی نسبت فسق ظاہر کیا ہے، محیط میں ایسے ہی ہے (ملتقطا)۔ (ت)

مگر نہ جاننا کہ صورت عالمگیری کو یہاں سے کچھ علاقہ نہیں جب مدعی ہزار روپے کا مطالبہ بتاتا ہے اور گواہ کہتے ہیں ہزار تھے پانصد ادا ہو چکے ہیں تو وہ صراحتہ ہزار کے مطالبہ کو غلط اور صرف پانصد کا مطالبہ بتا رہے ہیں اسے مشہورہ سے خارج ماننا عجیب ہے۔

سومر: یہاں تک فتوئے اولی کے حرف حرف پر کلام ہو لیا اب دوسرا نسخہ،
فتوئے ثانیہ مدعی کا غلام یہ ہے کہ،

اولاً مدعا علیہا کا بیان تھا کہ ۵۱ فروری یعنی تاریخ بیع ہی میں علی کو علم بیع ہوا، مدعی شریک مشہور تھا، اس نے بعد البیع تسلیم کی ان میں پہلے دو فقرے کسی گواہ مدعا علیہا نے بیان نہ کئے تو شہادت مطابق دعویٰ نہیں لہذا نامقبول، عینی میں ہے،

موافقۃ الشہادۃ للمدعی ان تتحد انواعا و کما و عن مانا یتک
مدعی کے لئے شہادت کی موافقت یوں ہے کہ وہ
فرج، مقدار اور زمانہ کے اعتبار سے شفع ہوں۔ (ت)

ثانیاً گواہوں مدعا علیہا میں محمد سعید خاں، محمد صدیق خاں، محمد علی خاں جن کی شہادت ۲۳ اپریل کو ہوئی اس وقت سے چار مہینے پہلے مدعی کا وہ قول بتاتے ہیں کہ مکان اچھی بیگ نے مول لیا، میں خوش ہوا تو حساب سے اس قول کا وقت ادا خر دسمبر آتا ہے اور منور حسین خاں، محمد شاہ خاں

سید اچھے میاں شروع جنوری روز جمعہ کو مدعی کا یہ کہنا بیان کرتے ہیں اور خود مدعا علیہا ۱۵ نومبر کی کو وقوع تسلیم بتاتی ہے اب بیان گواہان کو موجب تسلیم ماننے یا تسلیم گزشتہ کی خبر۔ برقعہ پر اولیٰ جیکہ حسب بیان مدعا علیہا شفعہ ۱۵ نومبر کو تسلیم و ساقط ہو چکا تھا، پھر دمیر و جنوری میں مکرر سقوط کیسا، المساقط لا یعود (ساقط شدہ بحالی نہیں ہوتا) برقعہ پر ثانی خبر کے لئے خبر کا ثبوت لازم، مخیرہ قول مدعا علیہا ہے بیان گواہان سے جس کا ثبوت نہیں لہذا یہ خبر تسلیم مثبت تسلیم نہیں۔

ثالثاً مدعا علیہا ۱۵ نومبر کو تسلیم بتاتی ہے گواہ بعد کو تو وہ دونوں بیان متعارض ہو کر ساقط ہوں گے اور حق شفعہ جو طلبین کے مستقر ہو چکا ہے ثابت رہے گا۔ قاضیخان میں ہے،

المدعی اذا کذب الشہود فی ما شہد والہ
اد فی بعضہ لا تقبل شہادۃ تہم بیلہ
مدعی جب گواہوں کو اپنے حق میں کل بیان یا
بعض کو جملہ دے تو شہادت قبول نہ ہوگی دت
یہ حاصل ہے تمام تطویل فتوئے ثانیہ کا، بلکہ زیادت ضبط و ایضاح کے ساتھ، مگر افسوس کا
عمل ہے کہ اس میں ایک حرف بھی صحیح نہیں،

اولاً مدعی علیہا کا دعویٰ تسلیم شفعہ بعد العلم بالبیع ہے اس کے سوا قیاسی وقت نہ اس کے دعویٰ
کا حقیقہ جز ہے نہ مدار نہ اس کے بیان کی عایت نہ اس میں اختلاف سے معصرت تسلیم بیاں بالقول
ہوتی، اور قول قابل تکرار ہے، اور شہود ایک جلسہ خاصہ کا بیان نہیں کرتے بلکہ حراۃ جدا جلسوں کا ذکر
کرتے ہیں قول بعض میں اگر شہادتیں یا شہادت و دعویٰ دربارہ زمانہ ایسا اختلاف کریں اصلاً کچھ مضر
نہیں، نہ ہرگز اسے شہادت و دعویٰ یا باہم دو شہاد توں کی عدم مطابقت کہہ سکیں، عالمگیری میں ہے،
ان کان الشہود بہ قولاً محضاً کالبیعة و
والاجارۃ والطلاق والعناق و
الصلح والابراء، واختلاف فی البلدات او
فی الشہور جہا نہت شہادۃ تہما
ولا تبطل الشہادۃ باختلاف
الشہدین فی الایام والبلدان
الا ان یقولوا کنا مع الطالب
جس چیز کی شہادت ہے وہ اگر خالص گفتگو ہے مثلاً
بیع، اجارہ، طلاق، عناق، صلح اور بڑی کرنا
جن کا تعلق تباہ سے ادائیگی کے ساتھ ہے اور
گو اہوں نے ای امور میں علاقے یا مہینے کے بیان
میں اختلاف کیا تو وہ دونوں کی شہادت قبول ہوگی،
اور دونوں گواہوں کا ایام، شہروں کا اختلاف
شہادت کو باطل نہ کرے گا، مگر اس صورت میں

فی موضع واحد فی یوم واحد ثم
اختلفا فی الایام والمواطن و
البلدان فان ابا حنیفة رضی اللہ تعالیٰ
عنه قال انا اجیز الشہادة وعلیہم
ان یحفظوا الشہادة دون الوقت وقال
ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ الامر کما قال
ابو حنیفة رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی القیاس
وانا استحسن وابطل هذه الشہادة
بالتهمة الا ان یختلفا فی الساعتین
من یوم واحد فیجوز کذا فی فتاویٰ
قاضی خان (ملقطاً)۔

جب دونوں یہ کہہ چکے ہوں کہ ہم دونوں ایک جگہ
ایک وقت میں طالب کے ہمراہ تھے پھر اس کے
بعد ایام، مقامات اور شہروں کا اختلاف بیان کریں
تو امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں
اس شہادت کو جائز قرار دوں گا کیونکہ گواہوں کے
ذمہ اصل شہادت کو محفوظ کرنا ہے نہ کہ وقت کو،
اور امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ امام اعظم رضی اللہ
عنه کا ارشاد قیاس کے مطابق ہے میں استحسن
کتا ہوں اور میں اس شہادت کو تمت کی
بنیاد پر باطل کتا ہوں، ہاں اگر دونوں کا اختلاف
صرف ایک دن میں مختلف گھنٹوں کے متعلق ہو تو
شہادت جائز ہوگی، فتاویٰ قاضی خان میں یہ بھی (ملقطاً)۔

ثانیاً اعتراض دوم عجیب منطقی ہے اس شہادت میں جو جب و مخبر کی تردید کسی شہادت ہمیشہ مخبر ہی
ہوتی ہے اسی کی تشریف ہی میں اخبار برکت داخل ہے اور مخبر بہ صرف قول دعا علیہا ہونے سے یا زاد اس سے بھی
عجیب تر، مخبر ہمیشہ دعویٰ ہوتا ہے اور دعویٰ ہمیشہ قول صرف مدعی۔ اسی کے اثبات کے لئے شہادت ہوتی
ہے شہادت سے پہلے اس کا ثبوت درکار ہو تو شہادت لغو ہے کہ امر ثابت کیا محتاج اثبات ہے اور اگر
یہ مقصود کہ اس کا دعویٰ اور ان کا بیان زیادہ مختلف ہے تو یہ وہی پہلا اعتراض ہے جس کا رد ہو چکا۔

ثالثاً یہی حال تعارض کا ہے نفس تسلیم میں دعویٰ دعا علیہا و جملہ شہادان دعا علیہا متفق ہیں،
اختلاف اگر ہے تو زمانہ کا اور وہ قول محض میں مضر نہیں ہے۔ عالمگیری میں ہے،

شہدان ان فلا نا طلق امرأتہ فشهد
احدہما انہ طلقہا بالبصرة والاخر
انہ طلقہا بالنکوفۃ، لو شهدا
بذلك فی یومین متفرقین من الایام
دونوں گواہوں نے شہادت دی کہ فلاں نے اپنی بیوی
کو طلاق دی ہے ایک نے کہا بصرہ میں دوسرے
نے کہا نکوفہ میں دی ہے، اگر دونوں نے متفرق
دنوں کی بات کی ہے جن میں کوئی شخص اپنی سوا

وینہما قدر ما یسیر الی اکب من الکوفۃ الی
حکۃ جانت شہادتہما (ملفوظاً)۔
کے ذریعے ان دونوں شہروں میں سے ایک سے
دوسرے میں پہنچ سکتا ہو مثلاً کوفہ سے مکہ تک

ان دونوں میں جاسکتا ہے تو شہادت جائز ہوگی (ت)

یہ رد ہے اس تمام فتوے ثانیہ کا اور شفعہ برجوت طلبیں مستقر ہونے کا ردی حال ہمارے بیانات سابقہ
لاحقہ سے واضح۔ خیر یہ تو اس فتوے کی حالت تھی، کہ نایہ ہے کہ بقدر علم بالبیع طلب مواثبت و اشہاد بکالانا
قطعا ایسی چیز ہے کہ دوبار نہیں ہو سکتی کہ علم بالبیع متکرر نہیں ہو سکتا تو مدعی اور اس کے شاہد ان کا بیان
وقت میں بھی یقیناً متفق چاہیے، اگر زمانہ اس کے زمانہ سے آگے چلے بتائیں تو شہادت و دعویٰ ضرور مختلف ہیں
اور وہی عبارات چاہیے دہرائیں کہ فتوے ثانیہ نے رو شہادات مدعا علیہا کے لئے زعم کی تھیں رو شہادات مدعی
کو کافی و وفاقی ہیں۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ مدعی نے علم بالبیع اور بقدر علم طلب کی تاریخ ۸ جنوری بتائی اس کی
گواہیاں ۲۰ مارچ کو گزریں کہ اکثر دن یاد دہینے لیا رہا وہی کافی صلو ہے، لیکن سید گوہر علی کے بیان میں
ہے کہ کوئی مہینہ سے کم ہوا ہو گا لہذا شہادت مخالفت دعویٰ و مردود، وقت علی خاں ہاتھیں بلانے کہتا
ہے عرصہ دو ڈھائی ماہ کا ہوا جس کے پچتر دن ہوئے بیان مدعی سے چار دن زیادہ۔ احسان خاں اگرچہ
تخمین کرتا ہے مگر زاد کا اور اس سے بھی زیادہ کی طرف بڑھتا ہے، وہ زاد دن میں تردد کرتا ہے کہ کوئی
عرصہ تخمیناً ڈھائی پونے تین مہینے کا ہو یعنی پچتر یا بیاسی یا تراسی دن ہوئے اور مدعی کے قول سے اکثر ہی
ہیں تو دو گواہ و جرحہ خاصہ سے فتوے اولیٰ نے زد کئے تھے تین فتوے ثانیہ نے زد کئے، پانچوں رد ہو گئے
بلکہ عند التحقیق خود یہ فتوے ثانیہ ہی پانچوں کو زد کر دے گا، سید وزیر علی اور نئے مرزا نے اگرچہ عرصہ
تخمیناً ڈھائی ماہ کا کہا جیسا کہ مدعی سے موافقت کو بھی محتمل، مگر امر محتمل شہادت میں نہیں لیا جاتا کہ احتمال
جانب مخالفت کا بھی رہا اور موافقت دعویٰ کی شرط قبول شہادت تھی ثابت نہ ہوئی و لہذا اگر گواہ زمانہ مردود
بیان کرے بوجہ ہالہ مردود ہے، ہالہ تخمینہ میں بھی موجود ہے، یہ تحقیق نہ ہوا کہ یہ واقعہ آٹھ ہی جنوری
کا ہے لیکن ہے کہ قبل کا ہو، تو دعویٰ سے مطابقت کب ہوئی۔ عالمگیری میں ہے،

شہد الشہود ان لهذا المدعی علی
هذا المدعی علیہ وہ وازدہ درم
لا تقبل لکان الجہالۃ تو کذلک اذا ادعی ما زادہ
گو اہوں نے گواہی دی کہ اس مدعی کے غلام مدعا علیہ
پر دس بارہ درہم ہیں، شہادت قبول نہ ہوگی،
اور تو بھی جب مدعی نے اپنے دعویٰ میں دس بارہ

درم لا تسمع دعواه وکذا لک اذا ذکرنا تاریخ
فی الدعوی علی هذا الوجه بآب قال
ایں عین ملک من ست ازود دوازده سال
فان لا تسمع دعواه ، وکذا لک اذا ذکر
الشهود التاریخ فی شهادتہم علی
هذا الوجه لا تقبل شہادتہم کذا فی
الناخبة۔

درم کہا تو دعوی قابل سماعت نہ ہوگا ، اور یوں جب
تاریخ کو دعوی میں اس انداز سے بیان کرتے ہوئے
کہ اس بارہ سال سے اس چیز کا ملک مجھ تو سماعت نہ ہوگی
اور یوں گواہوں نے اگر تاریخ کو اسی انداز سے
بیان کیا تو ان کی شہادت مقبول نہ ہوگی ۔
ذخیرہ میں ایسے ہی ہے ۔

(د)

وجه هشتم : یہاں تک گواہان مدعا علیہا پر تمام اعتراضات کا رد ہو گیا ۔ ہر دو
غٹے مدعی کا ایک ایک فقرہ مسترد ہو گیا اور روشن ہوا کہ وہ غٹے اگرچہ بظاہر تائید مدعی کے لئے
ہیں حقیقتاً ابطال دعوی شفعہ کر رہے ہیں ان سے ایک ایک گواہی مدعی سات سات وجہ سے
مردود ہے ۔ اب ہم وہ وجہ ذکر کریں جس کا وہ کیا تھا اثبات شفعہ کے لئے لازم ہے کہ اگر مشفوع بہا
جس کے ذریعہ سے شفعہ دعوی شفعہ کرے قبل بیع سے وقت حکم تک ملک شفعہ میں رہے کہ وقت
بیع اس کی ملک شرط شفعہ ہے اور بعد بیع قبل حکم اس کا اپنی ملک سے اخراج دلیل اعراض ہے ولذا
اگر مشتری مشفوع بہا میں ملک شفعہ تسلیم نہ کرے شفعہ کی طرف سے اس مضمون کی شہادت لازم
ہے کہ مشفوع بہا قبل بیع مشفوعہ سے اس وقت تک ملک شفعہ ہے ہمارے علم میں اس کی ملک
سے خارج نہ ہوئی ، اگر گواہوں نے صرف اتنا کہا کہ مشفوع بہا ملک شفعہ ہے کافی نہ ہوگا ۔ مبالغہ
شرائط شفعہ میں ہے ،

منها ملک الشفعہ وقت الشراء فی الدار
التي ياخذ بها الشفعة یہ
شرط میں سے شفعہ کرنے والے کی سودے کے
وقت اس مکان کی ملکیت ہے جس کی بنا پر شفعہ
کر رہا ہے ۔ (د)

در مختار میں ہے ،

یطلبها بیع ما یشفع به قبل القضاء
شفعہ کے فیصلہ سے قبل شفعہ کا سبب بننے

۱۔ فتاویٰ ہندیہ کتاب الشہادۃ الباب الثالث نورانی مکتب خانہ پشاور ۴۶۲/۲
۲۔ کتاب الشفعہ الباب الاول " " " " ۱۶۱/۵

بالتشفعة مطلقاً علم ببيعها ام لا وكذا
لو جعل ما يشفع به مسجداً
والى زمين کو فروخت کرنا مطلقاً شفعہ کو
باطل کر دے گا اس کی بیع کا علم ہو یا نہ ہو
اور یوں ہی اگر اس زمین کو مسجد بنا دیا ہو (ت)

تیز و مختار میں ہے ،

واذا طلب الشفيع سأل القاضي الخصم عن
عالية الشفيع لما يشفع به فان اقر بها او
نكل عن المخلف على العلم او بوهن الشفيع
انها ملكه سأل عن الشراء الخ۔
جب شفعہ والا مطالبہ کرے تو قاضی دوسرے
قریب سے اس مکان کی ملکیت کے متعلق سوال
کرے جس کے سبب شفعہ کا دعویٰ کیا ہے اگر وہ
قریب مدعی کی ملکیت کا اقرار کرے یا اپنے علم

سے متعلق قسم دینے سے انکار کر دے یا مدعی اس کی اپنی ملکیت پر شہادت پیش کر دے تو پھر
قاضی اس مکان کے سوا کسی متعلق سوال کرے الخ۔ (ت)

رد المحتار میں زیر قول بوهن الشفيع (شفعہ والا گواہ پیش کرے۔ ت) محیط سے اور عالمگیری میں
محیط و ذخیرہ سے ہے ،

في الاجاز من بين كيفية الشهادة فقال ينبغي
ان يشهدوا ان هذه الدار التي بجوار الدار
البيعة ملك هذا الشفيع قبل ان يشتري
هذا المشتري هذه الدار وهي له الخ
هذه الساعة لا نعلمها خرجت
عن ملكه فلو قال ان هذه الدار لهذه
الجار لا يكفي
اجناس میں شہادت کی کیفیت کے بیان میں ہے
تو فرمایا کہ گواہوں کو چاہیے کہ وہ یہ بیان کریں کہ مدعی
فروخت شدہ مکان کے پڑوس والے مکان کا
اس مکان کی فروخت سے قبل تاحال مالک
چلا آ رہا ہے اور مدعی ہی مالک ہے اس کی
ملکیت سے خارج ہونے کا ہمیں کوئی علم نہیں ہے
اگر گواہوں نے صرف اتنا کہا کہ پڑوس کا یہ مکان
اس پڑوسی کا ہے تو کافی نہ ہو گا۔ (ت)

یہاں مشتری نے مشفوع بہا میں ملک مدعی تسلیم نہ کی تو مدعی پر اقامتہ بینہ بروجہ مذکور لازم تھی پانچ

۲۱۵/۲	مطبوع مجتہائی دہلی	باب ما یطلبها	کتاب الشفعہ	لہ در مختار
۲۱۲/۲	"	باب طلب الشفعہ	"	"
۱۴۹/۵	فرائی کتب خانہ پشاور	ابواب السایح	"	لہ فتاویٰ ہندیہ
۱۴۴/۵	دار احیاء التراث العربی بیروت	باب طلب الشفعہ	"	رد المحتار

ملک مدعی ثابت نہیں ہوتی نہ کہ اب تک کہ بیع ۵ نومبر کو ہوئی اور مدعی نے وقت طلبہ ۸ جنوری بیان کیا، ممکن ہے کہ اس بیع میں اس کی ملک سے نکل گیا ہو اور یہاں استصحاب یعنی اس وقت ملک ثابت تھی اور زوال معلوم نہیں تو اب تک ملک مانی جائے گی کافی نہیں کہ یہ ظاہر ہے اور ظاہر حجت دفع ہے نہ کہ حجت استحقاق، اور شفیع کو منظور استحقاق ہے تو استصحاب بکار آمد نہیں۔ عالمگیری میں ہے ۱

الظاهر لا يصلح للاستحقاق فلا بد من
ثبوت ملكه بحجة لاستحقاق الشفعة.
ظاہر حال کسی استحقاق کو ثابت کرنے کی صلاحیت
نہیں رکھتا تو ثبوت ملکیت کے لئے اس کے پاس
شفعہ کے استحقاق کی دلیل کا ہونا ضروری ہے (ت)

اگر کہتے یہ نتیجہ تو فیصلہ میں بھی مدعی فصل ہو چکی تو اس کا جواب بھی فتوئے اولی مدخلہ مدعی دے گا کہ تجریز عدالت بلا دلیل و حجت ہے جو شرعاً ہرگز قابل نفاذ نہیں۔ استنباء میں ہے،

والحكمه اذا كان لا دليل عليه لم ينفذ
انتہی یہ جب حکم کی دلیل نہ ہو تو وہ نافذ نہیں
جدا انتہی (ت)

بالجملہ ہر وجہ ہر حجت ہر پہلو سے دعوی مدعی باطل اور شریعت مطہرہ کے حکم سے

فیصلہ بحق مدعا علیہا ہونا لازم۔ واللہ تعالیٰ اعلم
مسئلہ از ضلع بجنور قصبہ نگینہ محلہ میر سرتے مستولہ جلال الدین عطار بردزیکشنبہ

۱۳ ذی الحجہ ۱۳۳۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام سوالات مندرجہ ذیل میں،
(۱) حافظ جلال الدین نظام الدین لہ مولائش بھائی ملائی ہیں ان کو ترکہ میں نزاع ہے، اول یہ کہ دو دکانیں
جن میں ان کے والد شہسخت و برخواست کرتے تھے حافظ جلال الدین مدعی ہیں کہ یہ ملک والد صاحب
مردم سے ہے، اور نظام الدین کہتا ہے کہ والد صاحب کی نہیں بلکہ والدہ صاحبہ کو یہ ملی ہیں
حافظ جلال الدین اپنے مدعا کے ثبوت میں منجملہ شہادتوں کے ایک شہادت حدود سے کرتے ہیں یعنی
ان دکانوں کی جن کے مکانات سے حدود ملتے ہیں ان کے بیعت نامہ کے حدود میں ملک والد صاحب
کہتے ہیں اور لکھنے والے والد صاحب کی ملک بتلاتے ہیں، اب دیر یافت طلب یہ امر ہے کہ یہ شہادت

باوجود اس کے کہ سبب ملک والد صاحب ہمیں بیان کرتے عند الشرح معتبر ہے یا نہیں ، اگر معتبر ہے تو ناشی حکم داس امر کا کوچ لگانا اور جرح کرنا کہ تم کو کس ذریعہ سے ملک مولا بخش معلوم ہوئی ، یا تم نے بیعنا مر دیکھا ہے یا تمہارے سامنے بیع ہوئی ہے (حق حاصل ہے یا نہیں ؟

(۲) اور نیز حافظ جلال الدین اپنے مدعا میں ایک شہادت یہ گزراتا ہے کہ ایک شاہد یہ بیان کرتا ہے کہ ان دکانوں کا بیعنا مر میرے سامنے ہوا اور بائع نے میرے سامنے بیع کی ، اور دوسرا شاہد بیان کرتا ہے کہ مشتری نے میرے سامنے اس کی بیع لینے کا اقرار کیا کہ میں نے فلاں سے یہ دکانیں خریدی ہیں ۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ یہ شہادت عند الشرح معتبر ہے یا نہیں ؟

(۳) حافظ جلال الدین کہتا ہے کہ ایک مکان والد صاحب نے مجھ کو بہہ کیا تھا جس میں میں نے ان کی زندگی میں ہی چھپر کا دالان بنالیا تھا اور تقریباً اس میں بیس پچیس سال رہا ، بعد میں مجھ کو اس میں تنگی ہوئی اور دوسری دکان کرایہ پر لے کر اس صورت سے رہنے لگا کہ مکان موہو بہ میں اپنا تصرف وقفہ بنا لگا کر رہا ، اس کے بعد والد صاحب نے دوسری دکان جو مکان موہو بہ سابق کے بغل میں ایک جانب کو واقع اور ملکیت میں اپنی زوجہ یعنی میری سوتیلی مادر کے تھا مجھ کو ملا کر دے دیا اور مادر صاحبہ سے بھی کہلا دیا کہ میں نے دے دیا جیسا میرا بیٹا نظام الدین ہے ویسا ہی جلال الدین ہے چنانچہ میں نے اس دوسری دکان کو بھی لے کر اپنے والد اور مادر کی زندگی میں اپنی سابق دکان کے ساتھ مل کر لے درمیان کی دیوار نکال دی اور اس کے سامنے ہی ایک دالان بنالیا اب سوال یہ ہے کہ عند الشرح ان دونوں دکانوں کا میرے لئے بہہ درست ہو یا نہیں ، اور میرے شاہد ان دونوں مکانوں کی بابت دینا والد صاحب اور والدہ صاحبہ کی جانب سے بیان کرتے ہیں یہ شہادت فقط دینے کی بہہ پر محمول ہوگی یا عاریتہ پر اور اس میں قاضی یا حکم کو شاہدان سے یہ حق دریافت کرنے کا حاصل ہے یا نہیں کہ دکان جلال الدین کو بہہ دیا گیا تھا یا عاریتہ ۔ بینوا تو جروا ۔

الجواب وبالله التوفیق

(۱) اگر شاہدان صرف اس پر اکتفا کر لیا کہ یہ دکانیں مولا بخش کی ہیں اور سبب ملک نہ بیان کیا تو یہ شہادت مستبعد عند الشرح معتبر ہے اور دکانیں مولا بخش کی ہی مانی جائیں گی اور قاضی یا حکم

بالتَّحْقِيقِ دَلَالَةُ تَأْقِلًا عَلَى صَاحِبِ الدَّرَدِ وَ لَوْ
شَهِدَ أَحَدُهُمَا أَنْ فَلَانَا بَاعَ مِنْهُ وَ
أَخْرَانِ فَلَانَا قَرَى بِالْبَيْعِ مِنْهُ تَقْبِيلُ الْخُ -
میں صاحب درد سے نقل کرتے ہوئے مندرمایا کہ
اور گواہوں میں سے ایک نے شہادت دی کہ
ظنوں نے یہ چیز اس کو فروخت کی ہے اور دوسرے

نے شہادت دی کہ فلاں نے اس کے پاس فروخت کرنے کا اقرار کیا ہے، تو مقبول ہوگی الخ (ت)
(۳) حافظ جلال الدین کے لئے ان دونوں مکافوں کا بہرہ عند الشرح درست ہو گیا اور باپ کا دینا
قرائی بہرہ اور تملیک کے موجود ہوتے ہوئے بہرہ ہی مانا جائے گا اور اتنی مدت دراز تک تصرف مالکانہ
اور عدم تصرف والد کا واضح قرینہ تملیک ہے لہذا شہدین کی شہادت میں لفظ دینا بہرہ ہی پر محمول ہوگا
عاریت پر نہیں ہو سکتا اور قاضی یا حکم کو شہدین سے یہ استفسار کرنا کہ عاریت دیا تھا یا بہرہ عند الشرح
کوئی حق نہیں بلکہ یہ شہادت بہرہ ہی پر محمول ہوگی، رد المحتار میں ہے،

وَفِي خِزَانَةِ الْفَأْوَى إِذَا دَفَعُ لَابِنَهُ مَا لَا يَتَصَرَّفُ
فِيهِ إِلَّا بِنَظَرِ الْبَابِ إِلَّا إِذَا دَلَّتْ دَلَالَةُ
التَّمْلِيكِ بَيِّنَةً الْخُ -
خزانہ الفأوی میں ہے اگر کسی نے بیٹے کو مال دیا
جس میں بیٹا باپ کی دی ہوئی اجازت سے تصرف
کرتا ہو وہ مال باپ کا ہوگا مگر جب باپ کی طرف

سے تملیک کا واضح قرینہ موجود ہو تو بیٹے کا تصور ہوگا: بری الخ (ت)

وَفِي فَوَائِدِ السَّمِيَةِ صَحَّتْ بِشَلِّ قَوْلِهِ
نَحَلْتُ وَهَبْتُهُ كَذَا لَهُ جَعَلْتُ أَمَّا وَهَبْتُ
فَأَنَّهُ صَرِيحٌ فِيهِ وَأَمَّا نَحَلْتُ وَهِيَ جَمْعُ
أَعْطَيْتُ فَلَا نَهْ مَسْتَعْمَلٌ فِيهِ وَلَمَّا جَعَلْتُ
لَهُ فَلَانَ الْإِلَامَ لِلتَّمْلِيكِ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِالصَّوَابِ
مَا أَقَمَ بَشِيرٌ أَحْمَدُ عَفَى عَنْهُ -
فوائد السمية میں ہے میں نے اس کو عطیہ دیا، اس
کو ہب کیا۔ یہ بھی اس کے لئے کر دیا، میں نے
اسے ہب کیا۔ ان الفاظ سے ہر صحیح قرآنہ لگا دھبت
سے تو اس نے کاس میں تملیک کی تصریح ہے نخلت اس نے
کو یہ اعطیت (میں نے عطا کیا) کے معنی میں ہے
کیونکہ یہی معنی میں مستعمل ہے، لیکن جعلت لہ

سے اس لئے کہ اس میں لام تملیک کے لئے ہے، واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب، راقم بشیر احمد
عفی عنہ۔ (ت)

الجواب

(۱) بیعتوں کی حدود میں ملک فلاں لکھا ہونا حجت نہیں،

فان القاضی انہا یقضی بالبینۃ والاقراء
او النکول اما الكتاب فلیس من الحجۃ
کیونکہ قاضی صرف گواہی یا اقرار یا قسم سے انکار
پر فیصلہ دیتا ہے لیکن تحریر کوئی حجت نہیں ہے
بیعت کا خاتمہ اور خیر یہ میں ہے۔ (د ت)

اس کے ساتھ اگر کتابی بیعت نامہ کی زبانی شہادتیں یوں ہی کہ یہ بیعت نامہ ہم نے لکھے اور ان کے
حدود میں فلاں مکان ملک فلاں لکھا تو یہ بھی کوئی چیز نہیں کہ یہ شہادت ملک پر نہیں بلکہ اپنے ایک فعل پر
ہے اور اگر وہ یوں گواہی دیتے ہیں کہ یہ مکان ملک مولابخش ہے کہ حدود بیعت نامہ میں اس کی ملک لکھا ہے
تو یہ بھی اصلاً مسوع نہیں کہ کتابت صک غیر مقرر رجعت نہیں ہاں اگر وہ مطلقاً یہ مکان ملک مولابخش
ہونے کی گواہی دیتے ہوں اور تحریر حدود کو اس کا قطع بناتے ہوں تو گواہی مسوع ہے اور اگر وہ
عادلی شرعی ہیں تو حکم یا قاضی کو اس جرح کا کوئی حق نہیں کہ تم نے کیونکہ اس کی ملک جانی، ہاں اگر
مستور ہوں اور حکم کو شہرہ گزرسے تو سوال کرسے والمسئلة توخذ من جامع الفصولین وغیرہ
(یہ مسئلہ جامع النضرین وغیرہ سے لیا گیا ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) یہ شہادت اگر پوری تعیین بالغ و مشتری کے ساتھ ہو بھی کہ ایک گواہ گواہی دے کہ میرے
سامنے یہ مکان زید بن بکر نے مولیٰ بخش بن فلاں بن فلاں کے ہاتھ بیع کیا اور دوسرا گواہ گواہی دے
کہ میرے سامنے مولیٰ بخش بن فلاں بن فلاں نے کہا کہ میں نے یہ مکان زید بن عمرو بن بکر سے خرید کیا
جب بھی اصلاً مسوع نہیں کہ دونوں شہادتیں کسی امرواحد پر وارد نہیں، نہ کسی کا بیان کہ میں نے خرید
کیا دوسرے پر رجعت ہو سکے اور اسے شہادت علی الاقرار سمجھنا محض بے معنی ہے کہ یہ کہنا کہ میں نے
خرید کیا اقرار نہیں دعویٰ ہے، اقرار و دعویٰ میں زمین آسمان کا بل ہے، اقرار مقرر کوئی حق لازم کرنا
ہے بخلاف اس صورت کے کہ ایک گواہ گواہی دے کہ اس باقی نے میرے سامنے اس مشتری کے
ہاتھ یہ چیز بیع کی دوسرا گواہی دے کہ میرے سامنے اس باقی نے اقرار کیا کہ میں نے یہ چیز اس مشتری
کے ہاتھ بیع کی یہ ضرور اقرار کی شہادت ہے اور دونوں شہادتوں کے واحد پر وارد کہ بیع میں صیغہ انشاء و صیغہ اقرار
دونوں پلعت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳۱) فرق ہے اس میں کہ زید عمرو سے کہے کہ یہ مکان میں نے تجھے دیا اور اس میں کہ بکر گواہی دے یہ مکان زید نے عمرو کو دیا تھا دینا بہتہ بھی ہوتا ہے عاریتہ بھی اجارہ بھی، مدار قرآن پر رہتا ہے اگر ولایت تملیک پائی جائے بہرہ بھجا جائے گا ورنہ نہیں، دلائل قرآن قولی معطلی کے ساتھ مقرر ہو جاتے ہیں یہ جو حکایت کر رہا ہے کہ زید نے دیا تھا اس کے ساتھ کون سا قرینہ مقرر ہے لہذا شہادت محض مہمل و ناکافی ہے ایسی مبہم بات میں قاضی استفسار کر سکتا ہے اور مدعی کو اس سے روکنے کا حق نہیں کہ اگر استفسار نہ ہو گا شہادت مبہم ہو کر لغو و بیکار جائے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۱۹ از گواہان محمد الحسن بادی ۲ ر ذی الحجہ ۱۳۳۲ روز شنبہ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و حماۃ الشرع التین کسی معاملہ متنازعہ فیہ میں کسی شخص سے ارادہ احد المتخاصمین حکم قرار دے دیں اور وہ حکم ولایت شرعیہ میں نہ فیصلہ کرے تو کیا شرعا اس کی خسوفی کے واسطے احد المتخاصمین باب القضا میں یا کسی دیگر طریقہ سے چارہ جوئی کر سکتا ہے؟

الجواب

حکم کا ولایت شرعیہ میں فیصلہ نہ کرنا دو معنی رکھتا ہے، ایک یہ کہ اسے اس فیصلہ کی شرعا ولایت نہ تھی عام ازیں کہ وہ خود اہل ولایت سے نہ تھا یا اس خاص فیصلہ کی اسے ولایت نہ تھی جیسے خود و حدود میں تحکیم جائز نہیں، دوسرے یہ کہ حکم کو فی نفسہ اور اس خاص مقدمہ کے اعتبار سے بھی ولایت شرعیہ تھی مگر اس نے اس ولایت کے حدود میں فیصلہ نہ کیا اس سے باہر گیا یعنی خلاف شرع حکم دیا بہر حال کچھ بھی معنی ہوں وہ فیصلہ مردود و باطل ہے اور کسی طرح نافذ نہیں ہو سکتا غسوخ تو وہ کیا جائے جو کچھ وجود بھی رکھتا ہو، ہاں اگر فریق ثانی نہ مانے تو اس کے اظہار بطلان کیلئے دار القضا میں رجوع کی جائے اور قاضی پر واجب کہ اسے رد کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۲۰ مسئلہ محمد حسن صاحب تحصیلہ اور مجتہد ۲ محرم الحرام ۱۳۳۲ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مورث نے کچھ زیور نفرتی و طلائی برتن وغیرہ کے اس نیت سے تیار کر اسے کہ بوقت شادی اپنی فلاں لڑکی کو بطور جہیز دیئے وقتاً فوقتاً کسی کسی زیور کو تیار ہو کر آتے رہے اپنے اعزاء و احباب کو یہ کہہ کر دکھایا بھی کہ فلاں لڑکی کو بطور جہیز بوقت شادی دینے کے لئے بنوایا ہے، منجملہ اشیاء مسطور بالا بعض اشیاء و خیر مذکورہ کے زمانہ عدم بلوغ میں تیار ہوتے تھے اور بعد بلوغ قطعی طور سے یہ نہیں کہا جاسکتا کہ کون کون سے قبل از بلوغ تیار ہوتے تھے اور کون سے بعد بلوغ۔ بعد بلوغ و خیر مذکورہ مورث زائد

از یک سال زندہ رہے اور کل اشیاء پر ستور بحالت موجودہ پر قبضہ مورث وہیں۔ مورث نے دختر مذکورہ کی شادی سے قبل انتقال کیا، اس صورت میں اشیاء متذکرہ بالا شرعاً متروکہ متوفی قابل ورثہ ہیں یا تنہا ملک دختر متصور ہوں گی اور مورث کی محض نیت ہیرو وصیت کی حد تک پہنچتی ہے یا نہیں؟
بیٹو! تو جروا۔

الجواب

کسی مال سے مالک کی ملک بے کسی دلیل ثابت واضح کے منتقل نہیں مانی جاسکتی۔ اگر کرام فرماتے ہیں:

لا ینزع شیء من ید احد الا بحق مشہور طور پر حق کے ثبوت کے بغیر کسی کے قبضہ ثابت معروض۔
سے چیز کو چھڑانا صحیح نہیں ہے۔ (ت)

یہ پہلے فتویٰ میں بیان ہو گیا کہ اگر لڑکی نابالغ تھی جو کچھ اس کی نیت سے بنوایا ملک دختر ہو گیا باپ کا اس نیت سے یہ تصرف ہی اس وقت قائم مقام ہے اور باپ کا قبضہ ہی نابالغ کا قبضہ ہے یہ تمام و کامل ہو گیا اور نابالغ تھی تو قبل تسلیم موت واجب سے ہے تھا بھی تو باطل رہا یہ کہ بعض نامعلوم اشیاء قبل بلوغ اس کے لئے بنائی تھیں اس کا ثبوت درکار، دختر اگر طردی نہ ہوئی مجہول دعویٰ کرتی ہے کہ کچھ میری نابالغی میں بنوایا تھا تو دعویٰ ہی مسکوع نہیں کہ دعویٰ مجہول نامقبول۔ در مختار میں ہے،

شروط جواز الدعوی معلومیۃ السال دعویٰ کے جواز کے لئے مال مدعی کا معلوم ہونا
المدعی اذ لا یقتضی بمجهول یہ شرط ہے کہ مدعی مجہول چیز کا فیصلہ درست نہیں۔ (ت)

اور اگر وہ معین اشیاء کا دعویٰ کرے مگر گواہ تعین نہ کریں تو گواہان نامسکوع کہتے مجہول پر شہادت مردود۔ عالمگیری میں ہے،

شرائطها منها ما يرجع الى المشهود به اس کی شرائط میں سے ایک یہ ہے جو مشہود بہ
وهو ان یکون بمعلوم فانت کان بمجهول سے متعلق ہے کہ وہ معلوم ہو تو اگر مجہول ہو تو لا تقبل یہ شہادت مقبول نہ ہوگی۔ (ت)

لہ در مختار کتاب الدعویٰ مطبع مجتبائی دہلی ۱۱۵/۲
لہ فتاویٰ ہندیہ کتاب الشہادات الباب الاول نوری کتب خانہ پشاور ۴۵۱/۲

ہاں اگر دختر دعویٰ بالتعین کرے اور گواہان اشیاء معینہ نہ دے سکے اور دیگر ورثہ پر حلف رکھے اور وہ حلف کر لیں دعویٰ رد ہو جائے گا اور حلف سے انکار کر دیں تو دعویٰ ثابت ہو جائے گا اور وہ اشیاء بعینہ دختر کو دلا دی جائیں گی۔

کہا ہوا الحکم المعروف فی النکول (جیسا کہ قسم کے انکار میں حکم معروف ہے۔ ت) اور اگر صورت یہ ہے کہ ورثہ خود اقرار کرتے ہیں کہ صورت نے بعض اشیاء اس دختر کی نابالغی میں اس کے لئے بنوائی تھیں تو جو جو شے معین کریں وہ ملک دختر ہوں گی ورنہ کچھ نہیں،

فان الهبة تمليك وتمليك المجهول کیونکہ ہبہ تملیک کا نام ہے جبکہ تملیک مجهول لایجوز فلاقرار بہبہ مجهولة تا جائز ہے، تو مجهول چیز کے ہبہ کا اقرار لایجوز۔ جائز نہیں۔ (ت)

چند یہ میں ہے،

قال لاخرانت فی حل مما اخذت لم يحل له الاخذ به، در مختار میں ہے،

جہالة المقر به لا تضر الا اذا مبين سببا تضره الجہالة كبیم واجترة والله تعالى اعلم۔ جس چیز کا اقرار کیا گیا اس کا مجهول ہونا مضر نہیں لیکن جب اقرار میں ایسے سبب کو بیان کرے جس میں جہالت مضر ہو جیسے بیع اور اجارہ۔ والله تعالى اعلم (ت)

مسئلہ ۱۲۱ از رام پور محلہ پل پختہ متصل زیارت مجددی میاں مسئلہ عبد الحکیم ۹ صفر ۱۲۲۲ھ و شنبہ رشوت کی تعریف اور اس کی وعید

الجواب

رشوت کے لئے فرمایا،

الراشي والمرأشي كلاهما في رشوت مینے والا اور لینے والا دونوں جستم

۱۵ فتاویٰ ہندیہ کتاب الہبہ الباب الثالث فورانی مکتب خاند پشاور ۳۸۲/۴
۱۵ در مختار کتاب الاقرار مطبع مجتہائی دہلی ۱۳۰/۲

یہ اس صورت میں ہے کہ دینے والا مستحق رہے گا کسی کا حق چھپانا اور اپنا حق نکالنے کیلئے جو دیا جائے وہ رشوت ہے اور اپنے اوپر سے دفع ظلم کر دیا جائے تو رشوت نہیں، ہاں ظالم کے حق میں وہ بھی رشوت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۲۲ مستور رحمت علی خاں از بے پور سالنگانیر دروازہ جوہری بازار وکان عبدالرحمن و عبدالغنی
خیاط ۹ رجب ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ کسی رحمت علی خاں اور اس کی زوجہ مسماۃ آبادی بیگم کے باہمی نا اتفاقی تھی چنانچہ مسماۃ کی جانب سے دعویٰ واپسی جہیز عدالت میں دائر ہو کر دس پانچ اشخاص اہل ہند متخاصمین کی جانب سے پنج مقرر ہوئے اور عدالت سے پنچان ہند کے سپرد فیصلہ کے لئے کہا گیا، پنچان نے بجائے اس کے کہ مقدمہ واپسی جہیز میں فیصلہ دیتی یہ فیصلہ صادر کیا کہ رحمت علی خاں اپنی زوجہ کو نہ طلاق دے سکے اور نہ دوسری شادی کر سکے اور نان و نفقہ میں نصف جائیداد مسماۃ کو دی جائے۔ اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ جوئے شرعاً ٹھیک اس فیصلہ کی پابندی رحمت علی خاں پر لازم ہے یا نہیں؟

الجواب

وہ فیصلہ محض مردود و باطل اور خلاف شرع و ناقابل قبول ہے، اس کا کوئی اثر فریقین میں سے کسی پر نہیں پڑ سکتا، علاوہ بریں وہ پنچایت سرے سے مردود و باطل ہے،
كما في الهداية والدر المختار و
العالمگیریة وغيرها عامة الكتب
قال الله تعالى ولن يجعل الله للكافرين
على المؤمنين سبيلا بله
جیسا کہ پدایہ، در مختار اور عالمگیریہ وغیرہ
عام کتب میں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا
اللہ تعالیٰ ہرگز کافروں کو مومنوں پر
راہ نہ دے گا۔ (ت)

ہاں شرعاً رحمت علی خاں پر یہ فرض ہے کہ یا تو عورت کو اچھی طرح رکھے یا اچھی طرح طلاق دے دے
قال تعالیٰ فامسکوهن بمهرودن او
اللہ تعالیٰ نے فرمایا، ان کو بھلائی کے ساتھ پاس

فاروقہ بن معروف۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ روک لویا ان کو بھلائی کے ساتھ جدا کر دو۔

واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۱۳۳ مسئلہ غلام گیلانی از شمس آباد کیل پور ۱۸ شعبان ۱۳۳۲ء در شنبہ

مدعی بینہ آورد امانہ قاضی یکے وجہ مقبول نشدند از وجہ قسمی یا عدم قرائن شہادت بادعوی یا یک گواہ موافق بود دیگر مخالفت مدعی دریں صورت این بینہ را کالعدم تصور بدہ بر منکر حلف عائد خواہ شدہ یا نہ فقط۔

مدعی نے گواہی پیش کی لیکن فاسق ہونے یا شہادت کے دعویٰ کے موافق نہ ہونے یا ایک گواہ موافق اور دوسرا مخالفت میں سے کسی وجہ سے قاضی کے ہاں گواہی مقبول نہ ہوئی ان صورتوں میں مدعی نے گواہی کو کالعدم قرار دیا تو کیا منکر پر قسم عائد ہوگی یا نہیں، فقط۔ (ت)

الجواب الملقوظ

پیدا است کہ دریں صورت مدعی از اقامت بینہ عاجز ماند ہرچہ برسم گواہان پیش کنند بینہ نہ باشد بینہ آنست کہ بچو اسم غ و بینہ باشد پس بطلب مدعی بلا شبہ حلف بر مدعی علیہ عائد گردد۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

اس صورت میں ظاہر ہے کہ مدعی گواہی پیش کرنے سے عاجز رہا اسی نے گواہی کے طور پر جی کو پیش کیا وہ بینہ نہ ہوئے، بینہ اپنے نام کی طرح واضح کرنے والا ہوتا ہے، پس مدعی کے مطالبہ پر مدعی علیہ پر قسم عائد ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۱۳۴ مسئلہ شمس الدین از نصیر آباد ضلع اجیر شریف مسجد گودام حرم

۱۴ ذوالقعدہ ۱۳۳۳ء در شنبہ

فتویٰ دینے کے لئے معنی کو کتنا علم پڑنا ضروری ہے اور کتنی مہارت علوم دینیہ میں ہونی چاہئے فقط۔

الجواب

حدیث و تفسیر و اصول و ادب و قدر حاجت ہیأت و ہندسہ و توقیت اور ان میں مہارت کافی اور ذہن صافی اور نظر وافی اور فقہ کا کثیر مشغلہ اور اشغال دنیویہ سے فراغ قلب توجہ الی اللہ اور نیت لوجہ اللہ اور ان سب کے ساتھ شریعہ عظم و عظیم تو فقیہ من اللہ جو ان شروط کا جامع وہ اس بحر ذخار میں شناوری کر سکتا ہے مہارت اتنی ہو کہ اس کی اصابت اس کی غلطی پر غالب ہو اور جب غلط واقع ہو جو رجوع سے عار نہ رکھے ورنہ اگر خواہی سلامت برکنا راست۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۲۵ مسئلہ محمد سلیمان طالب علم مدرسہ نعین احمدی کانپور ۳۰ محرم الحرام ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اور مفتیان شرع متین اس مسئلہ ذیل میں کہ زید صاحب جائداد کے انتقال کے قریب اس کی زوجہ مسماۃ ہندہ سے لوگوں نے کہا کہ زید کے انتقال کا وقت قریب ہے اپنا دین ہر زید کو معاف کر دو تاکہ آخرت میں اس کو مواخذہ نہ ہو، مسماۃ ہندہ مذکور نے کہا کہ اگر میں اپنا ہر معاف کر دوں تو زید کا بھائی بکر اس جائداد میں سے اپنا حصہ لے لے گا اور بقیہ جائداد مجھ کو اور میری دونوں لڑکیوں کو کافی نہ ہوگی اور ہم لوگ سخت تکلیف اٹھائیں گے، لوگوں نے کہا کہ تم معاف کر دو اور ہم ذمہ داری کرتے ہیں کہ یہ جائداد تمہارے ہی قبضہ میں رہے گی اور بکر کو ہرگز قابض نہ ہونے دیجئے چنانچہ مسماۃ ہندہ نے جس قدر ہر کہ قیمت جائداد سے زائد تھا اسی وقت زید کو معاف کر دیا، بعد اس کے زید نے انتقال کیا اور بعد انتقال زید کے جائداد زید پر قابض ہوئی اور اپنی باقی عمر اس پر مالکانہ نظر کرتی رہی، چنانچہ دونوں لڑکیوں کی شادی کے وقت کچھ جائداد کو متفرق طور پر بعد ضرورت بیچ ڈالا اور بکر برادر زید مرحوم کچھ نہیں بولا اور جب تک مسماۃ ہندہ زندہ رہی بکر نے کبھی کوئی دعویٰ پکری میں اپنے حق پانے کا نہیں کیا اور نہ کبھی ہندہ سے کہا کہ میرا حق مجھ کو دے دو البتہ اور لوگوں سے کہا کہ تمہارا حق میرا بھی اس جائداد میں حق ہے اب ہندہ نے بعد وفات زید کے تین پندہ حویں سال انتقال کیا اور بعد انتقال ہندہ کے بکر دعویٰ کرتا ہے کہ جائداد زید میں میرا حق میراث مجھ کو ملتا چلتا ہے اور منافع جائداد مذکور ہندہ کی دونوں لڑکیوں کو لینے نہیں دیتا اور کہتا ہے کہ جب تک میرا حق مجھ کو نہ دو گی تم لوگوں کو لینے نہ دوں گا۔ اس صورت میں جائداد متروکہ زید میں سے کہ جس پر اس کی زوجہ ہندہ بموضع ہر کے چودہ پندہ بری قابض و متصرف مالکانہ رہی ہے شرعاً بکر کو حق مل سکتا ہے یا نہیں؟ بیٹنوا بامسند و انکتاب توفیروا من دین الاسما باب (۱) سند اور کتاب سے بیان کیجئے، رب الارباب سے اجر دے جاؤ گے۔ تا

الجواب

صورت مستفسرہ میں بکوکا دعویٰ مدفوع اور اصلاً نامعلوم، شیخ الاسلام ابو عبد اللہ محمد عبد اللہ غزالی قمری نے اپنے فتاویٰ میں تصریح فرمائی ہے کہ،

والسنة الدعوى بعد ثلاث سنين قطعاً للحيل
والنزير والاطمار الفاسدة (ملتقطاً)۔
جیل سازی، جھوٹ اور فاسد لالچ کے احتمال
کی وجہ سے عین سال کے بعد دعویٰ قطعاً
قابل سماعت نہ ہوگا (ملتقطاً)۔ (ت)

اسی طرح بغیر دعوہ والدیر و رد المختارہ غیر میں ہے، والمتفصیل فی فتاویٰ (اور اس کی تفصیل پہلے
فتاویٰ میں ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۲۶: مسئلہ ناصر الدین خاں ساکن پٹی بھیت محلہ بشیر خاں ۲ صفر ۱۳۲۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید اور عمرو کے دروازوں کے
سامنے ایک اراضی چودہ فٹ چار انچ طویل اور پانچ فٹ نو انچ عرض بغرض مرود کے ہے، عرصہ
پندرہ سولہ سال سے زید نے بجائے دروازہ کے کھڑکی کر لی اور اس سے آمد و رفت جاری رکھی،
پھر زید نے اس کو تقریباً ایک سال تک بند رکھا اور اسی حالت میں اپنے مکان کا بیخمار مع جملہ حقوق
داخلی و خارجی کے بکوکو کر دیا اور اس بیخمار میں اس کھڑکی کا ذکر نہیں اور اس بیخمار میں دوسری کھڑکی کا
بھی ذکر نہیں ہے جو اس مکان میں دوسری طرف لگی ہوئی ہے بکرنے مکان خریدنے کے بعد کھڑکی کھول لی
جس کو تقریباً تیرہ چودہ سال ہوتے اب عمرو نے اس اراضی کو اپنے گھر میں عرصہ تین ماہ سے ڈال لیا ہے
اور ایک دروازہ جدید اراضی مرود میں نکالیا ہے جو ملاحظہ نقشہ سے ظاہر ہوگا، آیا زید کو اپنی کھڑکی
کھولنے کا حق تھا یا نہیں اور اگر حق حاصل تھا تو وہی حق مشتری بکوکو حاصل ہے یا نہیں اور عمرو اس
ارضی کو اپنے مکان میں الحاق کرنے کا مجاز ہے یا نہیں؟

الجواب

عمرو کو کوئی استحقاق اس زمین کے الحاق کا نہیں، یہ سراسر ظلم ہے اور اس سے باز آنا اس پر

لے رد المختار	کتاب القضا	فصل فی الحبس	دار احیاء التراث العربی بیروت	۳۳۳/۴
المعقود الدیریۃ	کتاب الدعوی	ارگ بازار قندھار افغانستان		۲/۲
فتاویٰ بغیرۃ		دار المعرفۃ بیروت		۲۸/۲

واجب اور بکواسی کھڑکی کے کھولنے کا اختیار رکھتا ہے مکان میں جمیع حقوق اس نے خریدے ہیں۔
 میں یہ مرد بھی ہے عمرو و بکر دونوں کو یکساں اس میں حق مرور حاصل ہے عمرو کا اس میں دیوار قائم کرنا
 تصرف باطل ہے اور اس کا انہدام لازم۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں، لیس لصاق
 ظالم حق (ظالم کے دخل کا کوئی حق نہیں۔ ت) دروازہ جدید کہ عمرو نے نکالا ہے اس
 کے نکلانے کا اس کو اختیار حاصل ہے کہ وہ اندر کی جانب نہیں باہر کی طرف ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۲۷۔ مسئلہ اکبر خاں ساکن ریاست رامپور محلہ جھنڈا بڑے پیر صاحب

۲۶ ربیع الآخر ۱۳۳۵ھ

مقدمہ عباسی بیگم زوجہ عنایت احمد خاں و عنایت احمد خاں ولد عبد الرحیم خاں بنام کریم بخش ولد
 کریم بخش دعویٰ یہ کہ مدعا علیہ نے مدعیہ کی اراضی مرور ۲ اگرہ عرض اور ۲ گز ۲ اگرہ طویل دبا کر دیوار بنالی
 محکمہ دیوانی نے گواہان مدعی کا بیان ناقص و مجہول و باہم مختلف و نیز مخالفت دعویٰ مان کر یکسر خارج کیا
 محکمہ جی سے صرف چار گزہ کی ڈگری ہوئی کہ اس قدر میں مدعیہ کو مردہ نکالنے کی وسعت ہو جائے گی محکمہ
 عالیہ اپیل سے شہادت مدعیہ راجع محکمہ اکل دعویٰ ڈگری فرمایا یہ تمام تجویزی مع نقول باضابطہ گواہان فریقین
 بار الاقا میں حاضر کر کے استدعا ہے کہ اس صورت میں جو حکم شرعی ہو ادا شد ہو۔ جینو اتھورا۔

الجواب

ان الحکمہ الا للہ (حکم صرف اللہ تعالیٰ ہی کا ہے۔ ت) حکم اگر شریعت کے لئے ہے اور بیشک
 حکم شریعت ہی کے لئے ہے حکام اگر اس کے لئے مقرر ہوتے ہیں کہ مطابق شرع فیصلہ کریں اور بیشک وہ
 اسی کے لئے مقرر ہوتے ہیں اور یہی ان کا فرض ہے تو شریعت مطہرہ نے قاضی کے حضور ثبوت دعویٰ کے
 صورت میں طریقے رکھے ہیں، جینہ، اقرار، انکول، اور جہاں تینوں معدوم ثبوت معدوم اور قضا بحق
 مدعی نامکن۔ فتاویٰ امام اجل قاضیخان میں ہے،

القاضی انما یقضی بالحجة والحجة وہی قاضی صرف حجت کی بنا پر فیصلہ کرے گا اور حجت
 البینة او الاقرار او انکول یہ صرف گواہی یا اقرار یا قسم سے انکار ہے (ت)

لہ السنن الکبریٰ فیہی کتاب القصب باب لیس لعرق ظالم الخ دار صادر بیروت ۹۹/۶
 صحیح البخاری کتاب المحرمات ۳۱۳/۶ و سنن ابی داؤد کتاب الخراج ۸۱/۶

لہ القرآن الکریم ۵۴/۶

لہ فتاویٰ قاضیخان کتاب الوقف نوکسور بکھنو ۴۲۲/۳

فتاویٰ خیریت کتاب القاضی الی القاضی باب خلل المحاشرو السجلات دار المعرفۃ بیروت ۵۱۹/۶

محکمہ دیوانی نے شہادت مدعیہ کو بخروج کیا محکمہ ججی نے اول جرح کو مقبول رکھا کہ مفتی صاحب نے گواہان مدعی پر اعتبار نہیں کیا ہے جتنا ہے معقولہ روایات شرعیہ سے محکمہ اپنی رائے کو فرمایا ہے ظاہر دیوار کا بڑا ہونا اگر معلوم ہو تو یہ مدعیہ کو کچھ نافع نہیں۔ اندر دین جاریہ و غیرہ عامہ کتب میں فرماتے ہیں :

الظاهر یصلح حجة للدفع للاستحقاق۔ ظاہر حال دفاع کے لئے حجت بنانے کی صلاحیت رکھتا ہے استحقاق کے لئے نہیں۔ (دست)

یہ مصلحت کہ مدعیہ مردہ نکال سکے کوئی حجت شرعیہ تو شرعیہ عرفیہ بھی نہیں کوئی اپنی مصلحت کے لئے بلا ثبوت شرعی پرایا مال نہیں لے سکتا یہ فرمانا کہ گواہان ثبوت سے کم از کم جس قدر زمین کا ڈال لینا پایا جائے اس قدر تحکیہ کر دینا چاہئے حکم شریعت سے اصول مطابق نہیں جس کا بیان ابھی آتا ہے پھر فیصلہ خود بھی اس کے خلاف ہے ہمارے سامنے سات گواہان مدعی کے اظہار میں بشیر حسن خاں، رفیق محمد خاں، ممتاز الدین خاں، عطاء اللہ خاں، مشتاق حسین خاں، ممتاز علی خاں، حفیظ حسن خاں، اودھ اعظمی عاشق حسین خاں جس کا بیان نہ ہوا، ان میں سے ممتاز الدین خاں نے تو کوئی مقدار بیان ہی نہ کی اور اس کی نسبت محکمہ عالیہ اپیل نے بھی اسی قدر لکھا کہ ممتاز الدین خاں کی شہادت مجہول ہو بھی تو اود بہت سی شہادت موجود ہے باقی کسی کے بیان میں دس گروہ سے کم عرض نہیں اور ڈگری صرف چار گروہ پر دی گئی جس سے صاف ظاہر کہ محکمہ ججی نے بھی وہ شہادتیں قبول نہ فرمائیں جیسا کہ ان کی بے اعتباری کو جتنا ہے معقولہ روایات شرعیہ سے محکمہ کو نہ فرمایا ہے ورنہ کوئی وجہ نہ تھی کہ ثابت دس گروہ ہو اور ڈگری چار گروہ کی۔ لا حشرم وہی لحاظ مصلحت ہوتی ہے کہ مردہ نکل سکے یہ ایک نیک صلاح ہے کہ کسی طرح حکم کی حد میں نہیں آسکتی، یہیں سے تجویز محکمہ عالیہ اپیل کے اس جملہ کا جواب واضح ہو گیا کہ ظاہر ہے کہ صاحب بیج بہادر نے مدعیوں کی شہادت کو مانا ہے محکمہ عالیہ نے خود بجانب شہادت توجہ فرمائی محکمہ دیوانی کے اعتراضات میں بعض کے جواب دیئے بعض کے جواب سے اعراض کرتے ہوئے فرمایا کہ اور بہت سی شہادت موجود ہے ان تمام اعتراض و جواب اور ان کے مالہ و ماہلیہ پر بحث موجب طویل ہے اور بیان حکم حکم شرع مطہر کے لئے اس کی حاجت نہیں یہاں صرف اس قدر کہنا کافی ہے کہ محکمہ دیوانی نے شہادتوں کو ناقص و مجہول و مختلف و مخالفت دعویٰ فرمایا اور وہ بیشک ایسی ہی ہیں ان کے وجہ

اختلال کثیر و وافر ہیں جن کی تفصیل موجب تطویل۔ ہم صرف اس قدر پر اقتصار کریں کہ ان میں سے کسی نے بھی ایک شے معین اور ایک شخص معین پر شہادت نہ دی جس پر قضا ممکن ہو لہذا یکسر جہل و ناتواں عروج ہیں۔ بیان بشیر حسن خاں کچھ نادر تھا کچھ زمین ہے چوڑا و دونوں کا تھینا دس یا بارہ گروہ اور وہ زمین آٹھ یا نو گز لمبی ہے پوٹھیا کریم بخش نے اپنے مکان میں داب لی ہے، کریم بخش کی ولایت نہیں معلوم۔ اراضی مذکور کریم بخش نے اپنے مکان میں اندر تین پونے تین برس ہوئے منظر کے سامنے ڈالی ہے۔

بیان محتار الدین خاں مدعی کی برکھٹ کے برابر دو پوٹھے تھے، بائیں ہاتھ کا پوٹھا دس یا بارہ گروہ چڑا ہے اس میں سے نکل کر مدعی کا پر نالہ آیا ہے مدعا علیہ ہیں وہ یا کیا جن کا نام اور ولایت منظر کو نہیں معلوم منظر ان کو پہچانتا ہے ان کے مکان کی دیوار گرتی جاتی تھی اور وہ بڑھاتے جاتے تھے انہوں نے مذکور پوٹھا دیا لیا۔

بیان سرفیق محمد خاں عباسی بیگم کی ملوکہ مقبوضہ زمین تھینا دس یا بارہ گروہ عرضاً اور طولاً تھینا آٹھ نو گز کریم بخش نے دبا لی ہے، کریم بخش کے باپ کا نام یاد نہیں منظر اس کو پہچانتا ہے۔

بیان عطاء اللہ خاں عباسی بیگم کے مرد کی اراضی میں سے آٹھ گروہ اور چار گروہ بنالی کی کل دس یا بارہ گروہ اراضی چوڑی اور نریا پونے نو گز لمبی کریم بخش مدعا علیہ نے اپنے مکان میں ڈال کر دیوار بنالی ہے جس کی وجہ سے دکھن دُرخ کا پکا پھر کھنچا پوٹھا مدعیہ کے دروازے کا دیوار میں دب گیا ہے مذکورہ زمین عباسی بیگم اور ان کے شوہر عنایت احمد خاں کی ہمیشہ سے ملوکہ مقبوضہ چلی آئی ہے کریم بخش مدعا علیہ کے باپ کا نام نہیں معلوم، منظر اس کو پہچانتا ہے، اراضی مذکور کو ڈالے ہوئے تھینا تین سال کا عرصہ ہوا مدعا علیہ نے اراضی مذکور کو ایک وقت میں نہیں ڈالی تھوڑی تھوڑی ڈالی، آخری مرتبہ کو مدعا علیہ نے جو اراضی ڈالی ہے اس کو تین سال ہوئے۔

بیان مشتاق حسین خاں کوئی عرصہ تین یا چار سال کا ہوا تھینا کریم بخش مدعا علیہ نے تین یا چار گروہ تھینا نالے اور سات یا آٹھ گروہ راستہ میں سے کل دس یا بارہ گروہ چوڑی اور آٹھ یا نو گز لمبی زمین ڈالی کر دیوار بنالی ہے مذکورہ بنالی اور زمین ملوکہ مقبوضہ عنایت احمد خاں اور ان کی زوجہ عباسی بیگم مدعیہ کی ہے، کریم بخش کی ولایت نہیں معلوم، منظر اس کو پہچانتا ہے، پہلی مرتبہ جو منظر کے سامنے دیوار بنی اس کو تھینا چار برس کا عرصہ ہوا دوسری بار بننے کو تھینا سال بھر ہوا۔

بیان مہستا نر علی خاں عرصہ تھینا تین چار برس کا ہوا کہ کریم بخش مدعا علیہ جس کے باپ کا نام نہیں معلوم، منظر اس کو پہچانتا ہے، اس نے چار گروہ نالی کی زمین اور آٹھ گروہ راستہ کی زمین چوڑی اور نو یا آٹھ گز لمبی لے کر اپنے مکان میں ڈال لی ہے۔

بیان غفور حسین خاں عرصہ تھینا تین چار سال کا ہوا کہ تین چار گروہ نالی کی زمین نوہ سات آٹھ گروہ راستہ کریم بخش نے اپنے مکان میں ڈال لیا، منظر کریم بخش کی ولایت نہیں جانتا کریم بخش کو پہچانتا ہے، جو زمین کریم بخش نے ڈال لی ہے یہ مولوی عنایت احمد خاں مدعی کے قہقہ میں تھی۔ یہ ان تمام بیانوں کا خلاصہ ہے ان میں جو وجہ اختلاف ہیں خادم فقہ پر غنمی نہیں مگر یہ دو اجمال ان سب کو شامل ہیں کہ ان میں کسی نے نہ شخص معین پر شہادت دی ہے نہ شے معین پر، اولی اس لئے کہ مدعا علیہ کی طرف نہ اشارہ کیا نہ ولایت بتائی، ولایت بتائی درکنار بالا اتفاق

سب نے ولایت جاننے ہی سے انکار کیا ایسی شہادت مجہول اور محض ناقابل قبول۔ عالمگیری میں ہے،
 شرط الخصاف ذکر الجہد للتعین یفہم و
 ہکذا ذکر فی شروط، ومن مشایخنا
 من قال هذا قول ابی حنیفہ و محمد
 رحمہما اللہ تعالیٰ اما علی قول ابی یوسف
 رحمہ اللہ تعالیٰ ف ذکر الاب یکنی کذا
 فی الذخیرۃ والصحیح ان النسبۃ الی
 الجہد لا بد منها کذا فی البحر الرائق
 امام خفاف نے شناخت کے لئے جہد کے ذکر کو شرط قرار دیا ہے اور شروط میں یوں ذکر فرمایا ہے
 اور ہمارے بعض مشائخ نے فرمایا یہ امام ابو حنیفہ
 اور امام محمد رحمہما اللہ تعالیٰ کا قول ہے جبکہ
 امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول پر شناخت
 کے لئے باپ کا ذکر کافی ہے، ذخیرہ میں یوں ہے
 اور صحیح یہ ہے کہ دادے کی طرف نسبت شناخت
 کے لئے ضروری ہے، بحر الرائق میں یوں ہے (ت)

دوم جس نے کہے متردد لفظ کے دس یا بارہ گروہ، آٹھ یا نو گز یا پنے نو گز، تین یا چار گروہ، سات یا آٹھ گروہ۔ یہ نفس مشہودہ میں جہالت و موجب رد و بطلان شہادت ہے۔ یہ نہیں کہ ایسی جگہ کم سے کم مان لیں گے، نہیں بلکہ بالکل رد کر دیں گے۔ عالمگیری میں ہے،

اذا ادعی بالفاسیۃ دوازدہ درم و شہد
 الشہود انت لهذا المدعی علی هذا
 جب کسی نے فادسی میں بارہ درم کا دعویٰ کیا اور
 گواہوں نے گواہی دی کہ اس مدعی کے

المدعی علیہ وہ دوازدہ درہم لا تقبل لہ مکات
 الیہ ہالہ ، وکذلک اذا ادعی وہ دوازدہ درہم
 لا تقسم دعوائہ وکذلک اذا ذکر التاسیخ
 فی الدعوی علی ہذا الوجه بامت قال
 ایں عین ملک میں ست ازودہ دوازدہ سال
 فانہ لا تقسم دعوائہ ، وکذلک اذا ذکر
 الشہود التاسیخ فی شہادتہم علی ہذا
 الوجه لا تقبل شہادتہم کذا فی الذخیرۃ۔

لہذا شہادتیں سب مردہ اور دعویٰ محض بے ثبوت وہ واجب الرد اور فیصلہ مفتی صاحب لازم القبول
 حکم شرعی یہ ہے اور حکم نہیں مگر شرع کے لئے ۔ واللہ تعالیٰ اعلم
 ۱۲۸ھ ۲۵ شعبان ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جندہ اور نصیبہ نے اپنے ترکہ پردی کے تقسیم کا
 دعویٰ عمرو برادر خورد اور مسکاة زبیدہ خاتون بیوہ اور بکر پسر زبیدہ برادر کلاں کے نام دائر کچری کیا۔ زبیدہ خاتون
 بیوہ اور بکر پسر مدعا علیہا مجیب ہوئے کہ ترکہ منظرہ مدعیات غلط اور غیر صحیح ہے جس قدر جز ہمارے عورت
 زید کا ملوکہ مقبورہ چالیس سال کا ہے وہ مستثنیٰ ہو کہ جس قدر مرد کہ پردی مدعیات ثابت کریں اس کے
 تقسیم میں کچہ عذر نہیں ہے۔ عمرو برادر خورد مدعا علیہ بوجہ سازش مدعیات ضمن مقبل دعویٰ اور ظاہر
 ایک جزو کا بذریعہ حشر یا ز مدعیات مدعا علیہا ع و ع کا دعویہ اور ہوا کچری سے مطابقت نتیجاست
 ہر ایک سے بقدر دعویٰ کے ثبوت و تردید طلب ہوا۔ مدعیات نے ایک مرتبہ گواہ طلبی بذریعہ کچری کر کر
 بعد عدم تعلیل ضمن ثبوت داخل کرنے سے گریز کیا مگر بذریعہ سمن طلبی گواہان کا اگر تاریخ موجود پر گواہان
 حاضر کو ہدایت حاضری تاریخ ثانی بعد عدم حاضری جملہ گواہان کچری سے رخصت کرادیا۔ مدعا علیہ
 سمن جملہ گواہان حاضر کچری کرائے گئے اور باوجود حاضری گواہان یہ کچری بدیں مضمون درخواست پیش کی
 کہ گواہان کا اعتقاد نہیں ہے لہذا جملہ مدعا علیہم مجیب سے حلف لے لیا جاتے ، پس دریافت طلب امر
 یہ ہے کہ بحالت موجودگی گواہان در مجلس قضاء مدعیات کا انحصار بکلف مدعا علیہم مجیب شرعاً صحیح ہے یا

غیر صحیح اور صورت مسئلہ میں مدعا علیہا مجیب پر حلف متوجہ ہوتا ہے یا نہیں، دوسرے جبکہ مدعیات اپنے دعویٰ کو ثابت نہ کر سکیں تو اب مدعا علیہا عداوت کو اپنی جوابدہی کے موافق ثبوت دینے کی ضرورت باقی رہی یا نہیں؟ بیٹھا تو جہد۱۔

الجواب

صورت مستفسرہ میں مدعیات کا مدعا علیہم سے حلف طلب کرنا صحیح نہیں مدعا علیہم پر حلف متوجہ ہو۔ بحر الرائق میں ہے :

ان لم تکن للمدعی بیئۃ حلف القاضی
المدعی علیہ بطلب المدعی لقولہ صلی
اللہ تعالیٰ علیہ وسلم للمدعی الی بیئۃ
قال لا فقال للک یمینہ سأل وقتب الیمین
علی فقد ان البیئۃ۔

اگر مدعی کے پاس گواہ نہ ہوں تو پھر قاضی مدعی علیہ سے قسم کا حلف لے اگر مدعی طلب کرے کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مدعی کو مشہد فرمایا کیا تیرے پاس گواہ ہیں، اس نے کہا نہیں، فرمایا تجھے اس کی قسم لینی ہوگی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ

والسلام نے خود سوال مشہد فرمایا اور مرتب فرمایا کہ قسم گواہ نہ ہونے پر ہے۔ (د ت)

اسی میں ہے :

ثبوت الحق فی الیمین مرتب علی العجز
عن اقامة البیئۃ بما رویناک فلا یکون
حقہ دونہ۔

قسم کا حق گواہ پیش کرنے سے عاجز ہونے پر مرتب ہوتا ہے اس حدیث کے سبب جو ہم نے روایت کی ہے کہ اس عجز کے بغیر قسم کا حق نہ ہوگا۔ (د ت)

در مختار میں ہے :

لو حاضریۃ فی مجلس الحكم لم یحلف
اتفاقاً۔

اگر وہ قاضی کی مجلس میں حاضر ہوں تو بالاتفاق قسم لینا جائز نہیں (د ت)

جب مدعی اثبات دعویٰ سے عاجز ہو، منکر کو ثبوت دینے کی حاجت نہیں،

۲۰۳/۷	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	کتاب الدعوی	۱۷ بحر الرائق
۲۱۰/۲	"	"	"
۱۱۹/۲	مطبع مجتبیٰ دہلی	"	۱۷ در مختار

فان البينة على من ادعى واليمين على من
انكره والله تعالى اعلم۔
کیونکہ گواہ پیش کرنا مدعی پر اور قسم مدعی علیہ پر
ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۱۲۹ از سہرام ضلع گیاندار دروازہ مدرسہ قادریہ صاحب ۳۳ شوال ۱۳۲۵ھ
ایک مسجد محلہ مار دروازہ میں واقع ہے جس کے اتر جانب کی دیوار اسے ایک ہندو علوانی نے
اپنا مکان مسجد مذکور کی دیوار سے دیوار ملا کر اس طرح اٹھایا کہ جس سے مسجد کے اتر جانب ایک
فرخانہ بھجری نما ہوا کے لئے ایک کھڑکی تھی اس کو اپنی نو دیوار سے بند کر دیا ہے جس سے ہوا یا مکمل
بند ہو گئی ہے اب نمازیوں کو بسبب بند ہو جانے ہوا کے از حد تکلیف ہے اور جانب اتر و پورب کچھ
اینٹ دیوار چھید فیصل مسجد پر زیادہ کر کے بنایا ہے جو قریب دو پارچے کے ہوگی مسجد کی فیصل پر اس کی
اینٹ چرخی ہوتی ہے اور ایک جانب پورب سے وہ ناگزیر معلوم ہوتی ہے یہ مسجد زمانہ چھین برس کی
ہی ہوتی ہے اس نے آج یہ نیا کام بنایا ہے، اذہوئے شرع شریف اس میں کیا حکم ہے؟

الجواب

اگر کوئی شخص دیوار مسجد کے متصل اور اسی کی ہوا میں دیوار اٹھائے تو کتنی ہی بلند کرے
اسے حافض نہ ہوگی کہ خاص اپنی ملک میں تصرف کر رہا ہے اور مسجد کا کوئی ضرر نہیں نمازیوں کے لئے
ایک طرف کی ہوا رکنا کوئی ضرر نہیں جس کے سبب کسی شخص کو اپنی ملک میں تصرف سے روکا جائے۔
جامع الفصلین میں ہے:

اراد ذو الساحة ان يبنى فيها ويرفع
بناءه فقال ذوالبناء انك تعد على الربيع الشمس
فلا ادعك ترفع البناء فله منعه لافي ظاهري
المرأية لان ذوالساحة منعه عن الانتفاع
بمنك ولم يثلف عليه ملحقاً

خالی جگہ پر مالک تعمیر کرنا چاہتا ہے اور عمارت
بلند کرتا ہے تو دوسری عمارت والا اعتراض کرتے
ہوئے کہتا ہے تو ہوا اور دھوپ کو مجھ پر بند
کر رہا ہے اس لئے میں تجھے عمارت بلند نہ کرنے

عہ اصل میں اسی طرح ہے۔

۲۲۲/۱	قدیمی مکتب خانہ کراچی	کتاب الیمن	صحیح البخاری
۱۶۰/۱	ایم کی اینی دہلی	الجواب الاحکام	جامع الترمذی
۲۵۲/۱۰	دارصادر بیروت	کتاب الدعوات	السنن الکبریٰ

ولا منفعة فلا يمتنع كرجل له شجرة
يستظل بها جارية ايراد قلعه لا يمتنع منه
ولو تضر به جارية اذ من باب الشجرة
بالقلم يمتنع عن الانتفاع بملكه
هنا جگر دالے کو عمارت بلند کرنے سے منع نہیں کیا جائے گا، جیسا کہ ایک آدمی کا درخت جس سے ہڑوس
والے کو سایہ حاصل ہوتا ہو درخت والے کو اس کے اکھاڑنے سے نہیں روکا جاسکتا، حالانکہ ہڑوسی کو اس
سے ضرر ہے، کیونکہ درخت کا مالک اکھاڑ کر اپنی ملکیت سے دوسرے کے نفع کو روک رہا ہے۔ (د ت)
فتح القدير رد المحتار میں ہے:

والحاصل ان القياس في جنس هذه
المسائل ان يفعل الثالث ما بدله مطلقا
لانه متصرف في خالص ملكه لكن ترك
القياس في موضع يتعدى ضرره الى غيره
ضررا فاحشا وهو المراد بالبين وهو ما يكون
سببا للهدم، او يخرج عن الانتفاع بالكلية
وهو ما يمتنع العواجب الاصلية كفسد
الضوء بالكلية واختار الفتوى عليه
فاما التوسع الى منع كل ضرر ما فيفسد
باب انتداع الانسان بملكه كما ذكرنا
قرينا.

لیکن ہر قسم کے ضرر کی وجہ سے منع کو وسیع کرنا اس سے تو انسان کا اپنی ملکیت سے انتفاع کا دروازہ
بند ہو جائے گا، جیسا کہ قریب ہم ذکر کر چکے ہیں۔ (د ت)

- ۱۔ جامع الضررین الفصل الخامس والثلاثون اس کی کتب خانہ کراچی ۲۶۶/۲
۲۔ فتح القدير مسائل مشتی میں کتاب القضاة مکتبہ زریہ وغریب سکھر ۴۱۵/۶
۳۔ رد المحتار کتاب القضاة مسائل مشتی دار احیاء التراث العربی بیروت ۳۶۱/۴

جامع الفصولین میں ہے ،

للقعود من الحوائج الاصلية والشمس
والرياح من الحوائج الزائدة۔

روحانی حوائج اصلہ میں سے ہے اور دھوپ
اور ہوا حوائج زائدہ میں سے ہے۔ (دست)

البتہ اگر دیوار مسجد کا کوئی حصہ اگرچہ جو بھرا سس کی دیوار نے دبا لیا ہے تو اس جزر دیوار کا ازالہ و ہدم
لازم ہے ، در مختار میں ہے ،

يجب هدمه ولو على جدار المسجد
بحر الرائق میں ہے ،

اس کا گرانہ واجب ہے اگرچہ مسجد کی دیوار پر ہو۔ (دست)

اذا كان هذا في الواقع فكيف بغية فمن
بني بيتا على جدار المسجد وجعل
هدمه والله تعالى اعلم۔

جب یہ حکم واقع میں تو غیر میں کیسے نہ ہو ، تو جن
نے مسجد کی دیوار پر کمرہ بنایا اس کا گرانہ واجب
ہے ۔ واللہ تعالیٰ اعلم (دست)

مسئلہ ۳۰۰ از چارچراں ریاست بہاولپور تحصیل خان پور مرسلہ مولوی محمد یار صاحب ، ربيع الثانی ۱۳۸۵ھ
چہ فرمایند علماء دینی اندیشہ صورت کہ زید در
قطر اراضی بعد ثبوت استحقاق شفعو با عمرو
چنین اظهار کردہ مصرقہ اراضی را براں قدر کو صرف
کردی انہیں جانب وصول کردہ ازین قطعہ
اراضی بیزاد شمر ۔ عمرو ازین دعوی زید انحراف
کلی و زیدہ انکار قطعی نمود پس زید بعد ادلتے
فیس کہ شرط استماع دعوی ست دعوی خود
بعرض عدالت کردہ پس از حصول دعا در بارہ
فیس ہذا کہ وقت عسر رضی دعوی ادایشش
ساخت ازینے قانون گورنمنٹی مطالبہ اشش

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اسی مسئلہ میں کہ زید نے
اپنے لئے شفعو را انہی کے استحقاق کے بعد عمرو
خریدار سے کہا کہ تو نے جو کچھ اس زمین پر صرف کیا ہے
اتنا مجھ سے وصول کر کے زمین چھوڑ دے ، عمرو نے
زید کے دعوی کو تسلیم نہ کرتے ہوئے زید کے مطالبہ
سے قطعی انکار کر دیا تو زید نے فیس کو رٹ وغیرہ ادا
کر کے جو کہ دعوی کے لئے شرط حق اپنا دعوی عدالت
میں پیش کر دیا تو زید نے اپنا مدعی عدالت سے حاصل
کر لیتے یعنی اپنے حق و گوی ہو جانے کے بعد عمرو پر
مقدمہ کی فیس کا دعوی کر دیا جس کا گورنمنٹ کے

جامع الفصولین الفصل الخامس والثلاثون اسلامی کتب خانہ کراچی ۲۶۷/۲
کتاب الوقت مطبع مجتہدانی دہلی ۳۷۹/۱
فصل احکام المسجد ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲۵۱/۵
در مختار
بحر الرائق

برعمر وقائم نمود پس این چنین مطالبہ فیس کہ جو از شس
مسوب بود اناج سست عند الشریع صحیح سست یا
نہ۔ بیضا تو جہودا۔

قانون کے مطابق عمر کو دوا کرنا لازم آتا ہے تو کیا ایسے
مروج قانون کے مطابق زید کو عمر دے یہ فیس وصول
کرنا درست ہے یا نہیں؟ شرعاً کیا حکم ہے؟ بیضا تو جہودا (د)

الجواب

آزاد کہ حکم شریع مطہر در کثرت نزد شریع شریف خرچ
مدعی بر مدعی علیہ عامہ نتوان شدہ گو مدعی حق باتش
اگر بے رضایت گیرد مدعا علیہ از دوا پس قائل گرفت
اگر نہ بد مواخذہ و مطالبہ برگردنش مانع در حق و الیہ
فرمود من اجل کفیل آخر عند زید بدین معلوم ثم
طلبہ خرید بہ والنہ بہ لدی القاضی،
قطب الرجیل من خرید ان یہملہ بہ فانی
الا ان یدفع لہ الرجیل قدر ما صرفہ
فی کلفة الالتزام قد فعلہ ثم دفع لہ
المبلغ المكفول بہ و یرید الرجیل مطالبہ
خرید بما قبضہ خرید منہ من کلفة الالتزام
فہل ذلک؟ (الجواب) نعم حیث الحال ما ذکرہ واللہ تعالیٰ اعلم
پر خرچ شدہ رقم ادا کر دے تو تجھے مہلت دے دوں گا، اس پر کفیل شخص نے خرچہ کی رقم ادا کر دی پھر
مہلت کے مطابق وہ رقم جس کی کفالت تھی زید کو ادا کر دی اس پر قہ پر کفیل نے زید سے مطالبہ کیا کہ مقدمہ
کے خرچہ کی رقم جو تو نے وصول کی وہ مجھے واپس کرے آیا اس واپسی کے مطالبہ کا کفیل شخص کو حق ہے جواب
دیا گیا مذکورہ حالی پر حق حاصل ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (د)

مسئلہ ۱۳۱ از ریاست رامپور محلہ محل موتی خان ۲۷ شوال ۱۳۲۶ھ

زید نے اپنے نابالغ بچے بھو کے مقدمہ میں بچوں کو حکم کر دیا تو آیا باپ بیٹے کے مقدمہ میں کسی کو حکم
کر سکتا ہے یا نہیں؟ اور فیصلہ پختائیت قابل پابندی ہے یا نہیں؟

الجواب

باپ کا اپنے نابالغ بچے کے مقدمہ میں کسی کو حکم کرنا جائز ہے مگر وہ فیصلہ اگر خلاف شرع ہو جیسا کہ مقدمہ متعلقہ سوال میں ملاحظہ فیصلہ سے ظاہر ہوا تو وہ اصلاً قابلِ پابندی نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۳۲ از رامپور

چند آنے وحیدی پر دعویٰ حق زوجیت کا کیا، وحیدی کو زوجہ چند آنے سے انکار ہے مدعی کی طرف سے جو گواہان گزرے ہیں ان میں سے احسان الحق و اشتیاق احمد اپنے آپ کو گواہانِ نکاح قرار دیتے ہیں جن کے بیان شامل سوال ہذا میں مفتی صاحب نے انی نے علیہا کما اجازت دینا قرار نہیں دیا ہے تو یہ مفتی صاحب بھی ہمراہ سوال ہے بعض علماے رامپور نے مفتی صاحب کی تجویز فیصلہ کے خلاف فتویٰ دیا ہے اس سے نقل فتویٰ رامپور: کیا فرماتے ہیں علماے دین، زید نے اپنی بیوی ہندہ کے رخصت کر پانے کی نالش حالت میں برہنہ نقل رجسٹر نکاح خواں و گواہی گواہان و ترکی اور گواہان نے یہ بیان کیا کہ جلسہ نکاح منعقد ہوا اور ہندہ نے ہم سے یہ کہا کہ میرا نکاح زید کے ساتھ پڑھاوا اور ہم کو اپنے نفس کا اختیار دیا ہم لوگ نکاح کے گواہ تھے اور غلام بردہ وکیل تھے چنانچہ ہم نے وکیل سے کہہ دیا اور وکیل نے قاضی سے کہہ دیا قاضی نے نکاح پڑھا دیا اور بعد نکاح پورا رہے اور شیرینی تقسیم ہوئی اور ہندہ زید کے یہاں بعد نکاح کے حسبِ رواج زمانہ رہی۔ پس ایسی حالت میں نکاح صحیح شرعی ہندہ کا زید کے ساتھ ہو گیا یا کہ نکاح فضولی ہے بوجہ عدم اجازت ہندہ کے صحیح نہیں ہوا بیہودہ ورجو۔

الجواب: سبحانہ الموفق بالصدق والصواب (وہ پاک ذات صدق و صواب کی توفیق دینے والی ہے۔) صورت مسئلہ میں نکاح صحیح و شرعی ہندہ کا زید کے ساتھ ہو گیا اس لئے کہ بیان گواہان سے معلوم ہوتا ہے کہ جلسہ نکاح منعقد ہوا اور حسبِ قاعدہ رواج نکاح ہوا اگر نکاح بطور فضولی کے منعقد ہوا ہے تو اجازت ہندہ کی بعد نکاح کے ثابت ہے اس لئے کہ جلسہ نکاح کا منعقد ہونا اور کثیر لوگوں کا جمع ہونا اور ہندہ کا اجازت دینا نکاح پڑھوانے کی یہ دلیل اس امر کی کافی ہے کہ ہندہ کو علم نکاح کا ہوا اور بعد نکاح کے ہندہ کا بمکان زید رہنا یہ فعل ضرور دلیل اجازت ہندہ بعد نکاح کے ہے، اور برائے اجازت یہ ضروری نہیں ہے کہ اجازت قول سے ہی ہو بلکہ فعل سے بھی اجازت ہونا کافی ہے وہ یہاں متحقق ہے لہذا نکاح صحیح و شرعی زید کے ہندہ کا ہو جانا یقینی ہے۔ چنانچہ فتاویٰ عالمگیری میں ہے: وثبت الاجازۃ للنکاح الفضولی بالقول و فضولی کے نکاح کی اجازت قول اور فعل سے ثابت (باقی بر صفحہ آئندہ)

کی نقل بھی حاضر کی جاتی ہے، اب علمائے محققین سے عرض ہے کہ آیا تجویز مفتی صاحب دیوانی صحیح ہے یا استفسار۔ اور جو بیانات فقہ کس واسطے کے مثبت ہے، اور یہ بھی واضح رہے کہ گواہان مذکور سے مسماۃ وحیدہ بیگم کا کوئی بھی رشتہ نہیں ہے جس سے کہ باہمی گواہ مذکورین وحیدہ بیگم کا نکاح ناجائز ہو پس گواہان مذکور ذی رحم محرم نہ ہونے کے باوجود اپنا بے پردہ ہونا بیان کرنا موجب فسق ہے یا نہیں؟ فاسق کی شہادت جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

اللهم هداية الحق والصواب، فيصله جناب مفتی صاحب و اظہار ہر شش گواہ مدعی کی باضابطہ

(بقیہ ماثیہ صفحہ گزشتہ)

والفعل کذا فی البحر الرائق انتہی بقدر الحاجة هذه صوسۃ الجواب، واللہ تعالیٰ اعلم۔

ہر جاتی ہے، ایسے ہی کرا لاتی میں ہے اور بقدر حاجت یہ جواب ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (دست)

برقصدیہ صدق مقال نکاح ثابت ہے فقط
محمد عبدالغفار خان مفتی عنہ

العبد

محمد حسیب اللہ خان
ولد
محمد عنایت اللہ خان

العبد المحجب

محمد ہدایت اللہ غفرلہ
محمد عنایت اللہ
ولد
محمد ہدایت اللہ

الجواب الجواب واللہ سبحانہ اعلم بالصواب
محمد فضل حق مفتی عنہ
الجواب صحیح واللہ اعلم بالصواب
الراجی الی اللہ محمد غفرلہ اللہ عنہ
محمد غفرلہ اللہ عنہ
الراجی الی اللہ

الجواب صحیح
محمد دوم علی مفتی عنہ
محمد عبد الہیاب مفتی عنہ
ان النکاح صحیح ولا شریک لہ
قاسم علی مفتی عنہ

الجواب صحیح ہے
احمد امین مفتی عنہ مدرس دوم مدرس عالیہ
الجواب صحیح
بندہ محمد رفیع حسن مفتی عنہ

فتاویٰ بزازیہ و عالمگیری میں ہے

شہد اعلیٰ رجل انہ قال ان مسست
بجسد کہا فامراتہ کذا او عبدة حر و
مس جسدتا لا تقبل ولو شہدا انہ قال
ان مسست ثیابکما وفعل تقبل و فی فتاوی
القاضی لوا زاد الشہود ان یشہدا فی ہذا
المسائل یشہدون بالطلاق والعقاق
مطلقا بلا بیان السبب ین

دو گواہوں نے یہ شہادت دی کہ فلاں شخص نے کہا تھا
کہ اگر میں تم دونوں کے جسم کو مس کروں تو میری پری
کو طلاق یا میرا عید آزاد ہے جبکہ اس شخص نے
ہمارے جسم کو مس کر لیا ہے تو یہ شہادت مقبول
نہ ہوگی، اور اگر گواہوں نے اپنے جسم کی بجائے
کپڑوں کا ذکر کرتے ہوئے شہادت دی اور کہا اس نے
ایسا کر لیا ہے تو شہادت مقبول ہوگی، اور فتاویٰ

قاضی خاں میں ہے کہ اگر گواہ حضرات ان مسائل میں گواہی دینا چاہیں تو سبب بیان کے بغیر مطلقا طلاق
و عتاق کی شہادت دیں۔ (د ت)

(۲) رئیس خاں ولد نسیم خاں یہ کہتا ہے عرضہ تحقیقاتیات یا ساٹھ سے سات ماہ کا بچہ کہ مظهر چند اولہ
کلن مدعی حاضر عدالت کے مکان پر گئے وحیدہ بنت قرالین خاں نے زور سے آواز دی کہ چند اولہ کلن
سے میرا نکاح پڑھاؤ، وحیدہ نے گواہان کو اجازت دی کہ گواہان نے نکاح پڑھا دیا فیصلہ میں اس پر
ایک اعتراض یہ فرمایا ہے کہ اس نے گواہوں کے نام ظاہر نہیں کئے کہ کس کو اجازت دی مگر شہادت
بالنکاح بیان نام مزدوج و وکیل و شہد و کی محتاج نہیں۔ ایک یہ اعتراض ہے کہ وحیدہ کی اجازت
بذریعہ سماع آواز بیان کرتا ہے اور خود کہتا ہے کہ اندر اور عورتیں بھی تھیں اس سے ثبوت تو کیل میں خلل آیا
نہ نفس انعقاد عقد میں کہ بذریعہ فہم بھی ممکن۔ ہاں ایک اعتراض یہ ہے کہ چہنہ اکی ولایت غلط
بیان کی، واقعی اگر عبد الکریم کا حرف کلن نہ ہو تو یہ بھاری اعتراض ہے اور کچھ نہ ہو تو اس کی شہادت
میں ذکر زوج محمل ہے گواہان نے نکاح پڑھا دیا، کس سے پڑھا دیا اسی سے جس کی نسبت وحیدہ نے
اجازت دی تھی یا دوسرے سے، شہادت میں ایسی محمل بات نہیں لی جاتی،

کہا یشہد بہ من شاہد کلمات العلماء
فی باب خلل المحاضر والسجلات وغیر
جیسا کہ علماء کرام کے مقالوں اور کاغذی ریکارڈ
وغیرہ میں خلل سے متعلق کلام کا مشاہدہ کرنے والا
گواہی دے گا۔ (د ت)

نیز اس کی شہادت میں ایک غلطی بھی ہے جس کا بیان آگے آتا ہے ان شاء اللہ تعالیٰ

(۳) غلام محمد انی خاں ولد صاحبزادہ افتخار علی خاں فیصلہ کہ اس پر یہ اعتراض ہیں اس نے وحیدی کا کوئی لفظ کہنا بیان نہ کیا نہ وکیل کا ذکر کیا۔ یہ وہی بات ہے کہ اس سے وکیل بے ثبوت ہوگی ذکر نفس العقاد۔ اس شہادت میں پورا غلطی یہ ہے کہ چند کہ علی حاضر عدالت کا نکاح وحیدی بنست قمر الدین خاں کے ساتھ ہوا قمر الدین خاں شاید وحیدی کے باپ ہیں ان کا نام ہے، اسے شاید نے مشہور دہلیہا کو مشکوک و محمل و مجہول کر دیا۔ شہادت و شاہد میں ہیں تباہی ہے۔

(۴) احسان الحق ولد غلام سرور، اس کا بیان ہے کہ مرحوم سات ساڑھے سات کا ہوا کہ چند اولہ کریم اللہ کا نکاح وحیدی بنست قمر الدین خاں کے ساتھ ہوا، وحیدی نے منظر کو اپنے نفس کا اختیار دیا اور اشتیاق احمد کو کہ میرا نکاح پر طہارہ اور منظر نے چندا کے ساتھ پر طہارہ دیا، غلام سرور وکیل سے منظر نے کہہ دیا اور غلام سرور نے خود منی لیا وکیل اور گواہان کے کہنے کے بموجب قاضی نے نکاح پر طہارہ دیا۔ نکاح طعن بالانفعال ہے کہ بے فعل تمام نہیں ہوتا تو اس میں اختلاف زمانہ مستطشہدات ہے اور ایسی جگہ قول مردود مثلاً سات یا ساڑھے سات مقبول نہیں۔ عالمگیرہ وغیرہ میں ہے۔

ان کان المشہود بہ قولاً لا یتیم الا بفعل
کما لنکاح واختلف الشہود فی المکان
او النماز او فی الافشاء والاقرار
لا تقبل شہادۃہم
عالمگیرہ و ذخیرہ میں ہے:

اذا ادعی وہ دوازدہ درہم لا تسمع دعواہ
وکذا لک اذا ذکر تاریخ فی الدعوی
علی ہذا الوجه بان قال ای عین ملک میں
ست از وہ دوازدہ سال فانہ لا تسمع
دعواہ وکذا لک اذا ذکر الشہود
التاریخ فی شہادۃہم علی ہذا

جب دعوی دس بارہ درہم کا کرے تو وہ قابل
سماعت نہ ہوگا اور یوں ہی اگر دعوی میں تاریخ
کو اس طرح ذکر کرے مثلاً یوں کہ یہ چھیند
دس بارہ سال سے میری ملک ہے تو بھی
دعوی مستوع نہ ہوگا، اور یوں ہی اگر گواہوں نے
شہادت میں مہینہ اور تاریخ کو اس طرح ذکر کیا

الوجه لا تقبل شهادتهم۔

قوان کی شہادت مقبول نہ ہوگی۔ (ت)

اس کی رد شہادت کی ایک وجہ وہ ہے جو شہادت کیس میں بھی تھی دوسری اور بھاری وجہ یہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو کیا بالنگکاح بتاتا اور اپنے فعل سے کارنگکاح تمامی کہ پہنچا بیان کرتا ہے ایسی شہادت مردود ہے۔ ^{مجاہد میں ہے}۔

الوكيلان بالنكاح او المخلع اذا شهدا باثبات ذلك النكاح او ذلك المخلع لا تقبل۔

نگاح یا خلع کے دو وکیل اگر اس نکاح یا خلع کے اثبات میں شہادت دیں تو مقبول نہ ہوگی۔

اسی میں ہے :

من جحد ان شهدا على رجل انه قال لهما انت مسست جسد كما فجدى هذا حرف شهد انه من جسد هما لا يقبل لانهما شهدا في امر تم بها بخلاف شهدا انه قال ان مسست ثيابا بكما و قد من انه يقبل ويعتق الغلام لان الثياب غير هامة

دو مردوں نے ایک شخص کے متعلق گواہی دی کہ اس نے کہا تھا اگر میں تمہارے جسم کو چھوں تو میرا غلام آزاد ہے اور پھر شہادت دی کہ اس نے ہمارے جسم کو مس کیا ہے تو یہ شہادت مقبول نہ ہوگی کیونکہ انھوں نے ایسی چیز کی شہادت دی ہے جس کا اتمام غلام سے ہوا ہے بخلاف جب جسم کی بجائے اپنے کپڑوں کو چھونے کا ذکر کریں اور پھر اس کے مس کر لینے پر شہادت دیں تو مقبول ہوگی اور غلام آزاد قرار پائے گا کیونکہ ان کے کپڑے ان کا غیر ہیں۔ (ت)

(۵) استنباط احمد ولد کریم اللہ برادر می اس نے کہا میں گواہی دیتا ہوں عرصہ تخمیناً ساٹھ ماہ کا ہوا قمر الدین کی بیٹی وحیدہ اس کا نام اس کا نکاح چند ولد کریم اللہ کے ساتھ ہوا وحیدہ نے مجھ سے اور احسان الحق سے کہا کہ میں نکاح چنڈا کے ساتھ کرتی ہوں میرا نکاح کراد میں اجازت دیتی ہوں، حافظ غلام سرور نے نکاح پڑھوایا ہمارے دو گواہیوں کے ساتھ، اس کے بیان میں یہ جملہ کہ قمر الدین کی بیٹی وحیدہ اس کا نام مستقل جملہ ہے جس نے مابعد کے بیان نکاح کو اس

۴۶۲/۳	تورانی کتب خانہ پشاور	کتاب الشہادات الباب الثالث	۴۶۲/۳	۴۶۲/۳	۴۶۲/۳
۶۹/۴	مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ	الفصل الثاني	۶۹/۴	۶۹/۴	۶۹/۴
۷۰/۴	۷۰/۴	۷۰/۴	۷۰/۴	۷۰/۴	۷۰/۴

لفظ سے کہ گواہی دیتا ہوں اگک کر دیا کہ وہ بلا عطف مستقل جملہ منقطع ہے کہ اس کا نکاح الزمان اگر یوں ہوتا کہ گواہی دیتا ہوں کہ اتنا عرض ہے کہ قرالیدین کی بیٹی جس کا نام وحیدی ہے چنانچہ سے نکاح ہوا تو یہ جملہ گواہی دیتا ہوں کے تحت میں ہوتا اب محتمل رہ گیا کہ اس نے سب سے اشد واعظم حلف گواہی دیتا ہوں صرف اتنے جملہ کی نسبت کہ کہ قرالیدین کی بیٹی کا وحیدی نام ہے باقی بیان اس حلف اعظم سے جدا رکھا تو یہ نکاح پر شہادت نہ ہوئی محتمل بیان شہادت میں نہیں لیا جاتا فیصلہ نے ان دونوں شہادتوں پر اختلاف سے اعتراف فرمایا کہ احسان الحق کہتا ہے میں نے نکاح پڑھوایا، اشتیاق احمد کہتا ہے غلام سرور نے پڑھوایا یہ کوئی اختلاف نہیں نکاح پڑھایا یعنی خود متولی عقد ہوا اور پڑھوایا یعنی دوسرے سے اور اس میں واسطہ واسطہ در واسطہ سب یکساں ہیں وحیدی نے ان دونوں سے کہا ان دونوں نے غلام سرور سے کہا غلام سرور نے نکاح خواں سے کہا تو نکاح خواں نے پڑھایا اور ان سب نے پڑھوایا، ہاں ان کے بیانی میں اور اختلافات ہیں، احسان الحق کہتا ہے وحیدی نکاح سے اول بھی جایا آیا کرتی تھیں۔ اشتیاق احمد کہتا ہے اس سے اول نہیں آئی تھی تھیں، احسان الحق کہتا ہے نکاح خواں نے آواز دے کر دریافت کیا کہ یہ لڑکی بیوہ ہے، آواز آئی کہ بیوہ ہے، اشتیاق احمد کہتا ہے قاضی صاحب نے اندر کسی سے دریافت نہیں کیا تھا احسان الحق کہتا ہے قاضی صاحب میرے لئے تھے اشتیاق احمد کہتا ہے احسان الحق دس سے اول نہیں آئے تھے قاضی صاحب قریب دس بچے تشریف لائے تھے ہم نے ایسے زوائد التفات نہ کیا، فیصلہ نے دوسرا اعتراف یہ فرمایا کہ یہ دونوں وکیل بالنکاح ہیں اول وکیل بالنکاح کی شہادت ناجائز مطلقاً ناجائز نہیں، خلاصہ میں بعد عبارت مذکورہ اولاً ہے،

لما اذا شهد الوكيلان بالبسيعة انه حلال
المشترى او شهد الوكيلان بالنكاح
انها منكوحته يقبل في اكلاناس
لیکن اگر بیع کے دو وکیلوں نے یہ شہادت دی
کہ اس چیز کا خریدار مالک بن گیا ہے یا نکاح
کے دو وکیلوں نے یہ شہادت کہ بطور نکاح کی منکوحہ
ہے تو شہادت مقبول ہوگی۔ (د)

بلکہ اس اعتراف کی تحقیق وہ ہے جو شاہ چہارم میں ہم نے ذکر کی۔ دیکھئے نکاح کی ایسی گواہیاں ضرور مرد ہیں۔

(۶) سہاد علی خاں ولد منور علی خاں، اس کا بیان مناقض ہے کہتا ہے وحیدی نے اپنے نفس کا اختیار گواہوں کو دیا، گواہ چوکھٹ پر تھے وکیل چوکھٹ کے اندر تھا، جوالفا وحیدی نے

خلاصۃ الفتاوی کتاب الشہادات الفصل الثانی مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۶۹/۴

گواہان سے کے منظر کیا وہ نہیں وہ الفاظ منظر نے مجھے بھی نہیں، پہلا فقرہ توکیل پر شہادت ہے اور پھر اس شہادت سے صاف برارت، نیز کہتا ہے وحیدی اور چنڈا کارم تھا اسی وجہ سے چند آدمی کے مکان پر نکاح ہوا یہ ان کے مکان میں جلتے تھے وہ ان کے مکان میں آتے تھے اس سے اول وحیدی کے کہنے جانے کا حال مجھ کو معلوم نہیں، اسی گواہ کو نہیں معلوم ہوتا کہ ابھی کیا کہہ چکا تھا اور اب کیا کہتا ہے، ایسے مغفل کی کیا شہادت، اور ہوتی بھی تو وہ تنہا تھا ایک کی شہادت ان حقوق میں مسموع نہیں، فیصلہ نے اسی گواہ اور نکاح خواں عنایت احمد کی شہادتوں پر نکاح فصولی منعقد ہونا تسلیم فرمایا ہے اور ازاں کہ وحیدی کی اجازت درکنار اسے نفس نکاح سے انکار ہے فرمایا پس یہ نکاح شرعاً باطل ہے ہم ان دونوں شہادتوں کا حال بیان کر آئے تو ہرگز نکاح فصولی بھی ثابت نہیں اور بالفرض ثابت ہوتا تو نکاح فصولی ہرگز باطل نہیں بلکہ منعقد موقوف علی الاجازۃ ہوتا ہے وحیدی کا اس وقت نفس نکاح سے انکار بعد نکاح اجازت قولی یا فعلی کا کب مہل ہو سکتا ہے ممکن کہ اس وقت سن کر جائز کیا ہو اب کسی نا اتفاقی کے باعث سرے سے وقوع نکاح کی منکر ہو گئی تو دعویٰ نکاح ثابت کرنا تھا اور اجازت وحیدی کا مدعی سے ثبوت مانگنا کہ حق ظاہر ہو اور بچے تو مقدار کو پہنچے کہ قاضی کا نصب اسی ایصال حقوق و ابطال حقوق کے لئے ہوتا ہے مگر ہم ثابت کر آئے کہ اصل وقوع نکاح ہی ثابت نہیں، ذاصل سے نہ وکیل سے نہ فصولی سے، نکاح خواں کا رجسٹر کوئی چیز نہیں، حروف صامت ہیں جن کی زبان ناطق وہی نکاح خواں جس کی شہادت یہاں اصلاً مسموع نہیں، اشتباہ والنظر میں ہے،

لا يعتمد على الخط ولا يعمل به فلا يعمل
بمكتوب الوقت الذي عليه خطوط القضاة
الماضين لان القاضي لا يقضى الا بالهجة
وهي البينة او الاقرار الشكول كما في
وقف الخانية ۱۰
لکھائی اور غلط پر نہ اعتماد ہو گا نہ عمل، قوماضی کے
دور کے قاضی حضرات کے مکتوب وقت پر اب عمل
نہ ہو گا کیونکہ کوئی قاضی حجت کے بغیر فیصلہ نہیں
دے سکتا بلکہ حجت صرف گواہی، اقرار یا قسم سے
انکار ہے جیسا کہ خانہ کے وقف میں ہے (دست)
یہیں فقہائے رام پور کا بطلان واضح ہوا اولاً اس نے انھیں نامقبول و نامسموع شہادتوں
پر بنا کر کہ بیانات گواہان سے ثابت ہوتا ہے کہ جلسہ نکاح منعقد ہوا اور حسب قاعدہ و رواج

نکاح ہوا حالانکہ نکاح ہونے پر اصل ایک شہادت معتدہ بھی نہیں جیسا کہ اوپر مفصلاً معلوم ہوا۔
 ثانیاً خود سمجھا کہ صرف اتنی بات دعویٰ مدعی مطالبہ رخصت کا اثبات نہ کرے گی لہذا اس میں
 یہ پوچھ لگایا کہ اگر نکاح بطور فضولی کے منعقد ہوا تو اجازت ہندہ بعد نکاح ثابت ہے اجازت
 کے لئے دوا مرد کا رستے عورت کو اطلاع ہونا اور اس کا جائز رکھنا اول کے ثبوت کو یہ بے معنی دلیل
 گھڑی کہ اس لئے کہ جلسہ نکاح کا منعقد ہونا اور کثیر لوگوں کا جمع ہونا اور ہندہ کا اجازت دینا نکاح
 پڑھوانے کے لئے دلیل کافی ہے کہ ہندہ کو علم نکاح ہوا یا اس پر موقوف ہے کہ ہندہ کا وہاں ہونا ثابت
 ہو کہ کثیر لوگ نکاح کے لئے جمع ہونے سے اس کی اطلاع پر استدلال کیا جائے یہاں سے جلسہ نکاح
 کا انعقاد ہی ثابت نہیں کہ شہادتیں سب غفل و مہمل ہیں۔

ثالثاً نکاح خواں کہتا ہے نکاح میں ۱۵ یا ۲۰ آدمی سے کم نہ تھے، اشتیاق احمد کہتا ہے
 جلسہ نکاح میں ۲۵ یا ۳۰ آدمی ہوں گے، احسان الحق بھی یہی کہتا اور لفظ اندازاً اور اضافہ
 کرتا ہے، اسی طرح حسین خاں نجینا کہتا ہے، قطع نظر اس سے کہ یہ شہادتیں شرعاً مردود ہیں، ۱۵،
 ۲۰ یا ۲۵، ۳۰ کیا ایسا کثیر مجمع ہے جس کی اطلاع گھر کے اندر پہنچنی ضرور ہے خصوصاً اس حالت میں
 کہ نکاح خواں کہہ رہا ہے کسی عورت سے دریافت کا قاعدہ نہیں گواہان کے اعتبار پر نکاح پڑھا دیا،
 کسی عورت سے کچھ دریافت نہ کیا۔ غلام محمد اتنی کہتا ہے نکاح رات کے ساڑھے دس بجے ہوا مختلف
 جلسہ نکاح میں منظر نو بجے پہنچا تھا، قاضی صاحب میرے سامنے آئے تھے، قاضی جی نے میرے
 سامنے عورتوں سے کچھ نہیں پوچھا، اشتیاق احمد کہتا ہے قاضی صاحب نے گواہوں سے دریافت
 کیا تھا انہوں نے کہا بیوہ ہیں انہی کسی سے دریافت نہیں کیا تھا صرف ایک احسان الحق کہتا ہے
 کہ نکاح خواں نے ہم سے بھی دریافت کیا اور آواز دے کر دریافت کیا کہ یہ لڑکی بیوہ ہے آواز آئی کہ
 بیوہ ہے یہ مستورانی ٹٹہ نہایت عمدہ آدمی کی حکمت یہ کہتا ہے اور نہ سہی تو کیا ہے اور نہ سہی تو
 آواز آئی سے کیا ثابت ہوا اور اس سے کیونکر معلوم ہوا کہ وجیدی کو اطلاع ہوئی۔

مابعداً اطلاع درکنار میرے سے وجیدی کا اس مکان میں ہونا ہی ثابت نہیں اس کا وہاں
 آنا ایک تو احسان الحق و اشتیاق احمد نے بیان کیا یہ دونوں اپنے لئے مدعی تکمیل ہیں ان کو تو اس
 کے بیان کی ضرورت ہی تھی مگر کسی دلیل کا ادا کرنے و کالت بحال انکار مکمل مسرور نہیں
 ہو سکتا۔ باطل مست انچہ مدعی گوید (مدعی جو کچھ کہتا ہے باطل ہے۔ ت) حسین خاں
 کہتا ہے وجیدی نے زور سے آواز دی کہ میرا نکاح پڑھا دو، یہ اس کی ترشش باقی سب گواہوں

جدا ہے پھر خود کہتا ہے کوٹھی میں ادب بھی عورتیں نہیں اس نے تو آواز کا دروازہ بند کیا آگے کہتا ہے یہ نہیں بتا سکتا کہ کوٹھی میں کون کون عورتیں تھیں یہاں سے اس علم کا بھی سدباب ہوا کہ وحیدی بھی کیونکہ اس کا دباں موجود ہونا جانا لازم کسی سنانی کسی کی بتائی یا محض بڑا خانہ ذاتی۔ سجاد علی خاں صاف تر کہتا ہے کہ وحیدی پردہ نشین ہے منکر سے پردہ ہے وحیدی کو ٹھٹھی میں بھی اول تو یہی نہیں معلوم کہ کہاں کی کوٹھری میں تھی پھر یہ کیونکر جانا کہ وہاں تھی یہی گواہ توکیل گواہان پر شہادت بھی دے رہا ہے اور اسی منہ میں کہتا ہے کہ میں نے وہ الفاظ سنے تک نہیں تو جس طرح کسی کی تسلیم سے توکیل پر گواہی دے دی یونہی وہاں وحیدی کے ہونے کے۔ کیا ایسے مہمل دے سر وہاں بیانون سے عورت کا دباں موجود ہونا ثابت ہو سکتا ہے ماشاء۔

خاصاً طرفہ تفری کا یہ قول ہے کہ ہندہ کا اجازت دینا نکاح کے لئے دلیل کافی ہے کہ ہندہ کو علم ہوا اجازت دینے کا حال تو اوپر معلوم ہوا کہ وہ مدعیان توکیل اور عیسوی اسس فیسی آواز پر شہادت اور چوتھی ہیں آواز تک نہیں یونہی ایمان بالغیب کے سوا کہیں اس کا پتہ نہیں، مگر لطف یہ ہے کہ جب ہندہ کا قبل عقد اجازت نکاح دینا ثابت ہے تو نکاح فضولی کب رہا جس کے لئے اجازت فعلی گھر لے کر آپ یہ در دوسرا اشارہ ہے میں سبحان اللہ! خود نکاح کی اجازت دینا سنے اور اس سے صرف اتنا نتیجہ نکالے کہ اسے نکاح کی خبر ہوئی، وہی اجازت وہ آگے فعل سے ہو رہے گی ایسے اجتماع ہوش و حواس کی حالت میں افتاد تصدیقات کی تکلیف اٹھانی نہ تھی مگر ہے یہ کہ خود سمجھا کہ جلسہ کا انعقاد اور آدمیوں کا اجتماع ہندہ کی اطلاع کو کافی نہیں، ناچار اجازت کا شغف بڑھایا اگرچہ اس نے ساری تقریر کو عقل سے بیگانہ کر دکھایا۔

سادہ سنا اب دعویٰ کے دوسری شق کا ثبوت دینے کی طرف توجہ ہوئی کہ بعد نکاح ہندہ کا بمکان زید رہنا یہ فعل ضرور دلیل اجازت ہندہ بعد نکاح ہے لہذا نکاح صحیح شرعی زید کے ساتھ ہندہ کا ہونا یقینی ہے، ہم بیان کر آئے کہ وحیدی کا دباں جانا ہی ثابت نہیں نہ کہ دو ایک روز رہنا۔ اس مشکوفا کا ذکر ان دو مدعیان وکالت کے سوا کسی کے بیان میں نہیں۔ یسین خاں نے اتنا کہا ہے کہ ہم نکاح کے بعد مدعی کے مکان پر وحیدی کو چھوڑ آئے تھے اس سے رہنا ثابت نہیں ہوتا، ہاں احسان الحق نے کہا ہے بعد نکاح ایک آدھ روز دباں رہی پھر اپنی والدہ کے گھر چلی آئی باشتیاق احمد نے ایک یا دو طرہ دن اور بڑھایا کہ بعد نکاح کے ایک دو دن اسی مکان میں رہی نکاح ہے کہ رہنا وہاں ہونے کی فرح ہے اور وہاں ہونے کا اظہار یہ اپنے دعویٰ وکالت و گواہی نکاح کے لئے کر رہے ہیں جس میں وہ متہم ہیں۔

مسابقاً خود احسان الحق کہتا ہے کہ نکاح ہونے کے بعد سب چلے گئے اس کے بعد دو ٹیک یا ایک اور روز وحید کی کہ وہاں رہنے کا علم اسے کیونکر ہوا اپنا معاینہ بیان نہیں کرتا، نہ یہ ای حواقیع میں ہے جس میں سماع پر شہادت دو اور تو میان بے ثبوت ہے یہی حال استیاق احمد کا ہے اگر وہ چننا ہی کے مکان میں نہ رہتا ہو۔

تاہذا اگر نکاح فضولی وحید کی مکان پر ہوتا اور وہ بعد علم نکاح حسب دستور خصمت ہو کر چننا کے یہاں جاتی تو یہ ضرور اجازت فعلی کی حد میں آسکتا، یہاں تو یہ ظاہر کیا جا رہا ہے کہ نکاح چننا ہی کے مکان پر ہوا اور وحید کی کو اطلاع کا کوئی ثبوت نہیں محدود اشخاص کا باہر جمع ہونا اور اندر سے کچھ دریافت کرنا کیا موجب اطلاع زنان ہے اسی زخم نامہ دل کے بھرنے کو فتوہ اسے دیا پور نے وہ فقرہ اضافہ کیا جس نے اس فقرے کو قتل کے ساتھ قتل سے بھی بعید کر دیا اور جب اس وقت اطلاع نہ ہوئی بعد نکاح معنا ہوئی کیا ضرور اور اس کا کیا ثبوت۔ ممکن کہ ایک آدھ یا دو ایک روز کے بعد ہی اسے خبر دی ہو جس پر وہ خود اپنی ماں کے یہاں چلی گئی۔

تاسعاً منصب استمحاق سخت دشوار ہے اس میں شاید فعل سے کام نہیں چلتا بلکہ احتمال واقع استمحاق و قاطع استدلال۔ شہادت میں کہاں ہے کہ یہ رہنا بلا اختیار تھا ممکن کہ مجبوراً بطور جس رہی ہو اگرچہ اسی قدر کہ وہ پردہ نشین تھی اور سواری نہ ملنے دی۔

عاشقاً بالفرض باختیار ہی رہی مگر لڑنے جھگڑنے میں وقت گزارا اور چلی آئی اور اپنے نفس پر وقت نہ دی تو اجازت فعلی کس گھر سے آئیگی وہ پانچ اعلیٰ اطلاع پر تھی پانچ اجازت پر تک عشرۃ کاملۃ جن کے آفتاب کی طرح واضح ہو گیا کہ یہاں وحید کی طرف سے اجازت فعلی ماننا محض سفسطہ ہے اور وہ بھی اس جوش یکساں کہ نکاح صحیح شرعی ہو جانا یقینی ہے اناللہ وانا الیہ راجعون۔ اسی سوال میں یہ لفظ اضافہ کیا کہ ہندو تہذیب کے یہاں بعد نکاح حسب رواج زمانہ رہی مگر اس لفظ حسب رواج زمانہ کا ان پچار سے دونوں مدعیان توکیل کے بیان میں بھی پتہ نہیں حتی المقدور اجازت فعلی بنانے کے لئے از پیش خویش اضافہ ہوا ہے، ناراض ہونے کی بات نہیں، اسلامی خیر خواہی کے لئے عرض ہے کہ اتنے علم و عقل والوں کو امور شرعیہ میں دخل دینا قوی لکھنا، تصدیق کرنا شرعاً حرام حرام حرام سخت کبیرہ ہے۔ ابن عساکر امیر المؤمنین مولانا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے راوی کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں،

من افق بغیر علم لعنتہ ملئکۃ السماء جس نے بغیر علم کے قوی دیا اس پر آسمان وزمین والا مرضی۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ کے فرشتوں کی لعنت۔ (د)

لے الفقہ والمتفقہ باب ما جاز من الوعد لمن افق بغیر علم حدیث ۱۰۴۳ دار ابن جوزی ریاض ۲/۳۲۶ کنز العمال بحوالہ ابن عساکر عن علی حدیث ۲۹۰۱۸ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۹۲/۱۰

سے عقد ثانی کا ارادہ ہر زمانہ حیات اپنی والدہ اور زوجہ کے پختہ طور سے کر لیا اور دونوں کو اس کا علم قطعی طور سے ہوا لیکن اس پر بھی زید کی والدہ نے زید سے یہ نہیں فرمایا کہ تو اس مکان کو اپنی زوجہ یا اپنی اولاد کے نام منتقل کر دے بلکہ زید کی ماں نے اسی مکان میں سالہا سال تک سکونت فرما کر وفات پائی آخر دم تک کوئی بات اس مکان کی نسبت نہیں فرمائی، زید نے بعد وفات اپنی زوجہ ادولے کے ٹھینا عرصہ بیس سال کا ہوا ایک حوت سے نکاح کر لیا زید اس مکان کو جس کو اس کی والدہ مرحومہ نے زید کے نام کرادیا تھا اسے زوہر ثانیہ کے مہر میں دینا چاہتا ہے اور ایک دوسرا مکان جو اس مکان کے محاذ میں زید نے خریدا ہے اس کو اپنی زوہر اولیٰ متوفیہ کے اولاد کو تبرعاً دینا چاہتا ہے اس حالت میں زید کی بڑی لڑکی خالدہ یہ دعویٰ کرتی ہے کہ جس مکان کو آپ مہر میں ہماری مادر صاحبہ کے دینا چاہتے ہیں وہ مکان ہماری والدہ مرحومہ کا اور ہمارا ہے کیونکہ ہماری دادی صاحبہ مرحومہ کی دلی نیت یہ تھی کہ ہماری والدہ صاحبہ اور ہم آپ کے ساتھ اس مکان میں رہیں اور ہماری دادی صاحبہ نے آپ کا نام بیٹا مہر میں فرضی طور پر کرادیا تھا۔

دوسرا دعویٰ خالدہ کا یہ ہے کہ جب یہ مکان خریدا گیا تو صرف اس میں ایک کونٹھا بہت بچا تھا اس کو آپ نے ادھنچا کر لیا اور اس کے آگے سہ دری مرتب کرائی بعد دروازہ مسقف بنوایا اور باسٹھ گز زمین پچاس روپے کو خریدا کر کے آپ نے اس مکان میں شامل کی یہ سب روپیہ آپ نے ہماری والدہ سے لیا اور وہ سب روپیہ ہماری والدہ کا تھا کیونکہ جس قدر روپیہ آپ اپنی چالیس روپے کی تنخواہ میں سے بچا کر ماہ بہ ماہ کم کر دیا کرتے تھے وہ ہماری والدہ کے نان و نفقہ اور ہمارے اخراجات کا تھا علاوہ بریں ہماری والدہ صاحبہ مع ہمارے دوسرے تیسرے سال نانی صاحبہ کے گھر جاتی تھیں اور وہاں دو دو میٹھے یا تین تین میٹھے رہنا ہوتا تھا اور ہمارا سب کا کھانا نانی صاحبہ کے ذمہ ہوتا تھا اس عرصہ میں جس قدر روپیہ ماہواری آپ روانہ کرتے تھے وہ بچتا تھا وہ سب روپیہ ہماری والدہ کا اور ہمارا تھا اس کے سوا ہمارے نانا صاحبہ کے مرید اور مشاگرد نانا صاحبہ کے مکان پر آتے تھے وہ ہماری والدہ صاحبہ یا ہم کو کچھ روپیہ دیتے تھے وہ ہماری والدہ صاحبہ کا اور ہمارا ہوتا تھا۔

زید خالدہ کے اول دعویٰ ملکیت مکان کا یہ جواب دیتا ہے کہ اصل مکان جبکہ میری والدہ مرحومہ نے اپنی ذاتی رضا مندی سے میرے نام کرادیا تو اس کے بعد یہ کہنا سراسر فضول ہے کہ ان کی دلی نیت تمہاری ملک میں دینے کی نہ تھی اور آپ کا نام فرضی تھا کیونکہ بیع و شرا میں باعتبار شریعت کے دلی نیت کا اعتبار نہیں ہوتا بلکہ ظاہری الفاظ یا تحریر کا اعتبار ہوتا ہے، اور زید خالدہ کے دوسرے دعویٰ ملکیت روپے کا یہ جواب دیتا ہے کہ جو کچھ تمہاری والدہ کے پاس پس انداز روپیہ تھا وہ میری ہی

کمانی کاروپیر تھا اور جس وقت میں نے تمھاری والدہ سے زمین کے خریدنے اور وکان کے مول لینے کو یا
محنت مکان کو یا درمیانی دیوار بنانے کو روپیہ طلب کیا اس مرحوم نے مجھ سے یہ نہیں کہا کہ اس وقت آپ
کا ذاتی روپیہ تو میرے پاس نہیں، ہاں میرا ذاتی روپیہ موجود ہے یا کسی کی امانت میرے پاس رکھی ہے
اس وقت آپ لے کر اپنا کام چلائیں بعد کو بتدیکج ادا کر دیں، اس سے صاف ظاہر ہے کہ وہ روپیہ
میری کمانی کا پس انداز تھا جس میں نے اس مرحوم سے لیا۔

دوسرا جواب شرعی طور پر یہ ہے کہ اس مرحوم نے مرتے دم تک اس روپے کی نسبت کبھی یہ نہیں کہا
کہ جو روپیہ آپ نے فلاں فلاں وقت مجھ سے لے کر مکان میں لگایا تھا وہ میرا ذاتی روپیہ تھا اس کو آپ نے
مجھ کو واپس نہیں دیا اب آپ اس روپے کو میری طرف سے کسی مدرسہ اسلامیہ یا مسجد یا کسی اعلیٰ کار خیر
میں لگا دیں تاکہ مجھ کو اس کا ثواب پہنچا رہے، اس سے بھی صاف ظاہر ہوتا ہے کہ جو روپیہ میں نے
اس سے لیا میرا ہی ملک تھا۔

اور تیسرا جواب نزدیک یہ ہے کہ اگر بغرض محال یہ بھی تسلیم کیا جائے کہ انھوں نے اپنا ملک ہی روپیہ
مجھ کو دیا تھا جب کہ آخری دم تک اس کو مجھ سے طلب دیا اور نہ اس کی نسبت بوقت وفات مجھ کو کچھ
وصیت کی تو وہ روپیہ انھوں نے مجھ کو بخش دیا انھی وہ روپیہ مجھے واپس لینے کی غرض سے نہیں دیا بلکہ
اس روپیہ کا مجھ کو مالک بنا دیا تھا، پس ملائے دین سے استفسار ہے کہ زید کی خالہ بیٹی کے دونوں
دعویٰ از روئے شرع شریف حق ہیں یا زید کے جوابات حق ہیں؟

الجواب

خالہ کا پہلا دعویٰ محض باطل و نامسوع ہے اعتبار لفظ کا ہے نہ کہ محض نیت کا فقہاء نصوا
ای العبدۃ بما تلفظ لا بما فیہ (فتا، کرام نے تصریح کی ہے کہ لفظ کا اعتبار ہے نیت کا نہیں)۔
روپیہ زوجہ کو خرچ کے لئے دیا جاتا ہے اس کی دو صورتیں ہیں: ایک یہ کہ زنی و شوہر مالی ایک جگہ
رہتے ہیں ایک خرچ ہے شوہر سب آمدنی اسے ملے دیتا ہے وہ اپنے اور شوہر اور سب گھر کے مصارف
اس سے اٹھاتی ہے، اس صورت میں وہ روپیہ تمام و کمال ملک شوہر پر رہتا ہے، عورت کا خرچ بھی
ملک شوہر پر ہوتا ہے اسے شرع میں تقوین کہتے ہیں، عقد نکاح کا اصل موجب یہی ہے، ظاہر ہے کہ
اس میں جو کچھ پس انداز ہوگا شوہر کا ہے۔ دوسری صورت یہ کہ زنی و شوہر جدا ہیں شوہر اسے نفقہ بھیجتا ہے
یا ایک ہی جگہ ہیں مگر عورت کے خرچ کا اسے مجاہدیتا ہے، عام ازیں کہ وقت معین پر مثلاً ماہوار قسم
معین مثلاً دس روپے خاص حکم قاضی خواہ تراضی یا تعین کچھ نہیں وقتاً فوقتاً مختلف مقدار میں اس کے

خرچ کے لئے بھیجتا یا اسے دیتا ہے، اس صورت میں جو کچھ اسے دیا وہ ملکِ زن ہو گیا، اس میں سے جو کچھ بچے کا، خواہ عورت کی جزا ہی سے یا یوں کہ وہ عینوں اپنی ماں کے یہاں رہی اور مصارفِ ماں نے کئے ہر حال عورت ہی اس کی مالک ہے۔ بحر الرائق ورد المحتار میں ہے:

المفروضۃ اذ المدفوعة لها ملك لها عورت کے لئے مقرر شدہ یا اس کو ادا شدہ کی وہ
فلما الاطعام منها والتصدق وفي مالک ہے تو اس میں سے اس کو کھلانے اور
الغانية لو اكلت من مالها او من صدقة كرتے کا حق ہے، اور خانیہ میں ہے اگر عورت
المسألة لها الرجوع عليه بالمفروضين اپنے مال میں سے کچھ کھائے یا وصول کردہ سے
مقرر شدہ کیلئے عورت خاندان سے رجوع کر سکتی ہے (دست)

نہی ہر ہے کہ یہاں واقع صورتِ ثانیہ ہے کہ زیادہ سے خرچ بھیجا کرتا تھا تو چاہئے کہ عورت ہی اس کی مالک ہو
اقول مگر یہاں ایک نکتہ اور ہے زن و ولد کے نفقہ میں فرق ہے وہ جزا ہے اعتبار سے اور جب کہ
نفقہ اسے دیا گیا اس کی ملک ہو گیا اگر وہ نہ اٹھائے بلکہ دوسری جگہ سے اپنا خرچ چلائے تو اس سے
واپس نہیں لے سکتا اور اگر اس نے شذائے مینے یا سال بھر کا اسے دے دیا اور اس کے پاس سے چوری
گیا وہ اس سے اور نہیں مانگ سکتی اور نفقہ ولد وغیرہ دفع حاجت کے لئے ہے وہ اگر اسے خرچ
نہ کریں اپنی حاجت دوسرے طور پر رد کر لیں تو اس مدت کا ان کا نفقہ ذمہ پدہ نہیں، اس صورت میں
اگر ان کا نفقہ شذائے کچھ یا ہوا رہا حکمِ حاکم مقرر ہوا ہو جب بھی آئندہ کے لئے اس سے نہیں لے سکتے جب
تک یہ خرچ نہ ہو جائے کہ پہلی حاجت دفع ہو گئی اور اگر اس نے دیا اودان کے پاس سے چوری ہو گیا
اسے دوبارہ دینا ہو گا کہ حاجت دفع نہ ہوئی تو اس میں سے جو کچھ پس انداز کریں وہ ان کی ملک نہیں
بلکہ پدہ ہے کہ معلوم ہوا کہ حاجت سے زائد ہے مگر یہ کہ ان کو بہت دے تو البتہ وہ مالک ہوں گے،
ذخیرہ پھر بحر الرائق میں ہے:

فرق بین نفقة الزوجات وکسوتهن و بیروں کے لئے نفقہ و لباس میں اور لڑکی عوم کیلئے
بین نفقة المحارم وکسوتهن نفقہ اور لباس میں فرق ہے کیونکہ اقارب کے
فان فی الاقارب اذا مضى الوقت نفقہ و لباس میں سے کچھ باقی ہو اور وقت گزر جائے

وَبَقِيَ شَيْءٌ مِنَ الدَّارِ لَهُمْ وَالْكُفَّةُ فَإِنَّ الْقَاضِيَ لَا يَقْضِي بِاخْتِارٍ فِي الْأَحْوَالِ كُلِّهَا لَا نَهًا بِاعْتِبَارِ الْحَاجَةِ فِي حَقِّهِمْ، وَفِي حَقِّ الْمَرْأَةِ مَعَاوِضَةٌ عَنِ الْإِحْتِبَاسِ وَلِهَذَا إِذَا ضَاعَتِ النِّفَقَةُ أَوْ الْكُفَّةُ مِنْ أَيْدِيهِمْ لِفَرَضٍ لَهُمْ أُخْرَى لِمَا ذَكَرْنَا ^{نَالِي} رَدِّ الْمَتَّارِ فِيهِ

توقاضی اس کے عوض کچھ اور کسی حالت میں دینے کا حکم نہیں کر سکتا کیونکہ ان کے لئے یہ خرچہ حاجت کے اعتبار سے ہوتا ہے اور بیویوں کے حق میں ان کو محسوس رکھنے کا معاوضہ ہوتا ہے اس لئے ان کے خرچہ میں اگر ان کے پاس ضائع ہو جائے توقاضی کے عوض کے لئے حکم نافذ کرے گا جیسا کہ ہم سنہ ذکر کر دیا ہے دست

النِّفَقَةُ فِي حَقِّ الْقَرِيبِ بِقَدْرِ الْحَاجَةِ وَالْكَفَايَةِ وَفِي حَقِّ الزَّوْجَةِ مَعَاوِضَةٌ عَنِ الْإِحْتِبَاسِ وَلِذَا نَوَضَّعُ الْوَقْتُ وَبَقِيَ مِنْهَا شَيْءٌ يَقْضِي بِاخْتِارٍ لَهَا لَوْلَا لَهْ وَكَذَا لَوْ ضَاعَتْ يَدُ

قریبی کے حق میں نفقہ بقدر حاجت و کفایت ہوتا ہے اور زوجہ کے حق میں پابندی کا معاوضہ ہوتا ہے اس لئے بیوی کے حق میں سے کچھ بچایا ہو تو وقت گزر جانے کے باوجود مزید ادا کرنے کا حکم دے گا اور قریبی کے لئے ایسا نہیں ہے اور قریبی اگر ضائع ہو جائے دست

اس پر حاشیہ غیر غفرلہ میں ہے،

أَقُولُ سَبَقَ قَلَمُهُ وَصَوَابُهُ (وَبَعْكَسُهُ لَوْ ضَاعَتْ) أَيْ يَقْضِي بِاخْتِارٍ لَهُ لَعَدَمِ انْتِدَاعِ الْحَاجَةِ لِأَنَّهَا لَوْ صَوَّلَ الْعَوَضُ إِلَيْهَا بَلَّغَتْ

اقول (میں کہتا ہوں) یہ قلم کی سبقت ہے، ورنہ درست اس کا عکس ہے، اگر ضائع ہو جائے یعنی قریبی کے لئے نفقہ ضائع ہو جائے توقاضی اس کے لئے مزید کا حکم دے گا کیونکہ اس کی حاجت پورا کرتا ہے، بیوی کے لئے ایسا نہیں کیونکہ وہ عوض کی مقدار ہے جو اسے مل گیا ہے دست

یہاں سے حالہ کے اس دعویٰ کا کہ جس قدر بچتا تھا ہمارا اور ہماری والدہ کا تھا اپنی نسبت بطلان تو ظاہر ہو گیا اس کی ماں کی نسبت بھی صحیح نہ رہا۔ سوال سے ظاہر کہ زید تنہا عورت کا نفقہ اسے نہ بھیجتا تھا بلکہ مع اولاد، اور اس میں کوئی تفصیل نہ تھی کہ اتنا زوجہ کے لئے اتنا اولاد کے واسطے بلکہ مجمل بفرض صرف

ارسال ہوتا تھا تو اسے عورت کے لئے تملیک نہیں کر سکتے کہ علاوہ شیوع مجہول القدر ہے مقصود یقیناً یہ ہے کہ جتنا عورت کے صرف میں آئے وہ اٹھائے جتنا تھو کے خرچ میں آئے ان پر صرف کرے نہ کہ عورت اور ہرچے کو بھرتہ مساوی مالک کیا اور جہالت قدر مٹل یہ ہے۔ بجز الرافق میں ہے،
 يشترط في صحة هبة المشاع الذي لا يحتل مشاع یعنی جو تقسیم نہ ہو سکے ایسی چیز کے ہبہ کی القصة ان يكون قد راعى ما راعى
 صحت کے لئے شرط یہ ہے کہ اس کی قدر معلوم ہو۔ (د ت)

تو ثابت ہوا کہ وہ بھینا بھی تو یہی تھا ذکر تملیک، لہذا جو کچھ بچا ملک زید ہی تھا کذا ینبغی التحقيق واللہ تعالیٰ ولی التوفیق (تحقیق یوں چلتے اور اللہ تعالیٰ ہی توفیق کا ولی ہے۔ ت) یہاں سے ظاہر ہوا کہ دوسرے دعویٰ خالہ کے تین جواب جو زید نے دئے اگرچہ ان میں دو کچھ صحیح نہیں ازن و شو کا معاملہ ایسا ہوتا ہے کہ شرف و شرم والیاں اس میں تعاضد دین پسند نہیں کرتیں تو نہ مانگنا یا وصیت ذکرنا دلیل تملیک نہیں ولا ینسب الی سکت قول (خاصوش کی طرف بات منسوب نہیں ہوتی) مگر پہلا جواب کہ وہ میری ہی ملک تھا صحیح ہے، نہ اس طرح پر کہ زید نے کہا، بلکہ جس طرح ہم نے تقریر کی۔ رہا خالہ کا بیان کہ اس کے نانا کے مریدین و تلامذہ اسے اور اس کی ماں کو کچھ دیتے تھے اس کا ثبوت اس کے ذمہ ہے کہ اس روپے میں سے اس کی ماں نے زید کو دیا اگر متعین مقدار اسے شہر مدولی سے ثابت کرے تو اس کا حاصل اس قدر ہوگا کہ زید اتنے روپے کا مریدوں سے، مکان پر خالہ وغیرہ کسی کو دعویٰ نہیں پہنچا کہ روپہ قرض دیا ہے نہ کہ مکان کا کوئی حصہ مل لیا ہے والدیوں تقضی با مشاہدہ (فقہی دین کی ادائیگی ہم مثل سے ہوتی ہے۔ ت) خیر یہ میں ہے،

لا ینلزم من الشراء من حال الاب ان يكون والد کے مال سے خریدی گئی چیز کو یہ لازم نہیں کہ البیم للاب۔
 وہ باپ کی ہو جائے۔ (د ت)

تعیین و مقدار کی ضرورت یہ ہے کہ اس کے دعویٰ مجموع نہیں مثلاً خالہ کے اس میں کچھ روپہ زہد و رکات نہ سنا جائے گا، ہندیر میں ہے،

لو كان المدعى به مجهولاً فانت القاضی جس چیز کا دعویٰ ہے وہ اگر مجہول ہو تو قاضی اس

وَلْيَسْمَعْ دَعْوَاهُ هَكَذَا فِي النِّهَايَةِ ۝
 یہ حکم قضا ہے دیا نہ اگر زید جانتا ہو کہ اس میں ذرہ نہ بھی تھا تو اس پر لازم ہے کہ واپس دے اور
 مقدار نہ معلوم ہو تو آسان طریقہ یہ ہے کہ جو مکان ان کو تبرعا دینا چاہتا ہے اس روپے کے عوض میں
 دے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۳۴ از دیوی تحصیل گوجر خاں ضلع راولپنڈی مرسل میر غلام لول مدرس ۱۳۱۳ ۱۳۳۴
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک قاضی قضا کرتا ہے لیکن قضا بالکل ہی واقع
 کے خلاف ہے قاضی کو یقین دے دیا جاتا ہے کہ آپ کا فیصلہ بالکل خلاف واقع ہے اس میں حق شناسی
 نہیں ہوتی تو قاضی کہتا ہے کہ جاؤ جی جو کچھ ہوا ہوا ہو لیا اب قضا پر قضا نہیں ہوتی نصاب سے زیادہ
 گواہ نہیں لئے جاسکتے حالانکہ قاضی صرف دو گواہ لیتا ہے اور ایک گواہ کی رائے پر فیصلہ کر دیتا ہے چونکہ
 اس کی دلی مشابہی اسی فیصلہ پر ہے اور واقعوں سے ایک آدمی اپنا گاؤں چھوڑ کر دوسرے گاؤں
 میں جا رہا ہے وہاں جس کے مکان میں رہتا ہے اس کے ساتھ اپنی نابالغ لڑکی کا عقد شرعی
 رد و برگواہان کر دیتا ہے شادی نہیں ہوتی یعنی روٹی وغیرہ نہیں کی جاتی اور دخول وغیرہ نہیں بجا یا جاتا
 اس کا گھر بار کھالتا ہے گھنوں کے سبب لوگوں کو پتہ ہو جاتا ہے کہ نکاح ہو گیا کچھ عرصہ کے بعد ناچاقی
 ہو جاتی ہے لڑکی کا خاوند لاہور ملازم ہے اس کی عدم موجودگی میں اس کا گھر چھوڑ کر لڑکی کے والدین لڑکی
 کو لے کر اپنے اصلی گاؤں میں آجاساتے ہیں اور اس بات کی کوشش کرتے ہیں کہ طلاق دلا کر لڑکی کا نکاح
 دوسری جگہ کر دیا جائے لڑکی کا باپ کسی مسلمانوں کو کہتا ہے جو ابھی زندہ ہیں کہ طلاق لے دو وہ اس کے
 ساتھ لاہور جانے پر تیار ہوتے ہیں بلکہ اسے یقین دلاتے ہیں کہ طلاق لے دیں گے چونکہ جس اصلی گاؤں
 میں اب لڑکی کے والدین ہیں اس گاؤں کے لوگوں کی مرضی تھی کہ یہ اپنی لڑکی کا نکاح اپنے بھتیجے سے
 کر دے ان کی شد و غیرہ سے وہ بغیر طلاق لے نکاح کر دینے پر آمادہ ہو جاتا ہے اس گاؤں کے نکاح خوانوں
 کی مرضی نہیں یہ نکاح پر نکاح ہو پھر اس حالت میں کہ پہلا نکاح اس نکاح خواں کے لڑکے نے ہی
 پڑھا تھا جواب فوت ہو گیا ہے اس مجبوری کو دیکھ کر لڑکی کا باپ تیسرے گاؤں کے قاضی کے پاس جاتا ہے
 کہ شاید اس کے مفیل کام بن جائے خاوند لاہور ہے بغیر اس کے علم کے ایک تیسرا آدمی اس بات کو سن کر
 اس قاضی کے پاس جاتا ہے کہ یہ آگے نکاح ہوا ہے قاضی نے پوچھا کہ کوئی گواہ موجود ہیں جواب ملا

کہ گونگار خواں اور چند گواہ مر گئے ہیں لیکن پھر بھی کئی گواہ موجود ہیں قاضی نے کہا کہ زیادہ گواہوں کی ضرورت نہیں صرف دو گواہ میرے پاس لے آؤ، اس پر چارے کو پتہ نہ لگا کہ قاضی صرف دو گواہ کیوں مانگتا ہے اس کی حکمت آگے ظاہر ہو جائے گی کہ منسلک پڑھے ہوئے قاضی نے کیوں دو گواہ مانگے جب دو گواہ قاضی کے پاس آئے تو ان میں سے ایک نے پورے طور پر بیان کیا کہ نکاح ہوا اور ایجاب و قبول ہوا ہے قاضی نے کوئی سوال نہ کیا دوسرے گواہ نے جب عجیب طور پر گواہی دینی شروع کی تو قاضی نے جھٹ سوال کیا کہ شادی ہوئی تھی یا نا، اس نے کہا نا، قاضی جی کی چاندی ہوگی، وہ چاہتا بھی یہی تھا، یہ سن کر بغیر مزید سوالات فیصلہ دے دیا کہ نکاح ثابت نہیں ہوا شہادت نہیں ہے حالانکہ نا آ کھنے والے نے اسی وقت کہا کہ میری مراد یہ تھی کہ شادی نہیں ہوئی بلکہ ناطہ میں ضرور ایجاب و قبول ہوا ہے اس واسطے شادی کے مقابلہ میں میں نے نا کہا، مگر قاضی نے باور نہ کیا اور پھر کہا گیا اور بھی کتنے آدمی ہیں جو اس نکاح کے وقت موجود تھے، قاضی نے کہا کہ نصاب ہو چکا ہے اس سے زیادہ گواہ نہیں لینا چاہتا قاضی کے لئے راہ بن گیا فوراً اس گاؤں میں جا کر لڑکی کا نکاح دوسرے آدمی سے کر دیا حلوسے مانڈے کھا چلتا بنا۔ اس قضا سے مسلمانوں میں عجیب حیرت ہے خاص کر اس گاؤں اور گرد و نواح کے لوگوں کو جن کو اس نکاح کی خبر تھی ان گواہوں کو جو نکاح میں موجود تھے ان معتبر مسلمانوں کو جن کو لڑکی کا باپ کہتا تھا کہ طلاق دلوا دو کہ قاضی جی نے خوب قضا کی خاوند کو خبر ہی نہیں دو سو میل پر بیٹھا ہے قاضی بغیر طلاق کے اس عورت کا نکاح دوسرے آدمی سے پڑھ دیتا ہے، عجب عجب عجب، پتہ کے گاؤں کے لفظ ناطہ ایک ایسا مل گیا ہے جو سب باتوں کو زد کر دیتا ہے اس بات پر غور کرنے نہیں دیتا کہ اگر معاملہ صاف ہوتا تو قاضی کے آدمی میرے پاس کیوں آتے کیا میرے بغیر اس گاؤں میں نکاح کوئی نہیں پڑھ سکتا؟ جب گواہ پیش کرنے کو کہا جاتا ہے تو قاضی کہتا ہے کہ نصاب پورا ہو گیا، جب شریعت کی طرف رجوع کرنے کو کہا جاتا ہے تو یہ کہہ کر چپ کر دیا جاتا ہے کہ قضا پر قضا نہیں ہوتی لیکن یہ بات ہماری سمجھ میں نہیں آتی کہ دو گواہوں میں سے ناطہ تھے والے کو کیوں سچا بھی جاتا ہے اور دوسرے کو جھوٹا اور کیوں قاضی نے بغیر مزید تحقیقات نکاح پر نکاح پڑھ دیا۔ قاضی کے اس مسئلہ نے تمام عورت والوں کو ڈرا دیا ہے جس کا جی چاہے خاوند کی عدم موجودگی میں دو گواہ پیش کر دے جن میں سے ایک کہہ دے کہ اس عورت کا نکاح نہیں ہوا پس عورت کے ساتھ قاضی جی سے نکاح پڑھو الے اور عورت والا بچہ راہ منہ دیکھتا کا دیکھتا رہ جائے۔ جانب میں اب خوب تحقیق کر کے جواب سے سرفراز فرمادیں کیونکہ قاضی جی کی اس قضا سے اس علاقے کے مسلمانوں میں عجیب پھل اور کھیل پڑی ہوئی ہے اور حیران ہیں کہ جیسے خاوند

کی عورت بلا طلاق کیونکر دوسرے مرد پر حلال ہوگئی، اگر یہ تمام باتیں درست ہیں تو مہربانی فرما کر فتویٰ دیں۔

(۱) عام مسلمانوں کے واسطے کیا حکم، آیا وہ اس قضا کو مان لیں جو ان کے خیال میں بالکل ناجائز ہے کیونکہ وہ یقینی طور پر جانتے ہیں کہ یہ نکاح پیٹے ہو اسے بعض نکاح کے موقع پر موجود تھے بعض وہ ہیں جن کو لڑکی کا باپ طلاق کے واسطے کہتا تھا۔

(۲) قاضی کے واسطے کیا حکم ہے جس نے دانستہ دو گواہ لئے گواہوں کو ان کے مطلب میں کوئی فرق نہ تھا مگر خود قاضی نے ناتا کا لفظ نکلوا کر پیٹے گواہ کو جھوٹا جانا اور دوسرے گواہ کی شہادت پر جاکر اس عورت کا نکاح دوسرے آدمی سے پڑھ دیا جس گاؤں میں اس کا نکاح پیٹے ہوا تھا وہاں کے کسی بھلے مانس نے پوچھا تک نہیں۔

(۳) لڑکی کے والدین کے لئے کیا حکم ہے جنہوں نے نکاح پر نکاح بڑایا ان سے بعد میں پوچھا گیا کہ تم نے ایسا کیوں کیا حالانکہ تم پیٹے طلاق لینے پر تیار تھے تو کتے ہیں کہ قاضی جی نے بغیر طلاق حلال کر دیا۔

(۴) لڑکی کے خاوند کے لئے کیا حکم ہے جس کو اب تک لاہور سے رخصت ہی نہیں ملی اور قاضی جی اس کی عورت دوسرے کو دلوایچکے ہیں کیا وہ قاضی جی کی قضا کو مان کر اپنی عورت سے یا تھ دھو بیٹھے۔

الجواب

ایسا شخص قاضی نہیں اطمینان ہے اور اس کا ناتہ اور شادی میں فرق کرنا شیطانی قلعیس ہے ناتا ہی اصل نکاح ہے تو عورت کا منکرہ غیر ہونا انھیں دونوں گواہوں سے ثابت ہو گیا تھا قاضی نے ہٹ دھرمی سے اسے نہ مانا اور گواہوں کے سینے سے انکار اس کی خیانت قلبی تھی نصاب کے بعد اور گواہوں کی حاجت نہ ہونا اس صورت میں ہے جب کہ نصاب سے ثبوت ہر جگہ اس کے نزدیک ابھی ثبوت نہ ہوا تو اور گواہ سُننا فرض تھا مگر اس نے قصداً نہ چاہا اسے تو حرام قطعی کو حلال کرنا اور طردنا کا دلال بننا تھا وہ اور گواہ کیسے سُننا اور یہ جواب کہ قضا پر قضا نہیں ہوتی اس کی تیسری شیطنت ہے اول تو یہ نکاح خواہ شرعاً قاضی نہیں ہوتے ان کو قاضی کہنا ایسا ہے جیسے لونڈوں کے میاں جی بے علم کو مولوی صاحب کہنا اور ہر بھی تو اس نے کون سی قضا کی تھی جو بدل نہ سکے اتنا ہی تو تھا کہ اس کے نزدیک نکاح ثابت نہ ہوا عدم ثبوت کوئی قضا نہیں۔

(۱) اس ناپاک حکم کا نام مسلمانوں پر حرام ہے ۶۲۲

(۲) قاضی سزا سنے شدید کا مستحق ہے مگر یہاں کوئی سزا سننے کا حکم اسلام سزا دیتا ہے بلکہ وہ اس ناپاک پر قتل تک کر سکتا ہے کہ ایسا شخص یسوع فی الامم من فسادا (زمین پر فساد پھیلانے کی کوشش کرتا ہے۔ ت) میں داخل ہے۔

(۳) لڑکی کا باپ دیوث ہے جس نے اپنی بیٹی زنا کے لئے دی بلکہ والدین کا یہ کہنا کہ قاضی نے بغیر طلاق حلال کر دیا کفر ہے کہ انھوں نے قاضی کے کہنے سے زنا کو حلال بنا دیا۔ استحلل العصیۃ کفر (گناہ کو حلال سمجھنا کفر ہے۔ ت) ان کا آپس میں نکاح نہ ہو اور دونوں سے سرے سے مسلمان ہو کر پھر آپس میں نکاح کریں۔

(۴) لڑکی اپنے خاوند کی منکوحہ ہے وہ اسے لے اور یوں نہ ملے تو لڑکی کے باپ اور قاضی پر ازدواج کفر کا دعویٰ کر کے لے سکتا ہے۔ معاذ اللہ کیا یہ فساد کا زمانہ آگیا ہے ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۳۳۹ از رآمر تحصیل گوجر خاں ضلع راولپنڈی ڈاکٹر ناجی مسٹر ناجی محمد صاحب ۵ محرم ۱۳۳۹ء
اگر ایک نکاح خواں بغیر دعویٰ مدعی کے کہہ دے کہ مدعی علیہ نے دختر معلومہ نابالغہ کا نکاح مدعی کے غلام نے بیٹے کو کر دیا ہے، مدعی نے بیٹے معلوم کے لئے قبول کیا ہے حالانکہ یہ نکاح خواں بہت جاہل اور دائمی دھمن مدعی کا ہے آیا یہ شہادت قابل اعتبار ہوگی یا نہیں؟

الجواب

جب دعویٰ نہیں تو مدعی کیسا، اور اگر یہ مطلب جو کہ مدعی نے اسے گواہ نہ لکھایا تو یہ شرط شہادت نہیں اس نے اگر شہادت میں اپنا نکاح پڑھنا ذکر کیا تو مقبول نہیں لانہ شہادۃ علی فعل نفسه (کیونکہ یہ اپنے خلاف شہادت ہے۔ ت) ورنہ اگر گواہ فقہ ہے قابل قبول ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۳۹۹ از ضلع درہمیلکہ مقام مدھوبنی محلہ جولاہہ ٹولہ متصل جامع مسجد مرسلہ خان محمد صاحب ۱۱ محرم الحرام ۱۳۳۹ء

توری مومن اور اس کے ساتھی نے مسجد میں بیان کیا کہ ہم خان محمد کے پیچھے نماز نہیں پڑھیں گے کیونکہ اس کی ماں کو اس کے چھٹے شوہر نے طلاق نہیں دی تھی کہ اس کے والد نے اس سے نکاح کر لیا چونکہ یہ نکاح صحیح نہ ہوا اس لئے اس کے ماں باپ دونوں زانی اور یہ لوگ ولد الزنا ہرے اور ولد الزنا کے پیچھے نماز درست نہیں ہے۔ کئی دفعہ کہنے پر خان محمد نے اس پر نہایت جھٹائی جس میں چند معزز اشخاص کے

سامنے توری سے ثبوت طلب کیا گیا اور کہا گیا کہ خان محمد کے والد کو چالیس برس ہوئے اب تک تم لوگ کیوں نہ بولے، اتنے دن تک خان محمد کے پیچھے نماز کیوں پڑھتے رہے، خان محمد اور اس کے بھائی کی شادی اپنے خاندان میں کیوں کی؟ توری نے کوئی گواہی پیش نہیں کی بلکہ اقرار کیا کہ ہم نے رنج اور غصہ کی وجہ سے ایسا کہا ہے، ہم سے قصور ہوا، اب ہم خان محمد اور اس کے بھائی کو ولد الزنا نہیں کہیں گے اور برابری لوگوں کے پیچھے نماز پڑھیں گے۔ اب عرض یہ ہے کہ توری اور اس کے ساتھی کا اگر پنچایت والا بیان صحیح ہے تو وہ لوگ عہد قذف کے قابل ہیں یا نہیں، اگر ہیں تو خود ان لوگوں کے پیچھے نماز کا کیا حکم ہے، ان لوگوں کی گواہی ہمیشہ مردود ہوگی یا نہیں، اگر پہلا بیان سچ ہے تو چالیس برس نہ بولنے خان محمد کے پیچھے نماز پڑھنے اور اس کے شادی بیاہ اپنے خاندان میں کرنے سے توری اور اس کے ساتھی کس سزا کے مستحق ہیں اور کس حکم کے قابل ہیں؟

الجواب

ان لوگوں کا پہلا بیان جھوٹا اور سراسر جھوٹ ہے،

قال الله تعالى اذ لعنوا توابعاً لهما فلو انك
عند الله هم الكاذبون
اللہ تعالیٰ نے فرمایا، جب وہ گواہ پیش نہ کریں
تو وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں جھوٹے ہیں۔ (ت)

اور وہ اس بیان کے سبب ضرور عہد قذف کے مستحق ہیں۔

قال الله تعالى فاجلدوهم ثمانين
جلد تاتيه
اللہ تعالیٰ نے فرمایا، ان کو استی کر دے
بارہ۔ (ت)

گواہی کا وہ مردود ہونا کہ لا تقبلوا الھم شھادۃ ابداً (اور ان کی گواہی کبھی نہ مانو۔ ت) اس
حالت میں ہے کہ عہد قذف لگ جائے یہاں نہیں ہو سکتا البتہ وہ مردود ہونا حاصل ہے جو جھوٹے
کذاب کی گواہی کے لئے ہے جبکہ وہ بار بار یہ جھوٹ بکے چکے ہوں۔ عاجز اگر خان محمد نے پنچایت کی
ہو یا اس کے سہرا اور جھوٹوں کے ساتھ معروف و مشہور ہوں کہ جھوٹ ان کی عادت ہو تو کبھی ان کی
گواہی مقبول نہ ہوگی اگرچہ قریب کر لیں۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے ۔

۱۳/۲۴	سۃ القرآن الکریم
۲/۲۴	سۃ
۳/۲۴	سۃ

المعروف بالكذب لا يعد له فلا تقبل
شهادته ابدا وان تاب بخلاف من وقع
في الكذب سهوا او استلحق موقفا ثم تاب
كذا في البدائع

جھوٹ میں مشہور شخص عادل نہیں ہے تو اس کی
شہادت کبھی مقبول نہ ہوگی اگرچہ وہ توبہ بھی کر لے
بخلاف اس شخص کے جو جھوٹ کر جھوٹ میں مبتلا ہوا
یا کبھی ایک مرتبہ جھوٹ بولا ہو پھر توبہ کر لے، تو اس
کی شہادت قبول ہوگی، ایسے ہی بدائع میں ہے:

ایسے لوگ فاسق معین ہیں اور فاسق معین کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے اور اسے امام بنانا گناہ ہے، اور
جو نماز اس کے پیچھے پڑھی جائے اس کا پھر نا واجب، ہاں اگر توبہ کر لیں اور ان کا حال صلاح کے ساتھ
بدل جائے تو اس وقت ان کے پیچھے نماز میں حرج نہ ہوگا جبکہ باقی شرائط جواز و علت امامت کے
جامع ہوں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ: از سبب قلعہ پشاور مدرسہ قادریہ محمودیہ واقع مسجد چل گزی مولوی محمدانہ صاحب قادری محمودی
پور بیچ الاخر ۱۴۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنے ماموں عمرو پر اپنے نانا کے مترکہ سے
جو عمرو کے قبضے میں ہے اپنی ماں تنہا کے حق میراث کا دعویٰ کیا غصہ و جواب دہ ہوا کہ یہ مال ۳۶ برس
میرے قبضے میں ہے دعویٰ میں تمادی عارض ہے نیز تیری ماں نے اپنا حصہ میراث اپنی حیات میں
مجھے ہبہ کر دیا تھا جس کے گواہوں میں اب کوئی زندہ نہیں، زید کہتا ہے یہ مال تہادت کا ہے اب تک میر
نانا کا نام مندرج کاغذات رہا میں نے اور ماں نے تمہیں امین بنانا اور بنظر تجارت ترقی کا خیال رہا
امید تھی کہ جب داغ خارج ہوگا حصہ مادری میں میرا نام درج کروائے گا اور ۱۸ سال سے تم نے داغ خارج کر لیا
اور صرف اپنا نام مندرج کر لیا لہذا میں مدعی ہوا گو اہل مردہ سے ثبوت ہبہ کیسے ہو سکتا ہے، نہ مال مشترک
کا ہبہ صحیح نہ میراث میں تمادی مانع۔ نیز تمہارے دعویٰ میں تناقض ہے کہ ہبہ کا بھی ادعا کرتے ہو اور
تمادی عذر بھی۔ اس صورت میں زید حق پر ہے یا عمرو؟ عبارات عربی کا اردو ترجمہ فرمادیا جائے۔ بیوقوف و جواد۔

الجواب

زید کا دعویٰ صحیح و مقبول ہے اور عمرو کے عذر باطل و مخدول۔ ہبہ صرف اس کی زبان سے کیسے
ثابت ہو سکتا ہے، اموات کو گواہ قرار دینا عجیب جمل بے مزہ ہے، ایسی شہادت پس ہو تو جو چاہے

جس کا مال چاہے چھپیں لے کر تو نے یا تیرے باپ نے مجھے بہہ کر دیا یا میرے ہاتھ بچا اور میں پایا تھا بیس
پچیس معززین اس کے گواہ تھے جو سب مرچکے اور بفرض باطل اگر بہہ ہوتا بھی تو مال مشترک صالح قسمت
قبل تقسیم بہہ کرنا اگرچہ شریک کے لئے ہو محض ناقص ہے جسے موت و اہب قبل تسلیم نے باطل کر دیا۔
تویرا البصار و در مختار میں ہے :

(لا) تقم بالقبض (فیما یقسم و) (لو)
وہبہ (لشریک) لعدم تصور القبض
الکامل کما فی عامۃ الکتب فکانت ہو
المذہب
اُسی میں ہے :

(والیم موت احد العاقدین) بعد
التقسیم فلو قبلہ بطل یہ
اور اگر قبضہ کامل سے پہلے ان میں سے کوئی مر جائے گا تو میرے سے باطل ہو جائے گا۔

بلکہ اس کے دعویٰ بہہ نے اسی کو ضرر دیا اس سے صاف ظاہر ہوا کہ مال کو وہ مترکہ کہ پدر ماننا اور
اپنی بہن کا اس میں حق ارث جانتا ہے جب تو اپنے لئے بہہ از جانب خواہر کا دئی ہے اور اس صورت
میں چھتیس نہیں سو برس گزر جائیں دعویٰ ساقط نہیں ہو سکتا۔ فتاویٰ خیرہ میں ہے :

سئل فیما اذا دعی خرید علی عمر و محدودا
انہ ملکہ ورثہ عن والدہ فاجابہ
المدعی علیہ ان اشتراک من
والدک وافی ذود علیہ من مدد
توزید علی اربعین سنہ و انت
مقیم معی فی بلد تو ساکت من غیر عنذ و تمتعک
عن الدعوی اهل یكون ذلك من باب لا تخرار

سوال ہوا کہ تہذیب نے عمر و پر ایک زمین کا دعویٰ کیا
کہ میری ملک ہے باپ کے ترکہ سے میں اس کا
وارث ہوں عمر و نے جواب دیا کہ میں نے تیرے
باپ سے خرید لی تھی اور چالیس برس سے زائد
ہوئے کہ میں اس پر قابض ہوں اور تو ایک شہر
میں میرے ساتھ ساکن اور بلا عذر ساکت ہے
کیا اس صورت میں کیا عمر و عورت تہذیب سے ہذیرہ

بالتلّی من مورثیه فیحتاج الی بیئنة
تشهد له بالشراء ولا ینفعه کوته واضعاً
یداه علیہ المدة المذکورة اجاب
نعم دعوی ذلک التلّی عن اهل العوج
ودعوی تلّی المملک من المورث اقرار
بالمملک له ودعوی الانتقال منه الیه
فیحتاج المدعی علیہ الی بیئنة وصار
المدعی علیہ مدعیاً وکل مدّوح یحتاج
الی بیئنة بنور بهاد عوا ولا ینفعه وضع الید
المدة المذکورة مع الاقرار المذکور
لیس من باب ترک الدعوی بل من باب
المواخذة بالاقرار ومن اقر بشئی لغيره
اخذ باقراره ولو کان فی ید احقاب
کثیرة لاتعد وهذا ما لا یتوقف فیہ
ماخوذ ہے اگرچہ وہ شتی ہے شمار قرون جہوں سے اس کے قبضہ میں ہو یہ ایسی واضح بات ہے
جس میں شبہ کو دخل نہیں۔ واقعہ قلعے اعلم

مسئلہ ازیاست رامپور موٹے کل کی کنیان مرسلہ مولوی محمد عنایت اللہ خان صاحب

۲۰ صفر ۱۳۱۹ھ

کیا فراتے ہیں علامتے دین و مفتیان شرع متین اس امر میں کہ ہندو نے دعویٰ تھنریان
از زوجیت بکثرت وقوع سہ طلاق مغلطہ بنام عباس علی خاں نے مجھ کو بتاریخ فلاں برداون سہ طلاق
مغلطہ بجالہ نکاح اپنے سے آزاد کیا عباس علی خاں کو دینے طلاق سے ہندو کے انکار ہے اور

عباس علی خاں بعد الت دیوانی حکم ابتدائی میں رجوع کیا اور دعویٰ اپنے میں بمراحت نکلا۔

کہتا ہے کہ میں بتاریخ مذکورہ شہر میں موجود نہ تھا، ہندو نے چار مرد مسلمان تفضل حسین خاں و غلام ناصر خاں
 و غلام محمد الدین خاں و کلن خاں اور دو عورتیں مسلماتان ظہور بن سیکم و خاتمہ بیگم بہ ثبوت وقوع طلاق پیش
 کئے، ان میں سے پانچ نے ہنگام ادا کے شہادت بجا کر خود عباس علی خاں کا طلاق دینا عند الحیات
 بیان کیا اور ایک نے یعنی کلن خاں نے ادا کے شہادت اقراری کی اور نیز جانب ہندو سے ہنگام تحقیقات
 محلیہ کے تین شخصوں نے اوپر موجودی عباس علی خاں کے شہر ہذا میں بتاریخ مذکورہ ادا کے شہادت کی،
 عدالت نے دعویٰ ہندو کو بے اصل اور شہادت شہود کو غیر مقبول قرار دے کر دعویٰ ہندو کو نامسموع فرمایا
 اور وجہ بے اصلیت دعویٰ اور نامقبولی شہادت شہود پیش کردہ ہندو اپنے فیصلہ میں تحریر فرمائیں،
 پہلی وجہ نامقبولی شہادت شہود کی ان الفاظ پر قائم کی کہ جملہ گواہوں نے بالاتفاق اپنے اظہاروں میں
 بیان کیا کہ اشہد بانہ گواہی دیتے ہیں کہ عرصہ چھبیس ستائیس دن کا ہو اگر خالی کا مہینہ تھا ساقیوں تاریخ
 بدھ کا روز تھا آٹھ بجے دن کے تھے کہ عباس علی خاں نے اپنی زوجہ کو تین طلاقیں دیں یہ کہ جملہ گواہان بحال و
 اثاثہ مدعیہ سمورہ عدالت نے دینا طلاق بمرور چھبیس ستائیس روز نکلیا ہے اور اس قسم کا بیان
 بیان زمان خواہ بدعویٰ ہو خواہ لبشہادت بوجہ جہالت تاریخ شرعاً بوجہ روایت ہذا کے نامقبول ہے
 ادعیٰ بالفارسیۃ دو از دو دریم و شہد الشہودان
 لہذا علی علی ہذا المدعی علیہ وہ از دو دریم لا تقبل
 لسان الجہالۃ، و کذلک اذا ادعی
 وہ دو از دو دریم، لا قسم دعواء و کذلک
 اذا ذکر تاریخ فی الدعوی علی ہذا
 الوجه بان قال ای عین ملک من است از
 وہ دو از دو سال فانہ لا قسم دعواء و
 کذلک اذا ذکر الشہود التامیخ فب
 شہادتہم کذا فی الذخیرۃ، عالمگیریۃ

تاریخ بیان کی تو ان کی شہادت مقبول نہ ہوگی،
 تاریخ میں پونہی ہے، عالمگیریۃ (دست)

وجہ دوم عدم مقبولی شہادت تفضل حسین خاں و غلام ناصر خاں و غلام محمد الدین خاں پر

تھام کی ان الفاظ پر جو ان کے انکاروں سے نقل کئے جاتے ہیں فضل حسین خاں اپنے انکاروں میں بیان کرتا ہے اس طلاق دینے کے بعد سے اب تک میری اور عباس علی خاں کی بات چیت نہیں ہے اور نہ سلام علیک بنگاڑ ہے نہ میں بات چیت اور سلام علیک مدعا علیہ سے کرتا ہوں اور مدعا علیہ مجھے دیکھ کر نہ پھر لیتا ہے ، غلام ناصر خاں اپنے انکار میں لکھا ہے کہ مدعیہ کا اگر کسی سے جھگڑا ہو تو منظر اس میں کوشش و طرداری کر سکا جو عزیز ہوتا ہے وہ طرداری کرتا ہے منظر مدعیہ کا عزیز ہے اس واسطے میں بھی طرداری کروں گا، اس بیان پر عدالت نے یہ وجہ نامقبول شہادت شہود قائم کی کہ جملہ گواہان فضل حسین خاں سے عداوت دنیوی مدعا علیہ ثابت ہے اور اثبات عداوت خود باقرار گواہ ظاہر ہے کہ وہ باظہار خود لکھا ہے کہ روز طلاق سے منظر کا مدعا علیہ سے بنگاڑ ہے نہ بات چیت ہے نہ سلام علیک ، غلام ناصر خاں و غلام محی الدین خاں پر و کا مقدمہ اور مثل مدعیہ میں کہ ان دونوں نے بھی باظہار خود لکھا ہے کہ اگر مدعیہ سے کسی کا تنازعہ ہو تو ہم کوشش و طرداری مدعیہ کی کریں گے اور گواہی جنہم مقدمہ اور عدوی دنیوی شرعاً بموجب روایت ہونا مقبول ہے ،

ولا شہادة عدو اذا كانت العداوة كالجبل
الدنيا كان العداوة كالجبل الدنيا حرام
فمن استكبهما لا يؤمن من القول
عليہ ۱۲ عینی۔

دشمن کی شہادت قبول نہ ہوگی جب یہ دشمنی دنیاوی ہو کیونکہ دنیا کی خاطر دشمنی حرام ہے تو جس نے یہ استکب کیا اس کے جھوٹ بولنے کا خطرہ رہتا ہے ۱۲ عینی (ت)

تیسری وجہ عدم مقبول شہادت شہود یہ قائم کی کہ باہم شہادت شہود میں اختلاف ہیں وہ الفاظ کہ جن میں عدالت نے اختلاف ثابت کیا ہے انکاروں سے نقل کئے جاتے ہیں کہ فضل حسین خاں بیان کرتا ہے کہ اس لڑکی کو میں نے پرورش نہیں کیا میری بیوی نے پرورش کیا ہے اور سامان شادی بھی اسی نے دیا ہے ، اور غلام ناصر خاں نے کہا کہ فضل حسین خاں نے پرورش کیا ہے اور سامان شادی بھی اسی نے دیا ہے اور درمیان غلام ناصر خاں و غلام محی الدین خاں یہ اختلاف ہے کہ غلام ناصر خاں اپنے بیٹیاں میں لکھا ہے کہ پہلی مرتبہ جو طلاق دی قریوں کہا تھا کہ بچا میں نے تجھ کو طلاق دی ، اور غلام محی الدین خاں نے بیان کیا کہ میں نے تجھ کو طلاق دی اس کی طرف نسبت کر سکے ، اور غلام محی الدین خاں اور فضل حسین خاں میں یہ اختلاف ہے کہ غلام محی الدین خاں نے بیان کیا کہ مدعا علیہ جو آیا تھا تو امراؤ بیگم زوجہ فضل حسین خاں کو سلام علیک کی تھی اور صیب سے ، اور فضل حسین خاں کہتا ہے کہ نہیں کی تھی اور بیان کرتا ہے کہ جس

وقت مدعا علیہ آیا تھا تو میں دروازہ میں بلائے کو گیا تھا خود درمیان غلام ناصر خاں و غلام محمد الدین خاں کے بیان میں یہ فرق ہے کہ غلام ناصر نے بیان کیا ہے کہ میں غلام محمد الدین خاں سے پہلے چلا گیا تھا اور غلام محمد الدین خاں کہتے ہیں کہ میں نے غلام ناصر خاں کو دہاں ہی چھوڑا تھا، ظہور بیگم و فاطمہ بیگم و کلین خاں کے بیان میں یہ فرق ہے کہ ہر دو مسلمان کہتی ہیں کہ عباس علی خاں مدعا علیہ کے جانے کے بعد بنگا بیگم نے دالان میں سے کہا تھا کہ تم سب اور کلین خاں کو گراہی دینی ہوگی اور دروازہ میں کچھ نہیں کہا تھا اور کلین خاں کہتے ہیں کہ مجھ سے بنگا بیگم نے دروازہ میں کہ دالان سے تین چار گز کے فاصلہ پر واقع ہے یہ مضمون کہا تھا کہ کلین خاں تم کو گراہی دینی ہوگی کہ عباس علی خاں نے تم سے بیان کیا ہے کہ میں نے اپنی زوجہ کو تین طلاق دے دی، ظہور بیگم و فاطمہ بیگم اپنے اظہار میں بیان کرتی ہیں کہ مدعیہ نے جواب مدعا علیہ کے کہا کہ اب میں نہیں جھاؤں گی جب تک کہ وہ لوگ جو پہلے مجھ کو ضمانت کر کے لے گئے تھے نہ آئیں گے، اسس پر مدعا علیہ نے کہا کہ تو میری جرد نہ ہوئی ان لوگوں کی ہوئی، پھر طلاق دے دی، اور تفضل حسین خاں لکھا ہے کہ مدعا علیہ نے کہا کہ ابھی سے جھاؤں گی جواب مدعا علیہ نے کہا کہ جو لوگ مجھ کو پہلے ضمانت کر کے لے گئے تھے اگر وہی آئیں گے تو میں جھاؤں گی اس پر مدعا علیہ نے کہا کہ میں نے تجھ کو طلاق دی، اور غلام محمد الدین خاں لکھتا ہے کہ مدعا علیہ نے مدعیہ زوجہ اپنی سے کہا کہ میں نے تاق کو اور ڈولی میں بھیجی تھی تو کیوں نہیں آئی، اس پر بنگا بیگم نے کہا کہ مجھ کو جانے میں کچھ ہند نہیں ہے مگر جو لوگ مجھ کو پہلے ضمانت کر کے لے گئے تھے وہی آکر لے جائیں گے تو میں جھاؤں گی ان سوائے جرح و کلام مدعا علیہ از گواہان مدعیہ سے اکثر اختلاف ہو رہا ہے گواہان مدعیہ اس قسم کے پاسے گئے جو باعث بے اصلیت شہادت و نامقبول عدالت پاسے گئے گو یہ اختلافات بجا تھے مگر غالب صداقت و حقیقت شہادت مانع قبول نہ تھی لیکن چونکہ مقدمہ ہذا محل و حرمت کا ہے اور عدالت ایسے عمل پر کہ شادی و نکاح کو صرف چھ سات ماہ گزرے ہیں کہ وصال میں انفصال سر پر آیا مدعا علیہ باوجود گوارہ نہ ہونے پر دو بائیں سے چار روزہ مدعیہ بھانہ والدین صرف انکار مدعیہ پر نہ آئی اپنے سے ہندو بھانہ شوہر طلاق دے کر چلا گیا بہت شبہات واقع ہیں اس بنا پر مجھ ذہب ابی دوست وہ اختلافات بالضرورت اس زمانے میں کہ اکثر مخلوق نے ہمیشہ ادا سے شہادت زور اختیار کر لیا ہے مانع قبول شہادت شہود ہیں جو موجب رویت ہذا کے،

جب قاضی کو گواہوں کے متعلق شک ہو تو ان کو علیحدہ علیحدہ کر دے اس کے علاوہ قاضی کو اختیار نہیں ہے اور قاضی ہر ایک سے جگہ اور وقت کا

۱۱۱ کتاب القاضی فی امر الشہود فرق بینہم ولا یسعه غیر ذلک و ویسألہم ایضا یت کان هذا وصح

كان هذه او يكون هذا السؤال بطريق
الاحتياط وانت كائن لا يجب هذا
على الشهود في الاصل ، فاذا فرقتهم
فانت اختلفوا في ذلك اختلاف
يفسد الشهادة مردها وانت كان
لا يفسدها لا مردها وانت كان يتهمهم
فالشهادة لا ترد بمجرد التهمة في
نواردين الساعية عن ابي يوسف
رحمه الله تعالى قال ابو حنيفة
اذا اتهمت الشهود فرقت بينهم ولا التفت
الى اختلافهم في ليس
التياب وعدد من كان معهم من
الرجال والنساء ولا الى اختلافات
المواضع بعد انت تكون الشهادة
على الاقوال وان كان الشهادة على
الافعال فالاختلاف في المواضع
اختلاف في الشهادة قال ابو يوسف اذا
اتهمتهم ورأيت الربيعة فظننت
انهم شهدوا الزور افرقت بينهم و
اسألهم عن المواضع والتياب ومن كان
معهم فاذا اختلفوا في ذلك فهذا اعندي
اختلاف ابطال به الشهادة كذا في
المحيط ۱۶-

سوال کسے کہ واقعہ کب اور کہاں ہوا، یہ سوال
بطور احتیاط ہوگا اگرچہ گواہوں پر یہ بیان کرنا
لازم نہیں ہے، تو بعد اکرے پر جگہ اور وقت میں
دونوں کا بیان ایسا مختلف ہو جس سے شہادت
میں فساد ہو تو اس کو رد کر دے اور وہ اختلاف
ایسا جو جس سے شہادت فاسد نہ ہوتی ہو تو رد
نہ کرے اور اگر گواہوں میں اتفاق پایا جائے تو
محض تحت کی بنا پر رد نہ کرے۔ ابن الساعی
کے قول میں امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ سے
روایت ہے کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
نے فرمایا ہے جب گواہوں پر تہمت پاؤں تو ان میں
تفریق کروں گا اور ایسے اختلاف کی طرف التفات نہ
کروں گا کہ ان کا بیان کیا اور ان کے ساتھ گئے مرد اور عورتیں
تھیں اور یہی جگہوں کے اختلاف کی طرف التفات کروں گا
بشرطیکہ شہادۃ اقول پر ہو اور اگر شہادۃ
افعال پر ہو تو جگہوں کا اختلاف شہادت
کا اختلاف قرار پائے گا۔ امام ابو یوسف رحمہ اللہ
تعالیٰ نے فرمایا جب مجھے شک ہو اور میں گمان
کروں کہ گواہ جھوٹے ہیں تو میں دونوں کو ایک دوسرے
سے جدا کر کے ان سے مواضع اور لباس کے
کپڑوں اور واقعہ میں موجود مرد و عورتوں کی تعداد کے
متعلق سوال کروں گا اگر وہ ان امور میں اختلاف
کریں تو میرے نزدیک یہ ایسا اختلاف ہوگا جس

کی بنا پر میں شہادت کو باطل قرار دوں گا، محیط میں یونہی ہے ۱۶۔ (ت)

سے فتاویٰ ہندیہ بحوالہ محیط کتاب ادب القضاء الباب الخامس عشر نورانی کتب خانہ شاد ۳۴۵/۲

چہارم یہ کہ معاملہ ہذا اقسام دعاوی حلال و حرام سے ہے ایسے عمل پر واجبات سے ہے کہ تا وقتیکہ گواہان ثقات و معتد سے وقوع طلاق متحقق نہ ہو اور پر بیان مجرہ ایسا شخص کے حکم تفریق بین الزوجین دینا بجز اس کے کہ اپنی جان کو یا خود بر گناہ کیا جائے کوئی نتیجہ نہیں عدالت کی رائے میں کوئی گواہان میں سے ایسا نہیں کہ جس کی شہادت کے اطمینان پر حکم تفریق بین الزوجین دیا جائے اس لئے کہ غلام ناصر خاں مردمان گواہی پریشہ سے ہے اکثر مقدمات میں گواہیاں اس کے وقت تلاش موجود نکل سکتی ہیں اور صد ہا مخبر بیان دروغ لوگوں پر کرنا شروع کی تھیں کہ عندہ تحقیق سرکار حاصل ان کی نہ نکلی گواہی مخبر بوجہ فسق قابل قبول نہیں، افضل حسین خاں پریشترانزی بمقدمہ جعل سازی سزا یاب ہو چکا ہے غلام محی الدین خاں عرفہ نئے خاں اور کلن خاں جن کا حال ہم کو نہیں معلوم تھا ان کا حال ہم نے بغیر طور پر بذریعہ آدم معتبر و معتد خود دریافت کر لیا یہ مرد گولہ بھی عندہ دریافت آدم معتد ثقات اور مقبول الشہادۃ نہ پائے گئے بنا بر روایت شامی کے کہ جو ذکر کی جائے گی اور بعض گواہ ان میں سے سترہ الحال ہیں اور بعض فاسق ہیں اور گواہی مسترد و فاسق کی جب تک تحری صدق نہ ہو اور عدالت ظاہر نہ ہو قابل اعتنا نہیں،

کما قال فی الدر الفاسق اهلها فيكون اهله
لكنه لا يخلو وجوباً و یا شتم مقلد کقابل
شهادته به يفتى وقيداً في القاعدة
بما اذا غلب ظنه صدقه
فليحفظ، دررہ و مقتضى الدليل
ان لا يحل ان يقتضى
بها فان قضى حبان
ونفذ اه و مقتضاه الاثم
وظاهر قوله تعالى ان
جادكم فاسق بنسباً فقيمتوا
انه لا يحل قبولها قبل

جیسے قدریں فرمایا کہ فاسق شہادت کا اہل ہے
تو وہ قضا کا اہل ہے لیکن اس کا تقرر نہ کیا جائے
یہ لازمی بات ہے اور اس کی تفریق منظور کرنی والا
گنہگار ہو گا جیسا کہ اس کی شہادت قبولی
کرنے والا گنہگار ہے اسی پر قوی ہے۔ فتاویٰ
قاعدہ میں فاسق کے متعلق اہل قضا و شہادت
ہونے کو اس قید سے مقید کر دیا کہ جب معتبر
کرنی والے کو فاسق کے صدق کا گمان ہو، اس کو
محفوظ کر لو، دررہ اور دلیل کا مقتضی یہ ہے کہ
فاسق کو فیصلہ دینا حلال نہیں تو اگر اس نے
کوئی فیصلہ کر دیا تو جائز اور نافذ ہو گا لہذا اس کا

تقریر حالہ وقولہم بوجوب
السوال عن الشاهد سرا و
علانية طعن الخصم
اولا في سائر الحقوق
على قولهما المفتق به
يقضي الاثم بتركه لانه
للتعريف عن حاله حتى لا يقبل
الفاستق وصرح ابن الكمال
بانت من قلذ فاستقا
ياثم واذا قبل القاضى
شهادته ياثم له وفي
الفتاوى القاعدية هذا
اذا غلب على ظنه
صدقه وهو مما
يحفظ ام قلت والظاهر
انه لا ياثم ايضا
لحصول التبيين المأمور
به في النصب تامل
قال ط فانت لم يغلّب
على ظن القاضى صدقه
فانت غلب كذب به عنده
او تساويا فلا يقبلها
اكثر لا يصح قبولها

مستغنی یہ ہے کہ گناہ ہوگا، اور اللہ تعالیٰ کے
ارشاد ”اگر فاسق کوئی خبر دے تو اس کی وضاحت
طلب کرو“ کا ظاہری تعاضیہ ہے کہ اس کی
شہادت کا قبول کرنا اس کے حال کی تحقیق سے قبل
مطلوب نہیں ہے جبکہ فقہاء کرام کا گواہ کے متعلق
فرمانا کہ خیرہ طور پر اور اعلانیہ بھی اس کی تفتیش
کی جائے فری مخالفت کا اس پر طعن ہو یا نہ ہو خواہ
تمام حقوق میں ہو، صاحبین مفتی بہ قول کے مطابق تو فقہاء
کرام کی اس بات کا تعاضیہ ہے یہ کام ترک کرنے
پر گناہ ہوگا کیونکہ یہ کام گواہ سے متعلق معلومات
کے لئے ہے حتیٰ کہ فاسق ہرگز گواہی قبول نہ کیا جائیگا
اور ابن کمال نے تصریح کی ہے کہ جس نے فاسق
کی تقرری کی وہ گناہگار ہوگا اور جب قاضی
فاسق کی شہادت قبول کرے گا تو وہ گناہگار ہوگا۔
فتاویٰ قاعدیہ میں ہے یہ جب ہے کہ قہرری
اور شہادت قبول کرنے والے نے فاسق کے صدق کا
گمان کیا ہو، یہ بات محفوظ رکھنے کے قابل ہے
قلت (میں کہتا ہوں) ظاہر یہ ہے کہ گناہگار
نہ ہوگا، کیونکہ نص میں بیان کردہ حکم کے مطابق
تفتیش ہو چکی ہے، غور کرو۔ طے کیا اگر قاضی کو گواہ
فاسق کے صدق پر غلبہ ظن ہو خواہ اس کا کذب پر
غلبہ ظن ہو یا اس کا صدق و کذب قاضی کے نزدیک
مساوی ہو تو شہادت کو قبول نہ کرے یعنی قبولی

اصلاً هذا ما يعطيه المقام
 شامی ۱۲ ولا یقبل قول المستور فی
 فی ظاہر الروایة وعن ابی حنیفة
 انه یقبل قوله فیها خبریاً
 علی مذهبه یجوز القضاء به
 وفق ظاہر الروایة هو و
 الفاسق سواء حتی یعتبر
 فیها اکثر الراي ۱۲ ھکذا
 ولھذا جوز ابو حنیفة رحمہ اللہ
 تعالیٰ القضاء بشہادة المستور
 فیما یثبت بشہات اذالم یطعن
 الخصم قال ولکن ما ذکرہ
 فی الاستحسان اصح فی
 نما ماننا فانت الغالب فی اهل
 الزمان الفسق فلا تعتمد
 رواية المستور ما لم یتمین عدالته
 کما لا تعتمد شہادته فی
 القضاء قبل امن یتھور
 عدالته وفي ظاہر الروایة هو و الفاسق
 سواء حتی یعتبر فیما ای فی المستور و الفاسق اکبر
 رأی فان کان غالب الراي صدقہا یقبل
 قولہما والا فلا عینی ۱۲۔

کونیا بالکل صحیح نہ ہوگا، یہ مقام کی بحث ہے، شامی
 اور مستور الحال کی بات ظاہر روایت کے مطابق
 قابل قبول نہیں ہے، اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ
 تعالیٰ سے مروی ہے کہ اس کی بات قبول ہوگی
 جیسا کہ امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کا مذہب ہے
 جب شہادت قبول ہوگی تو قضاء بھی جائز ہوگی
 اور جبکہ ظاہر روایت میں مستور الحال اور فاسق
 کا حکم مساوی ہے حتیٰ کہ ان دونوں میں رائے
 کے غلبہ کا اعتبار ہے، ہدایہ۔ اور اس لئے امام
 ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مستور الحال کی قضا
 کو ایسے معاملات میں جائز قرار دیا ہے جو شہادت
 کے باوجود مخالف فریق کے طعن نہ کرنے پر ثابت
 ہو جاتے ہیں، فرمایا، لیکن آپ نے استحسان میں
 جو فرمایا ہمارے زمانے میں وہ اصح قول ہے کیونکہ
 اس زمانہ میں فسق غالب ہے تو مستور الحال کا
 معاملہ جب تک واضح نہ ہو جائے اس پر اعتماد نہ
 کیا جائے گا جیسا کہ قضا کے معاملہ میں اس
 کی شہادت پر اعتماد ظہور عدالت کے بغیر نہیں
 کیا جاتا تو ظاہر روایت میں اس کا اور فاسق کا
 حکم مساوی ہے حتیٰ کہ ان دونوں کے متعلق غلبہ
 رائے میں ان کا صدق ہو تو ان کی بات
 مقبول ہوگی ورنہ نہیں، عینی ۱۲۔ (ت)

۳۰۰/۴	دار احیاء التراث العربی بیروت	کتاب القضاء	لے رد المحتار
۳۵۲/۴	مطبع دیوبند	کتاب الکراہیۃ فصل فی الاکل والشرب	لے الہدایۃ
۲۰۰/۴	المکتبۃ الامدادیۃ مکہ المکرمۃ	لے البنایۃ

اور جن گواہوں کی نسبت عدالت نے نامقبول شہادت پر وجوہات قائم کئے ہیں اور فحاشی اور مستور الحال لکھا ہے بہت تھوڑا زمانہ گزرا ہے کہ عدالت نے ان میں سے اکثر کی گواہی قبول کی ہے اور بعد اس کے کوئی امر ان سے ایسا سرزد نہیں ہوا ہے کہ جس سے فحاشی اور مستور الحال ہو گئے ہوں اور ان کی گواہی پر اعتماد نہ رہا ہو اور بابت تفضل حسین خاں کے لکھا ہے کہ یہ مقدمہ جعل سازی میں منرا یاب ہو چکا ہے یہ صحیح نہیں ہے اس واسطے کہ عدالت ماتحت نے اس پر جعل سازی قائم کی تھی حالانکہ وہ ہری تھا اسی واسطے وہ مراضی میں بری ہو گیا اس کی سند اس کے پاس موجود ہے اور غلام ناصر خاں کو عدالت نے اپنے فیصلہ میں گواہی پیشہ اور مخبر قرار دیا ہے اور اس کو اس سے انکار ہے اور کہتا ہے کہ یہ امر بالکل بے ثبوت ہے اگر عدالت کے پاس کوئی ثبوت ہو بیان کرے۔ اب علاقے دیندار سے استفسار اس امر کا ہے کہ دعویٰ سند کا ثابت ہے یا نہیں؟ اور شہادۃ شہود کافی ہے یا نہیں؟ اور عدالت نے جو وجوہات نامقبولی شہادت شہود بیان کئے ہیں صحیح ہیں یا نہیں؟ بتیوا تو جروا۔

الجواب

صورت مستفسرہ میں اگر دو مرد یا ایک مرد و دو عورتیں ثقہ عادل شرعی ہیں اور انھوں نے شہادت بروجہ شریعہ ادا کی تو دعویٰ طلاق ضرور ثابت ہے اور فیصلہ بحیثیت عید کرنا واجب، عامۃً وجوہ نامقبولی شہادت کہ فیصلہ میں نہ کر رہو تیں اصل و ناقابل قبول ہیں (جہالت تاریخ) شہود کے چھبیس ستائیس دن گنے کہ جہالت تاریخ مسترد دینا اولاً سخت عجیب ہے جبکہ صراحۃً تعین تاریخ و یوم و ماہ سب کچھ ان کے کلام میں نہ گور۔

ثانیاً روایت منقولہ فیصلہ دعویٰ ملک میں ہے طلاق کا اس پر قیاس باطل و مہجور۔ علماء تصریح فرماتے ہیں کہ اگر ایک شاپر نے کہا آج طلاق دی دوسرے نے کہا کل طلاق ثابت ہے اور شہادت متمثل، بحوالہ التی و اشباہ و النظائر و زواہر الجواہر و درمختار و غیرہ میں ہے۔
قال احدھا طلقھا الیوم والاخرانہما
طلقھا اس یقع الطلاق ۱۰
ایک گواہ نے کہا اس نے بری کو آج طلاق دی ہے
دوسرے نے کہا اس نے گزشتہ روز طلاق دی ہے
تو طلاق ثابت ہوگی۔ (د ت)

فتاویٰ صفری و فصول عمادی و فرائز المفتین و جامع الفقہیین و غایۃ البیان و فتاویٰ القرویہ

و رد المحتار آخر الوقت میں ہے ،

لو اختلف الشاهدان في زمان او مكان او انشاء و اقرار او كان هذا الاختلاف في قول محض كببيع و طلاق و اقرار و ابراء لا يمنع القبول في
اگر دون گواہوں کا اختلاف زمان ، مکان ، انشاء اور اقرار میں ہو اور گواہی کا تعلق کلام والے معاملے سے جیسے بیع ، طلاق ، اقرار اور بڑی کرنے سے ہو تو یہ اختلاف گواہی کی قبولیت سے مانع نہ ہوگا۔ (ت)

خلاصہ و جامع الفصولین و بحر الرائق و القرویہ میں ہے ،

الاختلاف في زمان او مكان او انشاء و اقرار في القول المحض لا يمنع قبولها مطلقاً من مختصين .
زمان ، مکان یا انشاء و اقرار کا محض کلام والے معاملے میں یہ اختلاف شہادت کی قبولیت کیلئے مانع نہ ہوگا اور مختصین (ت)

کافی و لسان الحکام و بحر الرائق میں ہے ،

اذا اختلف الشاهدان في الزمان او المكان في البيع والشراء والطلاق والعاق والوكالة والوصية والرهن والدين والقرض والبراءة والكفالة والحوالة والقذف قبل يه
بیع ، شراء ، طلاق ، عاق ، وكالة ، وصیت ، رہن ، دین ، قرض ، براءت ، کفالہ ، حوالہ اور قذف میں جب گواہوں کا اختلاف زمان یا مکان میں ہو تو شہادت مقبول ہوگی۔ (ت)

رد المحتار کتاب الوقت فصل فيما يتعلق بوقت الادلاء دار احياء التراث العربی بیروت ۳/۳۴۳
فتاویٰ القرویہ کتاب الشہادت الفصل الثامن دار الاشاعة العربیہ قندھار افغانستان ۱/۳۹۹
جامع الفصولین الفصل الحادی عشر اسلامی کتب خانہ کراچی ۱/۱۶۳
فتاویٰ القرویہ کتاب الشہادت الفصل الثامن دار الاشاعة العربیہ قندھار افغانستان ۱/۳۹۹
بحر الرائق باب الاختلاف في الشهادة ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۲/۱
لسان الحکام الفصل الثالث في الشہادت نزع فی الاختلاف فی الشہادۃ مصطفیٰ البانی مصر ۱/۱۲

بنحو ما ذکر کرتا ہے۔
کے سبب ہوتا ہے جیسے میں نے ذکر کی ہیں اور
ملفوظات (ت)

ثانیاً مہاجرت کو عداوت ہی ماننے تو دنیویہ کا کیا ثبوت۔ مسلمان کے اقوال افعال کو مہاجرین محل
حسن پر اتارنا واجب کما نطقت به الایات والاخبار (جیسا کہ آیات و احادیث نے اسے بیان
کیا ہے۔ مثلاً) کیا یہ مہاجرت اس بنا پر ناممکن کہ دعا علیہ نے تین طلاقیں و فوطہ دیں اور یہ شرعاً حرام
ترجہ از کتاب مصیبت اس سے مہاجرت کی فیکون من الدین لا لدنیا و هو لا یستعمل القبول کما
نص الفحول (تو وہ دین کے متعلق ہوگی نہ کہ دنیوی، جبکہ یہ مانع نہیں ہے جیسا کہ بڑوں نے اس پر
نص کی ہے۔ مثلاً) در مختار میں ہے :

تقبل من عدو بسبب الدین لانها من
التدین یعنی دین کے سبب عداوت والے کی شہادت مقبول ہے
کیونکہ یہ دین پسندی ہے۔ (ت)

ثالثاً دنیویہ ہی سہی مگر ہمارے تمام ائمہ کے اصل مذہب منصوص علیہ میں بر عداوت دنیویہ مطلقاً
مانع شہادت نہیں جب تک مرہبہ فسق نہ ہو منع مطلق امام شافعی کا مذہب ہے نہ کہ ہمارے ائمہ کا
اور علماء تصریح فرماتے ہیں کہ وقت اختلاف ترجیح ظاہر الروایۃ کی طرف رجوع واجب کما فی البحر
والدر والنہیۃ و مرد المحتار وغیرہا من معتقدات الاسفار (جیسا کہ بحر، در، وغیرہ
رد المحتار وغیرہ قابل اعتماد کتب میں ہے۔ ت) نہ کہ جہاں روایت وہی ہو وہاں غیر کی طرف
کیونکہ مصیر، رد المحتار میں ہے :

بقی هنا تحقیق وتوفیق وهو انه ذکر
فی القنیۃ انت العدایۃ الدنیویۃ
لا یتعم قبول الشہادۃ ما لم یفسق بہا
وانہ الصحیح وعلیہ الاعتماد وان ما فی
البحیط والواقعات من ان شہادۃ العدو علی
عدو لا تقبل اختیار المتأخرین والدرایۃ
یہاں تحقیق اور توفیق باقی ہے وہ یہ کہ قنیدہ میں ذکر
ہے کہ عداوت دنیویہ میں جب تک فاسق نہ ہو جائے
اس کی شہادت قبول ہوگی اور کہا کہ یہ صحیح ہے
اور اس پر اعتماد ہے، جبکہ بحیط اور واقعات میں
یہ بیان ہے کہ دشمنی دلہ کی ایک دوسرے کے
خلاف شہادت قبول نہ ہوگی یہ متاخرین کا

النصوصة تخالفها وانه مذهب الثقلين
وقال ابو حنيفة رحمه الله تعالى تقبل
اذا كان عدلا وفي المبسوط انت كانت
دنيوية فهذا يوجب فسقه فلا تقبل
شهادته اه ملخصا والمجمل ان في
السألة قولين معتمدين احدهما
عدم قبولها على العدو وهذا اختيار
المؤرخين وعليه صاحب الكسز و
الملتقى ، ثانيهما انها تقبل الا اذا سبق
بها واختار ابن وهبان وابن التيمية
اه مختصرا .

مختلفا رہے حالانکہ مبسوط روایت اس
کے خلاف ہے ، اور کہا کہ یہ امام شافعی کا مسلک
نہ ہے ، اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا
کہ یہ شہادت قبول ہوگی جب وہ عادل ہو ، اور
مبسوط میں ہے کہ جب دنیوی عداوت ہو تو یہ
موجب فسق ہے تو مقبول نہ ہوگی اور ملخصا ،
اور حاصل یہ ہے کہ اس مسئلہ میں دو مقدمہ قول
ہیں ، ایک یہ کہ عدالت والوں کی ایک دوسرے
کے خلاف شہادت نامقبول ہے اور یہ مؤرخین
کا مختار ہے اور اسی پر صاحب کسز و ملتقی کا اعتقاد
ہے ، اور دوسرا قول یہ ہے کہ عداوت والوں کی
شہادت مقبول ہے تا وقتیکہ وہ فاسق نہ ہو جائیں اور اس کو ابن وهبان اور ابن التيمية نے اختیار
کیا ہے اور مختصرا . (ت)
کنز الروس میں ہے ،

شهادة العدو على عدوه لا تقبل
لانه متهم وقال ابو حنيفة تقبل اذا
كان عدلا قال استاذنا وهو الصحيح و
عليه الاعتماد لانه اذا كان عدلا تقبل
شهادته وان كان بينهما عداوة بسبب
امر الدنيا اشارة في البحر .

عداوت والے کی ایک دوسرے کے خلاف شہادت
مقبول نہیں کیونکہ وہ محل تہمت ہے ، اور امام
ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا جب عادل ہوگا
تو مقبول ہے اور ہمارے استاد نے فرمایا یہی
صحیح ہے اور اسی پر اعتقاد ہے کیونکہ جب عادل ہو
تو اس کی شہادت مقبول ہے اگرچہ ان میں دنیوی
عداوت ہو اور ، اور بحر میں اسے نقل کیا ہے دستا

شرح وہبانہ ولسان الحکام میں ہے ،

شهادة العد وعلى عدوه الصحيح انها
تقبل سواء كانت العداوة دينية او
دنيوية فانها لا تعد في العدالة
صحیح یہ ہے کہ عداوت والے کی شہادت مقبول ہے
خواہ یہ عداوت دینی ہو یا دنیوی، کیونکہ یہ عدالت
کو متاثر نہیں کرتی۔ (ت)

وابعد بالله التوفيق، نظرہ قریب میں تحقیق یہ ہے کہ علمائے متاخرین بھی مطلقاً بخش کو مستقط
شہادت نہیں کہتے جب تک اس حد تک نہ پہنچے کہ عجب و عقل ایمانی پرستی ہو کہ عدالت انسان عادل
پر غالب آجائے جس کے باعث ہانکہ اس کی عدالت ثابت، یہاں جھوٹی گواہی دینے کا مظنہ پیدا ہوا
اور اس شخص کے معاملہ خاص میں اس کے صدق و عدالت پر اطمینان نہ رہے، ان کی تعلیمات اس معنی
پر شاہ عدل ہیں، خود فیصلہ میں امام عینی سے نقل کیا،

لا يؤمن من القول عليه۔ جھوٹ والے پہلو کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا (ت)

اسی طرح بحوالہ الی و در مختار وغیرہ میں ہے، اور اب یہ مذہب مخصوص سے چٹاں بعید نہیں وہاں
فسق حاضر و ظاہر پر بنائے کا رہے یہاں فسق مظنون و خفی وار قفاح امان پر، اور اس کی نظر اس
کی ضد یعنی محبت ہے کہ وہ بھی جب اس درجہ تک بالغ ہو کہ یہ اس کے معاملہ میں متہم ہو جائے تو اس
کے نفع میں اس کا قول مقبول نہیں اصل محبت بالاجماع مانع شہادت نہیں کما سیما فی (جیسا کہ
آگے آئے گا۔ ت) یونہی اصل عداوت تو حاصل حکم یہ ٹھہرا کہ اگر عداوت نے بالفعل فاسق کر دیا
تو بالاتفاق اس کی شہادت اس دشمن اور اس کے غیر سب کے معاملہ میں مطلقاً مردود، اور اگر
اس مرتبہ قوت پر ہے کہ کوئی الحال مرکب فسق نہ ہو اگر اس کے معاملہ میں عداوت کا پلہ عدالت پر
غالب ہے تو غیر مردود کے بارے میں بالاتفاق مسموع، اور خاص عدو کے ضرر پر اختیار متاخرین میں
نامقبول، اور اگر ایسا نہیں تو مطلقاً اتفاقاً مقبول،

هذا هو التحقيق الذي يعطيه كلامهم و
يشده الدليل فعليه فليكن المقبول۔ تحقیق یہی ہے جو ان کے کلام سے حاصل ہوئی
اور دلیل اس کی تائید کرتی ہے اس پر اعتماد چاہئے۔

عہ یہ عبارت اندازہ سے بنائی گئی۔

تو عند التحقيق مجرد اس اظهار فضل حسین خاں سے عداوت بالزمان لینا کسی قول پر صحیح نہیں جب تک اس کی ترجیح جانب عدالت پر ثابت نہ کی جائے۔ ہکذا ینبغي التحقيق والله ولی التوفیق (تحقیق یوں چاہئے اور اللہ تعالیٰ ہی توفیق کا مالک ہے۔ ت)

(طرفداری) غلام ناصر خاں کا کہنا جو کچھ کوشش اور پیروی ہو سکے گی کروں گا اگر اس بنا پر مانع قبول مانئے کہ جو کسی کام میں کوشش و پیروی کرے مطلقاً مردود و مثل نفس مخاصم ہے تو بدلتہ باطل کہ اس میں سرے سے شہادت کا دروازہ ہی بند ہوتا ہے نفس شہادت ہی مشہودہ کیلئے کوشش اور اس کے کام کی پیروی ہے کما تشہد بہ اللہ فی شہد لہ (جیسا کہ شہد لہ کا لام اس کی گواہی دیتا ہے۔ ت) اور اگر اس بنا پر کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ خواہ مدعیہ حق پر ہو یا باطل پر، ہر طرح میں اسی کا ساتھ دوں گا، تو کلام میں ہرگز اس کا ذکر نہیں اور از پیشین طویش معنی فاسد پر عمل کر کے جو اعتراض ہو وہ اپنے عمل پر ہے نہ کہ اصل قول پر، کیوں نہ کہتے کہ ہو سکتے سے اس کے کلام میں اسکاں شرعی مراد، حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں،

من استطاع منکم ان ینفع اخاه فلینفعہ۔ تم میں سے جس سے ہو سکے کہ اپنے بھائی کو نفع
سواء الامام احمد و مسلمہ فی صحیحہ دے تو دینا چاہئے (اسے امام احمد و مسلم نے
عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما اپنی صحیح میں جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما
عنہما۔ سے روایت کیا۔ ت)

جو معنی ہو سکتے "کے یہاں ہیں وہی وہاں۔ لفظ طرفداری کلام غلام ناصر خاں میں ہے بھی نہیں، کلام غلام محمد الدین خاں میں ہے، عند الانصاف وہ بھی اسی قیاس پر ہے اس نے ہرگز نہ کہا کہ مدعیہ حق پر ہو یا ناحق پر، میں ہر طرح اس کا طرفدار ہوں گا، اور امر حق میں طرفداری نہ ممنوع نہ مانع قبول، ورنہ وہی سستہ باب شہادت لازم آئے۔ علما جو مخاصم مقدمہ کی شہادت نامقبول بتاتے ہیں جسے مجوز فیصلہ نے ایک روایت محض بیگانہ پر محمول کیا اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ خود فریق مقدمہ جو بھیہ شریک یا وکیل یا نابالغ کا وصی، نہ یکہ مطلقاً معین کو مخاصم و فریق مقدمہ بنا دیجئے، بدلتہ پھر پھر بھر رد المحتار میں ہے،

شروط ادانہا امت لایکون خصماً شہادت ادا کرنے کی شرط یہ ہے کہ اس معاملہ

فلا تقبل شهادة الوهم للیستقیم
و الوکیل لموکلہ

میں گواہ کی مناصبت نہ ہو، تو وہی کی تعیم کے حق میں
اور وکیل کی موکل کے حق میں شہادت مقبول نہ ہوگی۔

بشرح و بیانہ للصف و لسان الحکام و بحر الرائی میں ہے،

لو عاصم الشخص آخری حق لا تقبل
شهادتہ علیہ فی ذلک الحق کالوکیل
لا تقبل شهادتہ فیما هو وکیل فیہ و
الوصی لا تقبل شهادتہ فیما هو وصی فیہ
و الشریک لا تقبل شهادتہ فیما هو شریک
فیہ و نحو ذلک

اگر کوئی کسی حق میں دوسرے سے عاصم ہے تو اس
حق میں ایک دوسرے کے خلاف شہادت مقبول
نہ ہوگی، جیسا کہ وکیل کی شہادت اس کی وکالت و اپنے
معاملہ میں اور وصی کی جس معاملہ میں وہ وصی ہے
اور شریک کی جس میں اس کی شریکت ہے، قبولی
نہ ہوگی۔ (دست)

ہر ذی عقل جانتا ہے کہ ایک دوست خالص اپنے بچے دلی دوست کا ضرور طرفدار ہوتا ہے
غرضاً حقیقی بھائی پھر با اتفاق علما دوست و برادر کی شہادت یقیناً مقبول و مسموح ہے جب تک
دوستی اس حد کو نہ پہنچے کہ ایک دوسرے کے مال میں نہ صرف ذبانی بقدر واقعی اپنے مال کی طرح جو چاہے
بے تکلف تصرف کرے۔ معین الحکام و قادی تراشی دور تھا میں ہے،

اما الصدیق لصدیقه فتقبل الا اذا كانت
الصداقة متناہیة بحيث ینصرف کل
فی مال الآخر

لیکن دوست کی دوست کے حق میں شہادت
مقبول ہوگی بشرطیکہ وہ دوستی انتہائی جس میں
وہ ایک دوسرے کے مال میں بلا اجازت تصرف
کرتے ہوں، نہ ہو۔ (دست)

کمزور وغیرہ عام ترین میں ہے،

تقبل لایخیه و عمه و ابویہ رضا عا و
امہ امسراتہ و بنتها و نواجہ بنتہ و

بھائی، چچا، والدین رضاعی، بیوی کی ماں،
بیوی کی پٹیل خاوند سے بیٹی، داماد، والد کی بیوی

۳۷۰/۴	دار اسرار التراث العربی بیروت	کتاب الشہادات	سہ رد المحتار
۲۳۲ ص	مصطفی البابی مصر	الفصل الثالث	سہ لسان الحکام
۹۲/۲	مطبع مجتہدانی دہلی	کتاب الشہادات باب القبول و عدمہ	سہ در مختار

امراء ابنہ وایہ

اور والد کے بیٹے (علاقہ بھائی) کے حق میں شہادت
مقبول ہوگی۔ (ت)

علامہ تصریح فرماتے ہیں کہ اگر گواہ مقدم میں مدعا علیہ سے لڑیں جھگڑیں شہادت کو ضرر نہیں جبکہ عادل
ہوں اس سے زیادہ اور کیا طر فزاری ہوگی۔ خزائنہ الفتاویٰ و بحر الرائق و در مختار میں ہے،
تخاضع الشہود والمدعی علیہ تقبل مدعی علیہ اور گواہوں کی مخالفت ہو تو گواہی مقبول
لوعد ولائہ ہے بشرطیکہ گواہ عادل ہوں۔ (ت)

تنبیہ مسئلہ برادر تمام متون و عامہ شروع و فتاویٰ میں پوشی الطلاق و ارسال پس ہے قنیین
میں اسے اس قید سے مقید کیا کہ ایسا نہ ہو کہ مقدم نے بہت طول کھینچا اور یہ بھائی اپنے بھائی کی حمایت میں
برسوں سے اس مقدمہ کی پیروی و کوشش و محاصرہ کاوش میں رہا، اب اگر اس مقدمہ میں بھائی کیسے
گواہی دے گا مقبول نہ ہوگی کہ اس مقدمہ کا ردوائی نہ گویا اسے شل محاصرہ کر دیا۔ علامہ ابن دہبان نے
نظم الفراد میں اسے بلفظ قیل فیل نقل کیا اور شرح میں قیاساً فرمایا کہ باقی اقارب و اجانب کا بھی یہی حکم
ہو جبکہ برسوں پیروی مقدمہ کر چکے ہوں۔ بحر الرائق میں ہے،

فی القنیۃ امتدت الخصومة سنین
ومع المدعی ابن وابن عم یخاصمان
لہ مع المدعی علیہ ثم شہدا لہ ف
ہذا الخصومة بعد ہذا الخصومات لا تقبل
شہادۃ تہما اہ و ذکر ابن و ہبامن
وقیاس ذلک ان یطرد ذلک فی کل قرابۃ
وصاحب تردد مع قرابتہ او صاحبہ
الی المدعی فی الخصومة سنین و یتخاضع لہ
تغیہ میں ہے کئی سال تک مدعی کی حمایت میں اس کا
بھائی اور چچا زاد، مدعی علیہ کے خلاف مخالفت میں
شریک ہیں پھر وہ بھائی اور چچا زاد اسی مخالفت
کے مقدمہ میں مدعی کے حق میں گواہی دیں تو یہ شہادت
مقبول نہ ہوگی اہ، ابن دہبان نے ذکر کیا ہے
کہ یہ قاعدہ ہر قرابت میں جاری ہوگا اور اپنے
قریبی کے تردد اور مدعی کی مصاحبت میں کئی سال
سے شامل ہے اور مدعی کے حق میں مدعی کے ساتھ

سہ کثر الدقائق کتاب الشہادات باب القبول و عدمہ
ملہ بحر الرائق کتاب الشہادات باب من تقبل شہادۃ
در مختار ۔ ۔ ۔ باب القبول و عدمہ
ایک ایم سعید کمپنی کراچی ۹۲/۲
ایک ایم سعید کمپنی کراچی ۹۲/۲
طبع مجبائی دہلی ۹۲/۲

ومعه على المدعى ثم يشهد له بعد ذلك
فانه ينبغي ان لا تقبل والفقه فيه انه
لما طال التردد مع الخصم والمخاضة له
مع المدعى عليه صار بمنزلة الخصم للمدعى
عليه احوال.

مدعا عليه کے خلاف محاسمت کر رہا ہے پھر وہ مدعی
کے حق میں اس ترقی و اور محاسمت میں گواہی دے تو اسے
قبول کرنا مناسب نہیں بلکہ اس میں کتنا یہ ہے کہ جب
مدعی کے حق میں مدعی علیہ کے خلاف طویل مدت
شریک ہو تو وہ گویا خود مدعی علیہ کے خلاف محاسمت میں لگا ہوا ہے

وہ جہانگیر میں ہے اسے

وقد قيل لابن العم والاخ لم يجز

اذا خاضا معه سنينا واخروا

(پچھا زاد اور بھائی کے متعلق بیشک یہ کہا گیا ہے کہ جب مدعی کے حق میں کئی سال کے
بعد تک وہ مدعا علیہ کے خلاف محاسمت رہے ہوں تو ان کی گواہی مدعی کے حق میں جائز
نہیں ہے۔ ت)

پرنظر کر یہاں یہ صورت بھی نہیں تو صرف اتنی بات پر شہود کہ خصم عہد ادینا محض ہے اصل ہے۔
(اختلافات) کہ بیان شہود میں پیدا کئے ان میں کوئی اصلاً صالح التفات نہیں۔

اولاً فضل حسین خاں نے انجی بی بی کا پرورش کرنا بتایا غلام ناصر خاں نے تفضل حسین خاں کا
یہ کیا اختلاف ہوا ممکن کہ تربیت مباشرة امراء حکم نے کی اور مال درضا جانب تفضل حسین خاں سے ہے تو
بلحاظ مباشرت اس سے نفی اور بنظر مال و اجازت اس کے لئے اثبات دونوں حق ہیں۔

قال الله تعالى وما رميت اذ رميت ولكن
الله رماني ففتح الامير الحصن ولم يفتح
هو بل العسكر كل محيهم كما قد علم في
محلله.

اللہ تعالیٰ نے فرمایا، جب آپ نے مارا آپ نے
نہ مارا لیکن اللہ قتائے نے مارا۔ امیر نے فتح کیا
اس نے فتح نہ کیا بلکہ لشکر نے فتح کیا، یہ کلام ہر طرح
صحیح ہے، جیسا کہ وہ اپنے محل میں معلوم ہے۔

ایسے امور کا صاحب خانہ کی طرف نسبت کرنا شائع و واقع ہے لہذا اصل و عن رأیہ یصدر (کیونکہ

صاحب خانہ اہل اور صاحب رائے ہے۔ (ت) اور اختلاف غلام نادر خاں و غلام محی الدین خاں کا ادعا محنت ہی
 قجب غیز ہے کلام محی الدین میں بگا کو ندا کی نفی بھی تو نہیں صرف عدم ذکر ہے وہ ذکر عدم کیونکر ہوا، اب العزت
 جل و علا نے سورہ نمل میں فرمایا،

يُؤْمِنُ بِئِي لَا تَخَفُ إِنِّي لَا يَخَافُ لَدِي
 الْمُرْسَلُونَ يٰلَهُ
 اسے موسیٰ علیہ وعلیٰ نبینا الصلوٰۃ والسلام، مت
 خوف کرو، میں وہ ذات ہوں کہ میرے ہاں رسول
 کو خوف نہیں ہوتا۔ (ت)

اور سورہ قصص میں ہے،

يُؤْمِنُ أَقْبَلُ وَلَا تَخَفُ إِنَّكَ مِنَ
 الْأُمْنِينَ يٰلَهُ
 اسے موسیٰ علیہ السلام! آگے بڑھو اور خوف نہ کرو
 آپ امن والوں میں سے ہیں۔ (ت)

اور سورہ طہ میں ارشاد ہوا،

قَالَ خُذْهَا وَلَا تَخَفُ إِنِّي هِيَ هِيَ
 الْأُولَى يٰلَهُ
 فرمایا اسے پکڑو اور خوف نہ کرو ہم اس کو عنقریب
 پہلی حالت پر پھیریں گے۔ (ت)

ان دونوں سورتوں میں ذکر نہ اسے، یہاں نہیں بلکہ جملہ لَا تَخَفُ کے سوا ہر جگہ نیا کلام فعل فرمایا ہے
 کلن خاں اور ظہور بیگم و غافلہ بیگم کے بیانوں میں اختلاف گمان کرنا محض قلب تدبیر سے ناشی ہے۔ سائل یہ
 استفسار پر واضح ہوا کہ کلن خاں غیر شخص ہے بگا بیگم اس سے چھپتی ہے وہ دالان میں تھی اور یہ دروازے
 میں۔ اب دونوں بیان صاف صاف حق و صحیح ہیں بے غوری کے باعث یہ گمان ہوا کہ دروازے کا لفظ دونوں
 کلام میں بگا بیگم سے متعلق ہے یعنی کلن خاں کہتا ہے بگا بیگم نے دروازے میں آکر مجھ سے کہا ظہور بیگم
 و غافلہ بیگم کہتی ہیں بگا بیگم نے دالان میں سے کہا دروازے میں کچھ نہ کہا حالانکہ حقیقت عورات کے بیان
 میں تو یہ لفظ بگا بیگم کی طرف ناظر ہے جس طرح مجوز نے بگا اور کلن خاں کے کلام میں خود کلن سے متعلق ہے
 یعنی میں دروازے میں تھا کہ بگا بیگم نے مجھ سے کہا ایسی طرف متکل و مخاطب، دونوں کے لئے متکل و متقبل
 ہوتی ہے تید نے مجھ سے مسجد میں کہا اس کے یہ بھی معنی ہو سکتے ہیں کہ تید مسجد میں تھا جو اس نے مجھ سے

۱۰/۶۷	سۃ القرآن الکریم
۳۱/۲۸	سۃ
۲۱/۲۰	سۃ

کہا اور یہ بھی کہ میں مسجد میں تھا کہ اس نے کہا ولہذا قرآن سے ایک معنی کی تعیین کرتے ہیں مثلاً قسم کھاتی کہ تجھے مسجد میں گالی نہ دوں گا، تو اس کے معنی یہ ہیں کہ میں جس وقت مسجد میں ہوں گا تجھے گالی نہ دوں گا ولہذا اگر وہ شخص مسجد میں ہوا اور اس نے باہر سے گالی دی حانث نہ ہو گا اور اگر قسم کھاتی کہ تجھے مسجد میں ماروں گا تو اس کے یہ معنی کہ جب تو مسجد میں ہو گا تجھے نہ ماروں گا ولہذا اگر وہ شخص بیرون مسجد ہے اور اس نے مسجد میں سے اسے مارا قسم نہ ٹوٹے گی۔ اشتباہ میں ہے۔

قال ان شتمته في المسجد اور هيئت اليه
فشرط حفظه كون الفاعل فيه وامر
ضربته او جرحته او قتلته اور هيئته
كون المفعول فيه۔

اگر کسی نے کہا میں اسے مسجد میں گالی دوں یا مسجد سے اسے تیرا روں، اس کی قسم ٹوٹنے کی شرط یہ ہے کہ فاعل مسجد میں ہو اور اگر کہا میں اس کو ضرب لگاؤں یا زخمی کروں یا قتل کروں یا تیرا روں تو پھر شرط یہ ہے کہ مفعول مسجد میں ہو۔ (ت)

ظہورِ بیگم و فاطمہ بیگم کے بیان میں احتمال اول مقصود ہے اور کلن خاں کے بیان میں دوم ولہذا اس نے والان و دروازہ کا فاصلہ بتایا کہ تین چار ہی گز سے جس کے سبب بگاہیگم نے والان میں سے جو بات کی میں نے دروازے میں سنی۔ یہ تو حق تحقیق ہے اور بالفرض اس سے قطع نظر بھی کیجئے اور دونوں کلام میں طرف کو بگاہیگم ہی کے واسطے قرار دیجئے تاہم وہ دونوں بیانیہ دہشتہ بگاہیگم کے دو کلاموں کے حکایت ہیں ایک میں کلن خاں مخاطب تھا کہ تم کو گو اہی دینا ہوگی دوسرے میں اور لوگ کہ تم سب اور کلن خاں کو گراہی دینی ہوگی وہ کلن خاں سے کہا تھا یہ اس کے جانے کے بعد تو ایک کا دروازہ دوسرے کا والان میں ہونا کیا محال ہے نہ ہرگز شرط شاید ہے کہ اس تمام جملے میں جس سے جو بات اصل امر کے لئے بھی کہی جائے اس سب کو اس کا علم محیط اور اس کے حفظ میں حاضر ہو، یہیں سے سلام علیک کہنے نہ کہنے کا جواب ظاہر معذرتاً ممکن کہ بفضل حسین خاں جب دروازے پر مدعا علیہ کو بلانے گیا اس نے اس سے سلام علیک نہ کی پھر یہ اس کے بعد مکان میں آیا اس نے سلام علیک کرتے نہ دیکھا اپنے عدم علم کی بنا پر نفی کی اور غلام محی الدین خاں نے دیکھا لہذا اپنے علم کی بنا پر اثبات، ظہورِ بیگم و فاطمہ بیگم و فضل حسین خاں و غلام محی الدین خاں کے بیان میں جو مکالمہ زن و شو کے حکایات ہیں ان کا حاصل کہیں مختلف و متنافی نہیں اسے اختلاف بتانے کے رد میں وہی تین آیتیں کہ ابھی تلاوت کی گئیں

اور قرآن عظیم کے عامہ قصص اور تمام احادیث منقولہ بالمعنی و بزیادت و نقص رواۃ جن کے قودہ قودہ
نظارہ صحیح بخاری کے اور ابواب اور صحیح مسلم کے ایک ہی سیاق میں مل سکتے ہیں کافی و دافی۔ کوئی
عاقلاً اسے اختلاف نہیں کہہ سکتا۔ رہا غلام ناصر خاں و غلام محی الدین خاں کا اختلاف، ممکن کہ واقع میں
غلام ناصر خاں پہلے چلا گیا ہو غلام محی الدین خاں نے اسے جانتے نہ دیکھا استصباحاً کہا وہیں چھوڑ آیا تھا۔
ثانیاً بالفرض اگر سب اختلاف مسلم بھی ہوں تو زائد و فضول و لغو و بیکار باتوں میں تفاوت
اصلاً لائق التفات نہیں بجا بیکم کو تفضل حسین خاں نے پرورش کیا یا اس کی زوجہ نے مدعا علیہ نے طلاق
دینے میں اسے بگاڑ دیا ہے نہ اس سے خطاب کیا، اس نے امر او بیکم و غیر اسے سلام علیک
کی یا نہ کی، غلام محی الدین خاں پہلے اٹھ گیا یا غلام ناصر خاں، بجا بیکم نے کلن خاں سے دروازے میں
کچھ کہا یا نہیں، بجواب عباس علی خاں جب تک ضامن نہ آئیں جلنے سے انکار ان لفظوں سے ادا کیا یا
ان سے ان میں کون سی بات کی نفی یا اثبات طلاق دینے نہ دینے سے تعلق یا معاہدہ پر کچھ اثر رکھتی ہے
تو ایسی مہلات پر نظر کے کوئی معنی نہیں۔ وجہز امام گردیزی میں ہے:

التناقض فیما لا یحتاج الیہ لا یضرب اصلہ فی الجامع الصغیر الخ۔
غیر ضروری کے متعلق تناقض مضر نہیں، اس
کے اصل جامع الصغیر میں ہے الخ (ت)
جامع الفضولین فصل ۱۱ میں ہے:

المقاضی لو سأل الشهود قبل الدعوی
عن لون الدابة فقالوا كذا، ثم عند
الدعوی شهدوا بخلاف ذلك اللون
تقبل لانه سأل عما لا یکلف الشاهد
بیانه فاستوی ذکره وتركه ویخرج
منه مسائل کثیرة۔

کا ذکر کرنا نہ مساوی ہے اس ضابطہ سے بہت سے مسائل کی تخریج ہوتی ہے۔ (ت)
خلاصہ دہندیہ میں ہے:

لو سأل القاضي الشهود عن لون الدابة
وذكروا ثم شهدوا عند المدعى و
ذكروا الصفة على خلافه تقبيل و
التناقض فيما لا يحتاج اليه لا يفسد
الشهادة ما لم يثبت من غير ضروري چیز میں تناقض
مضر نہیں ہے (ت)

خانیہ و بحر الرائق و طہیریہ و عالمگیری میں ہے :

لو اختلفا في الثياب التي كانت على الطالب
والمطلوب او المركب او قال احدهما كان
معنا فلا ن وقال الآخر لم يكن معنا ذكر
في الاصل انه يجوز لا تبطل هذه
الشهادة به

فتاویٰ قادیہ و فتاویٰ القرویر میں ہے :

قال الشهادة لو خالفت الدعوى بزيادة
لا يحتاج الى اثباتها او بنقصان كذلك
فان ذلك لا يمنع قبولها مثاليه
لو اشهد ا على اقراره بمال فاعا لا اقر
في يوم كذا او المدعى له يذ كرا ليوم
او شهد ا ولم يؤرخا والمدعى
اسخ ، او شهد انه اقر في بلد
كذا وقد اطلق المدعى ،
او ذكر المدعى المكان وله يذ كرا

فرمایا اگر شہاد کسی غیر ضروری اضافہ یا نقصان کی وجہ
سے دعویٰ سے مختلف ہو جائے تو گنہگار نہیں ہے
کہ اس کی قبولیت سے انکار نہ کیا جائے مثلاً
گواہوں نے ایک شخص کے اقرار بالمال کی شہاد
دیتے ہوئے کہا اس نے فلاں روز اقرار کیا حالانکہ
مدعی نے اس دن کا ذکر نہ کیا یا یوں کہ مدعی نے اپنے
دعویٰ میں کوئی تاریخ ذکر کی اور گواہوں نے وہ
تاریخ نہ ذکر کی یا یہ کہ گواہوں نے کسی شہر کا
ذکر کیا حالانکہ مدعی نے کسی شہر کا ذکر نہ کیا یا یہ کہ مدعی

۱۔ فتاویٰ ہندیہ کتاب الشهادات الباب الثالث نورانی مکتب خانہ پشاور ۲۶۰/۳
۲۔ بحر الرائق " باب الاختلاف في الشهادة ايجام سعيد کمپنی کراچی ۱۱۳/۷
۳۔ فتاویٰ ہندیہ " الباب الثامن نورانی مکتب خانہ پشاور ۵۰۹/۳

او ذکر المدعی مکاناً و هما سمیاً غیر ذلک
 المکان ، او قال المدعی اقر و هو س اکب
 فرس اولابس عمامة ، و قال اقر و هو راجل
 اور اکب حمار اولابس قطنسوة واشبیا
 ذلک فانه لا یستم القبول لان هذا لا یشاء
 لایحتاج الی اثباتها ف ذکرها و السکوت
 عنها سواء و کذا التوقع مثل هذا التفاوت
 بین الشهادتین لایفیض^۱
 و نہیں جن کا اثبات ضروری نہیں ہے تو ان کا ذکر اور عدم ذکر مساوی ہے اور یہی اگر اس قسم کا
 اختلاف دونوں گواہوں کی شہادت میں ہو تو مضر نہ ہوگا۔ (دست)

بلکہ علماء تو معاملہ طلاق و عتاق میں نفس الفاظ ایجاب کے اختلاف نسائی کو نظر انداز کرتے ہیں ایک گواہ
 کے زید نے اپنی زوجہ سے کہا انت طالق یا غلام سے انت حر ، دوسرے کے طلاق و ادمت کہا آزادت
 کردم ، یا ایک کے زید نے اس وقت عربی میں کلام کیا تھا دوسرے کے کفارسی میں ، ان سب صورتوں
 میں شہادت مقبول ہے اور طلاق و عتاق ثابت ، پھر ان بالائی لغویات کا لحاظ یعنی جو در مختار میں ہے ،
 شہد احد هما انه قال لعبدہ انت حر
 و الاخر انه قال آزادی تقبل یگہ
 اگر ایک نے شہادت دی کہ اس نے اپنے غلام کو
 انت حر^۲ (عربی) اور دوسرے گواہ نے کہا
 کہ اس نے غلام کو کفارسی میں آزاد کہا گواہی قبول ہوگی۔

بحر الرائق میں ہے ،

شہد احد هما انه اعتق بالعربی و الاخر
 بالفارسی تقبل یگہ
 ایک نے شہادت دی کہ اس نے غلام آزاد کرتے
 ہوئے عربی میں اور دوسرے نے شہادت میں کہا
 کہ اس نے کفارسی میں کہا شہادت مقبول ہوگی (دست)

۱۔ فتاویٰ القرویۃ بحوالہ الفتاویٰ القاعدیۃ کتاب الشہادات دارالاشاعۃ العربیۃ قندھار ۱/ ۹۵-۹۴

۲۔ در مختار کتاب الوقف خصوص فی تتبع بطلانہ و مجتہائی دہلی ۱/ ۳۹۸

۳۔ البحر الرائق کتاب الشہادات بدیع خلافت ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۱۰-۱۱/ ۷

اشباہ میں ہے،

شہد احد ہوا انہ اعتقہ بالعربیۃ والأخضر
بالفارسیۃ تعقل بخلات الطلاق والاصح
القبول فیہما۔

ایک نے شہادت دی کہ اس نے عربی میں اور دوسرے
نے شہادت دی کہ اس نے فارسی میں آزاد کسے
مقبول ہوگی بخلات طلاق کے، لیکن صحیح یہ ہے کہ

طلاق و طلاق دونوں میں مقبول ہے۔ (ت)

ثالثاً اصل شہادت میں اتفاق شافی و روانی کے بعد بعض فضولیات میں ایسا موثر ہے کہ آسان
اختلافوں کو جنس معاملے سے کچھ تعلق نہ ہو دستاویز بنا کر شہادت متفقہ کو رد کر دینے کا اگر فتح باب ہو تو عام حقوق
ضائع ہو جائیں گے ظالمین امرالی و فروع پر دسترس پائیں مظلوم اپنے حق سے محروم رہ جائیں کچھ راہ صرف
اعانت ظلم کے صیغے نظر آئیں کہ انسان نیسان کے لئے ہے اور زوائد ضائقہ کی طرف نہ ذہن ابتدا از انکساف
تمام کرتا ہے نہ جافطہ انتہا ان کا اہتمام ایسی کسی بات میں ایک آدھ اختلاف ہو جانا نا ورنہیں بلکہ کثیر و
غالب ہے خصوصاً اس بدعت شنیعہ کے ہاتھوں جو اسجمل کے دکھانے انکساف حقوق و تکذیب صدوق کے لئے
تراشی اور قضاۃ نے اس پر تقریر کی کہ محض براہ مغالطہ شہود کا بیان منزلزل کر دینے کے لئے صدائے سرائات
فضول و مہملات سو سو طرح کے پیچ و سے کر کرتے اور شرع نے جن کے اکرام کا حکم دیا جنھیں ذلیل و ادنیٰ
مظلوم بنایا ان کے اغوا و تضلیل و ازلال و تذلیل میں کوئی دقیقہ نامرعی نہیں رکھتے اس یہودہ بے معنی
کشاکش پریشان کن میں آدمی کے آئے جو اس جاتے ہیں خصوصاً فلسفہ و وضعفادار باب مسلمات صدر
اور وہ لوگ جنھیں کچھریوں کا اتفاق کم ہوا کہ یہ قرآن حضرات کے سخوہ و دستمالی ہیں جب فہرست شہود میں ایسوں
کا نام پاتے ہیں براہ تغافل فرماتے ہیں وہ بہت سیدھے مسلمان ہیں دیکھنا اور سوالوں میں بول جائیں گے جس
کا ثمرہ یہ ہوتا ہے کہ بھولا راستباز جھوٹا ٹھہرتا ہے اور جھوٹا فسوں کا رچتا، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم فرماتے ہیں،

المؤمن عن کریم والفاجر عن شیخ۔
رواہ ابو داؤد والترمذی والحاکم بسند
جید عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

مومن کریم ہونے کی بناء پر دھوکا کھانا ہے اور فاجر
شخص قابل طاعت ہونے کی وجہ سے دھوکا باز ہوتا ہے۔
اسے ابو داؤد، ترمذی اور حاکم نے حید سند کے ساتھ
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ (ت)

سے الاشباہ والنظائر کتاب الدرر فی الشہادۃ
سکھ سنن ابی داؤد کتاب الادب
ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی
فور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی
۲۴۵/۱ ص ۶۶۰

وہاں ایسے کسی اختلاف کیسیر کا بھی اصل واقعہ نہ ہوتا ہے تعجب ہے تو ان پر نظر کا حاصل ہوا فصاحت
محقق و اعانت عقوق کے اور کیا قرار یا سکتا ہے، والیاذ باللہ تعالیٰ، پر ظاہر کہ اس میں حرج صریح ہے
اور حرج بنص قطعی مدفع۔ جامع الفصولین میں ہے:

عدم القبول فی امثاله یفرضی الی المحرم ایسی صورتوں میں قبول نہ کرنا حرج، تنگی اور بہت
والتضییق و تفتیق کثیر من الحقوق و سے حقوق کے ضیاع کا سبب بنتا ہے جبکہ ہمیں
وأمرونا بيسر لا بعسر والمخرج ممدفوع کیسر کا حکم ہے تنگی اور دشواری پیدا کرنے کا حکم نہیں
شرعاً

(روایت نادرۃ ابی یوسف) کو مذہب امام ابو یوسف کتنا کس قدر خلاف فقہائیت ہے
نہ قاضی و مفتی کو اس پر عمل و حکم کی اجازت۔ جامع صغیر و جسطوط امام محمد و بحر الرائق و اشیاء النظر
و زواہر الجواہر و در مختار و فتاویٰ صغریٰ و فصول غادی و غرر المقتنین و جامع الفصولین وغیرہ الیہ
و فتاویٰ القرویہ و رد المحتار و فتاویٰ خلاصہ و کافی و لسان الحکام و معین الحکام و عقود الدریہ و
وجیز کردری و فتاویٰ خانہ و فتاویٰ ظہیریہ و فتاویٰ قاعدیہ وغیرہ کتب معتدہ مذہب کی عبارات کثیرہ
اور گزریں کو اس روایت نادرہ کے سراسر خلاف ہیں اور انہیں پر انحصار نہیں، عامۃ کتب مذہب میں
اس کا خلاف موجود اور اس روایت کا مخالف ظاہر الروایۃ ہونا خود عبارت منقولہ فیصلہ سے ثابت۔
فیصلہ سے جس قدر سائل نے نقل کیا وہ یہیں سے ہے کہ اذا اذتاب القاضی (جب قاضی کو
شک ہو۔ ت) حالانکہ اصل عبارت محیط ان الفاظ سے شروع ہے، قال فی الاصل اذا اذتاب
القاضی الخ (اصل جسطوط) میں فرمایا جب قاضی شک میں مبتلا ہو الخ۔ ت) جس سے صاف ظاہر
کہ محرر الذہب امام محمد نے کتاب الاصل میں کتب ستر ظاہر الروایۃ سے ہے بل حکایت خلاف تصریح
صاف فرمائی کہ شاہدین کا زمان و مکان میں بھی اختلاف مطلقاً مضر شہادت نہیں جہاں ہے ہے "یعنی
افعال نہ طلاق و عتاق و بیع و امثالہا اقوال پر جاسے اختلاف ثیاب و مرکب و حضار و اقعہ نسار و رجال
اور صاف یہ بھی ارشاد فرمایا کہ مجرد تحت و دیب کی بنا پر شہادت رد نہ کی جاسے گی، نیز اسی عبارت سے
یہ بھی ثابت کہ نوادر میں بھی یہ صرف روایت ابی یوسف ہے برخلاف امام اعظم و امام اہم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

بقول الامام ثلث (ہم پر امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ کے قول پر فتویٰ دینا واجب ہے۔ ت) خیر یہ میں ہے،
المقر را یضا عندنا انه لا یفتی ولا یعمل الا
بقول الامام الاعظمؒ الخ۔
اور نہ عمل کیا جائے الخ (ت)

رد المحتار صدر کتاب احیاء الموات میں ہے،

وذلك عجیب لما قالوا ان ما خالف ظاهراً
الروایة لیس مذهباً لاصحابنا۔
یہ امر عجیب ہے کیونکہ ان فقہار کرام نے فرمایا کہ جو
ظاہر الروایۃ کے خلاف ہو وہ ہمارے اصحاب کا
مذہب نہیں ہے۔ (ت)

بحر الرائی کتاب القضا میں ہے،

ما خرج عن ظاهر الروایة فهو مرجوع عنه
لما قرر وہ فی الاصول من عدم امکات
حد و رقولین مختلفین متساویین من
مجتہد والمرجوع عنه لم یبق قولاً له۔
جو ظاہر الروایت سے خارج ہے وہ مرجوع عنہ ہے
کیونکہ اصول میں یہ امر ثابت شدہ قرار
دیا ہے کہ مجتہد سے دو مساوی مختلف قول صادر ہوتا
نہیں اور جس قول سے رجوع کر لیا ہو تو وہ
مجتہد کا قول نہیں رہتا۔ (ت)

خیر یہ اور شہادات میں ہے،

هذا هو المذهب الذی لا یعدل عنه
الی غیرہ وما سواہ من روایات خارجة عن
ظاهر الروایة وما خرج عن ظاهر الروایة
فهو مرجوع عنه والمرجوع عنه لم یبق
قولاً له۔
مذہب یہی ہے جس سے خیر کی طرف عدول نہیں
کیا جاسکتا اور اس کے باسواہ روایات ظاہر الروایۃ
سے خارج ہیں اور جو ظاہر الروایۃ سے خارج ہو
وہ مرجوع عنہ ہے اور مرجوع عنہ ہو وہ مجتہد کا قول
نہیں رہتا۔ (ت)

۲۶۹-۵۰/۶	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	کتاب القضا فصل فی التقلید	سک ۱ بحر الرائی
۳۳/۶	دار المعرفۃ بیروت	کتاب الشہادات	سک ۲ فتاویٰ خیر
۲۴۸/۵	دار احیاء التراث العربی بیروت	کتاب احیاء الموات	سک ۳ رد المحتار
۲۴۰/۶	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	کتاب القضا فصل فی التقلید	سک ۴ بحر الرائی
۳۳/۶	دار المعرفۃ بیروت	کتاب الشہادات	سک ۵ فتاویٰ خیر

تصحیح القدوری و در مختار میں ہے ،

الحکم والفتویٰ بالقول المرجوح جہل و
خوف للاجماع علیہ

حواشی ثلثہ سادات ثلثہ ابراہیم علی و احمد مصری و محمد شامی میں ہے ،

اولیٰ من هذا ابطال الافتاء بخلاف
ظاهر الرواية اذ لم يصحح والافتاء
بالمقول المرجوح عنه

تذویر و شرح علائی میں ہے ،

لا یغیر اذ لم یکن مجتہدا بل المقلد
متی خالف معتقد مذہبہ لا ینفذ حکمہ
و ینقض هو المختار للفتویٰ کما بسطہ
المصنف فی فتاویہ غیرہ

انہیں میں ہے ،

(قضى فی مجتہد فیہ بخلاف رأیہ)
ای مذہبہ مجمع و ابن کمال (لا ینفذ
مطلقا) ناسیا او عاصدا عندہما
والاثمۃ الثلاثہ (دہ یفتی) مجمع و
وقایہ و ملتقی ، وقیل بالنفاذ یفتی
وفی شرح الوہابیۃ للشرینبلا فی قضی
من یش مجتہدا کحنفیۃ زماننا

کوئی حکم یا فتویٰ مرجوح قول پر ہو تو وہ جہالت اور
اجماع کے مخالف ہے۔ (د ت)

اس سے زیادہ باطل یہ ہے کہ فتویٰ دینا ظاہر الروایۃ کے
خلاف جس کی تصحیح نہ ہو ، اور مرجوح عنہ قول پر
فتویٰ دینا ہے۔ (د ت)

مجتہد کے غیر کو اختیار نہ ہو گا بلکہ مقلد جب اپنے معتقد
مذہب کے خلاف فیصلہ دے تو وہ ناقض نہ ہو گا
اور اس کو کالعدم قرار دیا جائے گا ، یہی فتویٰ کیلئے
مختار ہے جیسا کہ مصنف نے اپنے دوسرے فتاویٰ
میں اس کو بسط سے بیان کیا ہے۔ (د ت)

قاضی نے مجتہد فیہ مسئلہ میں اپنی رائے یعنی اپنے
مذہب کے خلاف ، مجمع اور ابن کمال
(مطلقا ناقض نہ ہو گا) خواہ قصد اہر یا سرور ،
صاحبی اور ائمہ ثلاثہ کے ہاں (اسی پر فتویٰ ہے)
مجمع و ملتقی اور وقایہ ، اور بعض نے کہا نفاذ پر
فتویٰ ہے ۔ علامہ شرنبلالی کی شرح وہابیہ میں
ہے ہمارے زمانہ کے حنفی قاضی کی طرح غیر مجتہد

۱۵/۲

مطبع مجتہدائی دہلی

مقدمۃ الکتاب

سکے در مختار

۵۱/۱

دار احیاء التراث العربی بیروت

”

سکے رد المختار

۷۲/۲

مطبع مجتہدائی دہلی

سکے در مختار شرح تذویر لا جہد کتاب القضاء

بِخِلَافِ مَذْهَبِهِ عَامِدًا لَا يَنْفَعُهُ اِتِّفَاقُ
وَكُذَّاءِ نَاسِيَا عِنْدَهُمَا، وَلَوْ قَسِدَ
السُّلْطَانُ بِصَحِيحِ مَذْهَبِهِ كَرِجَانَسَا
تَقْيِيدُ بِاخِلَافٍ لَكُونَهُ مَعَزُوكَا عَنْهُ
وَقَدْ غَيَّرَتْ بَيْتَ الْوُهْبَانِيَّةِ فَخَلَّتْ
وَلَوْ حَكَمَ الْقَاضِي بِحَكْمِ مَخَالَفَتِ
لِمَذْهَبِهِ مَا صَحَّ اَصْلًا يَسْطَرُّ

میں نے وہبانیہ کے شرک کو تبدیل کرتے ہوئے یوں کہا ہے، اگر قاضی نے اپنے مذہب کے خلاف فیصلہ دیا تو قطعاً صحیح نہ ہوگا یوں لکھا جائے۔ (ت)
رد المحتار میں قبیل باب الحکم ہے،

الْقَاضِي مَا مَرَّ بِهِ الْحَكْمُ بِاصْوَاقِ اَقْصَالِ
الْاِمَامِ فَادَّاهُ حَكْمُ بَغِيضٍ لَمْ يَصِحَّ بِهِ

فَتْحُ الْقَدِيرِ ہے،
اَمَّا السُّقُودُ فَاَمَّا ذَاكَ لِيَحْكُمَ بِمَذْهَبِ
ابْنِ حَنِيفَةَ فَلَا يَلْطَلُ الْمَخَالَفَةُ فَيَكُونُ مَعَزُوكَا
بِالنِّسْبَةِ اِلَى ذَلِكَ الْحَكْمِ

برہان شرح مواہب الرحمن پیر غنیۃ ذوی الاحکام شرح درر الحکام میں ہے،
هَذَا اَصْرِي بِحَقِّ الْحَقِّ الَّذِي يَعْنِي عَلَيْهِ
بِالنَّوَاجِذِ

۱۔ در مختار شرح تنزیل الجار کتاب القضا
۲۔ رد المحتار کتاب القضا فصل فی الجبس
۳۔ فتح القدیر کتاب ادب القاضی فصل آخر مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر
۴۔ فنیۃ ذوی الاحکام شرح درر الاحکام کتاب القضا میر محمد کتب خانہ کراچی

نے اپنے مذہب کے خلاف قصداً فیصلہ دیا تو
بالاتفاق نافذ نہ ہوگا، اور یوں ہی مجہول کر دیا
تو صاحبین کے ہاں وہ بھی نافذ نہ ہوگا، اور اگر
سلطان نے قاضی کو اپنے مذہب کے صحیح پر
فیصلہ کا پابند کیا جیسا کہ ہمارے زمانہ میں پابند
کیا جاتا ہے تو بغیر اختلاف وہ نافذ نہ ہوگا کیونکہ
قاضی کے دائرہ اختیار سے باہر ہے اعداء اور
قاضی نے اپنے مذہب کے خلاف

جو قاضی امام صاحب کے اقوال میں سے ارجح قول
پر فیصلہ کا پابند بنایا گیا ہو جب وہ اس کے غیر
پر فیصلہ دے تو صحیح نہ ہوگا۔ (ت)

اگر مقرر کرنے والے نے قاضی کو امام ابو حنیفہ
رحمہ اللہ تعالیٰ کے مذہب کا پابند کیا ہو وہ
مخالفت کا مجاز نہ ہوگا کیونکہ وہ ایسے حکم کا مجاز
نہ تھا۔ (ت)

یہ صریح حق ہے جس کو دانتوں سے مضبوط پکڑنا
چاہئے۔ (ت)

۵۰/۶ مطبع مجتہبی دہلی
۳۴۶/۴ دار احیاء التراث العربی بیروت
۲۹۷/۶ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر
۴۱/۶ میر محمد کتب خانہ کراچی

ليس للقاضي المقلد ان يحكم بالضعيف
لانه ليس من اهل الترجيح فلا يعدل
عن الصحيح الا لقصد غير جميل ولو
حكوا لا ينفذ لان قضاء القضاء بخير الحق
لان الحق هو الصحيح وما وقع من ان
القول الضعيف يتقوى بالقضاء السراة
به قضاء المجتهد كما بين في موضعه.

مجتہد کا فیصلہ ہے جیسا کہ اس کے مقام پر واضح کیا گیا ہے۔ (ت)

فواکہ بدریہ علامہ ابن الغرس میں ہے :

واما المقلد المحض فلا يتقوى الا بما عليه
العقل والفتوى

رسائل علامہ زین بن نجیم میں ہے :

اما القاضي المقلد فليس له الحكم الا
بالصحيح المفق به في مذهبه ولا ينفذ
قضاؤه بالقول الضعيف آه اثر هذه
الخمس جميعا في رد المحتار.

مقلد قاضی کو یہ اختیار نہیں کہ وہ ضعیف قول پر
فیصلہ دے کیونکہ وہ اہل ترجیح میں سے نہیں ہے
تو وہ صحیح قول سے عدول نہیں کر سکتا سوائے
کسی غیر پسندیدہ وجہ کے ، اگر اس نے ایسا فیصلہ
دیا تو وہ فیصلہ نافذ نہ ہوگا کیونکہ یہ فیصلہ ناحق
ہے کیونکہ صحیح قول پر ہی حق ہے ، اور یہ قول کہ
ضعیف کو فیصلہ دی بنا دیتا ہے تو اس سے مراد

لیکن خالص مقلد تو وہ صرف اس پر فیصلہ دے سکتا
ہے جس پر فتویٰ اور عمل ہو۔ (ت)

لیکن خالص مقلد تو وہ صرف اپنے مذہب کے صحیح
مفتی بہ قول پر فیصلہ دے سکتا ہے ضعیف قول پر
فیصلہ دے تو وہ نافذ نہ ہوگا اور ان پانچوں
جہات کو رد المحتار میں نقل کیا ہے (ت)

ان روایات صحیحہ کثیرہ شیعہ متوافرہ متضافرہ سے شمس و امس کی طرح واضح ہوا کہ مجوز نے
اس روایت پر فیصلہ کرنے میں اسر غلاب حکم کیا اس بنا پر فیصلہ واجب القض بلکہ اس سے بطلان محض ہے یہاں پر یہ کہ فیصلہ کو
اس روایت نادہ کے موافق فرض کر لیجئے ورنہ انصاف یہ کہ وہ اس کے بھی موافق نہیں یہ روایت
نادہ مطلقاً ایسے اختلافات کیسے کو مانع شہادت نہیں ٹھہراتی بلکہ اس حالت میں جب قرآن صحیح
امارات صحیحہ سے قاضی کو مرتبہ نقلی حاصل ہو کہ یہ گواہ جھوٹی گواہی دے رہے ہیں کہ اس میں صاف

رد المحتار بحوالہ فتاویٰ قاسم بن قطلوبغا کتاب القضاء فصل فی المجلس وارجاء الزماني في بيروت ۲۲۵/۲

رد المحتار ۲ فواکہ بدریہ ابن الغرس

رد المحتار ۲ رسائل ابن نجیم کتاب ادب القضاء الباب الخامس عشر زورانی مکتب خانہ رشادہ ۲۲۵/۲

شرط مذکور،

اذا اتهمتهم ورأيت الريبة فظننت
انهم شهود النوربة
سبب میں ان کو متمہ پاؤں اور مشکوک معاملہ دیکھوں تو میں
گمان کرتا ہوں کہ یہ گواہ جھوٹے ہیں (ت)

صرف تہمت پر بھی قناعت نہ فرمائی بلکہ زیادہ کیا کہ میں ان میں ریب دیکھ لوں مجھے ان کی شاہد کذب ہونے
پر گمان غالب حاصل ہو جائے یہاں مجوز نے ان تمام شہادات میں کیا ریب دیکھ لیا کس بنا پر ان کی یہ
گواہی جھوٹ ہونے پر ظن ہوا تھا آیا۔

(ریب و قہمت) اس بنا پر کہ اکثر مخلوق نے پیشہ شہادت زور اختیار کر لیا ہے محض بے اصل
سے شیوع کذب و عدم اعتماد خود زمانہ امام ابی یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ میں کہ قرون اخیر منقضی ہو چکے
تھے شہادت احادیث صحیحہ متفق ہو گیا تھا و لہذا صاحبین نے بر خلاف مذہب صاحب مذہب رضی اللہ
عنہم ظاہر عدالت پر اطمینان نہ رکھا خفیہ و آشکارا تحقیق و تزکیہ لازم کیا علماء نے تصریح فرمائی کہ
یہ اختلاف اختلاف برائے نہیں اختلاف زمان ہے۔ در مختار میں ہے،

لا یسأل عن شاهد بلا طعن من الخصم
الا فی حد و قود و عندہما یسأل فی
الکل اثب جہل بجالہم بھو سوا
و علنا بہ یفتی و ہواختلاف زمان
لانہما کانافی القرن الرابع و لو اکتفی
بالسرجاز مجمد و بہ یفتی سواجیہ کہ
تقاضی فرقی مناعت کے اعتراض کے بغیر گواہوں
کی تفتیش نہ کرے ماسوائے قصاص اور حد کے
اور صاحبین کے نزدیک تمام مقدمات میں تفتیش
کر سکتا ہے اگر قاضی گواہوں کے حال سے ناواقف
ہو، بحر، خفیہ اور اعلانیہ بھی۔ اسی پر فتویٰ ہے
اور یہ زمانہ کے اختلاف کا معاملہ ہے کیونکہ صاحبین

قرن رابع میں تھے، اگر خفیہ تفتیش کرے تو بھی صحیح ہے، اسی پر فتویٰ ہے، سراجیہ۔ (ت)

تو اس روایت میں یہ شیوع کذب کی عام بد اطمینانی قطعاً مراد نہیں ورنہ قید و شرط کی حاجت
نہ تھی بلکہ بالخصوص ان گواہوں میں کوئی ریب واضح پیدا ہونا مقصود ہے و لہذا "دایت الریب"
فرمایا، چرچا ہر کہ اس عام احتمالی بات سے ان شہود کے کاذب ہونے پر ظن نہیں ہو سکتا اور روایت
میں صراحت فرمایا فظننت انہم شہود النوربة (تو میں گمان کرتا ہوں کہ یہ گواہ جھوٹے ہیں۔ ت) شادی

۳۵۵/۴ کتاب ادب القضاء الباب الخامس عشر فرائی کتب خانہ پشاور
۹۱/۴ مطبع مجتہبی دہلی کتاب الشہادات

۳۵۵/۴ کتاب ادب القضاء الباب الخامس عشر فرائی کتب خانہ پشاور

کے چھ سات جینے بعد طلاق ہوتا بھی کچھ موجب ریب نہیں جس طرح تین چار دن بھی والدین کے یہاں نہ چھوڑنے کو
جزوئے فرط محبت پر محمول کر کے اسے بنا سے ریب ٹھہرایا ہے یوں ہی برابر کا احتمال یہ بھی موجود کہ یہ بربنائے
خشونت و شدت و سخت گیری ہو جس کا خاتمہ تین طلاق پر ہوا، عورتیں مردوں کے ہاتھ میں قیدی ہیں
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں،

اللہ اللہ فی النساء فانہن عوان بیت اللہ سے ڈرو اللہ سے ڈرو عورتوں کے حق میں کہ
ایدا یکم یتا وہ تمہارے ہاتھ میں قیدی ہیں۔

بد مزاج لڑک عورت کو، وہ دن بھی والدین کے یہاں بگوشی نہیں چھوڑتے دیر بنا سے کمال انس و محبت
بلکہ شدت و غلظت و انکسار حکومت، بلکہ یہاں یہی احتمال زیادہ رائج تھا اولاً عورت کا ضعف
الرجال قوا صون علی النساء (مرد عورتوں پر قوی منتظم ہیں۔ ت) سرکشی زناں بہ نسبت سخت گیری
مرداں نادر ہے۔

ثانیاً برخلاف معتاد و مجملہ بلاد اول بار بھی عورت کا بعضا نہت جانا تند مزاجی شوہر سے ترس شدید
کا پتہ دے رہا ہے۔

ثالثاً نام طلاق جس قدر عورتوں کو سخت شدید ناگوار ہے مردوں کو نہیں کہ اس میں انہیں اپنی
بدنامی کا بھی زیادہ لحاظ ہوتا ہے لوگ کیا کہیں گے، کیا کہیں گے، کیوں چھوڑ دیا، اور اس کے ساتھ اپنے
عیش باقی اور آنے والی عمر کا خیال کہ زناں ہتہ میں نکاح ثانی عار ہے۔ تو بے طلاق دیئے از پیش خویش
جھوٹا مشغلہ بنانے اور اس پر مقدمہ لڑانے کی جرات تو کتنی عورت سے بہت بعید اور سخت محل شہادت
ہے، ہاں جاہل مرد جب جو کس حکومت میں غضب پر آتے ہیں کبھی ایک طلاق پر نہیں رکتے بلکہ تین پر بھی
اتفاقا ٹھہرتے ہیں پھر جب غصہ اترتا اور نادام ہوتے ہیں لا علاج مرض کا علاج ڈھونڈتے ہیں ایسا
ہی خوف خدا ہوا تو صبر کر بیٹھے ورنہ انکار طلاق سہل نسخہ ہے بہر حال اس قدر میں شک نہیں کہ ایسے
ضعیف احتمالات بنا سے ظننت انہم شہود النور (تجھے گمان ہو کہ گواہ جھوٹے ہیں۔ ت) نہیں
ہو سکے توصاف واضح ہو کہ فیصلہ اس روایت کے بھی موافق نہیں محض ادبام پر مبنی ہے۔

۳۵۲/۵ دار الفکر بیروت
۴۲/۲ مطبعة المشهد القاہرہ
۳۳/۴

(معاملہ حلال و حرام) ضرور محل احتیاط شدید ہے، مگر یہاں علت و حرمت کا پتہ دونوں ملے
 یکساں اگر واقع میں طلاق نہ ہوئی اور مطلقہ ثلاثہ ٹھہر کر اجازت نکاح ثانی دیں تو معاذا اللہ اجازت زنا ہے
 اور واقع میں ہو گئی اور بدستور زوج بنا کر قبضہ طلاق دہندہ میں رکھیں تو عیاذ اللہ اجازت زنا ہے۔
 دونوں طرفین کا سننے کی قول برابر ہیں، ہاں اتنا ضرور ہے کہ شوہر کی طرف وہ شہادت ہیں جو ابھی مذکور ہوئے اور
 مدعا علیہ کا کذب کچھ مستبعد نہیں کہ اس کا اپنا نفع ذاتی ہے خصوصاً عوام سے ایسے مواقع میں کما حقہ عدلت
 (جیسا کہ آپ معلوم کر چکے ہوتے) اور شہود کثیر و متعدد ہیں اور ان کا اپنا ذاتی معاملہ نہیں ایک خود غرض کا
 کاذب ہونا بہت مسلمانوں کے پاس کیچے اپنا دین بیچنے سے آسان ہے۔ غایۃ البیان میں ہے،
 الشهادة تحصل على الصحة ما لم يكن فيه شهادات كونه صحتاً على محمول کیا جائے (د)
 غایہ میں ہے،

عند المخالفة تعارض كلام المدعى و
 الشاهد فما المرجح لصديق الشاهد ان
 الاصل في الشهود العدالة لا سيما على
 قول ابي يوسف ومحمد رحمهما الله
 تعالى، ولا يشترط عدالة المدعى لصحة
 دعواه في جرحا جانب الشهود عملاً
 بالاصل ثم كذا ما رأيت ما ثورا عنها في
 بعض منقولاتي.
 مدعی کی بات اور گواہوں کے بیان میں تعارض ہو
 تو ہم گواہوں کی بات کو ترجیح دیں گے کیونکہ گواہوں
 میں عدالت اصل ہے خصوصاً امام ابو یوسف اور
 امام محمد رحمہما اللہ تعالیٰ کے قول پر، جبکہ مدعی کا
 صحت و غوی کے لئے عادل ہونا شرط نہیں ہے
 تو ہم اصل پر عمل کرتے ہوئے گواہوں کے موقف
 کو ترجیح دینگے اور، میں نے اپنے بعض منقولات
 میں یوں مذکور پایا ہے۔ (د)

(جرح شہود) کثرت شہادت کوئی قدح شرعی نہیں، احکام الزیورہ و قسم ہیں، مگر نبی و تشریفی،
 کسی کے سامنے وقوع و واقع متعلق بہ اول ہے اور ان میں اس کی شہادت کا قبول متعلق بہ ثانی، کیا
 مگر نبی نے کوئی حد مقرر فرمادی ہے کہ اتنے سے زائد وقائع ایک شخص کے سامنے واقع نہ ہوں گے یا تشریح
 نے کوئی تحدید بتادی ہے کہ اتنے بار سے زیادہ شہادت شاید مقبول نہ ہوگی، صحا کا کو دیکھتے ہیں گواہی
 پیشہ ہی تحریر دستاویزات سے سال میں سینکڑوں لکھتا اور وہ ہر ایک کا گواہ ہے پھر مذہب صحیح میں

لہ غایۃ البیان

لہ العنایۃ علی ہامش فتح القدیر کتاب الشہادۃ باب الاختلاف فی الشہادۃ مکتبہ زبیر حنیف سکسٹر ۵۰۱/۶

یہ کثرت شہادت اس کی گواہی میں خلل انداز نہیں، خلاصہ وقرآن المغنی میں ہے،
 شہادۃ الصکاکین تقبل علی الاصحیح^۱ وثیقہ نویس کی شہادت مقبول ہے اصح قول کے
 مطابق۔ (ت)

بزازیرہ و الفرویدہ میں ہے،
 شہادۃ الصکاکین تقبل فی الصحیح^۲ صحیح قول کے مطابق وثیقہ نویس کی شہادت
 مقبول ہے (ت)

ذخیرہ وغیاثیہ وفتح القدر و ہندیہ میں ہے،
 اما شہادۃ الصکاکین فالصحیح انہا^۳ لیکن وثیقہ نویس کی شہادت، تو صحیح یہ ہے کہ
 تقبل اذا کان غالب حالہم الصلاۃ^۴ مقبول ہے بشرطیکہ ان کا غالب حال درست ہو۔
 مخبری بروجرہ مذکور مذکور فسق ہے مگر غلام ناصر خاں کو اس سے انکار بہت ہے اور جس طرح
 تفصل حسین خاں کا جواب سوال میں مذکور، مجوز نے روایت مذکورہ شامی پر محول کہنے سے نسخے خاں
 کلن خاں کے فسق کی طرف اشارہ کیا مگر سبب نہ بتایا اور ظہور یکم و فاطمہ یکم مستورات کو شاید پردہ
 مستوری میں رکھا حالانکہ بعد تحقیق کے ذمہ قاضی لازم و ضرور حال ممکن تھا۔
 بالجملة فیصلہ کے بیانات بالا محض باطل و قتل اور روایت تادیرہ ضعیفہ پر بنائے حکم رکھنے سے
 فیصلہ خود ناجائز و جہل۔ اور مدار حکم صحت اسی قدر پر ہے جو ابتداء گزارا کہ ان میں کوئی بھی نصاب شہادت
 برہرہ کفایت موجود تو بلا شبہ تین طلاقیں ثابت اور فیصلہ یکم مدعیہ ہونا لازم۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ
 اعلم و علیہ جل مجدہ اتم و احکم۔

۱۲۲ھ از ریاست رام پور مرسلہ مولوی مفتی عبدالعزیز خاں صاحب صدر الصدور
 ۳ صفر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے سہ قطعہ مکانات و غیرہ پاس مسماۃ ہندہ
 بالعرض مبلغ صحت^۵ بیع بالوفاکر کے مسماۃ کا قبضہ بعد تحریر و تصدیق کر دینے دستاویز بیع بالوفاکر

۱۔ نزادۃ المغنی کتاب الشہادات قلم نسخہ ۱۰۴/۲

۲۔ فتاویٰ فقرویہ بحوالہ بزازیرہ الفصل الاول دار الاشاعت العربیہ قندھار افغانستان ۱/۲۹۸

۳۔ فتاویٰ ہندیہ بحوالہ الذخیرۃ و الغیاثیہ و فتح القدر کتاب الشہادۃ ابوالیالیع زراعی مکتبہ خاندن شاہ ۳/۲۹۸

کی معرفت عمر را در مسماۃ ہندہ بعد فراغ از اسباب خود مکانات مرحومہ پڑا دیا۔ من بعد مسماۃ ہندہ نے
جامداد مرحومہ کو ایہ پرستی خالید کو ذریعہ کرایہ نامہ مصدقہ کے ملے کہ قبضہ کرایہ دار مسمیٰ مذکور کا جامداد مرحومہ پر
کرا دیا، چنانچہ روزِ بدین سے تھینا پندرہ سال تک مسمیٰ ذیہ راہین برابر یہ صورت دیکھتا رہا اور عقد مذکور کی
صحت کا مقرر ہا بالا خیر راہین مذکور نے انتقال کیا اور وقت فوت تک اس نے کسی قسم کا عذر نہیں کیا ہندہ
نے بعد فوت راہین کچہری میں دلا پٹنے ذریہ من کا دعویٰ کرنا چاہا اس ارادہ ہندہ سے ورثائے راہین مطیع
ہوئے تو بطور پیش بندی ورثائے راہین خلاف مضمون دستاویز اور خلاف قول راہین بنام مرتہندہ و شوہر
مرتہندہ اس بیان سے کچہری میں وغیرہ ہوئے ذکر پد مدعیان نے مبلغ ۵۰۰ شرح سود ۱۲۰۰۰ روپائی
فیصدی ماہوار بہ تحریر دستاویز تمسک کفالتی باستغراق جامداد بکر (شوہر مرتہندہ) سے قرض لینا چاہا
جس کو مسمیٰ بکر نے قبول و منظور کیا اور وقت تکمیل معاہدہ دستاویز سودی کو اپنے حق میں تحریر کرانا
خلاف شان تھا بہت کچھ بجا ہے دستاویز تمسک کفالتی کے دستاویز بیع بالوفاء بجا ہے اپنے
نام کے اپنی زوجہ (مرتہندہ) کا نام تحریر کیا اور واسطہ انشاء لفظ سود کے رقم سود قرار یافتہ کی بابت ایک
دوسری دستاویز بنام نہاد کرایہ نامہ برادر راہین سے تحریر کرائی جس میں للعلیہ رقم سود قرار یافتہ کو
بلفظ کرایہ تحریر کیا قبضہ و دخل مرتہندہ و شوہر مرتہندہ یا کرایہ دار مذکور کا بھی نہیں ہوا چنانچہ مبلغ ۵۰۰
بابت سود بحساب للعلیہ ماہوار اور مبلغ ۱۲۰۰۰ منجملہ ذراصل ذریعہ ٹور فوشہ (بکر) شوہر مرتہندہ
من بعد ما علیہ بشرح سود ۵۰۰ ماہوار بہ منہائی رقم سود الیٰ مدعی اصل کی پد مدعیان نے
(بکر) کو ادا کئے علاوہ البتہ مندرج بالا کے سوائے بابت سود بکر کے پاس پہنچی کل مقدار رقم
ادا کردہ کی مع اللیہ ہے بموجب شرع شریف معاملہ بیع بالوفاء حکم رہن میں ہے اور رہن میں قبضہ
لازمی ہے اور موافق مذہب اسلام سود کا لینا قطعاً ناجائز ہے اور رقم کرایہ بابت مرحومہ راہینان سے
لینا بھی نادرست ہے اس لئے جس قدر رقم بنام نہاد کرایہ راہین سے وصول کی ہے وہ کل رقم لائق جرائی
و محسوبی باصل ذریہ رہن ہے اور زرفاضل کی واپسی کے مستحق ہم وارثان راہین ہیں لہذا اصل دستاویز
بیع بالوفاء نامہ و کرایہ نامہ بالیغائے کل ذریعہ و بیعنا مد بالوفاء یعنی ۵۰۰ تجویز انفکاک رہن و مبلغ
۱۲۰۰۰ زرفاضل مسماۃ ہندہ و بکر سے مدعیان کو دلائے جائیں بتزید دعویٰ مدعیان اذ جانب
بکر شوہر مرتہندہ جواب دیا گیا کہ پد مدعیان سے جو معاہدہ ہوا تھا وہ مسماۃ ہندہ سے ہوا تھا اصل
فرق معاملہ مسماۃ مرتہندہ مذکورہ ہے زرفاضل بھی ملک اسی کا ہے من مدعا علیہ نے کوئی رقم کرایہ باز ذراصل
وصول نہیں کی نہ رسیدات دیں، مدعیان کو جب عروض تادی شش سالہ حق دعویٰ حاصل نہیں ہے

اور از جانب مرتبہ (مدعا علیہا) بتزید دعویٰ مدعیان مذکور کو جواب دیا گیا کہ زر ثمن ملک محمد مدعا علیہا ہے دستاویز اقراری مورث مدعیان میں عقد بیع بالوفاء محمد مدعا علیہا سے ہونا تحریر ہے شرعاً اس سے انکار کرنے کا حق مورث مدعیان کو بحیات خود نہیں تھا نہ مدعیان کو خلاف قول مورث خود ایسا حق حاصل ہے کیونکہ انکار بعد اقرار شرعاً درست نہیں ہے اور مکانات مرہونہ پر قبضہ محمد مرتبہ کا ہو گیا تھا اور کرایہ دار شخص ثالث کے پاس منجانب محمد مرتبہ کرایہ پر تھے جس سے قطعاً ان بضرورت خود واپس لے لیا گیا ہے مدعیان یا پدر مدعیان سے ایک جہ وصول نہیں ہوا اگر کرایہ دار شخص ثالث سے کچھ وصول ہوا تو اس کے بجا پانے کا کوئی حق شرعاً مدعیان کو نہیں ہے کیونکہ وہ شخص غیر اور مدعا علیہا کا کرایہ دار ہے بعد کارروائی ہائے مذکور کچھری نے نتیجات ذیل وضع کیں :

(۱) گنیشی لال (زید) مورث مدعیان نے مدعا علیہ (دبکر) سے مبلغ ۵۰۰ روپے بطور قرض لینا چاہتے تھے کہ مدعا علیہ مذکور نے شرح سود ۱۳ اور ۱۱ پائی فی صدی ماہوار بہ تحریر دستاویز نمسک کفالتی باستغراق جائداد دنیا قبول کیا، ثبوت ذمہ مدعیان و تزید ذمہ مدعا علیہا مدعا علیہ (۲) مدعا علیہ مذکور نے وقت تکمیل معاہدہ کے اظہار اخذ رہا و دستاویز سودی کو خلاف شان سمجھ کر دستاویز بیضامہ بالوفاء میعادوی دس سال تحریر کرایا۔ ثبوت ذمہ مدعیان و تزید ذمہ مدعا علیہا مدعا علیہ (۳) مدعا علیہ (دبکر) نے بوجہ مذکورہ بالا دستاویز میں بجائے نام اپنے کے مدعا علیہا (ہندہ مشترکہ) کا نام بحیثیت راہن درج کرایا اور واسطے اخفائے سود کے رقم سود قرار یافتہ کی بابت دوسری دستاویز کرایہ نامہ باسم فرضی مول چند غم حقیقی مدعیان سے غافشی طور پر تحریر کرائی جس میں للعلل رقم سود قرار یافتہ ماہوار کی کو بہ لفظ کرایہ تبدیل کر کے درج کرایا ثبوت ذمہ مدعیان و تزید ذمہ مدعا علیہا مدعا علیہ (۴) حسب قرار داد مذکورہ من ابتدا سے ۱۴ دسمبر ۱۹۰۱ء لغتایہ دسمبر ۱۹۱۲ء مبلغ ۵۰۰ روپے بابت سود بشرح للعلل ماہوار باخذ رسید نوشتہ مدعا علیہ مذکور کو ادا کئے گئے اور ۲ جزوی ۱۹۱۳ء کو الٹ باخذ ٹوٹہ اور ماہ ۱۱۱۱ بحساب عسب ماہوار من ابتدا سے جزوی ۱۹۱۳ء لغتایہ اپریل ۱۹۱۵ء مدعا علیہ مذکور کو ابھر کو ادا کئے گئے ثبوت ذمہ مدعیان و تزید ذمہ مدعا علیہا مدعا علیہ (۵) جائداد مندرجہ دستاویز موروثی ہے جس میں مدعیان بحیات گنیشی لال (زید راہن)

پدر مدعیان اسی کے حصہ وار تھے، ثبوت ذمہ مدعیان و تردید ذمہ مدعیہا علیہا ۲۹۱۔

- (۶) جو رقم مدعا علیہ ۱۷ نے مورث مدعیان سے بنام نہاد کرایہ مولیٰ کی ہے وہ ملاقی محسوبی و مجرائی باصل زرہین ہے اور زرہ فاضل قابل واپسی مدعیان ہے، ثبوت ذمہ مدعیان و تردید ذمہ مدعیہا علیہا ۲۹۱۔
- (۷) دستاویز بنام برضا و رغبت مورث مدعیان بنام مدعا علیہا ۲ (ہندہ) تحریر ہوئی ہے پس مدعیان کو اپنے مورث کے قول کے خلاف دعویٰ کرنے کا حق بمقابلہ مدعا علیہا ۲ نہیں رہا۔ ثبوت ذمہ مدعیہا علیہا ۲ و تردید ذمہ مدعیان۔

- (۸) دعویٰ مدعیان کو قادی عارض ہے۔ ثبوت ذمہ مدعا علیہا ۲۹۱ و تردید ذمہ مدعیان۔
- (۹) مورث مدعیان نے جو مکانات متنازعہ مدعا علیہا ۲ (ہندہ) کے ہاتھ بیس بالوفا کے ہیں ذر ضمن اس کا ملک مدعا علیہا ۲ ہے، ثبوت ذمہ مدعا علیہا و تردید ذمہ مدعیان۔
- (۱۰) مکانات مندرجہ بنام بالوفا پر قبضہ حسب قاعدہ شرعی مدعا علیہا ۲ (ہندہ) کا ہو گیا تھا اور مولیٰ چند کے پاس منجانب مدعا علیہا ۲ (ہندہ) کرایہ پر ہے جس میں سے ایک قطعہ گو دام واپس لے لیا گیا ہے، ثبوت ذمہ مدعا علیہا ۲ (ہندہ) و تردید ذمہ مدعیان۔
- (۱۱) دعویٰ مدعیان کو دفعہ ۱۵ قانون رجسٹری و دفعہ ۹۲ قانون شہادت عارض ہے، ثبوت ذمہ مدعا علیہا ۲۹۱ و تردید ذمہ مدعیان۔
- (۱۲) جو تحریر بنام نہاد رسید ایک کتاب مدعیان نے داخل کی ہے وہ بے ضابطہ و خلاف قانون قابل ضبطی ہے، ثبوت ذمہ مدعا علیہا ۲ و تردید ذمہ مدعیان، بعدہ کچہری نے اپنی تجویز نسبت ہر امر تنقیح کے بطریق مندرجہ تحت صادر کی۔

(تجویز)

تنقیح ۱ کے بارہ میں میری رائے یہ ہے کہ موتی شاہ اور وزیر خاں کی شہادت میں حسب مراد تنقیح ۱ کے گنیشی لال (زید رائے) مورث مدعیان اور عبد الغفار خاں کے مابین معاہدہ قرضہ صحت کا بشرط سود للعلیہ مایہ اور جائیداد مندرجہ دستاویز کی کفالت کیلئے دینا، یکن مدعیہا ثابت ہے۔

تنقیح ۲۹۲ درحقیقت ایسے امور میں جن کا شہودی ثبوت ناممکن ہے البتہ امور مذکورہ کا ثبوت نیت میں ہوتا ہے اور نیت مذکورہ حالات ذیل میں ثابت ہوتی ہے یعنی مدعا علیہ ۲ (بکر شوہر قہندہ) مسلمان ہے اور پیشکار کچہری بھی ہے اس لئے برے معاملات میں اس کو خود معاہدہ کرنا اور دستاویز زور و جبر

کے نام لکھنا عین مصلحت ہے اسی طرح سود کا لینا کسی مسلم اور خاص کر ذی علم شخص کو سراسر معیوب ہے لہذا رقم سود کا نام بدل کر کرایہ کا نام لکھنا ایک جملہ ضروری ہے۔ دوسرے رقم السیۃ کو خود وصول کرنا (جس کی بابت آئندہ تصریح کی جائے گی) اور رقم کرایہ مندرجہ کتاب کا خود وصول کر کے اپنے دستخط کرنا اور مدعا علیہ عد (ہندہ مرتبہ) کا نام نہ لکھنا صاف طور پر اس نیت کو جو تنقیحات عد ۲۰ کا حاصل ہے ثابت کر دیتا ہے اس لئے میں ان دونوں تقیوں کو بحق مدعیان قرار دیتا ہوں۔

نتیجہ کے متعلق میری تجویز ہے کہ (محمد رضا خاں و منظر حسین خاں) کی شہادت سے اعدا علیہ عد کے پہلے پہنچنے کا اقرار مدعا علیہ عد اور لالتہ عد رد و رد گواہان مذکور گنیشی لال (زید راہیں) کا مدعا علیہ عد کو دینا جملہ سماعت سے کا پاس مدعا علیہ مذکور پہنچنا اور عبد العزیز و سید عبد العزیز کی شہادت سے سماعت سے کے پہلے پہنچنے کا اقرار اور مال عد گواہان کی موجودگی میں دیا جانا جملہ سماعت سے کا پاس مدعا علیہ عد کے پہنچنا اور (عجائب الدین و احمد بی خاں و ولد مسیت خاں) کی شہادت سے مدعا علیہ عد کے پہلے پہنچنے کا اقرار اور سماعت سے کا نقد رد و رد گواہان مذکور دیا جانا جملہ سماعت سے کا پاس مدعا علیہ مذکور پہنچنا اور (حیدر علی خاں و عبد الرحیم خاں) کی شہادت سے مدعا علیہ عد کے پہلے پہنچنے کا اقرار مدعا علیہ مذکور اور (الار سماعت سے کا نقد گواہان مذکور کے رد و دیا جانا جملہ سماعت سے کا پاس مدعا علیہ مذکور پہنچنا اور (الطاف علی خاں و محمد بشیر و انور بیگ) کی شہادت سے مدعا علیہ عد کا پہلے پہنچنے کا اقرار اور (الار سماعت سے کا نقد گواہان مذکور کے رد و دیا جانا جملہ سماعت سے کا پاس مدعا علیہ مذکور پہنچنا اور (بجن و ولد غلام محی الدین و حیدر حسین) کی شہادت سے سماعت سے ۲۰ پانی کا پہلے پہنچنے کا اقرار مدعا علیہ اور مال اللہ سماعت سے کا بوجہ گواہان مذکور نقد دیا جانا سماعت سے کا پاس مدعا علیہ مذکور پہنچنا ثابت ہے مضمون شہادت مصرعہ بالا میں ثابت ہے کہ بعض حصر کل رقم موصولہ کا اقرار اور بعض حصر ہرہ گواہان (جنگ و رد و رقم دینی) میں ثابت ہوتا ہے جنہی رقم کے اقرار کی شہادت ہے ان کی صداقت کا یہ قوی قرینہ ہے کہ دیگر شہادتیں اس کی بالترتیب تائید کرتی ہیں اور اس کے متعلق رسیدات مدعا علیہ مذکور مشمولہ کتاب رسیدات ہے جس کی بابت ہم آئندہ تفصیلی بحث کریں گے) پیش ہوتی ہیں جو شہادت اقرار کی کامل تائید کرتی ہیں اس لئے اس رقم اقرار کے ایصال کو بہرہ تائید شہادت تحریری میں ثابت قرار دیتا ہوں، لیکن منجلہ سماعت سے کا کل رقم موذی بنام نہاد کرایہ کے کاٹنے کی ایسی رقم ہے جس کے متعلق مدعیان نے کوئی رسید پیش نہیں کی اور تحریر کرتے ہیں کہ مدعا علیہ عد کے براہ بدیتی اس رقم کی رسیدات نہیں دیں بوجہ نہ ہونے شہادت تحریری کے قابل منہائی جاتا ہوں جس کے منہا ہونے کے بعد سماعت سے کا باقی رہتے ہیں اس لئے باتفاق شہادت مدعیان و

تحریرات مدعا علیہ عا رقم ۱۱۱۱ کا پاس مدعا علیہ مذکور حسب الطینان کچہری پہنچا ثابت ہے ایصال
رقم مندرجہ بالا کے ثبوت میں جو کتاب رسیدات مدعیان نے پیش کی اس کتاب میں سوائے رقم ۱۱۱۱
کے باقی جملہ رقم درج ہیں جن کی وصول کے بابت مدعا علیہ کے دو قسم کے دستخط ہیں ایک بنام عبدالغافر خاں
دوسرا بنام دولہ خاں جو دستخط بنام عبدالغافر خاں تحریر ہیں ان کے ثبوت میں مدعیان نے متعدد دگواہان
عہدہ داران متعلق شناخت تحریر خط و دستخط طلب کرائے ہیں اور واسطے مطابقت دستخطوں کے پندرہ
قطعہ ثمن وغیرہ مجریہ کچہری دیوانی اور بیس قطعات اطلاعات مجازات مجریہ کچہری فوجداری پیش کئے جن پر مدعا علیہ
عا کے مسلم دستخط ثبت ہیں شہادت عہدہ داران مذکور اور مطابقت و معائنہ دستخطائے مشبہ کاغذات
مذکور دویم مثبت پشت ثمن ابتدائی مثل ہذا دستخطائے اطلاعاتی و نیز احکام کچہری میں باطینان کچہری
ثابت ہے کہ کتاب رسیدات پر جس قدر دستخط بنام عبدالغافر خاں تحریر ہیں وہ یقیناً مدعا علیہ عا کے
ہاتھ کے لکھے ہوئے ہیں اور تحریر بھی اسی کے ہاتھ کی ہے اور جس جگہ دستخط بنام دولہ خاں تحریر ہیں ان کی
طرز تحریر اور شان خط اور روشن قلم سے ثابت ہے کہ وہ بھی مدعا علیہ عا کے ہاتھ کی ہیں اور اکثر شہادتوں
سے یہ امر ثابت ہے کہ مدعا علیہ عا کا صرف دولہ خاں بھی ہے۔ واسطے ثبوت اور جانچ اس امر کے کہ دستخط
مشبہ کتاب رسیدات فی الواقع مدعا علیہ مذکور کی ہیں دو طریقے ہیں، ایک تو شہادت ایسے اشخاص کی جو
مدعا علیہ مذکور کے دستخط پہچانتے ہیں، دوسرے مطابقت ان دستخطوں سے جو تحقیقی طور پر مدعا علیہ
مذکور کی ہیں، پس دونوں طریقوں معرکہ بالا سے کچہری کو الطینان اس امر کا ہو گیا کہ دستخطائے مشبہ کتاب
رسیدات یقیناً مدعا علیہ مذکور کے ہیں۔

فقہہ ثانی یقیناً مدعا علیہ رقم ۱۱۱۱ کی ادائیگی اور رقمہ کی تحریر کی بابت میری یہ رائے ہے کہ
شہادت شیخ عفران و محمد علی خاں سے الٹ کا پاس مدعا علیہ عا پہنچا ثابت ہے اور غشی خدا علی
خاں پیشکار دیوانی اور غشی گوری سہائے ناظر فوجداری و غشی فیاض علی خاں پیشکار کچہری ججی
یا بومس الدین سب انسپکٹر پولیس و سید فرزند علی ناظر سیکریٹریٹ و غشی سکیل احمد الہمد
فوجداری و غشی سید احمد ذیل کی شہادت سے بخوبی ثابت ہے کہ رسید الٹ کی مدعا علیہ عا کے
ہاتھ کی لکھی ہوئی ہے اور اسی کے دستخط اس پر ثبت ہیں اس کے علاوہ دیگر دستخطائے مدعا علیہ
مذکور مشبہ کاغذات ثمن و اطلاعات مجازات و پشت ثمن و نیز احکام کچہری کے معائنہ و مطابقت سے
حسب الطینان کچہری ثابت ہے کہ دستخط مشبہ رقم الٹ کے اور تحریر خاص مدعا علیہ عا کے
ہاتھ کی اور اسی کے دستخط ہے جس میں کسی قسم کا شک و شبہ باقی نہیں رہا لیکن یہ رقم منجملہ زر رہیں

کے ہے اور رقم میں حوالہ صحت زر رہن کا دیا گیا ہے لہذا بمقتدار ۱۲ دفعہ ملا قانون رجسٹری ریاست کے
رسمہ مذکور کا رجسٹری ہونا لازمی ہے اور چونکہ وہ رجسٹری نہیں کرائی گئی اس لئے بمقتدار ۴۹ قانون
رجسٹری مذکور ثبوت میں لینے کے قابل نہیں ہے بناء براں اس رقم الصحت کا ادا ہونا بوجہ نص قانونی کے
غیر ثابت قرار دیا جاتا ہے۔

تتبع ۵ یعنی جائداد مرہونہ کا موردی مدعیان ہونا اور بحیات گنیشی لال مدعیان کا حصہ دار ہونا
کسی شہادت سے ثابت نہیں ہے اس لئے اس تتبع کو میں خلاف مدعیان فیصل کرتا ہوں۔

تتبع ۶ کے بارہ میں میری رائے ہے کہ جو رقم مدعا علیہ ۷ نے (جو شہر مرتند) موردی مدعیان
(ذید راہن) سے بنام نہاد کرایہ وصولی کی ہے اور جس کے ایصال کو کچہری نے ثابت قرار دیا ہے بقدر
صحت ۱۱۔ حسب تصریحات صدر ہوتی ہے میرے نزدیک وہ رقم جوہ قابل مجرائی بہ ذرا اصل ہے اول
یہ کہ کچہری دیرانی سے یہ اوسط ہو چکا ہے کہ بیع بالوفا بمذہب حنفی حکم رہن میں ہے اور شہری مرہونہ کا
کرایہ اور دیگر محاصل حق راہن اور قابل مجرائی بہ زر رہن ہے جیسا کہ فتویٰ فیصلہات پیش کردہ مدعیان
سے ثابت ہے، وہم یہ کہ شہادت اشرف علی خاں و دیگر گواہان سے یہ امر ثابت ہے کہ کرایہ نامہ رضامندی
و اجازت گنیشی لال (ذید راہن) لکھا گیا سہی کہ رقم کرایہ خود گنیشی لال نے و توافقات ادا کی جیسا کہ تجویز
تتبع ۸ سے ثابت ہے اس رضامندی و اجازت راہن سے حسب فتویٰ مدرسہ اہلسنت بریلی پیش کردہ
خود مدعا علیہ راہن باطل ہو گیا اور رقم زر رہن قرضہ خالص ہو گیا پس بلا اختلاف وہ رقم جو بنام نہاد
کرایہ وصول ہوتی ہے وہ ذاتی مجرائی بہ زر رہن ہے، سو ہم یہ کہ حسب تصریح مندر حسب تجویز تتبع ۷
قبضہ مرتن ثابت نہیں ہوا تو اس صورت میں بھی قرضہ سادہ اور رقم موردی بنام نہاد کرایہ ضرور لائی
محسوبی و مجرائی بہ ذرا اصل رہن ہے۔

تتبع ۹ کے متعلق کوئی ثبوت قانونی پیش نہیں کیا گیا اس لئے وہ بھی مدعا علیہ
غیر ثابت ہے۔

تتبع ۱۰ کے متعلق صرف حافظ عثمان خان نے شہادت دی ہے مگر وہ ثبوت اس تتبع کی
نہیں ہے۔

تتبع ۱۱ جو جوہ ذیل میرے نزدیک بھی مدعا علیہ ۷ ثابت نہیں ہے، اول یہ کہ جس قدر گواہان
جانب مدعا علیہ ۷ (ہندہ مرتند) میں پیش ہوئے ہیں ان کی شہادت سے پورے طور پر فارغ نہ
کل مکانات کا اسبابہ سامان راہن سے ثابت نہیں ہے اس لئے کہ کل گواہان مدعا علیہ ۷ بیان

کرتے ہیں کہ مکانات مذکور میں اوپر بھی درجات ہیں اور اوپر کے درجات میں ہم نہیں گئے، پس ظاہر ہے کہ جب اوپر کے درجوں میں ان گواہوں نے خود جا کر نہیں دیکھا تو ان گواہوں کی شہادت سے مندرج ہونا کل مکانات کا اسباب و سامان راہن سے جو شرط ضروری قبضہ مرہونہ کی ہے کس طرح ثابت مانا جاسکتا ہے۔

ثانیاً یہ کہ شہادت مذکور سے تعلق عسر خاں قبضہ گیر زندہ کا بھی نہیں ہوتا، چونکہ وہ فوت ہو گیا ہے اس لئے اس کا یعنی واسطے حصول قبضہ کے موجود ہونا ضروری تھا۔

ثالثاً اہم وجوہ اثری قبضہ محمد عر خاں یہ ہے کہ لغبن تجویز تنقیح ۱۹۱۳ء اصل صاحب معاملہ ہونا مدعا علیہا ۱۲ (ہندہ مرتنہ) کا غیر ثابت ہے اور لغبن تجویز تنقیح ۱۲ ماہین مولوی عبدالغافر خاں و گنیشی لال کے معاہدہ ہونا ثابت ہے، ایسی حالت میں منجانب مدعا علیہ ۱۲ محمد عسر خاں (عمر برادر مرتنہ) کا قبضہ کب مفید ہو سکتا ہے۔

رابعاً یہ کہ مدعیان نے نقل فیصلہ اجلاس عالیہ جوڈیشل بمقدمہ جاتی بیگم اسیٹنٹ بنام نایاب بیگم رمپانڈنٹ مورخہ ۹ دسمبر ۱۹۱۴ء میں اس امر کے ثبوت میں پیش کیا ہے کہ اجازت دینا قبضہ کی ثابت نہیں ہے جو بات عام حکم موصوفہ سبطل راہن ہے، اس میں شک نہیں کہ فیصلہ موصوفہ میں یہ امر تجویز فرمایا گیا ہے کہ راہنہ کی اجازت قبضہ دینے کی مرتنہ کو ثابت نہیں جو ضروری ہے اور اس مقدمہ میں مدعا علیہا ۱۲ (ہندہ مرتنہ) کا عر خاں (عمر برادر ہندہ) کو قبضہ لینے کی اجازت لینا کسی شہادت سے ثابت نہیں ہے، پس بر تقدیر فیصلہ اجلاس اعلیٰ اگر اجازت راہنہ پر اجازت مرتنہ قیاس کی جائے تو بلاشبہ قبضہ زیر بحث میں اجازت مرتنہ ثابت نہ ہونے سے راہن باطل ہوتا ہے اور یہ امر ظاہر ہے کہ جب رہن میں اجازت قبضہ دینے کی امر ضروری ہے تو قبضہ کے لئے اجازت دینا بدرجہ اولیٰ ضروری ہو گا کیونکہ اسی پر مدار قبضہ مرتنہ ہے۔

خاصاً یہ کہ شہادت مدعا علیہا ۱۲ (ہندہ مرتنہ) میں قیست ثبوت مکانات و دخل مکانات اختلاف ہیں ہے۔

تنقیح ۱۱ کے متعلق کوئی ثبوت قانونی یا نظر ایسی پیش نہیں ہوئی جس سے میں تنقیح مذکور کو ثابت قرار دوں میرے نزدیک اس مقدمہ میں دفعہ ۱۵ قانون رجسٹری ریاست اور دفعہ ۹۲ قانون شہادت کا کوئی تعلق نہیں ہے۔

تنقیح ۱۲ ابھی غیر ثابت ہے بلکہ تردید اس کی ثابت ہے کیونکہ رسید کرایہ کے لئے بمقتضا دفعہ ۱۴

قانون رجسٹری کے رجسٹری ہونا ضروری نہیں ہے البتہ ٹکٹ رسید کی ضرورت ہے چونکہ اس پر ٹکٹ رسید نہیں تھا اس کا تاوان ایک روپیہ وصول ہو گیا ہے اس لئے بمنشا مذکور ۵۲ قانون بمقام ریاست قابل قبول ہے اور حسب اعتراض مدعا علیہا لائق قبضی و خلاف قانون ہے نہ نہیں ہے کیونکہ بات بالا حکم ہوا کہ دعویٰ مدعیان تجویز انفکاک رہیں مجرانی کل زر مند حسبہ بینام بالوفاء والپسی لائن ۵۳ زر فاضل والپسی دلائی جانی بینام بالوفاء کرایہ نامہ اقراری مول چنند بنام مدعا علیہا ۲۷ ڈگری ہوا اور دعویٰ مدعیان والپسی الخاص کی خارج ہوا، لہذا اب سوائے مندرجہ تحت جواب طلب ہیں :

(۱) آیا وارث کو اپنے مورث کے اقرار کے خلاف ایسے ادعا کا حق شرعاً حاصل ہے یا نہیں ؟
 (۲) آیا قاضی کو بلا موجودگی عینہ و اقرار و کول کے محض اپنے قیاس کی بنا پر دستاویز مصدقہ سرکاری کے فرضیت کا حکم کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں اور ایسا حکم قابل بحالی ہے یا فسوخی ؟

(۳) آیا شرعاً قاضی کو عمل بالخط بصورت انکار مدعا علیہ از تحریر خود الخط لیشبہ الخط (خط خط کے مشابہ ہوتا ہے۔ ست) کے خلاف جائز ہے یا نہیں ؟ اور رسید پیش کردہ مدعی بصورت موجودہ جس کی بابت کوئی گواہ شہادت ادا نہیں کرتا ہے کہ ہماری سامنے رسید لکھی گئی ہے صرف قیاساً شناخت خط کے گواہ پیش ہوئے ہیں قابل قبول ہے یا نہیں ؟
 (۴) آیا بیع بالوفاء میں غیر بائع یعنی کرایہ دار سے بعد قبضہ شرعی جو روپیہ ہدیہ کرایہ وصول کیا جائے وہ ذرا اصل میں قابل مجرانی ہے یا نہیں ؟

(۵) اگر خود بائع بالوفاء کا یہ ادعا ہو کہ میں نے فرضی کرایہ نامہ از غیر تحریر و تصدیق کرایا تھا درحقیقت کرایہ من بائع بالوفاء نے ادا کیا ہے تو یہ صورت اجارہ باذن راہن کی ہے یا نہیں ؟
 (۶) آیا شہادت گواہان معمولی وغیر ثقت مدعیان سے عقابلہ مدعا علیہا معقر تھا دستاویزات و اقرارات گنیشی لال (ذیر راہن) کی فرضیت ثابت بھی ہو سکتی ہے اور ایسی فرضیت کی شرعاً کوئی مسند ہے ؟

(۷) آیا محض دو گواہوں کے (جس میں ایک سزا یافتہ ہے اور دوسرا گواہ جہاں ملازم ہے وہاں

مدعی تھوید (مہر ہے) اور مدعی کا اس پر ہر وقت اثر ہے اس قدر بیان سے کہ گفتگو سے معاہدہ شوہر مرتعدہ اور بائع بالوفا کے درمیان میں ہمارے سامنے صحت قرض دینے کے متعلق ہوئی تھی تو ایسی صحت دو شہادتوں کی بنیاد پر کہ جو دستاویزات کی تصدیق ہونے سے بیشتر کی شہادت خلاف دستاویزات مصدقہ ادا کریں اور نہ اپنی موجودگی ہنگام تصدیق دستاویزات بیان کریں اور نہ مسہلہ ہندہ مشتری یہ بیع بالوفا کے کسی اقرار کے متعلق شہادت ادا کریں کچھری دستاویزات مصدقہ کو شرعاً فرضی قرار دے سکتی ہے اور مدعا علیہا بڑا (مشتری یہ بیع بالوفا) کا حق شرعاً ضائع ہو سکتا ہے یا نہیں؟ اور ایسی شہادت مدعا علیہا مذکورہ کی مقابلہ میں شرعاً کیا اثر رکھتی ہے؟ جس قدر گواہ مخائبہ بیان پیش ہوئے ہیں وہ سب مستور الحلال اور غیر ثقہ ہیں کچھری نے کسی گواہ کی حیثیت تحت اظہار تحریر نہیں کی ہے کہ یہ گواہ کسی حیثیت کا ہے حالانکہ حکم ریاست جاری و نافذ ہے کہ ہر گواہ کے ختم بیان پر کچھری کی جانب سے فٹ حیثیت گواہ کا لکھا جائے کہ گواہ کچھری کے نزدیک کسی قسم کا ہے آیا ثقہ یا غیر ثقہ یا مستور الحال ہے جس سے گواہ کی معتبری کا اندازہ ہو سکے۔ پس ایسی حالت میں شہادت گواہان مخائبہ پر حاکم اپیل کو شرعاً کیا حکم دینا چاہئے؟

(۸) آیا مخائبہ حسب قول خود بشرح سود ۱۲ روپائی سود فیصدی ماہوار رقم سود صحت قرار داد ہونا بیان کر کے للعلل ماہوار میزان قائم کر کے ادائیگی بیان کرتے ہیں اور نیز گواہ بھی اسی طرح شہادت ادا کرتے ہیں لیکن بحساب ۱۲ روپائی فیصدی ماہوار کی رقم صحت پر سود للعلل پائی ہوتا ہے تو ایسی تناقض عرضی دعویٰ و شہادت علی الزیادات پر کچھری مقدمہ کی ڈگری شرعاً کر سکتی ہے اور اگر کچھری ڈگری ایسی صورت میں صادر کرے تو وہ ڈگری شرعاً قابل بحالی ہے یا فسوخی؟ بیتنوا تو جسدوا۔

الجواب

اللہم لك الحمد يا وهاب اسئلك هداية الحق والصواب (اے اللہ! حمید تیرے لئے ہیں، اے عطا کرنے والے! میں تجھ سے حق اور ہدایت کی رہنمائی چاہتا ہوں۔ ت) کلام طویل اور فرصت قلیل اور طبیعت غلیل اور سائل کو تعجیل، لہذا چند مفید و کافی کلمات پر اقتصار اور انھیں کے ضمن میں جواب سوالات ضروریہ کا اظہار ہو و باللہ التوفیق سائل نے دارالافتا میں عرضی دعویٰ و بیان تحریری و فیصلہ و عبارت رسیدات مندرجہ بھی اور معینا مرقوم کر ایر نامہ اور مدعی کے پیشکش گواہان ثقتی شاہ، وزیر خاں، محمد رضا خاں، مظہر حسین، عبد العزیز خان، سید عبد العزیز،

حافظ عجمی، الدین خاں، احمد خاں ولد میاں خاں، حیدر علی خاں، عبد الرحیم خاں، الطاف علی،
محمد بشیر، الوریگ، نجف، حیدر حسین، اشرف علی خاں، احمد خاں ولد عبدالنبی خاں، نجف علی خاں،
محمد خضران، قلی خاں کے اظہارات کی نقول پیش کیں جبکہ رسیدات و بیانات موتی شاہ و وزیر حشاں
کی باضا بطہ باقی سادہ، ان کے ملاحظہ سے واضح ہوا کہ نہ دعویٰ صحیح نہ شہادتیں نہ فیصلہ منصفانہ
شرع مطہر کا حکم بتانا ہے اور نہ از حسب ارشاد حدیث وہ کہ معروف منکر ہے اور منکر معروف۔
اہل اسلام حکم شرع پر گردی رکھیں اگرچہ غلط و راجح سے بیگانہ نظر آئے۔

دعویٰ

دعویٰ تین وجہ سے باطل ہے :

اول وارث و مورث مثل شخص واحد ہیں، مورث کے افراد ثابت کے خلاف وارث کا دعویٰ
تناقض ہے اور غیر حل خطا میں تناقض مبطل دعویٰ۔ وجہ امام کردی پھر بحر الرائق جلد ہفتم ص ۳۹
پھر فتح اللعین جلد ۳ ص ۲۲ پھر طحاوی علی الدر المنہار جلد ۲ ص ۲۱۶ میں ہے :

اعلم ان التناقض كما يكون من متكلم واحد يكون من متكلم واحد
معلوم ہونا چاہیے کہ جس طرح تناقض ایک متکلم
کے کلام میں ہوتا ہے اسی طرح ایسے دو متکلم حضرا
کے کلاموں میں جو ایک متکلم کے حکم میں ہوں، مثلاً
وارث اور مورث دونوں کا کلام ایک متکلم کے حکم میں ہے۔

فتح العین و طحاوی صفحات مذکورہ میں اس کے بعد ہے :

وفي هذا دلالة ظاهرة على ما نقله الشيخ حسن (يعني العلامة الشرنبلالي) في
مرسالة الأبرار عن فتاوى الشيخ الشاذلي حيث حكى الإجماع على ان دعوى الوارث
لا تسمع في شيء لا تسمع فيه دعوى مورثه ان لو كان حيا فادعى
اور اس میں شیخ حسن یعنی علامہ شرنبلالی کی رسالہ
الابرار میں شیخ شاذلی کے فتاویٰ سے منقول کلام پر ظاہر
دلائل ہے جہاں انھوں نے یہ اجماع ذکر کیا ہے
کہ جہاں مورث اپنی زندگی میں کوئی دعویٰ کرتا تو
اس کا دعویٰ وہاں مقبول نہ ہوتا وارث کا
ایسا دعویٰ قابل سماعت نہ ہوگا۔ (ت)

دوم واپسی و استاویزات کے دعویٰ میں حکم شرعی یہ ہے کہ اگر کاغذ دستاویز ملک عام علیہ

تو دعویٰ راساً باطل، صرف رسید پانے کا دعویٰ کر سکتا ہے اگر نہ پائی ہو اور اگر ملک مدعی ہے تو ضرور ہے کہ دعویٰ میں کاغذ کی مقدار اور اس کی صفت بیان کرے ورنہ دعویٰ بوجہ جہالت نامسموع، یہاں مدعی نے اپنے میں سے کچھ نہ بیان کیا لہذا دعویٰ مدفوع۔ حاوی زاہدی و قنیہ باب المدائنات و عقود الدیر علیہ ص ۱۲۰۸

طلب القبالة من سب الدين بعد القضاء
فللمدينون طلبها منهم انت كالت
الكاغذ مملوكة له وان كانت مملوكة
للدائن فله طلب وثيقة القضاء منه
ولا بد في صحة دعوى القبالة من بيان
قدرا لكاغذ وصفها وبيان قدر المال
المكتوب فيها (ملخصاً)

قرض کی ادائیگی کے بعد قرضخواہ سے دستاویزات
طلب کرنا مقروض کا حق ہے بشرطیکہ وہ دستاویزات
مقروض کی ملکیت ہوں، اور اگر وہ قرض خواہ کی ملک
ہوں تو پھر مقروض کو صرف ادائیگی کی رسید کے
مطالبہ کا حق ہے اور دستاویزات کے دعویٰ
میں مدعی پر لازم ہے کہ وہ ان دستاویزات کی
مقدار اور ان کی صفت اور ان میں درج شدہ
مال کی مقدار کو بیان کرے (ملخصاً)۔ (د)

ریاست رامپور میں علاقہ قدیم پاشامپ کی قید بہت جدید ہے مگر ان دستاویزوں تک نہ ملتی تھی
تو ظاہر اور حق تو جب بھی اس قدر تعیین مدعی ہیکے لئے کافی نہیں کہی کاغذ کم قیمت کا پیش ہوتا ہے جس
پر تاوان لے کر جبری کر دیتے ہیں کبھی جتنی قیمت کا قانوناً چاہئے خزانے میں نہیں ہوتا تو دو قطعے لئے جاتے
ہیں کبھی عبارت دستاویز قطعاً اشامپ پر پوری نہیں آتی سادہ ضمیر لکھاتے ہیں تو صرف اس قدر کہ
اس نوعیت کی دستاویز پر اتنے کا اشامپ ہوگا، تعیین کاغذ نہیں کر سکتا بلکہ دعویٰ میں اس کا بیان
ضرور ہے کہ کاغذ کس قیمت کا ہے، ایک قطرہ ہے یا دو، تنہا ہے یا مع ضمیر، ضمیر ہے تو کس مقدار و
صفت کا ہے، یہاں ان میں سے کچھ نہ ذکر نہیں لہذا دعویٰ مسموع نہیں۔

مسموع دعویٰ زر کے ساختہ پر داخہ ہونے پر ایک اور قرینہ واضح بھی ہے، بنیوں کو حساب
خصوصاً سود کے محاسبات میں کمال مشق و عہارت ہوتی ہے لیکن عرضی دعویٰ نیز شہود مدعی کے بیانوں
پر حساب بہت گنڈا ہے اولاً مدعیوں نے پانچ ہزار پر شرح ماہوار فیصدی ۱۳۱۱ پائی بتائی پھر سب
نے ماہوار للعے سالانہ شرح مذکور سے پانچ ہزار پر للعے ماہوار ہوتا ہے جسے ماہر مینے

سود میں آٹھ آنے ماہوار سے زیادہ دینا اور پندرہ برس تک اسی غلطی پر چار ہنا اور کبھی متنبہ نہ ہونا عاقل معقول نہیں۔

ثانیاً ۷ مارچ سلسلہ سے ختم ماہ تک پندرہ دن ہوتے ہیں مدعیوں نے ان کی بابت بائیس روپے لکھے اور یہی رسید میں دکھائی ہے۔ دسمبر ۳۱ دن کا ہے اسی کے ۵ دن کے شرح مذکور پر لکھا ہے ۲۳ پائی ہوئے کہ اکیس روپے سے تیس چھپے بھی زائد نہیں ذکر کو رہا بائیس اور اگر غلط ہے ہی شرح لیں تو ان پندرہ دن کے لکھے ۲۳ پائی جسے اب بھی بائیس روپے میں گھر سے زائد زیادہ گئے، کیا جیسا ۱۱ یا ۱۵ آنے سو کے حساب میں یاد دیکھا۔ ثالثاً ایک ہزار ذرا اصل سے ادا ہونے کے بعد حسب شرح اقراری مدعیان ۱۱ پائی ماہوار رہا نہ کہ حسب جو مدعیوں نے لکھا کہ ہر مہینے پر ۶ پائی زائد ہے اور اگر چالیس ہی روپے لیں تو حسب ۱۱ پائی ہوا اب بھی ۱۳ پائی کی زیادت ہے حساب میں اسے بھی غلطی کہیں گے اور مرد زمان سے اس کی مقدار روپوں کو پہنچے گی۔

سابعاً یہ ہزار کی ادا ۳ جنوری سلسلہ کو بتائی اور جب سے آخر اپریل سلسلہ تک ماہ ۱۱ پائی حسب کے حساب سے صرف ۱۱ پائی کے حساب سے یہ رقم یکم جنوری سے پورے ۲۸ ماہ کی ہوئی حالانکہ ان کے ذم پر جنوری کے پہلے دو دن تک لکھے کی پوری رقم باقی تھی اس پر جنوری کے دویم کے ۱۲ تا ۱۰ پائی ہوتے اور حسب کے حساب سے صرف ۱۱ پائی رہ گئے ساڑھے آٹھ آنے سے زیادتی کی کمی ہے، یہ سب اخلاط و عصبہ پر ہے شرح اقراری مدعیان ۷ مارچ سلسلہ سے آخر اپریل سلسلہ تک حساب یہ ہوا۔

ایام	روپے	آنے	پائی	ایام	روپے	آنے	پائی
۵ ایوم دسمبر سلسلہ				۲۹ جنوری سلسلہ بشرح			
بشرح ۱۱ پائی	۲۱	۰	۸	۱۱ پائی	۳۲	۸	۹
از جنوری سلسلہ لغایت دسمبر سلسلہ				از جنوری سلسلہ لغایت اپریل سلسلہ			
گیارہ سال	۵۴۳۰	۱۰	۰	۲ سال ۳ ماہ	۹۳۹	۶	۰
یکم و دوم جنوری سلسلہ	۲	۱۲	۱۰				
			۱۰				
			۳۱				
				مجموع	۹۷۳۶	۶	۲
					۸	۸	۲

کل سے چھاپنے میں تھے لیکن عمل اور گواہ اور دیہات سب سے لے کر دینا بتاتے ہیں محال عادی ہے کہ ہر شیار بنیا تیر چودہ برس غلطی میں پہچانی رہ کر ۹۹ روپے ہم آئے، ۲۹ پائی حساب سے زیادہ دے دے یہ ہرگز معقول نہیں اور ایسا دعویٰ کہ ظاہر حال مدعی جس کی تکذیب کو سہے مقبول نہیں، بجز الزامی میں ہے۔

ان من شرط صماح المدعی ان لا یکن ذنب المدعی ظاہر حالہ ثم رأیت ابن القوس فی الفوائد الفقہیۃ (صرح بہ فقال) ومن شروط صحۃ الدعوی انہ یکون المدعی بہ مما یمتثل الثبوت بان لا یمکن مستحیلا عقلا او عادیۃ فان المدعی والمحال ماذکور ظاہرۃ الکذب لان المستحیل العسادی کالمستحیل العقلی (ملاحظہ)

دعویٰ کے قابل سماعت ہونے کے لئے شرائط میں سے ہے کہ مدعی کا ظاہر حال اس دعویٰ کی تکذیب نہ کرتا ہو، پھر میں نے فوائد فقہیہ میں ابن القوس کی تصریح دیکھی تو انہوں نے کہا کہ دعویٰ کی صحت کیلئے شرائط میں سے ایک یہ ہے کہ جس چیز کا دعویٰ کیا ہو وہ قابل ثبوت بھی ہو یعنی کہ وہ عقلاً یا عادیۃ محال نہ ہو کیونکہ اگر دعویٰ ایسا ہو کہ وہ ظاہراً بھوٹ ہو تو قابل سماعت نہ ہو گا کیونکہ محال عادی محال عقلی کی طرح ہوتا ہے (ملاحظہ)۔ (د)

غایت درجہ یہاں عذر خطا ہو گا یعنی مدعیوں نے براہ غلط اس شرع کا اقرار کیا مگر بعد اقرار ادعائے خطا مردود و بیکار۔ فتاویٰ قاضیخانہ و اشباہ و النظائر و فتیہ در مختار و عقود الدریہ وغیرہ میں ہے۔

اقرار بشی شتم ادعی الخطا لم تقبل یہ ایک چیز کا اقرار کر کے پھر اس کی خطا کا دعویٰ کرے تو قبول نہ ہو گا۔ (د)

شہادات

ان شہادتوں کے بطلان پر کچھ وجوہ عام ہیں کہ ہر وجہ سبب کو شامل اور کچھ خاصہ کہ بعض سے خاص مگر ان سے بھی کوئی گواہی خالی نہیں لہذا وہ بھی وجہ عام ہیں، وجوہ عامہ شہادت ہیں،

اول حقوق العباد میں صحت دعویٰ شرط شہادت ہے اگر دعویٰ صحیح نہیں اس پر کوئی شہادت کیسے ہی اصل وجہ وثوق کی ہو اصلاً مسموع نہیں اذ فوات الشرط فوات المشروط (جب شرط فوت ہو جلتے تو مشروط فوت ہو جاتا ہے۔ متاثر بالابصار میں ہے۔

تقدم الدعوی فی حقوق العباد شرط
قبولہا علیہ

حقوق العباد کے متعلق پہلے دعویٰ ہونا شہادت کی
قبولیت کے لئے شرط ہے۔ (د)۔
اور ہم ثابت کر چکے کہ یہ دعویٰ صحیح نہیں لہذا تمام شہادتیں یہ اودان کے سوا اور جس قدر ہوں سب باطل۔
دوم حقوق العباد میں شرط شہادت وہ لفظ ہے جو انشاء گواہی کے لئے ہو بلفظ اخبار کچھ بھی کہا جائے
ہرگز قبولی نہیں۔ معین الحکام میں ہے،

اعلوان اداء الشهادة لا يصح بالخبر البتة
فالخبر كيف تصوف لا يجوز الاعتماد عليه
واضح ہو کہ خبر کے طور پر شہادت کی ادائیگی ہرگز صحیح
نہیں کیونکہ خبر جیسی بھی ہو وہ قابل اعتناء نہیں ہے۔
اسی میں ہے،

لا بد من انشاء الاخبار عن الواقعة المشهودة
بها أو الانشاء ليس بخبر فاذا قال الشاهد
اشهد كان انشاء ولو قال شهدت لم يكن
انشاء
جس واقعہ کی شہادت دی جائے وہ بطرعیۃ انشاء
ہو کیونکہ وہ خبر نہ ہوگی جب گواہ اشہد گواہی
دیتا ہوں، کہے تو یہ انشاء ہے اور اگر اس نے
شہدت (میں نے شہادت دی ہے) کہا تو
انشاء نہ ہوگی۔ (د)۔

اسی میں ہے،

لا يقع الانشاء باسم الفاعل نحو انشاء
هكذا بكن افهذ اليس انشاء
اسم فاعل کے صیغہ سے مثلاً میں گواہی دینے
والا ہوں" کہا تو یہ انشاء نہیں ہے بلکہ (د)۔
گواہ پر قسم خلاف مذہب و خلاف شرع ہے بعض متاخرین نے نظر بضرورت جو اس بدعت کو گوارا کیا تھا کہ
لوگ جھوٹی شہادت پر جری ہیں جھوٹی قسم سے بچیں گے اب وہ بھی باقی نہیں قسم پر شہادت سے زیادہ جرأت
ہے اس سے قطع نظر ہو تو قسم مشہودہ پر ہوتی تھی مثلاً خدا کی قسم اس زید پر اس عمر و کا اتنا روپیہ فلاں سبب
سے آتا ہے یہاں اس کے خلاف تمام اظہاروں میں قسم شہادت دینے پر کھاتی ہے کہ خدا کی قسم پچ گواہی دیتا ہوں
اس نے "گواہی دیتا ہوں" کو انشاء شہادت نہ رکھا بلکہ اخبار کے لئے متعین کر دیا کہ قسم حاصل نہیں
ہوتی مگر جملہ خبریہ پر، لہذا اگر کہے خدا کی قسم میری زوجہ نہیں اگرچہ اس سے طلاق کی نیت بھی کرے طلاق

سہ درمختار شرح تنویر الابصار کتاب الشہادۃ باب الاختلاف فی الشہادۃ مطبع مجتہدانی دہلی ۹۸/۲
کے وہ و ملہ معین الحکام الفصل الثامن مصطفیٰ البانی مصر ص ۸۹

نہ ہوگی کہ طلاق انشاء ہے اور قسم نے اس جملے کو خاص خبر یہ کہ دیا، درمختار میں ہے،
 لست لك بزواج اولست لي بامرأة لو اكدم
 بالقسم لا تطلق اتفاقا لان اليمين قرينة
 امرادة النفي
 میں تیرا خاوند نہیں ہوں یا تو میری بیوی نہیں ہے
 اگر اس کلام کو قسم سے عزت نہ کر دیا تو بالاتفاق
 طلاق نہ ہوگی کیونکہ قسم اس بات کا قرینہ ہے کہ
 یہاں نفی کا ارادہ ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے،

لان اليمين لتأكيد مضمون الجملة الخبرية
 فلا يكون جوابه الا خبرا
 سراج و جامع و عالمگیری میں ہے،

اتفقوا جميعا انه لو قال والله ما انت لي
 بامرأة لا يقيم شئ وان نوى
 سب نے اتفاق کیا ہے کہ اگر خاوند نے کہا خدا کی
 قسم تو میری بیوی نہیں ہے، تو ارادة طلاق کے
 باوجود طلاق نہ ہوگی۔ (ت)

بحر الرائق میں ہے،

والله ما انت لي بامرأة لا يقيم عند الكل
 ان نوى
 خدا کی قسم تو میری بیوی نہیں ہے کہا تو سب کے نزدیک
 طلاق نہ ہوگی اگرچہ طلاق کی نیت ہو (ت)

بدائع امام ملک العلماء میں ہے،

اذا قال والله ما انت لي بامرأة لا يقيم
 الطلاق وان نوى بالاتفاق لان اليمين
 على النفي تتناول الماضي وهو كاذب في
 ذلك فلا يقيم به شئ (ملتقطا)۔
 جب کہ خدا کی قسم تو میری بیوی نہیں ہے تو طلاق
 نہ ہوگی اگرچہ نیت کی ہو یہ بالاتفاق ہے کیونکہ
 نفی پر قسم ماضی کو شامل ہے جبکہ یہ جھوٹ ہے تو
 اس سے کچھ نہ واقع ہوگا (ملتقطا)۔ (ت)

۲۲۲/۱	مطبوع محتسبانی دہلی	کتاب الطلاق باب الصريح	لے درمختار
۴۵۲/۲	دار احیاء التراث العربی بیروت	" "	لے ردالمحتار
۳۷۵/۱	نورانی کتب خانہ پشاور	الفصل الخامس	لے فتاویٰ ہند
۳۰۵/۳	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	کتاب الطلاق	لے بحر الرائق
۱۰۷/۴	" "	کتاب الطلاق فصل وانما الکناية	لے بدائع الصنائع

تو ثابت ہو اگر ان میں کوئی شہادت ہرگز شرعاً شہادت ہی نہیں سب افسانہ گوئی وقتہ خوانی ہیں۔
سوم اشہد، گواہی میدہم، گواہی دیتا ہوں سب سے سخت تر قسم ہے اور مشہورہ مقسم علیہ
 یعنی وہ بات جس پر یہ شدید قسم کھائی۔ در مختار میں ہے،

دکھنا لفظ اشہد لا غیر لتضمنہ معنی
 مشاہدۃ وقسم و اخبار الحال فکأنه یقول
 أقسم بالله لقد اطلعت علی ذلك وانا
 أخبر به وهذه المعانی مفقودة فی غیره
 فتعین یہ

اس کا رکن صرف اشہد کا لفظ ہے اور کچھ نہیں
 کیونکہ یہ لفظ مشاہدہ اور قسم اور حال کی خبر ہے گویا
 اس نے یوں کہا خدا کی قسم میں نے اس پر اطلاع
 پائی اور اس کی خبر دے رہا ہوں جبکہ یہ معانی
 اس لفظ کے غیر میں مفقود ہیں، تو یہی متعین ہے (ت)

جامع الفصولین جلد اول ص ۱۲۱

فی لفظ الشہادۃ من التکید ما لیس فی
 لفظ الخبر لانه یمین بالله تعالیٰ
 معنی یہ

لفظ شہادت میں جو تاکید ہے وہ خبر کے لفظ میں
 نہیں ہے کیونکہ اشہد معنی اللہ تعالیٰ کی
 قسم ہے۔ (ت)

تبیین امام زہبی ج ۲ ص ۲۱۰

النصوص ناطقة بالاستشهاد فلا یقوم
 مقامها غیرها لبا فیها من زیادة توکید
 لانها من الفاظ الیمین فیکون معنی
 الیمین ملاحظہ فیہا یہ

تمام نصوص شہادت کے مطالبہ پر ناطق ہیں تو کوئی
 دوسرا لفظ اس کے قائم مقام نہ ہوگا کیونکہ اس
 میں تاکید زیادہ ہے اس لئے کہ اس میں قسم کا معنی
 ملحوظ ہے لہذا یہ قسم کے الفاظ میں ہے (ت)

ہدایہ میں فرمایا،

النصوص نطقت باشتراطها ولان
 فیہا زیادة توکید فان قوله اشہد
 من الفاظ الیمین فکات الامتناع عن

تمام نصوص اس کی شرط پر ناطق ہیں اور اس لئے
 کہ اس میں تاکید زیادہ ہے تو اس کا اشہد
 کہنا قسم کے الفاظ میں سے ہے تو اس لفظ سے

۹۰/۲	مطبع مجتہبی دہلی	کتاب الشہادات	۱۰ در مختار
۱۲۱-۲۲/۱	اسلامی کتب خانہ کراچی	الفصل التاسع	۱۱ جامع الفصولین
۲۱۰/۲	مطبعة الکبری الامیریہ بولاق مصر	کتاب الشہادۃ	۱۲ تبیین المحتائق

الكذب بهذه اللفظة اشد

کذب کا اعتنا شدید ہے۔ (ت)

اور قسم، مقسم علیہ کا اتصال شرط ہے جب اس میں وہ چیز فاصل ہو کہ نہ قسم ہے نہ اس کی تاکید، تو قسم اس سے بے تعلق دے کر ہو جاتی ہے۔ فتاویٰ امام قاضی خاں و فتاویٰ عالمگیری میں ہے،

لو قال قسائے راہ غیر را پذیرتم کہ فلاں کار نہ کنم
لا يكون يميناً لان قوله معني سب را پذیرتم لا يكون
يميناً فاذا تداخل بين ذكر الله تعالى
وبين الشرط ما لا يكون يميناً يصير
فاصلاً فلا يكون يميناً

اگر تیل کے میں حسد اتالی اور پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم کو قبول کرتے ہوئے کہتا ہوں کہ فلاں کام
نہ کروں گا تو قسم نہ ہوگی کیونکہ پیغمبر کو قبول کرتا ہوں
کہنا قسم نہیں ہے تو جب اللہ تعالیٰ اور شرط کے
ذکر میں کوئی غیر قسم والے الفاظ فاصل بن جائیں
تو قسم نہ ہوگی۔ (ت)

انہیں میں ہے،

لو قال بالله العظيم کہ بزرگتر از بالله العظيم
نیست کہ اس کار نہ کنم یکنون یمیناً کہما لو قال
بأنه العظيم الاعظم وهذا الزيادة
تكون للتأكيد فلا يصير فاصلاً

اگر کہما اللہ عظیم کی قسم، اللہ تعالیٰ سے بزرگ تر
کوئی نہیں، میں فلاں کام نہ کروں گا تو یہ قسم
ہوگی کیونکہ یہ ایسے ہے جیسے کہ اللہ تعالیٰ العظیم
الاعظم کی قسم، تو یہ زیادتی عظمت کی تاکید ہے تو
وہ فاصل نہ ہوگی۔ (ت)

اسی طرح فتاویٰ سمرقند و فتاویٰ خلاصہ میں ہے۔ رد المحتار میں ہے،

ويشترط عدم الفاصل من سكوت و
نحوه ففي الصيرفية لو قال على
عهد الله وعهد الرسول لا افعل
كذا لا يصح لان عهد الرسول
صار فاصلاً اعلى لانه ليس قسماً

سکوت اور ایسی دوسری چیز کا فاصل نہ ہونا قسم
میں شرط ہے تو حیرت میں ہے اگر کہما اللہ تعالیٰ
کے عہد اور رسول کے عہد پر میں ایسا نہ کروں گا
یہ صحیح نہیں کیونکہ رسول کا عہد درمیان میں فاصل
ہو گیا ہے اور یعنی یہ قسم نہیں ہے بخلاف

لے الہادیہ کتاب الشہادۃ مطبع نجفی لکھنؤ ۱۵۵/۲

سکھ فتاویٰ ہندیہ بحوالہ فتاویٰ قاضی خاں کتاب الایمان نورانی مکتب خانہ پشاور ۵۸/۲

سکھ " " " " " " " " ۵۸۵۴/۲

بخلاف عهد اللہ (ملقطا)

عهد اللہ کے (ملقطا)۔ (ت)

خانیہ میں ہے،

مرجل اخذہ السلطان وامر ادا ان یحلفہ
فقال لہ قل یا یز و قال یا یز و قال کہ یروز
آدینہ بیائی قال یروز آدینہ بیایم فلم یأت
لا یحنت علیہ لانہ لما قال لہ قل
یا یز و سکت صار فاصلا فلا یصدق
بیمینہ

ایک شخص کو سلطان نے پکڑ لیا اور اس سے قسم
لیتے ہوئے سلطان نے کہا، تو کہہ کہ اللہ تعالیٰ
کی قسم، اس نے کہا اللہ کی قسم تو کل آئے گا
تو گرفتار ہونے والے نے کہا میں کل آؤں گا،
وہ اگر نہ آئے تو اس پر وہ عائد ہوگا، کیونکہ جب
سلطان نے اس کو کہا تو کہہ اللہ کی قسم، پھر

سلطان خاموش ہوا، تو یہ خاموشی فاضل بن گئی، تو قسم نہ ہوئی۔ (ت)

اسی طرح بزازہ وغیرہ میں ہے، اور شک نہیں کہ کلام دیگر بھی مثل سکوت ہے بلکہ اس سے زائد
کما فی البحر وقد عرفت المسائل ف
الشفعة وخیار البکر۔

اور ظاہر کہ مشہور دہر وہ چیز ہے جس کی نزاع ہے مدعی جس کا مدعی ہے مدعا علیہ جس کا منکر ہے
مدعی جسے شہادت سے ثابت کیا جاتا ہے ان تمام گواہوں میں "گواہی دیتا ہوں" کے بعد اس کا
ایک حرف نہیں، بالائی جملے ہیں۔ محمد رضا خاں گواہی دیتا ہوں شہدہ میں منظر جمعہ خاں کے ہاں
ملازم تھا، منظر حسین گواہی دیتا ہوں اتنا عرصہ ہوا میں گنیشی کے مکان پر بیٹھا تھا، عبدالعزیز حساں
گواہی دیتا ہوں نو سال ہوئے منظر گنیشی کے مکان پر تھا، سید عبدالعزیز گواہی دیتا ہوں اتنا
عرصہ ہوا منظر سپر گنیشی کو بکھنے کی مشق کر رہا تھا، عجائب الدین خاں گواہی دیتا ہوں مئی کا مہینہ تھا
میں دکان عطاری کرتا ہوں گنیشی کا آدمی دو لینے نسخہ لایا، احمد خاں دولہ میاں خاں گواہی دیتا ہوں
مئی سہ کو میں رام پور آیا تھا، حیدر علی خاں گواہی دیتا ہوں اتنا عرصہ ہوا میں گنیشی کے پاس چاول
لینے گیا، عبدالرحیم خاں گواہی دیتا ہوں منظر گنیشی کو بلانے گیا تا کہ صاحب نے بلوایا تھا، سید
الطاف علی گواہی دیتا ہوں اتنا عرصہ ہوا منظر گنیشی کی دکان پر تھا، محمد بشیر گواہی دیتا ہوں بعد

ظہر کے منظر اپنے گھر کو جا رہا تھا، انور بیگ گواہی دیتا ہوں اتنا عرصہ ہوا منظر گنیشی کے یہاں بیٹھا تھا، نئی خاں گواہی دیتا ہوں منظر گنیشی پر شاہ کا مہم تھ، سید محمد حسین گواہی دیتا ہوں میں خاں بہادر کو بلانے گنیشی کے یہاں گیا، احمد خاں ولد عبد اللہ گواہی دیتا ہوں منظر گنیشی کے یہاں نوٹ تڑانے گیا، نجف علی خاں گواہی دیتا ہوں اتنا عرصہ ہوا منظر گنیشی کی بیٹھک میں تھا، محمد عفران گواہی دیتا ہوں اتنا عرصہ ہوا منظر عبد الغافر خاں کے مکان پر تھا، اشرف علی خاں گواہی دیتا ہوں اتنے سال ہوئے دولہا صاحب اور ایک منشی جی گنیشی کی بیٹھک میں آئے، موتی شاہ گواہی دیتا ہوں منصور خاں نے میوے گھر آکر مجھ سے کہا میرا زیور گر دی دکھا دو۔ و زیور خاں گواہی دیتا ہوں اتنا زمانہ ہوا میرے ہاتھ میں چوٹ لگ گئی تھی۔

کیا یہی فقرے بابہ النزاع ہیں کیا انہیں جہول کا دعویٰ ہے کیا انہیں کو مدعی ثابت کرانا چاہتا ہے ہرگز نہیں تو یہ قطعاً مشہور و بد نہیں، مشہور و بد وہ حق ہے جسے شاہد مشہود علیہ پر بتانا ہے، شہید علی الزلیلی میں بتا رہے ہیں،

فی الشرح الشہادۃ اجناس بحق لخصیب شریعت میں مشاہدہ کی بناء پر کسی حق کی خبر دینا
على غيره عن مشاهدته الخ۔ کہ یہ فلاں کا غیر کے ذمہ ہے الخ (ت)
ظاہر ہے کہ یہ جملہ وہ حق نہیں اور ان کا قسم یا تاکید قسم نہ ہونا بدیہی، تو شہادت و مشہود بدیعنی قسم و مقسم علیہ میں فاصل اور قسم و شہادت کے مطاب ہیں۔ گواہی ان فقروں سے متصل ہوتی نہ کہ مقصود و مشہود سے، معاملہ شہادت و دعویٰ بس نازک ہے، ائمہ دین تصریح فرماتے ہیں کہ اگر یوں دعویٰ کرے کہ یہ چیز میری ملک ہے اور میرا حق، یا گواہ شہادت دے کہ یہ چیز اس مدعی کی ملک ہے اور اس کا حق، یہ دعویٰ و شہادت کافی نہ مانیں گے کہ ممکن ہے کہ میرا یا اس کا حق کہنے کے بعد آہستہ سے لفظ "نہیں" ملائے بلکہ یوں کہنا لازم کہ میرا یا اس کا حق ہے۔ نادانی امام نسفی وفادای عالمگیری وغیرہم میں ہے۔

يتبني للشهادة انت يقول في شهادة يتبنی للشہادۃ انت یقول فی شہادۃ
ایں عین ملک ایں مدعی ست و حق و ست مدعی کی ملک ہے اور اس کا حق ہے تاکہ اس
حق لا یمکن انت یلعق بہ و حق کو نفی کا حق نہ ہو سکے یعنی صوف اس کا حق ہے

وہ نے منہی وکان الشیخ الامام فخر الاسلام
 علی البزدوی يقول اذا قال المدعي
 فلاں چیز ملک من ست وحق من لا یکتفی به
 وینبغی انت یقول وحق من ست ویقول
 فی قوله و بدست فلاں بنا حق بدست فلاں
 بنا حق ست وکذا لك فی نظائره حتی
 لا یلحق به کلمة النفی ۛ

نہ کہے، ایسا نہ ہو کہ حق کے ساتھ نہ ہے، لاقی
 ہو جائے، امام شیخ فخر الاسلام بزدوی فرماتے
 تھے کہ اگر گواہ نے یہ کہا فلاں چیز میری ملک ہے
 اور میرا حق، تو کافی نہ ہوگا، بلکہ، میرا حق ہے،
 مجھے، اور فلاں کا قبضہ ناحق کی بجائے، فلاں
 کا قبضہ ناحق ہے یوں ہی اس کے نظائر ہیں،
 تاکہ اس کو نفی لاقی نہ ہو سکے۔ (دست)

جب اسے نہ مانا کہ کہیں چکے سے لفظ "نفی" نہ بڑھائے تو یہاں تو کسی حرف کے بڑھانے گھٹانے
 کی حاجت ہی نہیں فقط نیست کافی ہے "گو اہی دیتا ہوں" کو صرف ان فقرہوں سے متعلق کیا جو اس کے
 متصل ہیں باقی داستان گوئی کو دی۔ معین الحکام میں ہے،

اذا قال الحاكم للشاهد باقی شئ تشهد؟
 فقال حضرت عند فلاں فسمعتہ یقرأ
 یكذا او اشهد فی علی نفسہ یكذا او شہد
 بینہما بصدر البیہ او غیر ذلك
 من العقود لا یكون اداء شہادة، و
 لا یجوز للحاکم الاعتماد علی شئ
 من ذلك ۛ

جب حاکم نے گواہ سے پوچھا تو کس چیز کی گواہی
 دیتا ہے؟ تو اس نے کہا میں فلاں کے پاس
 حاضر تھا تو میں نے اسے فلاں چیز کا ذکر کرتے
 ہوئے سنا یا اس نے مجھے اتنی چیز
 کا گواہ بنایا، یا کہا میں دونوں فریقوں
 کے درمیان بیع صادر ہونے کی گواہی دیتا ہوں
 یا اس کے علاوہ کسی سودے کی، تو یہ شہادت کی
 ادائیگی نہ ہوگی اور نہ ہی حاکم کو اس بیان پر اعتماد
 ہوگا۔ (دست)

ہمارے نزدیک اس کی بہتر تفسیل یہی ہے کہ حضرت عند فلاں شہادت و مشہودہ میں حاصل ہو گیا
 ولا محصل لانت یقال لم یقبل
 اشہد لانت السؤال معاد
 یہ محل ایسا نہیں کہ اشہد نہ کہنے کو دہر بنایا جائے
 کیونکہ (قاضی کا یہ کہنا تو کیا شہادت دیتا ہے)

فی الجواب ولذا لم یبینه علیہ العلامة
الطرابلسی وانما عللہ بانہ خبر عن
ماضی ویحتل التخییر اقول و فیہ
نظر ویردہ فی وجہ جملة لا تحصر قال
فی جامع الفصولین (مش) لو
شهدا انه کان ملک فکانما شهدا انه
ملک فی الحال ولا يجوز للقاضی ان
یقول امروز ملک ہے وانیہ فعلی هذا
لو ادعی دینا ما شهدا انه کان
له علیہ کذا او قال او را این قدر
زور دهم این بود یعنی انت تقبل کما
ثب العین و فی (ط) ما یدل علی
قبولها و فیہ و کذا لو شاهد
احدهما انه ملک و الآخر انه
کان ملک قبل شهادتهما
لاتفاقهما انه له فی الحال
معنی لهما مروکذا الشهادة علی
النکاح والاقراء به ففی (فتن)
ادعت نکاحه فشهد احدهما انه
اقرانها امرأته والآخر انه اقرانها
کانت امرأته تقبل ، لان الشهادة
باقراء بنکاح کان شهادة باقرار
بنکاح حال لا ثابت یسقی
وکذا لو ادعی انها امرأتی
او منکوحتی و شهدا انه

سوال کا جواب میں اعادہ ہوتا ہے اسی لئے
علامہ طرابلسی نے اس کو بنیاد نہیں بنایا اور
وجہ یہ بتائی کہ یہ ماضی سے خبر ہے جو خلاف کا
احتمال رکھتی ہے اقول (میں کہتا ہوں کہ)
ماضی والی وجہ قابل غور ہے بہت سے مسائل
اسی کو رد کرتے ہیں۔ جامع الفصولین میں فرمایا
(مش) اگر دونوں گواہوں نے شہادت دی کہ
یہ اس کی ملک تھی تو اس کا مطلب یہ ہے کہ
فی الحال اس کی ملک ہے اور قاضی کو یہ حق
نہیں کہ وہ کہے کہ کیا آج ملک مانتے ہو تو اس
بنیاد پر اگر مدعی دینا رکاد دعویٰ کرے اور گواہ شہادت
دیں کہ اس کا دین مدعی علیہ کے ذمے تھا یا یوں
کہیں کہ اتنی مقدار زر اس کے ذمہ تھا اگر اسی قبول
کی جائے گی جیسا کہ عین چیز میں مقبول ہوگی، اور
طحاوی میں ذکر کردہ اس کی قبولیت پر دال ہے
اور اس میں ہے اور یونہی اگر ایک گواہ نے کہا
یہ اس کی ملک ہے، اور دوسرے نے کہا اس کی
ملک تھی، دونوں کی شہادت قبول ہوگی کیونکہ معنی
دونوں کا اتفاق ہے کہ فی الحال ملک ہے جیسا کہ
گزارا، اور یونہی نکاح اور نکاح کے اقرار کی
شہادت کا معاملہ ہے (فتن) میں ہے کہ عورت
نے ایک مرد سے نکاح کا دعویٰ کیا، ایک گواہ نے
کہا کہ مرد نے اس کے بیوی ہونے کا اقرار کیا ہے
اور دوسرے نے کہا کہ یہ اس کی بیوی تھی تو شہادت
مقبول ہوگی، کیونکہ نکاح کے متعلق اقرار کی شہادت

کانت تزوجھا ولم یتعھا للحال
تقبل ، ولو ادعی انه کانت له
لا تقبل لان اسناد المدعی یتبدل
نفی المالك فی الحال اذ
لا فائدة للمدعی فی الاسناد
مع قیام منکھ فی الحال
بخلاف الشاهدین لو
اسنادا منکھ الی المأخوذ
لا یتبدل علی النفی فی الحال
لانھما لا یسرقان بقاء
الا بالاستصحاب والشاهد
قد یحترقا تحت الشهادة
بما ثبت باستصحاب الحال
لعدم یتقنه بخلاف المالك
لانہ کما یعلم ثبوت منکھ
یقینا یعلم بقاء یقینا آخر بعض
اختصاص وفی الدر والقر
وتشویرا لا بصار والدر المختار
ادعی المالك فی الحال و
شہد الشہودات هذا العین
کانت ملحقہ تقبل لان
ما ثبت فی نر مات یحکم ببقائہ
مالہم فی وجہ

موجودہ نکاح کے اقرار کی شہادت ہے کیونکہ
ثابت شدہ چیز باقی رہتی ہے ، اور یوں ہی اگر مرد
نے دعویٰ کیا کہ یہ میری بیوی ہے یا منکوحہ ہے اور
دو فوری گواہوں نے شہادت دی کہ اس نے اس
حضرت سے نکاح کیا تھا اور انھوں نے حال کو
بیان نہ کیا تو شہادت مقبول ہوگی ، اور اگر مدعی
نے کہا ہو کہ نکاح تھا تو پھر یہ گواہی مقبول نہ ہوگی
کیونکہ مدعی کا ماضی کی طرف منسوب کرنا دال ہے کہ
فی الحال ملک نہیں کیونکہ فی الحال ملک ہو تو پھر ماضی
کی طرف منسوب کرنا مدعی کو مفید نہیں ہے اس کے
برخلاف گواہوں کا ماضی کی طرف منسوب کرنا حال کی
نفی پر دال نہیں کیونکہ ان کو بقا کا علم صرف استصحاب
حال سے ہو سکتا ہے جبکہ بعض اوقات گواہ استصحاب
سے ثابت شدہ چیز کی گواہی سے احتراز کرتا ہے
کیونکہ وہ یقینی نہیں ہے جبکہ مالک خود اپنی ملکیت
کے ثبوت کو جانتا ہے اسی طرح وہ بقاء ملکیت
بھی یقینی طور پر جانتا ہے ، بعض اختصار کے ساتھ
جہالت ختم ہوئی ۔ درر ، غرر ، تنویر الابصار اور
در مختار میں ہے اگر مدعی نے اپنی حالیہ ملکیت کا
دعویٰ کیا اور گواہوں نے یہ شہادت دی کہ یہ چیز
اس کی ملک تھی تو یہ شہادت مقبول ہوگی کیونکہ جب
کوئی چیز ایک زمانہ میں ثابت ہو تو جب تک اس
کے ثبوت کا زوال ثابت نہ ہو جائے اس وقت

المزید اللہ فالوجه فی تعلیلہ ما ذکرنا
وباللہ التوفیق واللہ الحمد ، واللہ
تعالیٰ اعلم۔

یہ اس کی بقتار کا حکم دیا جائے گا اور ، تو
اس کی علت کی وجہ وہی ہے جو ہم نے بیان
کی ہے ، توفیق اللہ تعالیٰ سے اور تمام محمدی
اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہیں واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

ولی خاں کی گواہی بھی اس بحث کا عمل ہے مگر وہ اپنے فعل پر شہادت ہے اور خود مجوز نے
اسے قبول نہ کیا لہذا اس کی طرف زیادہ توجہ کی حاجت نہیں۔

چشم باریہ حاضر پر شہادت میں مدعی و مدعی علیہ دونوں کی طرف اشارہ ضرور ہے اور غائب
میت کا نام و نسب بتانا جس میں سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک ذکر جہ بھی لازم ،
اور اسی پر فتویٰ ہے مگر جب غائب ہے ، ذخیرہ و ہندیہ وغیرہ میں ہے ،

یحتاج فی الشہادۃ علی الحاضر الی
الاشارة الی المدعی علیہ والمدعی
و یحتاج الی تسمیۃ الشہود اسبہم
المیت والغائب وابہما وجدہما
بکر میں ہے ،

حاضر شخص کے خلاف شہادت میں مدعی اور مدعی علیہ
کی طرف اشارہ کی ضرورت ہے ، اور گواہوں
کا میت اور غیر حاضر اور ان کے والد اور دادا کا نام
لینا ضروری ہے ۔ (ت)

والصحیح ان النسبة الی العبد
لا بد منه

صحیح یہی ہے کہ داد سے کی طرف نسبت
ضروری ہے ۔ (ت)

شہادات تنویر الابصار و در مختار میں ہے ،
(ہی) ان (علی حاضر یحتاج الشاہد
الی الاشارة (الی) ثلثۃ مواضع
اعنی (الخصمین و المسمود بہ
لوہینا) لادینا (واست علی

شہادت اگر حاضر کے خلاف ہو تو گواہ کو تین
چیزوں کی طرف اشارہ کی ضرورت ہوگی ،
مدعی ، مدعی علیہ اور مشہود بہ اگر وہ عین چیز ہو
نقد نہ ہو ، اور اگر غائب کے خلاف ہو جیسے

لہ در مختار کتاب الدعوی باب الدعوی الرعیین
لہ فتاویٰ ہندیہ کتاب الشہادۃ ابواب الثالث
لہ بحر الرائق باب الشہادۃ علی الشہادۃ

مطبع مجتبائی دہلی ۱۲۶/۲
نورانی مکتب خانہ پشاور ۱۳۹/۳
ایچ ایم سعید کتبچی کراچی ۱۲۵/۴

غائب) کافی ثقل الشہادۃ (او میت
فلا بد) لقیولہا (من نسبتہ الی جدہ
فلا یکفی ذکر اسمہ واسم ابیہ وصناعۃ
الاذاکان یعرف بہا لامحالة) بابت
لا یشارکہ فی البصر غیر یشہ

معرفت ہو جائے مثلاً اس نام کا شہر میں کوئی دوسرا نہ ہو۔ (ت)

فتاویٰ ابن رشید الدینی و جامع الفصولین میں ہے،

لو كانت الشہادۃ علی الحاضر یحتاج
الشہادۃ الی الاشارة الی ثلثة مواضع
الی الخصمین والمشہود بہ ولو علی غائب
او میت فسماء ونسبہ الی ابیہ فقط
لا تقبل حتی ینسبہ الی جدہ یشہ
شہادت اگر حاضر کے خلاف ہو تو تین چیزوں کی طرف
اشارہ ضروری ہے، مدعی، مدعی علیہ اور مشہود بہ
کی طرف۔ اور غائب اور میت سے متعلق ہو تو
ان کا نام اور ان کے باپ کا نام کافی نہ ہوگا بلکہ
ان کے دادے کا نام ذکر کیا جائے تو شہادت
قبول ہوگی۔ (ت)

اسی میں ہے،

اما الغائب فلا بد من ذکر جدہ عند
ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالیٰ وهو الصحیح
والفتویٰ علی قول ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالیٰ.
لیکن غائب شخص کے متعلق ہو تو اس کے دادے
کا ذکر بھی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک
ضروری ہے یہی صحیح ہے اور فتویٰ امام اعظم
رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول پر ہے (ت)

اسی طرح علامہ کتب مذہب میں ہے اقول براس میں یہ ہے کہ حاضر پر شہادت میں شاہد کا
اسے پہچاننا ضروری ہے جیکہ اصل شاہد ہو جو نہ کہ شاہد علی الشام، کما افادہ العلامة ابن قاضی
سماوۃ (جیسا کہ علامہ ابن قاضی سماوۃ نے اس کا افادہ فرمایا ہے۔ ت) محیط پھر جامع الفصولین

۹۱/۲	مطبع مجتہائی دہلی	کتاب الشہادات	۱۷ درختار
۱۱۹/۱	اسلامی کتب خانہ کراچی	الفصل التاسع	۱۷ جامع الفصولین
۱۱۹/۱	"	"	۱۷ " " "

میں ہے :

یحتاج الی اداء الشہادۃ بمحضر منہ
فلا بد من معرفتہ بوجہہ لیمکنہ
الشہادۃ علیہ وعند غیبتہ او موتہ
یحتاج الی الشہادۃ باسمہ و نسبہ
فلا بد من معرفۃ اسمہ و نسبہ
حاضر کے متعلق شہادت اس کے سامنے ضروری
ہے تاکہ ضروری شناخت ہو سکے اور غیب ہونے
کی صورت میں یا موت کی صورت میں اس کے
نام اور اس کے نسب کو بیان کرنے کی ضرورت
ہوگی تاکہ اس کے نام اور نسب کی ضروری معرفت
ہو سکے۔ (ت)

ولہذا اگر گواہ حاضر کا پورا نام و نسب بیانی کریں اور اسے پہچانتے نہ ہوں گواہی مردود ہے۔
جامع الفکرین میں ہے :

شہدا علی امرأۃ باسمہا و نسبہا وھما
حاضرتہ فقال القاضی لشہودہما
تعرفون المدعی علیہا فقالوا لا نقبل
شہادۃہما
دو گواہوں نے عورت کے خلاف شہادت دیتے
ہوئے اس کا نام و نسب بیان کیا اور وہ موجود
تھی، تو قاضی نے گواہوں سے پوچھا کہ تمہیں اس
عورت کی شناخت ہوگئی ہے؟ تو انہوں نے کہا
نہیں، تو ان گواہوں کی شہادت قبول نہ ہوگی (ت)

اور حاضر میں معرفت شاید کا بتانے والا یہی اشارہ ہے نام و نسب سیکھ کر بھی کہہ سکتے ہیں جیسے
ابھی اس فرع میں گزرا تو حاضر پر گواہی بے اشارہ قبول نہیں مدعی اور مدعا علیہ دونوں کی طرف
اشارہ لازم ہے اور یہ سب گواہیاں اس سے خالی ہیں مدعیوں کی طرف اشارہ اصلاً کسی میں نہیں۔
پہنچا جیم یوں ہی مدعا علیہ کی جانب سوائے شہادت و زیر خاں کہ محض مہمل و بے معنی
ہے کمایا تھی (جیسا کہ آگے آئے گا۔ ت) بلکہ اس کا اشارہ بھی شہادت میں نہیں اس سے
خارج و جدا ہے، اس نے یہ نہ کہا کہ یہ وہ لھا خاں آئے بلکہ ”وہ لھا خاں صاحب پیشکار آئے“
تو کلام میں اشارہ نہیں اگرچہ اس کے ساتھ ہوشہادت کلام ہے کہ زبان سے ادا ہوتا ہے نہ کہ
ہاتھ سے، تو شہادت اشارہ سے ثانی ہے جس طرح اپنی زوجہ سے کہے تجھ پر اتنی طلاق اور تین انگلیاں

اٹھائے تین طلاق ہو جائیں گی کہ اس اشارے سے کلام متعلق ہوا۔ بدائع امام تک العلماء میں ہے،
 کذا اذا اشار الى عدد الثلاث بان قال لها انت طالق هكذا يشير بالابهام والسياسة
 والوسطى لانت الاشارة متى تعلقت بها العباراة تزلت منزلة الكلام اذا اقتصت
 الاشارة مع تعلق العباراة بها معاهدا الكلام صام كانه قال انت طالق ثلاثا
 یوں ہی جب تین عدد کا اشارہ کرتے ہوئے خاوند نے کہا تجھے یہ طلاق۔ انگریزوں، شہادت کی انگلی اور درمیان والی انگلی سے اشارہ کیا کیونکہ اشارہ کے ساتھ عبارت ہو تو اس اشارہ کو کلام کے قائم مقام کیا جاتا ہے تو جب اشارہ عبارت سے متعلق ہو تو ”تجھے تین طلاق“ جیسی کلام کی طرح ہو جائیگا کہ

رد المحتار میں فتاویٰ امام قاضی خاں سے ہے،

قال انت طالق واشارة بثلاث اصابع ونوى الثلاث دل على كبريلسانه فانها تطلق واحدة
 خاوند نے ”تجھے طلاق“ کے ساتھ تین انگلیوں کا اشارہ کیا اور تین طلاقوں کی نیت کی اور زبان اشارہ کرنے کا تو ایک طلاق ہو گی کیونکہ اشارہ کا تعلق عبارت سے نہیں ہے۔ (ز)

اور اگر کہے ”تجھے یہ طلاق“ اور تین انگلیاں اٹھائے دل میں بھی تین ہی کی نیت کرے ایک ہی طلاق پڑے گی کہ اس اشارے سے کلام کا تعلق نہ ہوا۔

ششم گنیشی مردہ ہے اس کے نہ داد کا نام اسٹا کسی نے لیا نہ باپ کا، بلکہ بعض نے میراث اس کے باپ کا نام معلوم ہونے سے انکار کیا تو شہادتیں سب محفل پر قصور ہیں۔ ناظر یہاں تعجب کرے گا کہ سید عبد العزیز نے شہادت اور محمد رضا خاں نے جواب جرح میں بتایا ہے کہ گنیشی کے باپ کا نام رام چندر ہے اور ولی خاں نے شہادت میں کہا ہے عبد الغافر نے سید لکھ دی میں نے کہا گنیشی کی ولایت راچندر لکھ دیجے تو ان تین نے تو باپ کا نام بتایا مگر اس کا یہ تعجب دوسرے سنت استحباب سے بدل جائیگا جب اسے معلوم ہو گا کہ گنیشی کا باپ راچندر نہیں بلکہ لکھ دی ہے جیسا کہ خود اس نے اسی بیٹا مرہ نام فرشان بیگم کے عنوان میں لکھا ہے وہ راچندر کا بیٹا تھا اور مشہی کو بیٹا بتانا قرآن عظیم کے خلاف ہے۔

لے بدائع الصنائع کتاب الطلاق فصل المایان صفحہ الواقع بہا ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۰۹-۱۰۸/۲
 لے رد المحتار باب الصریح دار احیاء التراث العربی بیروت ۴۴۸/۲

قال تعالى وما جعل ادعياءكم ابناءكم . ان الله تعالى سنے فرمایا : اللہ نے تمہارے لئے پاکوں کو تمہارا بیٹا نہ ٹھہرایا ، یہ تمہارے اپنے لئے لاکھنا ہے اور اللہ حق بات فرماتا اور وہی راہ دکھاتا ہے انہیں ان کے اصل باپوں کی طرف نسبت کرو ، یہ لفظ کے یہاں زیادہ انصاف کی بات ہے۔

تو یہ ان شاہدوں کا کذب ہوا اور قرآن عظیم کی مخالفت اور نہ بتانے سے الٹا بتانا بدتر ، اور اگر بعض فرضی باطل راہنمذہبی اس کا باپ ہوتا تو یہ نام سید عبد العزیز کے شہادت میں یوں نہ لیا کہ گنیشی ابن فلاں پر شہادت دی ہو بلکہ ختم شہادت پر ایک مستقل جملہ کہ گنیشی کے باپ کا نام راہنمذہبی ہے اس میں بھی لفظ مذکور تک نہ کہا معلوم نہیں کون سے گنیشی کا باپ ۔ یہ وہی محمد رضا خاں نے ایسا ہی مستقل جملہ کہا ہے وہ بھی جواب جمع میں جو ختم شہادت کے بعد ایک جملہ مع طریقہ ہے ولی خاں نے اسے اخبار ابھی نہ کہا بلکہ استدعا کی کہ یہ ولایت لکھ دو ، اس سے یہ بھی لازم نہیں آتا کہ واقع میں یہی ولایت ہو ، اس نے باہمی خانے کا تحویلدار بھی کہا مگر کہاں کا باہمی خانہ ۔ یہ نہ بتایا ، شہادت میں ذہنی تصورات سے کام نہیں چلنا کہ مقصود ہے تعریف ، تعریف تعریف ہے یعنی یہ بتانا کہ شاہد اسے پہچانتا ہے یہ تعریفیں الفاظ سے ہوں گی نہ کہ قائل کے مافی الذہن سے لہذا سب شہادتیں مہمل ہیں۔

ہفتم عبد الغافر خاں پر دعویٰ مانہ ہونے کی بنا اس پر ہے کہ بیچارہ وکرایہ نامہ میں زوجہ عبد الغافر خاں کا نام فرضی ہو حقیقت یہ عقد عبد الغافر خاں سے ہونے والی شہادتوں سے اس کا ثبوت وہی صورتوں میں مختصر ، ایک کی گواہ اپنے ذاتی علم سے اس پر شہادت دیں ، دوسرے یہ کہ ان کے سامنے عبد الغافر خاں نے زوجہ کا نام فرضی اور اپنا واقعی ہونے کا اقرار کیا ہو اس کی گواہی دیں لیکن تمام شہادتیں ان دونوں وجہ سے خالی ہیں اپنا ذاتی علم تو کس نے بیان نہ کیا بلکہ بعض مثل حیدر علی حسنی و محمد بشیر وغیرہ نے اپنے علم کی صاف نفی کی ہے ، اکثر نے گنیشی کا قول بیان کیا ہے کہ میں نے عبد الغافر خاں سے پانچ ہزار قرص لئے اور اپنے مکانی مکان رہیں یا مکمل کے ان کا کرایہ یا سود دیتا ہوں گنیشی یہاں بجلستہ مدعی ہے ، باطلی ست آنچہ مدعی گوید (باطل ہے جو کچھ مدعی کہتا ہے۔ ت) اگر مدعی کے گھنے سے ثبوت ہو جائے تو گنیشی کا بیان تو گواہوں سے سنا مدعیوں کا بیان تو خود مجوز کے سامنے ہوا بس اس قدر

پر فیصلہ ہو جاتا شہادتوں کی کیا حاجت تھی، عبد الغافر خاں کا جرحول شاہدوں نے بیان کیا وہ پانچ قسم ہے،
(۱) محمد رضا خاں و مظہر حسین بہت دن ہو گئے روپیہ کرایہ کا دو "کس کا کرایہ کا ہے کرایہ، یہ محض مجلی و مہمل۔

(۲) محمد رضا و مظہر حسین کرایہ ہمارا چاہئے " عبد العزیز خاں " ہمارا کرایہ دلو ایسے " احمد رضا خاں و لد میاں خاں " ہمارا کئی مہینے کا کرایہ دلو ایسے " حیدر علی خاں " ہمارا کرایہ بہت عرصہ سے نہ پہنچا " عبد الرحیم خاں " کرایہ کاروپیہ بہت دنوں سے نہیں دیا ہے ہم کو دو " سید الطاف علی " آپ نے ہمارا تین سال کا کرایہ ادا نہیں کیا ہے " محمد بشیر " ہمارا کرایہ بہت دنوں کا " انور بیگ " ہمارا کرایہ تین سال سے " حیدر حسین " کئی مہینے سے ہمارا کرایہ نہ دیا " ان میں اپنی طرف اضافت ہے مگر یہ نہیں کہ کس چیز کا کرایہ،
(۳) سید عبد العزیز " ۸ مہینے کا مکان کا کرایہ دیجئے " یہ دوم کا عکس ہے کرایہ مکان کا بتایا اور اضافت نہیں۔

(۴) عجائب الدین خاں " کرایہ مکانوں کا جو میرا ہے تم نے نہ دیا " بچوں " ہمارا سات مہینے کرایہ مکانوں کا " ان دو میں وہ دنوں ہیں مگر مکان بہم مکان اچھیں میں منحصر نہیں جن کا معاملہ زوجہ عبد الغافر خاں سے ہو ہے اس سے اتنا سمجھا گیا کہ عبد الغافر خاں نے کچھ اپنے مکان گنجیشی کو کرایہ پر دے ان کا کرایہ مانگا۔

(۵) وہ الغافر جن میں خاص غرض پر روشنی ڈالنی چاہی ہے، سید الطاف علی " ایک دن میں نے مولوی عبد الغافر خاں سے دریافت کیا، فرمایا اگر جاہل آدمی کہہ کر منافع لیا جائے ضرر ہوا تو اسے سزا ہے " یہ مثل قسم اول ہے ایک عام بات بطور مستلزم خاص اپنا ذکر نہیں۔ محمد رضا خاں " یہ بھی وجہ ہے کہ ہمارے رہن میں غفل کر رہے گا " حیدر علی خاں " میں نے بیع الوفا کر لیا ہے بیع الوفا سے نفع اٹھانا جائز ہے " محمد بشیر " وکانیں اور گودام گنجیشی کے میرے پاس رہن ہیں یہ اس کا کرایہ ہے " ان تین بیانیوں میں ہرگز اس کا اقرار نہیں کہ زوجہ کا نام فرضی ہے حقیقتہً معاملہ میرا ہے صرف اپنی طرف اضافت ہے مجرد اضافت و دستاویز اقراری گنجیشی و مصدقہ رجسٹری و مسلمہ فریقین کو کیونکہ باطل کو دے گی زوج و زوجہ میں ایسا ہی انبساط ہوتا ہے کہ ایک دوسرے کے مال کو بلا تکلف اپنی طرف اضافت کرتا ہے و لہذا ایک دوسرے کو زکوٰۃ نہیں دے سکتا کہ یہ دینا نہ ہوا بلکہ گویا خود لینا۔ فتح القیصر میں ہے،

للاشتراك في المنافع فكان المدافع الى منافع میں اشتراک کی بنا پر ان کو دینا گویا

ادعی المحدثا ودلنفسه ثم ادعی الله وقفت
الصحيح من الجواب ان كانت دعوى
الوقفية بسبب التولية يحتل التوفيق لان
في العادة يعطى اليه باعتبار ولاية القصر
والخصومة اليه

اور کئی کیا یہ محدود جائداد میری ہے پھر دعویٰ کیا کہ
یہ وقف ہے، تو صحیح جواب یہ ہے کہ اگر اس وقف
کی تولیت کی وجہ سے اپنی طرف منسوب کیا تو
دونوں دعویٰ میں موافقت ہو سکتی ہے کیونکہ
عادی متولی کو تصرف اور خصوصیت کی ولایت
ہوتی ہے اس کی بنا پر اس کی طرف منسوب ہوتی
ہے (ت)

رب عز وجل فرماتا ہے،

ولا تؤتوا السفهاء اموالکم التي جعل الله
لکم قیماً

اپنے وہ مال جن کا اللہ تعالیٰ نے تمہیں منتظم بنایا ہے
بلکہ کچھ لوگوں کو نہ دو۔ (ت)

امام سید بن جبیر قیّد سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم فرماتے ہیں،

هو مال الیتیم یکون عندک یقول لا تؤتہ
ایاہ والنفعہ علیہ منہ حتی یبلغ وانما
احسان الی الاولیاء فقال اموالکم لا تنہم
فوامہا ومنہا یتیم

یتیم کا مال ہے جو تیرے پاس ہے، اللہ تعالیٰ
نے فرمایا یہ مال یتیم کو نہ دو اور اس پر خرچ کرو
حتیٰ کہ بالغ ہو جائے، اس مال کو اللہ تعالیٰ نے
اولیاء کی طرف اس لئے منسوب فرمایا کہ وہ اس کے
نگران اور منتظم ہیں۔ (ت)

یہی تفسیر عکرمہ سے منقول کہانی المعالہ وغیرہا (جیسا کہ عالم وغیرہ میں ہے۔ ت) بلکہ رب العزت
نے فرمایا،

ووجدک عاطلا فاغنیٰ (اور آپ کو محتاج پایا تو اس نے غنی کر دیا۔ ت)

یہ مال ام المؤمنین خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ہے جسے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

لہ خزائن المتین کتاب الوقف فصل فی دعوی الوقف والشہادۃ علیہ نقلی نسخہ ۲۲۵/۱

لہ القرآن الکریم ۵/۴

لہ معالم التنزیل علی ہامش تفسیر الخازن تحت آیہ ۵/۴ مصطفیٰ البابی مصر ۲۷۸/۱

لہ القرآن الکریم ۶/۹۳

کامال فرمایا کہ غائب مال غیر نہیں۔ محقق علی الاطلاق نے فتح میں فرمایا،

قال الله تعالى ووجدك عائلاً فاغنىه ای
بمال خدیجۃ وانما کان منها ادخاله
عليه الصلوۃ والسلام فی المنفعة علی
وجه الاباحۃ والعلیک احیاناً
اللہ تعالیٰ نے فرمایا، آپ کو اس نے محتاج پایا تو
اس نے غنی کر دیا، یعنی حضرت خدیجہ کے مال سے،
اور اس لئے کہ آپ کو حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
کی طرف سے ان کے مال میں دخل اختیار تھا یہ اختیار
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مباح اور کبھی ملک کے طور
پر تھا۔ (ت)

بالجملہ ان میں کوئی صرف مثبت دعویٰ نہیں، ہاں موقی شاہ و وزیر خاں کی کوششیں مدعیوں کو قابل مفکوری
تھی کہ وہ صراحتہ ساری گفتگو عبد الغفار خاں و گنیشی میں بتاتے ہیں ان کی اصل و متناقض گواہیوں کا حال
آئندہ آتا ہے مگر انہوں نے نری ناتمام گفتگو پر خاتمہ کر دیا وقوع عقد سے صراحتہ انکار کیا، موقی شاہ
میرے سامنے کچھ اور معاملہ نہیں ہوا کھت پڑھت کچھ نہ ہوئی زبانی بات تھی "وزیر خاں" پھر مجھے کچھ نہیں
معلوم، میرے سامنے کچھ دستاویز کی تکمیل نہ ہوئی "اشرف علی خاں" اس کاغذ کا کھانا بتاتا ہے جس
میں قہر میاں زوجہ عبد الغفار خاں کا نام ہے "عبد الغفار خاں کا کمر آنا اور روپیہ کپہری کو لے جانا بلکہ
دستاویزیں اپنے نام چھڑانا کسی طرح زوجہ کا اسم فرضی ہونے کا مشہد بھی نہیں دلاتا نہ کہ دلیل ہو۔
ولی خاں و قہر میاں خاں ہزار روپے ذرا اصل سے عبد الغفار خاں کو حصے بھانسنے اور ان کی رسید لکھنے کے
گواہ ہیں،

اولاً ان دونوں کی گواہی خود مجوز نے زمانی اور اس ہزار کی ڈگری زد دی۔

ثانیاً تقریر سابق اس وجہ کے قطع کو پس ہے، مخدرات کا دہریہ ان کے ازدواج ہی کو دیا جائیگا
اور وہی رسید دیں گے۔ احمد خاں ولد عبد الغنی خاں و نجف علی خاں اس مد کے گواہ ہیں کہ عبد الغفار خاں
نے گنیشی سے گودام کا ایک حصہ پندرہ روپے ماہوار کرائے پر مانگا۔ ان گواہیوں نے تو روشن طور پر
ثابت کر دیا کہ یہ مکان عبد الغفار خاں سے بیع یا دہی نہ ہوئی ورنہ کرائے پر لینے نہ جاتا، غایت یہ کہ
حسب نہ ہم مدعیان خلوت اقرار صریح مورث قبضہ نہ ہوا تھا تو بذریعہ مالش قابض ہو جاتا نہ کہ ایک چیر کا
پندرہ روپے مہینہ کرایہ دینا چاہتا، بالکل کوئی شہادت اس دعویٰ کا اثبات نہیں کرتی کہ اصل معاملہ

عبد الغافر خاں سے ہے اور زوجہ کا نام فرضی ہے بلکہ یہ دو شہادتیں اس کا زود ہیں۔
وجوہ خاصہ وجوہ عامہ کے بعد ان کی طرف زیادہ توجہ کی حاجت نہیں، نہ وقت میں
 وسعت، مگر بعض کا تذکرہ کریں۔

(اختلاف شہادت و دعویٰ) اول مدعی کہتا ہے قبضہ و دخل مدعا علیہا کا جائداد
 مرہونہ پر کبھی ایک منٹ کے لئے نہیں ہوا۔ محمد بشیر قبضہ جائداد پر عبد الغافر خاں کا تھا اب تک گودام پر
 عبد الغافر خاں اور رام کنور کا ہے دونوں کے قفل پر ہے ہیں عبد الغافر خاں کا کچھ غلہ وغیرہ گودام میں ہے مجھے
 نہیں معلوم کہ روپیہ لینے سے قبضہ جائداد پر پیشتر ہوا تھا یا بعد، گودام پر اب تک قبضہ عبد الغافر خاں کا ہے
 اور گنیشی کا بھی قبضہ ہے یعنی مردے کا۔

دوم مدعی کہتا ہے اصل معاملہ عبد الغافر خاں سے ہے زوجہ کا نام فرضی، احمد خاں ولد عبد العزیز خاں
 و نجف علی خاں کی شہادتیں صراحتہ اس کا زود کر رہی ہیں کما مرافقا۔

سوم مدعی کہتا ہے حقیقتہً سود لیا اور اس کے اخفار کے لئے کرایہ نامہ فرضی لکھا لیا۔ اور بیگ
 گنیشی نے کئی کسود کی کارروائی فرضی ہے گودام اور مکان میرا ہیں ہے۔

چہاں رام مدعی کہتا ہے بشرح سود ۱۳۰۰ پانی سیکڑہ ماہوار ہی ہوئی شاہ ۱۴ کا سود محمد متا تھا۔
 پنجم حسب دعوائے مدعیان رسید ہی پیش کردہ میں صرف اس سود کی رقم ہیں جو گنیشی نے
 مدعا علیہ کو دیا لیکن سید الطاف علی کا بیان ہے میں نے گنیشی سے دریافت کیا یہ کتاب کس پاریت ہے
 کہا میں نے مولوی عبد الغافر خاں سے کچھ روپے قرض لئے تھے اس کے کچھ سود وغیرہ کا حساب ہے، گنیشی کا
 یہ وغیرہ دعویٰ مدعیان کا نقص ہے۔

ششم یہ رسید بھی شاید بنا کر پیش کی ہے وہ مدعیوں اور شاہدوں کی تکذیب کرتی ہے
 مدعیوں کا بیان ہے کہ "ابتداءً" دسمبر سلسلہ لغایہ دسمبر سلسلہ حملہ لکھنؤ بشرح للعدہ ماہوار
 مدعا علیہ کو بانڈ رسیدات نوشتہ نامبرہ ادا کی گئی، لیکن رسید ہی میں نومبر سلسلہ میں للعدہ للعدہ
 کی دو رقمیں درج ہیں تو آخر دسمبر سلسلہ تک حملہ لکھنؤ پہنچی۔

(اختلاف شاہدان) ہفتم بیان مدعیان کے سلسلے کو تمام گواہوں نے اول سے
 آخر تک بنا دیا ہے کہ ۱۵ ایوم دسمبر سلسلہ کے دسمبر، پھر ختم سلسلہ تک ہر مہینے کے للعدہ انہیں کے
 لحاظ سے اخیر رقم سلسلہ رکھی ہے اور شاہدوں کے مشاہدے سے جولائی سلسلہ تک پہنچی ہوئی
 اعلیٰ لکھنؤ حالانکہ رسید ہی سے یہ رقم اعلیٰ لکھنؤ ہے اور رقم اخیر سلسلہ لکھنؤ۔

ہشتم مرقی شاہ و وزیر خاں دونوں ایک جگہ کے گواہ ہیں قول بعض میں اختلاف زمان و مکان مقرر نہیں اس لئے کہ وہ مکرر ہو سکتا ہے مگر یہ طویل تقریر اور ابتدائی قول کے دونوں نے بیان کئے عادی ہرگز دوبار نہیں ہوتے کہ ایک بار گنیشی عبد الغافر خاں کو بلائے ، عبد الغافر خاں آپ نے مجھے بلایا تھا ، گنیشی بلایا تھا مجھے پانچ ہزار روپے کی ضرورت ہے ، عبد الغافر خاں میں دوں گا میرا اطمینان کیا ہوگا ، گنیشی زمانہ مکان کو دام و کان ضمانت میں دوں گا اس روپے کا نفع کیا لیا جائیگا ، دولہا خاں ڈیڑھ روپیہ کا قاعدہ رام پور میں ہے وہی لیا جائیگا ، گنیشی آپ میرے مہربان ہیں کچھ کم کر کے کر دیجئے ، دولہا خاں ایک روپیہ ، گنیشی میں عرض کرتا ہوں اس کو منظور کر لینا للعصر ما ہوار آپ لے لیا کریں دولہا خاں ذرا چپ ہوسے پھر کہیہ تو ۱۲ روپے بھی ایک پانی کم ہوتا ہے ، گنیشی اب آپ اسے ہی منظور کر لیں ہماری آپ کی محبت ہے ، دولہا خاں آپ کا فذ کی تکمیل کریں روپیہ تیار ہے دوں گا ، پھر قریقین سورہ ہے اور ۲۱ ویں بعد گنیشی پھر عبد الغافر خاں کو بلائے اور اول تا آخر سب وہی گفتگو پیش آئی قریقین اس پہلی گفتگو کو ایسا بھول جائیں کہ خواب فراموش ہو جائے اور از سر نو آغاز کریں مگر تمام سوال جواب وہی رہیں ترتیب تک نہ بدلے ، وہی بلائے کی وجہ پوچھنی وہی پانچ ہزار کی ضرورت وہی اطمینان کا سوال وہی انھیں گفتگو کا بیانی وہی سوال وہی حسب قاعدہ شہر ڈیڑھ روپیہ وہی تخفیف چاہنا وہی اس پر ایک روپیہ پھر وہی کو میری مانتے للعصر ما ہوار اس پر وہی تامل اور وہی جواب کہ ۱۲ روپے بھی ایک پانی کم ہو اور بالآخر وہی قبول کر روپیہ تیار ہے کا فذ لکھو او اسے برگر عقل سلیم قبول نہیں کرتی تو ضرور جلسہ واحد کے گواہ ہیں لیکن یہ انھیں کے بیان سے محال ہے مرقی شاہ کی شہادت ۹ اکتوبر سلسلہ کو ہوتی اور وہ بالآخر کم کتاب ہے حرم اسکو سورہ بریں کا ہوا "توروز گفتگو ۱۳ اکتوبر سلسلہ ہوا ۱۳ اکتوبر شہادت کو ہوتی اور وہ بالآخر کم کتاب ہے کہ "سولہ برس پانچ بیٹے ہوئے "توروز گفتگو ۱۳ اکتوبر سلسلہ ہوا ، ۳۱ و ۹ دونوں ایک ہو جائیں تو یہ شہادتیں دائرۃ امکان میں آئیں لیکن وہ محال تو یہ بھی باطل و واجب الایمال ، خانیہ و ہندیہ میں ہے :

لا تبطل الشهادة باختلاف الشاهدین	دونوں گواہوں کا زمانہ اور شہروں میں اختلاف
فیما بینہما فب الايام والبلدان	شہادت کو باطل نہ کرے گا ماسوائے اس کے
الا ان یقولان مع الطالب فی موضع واحد	کہ وہ دونوں ایک جگہ ایک دن میں طالب کے
فی یوم واحد	ساتھ ہونے کی بات کریں۔ (ت)

بسیوط و عالمگیر میں ہے۔

شہد احدہما انہ طلقھا يوم الجمعة
بالبصرة والاخر انہ طلقھا في ذلك اليوم
بعينه بالكوفة لم تقبل شهادتهما لانما
نقیقن بکذب احدھما فان الانسان في
يوم واحد لا یكون بالبصرة والكوفة
بخلاف ما اذا شهد احدھما انہ طلقھا
بالکوفة والاخر انہ طلقھا بالبصرة ولم یوقتا
وقتا فھذاک الشہادة تقبل یلہ

دو دنوں نے کوئی وقت نہ بتایا تو اس صورت میں شہادت مقبول ہوگی۔ (ت)

فہم سید عبد العزیز و عبد العزیز خاں ایک جلسے کے گواہ ہیں ان کے بیان میں شروع
ستمبر ہے اس کے بیان میں ۳۰ ستمبر۔

دہم سید عبد العزیز کا بیان ہے منظر پیر گنیشی کو دیکھنے کی مشق کرا رہا تھا اس نے میں مولوی
عبد الغافر خاں تشریف لائے گنیشی کے پاس اور کہا پانچ مہینے کا مکان کا کرایہ دو سو بیس روپے دے دیجئے،
اس پر گنیشی نے رام کنور سے کہا کتاب حساب کی لے آؤ، وہ لے گئے، گنیشی نے مولوی عبد الغافر خاں کو
کتاب دی، بعد مولوی عبد الغافر کے چلے جانے کے بعد گنیشی نے کہا اس کتاب میں کیا لکھا ہے، تو
اس میں یہ لکھا تھا کہ آخر اگست سحہ تک کرایہ وصول ہوا یعنی پانچ ماہ کا مطالبہ آتے ہی کیا کتاب سے
دیکھنے سے پہلے، لیکن عبد العزیز خاں کہتا ہے عبد الغافر خاں تشریف لائے اور گنیشی سے کہا ہمارا
کرایہ دلو ایسے، گنیشی نے کہا حساب کر لیجئے، اور رام کنور سے کہا کتاب لے آؤ، وہ کتاب حساب کی
لائے، عبد الغافر نے دیکھ کر کہا پانچ مہینے کا ہمارا کرایہ بقدر دو سو بیس کے واجب ہے وہ دیدیجئے۔

یا زہم عبد العزیز خاں کہتا ہے اس کے بعد گنیشی نے وہ کتاب ایک شخص کو جو گنیشی کے
لڑکے کو پڑھا رہا تھا بلا کر دکھائی، اس نے پڑھا، میرے کان تک آواز آئی یہ شخص وہی عبد العزیز ہیں
لیکن ان کا بیان ہے اس وقت آٹھ سات آدمی تھے ایک منظر اور عبد الغافر خاں مسلمان باقی ہندو،

توان کو دیاں عبد العزیز خاں کے ہونے ہی سے انکار ہے۔

دوازدہم حیدر علی و عبد الرحیم ایک جلسے کے گواہ ہیں حیدر علی خاں کا بیان ہے "عبد الغافر چلے گئے اس کے گنیشی نے حساب کی کتاب نیچے دی اور کہا پڑھ کر سنا دیجئے کہ عبد الغافر خاں نے کیا لکھا ہے میں نے گنیشی سے پوچھا یہ کیسا روپیہ ہے کہاں مکان اور گودام رہیں ہے اس کے سود کا ہے اس کے بعد میں چلا آیا چاولوں کے واسطے روپیہ دے کے۔ عبد الرحیم خاں کہتا ہے "عبد الغافر خاں جب چلے گئے گنیشی نے کتاب ایک آدمی کو جو ان کے پاس بیٹھا تھا دکھائی کہ اس میں کیا لکھا تھا اس نے سنایا پھر انھیں صاحب نے پوچھا یہ روپیہ کیسا عبد الغافر خاں کو دیا گنیشی نے کہا مکان اور گودام اور دکان رہیں ہے اس کا کرایہ ہے اس پر اس شخص نے کہا کرایہ بہت ہو گا، گنیشی نے کہا للہ للہ ما ہوا دیتا ہوں، انھیں صاحب نے چلے وقت گنیشی کو دے دے کہ چال بھجوا دینا، ان اختلافوں کو جانے دیجئے کہ اوکا حیدر علی نے دو چیزیں بتائیں مکان اور گودام، اور عبد الرحیم نے دکان بھی بڑھائی۔

ثانیاً گنیشی کا جواب حیدر علی نے یہ بتایا کہ سود کا ہے عبد الرحیم نے یہ کہ کرایہ ہے۔

ثالثاً ایسا ہی اختلاف یہ ہے کہ حیدر علی خاں کہتا ہے "گنیشی نے اپنے پسر سے کہا حساب کی ہیں لے آؤ، وہ لے کر آیا اور عبد الغافر خاں کو دی، عبد الرحیم خاں کہتا ہے "گنیشی کو دی۔"

رابعاً حیدر علی خاں کہتا ہے "گنیشی نے کہا پچھلے کتنی رستم آپ کے پاس پہنچی" عبد الغافر خاں نے کہا "لے آؤ" اس پر گنیشی نے اپنے بیٹے سے کہا عبد الغافر خاں کو کرایہ کار روپیہ دو، کوٹھری سے لاکر لے آؤ، وہ دے دے، عبد الرحیم خاں اس کا عکس بیان کرتا ہے کہ "اللہ للہ دے دے، پھر گنیشی نے کہا اس سے پچھلے رقم کس قدر گئی ہے، کہا "لے آؤ"۔

خامساً اختلاف شدید یہ ہے کہ عبد الرحیم کہتا ہے "اس شخص یعنی حیدر علی خاں نے کرایہ پوچھا، گنیشی نے للہ للہ ما ہوا بتایا، حیدر علی خاں کہتا ہے "تعداد ماہواری کرایہ کی مجھے گنیشی نے نہیں بتائی۔"

سیودہم محمد رضا خاں کہتا ہے "عبد الغافر خاں نے کتاب پر وصول ڈال دیا اور پڑھ کر سنایا کہ آخر مارچ سترہ تک کا کرایہ معرفت موچند کے وصول پایا، جس کا حاصل یہ کہ کرایہ کسی اور پر ہے اس نے موچند کے ہاتھ بھیجا لیکن کتاب یعنی رسید بھی کی عبارت یہ ہے "آخر مارچ سترہ تک کرایہ موچند سے وصول ہوا۔"

پچاس دہم سب شاہد للہ ما ہوا کے حساب پر چلے ہیں جس کے فیصدی ۱۴/۱۱ پائی

ہوئے لیکن مرقی شاہ کہتا ہے "سہارا کا سود ٹھہرا تھا" یہاں یا دج چارم میں مجاز کا عذر کہ بقاعدہ رفع واسقاط مرقی شاہ نے ۱۴ ایک پائی کم یا زائد کو مجاز ۱۴ کہا مقبول نہیں کہ شہادت میں مجاز نہیں لے سکتے۔
وجہز امام کروری جلد ۵ ص ۴۲۲ میں ہے :

الحکم لما اتمم بالشهادة و شرط فيها العلم مثل الشخص لم يتحمل فيها المجاز الذي يصح نفيه و اما الدعوى فاختصاص مجرد لا يتصل به الحكم فاقسم فيه لدفع المناقضة عند الافصاح بالتوفيق

حکم جب شہادت متصل ہو اور شہادت میں شرط ہے کہ واقعہ کا سودج کی طرح واضح علم ہو اور اس میں مجاز کا احتمال نہ ہو جس کی نفی کرنا پڑے لیکن دعویٰ تو وہ خالص خبر ہے جس میں فیصلہ نہیں ہو سکتا تو اس میں وسعت ہے کہ تناقض کو ختم کرنے کے لئے موافقت کو ظاہر کیا جائے۔ (دست)

پانزدہم احمد خاں ولد میاں خاں اور محاسب الدین خاں ایک جلسے کے گواہ ہیں احمد خاں مئی ۱۸۷۵ء کا واقعہ بتاتا ہے کہ عبد الغافر خاں نے کہا کہ آٹھ مہینے کا کرایہ چاہیے جس کے سماع سے ہوتے ہیں، گنیشی نے کہا اس سے پہلے کتنی رقم پہنچی، کہا ۵۰۰ روپے، حسب رسید ہیں و شہادت سید عبد العزیز اگست ۱۸۷۵ء تک تھی جب سے ختم اپریل ۱۸۷۵ء تک ۵ مہینے ہوتے ہیں تو اسی وقت تک کا کرایہ ہر ایک محاسب الدین خاں میں شروع مئی ۱۸۷۵ء تک کر کے ماری عبد الغافر خاں نے جواب دیا سماع اللہ اول پہنچی اور سماع سے اب گنیشی نے پوچھا یہ سب کتنے ہوتے، عبد الغافر خاں نے کہا سماع اللہ بابت کرایہ کے ہمارے پاس پہنچی اکٹوبر تک کا "یہ اکٹوبر شدہ کا ہے تو ستمبر شدہ سے اس تک دو ہی مہینے ہیں اور ماہوار سماع ٹھہرا اور شدہ کا ہے تو چودہ مہینے ہوئے اور ماہوار کچھ اوپر چھپیں ہی ہے۔
شانزدہم محمد رضا خاں و منکر حسین ایک جلسے کے گواہ ہیں وہ گنیشی کا کہنا یہ بتاتا ہے کہ کل تم آتا تھیں بھی روپیہ دوں گا " یہ کہتا ہے "کل ہم روپیہ پہنچا دیں گے؟

ہفد ہسم نجن و حیدر حسین ایک جلسے کے گواہ ہیں نجن کہتا ہے کہ کتاب اس وقت نہیں ملتی کل آکر آپ روپیہ لے لیں، سید حیدر حسین کا بیان ہے عبد الغافر خاں سے گنیشی نے کہا

عہ خط کشیدہ عبادت اندازہ سے درست کی اصل میں پڑھی نہیں گئی۔

فی البزوی الصغیر اذا استیقض انہ خطہ
وعلوانہ لم یزد فیہ شیء یأت کات
منہیوا عندہ وعلو بدلیل آخر
انہ لم یزد فیہ لکن لا یحفظ ما سمع
فمنہما لا یسعدان یشہد او عند
ابی یوسف یسعدہ دعا قالہ ابو یوسف
ہوالمعول بہ وقال فی التقریم قولہما
ہوالصحیح ، جوہر علیہ

بزدوی صغیر میں ہے جب اس کو یقین ہو کہ یہ خط
اس کا ہے اور یہ معلوم ہو کہ اس میں کوئی زیادتی
نہیں کی گئی اور وہ خط اس کے پاس بند تھا اور
دیگر دلائل سے بھی معلوم ہو کہ اس میں کوئی زیادتی
نہیں کی گئی لیکن خط کا سنا ہوا مضمون یا دہش کا
تو طرفین کے نزدیک اس صورت میں شہادت
دینے کی گنجائش نہیں اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ
کے ہاں اسے شہادت دینا جائز ہے ، اور

ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ نے جو فرمایا وہی معمول ہے اور تعقیم میں فرمایا کہ طرفین رضی اللہ تعالیٰ عنہما
کا قول صحیح ہے ، جوہر (ت)

قول امام ثانی پر اگرچہ فتویٰ دیا گیا مگر وہ اس صورت میں ہے کہ گواہ حاکم کے سامنے یہ ظاہر نہ کرے
کہ اپنا کھادیکہ کر گواہی دے رہا ہوں اس اظہار کے بعد بالاتفاق اس کی شہادت مقبول نہیں۔
بحر الرائق وخطاوی علی الدر المختار وعللگیری میں ہے ،

ثم الشاهد اذا اعتمد علی خطہ علی
القول المقتضی بہ و شہد
فللقاضی ان یسألہ هل شہد عن علم
او عن خط ان قال عن علم قبلہ وان
قال عن الخط لا یسألہ (مختصاً)

پھر گواہ کو جب اپنے خط پر اقرار ہے کہ اسی کا ، اور گواہی دی
تو مقتضی ہر قول میں جائز ہے ، لیکن قاضی اس سے
سوال کرے کہ تو اپنے علم کی بنا پر شہادت دے رہا
ہے یا خط کی بنا پر اگر وہ یہ کہے کہ اپنے علم کی
بنا پر شہادت دے رہا ہوں تو شہادت کو
قبول کرے ، اور اگر وہ کہے کہ خط کی بنا پر دے رہا ہوں تو قبول نہ کرے (مختصاً)۔ (ت)

تنبیہ : یہاں جو قول سادہ اظہار محمد رضا خاں ، منظر حسین آئیں ان میں اظہار محمد رضا

۳۷۵/۴	دار احیاء التراث العربی بیروت	کتاب الشہادات	لہ رد المختار
۲۳۶/۳	دار المعرفۃ بیروت	”	لہ حاشیۃ الخطاوی علی الدر المختار
۷۲/۷	ایچ ایم مسجد مکینی کراچی	”	بحر الرائق
۲۵۶/۳	فوری کتب خانہ پشاور	الباب الثانی	فتاویٰ ہندیہ

خان میں سابق پھنچی ہوئی رقم اعمالہ لکھی ہے اور لدالہ سال کی ملاک ساحطہ یہ دعویٰ و دیگر شہادت در سید بھی سب کے خلاف ہے اور انوار مظہر حسین میں اوپر رقم سابق اعمالہ اور چند سطر کے بعد اعمالہ ہے یہ تناقص ہے اگر ان رقم میں غلطی نقلی ہو تو یہ تین وجہیں اختلاف دعویٰ و شہادت و اختلاف شاہدین و تناقص شاہد میں اور اضافہ ہوں گی۔

یست و دودہ (حالت گواہان) (۱) موتی شاہ (۲) غفران اقراری سزا یافتہ ہیں (۳) عجائب الدین خان پتنگ ساز پتنگ فروش گواہی پیشہ ہے (۴) حیدر علی خان گواہی پیشہ ہے (۵) احمد خان ولد میاں خان باجر فروش ہے (۶) محمد رضا خان (۷) مظہر حسین بنیوں کے یہاں سود کے تعلق سے اور وصول کر کے لانے پر کم (سب کے ذکر میں) (۸) عبد العزیز خان دتائی نہیں ہیں، اور صحیح مسلم شریف میں امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے ہے۔

لعن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لعنت اھل الربا و مؤکلہ و کاتبہ و شاہدہ فرمائی مژد کھانے والے اور کھلانے والے اور اور اس کا لافہ لکھنے والے اور اس کے گواہوں

پر۔ اور فرمایا وہ سب برابر ہیں۔ (د)

(۹) ولی خان (۱۰) عبد الرحیم خان (۱۱) اشرف علی خان (۱۲) محمد شیر (۱۳) مظہر حسین (۱۴) نجف علی خان سب جاہل و ناخواندہ ہیں بلکہ انہر یہ کہ ان میں اکثر یا سب اپنے ضروری فقرات سے آگاہ نہ ہوں اور جو اس قدر بھی فقہ نہ سیکھے اس کی شہادت مردود ہے۔ چنانچہ شریعہ قدوری و نہر الفائق و در مختار باب التعزیر میں ہے۔

من ترك الاشتغال بالفقه لا تقبل شہادۃ والمراد ما یجب علیہ جس نے فقہ سے مشغولیت ختم کر دی اس کی شہادت مقبول نہیں یعنی جس نے واجبی حد تک فقہ سے بھی تعلق نہ رکھا (د)

(۱۵) سید الطاف علی (۱۶) عبد الرحیم خان (۱۷) نجف (۱۸) اشرف علی خان (۱۹) مظہر حسین (۲۰) نجف علی خان (۲۱) وزیر خان سب بلا سمن کچہری کے ناخواندہ جہان ہیں عورت حال میں اہل حیثیت

اسے بے عزتی سمجھتے ہیں (۲۲) ولی خاں درگاہ اس کے یہاں چار روپے کا ملازم ہے (۲۳) علی خاں
 خاں ایک چراسی ہے (۲۴) محمد بشیر ایک مذکورہ (۲۵) اشرف علی خاں (۲۶) بخت عسلی خاں
 وہ فون گاڑی بان (۲۷) احمد خاں دلہ عبد العزیز خاں ۶ روپے کا فیضان (۲۸) وزیر خاں یہ بھی
 ہاتھی بان ہے (۲۹ و ۳۰) جہاں یہ دونوں فیضان پر نوکر ہیں اس کا رخانے کا تحریک امدادی ہے اور
 وہی انہیں تنخواہ دیتا ہے۔

(تحریری صدق) ایسی جگہ تحریری صدق لازم تھی اس کی حالت سخت عجیب ہے مدعیوں
 نے پیش خلیش ایک نہایت مرتب منتظم سلسلہ وصول کرایہ پرشاد توں کا سلسلہ کیا کہ ۷ دسمبر ۱۳۰۵
 سے چار برس ۷ ماہ تک تو گنیشی ایسا خرچ دہندہ ہا کہ مہینے کے مہینے للعلیہ دینا ہا بلکہ کمال فیاضی
 نو برس تک میں دوسرے دنے یہاں تک کا وصول اقرار عبد الغافر خاں سے رکھا آگے گنیشی کی یہ حالت ہے
 کہ تین تین برس گزرجائیں ایک پیسہ بے تقاضا نہیں دیتا مگر ہر تھپے پر اگرچہ ہزاروں کا مطالبہ ہو روپیہ برابر
 تیار رکھتا ہے کہیں یہ نہیں کہتا کہ آج اتنی کمی ہے کل پوری کروں گا پھر دوپہر تیار ہے تو مہینوں برسوں رکھ کیوں
 چھوڑتا ہے اور عبد الغافر خاں کو برسوں ماہ بیاہ لیتا ہا اب مدت تک کیوں ساکت رہتا ہے اس
 کی حکمت وہ دونوں جانتے ہوں گے، پھر ہر تھپے پر گنیشی کے مسلمان بیٹے ہوتے ہیں نہ نوکر جن کا ہزار ہا ہوتا
 معتبر نہیں کہ نوکر کی کوئی سُننا ہے بلکہ اجنبی اگرچہ وہ جو نہ کہیں پہلے گئے نہ بعد کہ۔ یہ اس لئے کہ مسلم پر کافر
 کی شہادت مقبول نہیں، پھر کئی دفعہ اس وقت دو سے کم مسلمان حاضر نہیں ہوتے کہ نصاب کا مل رہے
 اور وہ ہر بار پہلے سے جا بیٹھتے ہیں یا عبد الغافر خاں کے ساتھ کہ مہرے سے گفتگو نہیں اور تہہ بار عبد الغافر خاں
 کو اٹھا کر اٹھتے ہیں کہ پوری گفتگو کے شاہد رہیں برسوں کے متفرق جلسے ہیں کبھی اس انتظام میں فرق نہیں
 آیا، اب دینا بھر کا قاعدہ ہے کہ جس حساب کے لئے کتاب موجود ہے اس پر رقم کا وصول دائن کے
 ہاتھ کا لکھا ہوا دستخط کیا ہوا ہے اس میں ماضی کا الطینان کافی ہے اسے دُہرانے کی کیا حاجت، اب
 جو دینا ہو اگر معلوم نہیں اس کا پوچھنا اور دے کر رسید لینا ہی ہوتا ہے مگر گنیشی ہر مطالبہ پر پوچھتا ہے
 کہ پہلے کتنا پہنچا دستم مال دے کر پھر پوچھتا ہے اب تک کل کتنا ہوا یہ اس لئے کہ بریار کے حاضرین کہ
 رقم حال کے شاہد معاینہ ہوں گے ہر رقم سابق کے شاہد اقرار ہو جائیں، پھر مجھ کو پوچھنے کی بھی حاجت ہے
 کہ دستم حال پر بھی اقرار ہو جائے، یوں ہر رقم سابق و سابق بر سابق سب کا ہر بار اقرار ہوتا رہا

عہ خط کشیدہ جملے انداز سے بنائے گئے کہ جلد بنی میں کٹ گئے تھے۔ عبد المنان

کہ افزوں کا سلسلہ منظم ہے اور ہر رقم حال پر معائنہ بھی اقرار بھی اور مال العصر رقم اخیر کے سوا سب کی گواہ رسید بھی ہے، پھر تحریر رسید بھی پڑھو اگر سننا بعید نہیں، جاہل ناخواندہ کو ایسا ہی چاہئے کہ فوشستہ دانت پر اطمینان ہو مگر ہوشیار دنیا کسی اپنے قریب یا نوکر یا دوست چند پر اعتماد نہیں کرتا التزام کے ساتھ مسلمان ہی سے پڑھواتا ہے اگرچہ اس سے شناسائی نہ ہو یہ اُسی شہادت علی المسلم کے لئے ہے، پھر یہ حضرات اگرچہ اپنے ذاتی معاملات اگرچہ بہت قریب کے بالکل مجملے ہوئے ہوں ہر بات کا جواب یاد نہیں سے ہو لیکن اس اصول کا معاملہ مدت تک پورا یاد رکھتے ہیں سابق کی رقم الگ سال کی الگ، مجموعہ کی الگ، وقت الگ۔ پھر جو کوئی پوچھتا ہے کہ یہ روپیہ کیسا دیا اور بنیا سود بتاتا ہے یہ سوال جواب عبد الغافر خاں کے چلے جانے کے بعد ہی ہوتا ہے کسی نے اس کے سامنے نہ پوچھا یہ اس لئے کہ سامنے میں اگر عبد الغافر خاں اس کا رد کرتا بات بگڑتی اور اگر قبول کرتا یا ساکت رہتا کہ وہ بھی قبول ہے تو اس کا خلاف ہوتا کہ تحفظ شان علم کے لئے انصاف چاہا، اہل انصاف دیکھیں ایسی ہوشیاری کے ساتھ سلسلہ پر سلسلہ ایک سلک میں منسلک کی ہوئی ترتیب وار گواہیاں کبھی سنی ہیں جن کی لائنیں چہرہ اسی، مذکور، غلبان، گاڑی بان، بابہ فروش، کنکلیا ساز، محصلان سود، بیٹوں کے خدمتی، چار چار چھ روپے کے نوکر جاہل ناخواندہ سے مل کر اس غلبان سے بنا رہے ہیں اس سے بڑھ کر تحری صدق اور کیا ہوگی اور اس پر پوری رجسٹری اس نے کر دی کہ رقومات میں جو اخلاط مدعیوں سے واقع ہوئے سب گواہ اسی ذکر پر چلے ہیں غلطی کے لئے کوئی معیار نہیں ہونا مدعیوں سے غلطیاں ہوئی تھیں اور بالفرض سب شاید بھی غلطی کرتے تو جدا جدا اخلاط ہوتے، کسی نے کہیں غلطی کی کسی نے کہیں، یہاں یہ نہیں بلکہ وہی غلطیاں انھیں مواقع پر ہیں جس کے ظاہر کسب ایک سانچے کے ڈھلے ہوئے ہیں، غفلت یہ کہ پانچ ہزار کب کے ادا ہو چکے اس کے بعد بنیا برسوں نئی رقمیں خوشی خوشی دے رہا ہے یہاں تک کہ اعلام العصر تقریباً تین ہزار روپے زیادہ پہنچاتا ہے ستمبر ۱۸۸۷ تک ہی پانچ ہزار سے مامعہ زیادہ جا چکے تھے زر اصل سے ایک جہر باقی نہ رہا تھا مگر جنوری ۱۸۸۸ میں ایک ہزار منجملہ زر اصل بھیجتا ہے مگر اسے معلوم نہ تھا کہ نو نشان یکم کے نام اور منجملہ کے کرایہ کی آڑ میں فرضی ہیں میرا اصل معاملہ عبد الغافر خاں سے ہے وہ سود لے رہے ہیں اور سود ناجائز ہے جو دیا جائے تقسیم اصل میں حرام ہونا لازم ہے اب میں کاجے کے ہزار بھیجتا ہوں اور ان کو بھی منجملہ کہتا ہوں اور کاسے پر اور رقمیں دے دے چلا جاتا ہوں اگر مدعیوں اور گواہوں کے بیان سچ ہوتے تو ضرور پانچ ہزار پہنچتے ہی بنیا اتھ روک لیتا مدعا علیہ نہ مانتا تو کچھ روپوں کے دروازے کھلے تھے جو ناٹش اب ہوئی وہی کرتا اور دستاویزیں واپس لیتا اور ایک پیسہ زیادہ نہ دیتا مگر وہ عمر بھر غفلت میں لٹا رہتا اور یکم آنکھ پیرا اگر نواخذہ پسر تمام کندیر تمام تحقیقین مدقیقین پچھلی بت میں اپنے بیٹوں کے لئے چھوڑ دیتا،

جو یہ ظاہر کر رہے ہیں کہ ان کا باپ احمق تھا عقل ان کو ہے، یہ ہے دعویٰ اور یہ ہیں گواہیاں۔

تجویز و فیصلہ

اس کی نسبت کچھ کہنے کی حاجت نہیں اور لا سرے سے دعویٰ ہی صحیح نہیں، اور جب دعویٰ صحیح نہ ہو تو مدعا علیہ سے جواب بھی نہیں لیا جاتا، نہ کوئی کارروائی چلے، شہادتیں گزریں اور غیر صحیح دعویٰ کی ڈگری ہو یہ سراسر باطل ہے۔ درمختار میں ہے،

يسأل القاضي المدعى عليه عن المدعى بعد صحتها والا تصدق بصحیحة لا یسأل به
صحبت دعویٰ کے بعد قاضی مدعا علیہ سے پوچھے
اور اگر دعویٰ صحیح نہیں تو مدعا علیہ سے کچھ
نہ پوچھے۔ (د ت)

ثانیاً گواہیاں باطل ہیں اور مدعا علیہ کا اقرار یا انکول نہ ہونا بدیہی توقضا کی راہ مسدود اور حکم باطل ہیں۔ فتاویٰ امام قاضی خاں و المشبہ والنظار میں ہے،

القاضي لا يقضي الا بالحجة وهي البينة قاضي صرف حجت و دلیل کی بنا پر فیصلہ دے سکتا
او الاقرار والنكول به ہے اور حجت تین چیزیں ہیں، گواہی، اقرار اور
قسم سے انکار۔ (د ت)

باینہم اجمالا دو ایک حجت اس کے متعلق بھی ممکن مناسب کہ تفصیل ایک مستقل رسالہ ہوگی، دو وجہیں یہ ہوتیں۔

نموہ نتیجہ برا کو بر بنائے شہادت موتی شاہ و وزیر خاں بکن مدعیان ثابت ماننا صراحتاً باطل ہے، رد شہادات میں اس کا بیان مفصل گزرا۔

چہاں سہر نتیجہ برا و برا کی نسبت تجویز کو خود اقرار ہے کہ شہادت سے اس کا ثبوت ناممکن ہے پھر محفل بنیاد پر مدعا علیہ مسلمان معزز ذی علم ہے ان کو بکن مدعیان مان لینا سراسر خلاف انصاف ہے یوں تو اہل علم و معززین پر کفار و تجار کے دعویٰ سود ہمیشہ بے شہادت مسکوح ہو جائیں گے ذیہ کو ہزاروں روپے دے دیں اور خالہ مسلمان ذی علم پر دعویٰ کر دیں کہ ذیہ اس کا حلاقہ دار ہے اصل میں سود خالہ نے لیا اور مسلم و

عالم ہونے کے سبب تمام دوسرے کا کیا۔

پنجسم رسید بھی خود ہی ثابت نہیں،
اولاً آئندہ اس کی تصریح کی جائے گی۔

ثانیاً اس کے اختراعی ہونے پر ایک واضح قرینہ نمبر سید میں دوباراً للعلیہ کا اقرار ہے
رسید بھی میں مذکور نہیں کہ یہ کس مہینے کا مطالبہ ہے کسی مہینے میں وصول ہونا اُسی مہینے کے مطالبہ ہونے
پر دلیل نہیں پہلے کا بھی ہوتا ہے پیشگی بھی ہوتا ہے اگر یہ رسیدات عبدالغافر خاں کی ہوتیں یوں مبہم و
جمل کر رہ جاتیں۔

ثالثاً رسید بھی انہیں افلاطون پر مرتب ہوئی ہے جو مدعوں نے دعوے میں کیں جن کا بیان
وجہ ابطال دعویٰ میں گزر اگر رسیدات واقعی ہوتیں حساب صحیح پر ہوتیں، اور بالفرض اگر مسلم ہو تو ہم وجہ
ہفتم عام میں ثابت کر چکے کہ مطالبہ زوجہ کو شوہر کا اپنے دستخط سے وصول کرنا بیجا نہیں۔
ششم ایک ہزار کی رقم منجملہ ذراصل کو عبدالغافر خاں کا وصول کرنا ماننا اور اس کی ڈگری
نہ دینا تجویز کا صریح تناقض ہے اگر پہنچنا ثابت ہے تو حقدار کو اس سے محروم کرنا کارِ قضا نہیں قاضی
اس لئے مقرر ہوتا ہے کہ حقدار کو حق دلائے، نہ اس لئے کہ حق ماننے اور محروم کر دے، اور اگر ثابت
نہیں تو اس کے وصول کرنے سے استہلال کیا معنی۔

ہفتم رسیدات پر دستخط کرنے اور ہزار کی رقم خود وصول کرنے کو تنقیحات ۲ و ۳ کے جمل
کا مثبت ماننا الٹی منطقی ہے بلکہ یہ ان کا صریح رد ہے کہ اس میں اس امر شنیع کی اپنی نسبت اعلان ہے
جس کا اخفاء چاہا تھا اگر واقعی یہ سود کی رقمیں ہوتیں عبدالغافر خاں جس طرح دستاویز میں انگبہ رقم
ان وصولوں میں بھی خود نہ پڑنا صماۃ کے بھائی وغیرہ کسی اور کا پردہ رکھتا۔ کیا فقط دستاویز میں نام
ہونے سے اعلان ہوتا ہے جس پر گواہان حاشیہ یا اہل رجسٹری ہی واقف ہوتے اور یہ ساہا سال
تک بار بار علانیہ بر ملا مسلمانوں ہندوؤں سب کے سامنے وصول کرنا باعثِ اعلان نہیں، کیا گواہ نہیں
کہہ دے ہیں کہ وہ اور دیکھنے والے ہندو تک متعجب ہوئے کہ یہ مسلمان ہو کر کیونکر سود لیتے ہیں نوٹ
کرنے والوں نے اسے نوٹ کیا مولویوں سے مسئلہ پوچھا پوچھا پوچھا پوچھا کہ مذکورہ کیا خود ایک ہندو نے
اپنے نوٹ سے نوٹ کرنے کو کہا اور ان سب سے زائد موقی شاہ وزیر خاں کی شہادتیں ہیں کہ علانیہ سود کی
گفتگو مول تول کرنا بتاتے ہیں موقی شاہ کہتا ہے ”فریقین کی گفتگو میں آدمی ہندو مسلمان بہت تھے“
وزیر خاں کہتا ہے ”مسلمان زائد تھے ہندو کم تھے“ موقی شاہ کہتا ہے ”وقت گفتگو دونوں کے دس بجے

کاتھا، اس واقعہ کے یاد رکھنے کا ذریعہ یہ ہے کہ ۴۱ کا سود ٹھہرا تھا حالانکہ مسلمان کہیں سود نہیں لیتے ہیں جو ایسا بیک ہو اُسے اخفا کیا معنی، لہذا یہ تمام بیانات تصنیف شدہ ہیں۔

ہشتم نتیجہ ۴ کے متعلق جی شہادتوں اور ان کے بالترتیب بیانون سے استدلال کیا ان کے بکثرت ابطال مباحث سابقہ میں گزرے حاجت اعادہ نہیں، اس نتیجہ کا ایک حوت بھی بحق مدعیان ثابت نہیں مگر غنیمت ہے کہ تجویز نے ان تمام شہادتوں کو خود ہی ناکافی مانا کہ ”اس رقم اقراری کے ایصال کو بوجہ تائید شہادت تحریری کے میں ثابت قرار دیتا ہوں“ یعنی وہ نہ ہوتی تو میں ان گواہوں کو نہ مانتا معلوم ہوا کہ سب گواہیاں ناکافی ہیں، شہادت تحریری کیا ہے، وہی رسید بھی جس کی زدی حالت اوپر گزری اور پوری تفصیل بعونہ تعالیٰ آگے آتی ہے تو مؤید رہا نہ مؤید اور ثبوت تنقیح باطل و مسترد۔

فہم ذی علم مجز نے مدعیوں اور شاہدوں اور رسید بھی جن کے کاذب ہونے کی ایک اور دلیل ظاہر کی جو ہمارے خیال میں بھی نہ تھی فرمایا ”منہ رقم مودی بنام کراہہ کا حصہ کی ایسی رقم ہے جس کے متعلق مدعیان نے کوئی رسید پیش نہ کی، اور تحریر کرتے ہیں کہ مدعا علیہ نے براؤ بدیتی اس رقم کی رسیدات نہ دیں جو کتاب رسیدات مدعیان نے پیش کی اس میں سوائے رقمی حصہ کے باقی رقوم درج ہیں“ لیکن مدعیان و گواہان و رسید بھی صرف اخیر ۷ ماہ کی رقم مال اللہ کی رسید نہ دینی بتاتے ہیں تو بیسیان ذی علم مجز کے مقابل سب جھوٹے ہیں، یہاں سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ تجویز کس اعلیٰ درجہ بیداری مغزی پر ہے جس نے ان سب کے ایسے افلاطون پر مفید روشنی ڈالی۔

دہم رسیدات جن پر بلفظ عبد الغافر خاں دستخط ہیں ان کے نوشتہ عبد الغافر ہونے کا یہ ثبوت کہ اسٹے گواہوں نے ان دستخطوں کا خط پہچانا اور اتنے کا تذات کچھری کے دستخطوں سے دستخط ملے لہذا یقیناً مدعا علیہ کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ہیں، محض خلاف شرع باطل ہے کتب مذہب میں تعریات قاسرہ ہیں کہ خط مشابہ خط ہوتا ہے اور بن سکتا ہے اور یہ کہ اس پر اعتقاد جاتا تو نہیں اور یہ کہ قاضی اس پر فیصلہ نہیں دے سکتا بنانے والوں کا جسے تجویز ہوا اور وہ جانتا ہے کہ ایسا بنا لیتے ہیں کہ خود صاحب خط کو دیکھ کر اشتباہ ہو جاتا ہے اور وہ تمیز نہیں کر سکتا کہ میرا لکھا ہے یا دوسرے کا، پھر اوروں کی شناخت کیا چیز ہے۔ چنانچہ میں سے الخ خط یشبہ الخط فلا یعتبر (خط ایک دوسرے سے خط کشیدہ لفظ اتارہ سے بنایا گیا۔

کے مشابہ ہوتا ہے لہذا معتبر نہیں۔ (ت) فتح القدر میں ہے :

الخط لا ينطق وهو متشابه لخط
در مختار میں ہے : لا يعمل بالخط (خط پر عمل نہ ہوگا۔ ت) فتاویٰ امام قاضی خاں میں ہے :
لا يعمل حجة لان الخط يشبه الخط
چونکہ خط ایک دوسرے کے مشابہ ہوتا ہے وہ
حجت بننے کی صلاحیت نہیں رکھتا (ت)

نیز خانیہ میں ہے :

اخرج المدعى خطا باقر المدعى عليه
بذلك فانكر استـ يكون خطه فاستكتب
وكان بين الخطين مشابهة ظاهرة
لا يقضى به هو الصحيح بـ
مدعی نے مدعا علیہ کے اقرار کا خط پیش کیا تو
مدعا علیہ نے اپنا خط ہونے سے انکار کر دیا تو قاضی
مدعا علیہ سے تحریر لکھوائے اور دونوں تحریروں میں
واضح مشابہت پائی جائے اس کے باوجود صحیح یہ
کہ قاضی اس خط پر فیصلہ نہ دے۔ (ت)

اشباه والنظائر میں ہے :

لا يعتمد على الخط ولا يعمل به
كافي شرح وافي میں ہے :
الخط يشبه الخط وقد يزدور ويفتعل
خط پر نہ اعتماد کیا جائے نہ عمل۔ (ت)
خط ایک دوسرے کے مشابہ ہوتا ہے اور جھوٹا اور
جعلی ہوتا ہے۔ (ت)

عینی علی اکثر میں ہے :

الخط يشبه الخط فلا يلزم حجة لانه
خط چونکہ ایک دوسرے کے مشابہ اور من گھڑت

له فتح القدر

۸۳/۲	مطبع مجتہائی دہلی	باب کتاب القاضی الی القاضی	۱۰
۷۴۲/۴	نوکلشور کھنڑ	فتاویٰ قاضی خاں کتاب الوقت فصل فی دعوی الوقت الخ	۱۱
۴۶۶/۴	-	کتاب الدعوی والبیانات باب الدعوی	۱۲
۳۳۸/۱	ادارۃ القرائی کراچی	کتاب القضاہ والنظائر الفصل الثانی	۱۳
		کافی شرح وافی	۱۴

يحتمل التزوير

ہو سکتا ہے لہذا حجت ہونا لازم نہ آئے گا۔ (ت)

مجمع الانہر شرح منہج الابکر میں ہے :

الكتاب قد يزدور ويفتعل والخط يشبه الخط
والخاتم يشبه الخاتم، مختصراً۔

مکتوب کبھی جھوٹا اور جعل ہوتا ہے اور ایک دوسرے
کے مشابہ ہوتا ہے اور ہر ایک دوسرے کے
مشابہ ہوتی ہے، مختصراً (ت)

تطهير و شرح الاشباہ للعلامۃ البیرونی ورد المحتار میں ہے :

لا يقضي القاضي بذلك عند المناقعة لأن
الخط مما يزدور ويفتعل به
فأدوى امام تطهير الدين مرغینانی و غزاليون میں ہے :

العلقة في عدم العمل بالخط كونه
مما يزدور ويفتعل به من شأنه ذلك
وكونه من شأنه ذلك يقتضي عدم العمل
به وعدم الاعتماد عليه وان لم يكن في
نفس الامر كما هو ظاهر به
خط پر عمل نہ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ جعل اور گھڑت
ہو سکتا ہے، اور جب وہ ایسا ہو سکتا ہے
تو اس کا قیاس نہ ہے کہ اس پر عمل اور اعتماد
نہ کیا جائے اگرچہ نفس الامر میں وہ ایسا
نہ ہو جیسا کہ وہ ظاہر ہے۔ (ت)

یاتر دھسم جن پر بلفظ دولہا خاں دستخط ہیں اور اکثر وہی ہیں ۶۳ رسیدوں میں صرف ۴
پر عبدالغافر خاں ہے اور ۵۹ پر دولہا خاں، ان کی نسبت اتنا بھی نہیں پہچاننے والوں نے شان خط پر
گو ای دی یا کسی کاغذ کھری پر یہ دستخط ملے یہاں صرف اس قدر سے کام لیا گیا کہ اس کی شان شان دستخط
مابقی سے ملتی ہے یعنی ظن و قیاس و قیاس اور اس پر حکم یہ کہ ”دستخط یقیناً نہ ما علیہ کے ہیں“ انا للہ و
انا الیہ راجعون ۵

۱۔ رمز الحقائق فی شرح کثر الوقایف کتاب الشہادت مکتبہ فرید رضویہ سکھر ۸/۲
۲۔ مجمع الانہر شرح منہج الابکر کتاب القضاہ فصل فی کتاب القاضی دار امیاء التراث العربی بیروت ۱۶۵-۱۶۶/۲
۳۔ فتاویٰ ہندیہ کتاب الشہادت الباب الثالث والعشرون نورانی مکتب خانہ پشاور ۳۸۱/۳
۴۔ رد المحتار بحوالہ البیرونی کتاب القضاہ باب کتاب القاضی دار امیاء التراث العربی بیروت ۲۵۲/۲
۵۔ غزالیون البصار بحوالہ الفتاویٰ التطہیریہ مع الاشباہ والنظائر الفی ثانی ادارۃ القرآن کراچی ۱/۳۳۹

دوازدھم یہ کہی کہ مدعا علیہ کا نام توجہ الغفران ہے اور ان میں دولہا خاں، اسے یوں پورا فرمایا کہ "اکثر شہادتوں سے ثابت کہ مدعا علیہ کا عرف دولہا خاں بھی ہے" شہادتوں کا ردی حال اور گوراکر ان کے علاوہ اور شہادتیں مراد ہیں تو انہوں نے یہ شہادت دی کہ عبدالغفران کو دولہا خاں بھی کہتے ہیں یا یہ کہ دولہا خاں جہاں کھا اس سے یہی عبدالغفران مراد ہیں، اور اگر یہی شہادتیں مراد تو سخت عجیب۔ شہادتوں پر اعتقاد تو بذریعہ شہادت تحریری یعنی رسیدات مذکورہ ہوا، اب ان رسیدات پر اعتقاد ان شہادتوں سے ہو کھنڈور ہے۔

سیزدھم منجملہ ذرا اصل ایک ہزار کا عبد الغفران کو پہنچا دی خاں و غفران کی شہادتوں سے (جن کا حال اوپر گزرا) ثابت ماننا اور رسید و رقعہ لفظاً تحریر عبد الغفران جاننا مگر اس بنا پر کہ رقعہ بے رجسٹری ہے لہذا بموجب فلاں دفعہ قانون رجسٹری ریاست ثبوت میں لینے کے قابل نہیں اس کی ڈگری نہ دینا سخت عجیب ہے بلکہ دفعہ رقعہ ثبوت میں لیا جانا نہ وہی شہادتوں کا ثبوت کہہ گیا اگر شہادتیں قابل قبول نہ تھیں ان سے ثبوت ماننا کیا مسمیٰ، اور مقبول تھیں تو ان پر عمل نہ کرنا یعنی چر، یہ شریعت مطہرہ کے بالکل خلاف ہے، ہاں یوں کہنا تھا کہ شہادتیں ان وجہ سے (کہ ہم نے فتویٰ میں بیان کیں) باطل ہیں اور کوئی رقعہ بے شہادت نہیں لیا جاسکتا خصوصاً اس میں نقص قانونی بھی ہے لہذا ہزار کا پہنچنا اصلاً ثابت نہیں تو بات صحیح ہوتی۔

چہار دھم تنقیح ۵ خود فیصلہ نے کئی مدعیان ثابت زمانی، تنقیح ۲ کو تین دلیلوں سے ثابت کیا جن میں دو بے علاقہ محض ہیں اور ایک باطل، اول بیع و فاکم رہن میں ہے اور مرہون کا کرایہ اور دیگر محاصل حق راہن اور قابل مجرائی بزر رہن ہے، حکم شرع یہ ہے کہ مرتسی بے اجازت راہن شخص ثالث کو کرایہ دے تو کرائے کا مالک مرتسن ہے ہرگز وہ حکم راہن نہیں، ہاں اس کے حق میں غلبہ ہے تصدیق کر دے یا راہن کو دے دے اگر حق راہن ہوتا تصدیق کا حکم کیونکر ہو سکتا فتاویٰ قاضیخان و فتاویٰ عالمگیریہ وغیرہا میں ہے،

ان اجور المرتھن من اجنبی و کانت الاجارت بغیر اذن الراہن یکن الاجور للمرتھن
 رہن لینے والے نے مکان کو رہن رکھنے والے کی اجازت کے بغیر کسی تیسرے شخص کو کرایہ پر دے دیا تو اجرت و کرایہ مرتسن رہن لینے والے کا ہو گا نہ اس کو صدقہ کر دے گا (ملخصاً)۔ (دستا)

وجہ کروری و نحوی علی الاستیفاء میں ہے :

أَجْرُ الْمُزْتَمِنِ الرَّهْنِ مِنْ أَجْنَبِيٍّ بِلَا أَجْبَانَةٍ
الرَّاهِنِ فَإِلْفَاقُهُ لِلْمُزْتَمِنِ وَيَتَصَدَّقُ بِهَا
عِنْدَ الْأَمَامِ وَمُحَمَّدٌ كَالْغَاصِبِ يَتَصَدَّقُ
بِالْفَلَقَةِ أَوْ يَرُدُّهَا عَلَى الْمَالِكِ أَوْ قَلَّتْ أَعْي
وَيُطِيبُ لَهُ لِأَنَّهُ غَارٌ مُلْكُهُ أَخْصَ الْطَرَفَيْنِ
لَأَنَّهُمَا تَطِيبُ لِلْمُزْتَمِنِ عِنْدَ الْأَمَامِ الشَّافِي
رَهْنِي اللَّهِ تَعَالَى عَنْهُمْ فَلَا يَتَصَدَّقُ بِشَيْءٍ -

ملکیت کی آمدن ہے۔ مصنف نے طرفین رحمہما اللہ تعالیٰ کا خصوصیت سے اس لئے ذکر کیا ہے کہ امام
ابو یوسف رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ آمدن مرتہ کے لئے طیب ہے لہذا صدقہ ذکر سے (دینا)
یہاں اگر ہے تو یہی صورت ہے اس میں ذکر کرایہ اصل میں مجرا کرنے کا حکم ایسا ہے کہ قید نے
عمر سے پانچزار فرض لئے عمر نے شخص ثالث جو سے کچھ ناجائز رقمیں حاصل کیں اب زید کے میرا فرض
ادا ہو گیا کیونکہ تو ایک راہ چلنے سے ناجائز رقم لئے چکا کیا اس میں زید کے مجنون ذکر کیا جائے گا، اگر یہ
وجہ اول اس صورت کو شامل تو حکم یقیناً باطل، اور اگر یہ مراد کہ یہ اجارہ باذن راہن تھا لہذا وہ
مالک اجرت ہوا اور لی مرتہ نے، تو زراصل میں محسوب ہوتی چاہئے، تو یہ وجہ نہ رہی بلکہ وجہ دوم
ہو گئی، وجہ دوم یہی ہے کہ اجارہ باذن راہن تھا لہذا راہن باطل اور کرایہ لائق مجرائی، یہ انہیں
شہادات باطلہ اشرف علی وغیرہ پر مبنی ہے جس کے وجہ بطلان روشن ہو گئیں اور جن کو خود مجوز نے
ناکافی جانا جیسا کہ ابی زہرا ۱۳ میں گزرا۔ سو ہم یہ قبضہ مرتہ ثابت نہیں، اس کی بحث ابھی آتی
ہے، قبضہ یقیناً ثابت ہے، اور بالفرض نہ سہی تو اس سے کرایہ اصل میں کیوں مجرا ہونے لگا،
غایت یہ کہ یہ غاصب ہو اور غاصب کہ مضموب کو کرایہ پر دے مالک کرایہ خود غاصب ہو گا نہ کہ
مضموب منہ جیسا کہ ابھی گزرا، ہاں اجارہ باذن راہن ثابت ہوتا اور کار تھا تو یہ بھی وجہ دوم ہے کہ
باطل ہے، بالجلد اصل کوئی نتیجہ بحث مدعیان ثبوت کا نام بھی نہیں رکھتی۔

پانزدہم نتیجہ، بلاشبہ بحث مدعیان ثبوت ہے جس کا بیان ابطال دعویٰ کی وجہ اول

میں گزرا۔

شأنہم تنقیحہ قابل بحث نہیں، نہ اس کا ثبوت شرعاً کچھ نافع مدعا علیہ تھا نہ عدم ثبوت کچھ مضر، تنقیحہ ۱۰ وہ قطعاً کئی مدعا علیہ ایسے قطعی ثبوت سے ثابت ہے کہ لٹنے ہی نہیں سکتا تجویز میں اس پر ایک طویل بحث ہے کہ قبضہ مرتہ سے اس کی شہادتوں سے ثابت نہیں مگر یہ بحث محض یہود و دور ازکار سے شہادتوں سے قبضہ مرتہ کا ثبوت نہ سہی بلکہ یہ فرض کر لیجئے کہ شہادتوں سے راہن کا مرتے دم تک ان مکانوں پر قبضہ رہنا ثابت ہو یہ بھی قبضہ مرتہ فقہاً ثابت ہے اور وراثۃ راہن کا اس سے انکار مسموح نہیں وہ قبضہ راہن عاریۃ با اجازت مرتہ کجا جائیگا جو ہرگز رہن میں غفل نہیں، وجہ یہ کہ گنیشی صراحتاً بیعنا میں اقرار کرتا ہے کہ بدست فروشان بیع کیا میں نے، اور زمین تمام و کمال بعد صحت عقد بیع ایجاب و قبول طرفین کے محجوبانے مشتری مذکورہ سے وصول پاکر قبضہ و دخل مشتری کا جعیدہ مذکورہ پر کرادیا اور قبضہ ملکیت اپنی سے خارج کر دیا اور مشتری نے باواسے کل زمین مجھ یا جس سے قبضہ مانگا نہ اپنا بلعیدہ مذکورہ پر کر لیا، بعد اس اقرار قطعی کے قبضہ مرتہ میں کلام کی گنجائش نہ رہی، نہ اسے کوئی شہادت دینے کی اصلاً حاجت، نہ شہادت سے ثابت نہ ہونا اسے کچھ مضر، بلکہ قبضہ راہن ثابت ہو تو وہ بھی منجانب مرتہ سے ہے۔ جواہر الفوائد امام گریانی و عقود الدریہ علامہ شامی یں ہے۔

مرہن دارہ و اعترفت بالقبض الا انہ لم یصل بہ القبض فاذا تصادق علی القبض والا قباض یؤخذ باقرارہ
کسی نے اپنا مکان رہن دکھا اور مرتہ کے قبضہ کا اعتراف کیا لیکن عملاً مرتہ کا قبضہ نہ ہوا تو دونوں نے جب قبضہ لینے اور دینے پر اتفاق کر لیا تو اب راہن کے اقرار کو کیا جائیگا۔ (ت)

نیز ہر دو کتاب مذکور میں ہے:

مرہن دارہ و المرہن متصرف فیہ حق مات ثم اختلف المرہن و وراثۃ المرہن انہ کان مقبوضا ام لا قامت اقام المرہن البینۃ علی اقرار المرہن بالمرہن و
ایک شخص نے اپنا مکان رہن دکھا اور خود راہن ہی اپنی موت تک اس میں تصرف کرتا رہا پھر مرتہ اور راہن کے وراثت میں مرتہ کے قبضہ میں ہونے نہ ہونے کا اختلاف ہوا اگر مرتہ نے راہن کے پاس اقرار پر کہ اس نے رہن دکھا اور

التسليم يحكم بصحة الهنت ودعوى
فساد الهنت لا تقبل بظاهر ما كان في
يد الراهن لانه لما حكم عليه باقراره
بالهنت حمل على ان اليد كانت بيد
العاسية عليه

مرتب کو سوئپ دیا ہے، گواہ پیش کر دیتے تو رہن
کے صحیح ہونے کا فیصلہ دیا جائے گا، اور ظاہراً
راہن کے قبضہ کی بنا پر فساد رہن کا حکم نہ ہوگا
کیونکہ راہن کے اقرار پر جب حکم ہوا اس کے
ظاہری قبضہ کو عاریۃ قبضہ پر محول کیا جائیگا (ت)

غرض تجویز میں ۱۲ تنقیص ۶ جانب مدعا علیہا جن میں چار بیکار اور ۲ یقیناً بحق مدعا علیہا ثابت
ہوئے بحق مدعا علیہ و دوم بحق مدعا علیہا۔

ہفتدھن متعین ۹ بے معنی ہے وہ قائم کرنے ہی کی نہ تھی جس کے ثبوت یا عدم سے
کسی فریق کو کچھ نفع نہ ضرر، خصوصاً مدعا علیہا پر اس کا بابت ثبوت رکھنا تو سخت عجیب تر۔ بیع مساقہ کے
نام ہوئی اس کے شوہر نے روپیہ اس کی طرف سے دیا، گنیشی نے زرغن تمام و کمال مشتری سے وصول
پانے کا اقرار لکھا اب اس بحث کا کیا محل رہا کہ روپیہ مساقہ کی ملک تھا یا نہیں یہ دلیل ملک ہے جو غلط
کا مدعی ہو ثبوت اس کے ذمہ ہے نہ کہ مدعا علیہا پر، ورنہ تمام بیوع و اجارات صفت و قوت میں پڑ جائیں
ہر مشتری اور ہر مستاجر پر یہ ثبوت پیش کرنا لازم ہو کہ روپیہ اس کی ملک تھا اور یہ لازم بھی کیوں ہو،
بالغرض روپیہ اس کی ملک نہ تھا دوسرے کے روپے سے باہانت یا بلا اجازت اس نے خریدی
تو اس سے شرا اس کا کیوں نہ رہا، قاعدہ شرعیہ ہے کہ

الشراء اذا وجد نفاذا على المشتري
نفذ، كما في الدر المختار وغيره۔

خریداری جب خرید کرنے والے کے حق میں پائی جائے
تو اس پر خریداری کا حکم دیا جائے گا، جیسا کہ
در مختار وغیرہ میں ہے (ت)

فتاویٰ خیرین میں ہے،

لا تثبت الدار للاب بقول الابن اشتریتها
من مال ابی اذ لا یلزم من الشراء
من مال الادب ان یتکون المبیع

لے العقد الدریۃ بحوالہ جواہر الفتاویٰ کتاب الرهن ارگ بازار قندھار افغانستان ۲۵۹/۲
در المختار کتاب المبیوع باب المتفرقات دارالسیار التراث العربی بیروت ۲۲۰/۴

لاب لانه يحتل القراض والغصب :- کہ بیع باپ کے لئے ہوتی کیونکہ باپ کے مال کو بطور قرض یا غصب استعمال کرنا کیا احتمال موجود ہے ؟

ہیجہلہم تنقیح ۱۱ و ۱۲ شرعاً بیکار ہیں قانونی باتیں ہیں کہ ثابت ہوتیں تو مدعا علیہ کو قانوناً مفید تھیں، نہ ثابت ہوتیں تو اس کا کچھ ضرر نہیں، اب نہ رہی مگر تنقیح ۸، یہ قابل بحث نہیں، نہ اس کا ثبوت شرعاً کچھ نافع مدعا علیہ تھا، نہ عدم ثبوت کچھ مضر۔ یہ پچاسوش وجود ہیں، تین سے دسوں باطل ہے، ۲۹۰ سے شہادتیں ۱۸ سے تجویز۔ اور انھیں کے ضمن میں مراتب سوال کا جواب مع زیادت کثیرہ آگیا اور حکم اخیر یہ ہے کہ فیصلہ جی براسر ہے اصل و واجب الرد ہے اور مدعا علیہا دعوائے باطلہ مدعیان سے یکسر بری۔ واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۳ مسئلہ حافظ محمد حسنی صاحب ۲۳ رمضان المبارک ۱۳۱۵ھ

زید نے عمرو عطارد کو ایک فسخہ دکھایا کہ اس کی قیمت کیا ہے، اس نے کہا آٹھ آٹھ، زید نے کہا بنا دو آج تیار کرو، عطارد نے کہا دو تین روز میں ہوگا، زید نے کہا تو مجھ کو بذریعہ پارسل بھیج دینا پارسل جو بزرگ آیا اس میں قیمت للعیہ لکھی ہے محصول ۱۲۔ بالجلد اختلاف قیمت کے مقدار میں ہے، زید کہتا ہے ۸ قیمت کئی گنی جس پر میں نے تیاری کے لئے حکم کیا اور تسمرہ فرماتا ہے میں نے للعیہ کہے تھے، پس قول عند الشرح کس کا معتبر ہے؟ بیٹھا تو جردا۔

الجواب

جو گواہان شرعی سے اپنا دعویٰ ثابت کر لے اُنسی کے حق میں حکم کیا جائے گا، اور اگر دونوں طرف شہادت کافیہ ہو تو عمرو بائع کے گواہ معتبر ہونگے کہ وہ قیمت زیادت ہے، اور اگر کوئی گواہان شرعی دوسے کے تو زید مشتری سے پہلے حلف لیا جائے کہ وہ اللہ میں نے عمرو سے للعیہ کو یہ دوا نہ خریدی ۸ کہ خریدی تھی، اگر مشتری قسم کھانے سے انکار کرے فیصلہ بختی بائع ہے، اور قسم کھالے تو اب بائع سے حلف لیا جائے کہ وہ اللہ میں نے یہ دوا زید کے ہاتھ نہ بیچی للعیہ کو بیچی تھی اگر بائع حلف سے انکار کرے فیصلہ بختی مشتری ہوا اور اگر وہ بھی قسم کھالے تو چیز واپس دی جائے اور باہم وہ دونوں مل کر بیع فسخ کر لیں یا حاکم درخواست پر فسخ کر دے،

فی الدار المختار، اختلف المتبايعان فی درختا دیں ہے فروخت کرنے والے اور خریدار کے

قد رثن حکم لمن برهن وان برهن
فلثبت الزیادة ، وانت مجزاول
یرض واحد منهما بدعی الآخر
تحالفا و بدعی یحیی المشتري لو بیع
عین بدین ویقتصر علی النفی فی الاصح
وفسخ العاقلی البیع بطلب احد هما
او طلبهما ولا ینفسخ بالتحالف ولا ینفسخ
احدهما بل ینفسخ هما بحد و من نکل
منهما لمنه دعوی الآخر بالقضاء احر
مختصرا و فی رد المحتار فی الزیادات یحلف
البائع والله ما باعه بالعت ولقد باعه
بالفی ویحلف المشتري بالله ما اشتراه
بالغین ولقد اشتراه بالعت - والله تعالی
اعلم

در میان طے پانے والی رقم میں اختلاف ہو گیا
تو دونوں میں سے جو بھی گواہ پیش کرے اس
کے حق میں حکم ہوگا ، اور اگر دونوں نے گواہ پیش
کر دئے تو رقم میں زیادتی والے کے حق میں فیصلہ
ہوگا اور اگر دونوں گواہ نہ پیش کر سکیں اور کوئی
بھی دوسرے کے حق میں دست بردار نہ ہو تو دونوں
سے قسم لی جائے اور قسم میں پہل مشتری سے کی جائے
جبکہ یہ بیع مال کی نقد کے بدلے ہو ، اور قسم نفی پر کافی
متصور ہوگی اصح قول کے مطابق ، اور ایکٹ دونوں
کے مطالبہ پر قاضی بیع کو فسخ کر دے ، اور اگر
دونوں قسم دیں تو اس سے بیع خود بخود فسخ نہ ہوگی ،
دونوں ذبیقوں میں سے ایک کے فسخ کہنے پر فسخ
نہ ہوگی بلکہ دونوں کے اتفاق سے فسخ ہوگی ، بجز
اور دونوں میں سے کوئی قسم سے انکار کرے تو

دوسرے کا دعویٰ قضا لازم ہو جائیگا اور مختصرا۔ اور رد المحتار میں ہے کہ زیادات میں فرمایا کہ باقیوں
قسم کھائے خدا کی قسم میں نے اس کو ایک ہزار میں نہیں دو ہزار میں فروخت کیا ہے ، اور مشتری یوں
قسم کھائے کہ خدا کی قسم میں نے دو ہزار میں نہیں خریدی میں نے تو ایک ہزار میں خریدی ہے ۔ واللہ تعالیٰ
اعلم ۔ (ت)

مسئلہ از ریاست رامپور گھیر شرف الدین خاں مرسلہ تملیل خاں ۱۶ شعبان المعظم ۱۲۲۳ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس صورت میں کہ عرضی دعویٰ اور اظہار محمد نبی خاں اور محمد حسن شاہین
ہر شہادت دونوں گواہوں کی مطابق دعویٰ و مثبت دعویٰ ہے یا نہیں ، اور دونوں شہادتیں باہم
مطابق ہیں یا نہیں اور محمد نبی خاں کا ایک جگہ یہ کہنا کہ مدعی نے کہا کہ ان پانچ قطعات کو جس قیمت کو پرتر سے

پڑے میں نے اپنے حق شفعہ میں لیا اور مدعی عرض دعویٰ میں لکھاتا ہے کہ پانچ قطعات میں سے جو سهام طبعیہ
از روئے پرتہ کے پڑیں گے میں نے اُسی قیمت کو کبھی شفعہ لئے ہر دونوں بیان مخالفت میں یا نہیں اور یہ
مخالفت بیانی محمد نبی خاں کی مطلق شہادت ہے یا نہیں، دوسرے محمد نبی خاں نے طلب شفعہ کرنا عند المبیع اور
موجودگی مشتری بیان کی ہے اور مدعی طلب عند مشتری تحریر کرتا ہے آیا دونوں میں مخالفت ہے یا نہیں،
اور محمد حسن کی شہادت خلاف اسی سبب سے ہو سکتی ہے یا نہیں کہ بلحاظ اندراج عرضی دعویٰ مدعی کا طلب شفعہ
کرنا نسبت سهام طبعیہ پانچ قطعات مندرجہ میں سے دریافت ہوتا ہے اور شہادت محمد حسن سے بلحاظ خبر لینے
علیٰ گوہر خاں کے طلب شفعہ کرنا نسبت ایک غیر معین کے پانچ قطعات مکانات سے معلوم ہوتا ہے اور نیز
شہادت مذکور محمد حسن بھول شہادت ہے اس کے بیان سے یہ نہیں ثابت ہوتا کہ وہ حصہ کون سے قطعہ
سے ہے یا ہر ایک قطعہ سے، اور نیز یہ اعتراض کو شہدین کا بیان باہم مختلف ہے محمد نبی خاں طلب شفعہ
کرنا نسبت مجموعہ پانچ قطعات مکانات کے اور محمد حسن خاں طلب شفعہ نسبت ایک حصہ کے بیان کرتا ہے
مشرعاً عام ہو سکتا ہے یا نہیں؟ فقط۔

اور کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس صورت میں کہ زید نے اپنا ایک سهم منجملہ دس سهام چھ قطعات
مکانات سے جو اس کو در اثرتہ پہنچا تھا بدست تجریع کیا قزو نے نسبت پانچ مکانات کے کہ قزو کا شفعہ
انہیں پانچ قطعات میں تھا طلب مواثبت و اشہاد کر کے دعویٰ دائر عدالت کیا، اب سوال یہ ہے کہ بوجہ
تقرین صفعہ یہ دعویٰ جائز ہو گا یا ناجائز؟ جینوا و قوجروا۔

اور کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ مکان مذکورہ میں دسواں حصہ زید کا تھا وہ اس نے بدست تجریع
کیا، دریافت طلب امر یہ ہے کہ بعض مشاہد نے دسواں حصہ بیع کرنا بیانی کیا اور بعض نے یہ کہا کہ زید نے
اپنے حصص چھ قطعہ مکانات سے گویا ہر ایک قطعوں میں دس دس سهام قرار دے کر ایک ایک سهم کا بیع
کرنا اور طلب شفعہ کرنا بیان کیا یہ اختلاف موجب سقم شہادت ہے یا نہیں؟ فقط۔

الجواب

کافذات نظر سے گزرے، ابھاث فقہی پر یہاں سے کچھ کہنا ہے مگر تفصیل کی فرصت نہ تعلیل
کی ضرورت، لہذا چند اجمالی جملوں اشعاری اشاروں پر قاضی عرضی دعویٰ میں محمد اسماعیل خاں بنام محمد گوہر
دعویٰ دیا نید، ایک ایک سهام منجملہ دس دس سهام از پانچ منزل مکانات مندرجہ بیع نامہ کبھی شفعہ محمد و دات
ذیل واقع راہپور گھیر شرف الدین خاں حسب مرسوم عام محاکم زمانہ دعویٰ نامہ واضح ہے جس میں نہ کوئی
ابہام منافی صحت، نہ بیان شاہدین کو اس سے مخالفت، آگے بیان تفصیل میں یہ لفظ حکایات طلب ہیں

واقع ہوئے کہ پانچ قطعہ مکانات میں سے جو سهام عید اذروئے پرتے کے پڑیں گے میں نے اسی قیمت کو
بجی شفعہ خود لئے اسے وچ مخالفت دعویٰ و شہادت ٹھہرایا ہے حالانکہ یہ دعویٰ نہیں حکایت الفاظ طلب
ہے اور اس میں بھی جو ابہام واقع ہوا ایک ہی سطر عید اُسے واضح کر دیا ہے کہ قدوی سهام عید پر پانچ
قطعہ مکانات میں سے مدعا علیہ سے بدوی قیمت اصل اذروئے پرتے کے بجی شفعہ کے طلب کرتا ہے کھل گیا کرتے
ناظر بقیمت ہے نہ کہ ناظر بہ سهام۔ معذایہاں ابہام سهام قیمن دعویٰ و طلب کے منافی ہی نہیں تعین
و تقسم ہے، تعین ذات کہ شعی فی نفسہ محدود و مفروز و متمیز ہوا اور تعین قدر کہ اگرچہ مشاع و مخلوط ہے
مگر اس کی مقدار معلوم و معلوم ہے۔ ہر مائل جانتا ہے کہ شعی مشاع میں تعین دوم ہو سکتا ہے
تعین اول بے دفع شیورج نامکس ہے اور بیع صرف تعین ثانی چاہتی ہے نہ تعین اول کہ بیع مشاع جائز
بالاجماع، اور شفعہ بیع پر اسی حیثیت موجودہ سے وارد ہوگا مفروز ہے تو مفروز اور مشاع ہے تو مشاع۔
شیورج جب کہ مانع بیع نہیں، مانع طلب و دعویٰ شفعہ بھی نہیں وکل ذلک واضح جلی عند حل
طالب فضلہ عن حالہ (یہ طالب علم پر واضح اور روشن ہے چہ جائیکہ غافل ہو۔ ت) مدعی نے
اذروئے پرتے پر تہرتا اعتبار نہیں کیا اور جو سهام کا ابہام بنظر ابہام ذات رکھا کہ مشاع ضرور مبہم الذات ہوتا
ہے نہ کہ بنظر ابہام قدر بلکہ خود اس کا تعین لفظ عید سے بتا دیا کہ بیع نہ ہوئی مگر معلوم انعقد کی، پھر دعویٰ
شہادت میں مخالفت کہ مر سے آیا، غایت یہ کہ شہود نے ابہام ذات کا جہاں ذکر کیا، نہ اس کی حاجت تھی
کہ وہ خود شیورج سے استفادہ۔ اظہار محمد بنی خاں میں کہیں نہیں کہ مدعی نے مکانات عید کے پاس جا کر
شفعہ طلب کیا بلکہ لکھا ہے کہ فرزند مدعی نے کہا کہ ان پانچ قطعہ مکانات کو (اشارہ مدعی نے کیا تھا) میں نے
شفعہ میں لیا اس وقت عبد الرحمن خاں بھی موجود تھا اس کی موجودگی میں یہ سب گفتگو ہوئی تو صاف
طلب عند مشتری بتاتا ہے نہ کہ عند المبیع۔ کیا فقط اشارہ اگرچہ دور سے ہو عزیت ہے اس نے تو
آگے چل کر اور صاف تر کہا ہے کہ اسمعیل خاں نے زیر دخت نیب سڑک پر کھڑے ہو کر طلب شفعہ کیا
مکانات متنازعہ متفرق ہیں جہاں طلب شفعہ کیا تھا اس جگہ سے سب مکانات دیکھتے تھے مدعی نے کل
مکان کی جانب اشارہ کیا تھا اور بالفرض اس بیان سے طلب عند المبیع بھی ثابت ہو تو کیا طلب
عند مشتری کی اس میں صریح تصریح نہیں پھر بیان مدعی و شاہد میں کیا مخالفت ہوا۔ کیا مدعی کے کلام
میں کوئی حرف طلب عند المبیع سے انکار کا ہے یا طلب عند مشتری ہے طلب عند المبیع یا دونوں کا
اجتماع مسقط شفعہ ہے یا ذکر اول ہے ذکر ثانی محل دعویٰ ہے یا عند المبیع طلب میں حق زیادہ ملتا
عند مشتری طلب میں کم ہوجاتا ہے پھر اسے شہادۃ علی الزیادۃ سے کیا علاقہ، یا عدم ذکر و ذکر عدم میں

فرق ذکر کرنے کا منشا کیا ہے۔ شہادت محمد حسن پر بعد اعتراضات اس کا تمام کلام نہ دیکھنے سے ناشی اس کی صحت و عبارت یہ ہے، علی گوہر خاں نے کہا اکبر خاں نے دس حصوں سے ایک حصہ چھ قطعہ مکانات میں سے دو لکھا خاں کے ہاتھ بیچا ہے اس پر فرور اسماعیل خاں نے کہا ان پنج قطعہ مکانات میں سے (مکانات کی جانب اشارہ کیا) جس قیمت کو وہ پرستے میں آئے ہیں نے شفعہ میں لیا ایک حصہ کہنے سے ضرور یہ معنی بھی محتمل کہ مجموعہ مکانات سے صرف ایک حصہ بیع ہوا اب نہیں معلوم کہ وہ حصہ کس مکان کا ہے تو اس خبر پر جو طلب ہوئی طلب مجہول ہوئی اور اب یہاں بیان مدعی و بیان شاہد دیگر سب کے خلاف ہوا مگر اتفاقاً اس عبارت سے یہ بھی محتمل کہ ہر مکان کے دس حصوں سے ایک ایک حصہ بیع ہوا اور وہی مدعی نے طلب کیا ایک ایک میں سے ایک ایک کا نصف کر دینا مستبعد نہیں۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے ۱

لا تفرق بین احدہن من سملہ احد
بین احد و احد۔
ہم رسولوں میں سے کسی ایک کا فرق نہیں کرتے
یعنی اللہ تعالیٰ کے رسولوں میں ہر ایک ایک
میں فرق نہیں کرتے۔ (ت)

عبارت مظہر صرف اسی قدر ہوتی جب بھی اسے مخالفت بیان مدعی و بیان گواہ آخر کہنا ٹھیک نہ تھا، غایت یہ کہ وجہ احتمال نا کافی ہوتی مگر محمد حسن خاں نے صرف اسی قدر بیان نہ کیا بلکہ آگے چل کر مطلب صراحت کھول دیا جس سے وہ احتمال اٹھ گیا اور کلام بلا شبہ بیان مدعی و شاہد آخر کے مطابق ہو گیا وہ کہتا ہے سو ایک ایک مہام جیعہ کے باقی جملہ مکانات میں سے نو مہام اسماعیل خاں و غلام جعفر خاں کے ہیں یہ مدعی اسماعیل خاں نے پنج قطعہ مکانات میں سے ایک ایک مہام جیعہ کا کیا ہے ان تصریحات کے بعد اعتراضات ابہام و جہالت و مخالفت مدعی و مخالفت شاہد سب خلاف انصاف ہیں۔ شفعہ میں تفریق صفت مضر نہیں جبکہ مدعی کا حق صرف بعض بیع میں ہو۔ رد المحتار میں ہے ۱
لو کان شفیعا لاحد ہما یاخذ الف ہو
شفیعہا اتفاقا لان الصفقة
وان اتحدت فقد اشتملت علی ما فیہ
الشفعة و علی ما لیست فیہ
اگر دو قبوں میں سے ایک میں شفعہ رکھتا ہو تو
بالاتفاق اس قبو کو ہی لے سکے گا جس میں
اس کو شفعہ کا حق ہے، سو دا اگرچہ ایک ہے
مگر اس کا ایک حصہ شفعہ والا ہے اور دوسرا حصہ

البیوع فلا یبطل بالقبض وان اتفقا علی الاعراض بان قالوا بعد البیوع اعراضا وقت البیوع عن الهزل الى الجدل فالبیوع صحیح والهزل باطل وانما اختلفا فی البناء علی المواضعة والاعراض عنها فالتعقد صحیح عند اخلاقالهما فجعل صحة الایجاب اولى لانها الاصل وهما اعتبارا المواضعة الا ان یوجد ما ینقضها کما اذا اتفقا علی البناء انتهی مختصرا ، اقول ولا ینذهب عنک انت قولهما فی ما علم تقدم قواعدهما علی الهزل فالمواضعة الثابتة باتفاقهما لا تزول بادعاء احدهما الاعراض عندهما وهو الذی رجحه المحقق فی التحریر بخلاف ما اذا اعتقد احدهما ادعی احد هما المواضعة فلا تقبل اتفاقا ما لم یبرهن لانه یسعی فی نقض ما تم من جهته آخر من حاشیتنا علی رد المختار۔

فاسد ہوگی اور قبضہ کے باوجود مالک نہ ہوں گے اور اگر انہوں نے اپنے طے شدہ سے اعراض کر کے ہوتے سودے کے صحیح بیع کا ارادہ کر لیا اور دونوں نے بیع کے بعد کہا کہ ہم نے سودے کے وقت طے شدہ فرضی کے بجائے قطعی بیع کر لی تھی تو بیع صحیح ہوگی اور فرضی و مذاقی باطل قرار پائیں گے اور اگر اس معاملہ میں اختلاف ہو جائے کہ طے شدہ کی بجائے صحیح اور قطعی بیع کا ارادہ کیا تھا یا نہیں تو امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک بیع صحیح قرار دی جائے گی ، صاحبین کا اس میں خلاف ہے امام صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیع کی صحت کو ترجیح دی کیونکہ بیع میں اصل صحت ہے اور صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ نے دونوں کے طے کردہ کو اس وقت تک معتبر قرار دیا جب تک اس کا منقض نہ پایا جائے جس طرح کہ طے کردہ پر بنا کرنا پایا گیا آخر مختصراً میں کہتا ہوں یہ بات پیش نظر ہے کہ صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک دونوں کا باتفاق طے کردہ فرضی منصوبہ ایک فریق کے اعراض سے ختم نہ ہوگا کیونکہ وہ دونوں کا طے کردہ ہے ، اسی کو محقق صاحب نے تحریر میں ترجیح دی ہے اس کے بخلاف وہ صورت کہ دونوں نے مطلق سودا کر لیا ، پھر ایک یہ کہے کہ ہم نے فرضی طے کیا تھا تو اسکی بات بالاتفاق قبول کی جائیگی کیونکہ وہ اپنی تمام کی ہوئی بیع کو ختم کرنا چاہتا ہے الایہ کہ وہ اس پر گواہ پیش کر کے اس کو ثابت کرے ۔ رد المحتار پر ہمارے حاشیہ کی عبارت ختم ہوئی ۔ (دست)

درمذہبی ہے :

اقربال في صك واشهد عليه به ثم ادعى ان بعض هذا المال مباحا عليه فانت اقام على ذلك بينة تقبل روايت كان متناقضالا لاننا نعلم انه مضطر الى هذا الاقرار بشرح ربانية و حرمه شارحها الشرع بل ان لا يفتى بهذا الصرح لانه لا عذر لمن اقر بغيره ان يقال بانه يحلف المقر له على قول ابي يوسف المختار للفتوى في هذه ونحوها ۱۰ قلت و به جزم المصنف .

اس غلطی کی تلافی کے لئے امام ابو یوسف کے قول پر جو کہ اس جیسے مسئلہ میں فتویٰ کے لئے مختار ہے میں کہتا ہوں اسی پر مصنف نے جزم فرمایا ہے ۱۰ (ت) رد المحتار میں نور العین سے ہے :

في دعوى التلجئة يدعى الوارث على المقر له فعلا له وهو تواضعه مع المقر في السر فلذا يحلف بالله تعالى اعلم .

ایک شخص نے رسید میں درج مال کا اقرار کیا اور اس پر گواہی پائی گئی پھر اقرار کر کے والے نے دعویٰ کر دیا کہ اس میں سے کچھ مال مجھ پر سود ہے اگر اس نے اس دعویٰ پر گواہ پیش کر دے تو یہ شہادت قبول کی جائیگی اگرچہ یہ دعویٰ اس کے اقرار سے منافی ہے کیونکہ ہمیں اصرار ہے کہ اس کا اقرار کے بغیر چارہ نہیں تھا شرح ربانیہ میں جس کو اس کے شارح شربنالی نے تحریر کیا ہے کہ اس پر فتویٰ دیا جاسے کہ یہ اقرار کرنے والے کو کوئی عذر نہیں ہے زیادہ سے زیادہ یہ کہ جس کے حق میں

فرضی ہے کے دعویٰ میں مقرر کے خلاف وارثوں کا دعویٰ ہو جاتا ہے کہ اس نے اقرار کر لیا ہے اس سے خفیہ سمجھ کر کیا ہے اس لئے اس سے قسم لی جائیگی واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

۱۳۶۱ھ از ریاست دامپور مرسلہ سید صاحب موصوف غفرہ شعبان ۱۳۳۰ھ

استفتاء بخدمت فضائل منزلت اعظم حضرت مولانا مولوی حافظ حاجی احمد رضا خان صاحب علم فیضہم !

ہندہ نے بنام سعید النساء وغیرہ پانچ کس و رثاء زید و خلیا بی مکان کا یوں دعویٰ کیا کہ ہندہ نے

مکان متنازعہ زید سے خرید لیا ہے، زید فوت ہو گیا ہے، دو برابر زید مکان پر قابض ہیں، دخل دلا یا جائے، مدعی علیہم کو بیعنامہ مکان مذکور کا تصدیق کر دینا تسلیم ہے مگر کہتے ہیں کہ بیع فرضی ہوئی تھی، زید نے سعید النساء اپنی زوجہ کے دین مہر اور نان نفقہ کے خوف سے بیعنامہ فرضی کر دیا تھا زمرین کا داد و ستد نہیں ہوا نہ مدعیہ کا قبضہ مکان متنازعہ پر ہوا، مدعیہ کی جانب سے پانچ مرد اور چار عورتوں نے قطعیت بیع اور زمرین اور کرنے کی بابت شہادت دی ہے مگر عدالت نے اپنے فیصلے میں لکھا ہے کہ صرف دو گواہ مدعیہ کی طرف سے پیش ہوئے ہیں ان کی شہادت خلاف قیاس ہے اور مستور ہونے کے سبب ناقابل التفات خلاف قیاس ہونے کی اور بھی وجوہ تھیں جو نقل فیصلہ میں مذکور ہیں یہ نقل فیصلہ ملاحظہ کے لئے پیش کیا جاتا ہے اب سوال یہ ہے :

(۱) بیع فرضی ہونے کے لئے شرعاً کچھ شرائط ہیں محض اس قدر شہادت دلوادینے سے کہ عاقرین نے بیع کے بعد اقرار فرضی ہونے کا کیا تھا بیع فرضی ثابت ہو جائیگی، جن جن گواہوں نے یہ شہادت دی ہے ان کو عدالت نے خود مستور الحال لکھا ہے لیکن بعض ان میں سے ایسے بھی ہیں جن کو اپنی سزایابی سابقہ اور بالفصل اپنی وارثی منہ وانا تسلیم ہے۔

(۲) جو وجوہ شہادت مدعیہ کی نسبت عدالت نے خلاف قیاس ہونے کے لکھے ہیں کیا وہ شرعاً ایسے ہیں جن سے شہادت ناقابل تسلیم ہو جائے۔

(۳) کیا قاضی کا یہ فعل اس کے فیصلہ پر موثر ہو گا کہ بجائے چھ مرد اور چار عورتوں کے صرف دو کا پیش ہونا اپنے فیصلہ میں ظاہر کرے حالانکہ مسل میں سب کے بیان موجود ہیں۔

(۴) کیا ایسا فیصلہ حاکم مراخذ کی عدالت میں شرعاً قابل بحال ہو سکتا ہے؟

فعل فیصلہ اور فتول بیانات گواہان فریقین عدالت سے باقاعدہ حاصل کر کے پیش کئے جاتے ہیں جواب مرحمت ہو۔ والذکر عند اللہ۔

الجواب

جواب سوال اول

فیصلہ و اعلانات فریقین تمام و کمال ملاحظہ ہونے تنقیحات فقہیہ کے اعتبار سے تو یہاں بہت کچھ کہنا ہے مگر جو حقہ آٹھ چھ مختصر افادات پر اقتصار کریں کہ بعد نہ تعاضے اظہار جواب و ایضاً جواب کے لئے اسی قدر بس ہے۔

(۱) اس مقدمہ میں فریقین کو اتفاق ہے کہ زید یعنی سعید صادق شاہ نے مکان متنازعہ فیصدہ کا

بیع نامہ اپنی بجاوج ہندہ یعنی فاطمہ بیگم کے نام کیا اور اس کی رجسٹری کرا دی، عاظم شہر قاضی مفتی فقیدہ
 مفتی نے اس کی تصدیق فرمائی، اختلاف جد و ہزل میں ہے یعنی آیا یہ بیع صحیح قطعی تھی یا محض نمائشی
 فرضی۔ سعیدہ بیگم زوجہ وغیرہ پانچ کس درمائے سید صادق شاہ فرضی بتاتے ہیں اور فاطمہ بیگم
 مشترکہ قطعیدہ۔ اس صورت میں شرعاً سعیدہ بیگم وغیرہ مدعی ہیں کہ ایک امر ظاہر الثبوت کا مٹانا چاہتے
 ہیں اور فاطمہ بیگم مدعا علیہا کہ اس کا بیان موافق ظاہر ہے لہذا با بر ثبوت سعیدہ بیگم وغیرہ پر ہے فاطمہ بیگم
 کو اصل کسی گواہ کی حاجت نہیں اس کا صرف زبانی بیانی قسم کے ساتھ معتبر ہے۔ در مختار میں ہے
 لو ادعی احدہما بید التلبیۃ وانکر
 الاخر فالقول لمدعی الجہد بیعینہ
 ایک فرضی کا دعویٰ ہے کہ بیع فرضی ہے
 دوسرا منکر ہے تو بیع بیع کے مدعی کی بات
 قسم کے ساتھ معتبر ہوگی (ت)

رد المحتار میں ہے،

مدعی الجہد لایحتاج الی برہان لان
 البرہان یثبت خلاف الظاہ
 قطعی ہونے کی مدعی کو دلیل کی ضرورت نہیں
 کیونکہ دلیل خلاف ظاہر ہمسہ کو ثابت
 کرتی ہے۔ (ت)

قر فاطمہ بیگم پر با بر ثبوت رکھا اور اس کے گواہوں سے بحث امدان پر اعتراض سب بلا وجہ و بیکار
 و خلاف ضابطہ فقہیہ ہے۔

(۲) درمائے صادق شاہ کو بیع فرضی ثابت کرنے کے لئے صرف دو گواہ ثقتی عادل شرعی اس
 معصوم کے دینا کافی کہ بعد بیع نامہ فاطمہ بیگم نے ہمارے سامنے اقرار کیا کہ یہ بیع میرے نام فرضی
 ہوئی ہے اس کے سوانہ اور کچھ شرائط و کار، نہ اور کسی بیان سے ان کو نفع۔

اب ہم گواہان در شر پر نظر کرتے ہیں ان کی طرف سے ہائے میاں، چھٹن میاں، سید محبوب شاہ،
 حاجی محمد رضا خاں، شاہنواز خاں، نیاز احمد خاں، محمد یوسف خاں، بنا خاں، سید محمد شاہ نور محمد
 اور صفحہ ۷۰ و ۷۱ پر دو عورتیں، جملہ گیارہ گواہ پیش ہوئے، ان میں یوسف خاں کا بیان تو اتنا ہے کہ
 یہ مکان میاں صادق شاہ کا تھا وہ اس میں مرتے دم تک رہے، پچھلے فقرہ سے اگر ثابت ہے

تو اتنا کہ قاطعاً بیگم کا قبضہ نہ ہو، پھر بیع کے لئے قبضہ کیا ضرور، بیع جب نہیں کہ بے قبضہ تمام نہ ہو، اور پہلے فقرہ سے قاطعاً بیگم کو بھی انکار نہیں جب وہ صادق شاہ سے خریدنا بتاتی ہے تو خود مقرر ہے کہ مکان صادق شاہ کا تھا پھر اس سے کیا ثابت ہوا، اس گواہ نے یہ بھی کہا ہے کہ سننے میں آیا کہ انھوں نے بھادج کے نام مکان کو دیا یہ اگر سہمی نہ ہوتا تو قاطعاً بیگم کا کچھ عویہ ہوتا، مشہود ہم یعنی ورثہ کو اس سے کچھ غائر نہیں، بنا خان اور سید محمد شاہ کی گواہیاں یہ ہیں کہ مکان تنازعہ میراں صادق شاہ کا ہے یہ صریح غلط و باطل ہے، سید صادق شاہ کا انتقال ہو گیا اور میت کسی شے کا مالک نہیں تو اب مکان ان کا کسی طرح نہیں۔ فرض ہے کہنا تو یوں باطل ہے اور تھا کہنے سے دم مرگ تک ان کی ملک رہنا ثابت نہیں کہ انتقال بیع کا منافی ہو لہذا یہ تینوں شہادتیں محض مہمل ہیں بلکہ بالفرض اگر ان کے بیان یوں ہوتے کہ یہ مکان سید صادق شاہ کا تھا دم مرگ تک وہی اس کے مالک رہے اور وقت انتقال اسے اپنے وارثوں کے لئے میراث چھوڑا جب بھی مفید نہ ہوتے کہ اس شہادت کا معنی استقصا ہوتا یعنی ان کی ملک معلوم تھی اور انتقال تک بیع پر علم نہ ہوا لہذا اپنے علم کی بنا پر تادم مرگ ان کی ملک کہا مشترک یہ ہے جب کہ بیع نامہ مندرجہ مسند فریقین سے انتہائی ثابت کر دیا وہ گواہیاں بے سر ہو گئیں۔ جامع الفصولین میں ہے:

ادعی دارا فی اشترکتہ من ابیہ و برحق ذوالیدانہ خلف ابیہ الی یومہ موتہ ر مات، و ترکہ میراثاً لا تقبل بینہ لانہم شہد و اباستصحاب الحال و المدعی اثبت الزوال یلہ قبولی نہ کی جائے گی کیونکہ گواہوں کی یہ شہادت استصحابِ حالی کی بنا پر ہے جبکہ مدعی اس سابقہ ملکیت کے زوال کو ثابت کر رہا ہے۔ (د)

نیا ز احمد خاں فقط اتنا کہتا ہے اور وہ بھی اہل محلہ سے سنا ہوا کہ صادق شاہ اور ان کی بی بی میں نا اتفاقی تھی پھر اس سے کیا ہوا۔ حاجی محمد رضا خاں بھی نا اتفاقی کا گواہ ہے اور یہ کہ جب بی بی کا نان نفقہ مقرر ہوا صادق شاہ نے نوکری چھوڑ دی پھر اس سے بیع کیونکر فرض ہو گئی دنیا میں لاکھوں

جلد ۱۱، صفحہ ۷۲

آدمی اپنی عورتوں سے ناراض ہوتے ہیں کیا اس سے ان کے تمام انتقامات فرضی ٹھہر جاتے ہیں۔ یہ پانچوں فیصلہ میں اصلاً قابل ذکر بھی نہ تھیں ان مذکورہ چوتھیں تو اس طرح کہ غلام غلام اظہار محض حاصل و بریکار ہیں۔

(۳) شاہنواز خان نے بیعنامہ فرضی ہونے کی گواہی دی مگر اس طرح کہ منظر سے صادق شہاد نے خود اقرار فرضی ہونے کا کیا تھا، اس سے ہرگز فرضی ہونا ثابت نہیں ہوتا، یہ تو اقرار بائع کا گواہ ہے، اگر خود صادق شہاد بعد تحریر و تصدیق بیعنامہ دعوی کرتا کہ میں نے تو محض فرضی بیع نامہ کر دیا ہے کیا قابل سماعت ہوتا؟ اور نہ ہر شخص بیع کر کے پھر جاتے اور اس کے فرضی کہہ دینے سے بیع فرضی ٹھہر جائے، یہاں اقرار مشتری کا درکار تھا بائع کا اقرار اقرار نہیں بلکہ دعوی ہے کہ بے گواہی ہرگز مقبول نہیں بلکہ اکثر صورتوں میں اس کے گواہ بھی مسمرع نہیں کہ بیع کر کے فرضیت کا ادا عاتنا قص ہے اور تناقص والے کا دعوی سنا نہیں جاتا۔ درمختار میں ہے، لاخذ من لمن اقر (اقرار کرنے والے کا مندر معتبر نہیں۔ ت) اس شبہ دھیرا میں ہے،

من سعی في نقص ما تيم من جهة
فسيه مردود عليه
جو شخص ایسی کارروائی کو ختم کرنے کی کوشش کرے
جو اس کی طرف سے تمام ہوئی ہے تو اس کی یہ کوشش
مردود ہوگی۔ (ت)

لہذا یہ شہادت بھی ساقط محض ہے۔

(۴) اب سب سے تین مرد اور دو عورتیں جن کے بیان میں غلط بیگم کی طرف سے فرضی کا لفظ آیا ہے اگرچہ محض بے علاقہ، اس کا حال یہ ہے کہ ان میں عورتوں کی گواہی تو صرف ہو اور ہے جسے انہوں نے عمل تنازع سے اصلاً متعلق نہ کیا پہلے اتنا کہہ کر یہ مکان صادق شہاد کا ہے اس کا حال اور سن چکے کہ یہ شہادت باطلہ بلکہ کا ذہب ہے اور قرینہ کی ہوتی جب بھی نامسمرع تھی، آگے چل کر انہوں نے میاں بی بی اور ساس و اما کا جھگڑا بیان کر کے صرف اتنا کہہ کر صادق شہاد نے آکر فرضی کاغذ اپنی بھانج فاطمہ بیگم کے نام کر دیا، کس چیز کا کاغذ کر دیا، کیا کاغذ کر دیا، مکان یا مکان یا کچھ اسباب، یا کیا، فرضی بیع کر دیا یا بیہ یا رہن یا اجارہ یا کیا، اس کا کچھ پتا نہیں، پھر کہتی ہیں ہم نے فاطمہ بیگم سے پوچھا تو اس نے کہا کہ

بوجہ اپنی بی بی کے ہمارے نام فرضی بیعنامہ کر دیا ہے بیچا نہیں ہے یہاں سوال دوم کا جواب تو کھلے ہے کہ ہیز دہن اجارہ نہیں بلکہ بیعنامہ کیا مگر سوال اول کا جواب اب بھی محض غائب، کچھ نہ کہا کہ مکان کا بیعنامہ کیا ہے یا مکان کا یا اسباب یا کچھ کا، ایسی گول تا صاف، مجمل، مہمل باتیں گواہی میں سن لینا کس شریعت کا حکم ہے حاشا وکلاً۔ اس کے جواب میں اگر فاطمہ بیگم کے کہ صغریٰ و عجبہ بیچ گئی ہیں صادق شاہ نے ایک گھوڑے کا بیعنامہ فرضی میرے نام کر دیا تھا یہاں تھا میں عورت ذات گھوڑا لے کر کیا کرتی میں نے اس بیعنامہ کا ان سے ذکر کیا تھا تو یہ گواہ یا انھیں پیش کرنے والے ورنہ یا انھیں قبول فرمانے والے اس کا کیا جواب دے سکتے ہیں۔

(۵) اب باقی مردوں کی سُنئے ان میں چوتھیں میاں محمد داہد جو کہ خود کہتا ہے کہ جب سے جوش سنبھالا ہے جب سے دائر می منڈاتا ہوں کبھی کبھی بھی مانے ہی نہیں دی تو باقرار خود فاسق معین بلکہ فسق بالاعسلاں پر مصر ہے ایسے شخص کی گواہی اگر ایک کوڑی کے معاملہ پر جو مردود ہے پھر اس کا بیان بھی ساختہ ہونے کا شبہ دلاتا ہے جیسا کہ ملاحظہ اظہار سے واضح ہے۔

(۶) رہ گئے بانگے میاں اور سید حبیب شاہ، ان دونوں نے اگرچہ بیعنامہ مکان فرضی ہو سنے کی نسبت فاطمہ بیگم کا اقرار بیان کیا مگر اول سے آخر تک سارے اظہار میں کچھ پتہ نہیں کہ کس کا گھر یہاں تک کہ مکان متنازعہ کا بھی کہیں لفظ نہیں، ہاں بانگے میاں نے اتنا کہا ہے کہ نشانہ ہی محلہ پر کراؤنگا اور سید حبیب شاہ نے یہ کہ مکان بنا دوں گا، دونوں نے بتایا یا نہیں اور بتایا تو کیا بتایا، کیا لفظ کہے، وہ کہاں تک کافی تھے پھر ان دونوں گواہوں کو بھی ذی علم مجوز نے مستور رکھا ہے اور وہ فاسق معین مصر کو بھی مستور رکھتے ہیں معلوم نہیں کہ یہ مستور کس معنی پر ہیں کڑی ہے مستور ہوتے جب تو ظاہر ہے اور اگر حقیقتہً مستور الحال ہوتے تو مستور کی گواہی بھی مردود ہے مگر یہ کہ دلائل واضحہ سے اس کے صدق پر غلبہ ظن حاصل ہو اور یہاں ان کے صدق پر کوئی دلیل مفید ظن بھی نہیں غلبہ ظن تو بڑی چیز ہے تجویز میں ان پر اعتماد کرنا تھا تو واجب ہوتا کہ ان کے صدق کے غلبہ ظن پر واضح دلائل قائم فرماتے مگر کوئی دلیل ردی محض ان کے بیان کا سوال دیا کہ ان کی شہادتوں سے فرضی ہونا بخوبی ثابت ہے یہ ہرگز قابل قبول نہیں بلکہ دلائل صدق درکنار ذی علم مجوز نے جو دلائل رد گواہان فاطمہ بیگم کے لئے تحریر فرمائے بعدینہا ان گواہوں میں جاری ہیں، جیسا کہ عنقریب واضح ہو گا تو غایت یہ کہ دونوں شقیں محفل ہو کر صدق و کذب مساوی رہے اور اس صورت میں شہادت مستورین ہرگز مقبول نہیں، رد اختیار میں ہے، فان لم یغلب علی ظن القاضی صدقہ بان اگر قاضی کو اس کی سچائی کا ظن غالب نہ ہو بلکہ اس کے

غلب کذب عنہ اذ قساویا فلا یقبلہا اے
 لا یصح قبولہا اصلاً
 کذب کا ظن ہو یا دونوں پہلو مساوی جانتا ہو تو
 اس کی شہادت کو قبول نہ کرے یعنی اس کا
 قبول کرنا ہرگز صحیح نہیں ہے۔ (دست)

۵۔ جرم ظاہر ہو کہ ورثائے بائع بیع فرضی ثابت نہ کر سکے اور اس مقدمہ میں صرف اتنا ہی دیکھنا تھا
 اس کے علاوہ باقی سب بحثیں زائد و دور از کار ہیں۔

جواب سوال دوم

(۱) ہم اوپر ثابت کر آئے کہ فاطمہ بیگم اس مقدمہ میں اصلاً محتاج گواہی نہیں، نہ اس کے گواہوں سے
 بحث کی حاجت خلاف قیاس و رکنار اگر ان کی گواہیاں جیسی ابطالان ہوتیں مثلاً کچھ سو برس ہوئے
 یہ بیع ہو گئی یا کل ہوئی تھی تب بھی فاطمہ بیگم کو اس سے نقصان نہ تھا کہ اس کا دعوئی بیعنا مرصداً مستطرد
 فریقہ سے آپ ہی ثابت ہے۔

(۲) ذی علم مجوز نے ان کی شہادتیں قابل لحاظ نہ ہونے کی وجہیں ذکر فرمائیں،
 (۱) وہ مستور الحال ہیں۔

(۲) کل زر شمن ایک مجلس کو قبل تحریر تصدیق بیعنا نہ گھر میں بیٹھ کر دیا گیا۔

(۳) مقرر نے دستاویز اپنے نام چھڑائی۔

(۴) وصول شمن کا اقرار کیا جبہ دار کے سامنے نہ دیا گیا۔

(۵) فاطمہ بیگم کا قبضہ نہ ہوا۔

(۶) مکان دونی قیمت کو بیچنا تھا۔

ان میں کوئی وجہ بھی ایسی نہیں جس سے شہادتیں قابل لحاظ نہ ہوں یا حسب بیان فیصلہ بطلان دعویٰ
 مدعیہ بتائیں، وجہ اول تو خود کوئی چیز نہیں، مستور الحال کی گواہی مطلقاً مردود ہے یا جب خلاف قیاس
 ہو۔ بر تقدیر اول سببہ بیگم وغیرہ کے گواہوں کو بھی فیصلہ میں مستور فرمایا ہے ان کی گواہی کیوں نہ مردود
 ہوتی اور بر تقدیر ثانی اس کے لئے وہ وجہ و رکاد ہیں جس سے شہادت کا خلاف قیاس ہونا ثابت ہو
 تو وجہ آئندہ پر مدار کار رہا اور وجہ اول نے کچھ فائدہ نہ دیا، ہاں یہ کہ وہ ان کی تنظیم یعنی عادل کی گواہی اگرچہ
 خلاف قیاس ہو مقبول ہے نہ مستور کی تو مدار اسی خلاف قیاس ہونے کے ثبوت پر رہا اور وہ

ثابت نہیں۔

(۳) وجہ ششم اگر قرینہ ہے تو ٹمس مقدار واقعی سے زیادہ لکھنے کا نہ اس کا کہ اصل بیع ہی فرضی ہے، زوج کے خوف سے بیع فرضی کرنے کو قیمت بڑھا کر لکھا کیا ضرور تھا کیا اگر سو کا مال سو کو بیٹھا لکھتا تو اس کا مقصود حاصل نہ ہوتا، یاں اگر کسی شخص کا خوف ہوتا تو اس کے سبب زیادہ قیمت لکھی جاتی ایسا زیادہ لکھنا رات دن حقیقی قطعی بیعوں میں ہوتا رہتا ہے تو یہ فرضیت بیع کا کیا قرینہ ہوئی۔

(۴) وجہ دوم عجیب ہے زوجین کو اپنی کو بلا کر ان کے سامنے دیا جانا یا یہ ہوا ہے نہ کہ تنہائی میں، پھر اس سے کیا شبہہ پڑ سکتا ہے اے کو بنا دٹ منظور ہوتی تو رجسٹرار کے سامنے دیتا اور زیادہ ان کے مقصود کا موید ہوتا نہ کہ گھر میں بیٹھ کر دینا۔ بیع فرضی والے چاؤں اکثر یہی طریقہ پسند کرتے ہیں کہ رجسٹری میں دیا اور گھر ہا کر واپس لے لیا۔

(۵) وجہ چہارم بھی اسی دوم پر مبنی ہے جب روپیہ گواہوں کے سامنے پہلے مل چکا تو رجسٹرار کے سامنے اقرار کے سوا کیا ہوتا، نمائشی بنا دٹ چاہتے تو رجسٹرار کے سامنے ہی دینے میں زیادہ تھی نہ کہ گھر میں۔ نمائشی والا وہ طریقہ اختیار کرتا ہے جس میں اعلان زیادہ ہو یا وہ جس میں کم ہو۔

(۶) وجہ سوم کی نسبت گزارش کہ دستاویز فاطمہ بیگم نے پیش کی ہے تو صادق شاد نے چھڑا کر فرارائے سپرد کر دی پھر اپنے نام چھڑانے نے فرضیت کا کیا ثبوت دیا بلکہ انصافاً واقعیت کا پتہ دیا کہ فرضی نمائشی کا روہائی تو رجسٹری تک ختم ہو گئی تھی اگر واقع میں بیع نہ ہوئی تھی تو دستاویز خود اپنے نام چھڑا کر فاطمہ بیگم کو دینے کی کیا حاجت تھی، فاطمہ بیگم ایک پرہیزگار عورت تھیں اور صادق شاد کی بھانج سے بھائیوں میں اتحاد کی حالت میں ان کا زندگی میں ان کی زوجات کے ایسے کام بیٹھ دیو کر دیا کرتے ہیں نہ کہ بعد بیوگی۔

(۷) وجہ پنجم جنہی اشخاص میں کچھ شبہہ ڈالتی یا ہم اتحاد کی حالت میں بار بار ایسا ہوتا ہے کہ زید کو روپیہ درکار ہے بیع ہو گئی تصدیق وغیرہ سے تکمیل ہو گئی اطمینان کافی ہو لیا بائع کو مکان کی حاجت ہے مشتری اور مکان میں رہتا ہے تبرعاً خالی نہ کر لیا پھر بیع و موت یا بے میں ایسا کوئی طریق غاصد بھی نہیں، قبضہ لینا چاہا، اس نے ہر مکان میں آج کل کیا اتنے میں وہ بیمار ہو گیا انتقال کر گیا، اس میں پانچ چھ مہینے گزر جانا کیا دُور از قیاس ہے جس کی بنا پر شہادت باطل کر دی جائے اور بیعنا مرصودہ مسلمہ فریقین غلط قرار پائے۔

(۸) اب ہم ایک تقریر جامع بیان کرتے ہیں کہ سب وجوہ کو شامل ہو۔ وجہ ششم کو تو معلوم کر چکے کہ وہ وجہ فرضیت میں نام لے جانے کے بھی قابل نہیں، اور وجہ اول نہ خود وجہ ہے نہ گواہان فاطمہ بیگم کے ساتھ

خاص بلکہ وہی علت مستوری گواہان سیدہ بیگم میں بھی موجود۔ بیچ کی چار وہیں رہیں، نہیں بلکہ تین ہی کہ چہارم خود دوم پر مبنی ہے اب وجہ شبہ اتنی رہی کہ روپیہ گھر میں بیٹھ کر دیا اور دستاویز مقرر کے نام و اگر اشت ہوئی اور مشترک نے قبضہ نہ لیا ہم پوچھتے ہیں کہ یہاں عاقدین میں باہم ایسا اتحاد ملنے لگا کہ ایک کو دوسرے پر کافی اطمینان ہے یا اجنبیت کہ ایک دوسرے پر مطمئن نہیں۔ شق ثانی خود گواہان سیدہ بیگم و خود فیصلہ مجوز سے صریح البطلان ہے جب یہ ٹھہرتے ہو کہ واقع میں نہ بیع تھی نہ ٹھیں مگر، یہ نہیں فرضی بیعنامہ اس کے نام لکھ دیا اس پر گواہیاں کرا دیں اُسے رجسٹری کر اگر پکا کر دیا رجسٹرار کے سامنے روپیہ ملنے کا اقرار کر دیا ہر طرح مانع نے اپنے ہاتھ کاٹ لئے تو کیا یہ معاملہ بے اطمینان اجنبی کے ساتھ ہو سکتا ہے حاشا بلکہ اعلیٰ درجہ کا باہم اطمینان و اتحاد چاہئے اور جب اس نہایت درجہ کا ان میں اتحاد مجوز و گواہان سیدہ و سیدہ وغیرہ سب کو خود مسلم ہے تو گھر میں بیٹھ کر روپیہ دینا یا دستاویز مقرر کو ملنا یا مشترک کا قبضہ نہ لینا اس اعلیٰ اتحاد کی حالت میں کیا بعد از قیاس ہے۔ بالکل اتحاد ہو تو یہ کچھ بھی بعد از قیاس نہیں اور بے اطمینانی ہو تو ایسے کے ہاتھ فرضی بیع کر کے رجسٹری کرا دینا اور وصولی ٹمن کہہ دینا اور بھی زیادہ بعد از قیاس ہے اور اس کے گواہ بھی مستوری ہیں تو ان وجہ سے انھیں کیوں نہیں رد کیا جاتا۔

جواب سوال سوم

نظر ظاہر میں یہ اعتراض ہو سکتا کہ فیصلہ میں سیدہ بیگم وغیرہ کے سب گواہوں کے بیان کا خلاصہ فرمایا گیا یہاں تک کہ وہ بھی جو محض بے علاقہ تھے اور غافلہ بیگم کے اتنے گواہوں میں سے صرف دو کا ذکر کیا بلکہ صراحتہ تحریر فرمادیا کہ مدعیہ کی جانب سے صرف دو گواہ پیش ہوئے ہیں مگر نظر دقیق میں اس کی توجہ قریب ممکن ہے، غافلہ لبنانی کی طرف سے دس گواہ پیش ہوئے تھے مرد و عاقلانہ ناصر خان، قاسم خان، محمد علی خان، احمد شاہ خان، غنبر شاہ خان، اور چار عورتیں، اشرف بیگم، نازنین بیگم، آبادی، انتظام بیگم۔ ان میں قاسم خان تو محض پستی ناواقفی بیان کرتا ہے اور کچھ شہادت نہ دی محمد علی خان نے لوگوں کی زبان سے سنا بتایا اور وہ بھی یوں کہ پہلے کہا بہن کے ہاتھ بیچ ڈالا، پھر کہا بیگم کے ہاتھ۔ احمد شاہ خان کا اتنا بیان ہے کہ بھاروچ کے نام بیعنامہ لکھ دیا اس سے کہے انکار ہے، یہ نہیں غنبر شاہ خان نے باقی کی زبان سے سنا بیان کیا کہ میں نے یہ مکان بیگم سیدہ بیگم کے ہاتھ دوسرے کو بیچ ڈالا جس نے بیعنامہ رجسٹری کرا دیا اس نے اگر اس گواہ کے سامنے اتنا کہا تو اس سے بیع کی قطعیت نہیں سمجھی جاتی، لہذا چاروں گواہ بیکار تھے صرف دو رجسٹری اور چار عورتیں باقی رہیں ان کی گواہی ضرور عام مروج طور پر مفید غافلہ بیگم واقع ہوئی ہے، ذی علم محمد کی رائے میں دونوں مردوں کی گواہی محذو ش تھی تو باقی سب عورتیں رہ جائیں گی اور تنہا عورت کی شہادت مقبول

نہیں، لہذا ان کے ذکر کی حاجت نہ جاتی اور صرف دو کے بیان پر اقتصار فرمایا ایسی کمی سے فیصلہ پر کوئی اثر نہیں پڑ سکتا۔

جواب سوال چہارم

فیصلہ قابل منسوخ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علامہ دین اس مسئلہ میں کہ لطافت حسین نے شمس النساء سے ایک ٹکڑا تھی ہزار ٹکڑے کا دینار سوخ پر جس کے سکڑ وقت سے پانچ ہزار چھ سو بیس روپے ہوتے ہیں نکال دیا، ۲۲ سال کے بعد اپنی ہمیشہ مصاحب جان کے پاس ایک بڑا مکان رہن رکھ کر دو ہزار دو سو اکیس روپے قرض لئے اور پھر ملکہ میں کھانہ مکان اپنے قبضہ سے نکال کر قبضہ مرتبہ میں دیا حالانکہ مکان ایک ٹکڑے کو بھی خالی نہ کیا، دو سال کے بعد لطافت حسین نے فوراً شہر میں دو سو کے قرضے اپنے ذمے چھوڑ کر وفات پائی، جائداد حسب وادع ہادری کے متوفی کی اولاد ذکر نہ ہو تو زوجہ قابضہ و متصرفہ ہوتی ہے قبضہ شمس النساء میں آتی، اب مصاحب جان اپنے دین کی مدد سے اور زہود دین مہر کے مطالبہ میں اپنے قبضہ و رواج ذکر سے استناد کرتی ہے، اس صورت میں کسی کا دین شرعاً مقدم رہے گا، دین مہر کو دیگر دیون پر ترجیح ہے یا نہیں اور شمس النساء کے برائے رواج ذکر قبضہ و تصرف ہو گیا، اس کا دین دین مصاحب جان سے پیشتر کا ہونا دعویٰ مصاحب جان کا مانع حجت ہے یا نہیں! بیٹھو تو جبراً۔

الجواب

اگر مصاحب جان نے دین مع القبض کا دعویٰ کیا یعنی دعویٰ اس بیان سے واقع ہوا کہ وہ مجبور و مکان لطافت حسین نے میرے پاس رہن رکھا اور مجھے قبضہ دلایا تھا پھر ثبوت میں لطافت حسین کے اس اقرار قبضہ پر جو رہن نامہ میں مذکور ہے گواہ شرعی دے دے اگرچہ خاص قبضہ کا ثبوت نہ دے سکے تو اس کا دعویٰ بیشک ثابت ہے، رہن صحیح و تام و نافذ مانا جائے گا اور مکان پر اس کا قبضہ رہن نامہ مرتبہ کی طرف سے بطور عاریت خیال کریں گے۔ علامہ شامی قدس سرہ السامی عقود الدریہ فی تنقیح الفتاویٰ الہامیہ میں فرماتے ہیں،

وہن داسۃ و اعترفت بالقبض الا انہ	مکان رہن رکھا اور قبضہ دینے کا اعتراف کیا مگر
لسم یتصل بہ القبض فاذا تصادق	قبضہ نہ ہوا تو جب دونوں فریق قبضہ لینے اور دینے
على القبض والا قباض یؤخذ	پر مستحق ہیں تو رہن کے اقرار کو لیا جائے گا، ایک
باقراۃ من سرہن جواہر الفتاویٰ	شخص نے مکان رہن رکھا اور خود رہن ہی اس میں

وفیہا من الباب الخامس من اجل رهن
 داس ۱۱ والرائهن متصرف فیہ حق مات
 ثم اختلف المراتهن وورثة الراهن انه
 كان مقبوضا اولا فان اقام المراتهن
 البينة على اقرار الراهن بالرهن والتسليم
 يحكم بصحة الرهن ودعوى ذلك الرهن
 لا تقبل بظاهرها كان في يد الراهن لانه
 لما حكم عليه باقراره بالرهن حصل على
 ان اليد كانت يد العارية ۱۲

پس رہن مرہون میں مصاحب جان کا استحقاق شمس النساء وغیرہا حسب قرضوں پر
 مقدم ہے پہلے اسی کا قرض اس سے ادا کریں گے اگر کچھ بچا ہو وغیرہ دیون کی طرف مصروف ہو گا ورنہ
 نہیں۔ عالمگیر یہاں ہے ۱

اذا مات الراهن وعليه ديون كشيخة
 كان المراتهن احق بالرهن كذا في
 المحيط ۱۳
 اسی میں ہے کہ ۱

فليستوف منه دينه فما فضل يكون لساو
 الغرماء والورثة ۱۴
 مرہون اپنی رقم وصول کر لے باقی زائد دوسرے
 حق داروں اور وراثت کا ہو گا۔ (د ت)

اودیهال مرہون کا مشاع یعنی جز غیر منقسم ہونا اس حکم کا مانع نہ ہو گا کہ رہن مشاع مذہب صحیح پر
 فاسد ہے اور رہن میں فاسد صحیح کا حکم واحد ہے۔ در مختار میں ہے ۱
 لا یصح رهن مشاع لعدم كونه حمیوا غیر منقسم چیز کا رہن صحیح نہیں کیونکہ رہن حتماً نہیں

لہ العقود البیۃ کتاب الرایین ارگ بازار قندھار افغانستان ۲۵۹/۶
 لہ فتاویٰ ہندیہ کتاب الرهن الباب الخامس نورانی کتب خانہ پشاور ۲۵۶/۵
 لہ " الباب الاول الفصل الاول " " " " ۳۳۳/۲

فرض المسئلة ان المرتين لم يذكرا القبض في دعواه وايضا فان الصحة الدعوى شرط صحة الشهادة (أمر ملخصاً) اس لئے کہ ضرورت مسئلہ یہ ہے کہ مرتین نے اپنے دعویٰ میں قبضہ کو ذکر کیا ہو اور نیز اس لئے کہ دعویٰ کا صحیح ہونا شہادت کی صحت کے لئے شرط ہے (ملخصاً)۔ (نت)

اور اگر دعویٰ میں قبضہ پا لینے کا ذکر تو کیا مگر حصول قبض یا لطافت حسین کے اقرار مذکور پر گواہ نہ دے سکے تو بھی اس کا استحقاق مرتبہ نہ ثابت ہو گا اور اب مکان کا خالی نہ کیا جانا بیشک اُس کے دعویٰ رہن پر ضرر کا اثر ڈالے گا کہ رہن بے قبضہ تمام نہیں ہوتا۔ رد المحتار میں غایہ سے ہے، المقبض شرط تمام العقد (رہن میں قبضہ عقد کے تام ہونے کے لئے شرط ہے۔ ت) تو قبل قبضہ مرتین کا حق مرہون میں حاصل نہ ہوا۔ عالمگیری میں ہے،

عالم یقبضہ المرتین لایثبت حکم ید المہنت لہ یتہ جب تک مرتین اس پر قبضہ نہ کر لے اس وقت تک رہن کو اس کا مقبوض نہیں قرار دیا جاسکتا۔ (نت)

ولہذا رہن کو قبل تسلیم اختیار رہتا ہے کہ رہن سے رجوع کر جائے اور مرتین کو مرہون پر قبضہ نہ ہے۔ در مختار میں ہے،

ینعقد بايجاب وقبول حال کونه غیولاً نہی ظلواھن تسلید والرجوع عنہ کما فی الہیۃ۔ جبکہ وہ ابھی غیر لازم ہوتا ہے تو رہن کو ابھی حق ہے کہ وہ مرتین کو سونپ دے یا رجوع کر لے جیسا کہ ہیہ کا حکم ہے۔ (نت)

اور صرف دستاویز میں لطافت حسین کا اقرار مزبور لکھا ہونا ثبوت کے لئے کافی نہ ہو گا جب تک اس اقرار پر گواہان شرعی نہ پیش کرے۔ فتاویٰ خیریہ میں ہے،

مسئل فی ساجل مات مدیونا الغرضاء ایک ایسے شخص کے متعلق سوال کیا گیا جو مقررہ

لے العقود الدریۃ کتاب الرحمن ارگ بازار قندھار افغانستان ۲/۲۵۹

لے رد المحتار بحوالہ العنایۃ باب ما یجوز ان تہانہ الخ دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/۳۱۵

لے فتاویٰ ہندیہ کتاب رہن ابواب اثنا عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۲۹۲

لے در مختار کتاب الرحمن مطبع مجتہبی دہلی ۲/۲۶۵

متعددين وقد كان من بدین احدہم
مشاعا و اظہر الم تہن محضو و فیہ
الحکم بصحتہ و لزومہ ہل یغتہن
الم تہن بہ فی وفاء دینہ امر لا اجاب
المقر عند علماء الحنفیۃ انہ لا اعتبار
بمجرہ الخط ولا التفات الیہ اذ حجج
الشروعیۃ ثلثۃ وہی البینۃ والاقرار
والنکول کما صرح بہ فی اقرار الحنفیۃ
فلا اعتبار بمجرہ المحض المذکور ولا التفات الیہ الا
اذا ثبت مضمونہ بالوجہ الشرعی اعنی
باجدی الحجج الشرعیۃ المشاس
الیہا (ملقطا)

تھا اس کے متعدد لوگ قرض خور تھے جبکہ ان
میں سے ایک کا قرضہ غیر منقسم رہن کے بدلے
میں تھا تو اس مرتہ میں نے محض نامہ دکھایا جس
میں رہن کی صحت اور اس کے لزوم کا حکم تھا
تو کیا اس مرتہ میں کو حق ہے کہ رہن کو اپنے قرض
کے عوض اپنے لئے غنص کر لے یا اس کو یہ حق
نہیں، تو جواب دیا کہ علمائے احناف کے ہاں
یہ بات طے شدہ ہے کہ غنص خط قابل اعتبار اور
قابل التفات نہیں ہے کیونکہ شرعی حجت تین
چیزیں ہیں، گواہی، اقرار اور قسم سے انکار
جیسا کہ خانہ میں اقرار کی بحث میں تصریح ہے
لہذا مذکور محض نامہ اعتبار و التفات کے قابل نہیں

جب تک اس کے مضمون کو کسی شرعی دلیل سے ثابت نہ کر دیا جائے (ملقطا)۔ (د ت)

ان دونوں صورتوں میں مصاحب جان کا دین مثل باقی دیون کے سمجھا جائے گا اور اس کو
استحقاق تقدم شمس النساء پر نہ ہو گا کہ ذریعہ تقدم استحقاق مرتہن ہی تھا اور وہ پایہ ثبوت کو
نہ پہنچا، مگر جس طرح شمس النساء پر ترجیح نہیں شمس النساء کو بھی اس پر کوئی تحصیل نہیں کہ آخر جائداد و
مہر میں بھی رہن نہ تھی اور مصاحب جان کا دین بھی دین صحت ہے اور مہر کو کسی دین صحت پر تقدم نہیں کہ وہ بھی
مثل سائر دیون کے ایک دین ہے، درختار کے باب نکاح الرقی میں ہے۔

و سادت المرأة الغرماء فی مہر مثلہا ین

بیری اپنے مہر مثل کی حد تک دیگر قرضوں کے

مساوی ہے (د ت)

رد المحتار میں ہے۔

فیہ تصریح بامت مہر کسب اشو اس میں یہ تصریح ہے کہ مہر بھی دوسرے

قرضوں کی طرح ہے۔ (ت)

الديون

مفتی المستفتی عن سوال مفتی میں ہے

مثل فی رجل مات عن زوجة و عليه ديون لجماعة استدان في صحته فمهل تكون هي اسوة الضمراء اجاب نعم اهـ ملخصاً۔

ایسے شخصی کے متعلق سوال کیا گیا جس نے متعدد قرض خواہ چھوڑے اور فوت ہوئے پر بیوی کا مہر بھی اس کے ذمہ تھا جبکہ دیگر قرض اس نے زندگی اور صحت میں لئے تھے تو بیوی دیگر قرض خواہوں کے مساوی ہوگی یا نہیں، تو انھوں نے جواب دیا کہ ہاں مساوی ہوگی (ملخصاً) (ت)

نہ کسی دین کا پہلے چھوٹا دوسرے پر باعث رجحان ہو سکے، نہ ایک قرض خواہ کے بطور خود جائداد بدیون پر قبضہ کر لینا دوسرے دائروں کا حق ساقط کر سکے، نہ برادری کا وہ اختزائی رواج حقوق شریعہ کا مزاحم بن سکے۔ یہ سب امور واضحات جلیلہ ہیں جنہیں ادنیٰ فہم و تمیز رکھنے والا آفتاب کے مثل ظاہر و روشن مانتا ہے۔ پس اس تقدیر پر تمام مقررہ دست بعد موت تجیز و تکفین مصاحب جان کا قرض اور شمس النساء کا مہر اور ان کے سوا اور جو دین ذمہ لطافت حسین ہو سب ایک ساتھ عہد رسد ادا لے جائیں گے ایک کو دوسرے پر ترجیح ہوگی مثلاً قرض کے لطافت حسین پر پس یہی دو دین ہیں اور جائداد ان کو کافی نہ ادا ان سے زائد ہے تو دونوں دائرہ پورا پورا اپنا اپنا دین وصول کر لیں ورنہ قیمت ترکہ کو ۷۹۱ سہام پر منقسم کر کے ۵۶۲۰ سہام شمس النساء اور ۲۲۴۱ سہام مصاحب جان کو دیں کہ دونوں اس نسبت سے اپنے حق کو پہنچیں۔ بالکل حق شمس النساء کو بحجت مہریت خواہ تقدم وقوع خواہ راجع برادری، اصلاً تقدم نہیں ہو سکتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ از شہر کندہ بریلی ۱۸ محرم الحرام ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ تیرہ کے مکان کے سمت جنوب زیر دیوار خام پشتہ عرض میں ۳۴ اگرچہ قدیم الایام سے واسطے حفاظت دیوار کے بنا ہوا ہے اور اسی دیوار میں ایک سمت کو بدرود کو جس میں ہمیشہ سے پانی پانے اور بارش مکان خود و مکان برادر خود کا نکلتا ہے۔ یہ امر ملحوظ خاطر رہے کہ متعلق پشتہ دیوار قدیم مذکورہ بالا کے اراضی افتادہ ہے جس پر ہمیشہ یہ گزرگا۔ عام تھی عسرو نے

اس کو اپنا مقبوضہ کر کے باغیچہ لگایا ہے اب عمرو نے تھوڑا حصہ پشتہ مذکور کا غنیمت میں زید کے کاٹ ڈالا اور
بقیہ پشتہ موجود ہے اس میں ایک درخت ناشپاتی کا عمرو نے پشتہ مذکور رکھ دیا کہ وہ نصیب کیا ہے۔ صرف
غرض عمرو کی ان تصرفات سے یہ ہے کہ پشتہ مذکور رکھ دیا کہ وہ مذکورہ بندہ کے ایک مکان دیوار زید سے
مل کر بنایا جائے، آیا یہ تصرفات مذکورہ عمرو کے جائز ہیں یا ناجائز، حق ہیں یا ناحق؟ اور پشتہ ملکیت زید میں
داخل ہے یا نہیں؟ اور آب جاری بدرودہ عمرو بندہ کر سکتا ہے یا نہیں؟ بیّنوا تو مجردا۔

الجواب

پشتہ قبضہ ہے اور قبضہ دلیل ملک، عمرو جب تک گواہان عادل شرعی ثابت نہ کرے کہ زمین
پشتہ اس کی ملک ہے اُسے اُس کا کھودنا جائز نہیں اور جب کہ بدرودہ قدیم سے ہے اور مکان کا احوال اس
طرف ہمیشہ سے، تو زید کے لئے اس زمین میں پانی بہانے کا حق حاصل ہے، عمرو کو ہرگز جائز نہیں کہ دیوار
بن کر بدرودہ کرے اور کسی طرح اُسے پاٹ دے یا اجرائے آب سے منع کرے اس کے یہ سب تصرفات
ناحق ہوں گے،

بندیہ میں امام شمس الامام شمسی سے انھوں نے
امام فقیر البرالیث سے انھوں نے ہمارے مشائخ
قدست اسرار ہم سے نقل کیا ہے کہ انھوں نے قدیم
پرنا کہ جس کا پانی وہ سرے کی جوہلی کی چھت پر گرتا ہے
اور واضح طور پر معلوم ہو کہ یہ پرنا قدیم ہے جدید نہیں
ہے، کے متعلق استحسان کے طور پر فرمایا کہ اس پرنا
والے کو حق ہے کہ وہ اس کو بہاؤ کے لئے قائم رکھے اور
اور اس میں بدائع سے منقول ہے کہ اگر جوہلی والے اس
پرنا کا پانی روکنے کے لئے دیوار بنانا چاہیں یا اس
پرنا کو وہاں سے ہٹانا چاہیں یا اونچا نیچا کر چاہیں
تو ان کو یہ اختیار نہیں ہو گا ہاں اگر جوہلی والے
کوئی ایسی عمارت بنائیں جس کا پرنا نہ اس کی

فی الهندیۃ عن محیط الامام شمس الامام
الشرحی عن الامام الفقیہ ابن الیث عن
مشائخنا قدست اسرارهم انهم استحسنوا
ان البیضاء اذا کان قدیمًا وکان تصویب السطح
الی دامة وعلما ان التصویب قدیم
ولیس بمحدثان یجعل له حق التمسک
وفیہا عن البدائع لو اصاب اهل الدار ان
یبنوا حائطًا لیسوا وسیلہ اداء دوائیات
ینقلوا السیراب من موضع
او یرقصوا او یسفلوا لیس یکن
لہم ذلک ولو یخرب اهل
الدار بناء لیسیل سیرابہ

علی ظہرنا لہم ذلک ینے واللہ تعالیٰ اعلم۔ چمت پر گوسے توان کو جائز ہو گا۔ واللہ تعالیٰ

اعلم (د ت)

۱۵۲۔ از ریاست راہپور محلہ چاہ شور سرسلہ جناب مولانا مولوی محمد سلامت اللہ صاحب
۲۳ محرم ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زمین نے ایک مکان مع چند دکانیں منجملہ مکانات اپنے
کے بتعین ہر چار حدود جس کے سمت شرق و سمت شمال میں دیگر مکانات واقع تھیں وہیں وقف کیا اور
متولی اس کا بکر کر دیا، بکر کی جانب سے کرایہ دار موقوفہ میں کرایہ پر رہتے ہیں اور بکر بوصولی ذکر کرایہ معارف خیر کر رہے
ایک جزو مکان منجملہ موقوفہ کے کرایہ پر مقرر کو بکر متولی نے بوساطت خاند کے دیا اس نے سات مہینے کا کرایہ
ادا نہ کیا تو بکر نے دعویٰ تخلیہ کا کیا، عمر و منکر ہوا اور ظاہر کیا کہ زمینب و کلثوم سے کرایہ پر دیا ہے، عدالت نے
حکم زمینب و کلثوم کو بھی بکر متولی سے مدعا علیہا بنوایا۔ زمینب و کلثوم کا بیان یہ ہے کہ یہ مکان متنازعہ موقوفہ
حسن پورہ واقع کا ہے، بعد فوت حسن مذکور کے ایک زید اور دوسرا حسن پرمایاں دو اجن اور مسماۃ ہندہ
زوجہ سرکس وارث مع الحصر ہے۔ اول حسن فوت ہوا اس کے وارث زید اچ اور ہندہ ام و مایاں دو بنائے۔
پھر ہندہ فوت ہوئی زید پسر اس کا وارث رہا، سنی موقوفہ وقف مشاع ہوا کہ وہ کسی طرح جائز نہیں
اور مقرر و چارہ کرایہ دار ہے، بجا اب اس کے متولی نے لکھا کہ مورث مدعا علیہا مقرر بملکیت واقع رہا ہے
اور مدعا علیہا کو بھی وقف اور دیگر مکانات واقع تسلیم ہیں، زمینب و کلثوم سے ثبوت طلب ہوا مدعا علیہا
نے ایک بیٹا مرہمی حسن پیش کیا جو مدعی کو تسلیم نہیں ہے اور جو گواہ پیش کئے ہیں وہ سماعی ہیں۔ مدعی
نے ثبوت تسلیم وقف و ملکیت واقع ہر مکانات یا نب شرق و شمال بعد فوت واقع کے و عزیز عم و
وارث بالحصہ واقع سے مدعا علیہا نے خریدی ہیں جس کے بیع نامہ کے مدغرب میں مکان موقوفہ تحریر ہے
پیش کیا اور گواہ جن کو عدالت نے بھی ثقات تسلیم کیا ہے بر ثبوت دادن مکان متنازعہ پر کرایہ پر عہدہ
و اقرار حسن پورہ مدعا علیہا بملکیت واقع قبل از وقف سماعت کر اسے ہیں جس کے بیان سے ثبوت
بخوبی ہے جب کہ مکانات ملحقہ موقوفہ مدعا علیہا نے بر تسلیم ملک واقع و تسلیم وقف حسب صراحت مدعی
خریدے ہیں جن کا بیع نامہ متولی نے پیش کیا ہے اور گواہان متولی سے کرایہ پر دینا اور اقرار پورہ مدعا علیہا
بملک وقف ثابت ہے اور کاغذ وقف جو مسلمہ مدعا علیہا ہے وہ بھی موجود ہے ایسی حالت میں عدالت

بموجب مسائل شرعی بجز از تخلیہ مکان کا کرایہ دار سے کرائے گی یا نہیں؛ میتوا توشجروا۔

الجواب

صورت مستفسرہ میں عمر مستاجر کی بدعتی اور اس سے وقف کو ضرر پہنچنے کا اندیشہ صاف ظاہر ہے یہاں تک کہ اُس نے اپنے بیان سے یہ چاہا کہ سرے سے وقف ہی کو معدوم کر دے، لاجرم حاکم پر فرض قطعی ہے کہ فوراً فوراً بلا توقف مکان اس سے خالی کرنا کہ متوفی کو سپرد کرے اگرچہ ہنوز مدت اجارہ کتنی ہی باقی ہو کہ ایسی صورت میں فسخ اجارہ لازم ہے۔ الاسعاف فی احکام الادوات میں ہے،

لو تبین ان المستاجر يخاف منه على
مأقبة الموقف فيفسخ القاضى الاجارة
ويخرج منه يدك
بلکہ علماء نے تصریح فرمائی ہے کہ اگر اجرت مثل زائد ہو جائے اور مستاجر کرایہ بڑھانے سے انکار کرے
تو اجارہ فسخ کر دیا جائیگا نہ کہ جب اصل کرایہ دینا ہی چاہا ہے۔ در مختار میں قبیل مایکوز من الاجارۃ ہے،
وان كانت لزيادة اجرة المثل فالمختار
قبولها فيفسخها المتوفى فان امتنع
فالقاضى ثم يوجرها ممن يزداد
اگر زائد کرایہ طلب ہو تو دوسرے کو کرایہ پر دینا
جائز اور مختار ہے، متولی پہلے اجارہ کو فسخ کر دے
اگر وہ نہ کرے تو قاضی فسخ کر کے زائد دینے
والے کو اجارہ پر دے۔ (ت)

غرض یہاں حکم اس قدر تھا کہ اجارہ فسخ اور تخلیہ لازم، اس سے زائد جو کارروائیاں اس مقدمے میں ہوتیں کہ غلو کے مجرب بیان پر زینب و کلثوم کو اس دعویٰ کا مدعا علیہ بنوایا گیا اُن کا جواب داخل ہوا متولی سے اس کا رد کیا گیا سب محض لغو و فضول و بے معنی ہیں ان کی طرف توجہ اصلاً روا نہ تھی نہ اُن کے سبب متولی کو ڈگری دینے میں ایک منٹ کی تاخیر حلال تھی نہ ہے۔ مدعا علیہ کا صرف زیبانی بیان کہ میں نے فلاں سے اجارہ لیا ہے اصل قابلِ سماعت نہیں ہوتا، نہ اُس کے سبب خصوصیت اُس سے چھوڑ کر فلاں کی طرف متعدی ہو سکتی ہے بلکہ وہی مدعا علیہ رہتا ہے اور جب مدعی اُس پر

الاسعاف فی احکام الادوات

عقود در مختار کتاب الاجارۃ

مطبع مجتہائی دہلی

اقامت جینے کو جسے جیسا کہ یہاں واقع ہوا فوراً مقدمہ اپنی نہایت کو پہنچا اور حاکم پر فرض ہوتا ہے کہ مدعی کو ڈگری دے۔ در مختار میں ہے :

قال ذوالیہد هذا المدعی به منقولاً کان
او عقار او دعتیہ او اعاریہ او اجرنیہ
اور ہنئیہ نماید الغائب و برہن علیہ
ما ذکر، دفعت خصومة المدعی للملك
المطلق بلہ (ملخصاً)
قابض نے کہا کہ مدعی جس چیز کا دعویٰ کر رہا ہے
اس کو میرے پاس زید نے جو غیر حاضر ہے نے
امانت رکھا یا کہ اس نے عاریتاً یا اجرت پر دیا
یا ہن رکھا ہے وہ چیز منقولہ ہو یا غیر منقولہ ،
اور مدعی نے گواہی پیش کی ہو تو اس چیز میں مدعی
کا دعویٰ کتب مطلق کے طور پر ثابت ہے (ملخصاً)۔

ہندو میں ہے :

وان لم یقر البینة فهو خصم فی ظاهر
الروایة عن اصحابنا ورحمہم اللہ تعالیٰ
کذا فی السحیط بلہ
اگرچہ مدعی گواہی پیش نہ کرے تب بھی ظاہر روایت
کے مطابق وہ فریق ہوگا جیسا کہ ہمارے اصحاب
سے مروی ہے ، محیط میں یوں ہے (ت)
اس فلاں کو (کہ زینب و کلثوم ہیں) مدعا علیہ بتانا اور اس کے لئے مقدمے کو روکنا عراضہ
شرح مطہر کے خلاف دگناہ ہوا۔ غزالیوں میں ہے :

یجب علی القاضی الحكم بمقتضى الدعوی
عند قیام البینة علی سبیل الضرر فلو
اخرا ثم لتركه الواجب وهو قضاؤہ بها
ویعزل ویعذر کما فی جامع الفصولین
طرہ یہ کہ زینب و کلثوم اس دعویٰ تخلیہ کی مدعا علیہ بن نہیں سکتیں کہ مکان ان کے قبضہ میں
نہیں ، غیر قابض سے تخلیہ چاہنا کیا معنی ، نہ غیر ذی الید پر غیر فعل کا دعویٰ ہو سکے۔ اشبہاء میں ہے :
الدعوی علی غیر ذی الید لا تقسم
غیر قابض پر دعویٰ قابل سماعت نہ ہوگا (ت)

ملہ در مختار کتاب الدعوی فصل فی دفع الدعوی مطبع مجتہدانی دہلی ۱۲۳/۲
ملہ فتاویٰ ہندیہ باب السادس فورانی کتب خانہ کراچی ۲۴/۲
ملہ غزالیوں البصائر مع الاشباہ والنظائر الفی الثانی کتاب القضاء اداره القرآن کراچی ۱/۳۶۰

الآفی دعوی الغصب فی العقول واما فی
الدور والعقد فلا فرق کما فی الیتمیۃ۔

یہ کہ دعوی مقبولہ چیز کے غصب کا ہو، لیکن مکاتبات
اور برائے میں کسی طرح بھی قابل سماعت نہ ہوگا
جیسا کہ یتیمیہ میں ہے۔ (ت)

اور جب سرے سے زینب و کلثوم اس دعوی کے احاطے میں آہی نہ سکیں تو ان کا جواب ان کی گواہیاں
اور جو کچھ کارروائیاں اس پر ہوئیں اس وجہ پر سب محض مہمل و پاد ہو اہیں کہ دلی دعوی میجر پر مرتب
ہوتا ہے جب دعوی مفقود تو دفع مردود، و هذا حکمہ ظاہر غیر مستنکر ولا محجود
(یہ تمام بیان ظاہر ہے جس کا انکار نہیں ہو سکتا۔ ت) اس کے بعد ان غلطوں پر بحث کی حاجت
نہیں جو زینب و کلثوم کے لئے ہے حاصل ثبوتوں میں واضح طور پر موجود ہیں اور اگر کچھ نہ ہوتا تو شہادت
ملک کا سماعی ہوتا اور محض کا فہم سے شہادت کافیہ سے استدلال کرنا ہی ان کے رد میں ہوتا
کو بس تھا خصوصاً جبکہ ان کے مورث کا اقرار ثابت ہے کہ مکان مذکور پیش از وقت ملک اللف
نہ تھا، در مختار میں ہے۔

لا یشہد احدہما لم یعانیه بالاجماع
الا فی عشرة الخ و لیس هذا منها۔

بالاجماع بغیر دیکھ کوئی بھی شہادت نہیں دے سکتا
ما سوائے دس چیزوں کے الخ۔ اور یہ ان میں سے
نہیں ہے۔ (ت)

خاتمہ تحریر و عقود الدیۃ وغیرہ میں ہے۔

القاضی انما یقضی بالحجة او بالحجة ہی
البینة او الاقرار و اما الصلح فلا یصلح
حجة یہ

قاضی صرف حجت کی بنا پر فیصلہ دے گا اور حجت
صرف شہادت، اقرار اور قسم سے انکار ہے لیکن
وسید تودہ حجت بننے کی صلاحیت نہیں رکھتی (ت)

سہ الاشباہ والنکار الضم الثانی کتاب القضاء والشہادات ادارة القرآن کراچی ۳۸۹/۱

کے در مختار کتاب الشہادات مطبع مجتہائی دہلی ۹۲/۲

سہ العقود الدیۃ کتاب الدعوی ارگ ہزار قندھار افغانستان ۱۹/۲

فتاویٰ خیریتہ باب غل الخاضع والسجلات دار المعرفۃ بیروت ۲۳ و ۱۹/۲

الاشباہ والنکار الضم الثانی کتاب القضاء والشہادات ادارة القرآن کراچی ۳۳۸/۱

فتاویٰ قاضیخان کتاب الوقف فصل فی دعوی الوقف الخ نوکشور کھنڈ ۷۲۲/۲

جامع الفصولین فصل عاشر میں ہے :

المدعی امرثا فیه یؤمن المدعی علیہ انت
مورثہ اقتران المدعی لیس له او هو
ملك المدعی علیہ کان دفعا
مدعی علیہ کی ملکیت ہے تو اس شہادت سے مدعی کا دفاع ہو جائے گا۔ (ت)
کلام یہاں تطویل ہے اور اسی قدر میں کفایت۔ واللہ مہلحنہ وتعالیٰ اعلم وعلیہ
جل مجدۃ اتم وحکمہ عز شانہ احکم۔

نوٹ

اشعار میں جلد کتاب القضاء والدعویٰ پر ختم ہوتی
انیسویں جلد کا آغاز کتاب الوکالۃ سے ہو گا۔

فہرست مکتوبہ امور بدعت

تہذیب و ترقی کے لئے

رضا سبلی کیشنز لاہور

الْعَمَلُ وَالْمَسْكُوتُ

جس سے وہ ظاہری مسائل کا باعث قرار دیتا ہے اور اللہ دینی کے ماسوا قبل سے کیا گیا ہے

[illegible]

☆☆☆☆☆☆☆☆

مكتبة تنظيم المدارس لأهولياكتا